بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

۱

تفسیر احسن البیان

www.KitaboSunnat.com

اردو ترجمہ : مولانا فتح محمد جالندھری

تفسیر : مولانا محمد صادق خلیل

ناشر

صادق خلیل اسلامک لائبریری رحمت آباد فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ

تفسیر اصدق البیان

اردو ترجمہ : مولانا فتح محمد جالندھری

تفسیر : مولانا محمد صادق خلیل

www.KitaboSunnat.com

ناشر

صادق خلیل اسلامک لائبریری رحمت آباد، فیصل آباد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام: **تفسیر اصدق البیان**

سن اشاعت: ربیع الاوّل ١٤١٩ الھجریہ

مقام طباعت: دار السلام ۵۰ لوئر مال لاہور

صفحات: ۵۶۴

تعداد: ایک ہزار

کمپوزنگ: چشتیہ کمپوزنگ سنٹر فیصل آباد

تزئین و آرائش: عبد الحفیظ مدنی۔

قیمت: -/200

ناشر: میاں حبیب الرحمان، نگران اعلیٰ صادق خلیل اسلامک لائبریری رحمت آباد فیصل آباد فون: 780141

592

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست محتویات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
ا:۔	انتساب	۳
۲:۔	رشحات فکر	۴
۳:۔	اسلام کا پیغام	۵
۴:۔	مقدمۃ التفسیر، عظمت انسان اور عظمت قرآن	۶
۵:۔	اعجاز قرآن	۱۰
۶:۔	ولید بن مغیرہ کے ریمارکس	۱۲
۷:۔	قرآن پاک کے محتویات کا مختصر جائزہ	۱۳
۸:۔	اعجاز قرآن پر شیخ مصطفیٰ محمد عمارہ مصری کا تبصرہ	۱۵
۹:۔	نزول وحی کا آغاز اور حفاظت قرآن	۱۷
۱۰:۔	قرآن پاک میں فصاحت و بلاغت کے چند اسالیب کا بیان	۲۳
۱۱:۔	صداقت قرآن پاک	۲۶
۱۲:۔	جمع القرآن	۲۸
۱۳:۔	زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا ذکر	۳۰
۱۴:۔	علم بدیع کی روشنی میں قرآن کے اسلوب کا بیان	۳۲
۱۵:۔	تلاوت قرآن پاک کے آداب	۳۳
۱۶:۔	سخن ہائے گفتنی	۳۴
۱۷:۔	تفسیر سورۃ فاتحہ، کلمات کی لغوی تحقیق	۴۰
۱۸:۔	قرآن پاک کی تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا	۴۱
۱۹:۔	وسوسہ، نزغ، مس میں فرق کی وضاحت	۴۲
۲۰:۔	بسم اللہ کی تشریح اور اس کے احکام	۴۳
۲۱:۔	لفظ (اللہ) کائنات کے خالق کا ذاتی نام ہے	۴۳
۲۲:۔	ذات (اللہ) کا تعارف علامہ بقاعی کے قلم سے	۴۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳:۔ الحمد للہ کی تفسیر اور لفظ عالم سے کیا مقصود ہے ؟ ۴۵
۲۴:۔ (الرحمان الرحیم) کی تشریح علامہ رشید رضا کے نقطہ نظر سے ۴۶
۲۵:۔ (الرحمان الرحیم) اوصاف میں تفاوت کا بیان ۴۷
۲۶:۔ مالک یوم الدین کی تشریح ۴۸
۲۷:۔ لفظ دین کے استعمالات کا ذکر ۴۹
۲۸:۔ مکافات عمل کی وضاحت ۵۰
۲۹:۔ عبادت اور استعانت کی تفسیر' ایک لطیف نکتہ ۵۳
۳۰:۔ ایک سوال اور اس کا جواب ۵۴
۳۱ء:۔ صراط مستقیم کی تشریح ۵۶
۳۲:۔ خصائص کے لحاظ سے انسان سب مخلوق سے افضل ہے ۵۷
۳۳:۔ صراط مستقیم کی وضاحت ۵۹
۳۴:۔ منعم علیھم کون ہیں ؟ ۶۰
۳۵:۔ صدیق ' محدث اور شہید کی تعریف اور مقامات احسان کا بیان ۶۱
۳۶:۔ مغضوب علیھم کی وضاحت ۶۴
۳۷:۔ امت مسلمہ میں اصحاب الحیل کا کردار ۶۶
۳۸:۔ سورۃ فاتحہ کے مطالب کا خلاصہ ۶۷
۳۹:۔ آمین کے احکام ۶۸
۴۰:۔ علامہ عبدالحی لکھنوی کا قول ۶۹
۴۱:۔ سورۃ فاتحہ کے نام ۶۹
۴۲:۔ فاتحہ خلف الامام کے وجوب کا بیان امام بخاری کے نقطہ نظر سے ۷۱
۴۳:۔ سورۃ فاتحہ کے فضائل ۷۱
۴۴:۔ تفسیر سورۃ بقرہ ' حروف مقطعات کا بیان ۷۳
۴۵:۔ امام رازی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا نقطہ نظر ۷۴
۴۶:۔ حروف مقطعات کے ذکر سے مقصود کیا ہے ؟ ۷۵
۴۷:۔ (الکتاب) کی تفسیر علامہ رشید رضا کے نقطہ نظر سے ۷۷
۴۸:۔ آیت میں لفظ ریب کے مقدم لانے کا سبب ۷۸
۴۹:۔ پرہیز گاروں کے اوصاف کا بیان ۷۸
۵۰:۔ ایک لطیف اشارہ ۷۹
۵۱:۔ عذاب الٰہی کی اقسام ۸۰
۵۲:۔ ایمان کن چیزوں سے مرکب ہے؟ ۸۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۳:۔ ایمان بالغیب سے کیا مقصود ہے؟ ۸۱
۵۴:۔ علامہ بیضاوی کا قول اور اقامت صلوٰۃ کی وضاحت ۸۲
۵۵:۔ کیا خشوع خضوع نماز میں ضروری ہے؟ ۸۲
۵۶:۔ اقامت صلوٰۃ کے بارے میں ابن عباس کا قول ۸۳
۵۷:۔ رزق کا مفہوم کیا ہے؟ ۸۴
۵۸:۔ انفاق کے بارے میں جمہور علماء کا قول ۸۴
۵۹:۔ نزول وحی کی کیفیت کا بیان ۸۷
۶۰:۔ نزول وحی کے بارے میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں ۸۷
۶۱:۔ پرہیز گاروں کا چھٹا وصف ۸۸
۶۲:۔ علامہ بقاعی کے قلم سے یقین کی تعریف ۹۰
۶۳:۔ ہدایت اور فلاح سے کیا مقصود ہے؟ ۹۰
۶۴:۔ کفر کی لغوی تحقیق اور کفار کی اقسام ۹۱
۶۵:۔ لفظ عذاب کا مفہوم ۹۵
۶۶:۔ منافقین کی اقسام ۹۶
۶۷:۔ نفاق کی علامات کا بیان ۹۸
۶۸:۔ منافقین کی دھوکہ دہی میں علامہ بقاعی کی وضاحت ۱۰۱
۶۹:۔ منافقین کے مرض کی تشریح ۱۰۲
۷۰:۔ اعمال کے اثرات ہر انسان کے دل پر ظہور پذیر ہوتے ہیں ۱۰۳
۷۱:۔ زبان سے توحید کا اقرار تحفظ عطا کرتا ہے ۱۰۴
۷۲:۔ عبداللہ بن ابی ' رئیس المنافقین کے کردار کا تذکرہ ۱۰۴
۷۳:۔ خیر اور شر کی نسبت اللہ کی جانب بلحاظ خالق کے ہے ۱۰۵
۷۴:۔ منافقین کے بارے میں علامہ ابوبکر جابر الجزائری کا نقطہ نظر ۱۰۶
۷۵:۔ منافقین کی منافقت کا بدلہ ۱۰۹
۷۶:۔ آگ کی تمثیل کی وضاحت ۱۱۰
۷۷:۔ علم بلاغت میں شیخ عبد القاہر جرجانی کا مقام ۱۱۱
۷۸:۔ حافظ ابن کثیر کا نقطہ نظر ۱۱۲
۷۹:۔ آیت اوکصیب کی لغوی تحقیق اور وضاحت ۱۱۳
۸۰:۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی وضاحت ۱۱۷
۸۱:۔ صائقہ سے کیا مقصود ہے ؟ ۱۱۷
۸۲:۔ البرق کی تشریح ۱۱۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۳:۔ لفظ (رعد) کے بارے میں دھماکہ خیز تنبیہہ ۱۲۰
۸۴:۔ امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد کا ارشاد گرامی ۱۲۰
۸۵:۔ یاایھاالناس اعبدوا کی لغوی تحقیق اور تفسیر ۱۲۲
۸۶:۔ دعوت کے چار بنیادی اصول ۱۲۳
۸۷:۔ ان لوگوں کا رد جو بالواسطہ اللہ کے تقرب کے قائل ہیں ۱۲۳
۸۸:۔ وجود باری تعالیٰ پر دلائل ۱۲۴
۸۹:۔ ایک اعرابی کا استفسار ۱۲۶
۹۰:۔ امام شافعیؒ کا نقطہ نظر' امام احمد بن حنبلؒ کا قول ۱۲۷
۹۱:۔ آیت و ان کنتم فی ریب کی لغوی تحقیق اور تفسیر ۱۲۸
۹۲:۔ ان حرف شرط کا استعمال ۱۲۹
۹۳:۔ من تبعیضیہ سے کیا مقصود ہے ؟ ۱۳۰
۹۴:۔ صداقت قرآن پاک پر چیلنج ۱۳۱
۹۵:۔ ایمان داروں کو قیامت کے دن کن انعامات سے نوازا جائے گا ۱۳۴
۹۶:۔ جنت کی نعمتوں کا بیان ۱۳۵
۹۷:۔ اللہ کی رضا عظیم نعمت ہے ۱۳۷
۹۸:۔ تمثیل سے مقصود کیا ہے؟ ۱۳۷
۹۹:۔ اضلال کی تقدیم کا سبب ۱۳۹
۱۰۰:۔ آیت الذین ینقضون کے مصداق خوارج ہیں ۱۴۲
۱۰۱:۔ اللہ پاک کی عظیم قدرت کا بیان ۱۴۳
۱۰۲:۔ ایک سوال کا جواب علامہ بیضاوی کی جانب سے ۱۴۴
۱۰۳:۔ استواء الی السماء کی تفسیر ۱۴۶
۱۰۴:۔ آسمان و زمین کی تخلیق کے بارے میں اختلاف ۱۴۶
۱۰۵:۔ اختلاف کا حل علامہ شنقیطی کے نقطہ نظر سے ۱۴۷
۱۰۶:۔ اہل عرب کے نزدیک تخلیق سے مقصود کیا ہے؟ ۱۴۷
۱۰۷:۔ خالق کائنات کے وجود پر مولانا مسعود احمد کا پرمغز بیان ۱۴۸
۱۰۸:۔ آیت و اذ قال ربک للملائکۃ کی تفسیر ۱۵۰
۱۰۹:۔ فرشتوں کا تعارف ۱۵۰
۱۱۰:۔ خلیفہ کا اطلاق کس پر ہوتا ہے ؟ ۱۵۱
۱۱۱:۔ آدم علیہ السلام اللہ پاک کے نمائندہ ہیں ۱۵۱
۱۱۲:۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مفسر قرآن کی وضاحت ۱۵۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۳:-	امام اور خلیفہ کے تعین کے بارے میں علامہ قرطبی کا استفسار	۱۵۴
۱۱۴:-	آدم کی تخلیق کن اجزاء سے ہوئی ؟	۱۵۵
۱۱۵:-	ایک سوال اور اس کا جواب علامہ بیضاوی کے نقطہ نظر سے	۱۵۶
۱۱۶:-	فرشتوں اور انسانوں میں کون افضل ہیں؟	۱۱۵۸
۱۱۷:-	علم غیب کے بارے میں وضاحت	۱۵۸
۱۱۸:-	آیت واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا کی تفسیر	۱۵۹
۱۱۹:-	سجدہ سے کیا مقصود ہے؟	۱۶۰
۱۲۰:-	ابلیس کی نافرمانی کا بیان	۱۶۱
۱۲۱:-	تنبیہہ	۱۶۲
۱۲۲:-	آیت واذ قلنا یا آدم اسکن کی تفسیر	۱۶۴
۱۲۳:-	جنت سے کیا مقصود ہے؟	۱۶۵
۱۲۴:-	ایک سوال اور اس کا جواب	۱۶۷
۱۲۵:-	آیت فتلقی آدم کی تفسیر	۱۶۹
۱۲۶:-	ہدایت سے کیا مقصود ہے؟	۱۷۰
۱۲۷:-	ہدایت کے بارے میں ابو حیان کا قول	۱۷۰
۱۲۸:-	بنی اسرائیل پر احسانات الہیہ کا ذکر	۱۷۲
۱۲۹:-	یہودی علماء کی تحریف کا بیان	۱۷۴
۱۳۰:-	نماز عبادت کی روح ہے	۱۷۵
۱۳۱:-	آیت اتامرون الناس کی تفسیر	۱۷۶
۱۳۲:-	عالم بے عمل کے بارے میں علامہ رشید کا بیان	۱۷۷
۱۳۳:-	صبر سے مقصود کیا ہے؟	۱۷۸
۱۳۴:-	نماز اسلام کا عظیم رکن ہے	۱۷۹
۱۳۵:-	آیت یا بنی اسرائیل کی تفسیر	۱۸۰
۱۳۶:-	لفظ عدل کا عربی زبان میں استعمال	۱۸۱
۱۳۷:-	آیت کا شان نزول	۱۸۲
۱۳۸:-	آیت واذ نجیناکم کی تفسیر	۱۸۳
۱۳۹:-	فرعون ملعون کے ظلم و ستم کا بیان	۱۸۳
۱۴۰:-	صبر کی عظمت پر علامہ قشیری کا بیان	۱۸۴
۱۴۱:-	بنی اسرائیل کی نجات پر ابو حیان کا بیان	۱۸۵
۱۴۲:-	آیت واذ واعدنا موسیٰ کی تفسیر	۱۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۳:-	سعد بن ابی وقاص کی شجاعت کا بے مثال واقعہ	۱۸۷
۱۴۴:-	فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد اسرائیلوں کی واپسی	۱۸۸
۱۴۵:-	تورات کو فرقان کا لقب عطا کرنے کا سبب	۱۸۹
۱۴۶:-	علم نحو میں لفظ (لعل) کا استعمال	۱۹۰
۱۴۷:-	آیت و اذ قلتم یا موسیٰ کی تفسیر	۱۹۲
۱۴۸:-	اللہ پاک کی رویت ممکن ہے یا نہیں؟	۱۹۳
۱۴۹:-	من و سلویٰ کا بیان	۱۹۵
۱۵۰:-	آیت واذ قلنا ادخلوا کی تفسیر	۱۹۷
۱۵۱:-	بنی اسرائیل جنگل تیہ میں	۱۹۷
۱۵۲:-	منصوص میں تبدیلی جائز نہیں	۱۹۸
۱۵۳:-	آیت واذ استسقی کی تفسیر	۲۰۰
۱۵۴:-	ابو حیان نحوی کا بیان	۲۰۲
۱۵۵:-	آیت واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر کی تفسیر	۲۰۳
۱۵۶:-	آیت ان الذین امنوا کی تفسیر	۲۰۶
۱۵۷:-	اسلام نے سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ قرار دیا	۲۰۷
۱۵۸:-	واذ اخذنا میثاقکم کی تفسیر	۲۰۸
۱۵۹:-	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۰۹
۱۶۰:-	ہفتہ کے دن کی تعظیم کا ردعمل	۲۱۰
۱۶۱:-	اصحاب حیل کے بارے میں امام بخاریؒ کا بیان	۲۱۱
۱۶۲:-	حیلہ ساز ملاؤں کے بارے میں مولانا ابو الکلام آزادؒ کے ریمارکس	۲۱۱
۱۶۳:-	آیت واذ قال موسیٰ لقومه کی تفسیر	۲۱۲
۱۶۴:-	گائے ذبح کرنے کے بارے میں امام بیضاوی کا نقطہ نظر	۲۱۲
۱۶۵:-	گائے کے بارے میں یہودیوں کے سوال کا جواب	۲۱۴
۱۶۶:-	آیت واذ قتلتم نفسا" کی تفسیر	۲۱۸
۱۶۷:-	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۱۹
۱۶۸:-	گائے کے ذبح کا سبب	۲۲۰
۱۶۹:-	آیت ثم قست قلوبکم کی تفسیر	۲۲۱
۱۷۰:-	تجلی کے سبب کائنات میں ٹوٹ پھوٹ کو مجاز پر محمول نہ کیا جائے	۲۲۱
۱۷۱:-	آیت افتطمعون کی تفسیر	۲۲۳
۱۷۲:-	علمائے سوء ہیں جو احکام الہیہ میں تبدیلی کرتے ہیں	۲۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷۳:-	آیت فویل للذین یکتبون کی تفسیر	۲۲۶
۱۷۴:-	عربی زبان میں لفظ ویل سے کیا مقصود ہے؟	۲۲۶
۱۷۵:-	عربی زبان میں لفظ یتیم کا اطلاق	۲۳۰
۱۷۶:-	اسلام میں غیر شرعی محافل کا انعقاد	۲۳۱
۱۷۷:-	آیت واذ اخذنا میثاقکم کی تفسیر	۲۳۳
۱۷۸:-	آیت کا سبب نزول	۲۳۴
۱۷۹:-	شفاعت کا بیان	۲۳۷
۱۸۰:-	آیت ولقد اتینا موسیٰ الکتاب کی تفسیر	۲۳۸
۱۸۱:-	روح القدس کے بارے میں جمہور مفسرین کا نظریہ	۲۳۹
۱۸۲:-	روح القدس کے بارے میں ابو حیان کا تبصرہ	۲۴۰
۱۸۳:-	آیت ولماجاء ھم کتاب کی تفسیر	۲۴۲
۱۸۴:-	آیت واذ قیل لھم امنوا کی تفسیر	۲۴۳
۱۸۵:-	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۴۴
۱۸۶:-	آیت قل ان کانت لکم الدار کی تفسیر	۲۴۹
۱۸۷:-	بنی اسرائیل کے کوائف کا بیان	۲۵۰
۱۸۸:-	آیت قل من کان عدواً کی تفسیر	۲۵۲
۱۸۹:-	آیت ولقد انزلنا الیک کی تفسیر	۲۵۷
۱۹۰:-	عربی زبان میں لفظ فسق کا استعمال	۲۵۷
۱۹۱:-	آیت و اتبعوا ما تتلوا کی تفسیر	۲۵۹
۱۹۲:-	قرآن پاک اور علم سحر	۲۶۰
۱۹۳:-	آیت لاتقولوا راعنا کی تفسیر	۲۶۵
۱۹۴:-	ناسخ منسوخ کی بحث	۲۶۹
۱۹۵:-	یہود کے اعتراض کا جواب	۲۷۰
۱۹۶:-	قرآن پاک نے گذشتہ امتوں کی شریعت کو منسوخ قرار دیا ہے	۲۷۲
۱۹۷:-	ام تریدون ان تسئلوا کی تفسیر	۲۷۴
۱۹۸:-	علامہ رشید رضا کی وضاحت	۲۷۵
۱۹۹:-	آیت فاعفوا کی تفسیر	۲۷۷
۲۰۰:-	آیت واقیموا الصلوٰۃ کا پہلی آیت کے ساتھ ربط	۲۷۸
۲۰۱:-	آیت و قالوا لن یدخل الجنۃ کی تفسیر	۲۸۱
۲۰۲:-	قرآن پاک میں کائناتی دلائل کی کثرت	۲۸۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۳:- ایمانداروں کو استقامت کی تلقین اور یہود و نصاریٰ میں اختلاف ۲۸۳
۲۰۴:- آیت و من اظلم ممن منع کی تفسیر ۲۸۷
۲۰۵:- قبروں پر مساجد بنانا ممنوع ہے ۲۸۸
۲۰۶:- مولانا محمد حنیف ندوی کی وضاحت ۲۸۹
۲۰۷:- آیت و قالوا اتخذ اللّٰہ ولدا" کی تفسیر ۲۹۱
۲۰۸:- آیت بدیع السمٰوات کی تفسیر ۲۹۲
۲۰۹:- آیت قال الذین لا یعلمون کی تفسیر ۲۹۳
۲۱۰:- الکفر ملة واحدة سے مقصود ۲۹۴
۲۱۱:- آیت انا ارسلناک بالحق کی تفسیر ۲۹۵
۲۱۲:- آیت و لن ترضی کی تفسیر ۲۹۷
۲۱۳:- آیت مذکورہ کا ربط ۲۹۷
۲۱۴:- قرآن پاک میں اسلوب بلاغت کا بیان ۲۹۸
۲۱۵:- مقام نبوت کی عظمت ۲۹۹
۲۱۶:- ایک حیلہ کا بیان اور اس کا رد ۳۰۱
۲۱۷:- تقلید کا رد ۳۰۱
۲۱۸:- تدبر قرآن کا اہتمام ۳۰۲
۲۱۹:- واتقوا یوما" کی تفسیر ۳۰۳
۲۲۰:- آیت واذ ابتلٰی ابراھیم کی تفسیر ۳۰۴
۲۲۱:- اللہ پاک کے عجیب مواخذہ کا ذکر ۳۰۵
۲۲۲:- ابراہیم علیہ السلام کے حلم کا بیان ۳۰۸
۲۲۳:- واذ یرفع ابراھیم القواعد کی تفسیر ۳۱۵
۲۲۴:- آیت و من یرغب عن ملة ابراھیم کی تفسیر ۳۲۲
۲۲۵:- ابراہیم علیہ السلام کی سیرت ۳۲۴
۲۲۶:- آیت واذ قال لہ ربہ کی تفسیر ۳۲۵
۲۲۷:- ابراہیم علیہ السلام کی وصیت کی تفسیر ۳۲۵
۲۲۸:- آیت ام کنتم شھداء کی تفسیر ۳۲۶
۲۲۹:- آباؤ اجداد کی تقلید ضروری نہیں ۳۲۷
۲۳۰:- آیت تلک امة کی تفسیر ۳۲۷
۲۳۱:- آیت کونوا ھودا" کی تفسیر ۳۳۰
۲۳۲:- معراج کی محافل کا تذکرہ ۳۳۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳۳:۔	شیخ عبد القادر جیلانی کے مزار کا حج	۳۳۱
۲۳۴:۔	آیت قولوا امنا باللّٰہ کی تفسیر	۳۳۲
۲۳۵:۔	امام بخاری کا نقطہ نظر	۳۳۳
۲۳۶:۔	لفظ اوتی اور انزل میں فرق	۳۳۳
۲۳۷:۔	آیت فان امنوا کی وضاحت	۳۳۴
۲۳۸:۔	شہادت عثمان کا بیان	۳۳۵
۲۳۹:۔	صبغۃ اللّٰہ کی تفسیر	۳۳۵
۲۴۰:۔	آیت قل اتحاجوننا کی تفسیر	۳۳۷
۲۴۱:۔	آیت ومن اظلم کی تفسیر	۳۳۹
۲۴۲:۔	آیت سیقول السفھاء کی تفسیر	۳۴۱
۲۴۳:۔	تحویل قبلہ کے مسئلہ کی وضاحت	۳۴۲
۲۴۴:۔	اسلام آنے سے پہلے لوگوں کی اقسام	۳۴۴
۲۴۵:۔	امت محمدیہ کی گواہی	۳۴۸
۲۴۶:۔	ایک سوال اور اس کا جواب	۳۴۶
۲۴۷:۔	تحویل قبلہ کے مسئلے میں حکمت	۳۴۷
۲۴۸:۔	آیت وما کان لیضیع ایمانکم کس حکم کی متقاضی ہے؟	۳۴۹
۲۴۹:۔	لفظ رافت کی وضاحت	۳۴۹
۲۵۰:۔	آیت قدنری تقلب کی تفسیر	۳۵۰
۲۵۱:۔	آیت ولئن اتیت کی تفسیر	۳۵۳
۲۵۲:۔	بدعات کا رد	۳۵۴
۲۵۳:۔	آیت الذین اتینا ھم الکتاب کی تفسیر	۳۵۶
۲۵۴:۔	تحویل قبلہ کے اسباب	۳۵۸
۲۵۵:۔	مفتی محمد عبدہ کا نقطہ نظر	۳۶۲
۲۵۶:۔	حکمت سے کیا مقصود ہے؟	۳۶۴
۲۵۷:۔	صبر اور نماز کے ساتھ استعانت کی وضاحت	۳۶۹
۲۵۸:۔	برزخی کیفیت کا ذکر	۳۷۲
۲۵۹:۔	ابو حیان اندلسی کا قول	۳۷۲
۲۶۰:۔	صبر کی اقسام	۳۷۳
۲۶۱:۔	اولٰئک علیھم صلوٰت کی تفسیر	۳۷۶
۲۶۲:۔	شعائر اللّٰہ سے مقصود	۳۷۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۶۳:۔	آیت الذین یکتمون کی تفسیر	۳۸۰
۲۶۴:۔	حافظ ابن کثیر کی وضاحت	۳۸۱
۲۶۵:۔	آیت ان الذین کفروا کی تفسیر	۳۸۲
۲۶۶:۔	شرک کی اقسام	۳۸۳
۲۶۷:۔	آیت ان فی خلق السمٰوات کی تفسیر	۳۸۴
۲۶۸:۔	محققین علماء کے انکشافات کا جائزہ	۳۸۵
۲۶۹:۔	انداد کی تشریح	۳۹۱
۲۷۰:۔	والذین امنوا اشدحبا للّٰہ" کی تشریح	۳۹۴
۲۷۱:۔	تقلید کا رد	۳۵۳
۲۷۲:۔	آیت یا ایھالناس کلوا کی تفسیر	۳۹۸
۲۷۳:۔	آیت انما یا مرکم بالسوء و الفحشاء کی وضاحت	۴۰۱
۲۷۴:۔	آیت واذا قیل لھم امنوا کی تفسیر	۴۰۳
۲۷۵:۔	علامہ بیضاوی کی وضاحت	۴۰۴
۲۷۶:۔	اتباع اور تقلید میں فرق	۴۰۵
۲۷۷:۔	مقلدین کی تشبیہ	۴۰۶
۲۷۸:۔	علامہ ابن قیم کی وضاحت	۴۰۸
۲۷۹:۔	آیت یا ایھا الذین امنوا کی وضاحت	۴۰۹
۲۸۰:۔	پوشیدہ اور ظاہر عذاب میں فرق	۴۱۴
۲۸۱:۔	ایک فلسفی کی مثال	۴۱۷
۲۸۲:۔	آیت ان الذین اختلفوا کی تفسیر	۴۱۷
۲۸۳:۔	امت مسلمہ میں اختلاف کے سبب کی وضاحت	۴۱۸
۲۸۴:۔	آیت لیس البر کی تفسیر	۴۲۰
۲۸۵:۔	آیت والموفون بعہد ھم کی تفسیر	۴۲۸
۲۸۶:۔	قصاص کے فوائد	۴۳۱
۲۸۷:۔	دور جاہلیت کے قصاص کا بیان	۴۳۲
۲۸۸:۔	فی القصاص کی فوقیت القتل انفی للقتل پر اور اس کی وضاحت	۴۳۳
۲۹۰:۔	آیت کتب علیکم اذاحضر احدکم الموت کی تفسیر	۴۳۴
۲۹۱:۔	روزہ کی فرضیت اور اس کے احکام	۴۳۶
۲۹۲:۔	آیت وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ کی تفسیر	۴۳۹
۲۹۳:۔	آیت شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کی تفسیر	۴۴۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۴:۔ آیت واذا سالک عبادی عنی کی تفسیر ۴۴۵
۲۹۵:۔ ایک عجیب نکتہ ۴۴۶
۲۹۶:۔ علامہ ابو بکر جابر جزائری کا قول ۴۴۷
۲۹۷:۔ آیت احل لکم لیلۃ الصیام کی تفسیر ۴۴۸
۲۹۸:۔ آیت لا تاکلوا اموالکم کی تفسیر ۴۵۲
۲۹۹:۔ چاند کے بارے میں ایک سوال اور اس کا جواب ۴۵۴
۳۰۰:۔ آیت وقاتلوا فی سبیل اللہ کی تفسیر ۴۵۶
۳۰۱:۔ آیت الشہر الحرام بالشہر الحرام کی تفسیر ۴۵۹
۳۰۲:۔ علامہ رشید رضا کی وضاحت ۴۶۱
۳۰۳:۔ حج کیسے کیا جائے؟ ۴۶۳
۳۰۴:۔ حج کی اقسام ۴۶۴
۳۰۵:۔ آیت الحج اشہر معلومات کی تفسیر ۴۶۶
۳۰۶:۔ شان نزول کا بیان ۴۶۷
۳۰۷:۔ مناسک حج سے فراغت کے بعد ذکر واذکار میں مشغولیت کا حکم ۴۶۹
۳۰۸:۔ آیت واذکروا اللہ فی ایام معدودات کی تفسیر ۴۷۱
۳۰۹:۔ آیت ومن الناس من یعجبک کی تفسیر ۴۷۳
۳۱۰:۔ آیت یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ کی تفسیر ۴۷۷
۳۱۱:۔ ھل ینظرون الا ان یا تیھم اللہ فی ظلل آیت کی تفسیر ۴۸۱
۳۱۲:۔ سل بنی اسرائیل کم آتیناھم کی تفسیر ۴۸۲
۳۱۳:۔ بنی اسرائیل کا قرآن پاک میں بکثرت ذکر کرنے کا سبب ۴۸۳
۳۱۴:۔ زین للذین کفرو الحیٰوۃ الدنیا کی تفسیر ۴۸۴
۳۱۵:۔ کان الناس امہ واحدۃ کی تفسیر ۴۸۷
۳۱۶:۔ لفظ امت کے بارے میں مفسرین کا نقطہ نظر ۴۸۸
۳۱۷:۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنہ کی تفسیر' نیز شان نزول کا بیان ۴۹۰
۳۱۸:۔ یسئلونک ماذا ینفقون کی تفسیر ۴۹۲
۳۱۹:۔ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم ۴۹۳
۳۲۰:۔ یسئلونک عن الشھر الحرام کی تفسیر ۴۹۶
۳۲۱:۔ حرمت والے مہینوں کی حرمت کا بیان ۴۹۷
۳۲۲:۔ ان الذین آمنوا والذین ھاجروا کی تفسیر ۴۹۸
۳۲۳:۔ شراب اور جوئے کی حرمت کے اسباب نیز آیت کا شان نزول ۴۹۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ق

۳۲۴:۔ شراب بطور علاج بھی حرام ہے ۵۰۱
۳۲۵:۔ یتیموں کے مال کے بارے میں قرآن کی وضاحت ۵۰۳
۳۲۶:۔ لا تنکحوا المشرکات کی تفسیر ۵۰۵
۳۲۷:۔ علامہ ابوبکر جابر الجزائری کی وضاحت ۵۰۶
۳۲۸:۔ آیت کا شان نزول علامہ رشید رضا کے الفاظ میں ۵۰۶
۳۲۹:۔ بحالت حیض بیوی سے استمتاع' جائز اور ناجائز کا بیان ۵۰۷
۳۳۰:۔ نساؤکم حرث لکم کی تفسیر میں مولانا محمد حنیف ندوی کا نقطہ نظر ۵۰۹
۳۳۱:۔ لغو قسم اور پختہ قسم کے احکام ۵۱۱
۳۳۲:۔ ایلاء اور اس کے احکام ۵۱۳
۳۳۳:۔ طلاق اور اس کے احکام ۵۱۴
۳۳۴:۔ خاوند بیوی کے حقوق کا بیان ۵۱۶
۳۳۵:۔ طلاق رجعی اور بائنہ کے احکام ۵۱۷
۳۳۶:۔ رضاعت اور اس کے احکام نیز اس کے ربط کا بیان ۵۲۶
۳۳۷:۔ جس عورت کا خاوند فوت ہوجائے اس کی عدت کابیان ۵۲۸
۳۳۸:۔ جس عورت کا خاوند فوت ہوجائے اس کو عدت میں منگنی کا پیغام پہنچانا ۵۳۰
۳۳۹:۔ بیویوں کے حقوق اور خاوند کی حیثیت کا بیان ۵۳۳
۳۴۰:۔ وہ کونسی طلاق ہے جس میں عدت کی شرط نہیں ہے ؟ ۵۳۳
۳۴۱:۔ نمازوں کی ادائیگی' اوقات کی پابندی کرنے کا بیان ۵۳۴
۳۴۲:۔ نماز ہر حالت میں ادا کی جائے' نماز خوف کا بیان ۵۳۵
۳۴۳:۔ جن عورتوں کے خاوند فوت ہوجائیں ان کی عدت کا بیان ۵۳۶
۳۴۴:۔ الم تر الی الذین خرجوا آیت کی وضاحت اور ربط ۵۳۸
۳۴۵:۔ آیت من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا" کی وضاحت ۵۳۹
۳۴۶:۔ الم تر الی الملاء من بنی اسرائیل کی تفسیراور ربط ۵۴۱
۳۴۷:۔ التابوت' سکینہ' بقیہ سے کیا مقصود ہے ؟ ۵۴۶
۳۴۸:۔ فلما فصل طالوت بالجنود آیت کی لغوی تحقیق اور تفسیر ۵۴۸
۳۴۹:۔ ولما برزوا لجالوت آیت کی لغوی تحقیق اور تشریح ۵۴۹
۳۵۰:۔ اہم نوٹ ۵۵۱
۳۵۱:۔ تشکر و امتنان ۵۵۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

پیارے والد مکرم مولوی احمد دین مرحوم کے نام جنہوں نے زندگی بھر حلال روزی حاصل کرنے کے لئے محنت مزدوری کی اور میری تعلیم و تربیت میں زندگی بھر شب و روز رواں دواں رہے ان کی مخلصانہ دعاؤں کی بارگاہ الٰہی میں قبولیت نے مجھے علوم دینیہ کی تحصیل کے میدان میں وفور شوق سے نوازا مشیت الٰھیہ کے مطابق علمی دنیا میں مجھے پر کشش بنایا بالخصوص علمی ' اصلاحی ' مسلکی کتب کی تالیف کے سبب مجھے وہ خوشی ملی جس کی یادیں زندگی بھر میرے لئے سکون و اطمینان کا پیغام لاتی رہیں گی ۔ اور انشاء اللہ قیامت تک ان کی اشاعت کا سلسلہ برقرار رہے گا

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در باغ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

فقیر بارگاہ الٰہی محمد صادق خلیل عفی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشحات فکر

امام الہند مولانا ابو الکلام آزادؒ

اگر قرآن مجید اللہ کی رحمت کا تصور ہم میں پیدا کرنا چاہتا ہے تو یہ اس لئے ہے کہ وہ چاہتا ہے ہم بھی سراپا رحمت و محبت ہو جائیں اور اگر وہ اس کی ربوبیت کا مرقع بار بار ہماری نگاہوں کے سامنے لاتا ہے تو یہ اس لئے ہے کہ وہ چاہتا ہے ہم بھی اپنے چہرہ اخلاق میں ربوبیت کے سارے خدو خال پیدا کریں اگر وہ اس کی رافت و شفقت کا ذکر کرتا ہے اس کے لطف و کرم کا جلوہ دکھاتا ہے اس کے جود و احسان کا نقشہ کھینچتا ہے تو اس لئے کہ وہ چاہتا ہے ہم میں بھی ان الٰہی صفتوں کا جلوہ نمودار ہو جائے وہ بار بار ہمیں سناتا ہے کہ اللہ کی بخشش و درگزر کی کوئی انتہا نہیں اور وہ اس طرح ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم میں بھی اس کے بندوں کے لئے بخشش و درگزر کا غیر محدود جوش پیدا ہو جانا چاہیے اگر ہم اس کے بندوں کی خطائیں بخش نہیں سکتے تو ہمیں کیا حق ہے کہ اپنی خطاؤں کے لئے اس کی بخشائشوں کا انتظار کریں۔ (ترجمان القرآن)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا پیغام

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

گر تو مے خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

فرمودات علامہ محمد اقبال مرحوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمان الرحیم

مقدمہ از مترجم

(عظمت انسان)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحدَہُ وَ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلامُ عَلٰی مَن لَا نَبِیَّ بَعدَہُ اَمَّابَعدُ: ۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے انسان کی عظمت کا تصوراس واقعہ سے اظہر من الشمس ہو رہا ہے کہ اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں چنانچہ ابلیس ملعون کے علاوہ سبھی فرشتوں نے اللہ پاک کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بلا چوں و چرا سجدہ کیا انسان کی عظمت کا تذکرہ قرآن پاک میں متعدد مقامات میں مذکور ہے قرآن پاک کی تفسیر میں جس مقام میں بھی انسان کا ذکر آئے گا وہاں انسانی عظمت کے تصور کو کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی ان شاء اللہ

اللہ پاک نے انسان کو جن فضائل و مکارم سے نوازا ہے اگر انسان ان کے ساتھ انصاف کرتا ہوا صراط مستقیم پر گامزن رہے تو یقیناً" اسے مسجود الملائکہ کا جو اعزاز عطا کیا گیا ہے وہ اس کے ساتھ لازم رہے گااور دنیوی اخروی سعادتوں سے شاد کام ہو گا لیکن اگر وہ اپنے اس اعزاز کو برقرار نہیں رکھتا ہے تو اس کا شمار ذلیل ترین مخلوق سے ہوگا اوراسے عذاب الٰہی سے تحفظ حاصل نہیں ہو گا ارشاد باری ہے ۔

وَالعَصرِ اِنَّ الاِنسَانَ لَفِی خُسرٍ اِلاَّ الَّذِینَ اٰمَنُوا وَ عَمِلُو الصَّالِحَاتِ وَ تَوَاصَوا بِالحَقِّ وَ تَواصَو بِالصَّبرِ (سورۃ العصر) " عصر کی قسم! کہ انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں (حق بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے "

اس سورہ میں تمام انسانوں کو دائمی خسارہ میں قرار دیا گیا البتہ وہ انسان مستثنٰی ہیں جو ان چار اوصاف کے ساتھ موصوف ہوں جن کا تذکرہ مختصرا" کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاً :۔ وہ ایمان باللہ کی دولت سے مالا مال ہوں۔
ثانیاً :۔ ان کی زندگی ! تادم زیست اعمال صالحہ سے معمور رہی ہو۔
ثالثاً :۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں حق وصداقت کی وصیت کرتے رہیں۔
رابعاً :۔ وہ زندگی بھر اسلام کے جادہ مستقیم پر صبر و استقامت کے ساتھ رواں دواں رہیں لیکن انسانوں میں عظیم ترین انسان انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام گزرے ہیں ان میں سب سے افضل مقام آخر الزماں پیغمبر محمد ﷺ کا ہے جو خاتم النبیین کے وصف کے ساتھ موصوف تھے آپ نے تیئس سالہ دور نبوت میں اللہ کی جانب سے نازل شدہ کتاب قرآن مجید اور اپنی زندگی کا اسوہ حسنہ چھوڑا جب تک امت محمدیہ کے افراد قرآن پاک اور سنت رسول محمد ﷺ پر عمل پیرا رہیں گے وہ گمراہی سے محفوظ رہیں گے لیکن کتاب و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں جہاں انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے وہاں اس پر بار امانت رکھا گیا ہے اور اسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں کتاب و سنت سے راہ نمائی حاصل کر کے اس کے مطابق جادہ مستقیم پر استقامت کے ساتھ رواں دواں رہے لیکن بایں ہمہ انسان کی تخلیق اگرچہ فطرت پر ہوئی ہے ارشاد الٰہی ہے

فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا (الروم ۳۰) "اور اللہ کی فطرت کو جس پر اسنے لوگوں کو پیدا کیا ہے"

لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسان میں جہاں وصف ملکیت کار فرما ہے وہاں وہ بہیمیت ، قوت شہویہ ، قوت غضبیہ ، قوت سبعیہ سے بھی موصوف ہے نتیجۃً جو انسان کتاب و سنت کی روشنی میں اللہ پاک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے زندگی بھر رواں دواں رہے اور اگر کسی لمحہ بشری تقاضا سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو بارگاہ الٰہی میں لرزہ براندام کیفیت میں نہایت تواضع ، انکساری کے ساتھ پرنم آنکھوں اور کانپتے ہوئے جسم اور خلوص قلب کے ساتھ عفو و کرم کی بھیک کے لئے حاضری دے تو یقیناً بارگاہ الٰہی میں جو شخص بھی عفو و کرم کے لئے اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے اللہ پاک شرم کرتے ہیں کہ اسے ناکام واپس کرے ۔ بلکہ ایک حدیث میں وارد ہے نَسِيَ اٰدَمُ وَنَسِيَتۡ ذُرِّيَّتُهٗ اَخۡطَاَ اٰدَمُ وَاَخۡطَاَتۡ ذُرِّيَّتُهٗ (صحیح ترمذی ج ۳ ص ۵۲ رقم الحدیث ۲۴۵۹) " آدم سے بھول ہوئی اس کی اولاد بھی بھول سے ہم کنار ہو گی آدم سے غلطی سرزد ہوئی اس کی اولاد سے بھی غلطیاں سرزد ہوں گی " ۔

ایک دوسری حدیث میں اس حقیقت کو اس سے بھی زیادہ اجاگر صورت میں پیش کیا گیا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے لَوۡ لَمۡ تُذۡنِبُوۡا لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّذۡنِبُوۡنَ فَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ فَيَغۡفِرُ اللّٰهُ لَهُمۡ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۵۵) " اگر تم سے گناہ سرزد نہیں ہوں گے تو اللہ پاک ایسے انسانوں کو پیدا فرمائے گا جو گناہ کرنے کے بعد بارگاہ الٰہی میں عفو و مغفرت کی بھیک مانگیں گے تو اللہ پاک انہیں معاف فرمائیں گے "

بلکہ اللہ کا وصف غفور رحیم اس حقیقت سے پردہ کشائی کرتا ہے کہ اس وصف کے ساتھ اللہ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موصوف ہونا انسانوں کو گناہ کی زندگی سے ملوث ہونے اور پھر بارگاہ الٰہی میں دستک دینے کی جانب دعوت دے رہا ہے پس عفو و کرم کی بھیک طلب کرنے سے انسان گناہ کی زندگی بسر کرنے کے بعد بھی اشرف المخلوقات کے منصب پر برقرار رہتا ہے لیکن اِستِکبار و اِستِنکاف اور اعراض کی کیفیت میں ارذل ترین مخلوق میں اس کا شمار ہوتا ہے

مزید وضاحت کے لئے حَنظَلَه اُسَیدِی سے مروی حدیث ملاحظہ فرمائیں خیال رہے ان کا شمار کاتب وحی افراد سے ہے وہ بیان کرتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھ سے میرا حال دریافت کیامیں نے برملا عرض کیا حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میری بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے سبحان اللہ کے کلمات دہرائے اور مجھ سے مخاطب ہو کر استفسار کیا کیا وجہ ہے ؟ کہ تم اپنے بارے میں منافقت کے الفاظ زبان پر لاتے ہو میں نے وضاحت کرتے ہوئے ان کی خدمت میں عرض کیا حقیقت یہ ہے کہ جب ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت دوزخ کے مسائل بیان کر کے وعظ و نصیحت کرتے ہیں دوزخ سے خوفزدہ کرتے ہیں اور جنت کی نعمتوں کا ذکر کر کے ہمیں ترغیب دلاتے ہیں تو آپ کی مجلس میں ہماری کیفیت یہ ہوتی ہے جیسا کہ ہم ان آنکھوں سے دنیا میں ہی جنت دوزخ کے احوال کا مشاہدہ کر رہے ہیں لیکن جب ہم آپ کی مبارک مجلس سے اپنے گھر جاتے ہیں بیوی بچوں سے باہم مل بیٹھتے ہیں اور دنیوی کاروبار کی باتیں شروع کر دیتے ہیں تو ہم دنیوی معاملات میں یوں پھنس جاتے ہیں کہ ہم آپ کی قیمتی باتوں کو اکثر و بیشتر فراموش کر دیتے ہیں حَنظَلَه کی ان باتوں کو ابوبکر نے توجہ سے سنا اور فوراً" اس رائے کا اظہار کیا اللہ کی قسم ! ہماری کیفیت بھی بالکل آپ جیسی ہے حنظلہ بیان کرتے ہیں چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے بلا تمہید آپ کی خدمت میں بھی وہی جملہ دہرایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! حَنظَلَه تو منافق ہو گیا ہے ! اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل سے بات کرنے کا حکم دیا آخر منافقت کا سبب کیا ہے ۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! جب ہم آپ کی مجلس میں ہوتے ہیں آپ ہمیں دوزخ اور جنت کے احوال سے با خبر کرتے ہیں تو ہماری کیفیت یہ ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم ان آنکھوں سے جنت ' دوزخ کا مشاہدہ کر رہے ہیں لیکن جب ہم آپ کی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور بیوی بچوں سے ہمارا اختلاط ہوتا ہے تو ہم آپ کی اکثر باتوں کو فراموش کر جاتے ہیں ان کا کچھ بھی اثر ہمارے دل و دماغ پر نہیں ہوتا میری اس کیفیت پر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم ! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تمہاری کیفیت ہمیشہ وہ رہے جو میری مجلس میں ہوتی ہے تو فرشتے تم سے تمہارے گھروں میں تمہاری خواب گاہوں اور بازاروں میں چلنے پھرنے کی حالت میں تم سے مصافحہ کریں (لیکن) حَنظَلَه ! ایسی کیفیت ہمیشہ نہیں رہتی ہے کبھی کبھی ایسی پر کشش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیفیت ہوتی ہے آپ نے ان کلمات کو تین بار دہرایا (بَابُ فَضلِ دَوَامِ الذِّکرِ وَالفِکرِ فِی اُمُورِ الآخِرَۃِ وَالمُرَاقَبَۃِ وَجَوازِ تَرکِ ذٰلِکَ فِی بَعضِ الاَوقَاتِ وَالاِشتِغَالِ بِالدُّنیَا (مسلم ج ۲ ص ۳۵۵)

انسان کا غیر معصوم ہونا جہاں مسلم ہے وہاں انسان کی ہدایت کے لئے ابتدائے آفرینش سے ہی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے مبعوث کرنے کا سلسلہ برابر جاری رہا ان کا تذکرہ قرآن پاک میں متعدد مقامات میں وارد ہے آخر الزمان پیغمبر محمد ﷺ کی بعثت کے وقت جہاں دنیائے عالم ایک اللہ کی عبادت سے کوسوں دور تھی وہاں عرب کے ملک میں بالخصوص مکہ مکرمہ میں بھی بتوں کی پرستش جاری تھی حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دور میں توحید کا کھلے بندوں پرچار کیا اور اللہ پاک کے حکم سے بیت اللہ کو تعمیر فرمایا چنانچہ وہ انسان دراصل عظمت کا مستحق ہے جو قرآن پاک کی عظمت کا نہ صرف زبان سے بلکہ دل کی گہرائی سے اس کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور اپنی زندگی کو اس کی راہنمائی کی روشنی میں بسر کرتا ہے لیکن جس شخص نے نہ صرف یہ کہ قرآن پاک کی عظمت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کی عملی زندگی بھی قرآن پاک کے بتائے ہوئے اصولوں کے خلاف گزررہی ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حشر کے میدان میں اللہ کے پیغمبر ﷺ ان کا شکوہ کرتے ہوئے اعلان کریں گے کہ ان لوگوں نے عملاً" قرآن پاک کو پس پشت ڈال دیا اور اس کی روشنی سے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں۔

وَ قَالَ الرَّسُولُ یٰارَبِّ اِنَّ قَومِی اِتَّخَذُوا ھٰذَا القُرآنَ مَھجُورًا" (الفرقان ۳۰) " اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا"

چنانچہ اس قماش کے انسان کو اللہ پاک نے بد ترین قماش کے جانور قرار دیا ہے جنہوں نے قرآن کے معانی و مطالب سے روگردانی کی ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں

اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِ عِندَ اللّٰہِ الصُّمُّ البکم الَّذِینَ لَا یَعقِلُونَ (الانفال ۲۲) "کچھ شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جانداروں سے بد تر وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے

حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس وصف کے لوگ بد ترین لوگ ہیں جو حق بات کے سننے سے بہرے ہیں چونکہ اس کے فہم سے بے بہرہ ہیں اس لئے انہیں گونگے قرار دیا تمام مخلوق میں سے یہ لوگ بد ترین قماش کے ہیں اس لئے کہ اللہ پاک نے جس ذی روح کو جس کام کے لئے پیدا فرمایا وہ اس کے کرنے میں مصروف ہے لیکن انسان کو جب اللہ نے عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے تو وہ عبادت نہیں کرتا ہے بلکہ کفر کر رہا ہے اسی لئے ایک دوسری آیت میں انہیں چارپائے قرار دیا ہے" (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۱۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعجاز قرآن

جب سے قرآن پاک کے نزول کا آغاز ہوا ہے اور پھر تئیس سال میں مکمل قرآن پاک رسول اکرم ﷺ پر نازل ہو چکا تھا اس دور سے لے کر آج تک تمام اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے اور اس نے تمام لوگوں کو بالعموم اور مکہ مکرمہ کے باسیوں کو بالخصوص چیلنج کیا کہ اگر تمہیں قرآن پاک کی صداقت میں کچھ شک و شبہ ہے تو اس جیسا کلام پیش کرو جب وہ اس کا مثل پیش نہ کر سکے تو پھر انہیں چیلنج کیا گیا کہ تم اس کی مثل دس سورتیں پیش کرو لیکن اس چیلنج کو بھی انہوں نے قبول نہ کیا بالاخر انہیں کہا کہ تم قرآن پاک کی مختصر سورت کے مثل کوئی سورت پیش کرو چیلنج کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ (البقرۃ ۲۱)

" اور اگر تم کو کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے محمد عربی ﷺ پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جو تمہارے مدد گار ہوں ان کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو لیکن اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے (اور جو) کافروں کے لئے تیار کی گئی۔"

لیکن آج تک کسی ایسے شخص کا علم نہیں ہو سکا ہے جس نے اس چیلنج کو قبول کیا ہو اور میدان مبارزت میں اترا ہو تاریخ اس بات کی شاھد ہے ۔ قرآن پاک کا یہ چیلنج قرآن پاک کے صفحات پر قیامت تک دعوت مبارزت دیتا رہے گا لیکن کوئی شخص بھی اس چیلنج کو قبول کرنے کی ناکام جسارت نہیں کر سکے گا انشاء اللہ ۔

نیز ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں ۔ قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (الاسراء ۸۸) " کہہ دو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مدد گار ہوں۔"

www.KitaboSunnat.com

خیال رہے سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات وقتی تھے جب کہ خاتم النبیین محمد ﷺ کو ایسا معجزہ عطا کیا گیا ہے جو دائمی ہے قرآن پاک کا چیلنج قیامت تک قرآن پاک کے صفحات میں روز روشن کی طرح تابندہ رہے گا ہرگز کسی شخص میں اس کے مقابلہ کی سکت نہ ہو گی ۔

نیز ایک دوسرے مقام میں ہے ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الاحقاف ۴) " اگر سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم انبیاء میں سے کچھ (منقول) چلا آتا ہو (تو اسے پیش کرو) " ملحوظ خاطر رہے بعض اہل علم نے قرآن پاک کے اعجاز کو چار چیزوں میں بند کیا ہے

اولاً :۔ تالیف میں حسن اور خوبصورتی کار فرما ہو نیز آیات کا باہم ربط ہو جب کہ فصاحت اور فن بلاغت کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہو۔

ثانیاً :۔ قرآن پاک کا سیاق اور اس کا اسلوب ماہرین فن و بلاغت کے اسلوب سے مختلف ہو عام ہے کہ نثر ہو یا اشعار ہوں اس میدان میں ماہرین کی بصیرت نے ان کا ساتھ نہیں دیا وہ حیرت و استعجاب کے مقام میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں بلکہ وہ قرآن پاک کا مثل پیش کرنے سے کوتاہ علمی کا اعتراف کرتے ہیں جب کہ کثرت کے ساتھ ان کے پاس اسباب موجود تھے اسی بنا پر قرآن پاک نے انہیں ڈانٹ پلائی ہے وہ کبھی بھی قرآن کا مثل پیش نہیں کر سکیں گے اس چیلنج کے بعد وہ عجز و بے چارگی کے اظہار کے سوا کیا کر سکتے تھے۔

ثالثاً :۔ عہد رسالت ﷺ میں جب فصیح و بلیغ دانشوروں نے آپ ﷺ کی فصیح و بلیغ زبان سے اقوام گذشتہ کی تباہیوں اور بربادیوں کے مشہور واقعات کو سنا تو وہ حیرت ' استعجاب کے عالم میں مستغرق ہو گئے کسی قسم کا تبصرہ کرنے سے خود کو الگ تھلگ رکھا البتہ انہوں نے قرآن پاک کی آیات کو اقوام گذشتہ کے احوال کا مجموعہ قرار دیا مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے کبھی آپ کو شاعر کبھی جادو گر کبھی افسانہ نویس اور کبھی دیوانہ اور کاہن قرار دیا (نعوذ باللہ)

رابعاً :۔ قرآن پاک نے مستقبل کے بعض ایسے ہونے والے واقعات کی خبر دی ہے جن میں سے بعض واقعات کا تعلق نبی ﷺ کے عہد مبارک کے ساتھ ہے اور بعض دیگر واقعات کا تعلق آپ کے بعد والے دور سے ہے ان چار باتوں کے علاوہ بھی کچھ آیات قرآنیہ اس مضمون کی ہیں جن میں کسی قوم کے اس کام کے نہ کرنے کا ذکر ہے جن کے کرنے کی وہ آرزو رکھتے تھے ۔ جیسا کہ جب یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ ہم اور عیسائی ہی جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ پاک نے ان کے ادعا کو کذب بیانی پر محمول کرتے ہوئے انہیں وارننگ دی کہ اگر آخرت میں تمہیں سر خروئی حاصل ہو گی دوزخ سے دور رہو گے اور جنت تمہارے لئے خاص ہے تو پھر اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو موت کی آرزو کرو اس سے اگلی آیت میں اللہ پاک نے نہایت تاکید کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ وہ کبھی بھی موت کی آرزو نہیں کریں گے جب کہ انہیں خوب علم ہے جس طرح کے اعمال انہوں نے کئے ہیں وہ یقیناً دوزخ کے استحقاق کے اعمال ہیں بلکہ وہ تو زبردست حریص ہیں کہ انہیں ہمیشہ کی زندگی عطا کی جائے

نیز قرآن پاک کے اعجاز کی ایک کیفیت یہ ہے کہ ایک آیت سے جلال الٰہی مترشح ہو رہا ہے تلاوت کرنے والے پر ہی جلال کے اثرات دکھائی نہیں دیتے بلکہ آیات کی تلاوت کے سننے والوں پر قرآن پاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عظمت اور اس کے جلال کا رعب اعصاب پر اثر انداز ہوتا ہے نیز قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے اشخاص ایک آیت کو بار بار دھرانے سے ذرہ بھر تھکاوٹ محسوس نہیں کرتے ہیں جبکہ سننے والوں پر بھی ہرگز دباؤ نہیں ہوتا نہ تھکاوٹ راہ پاتی ہے بلکہ جس قدر ایک آیت کو بار بار دہرایا جاتا ہے تو اس سے تازگی شگفتگی کے جھونکوں سے مجلس زعفران زار بن جاتی ہے اور سرشاری کی ایسی کیفیت ظہور پذیر ہوتی ہے جس کے بیان کرنے سے الفاظ قاصر ہیں مزید برآں قرآن پاک ایسا معجزہ ہے جو کبھی معدوم نہیں ہو گا جب تک دنیا کا قیام ہے مزید برآں قرآن پاک ہی علوم و معارف کا ایسا خزینہ ہے جس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے جس کے فوائد سے دنیا ہمیشہ ہمیشہ مستفید ہوتی رہے گی۔ (تلخیص از کلام قاضی عیاض" فتح الباری ج۹ ص ۷)

نیز شیخ عبدالقاہر" نے دلائل الاعجاز ص ۲۹۷ پر ولید بن مغیرۃ کا ایک قول ذکر کیا ہے جس میں وہ قرآن پاک کو کسی انسان کا کلام کہنے سے انکار کرتا ہے جب اس نے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے ذیل کی آیت مبارکہ کو سنا

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُم بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ (النحل ۹۰) " اللہ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو خرچ سے مدد دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو"

اس نے برملا کہا کلام میں مٹھاس ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تروتازگی بھی ہے یہ ایسے پھل آور درخت کے مانند ہے جس کی جڑیں پانی سے تر بتر ہیں اور جس کی شاخیں بار آور ہیں ہرگز یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے ذہن نشین کر لیں کہ قرآن پاک کے الفاظ میں فصاحت 'معانی میں بلاغت ' جب کہ ترتیب میں حیران کن اسلوب موجود ہے جس کا مقابلہ کرنے سے سبھی انسان عاجز و درماندہ ہیں اس لئے کہ متعارف عربی زبان میں جو اسلوب دیکھنے میں نظر سے گزرا ہے قرآن پاک کا اسلوب اس سے قطعی مختلف ہے اس میں حسن بھی ہے اور قوت بھی بلکہ جاذبیت بھی ہے انسانی عقل جب اس کی گہرائی میں اتر کر اس کے اسلوب کا جائزہ لیتی ہے تو عقل اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا اعتراف کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں پاتی مزید برآں کچھ ایسے معلومات ہیں جن سے دل و دماغ کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وحی الٰہی کے سوا ایسے معلومات کا علم نہیں ہو سکتا تمام انسانی مسائل کے حل کا گنجینہ ہے ارشاد الٰہی ہے

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ (المائدہ ۳) " (اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ عجیب انداز کے دلائل اور براہین قاطعہ ایسے جواہرات ہیں جن کی چمک لازوال اور غیر فانی ہے اور ایسے قوانین ہیں جو بین الاقوامی لحاظ سے بھی انسانیت کی خیر خواہی کی بنیاد پر تسلیم کئے جاتے ہیں اور ایسی تشبیہات اور تمثیلات جن کا جائزہ لینے کے بعد ادبی دنیا کے فائق ترین ادباء بھی حیرت و استعجاب کا اظہار کئے بغیر چارہ نہیں پاتے ہیں ان کی زبانیں خاموش ہو جاتی ہیں نیز آیات کے آغاز اور اختتام میں شدت کا تناسب کار فرما نظر آتا ہے اس کی امثلہ کے لئے نظم الدررفی تناسب الآی و السور تفسیر کی مشہور تالیف علامہ بقاعی کا مطالعہ کریں یعنی معانی و مطالب میں اس قدر گہرا ربط ہے کہ اس کے معلوم کرنے کے بعد تحیر و استعجاب دامن کو تھام لیتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کلام کے باہم تناسب کا مطالعہ کرنے والا شخص ایک خاص قسم کا کیف و سرور محسوس کرتا ہے اور وہ برملا اعتراف کرتا ہے کہ یہ ایسی کتاب ہے جس کا وجود ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک باقی رہے گا اس کے احکام غیر مبدل اور غیر منسوخ ہیں إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر ۹) " بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں "

قرآن پاک کے محتویات کا مختصر جائزہ

قرآن کریم ایسی کتاب ہے جس کی آیات محکم ہیں ان کی وضاحت بھی اللہ پاک کی جانب سے کی گئی ہے جو ذات حکمت والی اور خبردار ہے خیال رہے قرآن پاک کی آیات روز روشن کی طرح واضح ہیں اور واضح دلائل کا مجموعہ ہیں اس میں جن معلومات سے آگاہ کیا گیا ہے ان کی صداقت میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے نیز قرآن پاک پندو موعظت کا ایسا مجموعہ ہے جس کے مطالعہ سے اذہان کو توانائی حاصل ہوتی ہے نیز ایسے آداب و احکام کا مجموعہ ہے جو ارفع اور اعلیٰ ہیں اور ایسے جواہرات کا خزینہ ہے جن کی روشنی سے توحید اور شرک میں امتیاز کا فرق دکھائی دیتا ہے نیز آداب و افکار کی وضاحت سے تمام شکوک و شبہات کا فور ہو جاتے ہیں بالخصوص ایسے نفیس جملے ہیں جن کے حسن اسلوب سے اذہان فرحت محسوس کرتے ہیں اسلوب بیان اس قدر واضح اور متناسب ہے کہ کوئی بھی انسان خواہ فصاحت کے کتنے ہی اونچے مقام پر فائز کیوں نہیں اس کا مثل لانے سے عاجز ہے ۔

در حقیقت قرآن پاک اللہ پاک کی جانب سے رسول اکرم ﷺ کو معجزہ عطا کیا گیا ہے جو دائمی ہے جس میں ہرگز تبدیلی کا امکان نہیں اور ایسی روشن دلیل ہے جس کی روشنی سے ہمیشہ دنیا میں روشنی موجود رہے گی اسے مٹایا نہیں جا سکتا نہ اس میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے جس طرح ماضی میں اس کو تحفظ حاصل ہے حال اور مستقبل میں بھی اس کا تحفظ برقرار رہے گا اللہ پاک نے قرآن پاک کو تدریجاً اپنے پیارے پیغمبر محمد ﷺ کے قلب اطہر پر نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ قرآن پاک کو امت محمدیہ تک پہنچائیں جب کہ اس دور میں عرب دنیا میں ایسے ایسے ادیب موجود تھے جو نابغہ روزگار کے لقب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ملقب تھے وہ اپنے بارے میں مدعی تھے کہ وہ قادر الکلام ہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ دلیر بھی تھے کسی کے ظلم و تعدی کو برداشت کرنا ان کے مزاج کے خلاف تھا بلکہ ان میں تعلی اور استکبار اس قدر موجزن تھا کہ وہ کسی بھی شخص کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کے لئے تیار نہیں تھے لیکن ان لوگوں نے جب قرآن پاک کی آیات کو سنا تو وہ حیرت زدہ رہ گئے اور قرآن پاک کے بلیغانہ اسلوب سے اس حد تک مرعوب ہوئے کہ اس پریشانی کے عالم میں انہیں مقابلہ کی جرات نہ ہو سکی جب کہ سلیم الفطرت لوگ قرآن پاک کو سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ اس کی حقانیت پر ایمان لے آئے اور قرآن پاک کی آیات پر غور و فکر کرنے سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا چلا گیا جب کہ معاند ' متکبر اور جھگڑالو مزاج کے لوگوں نے متکبرانہ انداز میں قرآن پاک کی آیات کی جانب التفات تک نہ کیا بلکہ استکبار کرتے ہوئے مخالفت پر اتر آئے چنانچہ قرآن پاک نے ایسے ہی لوگوں کو چیلنج کیا کہ اگر تمہیں قرآن پاک کی صداقت میں کچھ شک ہے تو اس کی مثل کتاب پیش کرو لیکن انہوں نے چیلنج کو قبول نہ کیا اور قرآن پاک کا مثل پیش کرنے سے عاجز آگئے لیکن وہ مسلمانوں کو اذیتوں اور تکالیف سے دو چار رکھنے میں برابر آگے بڑھتے رہے ۔ (الترغیب و الترھیب ج ۲ ص ۳۸۷)

جب کہ وہ قرآن پاک کی اثر انگیزی کا انکار نہیں کرتے تھے انہیں خطرہ تھا کہ نادان لوگ جب قرآن پاک کو سنیں گے تو کہیں اس سے متاثر نہ ہو جائیں یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے ان کے اس قول کو قرآن پاک میں ذکر کیا ہے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (حم السجدہ ۲۶) " اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور جب پڑھنے لگیں تو شور مچا دیا کرو تاکہ تم غالب رہو"

قرآن پاک کی صداقت کے لئے اللہ پاک کا ارشاد وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء ۸۲) " اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے" ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعجاز قرآن پر شیخ مصطفیٰ محمد عمارہ المصری کا تبصرہ

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن پاک اللہ کا کلام اعجاز کے وصف کے ساتھ موصوف ہے چنانچہ اعجاز کو مدلل انداز میں واضح کرتے ہوئے انہوں نے مختلف اسالیب سے ثابت کیا ہے نیز جامعیت کے ساتھ اس کا اثبات واضح انداز میں کیا ہے جب کہ قارئین کے تفنن طبع کے لئے ایک انمول موتی کے پیش کرنے کی سعادت سے ہم کنار ہو کر مسرت محسوس کر رہا ہوں

اولاً" :۔ اعجاز کا اثبات مقاصد کے ساتھ متعلق ہے چنانچہ ہر مقصد کے بیان کرنے میں قرآن پاک نے ایسے اہتمام کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے جب کہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے مدعا کو دلائل کی روشنی میں اس قدر یقینی بنایا ہے کہ جو شخص علمی ادبی دنیا کے ساتھ وابستہ ہے اس کے لئے انکار کی ہرگز گنجائش نہیں چنانچہ شریعت اسلامیہ کی ایسی پر مغز وضاحت کی ہے جس سے دلوں کو سکون میسر آتا ہے اور فرط مسرت سے آنکھیں آب دیدہ ہو جاتی ہیں اس لئے کہ نہایت محنت شاقہ کے ساتھ انہوں نے معلومات انیقہ کو پیش کیا ہے کہ غور و فکر کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنے والے حیرت و استعجاب کے عالم میں ششدر رہ جاتے ہیں مزید فوائد علمیہ کے بیان کرنے میں جامعیت مترشح ہو رہی ہے اور سیاق و سباق کی روشنی میں ادبیت کا گہرا نقش مرتسم ہوتا ہے جب کہ رہنمائی میں اس قدر وضاحت ہے کہ پیچیدگی کی کوئی لہر حائل نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ واقعات میں اس قدر وعظ و نصیحت اجاگر ہے کہ مطالعہ کرنے والا شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا جب کہ اس میں پر مغز حکمت اور دانائی کے مربوط جملے موجود ہیں جن کے مطالعہ سے عقل بحر تحیر میں مستغرق ہو جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ عالم غیب کی خبریں ایسی ثقاہت سے پیش کی گئی ہیں کہ ان سے انکار کی ہرگز کچھ گنجائش نہیں۔ غور کیجئے کہ فن بلاغت میں سربر آوردہ اہل علم تو صرف ایک ہی فن میں مہارت تامہ رکھتے ہیں جیسا کہ وہ ادیب جو فن خطابت میں ید طولیٰ رکھتا ہے لیکن وہ بزلہ سنجی اور غزل کہنے میں عجزودرماندگی کا اعتراف کرتا ہے اور جو ادیب شخص گیت مرتب کرنے میں سربر آوردہ ہے وہ قصیدہ گوئی میں خود کو معذور باور کراتا ہے بالکل اسی طرح جو ادیب اپنے کلام میں فخر و مباہات پر مشتمل قصائد مرتب کرتا ہے وہ عشق و محبت کی وادی پر خار میں خود کو ناکام سمجھتا ہے اور اپنی شکست کو واشگاف الفاظ میں تسلیم کرتا ہے ان باتوں کی تفہیم کے لئے ادب کے شائقین نے امرؤ القیس شاعر کے بارے میں کہا ہے کہ وہ گھوڑ سواری میں نہایت چاک و چوبند تھا جب کہ زہیر شاعر کا کلام سامعین کو اپنی گرفت میں کر لیتا ہے اور شیدائی بنا دیتا ہے لیکن اعشیٰ شاعر طربیہ اشعار کے پیش کرنے میں فائق متصور ہوتا تھا اور نابغہ ذبیانی دشمن کو خوفزدہ کرنے میں اپنی مثال آپ تھا

دوسری قسم :۔ الفاظ اور اسالیب کے لحاظ سے ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ الفاظ نہایت شیریں ہوں اور اثر اندازی میں پورا زور رکھتے ہوں اور اسلوب کے لحاظ سے مبالغہ کی حد تک اثر انداز ہوں جب کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملوں کی ترتیب کے لحاظ سے زبردست کشش بھی موجود ہو ہرگز کوئی غیر مانوس لفظ اور ان کا استعمال اجنبیت کا حامل نہ ہو مزید برآں بازاری زبان کے استعمال سے تحفظ حاصل ہو جب کہ چرب لسانی سے بھی کوسوں دور ہو ان کی تعبیر دشوار انداز سے ہٹ کر ہو اور ایسے فواصل بھی نہ ہوں جو سوقیانہ زبان کی غمازی کریں جب کہ اس قسم کے الفاظ ان لوگوں کے کلام میں عام طور پر موجود ہوتے ہیں جو تکلف کے ساتھ اپنا مدعیٰ پیش کرنے میں بے باک ہوتے ہیں تاکہ سامعین مرعوب ہو جائیں اور وہ خوشی کے عالم میں جھومنے لگیں علاوہ ازیں قرآن پاک میں جو الفاظ اور جملے فصاحت و بلاغت میں اونچا مقام رکھتے ہیں وہ الفاظ فصاحت و بلاغت کے میدان میں بلند مقام پر فائز ادیبوں کے کلام میں خوبصورتی کشش اور نکھار پیدا کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں صرف حسن کی جاذبیت ہی نہیں بلکہ اس میں خاص انداز کا حیران کن اور تعجب انگیز داعیہ دماغ کی شریانوں کو متحیر کر دیتا ہے اور الفاظ اپنے جلو میں ایک طرف تو بلند مقام پر فائز ادیبوں کے لئے اجمالی کیفیت کا مظہر ہوتے ہیں جب کہ عوام الناس کو سمجھانے میں ان میں تفصیل بھی کار فرما نظر آتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس میں عربی زبان کے ساتھ وابستگی رکھنے والوں کے لئے کنایہ اور اہل عرب کے علاوہ عوام الناس کے لئے تفہیم موجود ہوتی ہے ۔ مزید برآں اس کے مفہوم کے ادراک سے اذہان اپنی کوتاہی اور بے مائیگی کا اعتراف کرتے ہیں جب کہ اگر زمین کے تمام درخت قلموں کی صورت اختیار کرلیں پھر بھی قلمیں اللہ کے کلمات کو شمار نہ کر سکیں گے ارشاد باری ہے ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا﴾ (الکھف ۱۰۹)

"کہہ دو اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لئے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائیں اگرچہ ہم سیاہی اور (سمندر) اس کی مدد کو لائیں"

تیسری کیفیت :۔ معانی کے لحاظ سے ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں معانی کا انداز اور اسلوب وہ نہیں ہے جو عرب ادباء کا ہے اس لئے کہ قرآن پاک کے اسلوب بیان میں سچائی کے اظہار میں ہرگز کسی قسم کا الجھاؤ نہیں ہے بلکہ ایسی دلفریب جاذبیت اور کشش کارفرما ہے جس شخص کے کانوں میں بھی ان کی آواز پہنچتی ہے وہ بے خود اور فریفتہ ہو جاتا ہے جبکہ یقین و اطمینان کی دولت سے اس کا دل و دماغ سرشاری محسوس کرتا ہے نیز عجیب و غریب انداز کے دلائل و براہین قاطعہ نیز ایسے قیمتی جواہرات جو اپنی مثال آپ ہیں اور ایسے قوانین کا تذکرہ جو بین الاقوامی لحاظ سے بھی مسلم ہیں اور ایسی تشبیہات انیقہ جن کو معلوم کر کے ادبی دنیا کے فائق ترین ادیب بھی حسرت و استعجاب کا مظاہرہ کرتے ہیں ان پر سکتہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے نیز آیات کے آغاز اور اختتام میں اس قدر شدت کے ساتھ تناسب اور حیران کن جاذبیت موجود ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کلام کے جملوں کی ترکیب سے فن بلاغت کے ساتھ موصوف نفوس متاثر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں نیز سامعین کے دل و دماغ پر انشراح کی خاص قسم کی کیفیت جلوہ افروز ہوتی ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے جس کا وجود ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک باقی رہے گا اس کے ساتھ ساتھ آیات میں ہرگز تبدیلی راہ نہ پا سکے گی اس کے احکام ہرگز منسوخ نہ ہوں گے ہمیشہ ہمیشہ ہر دور میں بلا شک و شبہ قرآن پاک کے فیصلوں کو محکم واجب الاحترام والعمل سمجھا جائے گا۔

اعجاز قرآن کے موضوع پر درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید رہے گا امام رازی کی کتاب نِہَایَۃُ الْاِیْجَازِ فِی دِرَایَۃِ الْاِعْجَاز باقلانی کی کتاب اِعْجَازُ الْقُرآن ملکانی کی اَلتِّبْیَان فِی اِعْجَازِ الْقُرآن ابو حمزہ العلوی کی المتقن لا سرار البلاغۃ و علوم حقائق الاعجاز عربی میں اور اردو زبان میں مکمل وضاحت کے لئے اعجاز القرآن تالیف ڈاکٹر محمد مجیب الرحمان راجشاہی بنگلہ دیش کا مطالعہ کریں۔

نزول وحی کا آغاز اور حفاظت قرآن

قرآن پاک جس کا نام الکتاب ، الذکر ، روح اور فرقان بھی ہے لیکن اس کا نام (قرآن) کتاب اللہ میں کثرت کے ساتھ استعمال ہے قرآن پاک کے وصفی نام جیسے شفاء ھدی ، رحمت ، نعمت اور حکمت مستعمل ہیں ذہن نشین فرمائیں کہ قرآن پاک کے نزول کا آغاز لیلۃ القدر میں ہوا ارشاد الٰہی ہے

اِنَّا اَنزلناہُ فِی لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ شَھْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سورۃ القدر)

" ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے ؟ شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے اس میں روح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لئے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں یہ (رات) طلوع صبح تک (امان اور) سلامتی والی ہے۔

لیلۃ القدر میں قرآن پاک کو لوح محفوظ سے پہلے آسمان میں بیت العزۃ کے مقام میں لایا گیا اسی رات اللہ پاک نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بیت العزۃ سے پہلی وحی کی آیات مبارکہ رسول اکرم ﷺ کے قلب اطہر پر نازل فرمائیں ارشاد ربانی ہے نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ (الشعراء ۹۳) " اسکو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے یعنی اس نے آپ کے دل پر (القا) کیاہے تاکہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہو (اور القا بھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے) (فتح الباری ج ۱ ص ۲۲)

بخاری شریف میں عائشہ ام المومنین ؓ بیان کرتی ہیں رسول اکرم ﷺ کے قلب اطہر پر نزول وحی سے پہلے سچے خواب دکھائی دیتے تھے آپ ﷺ کو جو خواب بھی دکھائی دیتا اسکے سچے ہونے میں کچھ شک و شبہ نہ تھا جیساکہ رات کی تاریکی کے ختم ہونے کے بعد صبح کا نمودار ہونا شک و شبہ سے بالا تر ہے جب کہ اس دوران آپ ﷺ خلوت میں رہنے کو محبوب سمجھتے تھے چنانچہ آپ ﷺ تنہائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے غار حرا میں خلوت گزینی اختیار کرتے تا کہ معاشرہ کی بدکرداریوں سے آپ کو تحفظ حاصل رہے وہاں چند روز اللہ کی عبادت میں محو ناؤ نوش رہتے خوراک ختم ہونے کے قریب آپ واپس خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاتے پھر کھانے پینے کا سامان لے کر غار حرا کا رخ فرماتے یہاں تک کہ آپ غار حرا میں خلوت گزینی کے عالم میں محو تھے کہ اچانک آپ پر پہلی وحی کے نزول کا آغاز ہوا جبریل علیہ السلام پہلی وحی لائے انہوں نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا آپ قرات کریں آپ نے جواب دیا میں پڑھنا نہیں جانتا اس جواب پر جبریل علیہ السلام نے شدید دباؤ کی کیفیت کے ساتھ معانقہ کیا یہاں تک کہ مجھے تکلیف پہنچی بعد ازاں اس نے مجھے اپنی گرفت سے آزاد کیا پھر اس نے کہا آپ قرات کریں میں نے کہا مجھے پڑھنا نہیں آتا اس نے دوسری بار پھر مجھے اپنے بازو کی لپیٹ میں لے کر معانقہ کیا یہاں تک کہ مجھے تکلیف کا احساس ہوا بعد ازاں اس نے مجھے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا پھر تیسری بار کہا آپ قرات کریں میں نے جواب دیا میں پڑھنا نہیں جانتا تو اس نے مجھے پکڑا اور زور سے دبایا پھر مجھے اپنی گرفت سے آزاد کیا اور پہلی وحی کا آغاز ہوا

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْءْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ (العلق ۱ - ۳)(اے محمد ﷺ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔

چنانچہ پہلی وحی کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی بیوی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں پہنچے آپ کا دل کانپ رہا تھا آپ نے خدیجہؓ سے کہا آپ مجھے لپٹنے کے لئے چادر دیجئے چادر ملنے پر آپ چادر میں لپٹ گئے اس طرح آپ کی گھبراہٹ ختم ہوئی چنانچہ آپ ﷺ نے خدیجہؓ کو خبر دیتے ہوئے بتایا اس دوران مجھے تو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا آپ کے حزن و ملال کو ختم کرتے ہوئے خدیجہؓ نے کہا ہرگز نہیں ! اللہ کی قسم ! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا جب کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں ناتواں لوگوں کی معیشت کی اصلاح کرتے ہیں مہمان نوازی کرنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ ہے ہر طرح کے اچھے کاموں میں لوگوں کی معاونت کرتے ہیں پہلی وحی کے بعد کچھ عرصہ وحی کا سلسلہ رکا رہا اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ رسول اکرم ﷺ واقعتاً" لکھنے پڑھنے سے آشنا نہیں تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب امی تھا قرآن پاک میں بھی آپ کا وصف امی موجود ہے۔ اس کے بعد تقریباً" تئیس سالہ عہد نبوت میں قرآن پاک کی آیات نازل ہوتی رہیں آخری آیت جو آپ پر نازل ہوئی یہ آیت ہے (وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ) " اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گے۔ " اس کے بعد آپ ﷺ چند راتیں زندہ رہے لیکن وحی منقطع ہو چکی تھی مکمل قرآن پاک کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ ملاء اعلی کی جانب منتقل ہو گئے وفات سے پہلے آپ نے امانتوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادا کیا پیغامات الٰہیہ کو پہنچایا۔ نیز آپ کا تعارف قرآن پاک کی اس آیت میں بھی ملاحظہ فرمائیں کہ آپ امی تھے ارشاد ربانی ہے وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ (العنکبوت ۴۸) اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔

اس حقیقت کی صداقت میں ہرگز شبہ نہیں کہ آپ ﷺ لکھنے پڑھنے سے آشنا نہیں تھے اس کے باوجود جب آپ نے ان کے سامنے قرآن پاک کو پیش کیا جو تقریبا" تیئس سال کے عرصہ میں کبھی رات کے لمحات میں کبھی دن کے اوقات میں کبھی دوران سفر میں' کبھی ازواج مطہرات کے حجروں میں نازل ہوتا رہا غور کریں دور نبوت عرصہ تیئس سال میں قرآن پاک کی ایک ایک آیت اعجاز کا منظر پیش کرتی رہی جب کہ نبوت سے پہلے کی زندگی میں آپ لکھنے پڑھنے سے بالکل ناآشنا تھے تو اس کیفیت کے ساتھ موصوف شخص اگر ایسا کلام پیش کرتا ہے جس کی ہر آیت انہیں متنبہ کر رہی ہے کہ اے دانشورو ادیبو! شعراء اور خطابت کے میدان میں اپنا لوہا منوانے والو! اگر تم میں اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت ہے تو جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان عمل میں آؤ لیکن ان لوگوں نے آپ ﷺ سے برسر پیکار ہونے کے لیے تیار ہو کر میدان میں اترنے کو گوارا کیا لیکن قرآن پاک کے چیلنج کو انہوں نے قبول نہ کیا اس سے ہمیشہ صرف نظر کرتے رہے۔

قرآن پاک کو ایک ہی بار نازل نہیں کیا گیا بلکہ مکمل زمانہ نبوت نزول وحی کا عرصہ ہے اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیت کے نازل ہونے پر آپ کے قلب کو تقویت حاصل ہوتی تھی ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں جس میں کفار کے قول کا ذکر ہے جب انہوں نے اعتراض کیا کہ قرآن پاک کا نزول یک بارگی کیوں نہیں ہے ارشاد ربانی ہے لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا" (الفرقان ۳۲) " اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا اس طرح (آہستہ آہستہ) اس لئے اتارا گیا کہ اس سے تمہارے دل کو قائم رکھیں اور اس واسطے ہم اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں "

نیز قرآن پاک کو ایک ہی بار آپ ﷺ پر نازل فرمانا بار گراں تھا اس لئے کہ وحی کے نزول کو ایک آیت میں ثقیل قول قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیں

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا" ثَقِيلًا (المزمل ۵) " ہم آپ پر بوجھل وحی کا القاء کریں گے "۔

نیز ایک حدیث میں مروی ہے عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ شدید سردی کے دن میں جب آپ پر وحی نازل ہوا کرتی تھی تو اس کی شدت اس قدر زیادہ ہوتی کہ آپ کی پیشانی پسینہ سے شرابور ہو جاتی اور پسینے کے قطرات نیچے گرتے نظر آتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اگر ایک ہی بار قرآن پاک کا نزول ہو جاتا تو کفار مکہ نے فوراً" اعتراض کرنا تھا کہ یہ تو واضح جادو ہے ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا" فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ (الانعام ۷)" اور اگر ہم تم پر کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے اور یہ اسے اپنے ہاتھوں سے بھی ٹٹول لیتے تو جو کافر ہیں وہ یہی کہہ دیتے کہ یہ تو صاف اور صریح جادو ہے " غور کریں قرآن پاک کی ایک آیت ملاحظہ فرمائیں جس میں قرآن پاک کو پہاڑ پر نازل کرنے کا ذکر ہے لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا" مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ." اگر ہم قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو آپ محسوس کرتے کہ پہاڑ اللہ کے ڈر سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔" تو جب پہاڑ پر قرآن پاک کا نازل ہونا اسے ریزہ ریزہ کر دیتا تو رسول اکرم ﷺ کے مبارک دل پر ایک ہی بار اس کو نازل کرنا کتنا مشکل ہوتا جب کہ آپ رقیق القلب تھے کیا آپ مکمل قرآن پاک کے نزول کی استطاعت رکھتے تھے قرآن پاک کا جلال اور اس کی ہیبت کا تقاضا یہی تھا کہ اسے ایک بار نازل نہ کیا جائے قرآن پاک کو زمانہ نبوت میں وقتاً" فوقتاً" نازل کرنے سے جہاں مقصود یہ تھا کہ جو لوگ مخالفت کرتے ہیں ان کے کانوں میں جب آیات قرآنیہ کی آواز پہنچے گی تو وہ ہر لمحہ اپنی بے بسی اور بے چارگی کا احساس کرتے ہوئے شکست خوردہ ذہنیت کے وبال سے شائد خود کو نکال کر واضح ' روشن دلائل کی جانب پلٹ آئیں چنانچہ قرآن پاک کے اسلوب بیان اور واقعات کے بیان کرنے میں کہیں اطناب کہیں ایجاز ' اس انداز کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ وہ اپنی زندگی میں لمحہ بھر چین سے نہ بیٹھ سکیں گے جب کہ وہ اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھیں گے قرآن پاک میں کچھ ایسے واقعات کا تذکرہ ہے جو ۲۳ سالہ زندگی کے عرصہ کا احاطہ کئے ہوئے ہیں ایک مثال پیش کرتا ہوں غور فرمائیں ارشاد الٰہی ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (التحریم ۱) " اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے تمہارے لئے جائز کی ہے تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو (کیا اس سے) اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے "

اس آیت میں ایک واقعہ کی جانب اشارہ ہے جب آپ نے اپنی بیویوں کے مطالبہ پر زینبؓ کے پاس شہد پینے کو حرام قرار دیا ظاہر ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اگر اس مضمون کی آیت اور دیگر اسلوب کی آیات مکہ مکرمہ میں آغاز وحی کے ساتھ ہی نازل ہو جاتیں تو ان کی تفہیم ہرگز ممکن نہ تھی جب کہ ان آیات میں خاص واقعات کی جانب اشارہ ہے اور پھر حکم دیا گیا ہے

اور وہ واقعات ٹھیک ۲۳ سال کے عرصہ میں مختلف اوقات میں ظہور پذیر ہوئے حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ارشادات مبارکہ کی روشنی میں ہی قرآن پاک کی تفہیم ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں قرآن پاک کو تحفظ حاصل ہے اور قیامت تک اس میں تبدیلی ممکن نہیں اسی طرح آپ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تئیس سالہ نبوت کی زندگی میں آپ ﷺ کے اقوال آپ ﷺ کے افعال اور آپ ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرام کے اقوال افعال جن کو آپ نے بنظر استحسان دیکھا اور ان کا رد نہ فرمایا وہ بھی شریعت ہیں ان کا انکار کرنا بھی کفر کی جانب لے جانے والا ہے اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِن ذَالِکَ

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ۔ تَرَکتُ فِیکُم اَمرَینِ لَن تَضِلُّوا مَا تَمَسَّکتُم بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَ سُنَّتِی " میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک تم ان دونوں کے ساتھ تمسک اختیار کرو گے تو تم گمراہی سے بچے رہو گے ایک اللہ کی کتاب ہے جبکہ ہدایت کا دوسرا سرچشمہ میری تئیس سالہ زندگی کے ملفوظات اور معمولات ہیں انہیں تحفظ حاصل رہے گا " (انشاء اللہ)

بحمد اللہ آپ کے ارشاد کے مطابق ان کو تحفظ حاصل ہے اور مستقبل میں بھی ایسے اہل علم رونما ہوں گے جو ان کے تحفظ کے لئے اپنی زندگی کو اس کام کیلئے وقف کریں گے ارشاد الٰہی ہے

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَہُ لَحَافِظُونَ (الحجر ۹) " بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں "

نیز آپ ﷺ نے قرآن پاک کی وضاحت کی ہے ارشاد الٰہی ہے ۔ وَ اَنزَلنَا اِلَیکَ الذِّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیھِم (النحل ۴۴) " اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) نازل ہوئے ہیں انہیں لوگوں کے سامنے (وضاحت سے) کھول کر بیان کر دو "

نیز ارشاد الٰہی ہے ۔ فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُومِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَینَھُم ثُمَّ لَا یَجِدُوا فِی اَنفُسِھِم حَرَجًا مِّمَّا قَضَیتَ وَ یُسَلِّمُوا تَسلِیمًا (النساء ۶۵)

" تمہارے پروردگار کی قسم ! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے " ۔

رسول اکرم ﷺ جنہیں سید الاولین والاخرین کا مقام حاصل ہے انہیں بھی قرآن پاک میں تبدیلی' ترمیم کرنے 'اضافہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے ۔ قرآن پاک کو ہر دور میں تحفظ حاصل رہا آئندہ بھی رہے گا ۔ (انشاء اللہ)

آپ کے بارے میں اللہ پاک کا تہدیدی انداز ملاحظہ فرمائیں ۔ وَ لَو تَقَوَّلَ عَلَینَا بَعضَ الاَقَاوِیلِ لَاَخَذنَا مِنہُ بِالیَمِینِ ثُمَّ لَقَطَعنَا مِنہُ الوَتِینَ فَمَا مِنکُم مِن اَحَدٍ عَنہُ حَاجِزِینَ (الحاقۃ ۴۴ ۔ ۴۵) " اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے تو ہم ان کو اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہیں " اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ قرآن پاک کے نزول کے آغاز میں اس کے تحفظ کا خاص اہتمام کیا گیا ۔ قبل ازیں جن و شیاطین پہلے آسمان کے قریب جاکر آسمانی فیصلوں کو کسی حد تک معلوم کر پاتے تھے اور اس میں جھوٹ کی آمیزش کر کے ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے کاہن لوگ غیب کی خبریں لوگوں کو بتاتے اور اپنا کاروبار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معیشت چلاتے تھے لیکن نزول قرآن کے وقت آسمان دنیا کے قریب زبردست انتظامات کئے گئے اور جو جن حسب سابق مستقبل کے فیصلوں کو سننے کے لئے قریب جاتے تو ان پر شہاب ثاقب گرتا وہ جل کر راکھ ہو جاتا سورہ جن کی آیات ملاحظہ کریں ۔ اللہ پاک نے ان کے قول کا ذکر کیا ہے ۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا (الجن ۸ ۔ ۹ ۔ ۱۰)

" اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا اور یہ کہ پہلے ہم وہاں بہت سے مقامات میں (خبریں) سننے کیلئے بیٹھا کرتے تھے اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لئے انگارے تیار پائے اور یہ کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس سے اہل زمین کے حق میں برائی مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے "

اس کی مزید وضاحت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے ملاحظہ فرمائیں ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی معیت میں عکاظ منڈی کی جانب تشریف لے جا رہے تھے اس دوران جنوں کے لئے آسمان کی خبروں کے سننے سے رکاوٹ قائم کر دی گئی تھی بلکہ ان پر شہاب ثاقب گرتے چنانچہ جنوں نے آسمان کی جانب جانا بند کر دیا انہوں نے محسوس کیا کہ اس کا سبب معلوم کرنا چاہیے چنانچہ شیاطین مشرق مغرب میں پھیل گئے تا کہ سبب معلوم کریں ۔ ان میں جو شیاطین تہامہ وادی کی جانب گئے ان کی ملاقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی آپ عکاظ منڈی میں فجر کی نماز کی جماعت کرا رہے تھے جب انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن پاک کی آیات سنیں تو وہ فوراً بول اٹھے کہ اس کلام کے سبب ہمارے اور آسمان کے واقعات معلوم کرنے کے درمیان رکاوٹ حائل ہو گئی ہے وہیں سے شیاطین یعنی جنوں کا وفد اپنے رفقاء کی جانب واپس آگیا اور انہیں بتایا ۔ ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں ۔

فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا (الجن ۲)

" تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے ۔

چنانچہ اس واقعہ پر اللہ پاک نے سورۃ جن کو نازل فرمایا (فتح الباری ج ۸ ص ۶۷۰) نیز ارشاد ربانی ہے ۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ (الاحقاف ۲۹ ۔ ۳۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" اور جب ہم نے جنوں میں سے کئی شخص تمہاری طرف متوجہ کئے کہ قرآن سنیں تو جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو جب پڑھنا تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ ان کو نصیحت کریں کہنے لگے کہ اے قوم ! ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئیں) ان کی تصدیق کرتی ہے (اور) سچا دین اور سیدھا رستہ بتاتی ہے اے قوم ! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں "

قرآن پاک میں فصاحت و بلاغت کے چند اسالیب کا بیان

اللہ پاک نے قرآن پاک کے معانی اور مطالب پر قارئین کرام کو بار بار غور و فکر کرنے پر متوجہ کیا ہے تاکہ اس بحر بے کنار میں غوطہ زن ہو کر قیمتی جواہرات اور بے نظیر مطالب کا استخراج کر کے دنیوی ' اخروی سعادتوں سے دامن کو بھر کر ان سے نہ صرف خود کو محظوظ کیا جائے بلکہ دنیائے عالم کے تمام گوشوں کو ان کی ضیاپاشیوں سے روشن کیا جائے اور علم و فضل کے متلاشیوں کے دامن کو تہی دامنی کے شکوہ سے نکال کر ان کی علمی پیاس کو دور کیا جائے اور ان کی اضطرابی کیفیت کو ایمان و یقین کی روشن شعاعوں سے سرشاری میں تبدیل کیا جائے ۔ قرآن پاک میں علم بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ باقلانی اعجاز القرآن میں رقمطراز ہیں اس کو اردو زبان کا لباس پہنا کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

قرآن پاک منزل من اللہ کتاب ہے جہاں ایک طرف اس کی ہر آیت اعجاز کا تابناک منظر پیش کر رہی ہے وہاں اس کی صداقت سے بھی کسی صاحب شعور کو انکار کرنے کی گنجائش نہیں علم بیان کے اصول و قواعد کے مطابق اس میدان میں قرآن پاک کا مقام نہایت اونچا ہے اس میں حسن بیان کی متنوع صورتیں دکھائی دیتی ہیں ترتیب میں استواری اور خوبصورتی کے ساتھ ساتھ منظر کی دلربائی سے آنکھوں میں چمک رونما ہوتی ہے الفاظ کی رعد آسا آواز جب کانوں میں پہنچتی ہے تو اس سے سامعین کیف آور تسکین محسوس کرتے ہیں حیرت افزا معنویت پر مشتمل آیت کی نغمہ سنجی سے جہاں اس کی جانب کان خود بخود مائل ہوتے ہیں وہاں مکمل انسانی ڈھانچہ بے خودی کا منظر پیش کرتا ہے دلوں کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے سمع و اطاعت کی بازگشت سے فضا معمور دکھائی دیتی ہے جب کہ دماغ اس کے اثرات سے اس درجہ سکون و اطمینان کی دولت سے معمور ہوتا ہے جس کی تصویر کشی ممکن نہیں ہے اور قرآن پاک جب ربط کے لحاظ سے علم بلاغت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے تو یقیناً" اس کے اثرات سامعین کے دل و دماغ میں ضرور پیوست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں اور عقل ششدر رہ جاتی ہے بلکہ حسن و جمال کی چمک دمک دلوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور مانوسیت کے اثرات مترشح ہوتے ہیں کلام کی ترتیب میں حسن کی بوقلمونی ایک طرف تو اطمینان سے آشنا کرتی ہے دوسری جانب مایوسی کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور فضا سازگار ہو جاتی ہے قرآن پاک کا طربیہ انداز سننے والوں کو شاد کام کرتا ہے جب کہ حزن و ملال کا اسلوب آنکھوں کو اشک بار کرتا ہے

خیال رہے قرآن پاک کے مطالب پر غور و فکر سے جہاں دلوں میں سکون و اطمینان کی لہر موجزن ہوتی ہے وہاں اس سے بے بہرہ ہونے کے نتیجہ میں اضطراب اور بے چینی کی کیفیت حملہ آور ہوتی ہے بلکہ دل کی بستی حیرانی کا منظر پیش کرتی ہے جبکہ اس کی مسرت آمیز جھلکیوں سے دلوں کو تازگی نصیب ہوتی ہے اور جسم کا پورا ڈھانچہ خوشی سے جھومنے لگتا ہے اور دل و دماغ میں ترفع کی لہر دوڑ آتی ہے نتیجۃ" جانی مالی قربانی کا داعیہ تیز ہو جاتا ہے استطاعت سے کہیں بڑھ کر جنون کی حالت میں اسراف و تبذیر پر اتر آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کے مطالب سے متاثر ہونے کے بعد لوگ دیوانہ وار تعمیل ارشاد کرتے ہوئے میدان میں نکل آتے ہیں ۔ (اعجاز القرآن ص ۲۷۷)

قرآن پاک میں بلاغت کے چند اسالیب بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں

شرط کی جزا کو اس کے شرف کے سبب حذف کر دیا جاتا ہے جیسے وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى (الرعد ۳۱) اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ (اس کی تاثیر) سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردوں سے کلام کر سکتے (تو یہی قرآن ان اوصاف سے متصف ہوتا)"
اس شرط کا جواب قرآن پاک ہے جواب کے حذف کرنے میں اشارہ ہے کہ تلاوت کرنے والا شخص سوچ سمجھ کر اس کا جواب متعین کرے لیکن غور و فکر کے بعد پکار اٹھے گا کہ اتنی عظیم قوت والا تو بس قرآن مجید ہی ہے جو اللہ کا کلام ہے کلام میں تشبیہ کا ہونا بھی بلاغت کلام میں داخل ہے جیسے
مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ (ابراہیم ۱۸) " جن لوگوں نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اس پر تند و تیز ہوا چلے اور اسے اڑا لے جائے "
نیز استعارہ بھی بلاغت کلام کا منظر پیش کرتا ہے جیسے بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ (الانبیاء ۱۸) " نہیں بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے " اس مثال میں لفظ دمغ اور قذف مستعار ہیں کبھی اظہار مقصود میں تفاوت کار فرما ہوتا ہے ارشاد الٰہی ہے ۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۔ (" اللہ) نہایت مہربان اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی اسی نے انسان کو پیدا کیا اسی نے اس کو بولنا سکھایا ۔ بیان کی ضد العیی گونگا ہونا ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ مثال مشہور ہے فلاں شخص کلام نہ کرنے میں باقل انسان سے زیادہ عاجز اور ناکام ہے اس کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ باقل شخص سے اس کے ہرن کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا کہ اس نے اس کو کتنے میں خرید کیا ہے ؟ اس نے گیارہ دینار کہنے کا ارادہ کیا چنانچہ اس نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے دس کے عدد کو بیان کیا بعد ازاں گیارہ کے عدد کو مکمل کرنے کے لئے اپنی زبان کو نکالا نتیجۃً اس دوران اس کا ہرن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گیا معلوم ہوا قوت گویائی عظیم نعمت ہے جس کے سبب انسان دیگر حیوانات سے متمیز ہوتا ہے (اعجاز القرآن علامہ باقلانی ص ۲۷۵)

ذہن نشین کرلیں کہ قرآن پاک کے اعجاز کو معلوم کرنے کے لئے عربی زبان پر عبور حاصل ہونا ضروری ہے اس کے متنوع اسالیب کا جب تک علم نہ ہو ہرگز قرآن پاک کے اسلوب اعجاز کو معلوم نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ عربی زبان کے فہم سے جو لوگ محروم ہیں وہ ہرگز قرآن پاک کے اعجاز کو حقیقت بین نگاہوں سے نہیں معلوم کر سکتے ۔ لبید کا شمار عربی ادب میں انفرادیت کا حامل ہے ان کی جانب ایک شعر منسوب ہے ملاحظہ فرمائیں ۔ ؎

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ
وَ كُلُّ نَعِيْمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلٌ

" بلاشبہ اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور ہر ایک نعمت یقیناً ختم ہونے والی ہے " آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں ! جنت کے انعامات زائل نہیں ہوں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوں گے ادب کی کتابوں میں لبید کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے مسلمان ہونے کے بعد شعر گوئی کو ترک کر دیا تھا بلکہ ان کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے برملا اس حقیقت کا اظہار کیا کہ جب سے میں نے سورہ بقرہ کا ملاحظہ کیا ہے میں نے اشعار کہنے سے توبہ کر لی اب مجھے سورہ بقرہ ہی کافی ہے (اعجاز القرآن ص ۲۶۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صداقت قرآن

قرآن پاک ایسی الہامی مقدس کتاب ہے جس کی صداقت میں ہر گز شک و شبہ کی گنجائش نہیں وہ دنیا کے تمام لوگوں کے لئے روشنی عطا کرتی ہے حقیقت یہ ہے کہ تمام مسائل کا حل قرآن پاک کے اصول و ضوابط میں مضمر ہے قرآن پاک میں اس کی صداقت پر نہایت کھلے انداز میں چیلنج وارد ہے ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں و من اصدق من اللّٰہ قیلا" اس اہم موضوع پر مبسوط تبصرہ سے احتراز کرتے ہوئے صرف دو پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی کی صداقت کی وضاحت کو مقدمہ میں پیش کیا جا رہا ہے چنانچہ سورہ روم کے آغاز میں مذکور ہے۔

الم غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِی اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِی بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ وَ یَوْمَئِذٍ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰہِ یَنْصُرُ مَنْ یَشَآءُ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ وَعْدَ اللّٰہِ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (الروم ۱ - ۶)

" مغلوب ہو گئے رومی نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے چند ہی سال میں پہلے بھی اور پیچھے بھی اللہ ہی کا حکم ہے اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے (یعنی) اللہ کی مدد سے وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب (اور) مہربان ہے "

ان آیات مبارکہ کے نزول کے وقت روم کی بادشاہت پر فارسی حکمران تھے جب کہ مسلمان چاہتے تھے کہ رومیوں کو تغلب حاصل ہو جائے اور زمام اقتدار فارسیوں کے قبضہ میں نہ رہے اس کا سبب یہ تھا کہ رومی اور مسلمان دونوں اہل کتاب تھے اس لئے روم کی بادشاہت پر رومیوں کے تغلب سے مسلمان خوش تھے اس پر سورہ روم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں لیکن ذہن نشین کریں کہ ان آیات کے نزول کے وقت روم کی بادشاہت پر فارسیوں کا تسلط تھا جبکہ مسلمان چاہتے تھے کہ اقتدار رومیوں کے پاس آجائے سورہ روم کی اس پیشین گوئی پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے بازاروں میں باآواز بلند سورہ روم کی آیات کا اعلان فرما رہے تھے چنانچہ قریش قبیلہ کے چند افراد نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو بکر! ہمارے اور تمہارے درمیان اس بات پر اب فیصلہ ہو جائے گا تمہارا پیغمبر دعویٰ کرتا ہے کہ چند سال میں ہی رومیوں کو فارسیوں پر تسلط حاصل ہو گا کیا اس مسئلہ پر ہی ہم آپ سے شرط کیوں نہ لگائیں ابو بکر صدیق نے اثبات میں جواب دیا (لیکن یہ واقعہ شرط لگانے کی حرمت سے پہلے کا ہے) چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مشرکوں کے درمیان شرط طے پا گئی مشرکین مکہ نے ابو بکر سے استفسار کیا آپ کا بضع سنین سے کیا مقصود ہے کہ تین سال سے لے کر نو سال تک کا عرصہ ہے آپ درمیانی صورت متعین کریں چنانچہ چھ سال کی مدت کا تعین ہوا جب کہ چھ سال گزر گئے لیکن رومیوں کو غلبہ حاصل نہ ہوا مشرکین مکہ نے ابو بکر صدیق سے شرط کے مطالبہ کا ذکر کیا لیکن ابھی ساتویں سال کا آغاز ہی ہوا تھا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رومیوں کو فارسیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا لیکن جب مسلمانوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مطعون کیا کہ انہوں نے چھ سال کا عرصہ کیوں متعین کیا تو ابو بکر صدیق نے جواب دیا کیا آپ کو علم نہیں ہے کہ لفظ بضع کا اطلاق تین سال سے نو سال تک پر آتا ہے جب کہ ساتویں سال میں ہی رومیوں کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا راوی بیان کرتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کی صداقت پر کثیر تعداد میں مشرکین اسلام لائے (حدیث حسن ہے صحیح ترمذی علامہ البانی ج ۳ ص ۸۸)

سورہ دخان میں کچھ پیشن گوئیوں کا ذکر ہے جو حرف بحرف درست ثابت ہوئیں ملاحظہ فرمائیں

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ الی يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (الدخان ۱۰ ۔ ۱۶) " تو اس دن کا انتظار کرو سو آسمان سے صریح دھواں نکلے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا یہ درد دینے والے عذاب ہیں ۔ جس دن ہم بڑی سخت پکڑ کریں گے تو بیشک انتقام لے کر چھوڑیں گے " ۔

ان آیات کا شان نزول ملاحظہ فرمائیں مکہ کے لوگوں نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی آپ کو اذیتوں سے دوچار کیا تو آپ نے ان پر بددعا کی اے اللہ میری مدد کر کہ وہ اس طرح سات سال اذیتوں میں گزاریں جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے دور میں ان کے مخالفین پر اذیتوں کا پہاڑ ٹوٹا تھا چنانچہ آپ کی بددعا کی قبولیت کے سبب وہ لوگ قحط سالی کا شکار ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے بھوک کے سبب مردار گوشت کھائے چمڑے ابال کر ان سے بھوک کو دور کیا اور بھوک کے سبب ان کی آنکھوں کے سامنے دھواں نظر آتا تھا پھر ان کے بارے میں کہ جب ان پر قحط سالی مسلط ہو گئی تو وہ ایمان لائیں گے تیسری پیشین گوئی کہ ان کے ایمان لانے سے کچھ عرصہ تک ان سے عذاب دور ہو گا پھر وہ کفر کی جانب لوٹ جائیں گے اور پانچویں پیشین گوئی اس کے بعد ان کو مضبوطی سے پکڑا جائے گا اس سے مراد جنگ بدر میں ان کو شکست ہو گی جس کو البطشة الکبریٰ کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے تو وہ شدید انداز کی گرفت میں آئیں گے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمع القرآن

ذہن نشین فرمائیں کہ لفظ (جمع) کا اطلاق قرآن پاک کے حفظ کرنے پر بھی ہوتا ہے ' جب رسول اکرم ﷺ پر قرآن کی وحی نازل ہوتی تو آپ وحی کو محفوظ کرنے کے لئے اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت دیتے تاکہ قرآن پاک محفوظ ہو جائے اس پر ذیل کی آیات نازل ہوئیں ۔ ارشاد باری ہے لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (القیامة ۱۹) " اور (اے محمد ﷺ) وحی کے پڑھنے کے لئے اپنے زبان کو حرکت نہ دیا کرو کہ اس کو جلد یاد کر لو اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم (اس کو سنا کرو اور) پھر اسی طرح پڑھا کرو پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہیں

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں قرآن پاک کے نزول کے وقت رسول اللہ ﷺ سخت تکلیف سے دوچار ہوتے اس خطرہ سے کہ کہیں قرآن پاک کا کچھ حصہ محفوظ ہونے سے رہ نہ جائے اس پر ذکر کردہ تین آیات کا نزول ہوا آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ وحی کے نزول کے بعد اس کا دور فرماتے لیکن جمع کا دوسرا معنی تحریر کرنا ہے قرآن پاک کی متفرق سورتوں اور آیات کو ایک صحیفہ میں اکٹھا کرنا یا مختلف صحائف میں جمع کرنا چنانچہ صحابہ کرام کو قرآن پاک کے حفظ کرنے کا شوق تھا تاکہ دین اسلام کے احکام و مواعظ محفوظ ہو جائیں ۔ مکمل طور پر قرآن پاک تیئس سال کے عرصہ میں نازل ہوا ۔ صحابہ کرام کا حافظہ قوی تھا جس قدر قرآن پاک نازل ہوتا اسے اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیتے تھے

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام میں سے چار صحابہ کرام مشہور حافظ قرآن تھے ان میں ابی بن کعب ' معاذ بن جبل ' زید بن ثابت 'ابو زید رضوان اللہ علیھم اجمعین ان کے علاوہ بھی حفاظ کا تذکرہ ملتا ہے مزید برآں قرآن پاک کی تلاوت سے مسجد نبوی ﷺ گونجتی تھی کثرت کے ساتھ صحابہ کرام میں حفاظ کا پتہ چلتا ہے اسلامی تاریخ میں یہ روایت محفوظ ہے کہ بئر معونہ کے واقعہ میں ستر قراء صحابہ کرام شہید ہوئے جب کہ جنگ یمامہ میں بھی ستر قراء کی شہادت کا پتہ چلتا ہے ۔ ابن جوزی فرماتے ہیں قرآن پاک کے نقل کرنے میں اصل اعتماد صحابہ کرام کے حافظہ پر ہے مصاحف پر نہیں ہے امت محمدیہ کی یہ خصوصیت ہے اگرچہ قرآن پاک جس طرح کثیر صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ تھا جبکہ اسے تحریر بھی کیا گیا تاکہ قرآن پاک تحریف سے محفوظ رہے جبکہ تورات اور انجیل کا کوئی بھی حافظ نہ تھا اس لئے یہ دونوں کتابیں تحریف سے محفوظ نہ رہ سکیں اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ یہ اللہ پاک کا خاص فضل اور احسان ہے جو قرآن پاک کی حفاظت کے لئے کیا گیا تاکہ قرآن پاک ہر طرح کی تحریف اور تبدیلی سے محفوظ رہے بلکہ یہ تو ایسی کتاب ہے کہ اگر کاغذات سے اسے پانی کے ساتھ دھو دیا جائے تب بھی وہ محفوظ رہے گا قرآن پاک کی عظمت کا ذکر ایک شاعر نے دو اشعار میں کیا ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ
وَ كِتَابَهُ اَقْوٰى وَ اَقْوَمُ قِيْلاً
لَاتُذْكَرُ الْكُتُبُ السَّوَالِفُ عِنْدَهُ
طَلَعَ الصَّبَاحُ فَاَطْفَا الْقِنْدِيْلاً

" اللہ پاک کی ذات کبریائی کے ساتھ موصوف ہے بلاشبہ محمد ﷺ کا دین اصولوں کے لحاظ سے بہت مضبوط اور اقوال کے لحاظ سے نہایت درست ہے گزشتہ کتب کو اس کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے صبح صادق نمودار ہو چکی ہے تو قندیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی "۔

غور فرمائیں کہ عہد نبوت میں رسول اکرم ﷺ کے پاس بالخصوص دو اشخاص کاتب وحی تھے جب بھی قرآن کی آیات نازل ہوتیں تو آپ انہیں حکم دیتے کہ وہ اسے ورطۂ تحریر میں لے آئیں تاکہ وہ محفوظ ہو جائیں اور ضائع ہونے کا خدشہ ختم ہو جائے جبکہ آیات کے تحریر کرنے میں زبردست احتیاط کا خیال رکھا جاتا اور کاتبین وحی صحابہ کرام میں سے افضل ترین شمار ہوتے تھے اللہ کے پیغمبر نے ان کا انتخاب ایسے صحابہ کرام میں سے کیا جو حفظ قرآن میں ماہر تھے اور ان کے حفظ کی شہرت تھی تاکہ وہ اس عظیم ذمہ داری سے کما حقہ عہدہ برآ ہو سکیں ۔

چنانچہ وہ قرآن پاک کی آیات کو کھجور کی ٹہنیوں اور صاف پتھروں کے ٹکڑوں اور چمڑے کی پتیوں اور کاغذ کے پرزوں اور جانوروں کے کندھوں کی ہڈیوں پر تحریر کرتے تھے اس لئے کہ کاغذ کی صنعت اس دور میں معروف نہ تھی جب کہ فارسیوں اور رومیوں کے ہاں کاغذ دستیاب تھا لیکن زیادہ مقدار میں نہیں تھا کہ دوسرے ملکوں کی ضرورت بھی اس سے پوری ہو سکے اہل عرب کا معمول تھا کہ وہ ضرورت کی باتیں ہر اس چیز پر تحریر کرتے جو انہیں آسانی سے میسر آتی لیکن اس تحریر میں آیات اس ترتیب کے ساتھ درج کی جاتی تھیں۔ ترتیب کی وضاحت رسول اکرم ﷺ اللہ پاک کی راہ نمائی میں فرماتے اسی لئے ائمہ کرام کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ قرآن پاک کی آیات کی ترتیب توقیفی ہے یعنی یہ ترتیب اللہ پاک کی وحی کے مطابق ہے چنانچہ جبرئیل علیہ السلام آپ پر قرآن کی آیات لے کر جب نازل ہوتے تو آپ کی راہ نمائی فرماتے کہ اللہ پاک کے حکم کے مطابق فلاں آیت کو فلاں سورہ میں فلاں آیت کے بعد تحریر کرو اس ارشاد الٰہی کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ کاتبین وحی کو بھی آیات کی ترتیب کا حکم صادر فرماتے تھے چنانچہ سورہ (بینہ) میں اللہ پاک رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں ۔ "يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ" یعنی اللہ کے پیغمبر جو پاک اوراق پڑھتے ہیں ان میں مستحکم (آیتیں) لکھی ہوئی ہیں" اس کی تشریح علامہ بقاعی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں پیش کی جا رہی ہے رسول اکرم ﷺ جو تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ عظمت شان رکھتے ہیں وہ متواتر قرآن پاک کی تلاوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے رہے قرآن پاک جو ترتیب کے لحاظ سے زبردست ربط اور اتصال کے ساتھ موصوف ہے **نیز** قرآن پاک مکمل طور پر ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔

جب کہ قرآن پاک کی نظافت اور طہارت کے خلاف ہے نیز اس میں ٹیڑھا پن ہرگز نہیں ہے نہ اس میں باطل معانی کے داخل ہونے کا امکان ہے وہ نہایت پاکیزہ ہے نیز نظافت کے ساتھ موصوف ہے قرآن پاک کو جن صحائف میں تحریر کیا گیا ہے وہ نہایت نظافت اور طہارت کے ساتھ موصوف ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں نفیس معلومات کو جمع کر دیا گیا ہے جن کی حقانیت اظہر من الشمس ہے وہ اس لائق ہیں کہ انہیں اس میں جمع کر دیا جائے مزید برآں قرآن پاک میں ہرگز اعوجاج نہیں اس لئے کہ اس نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کے صحیح ہونے میں ہرگز شک و شبہ نہیں ہے (نظم الدرر ج ۲۲ ص ۱۸۸)

رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں قرآن پاک ایک مجلد میں جمع نہیں تھا مختلف صحائف میں موجود تھا ایک مجلد کی شکل میں پیش کرنے سے یہ رکاوٹ بھی موجود تھی کہ نزول وحی کا ہر وقت امکان تھا البتہ آپ کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق کی خلافت میں قرآن پاک کی تالیف پر توجہ دی گئی بخاری شریف میں زید بن ثابت سے ایک روایت مروی ہے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جس کے مطالعہ سے تالیف قرآن کا مسئلہ واضح ہو جائے گا کہ اس مبارک کام کو آپ کے دور خلافت میں کس انداز سے سرانجام دیا گیا۔

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کا اردو ترجمہ

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جنگ یمامہ میں جب مسلمان کثیر تعداد میں شہید ہو گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری جانب پیغام بھیجا جب کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس موجود تھے میری آمد پر انہوں نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کہ جنگ یمامہ میں کثرت کے ساتھ بالخصوص حفاظ قرآن شہید ہوئے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسی کثرت کے ساتھ دوسری جنگوں میں بھی حفاظ قرآن شہید ہوتے رہے تو قرآن پاک کا اکثر حصہ کہیں ضائع نہ ہو جائے میری رائے ہے کہ آپ قرآن پاک کے جمع کرنے کا حکم صادر فرمائیں میں نے عرض کیا آپ ایسا کام کیسے سر انجام دے سکتے ہیں جس کو نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں سرانجام نہیں دیا اس جواب پر عمرؓ نے قسم اٹھاتے ہوئے کہا یہ کام بہت اچھا ہے اس کے بعد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار مجھے اس کام پر آمادہ کرتے رہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ مجھے بھی انشراح صدر ہو گیا کہ واقعی یہ کام نہایت مبارک ہے اس کے سر انجام دینے میں ہر گز کچھ گناہ نہیں ہو گا چنانچہ میں نے ان کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا

بعد ازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مامور کیا اور ان سے کہا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ! آپ جواں سال ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ کو عقل و شعور سے بھی وافر حصہ عطا ہوا ہے مزید برآں آپ تو کاتب وحی کے وصف کے ساتھ موصوف ہیں اس لئے آپ قرآن کے جمع کرنے میں خود کو لگائیں لیکن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال ابھرا کہ یہ کام تو نہایت مشکل ہے ان کے دل میں یہ خیال حقیقت بن کر ابھرا کہ اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ میرے لئے اتنا دشوار نہیں جس قدر کہ قرآن پاک کو کتابی شکل میں جمع کرنا مشکل ہے میں نے ان کی خدمت میں ذرا دھیمے انداز میں عرض کیا تعجب ہے آپ کیسے ایسا کام سر انجام دینے کے لئے خود کو آمادہ کر رہے ہو جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر نہیں کیا اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا زید بن ثابت ! اللہ کی قسم یہ کام نہایت عمدہ ہے اس کے بعد بار بار اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے بھی اس کام کے سر انجام دینے کے لئے انشراح صدر ہو گیا جب کہ مجھ سے پہلے ابوبکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو انشراح صدر حاصل ہو چکا تھا چنانچہ میں نے قرآن پاک کو اکٹھا کرنا شروع کیا میں نے قرآن پاک کو کھجور کی پتیوں ، پتھروں ، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حافظہ سے حاصل کیا یہاں تک کہ سورہ توبہ کی آخری آیت صرف مجھے ابو خزیمہ انصاری سے دستیاب ہوئی کسی دوسرے شخص سے اس کا سراغ نہ مل سکا آیت ملاحظہ فرمائیں

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبہ ۱۲۸) " (لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں مومنوں پر نہایت شفقت کرنیوالے (اور) مہربان ہیں " ۔

چنانچہ قرآن پاک کا یہ مرتب کردہ مجموعہ ابوبکر صدیق کے پاس زندگی بھر رہا ان کی وفات کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے پاس رہا پھر حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس رہا اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس کی نقول مختلف شہروں میں بھجوائی گئیں لیکن اس نسخہ کے علاوہ قرآن پاک کے بقیہ نسخوں کو جو مکمل نہ تھے ان کو جلا دیا گیا (فتح الباری ج ۹ ص ۱۰)

قرآن پاک کی تالیف اور ترتیب نزول آیات کے لحاظ سے نہیں ہے پہلی وحی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ جو تیسویں پارہ میں ہے البتہ نزول وحی کے آغاز میں اگر زنا شراب کی حرمت کا ذکر ہوتا تو اہل عرب نے کہنا تھا کہ ہم زنا اور شراب چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں اس لحاظ سے احکام والی سورتیں اگر چہ قرآن پاک کی ترتیب میں مقدم ہیں جب کہ نزول کے لحاظ سے موخر ہیں چنانچہ باب تالیف القرآن کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحت امام بخاری " یوسف بن ماھک سے جو حدیث لائے ہیں اس میں وارد ہے کہ اولا" مفصل سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت دوزخ کا ذکر ہے بعد ازاں لوگوں کا میلان اسلام کی طرف زیادہ ہو گیا تو پھر حلال و حرام کے احکام کی آیات نازل ہوئیں (فتح الباری ج ۹ ص ۳۹)

علم بدیع کے لحاظ سے اسلوب بیان میں فرق

علم بدیع ایسا علم ہے جس کے اصولوں کے مطابق کلام میں نہ صرف یہ کہ حسن نمودار ہوتا ہے بلکہ جامعیت کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے اس سلسلہ میں قرآن پاک سے دو آیات پیش کی جا رہی ہیں ارشاد باری ہے قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَ هَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا" (مریم ۴) " (اور) کہا اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہو گئی ہیں اور سر ہے کہ بڑھاپے (کی وجہ سے) شعلے مارنے لگا ہے "۔

اس آیت میں اِشْتَعَلَ فعل کی نسبت الرَّاْس سر کی جانب ہے، مقصود یہ ہے کہ زکریا علیہ السلام نے التجا کرتے ہوئے مناجات کے انداز میں عرض کیا کہ میری ہڈیاں کمزور ہیں اور سر کے تمام جوانب کے بال سفید ہو گئے ہیں لیکن اگر یہ جملہ یوں استعمال ہوتا اِشْتَعَلَ شَیْبُ الرَّاْسِ تو اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ سر میں بڑھاپا نمودار ہوا ہے اسی طرح آیت فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا ہے " ہم نے تمام زمین کو چشموں میں تبدیل کر دیا آیت میں فعل کی نسبت زمین کی جانب ہے مقصود یہ ہے کہ طوفان نوح سے تمام زمین چشموں کی شکل اختیار کر گئی لیکن اگر اس کا مفعول عیون لایا جائے تو پھر معنی یوں ہو گا کہ زمین میں پانی کے چشمے ابل آئے۔ سبھی زمین کا احاطہ نہیں ہے کہ وہ چشموں میں تبدیل ہو گئی چنانچہ علم بدیع کے لحاظ سے کسی جملہ میں کبھی یکسانیت کا ہونا بھی حسن و جمال کا باعث ہوتا ہے مثال ملاحظہ فرمائیں۔ قِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآئَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَ غِیْضَ الْمَآءُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ وَ قِیْلَ بُعْدًا" لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ " اور حکم دیا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا تو پانی خشک ہو گیا اور کام تمام ہو گیا اور کشتی کوہ جودی پر جا ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ بے انصاف لوگوں پر لعنت ہے " اس آیت کے آغاز میں آخر میں بھی قیل ہے پھر دو منادی یا اَرْضُ ابْلَعِیْ مَآئَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ دو ماضی مجهول وَغِیْضَ الْمَآءُ اور وَقُضِیَ الْاَمْرُ ہیں بعد میں پھر قِیْلَ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلاوت قرآن کے آداب

(۱) با وضو ہو کر تلاوت کی جائے اس لئے کہ قرآن پاک کی تلاوت افضل ذکر ہے اگرچہ بلا وضو بھی تلاوت جائز ہے جبکہ باوضو تلاوت کرنا مستحب ہے

(۲) پاکیزہ جگہ بیٹھ کر تلاوت کی جائے قرات میں اللہ کے جلال کا تصور ملحوظ رہے

(۳) تلاوت، خشوع، خضوع باوقار انداز میں کی جائے

(۴) تلاوت سے پہلے مسواک کرنا مستحب ہے تلاوت کے آغاز میں (أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ) کے کلمات کے ساتھ شیطان سے پناہ حاصل کی جائے ارشاد ربانی ہے (فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ (النحل ۹۸) " اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو"۔

(۵) سورۃ براءۃ کے علاوہ ہر سورت کے آغاز میں بِسمِ اللَّهِ الرَّحمَانِ الرَّحِيمِ کی تلاوت پر مداومت کی جائے

(۶) تلاوت ٹھہر ٹھہر کی جائے اور ادغام کا خیال رکھا جائے

(۷) جب ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں اللہ کی پناہ میں آنے کا ذکر ہو تو وہاں أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ پڑھا جائے اگر انعامات الٰهیه کا ذکر ہے تو ان کے لئے دعا کی جائے جہاں اللہ کے عذاب اور ظالم قوموں کی بربادی کا ذکر ہو تو وہاں اللہ پاک سے پناہ طلب کی جائے

(۸) قرآن پاک کو خوش اسلوبی کے ساتھ پڑھا جائے اور ادائیگی حروف کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔

(۹) تلاوت کرتے ہوئے تدبر بھی کیا جائے اس لئے کہ تلاوت سے اصل مقصود تو غور و فکر کرنا اور غور و فکر تب ممکن ہے کہ جب قرآن کے ترجمہ سے آگاہی ہو۔

(۱۰) جن آیات میں انعامات الٰهیه کا ذکر ہو ان کی تلاوت کے بعد دعا کی جائے اور جن میں اللہ کی وعید کا ذکر ہے وہاں اللہ کی پناہ طلب کی جائے بلکہ وعید کے خوف سے آنکھیں اشک بار ہو جائیں، اور جسم پر کپکپی طاری ہو جائے۔

تِلکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخن ہائے گفتنی

خطبہ مسنونہ کے بعد اللہ وحدہ لا شریک کی بارگاہ میں اس کا ایک کمزور بندہ جو ہر لمحہ اس کی عفو کا طالب رہتا ہے جس کی عمر ستر سال سے متجاوز ہے اگرچہ ہوش و حواس سنبھالنے کے بعد اب تک ہمیشہ بارگاہ الٰہی میں ہی اس کے دین کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہا ہے اور استطاعت کے مطابق کتاب و سنت کی خدمت میں مسلسل جدو جہد کرتا رہا ہے (اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالتَّوْفِیْقُ مِنَ اللّٰهِ)

پاکستان کے وجود میں آنے سے قبل پرائمری کا کورس چارسالہ ہوتا تھا اس سے فراغت کے بعد فوراً مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ میں داخلہ لیا وہاں کورس چھ سالہ تھا بالخصوص استاذی المکرم حافظ محمد اسحاق صاحب شیخ الحدیث والقرآن حسین خانوالہ سے اکثر و بیشتر صرف نحو معانی وغیرہ کی کتب سے لے کر ترجمۃ القرآن اور کتب حدیث کے اسباق کے لئے بھی ان کی خدمت میں حاضر رہا انہوں نے جس محنت، لگن و سعی بلیغ سے راہنمائی فرمائی اور محنت شاقہ کا جذبہ بیدار کیا اس پر راقم الحروف ان کا ازحد شکریہ ادا کرتا ہے اور مستقبل میں بھی ان کے اس احسان سے ہمیشہ محبت بھرے جذبات کا ہر لمحہ نہ صرف زبان سے بلکہ دل کی گہرائی سے اعتراف کرتا رہے گا ہے اب استاذی المکرم کافی عرصہ سے صاحب فراش ہیں اللہ پاک ان کو صحت کاملہ عاجلہ سے نوازے اور ان کی علمی خدمات کو ان کے لئے توشہ آخرت بنائے آمین!

دیگر جید اور مشہور اساتذہ میں محترم حافظ محمد صاحب" گوندلوی (رحمہ اللہ) جن سے بالخصوص بخاری شریف، شرح عقائد وغیرہ کتب کا درس لیا ان کے علاوہ استاذی المکرم مولانا محمد داوٗد رحمانی" مولانا عبدالرحمان لکھوی (حفظہ اللہ) سے مسلم شریف، مختصر معانی، مطول، مرقات، قطبی نورالانوار حسامی وغیرہ کتب پڑھیں بہر حال فراغت کے ساتھ فاضل عربی کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۴۴ میں اوڈانوالہ ہی میں جناب حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب" نے مسند تدریس پر علمی خدمت کے لئے بٹھا دیا اللہ پاک ان کی قبر کو منور فرمائے ان کی لغزشوں کو اللہ پاک معاف فرمائے۔ آمین!

چنانچہ سلسلہ تدریس بحمد اللہ نصف صدی تک جاری رہا مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ میں سولہ سال، جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں دس سال مدرسہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں چار سال جامعہ رحمانیہ کراچی میں ایک سال مدرسہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی میں دو سال جامعہ رحمانیہ لاہور میں دو سال، جامعہ ابی بکر کراچی میں ایک سال، جامعہ اہل حدیث میاں صاحب کراچی میں ایک سال اور جامعہ قدوسیہ کوٹ رادھا کشن میں تقریباً" تیرہ سال کتاب و سنت کی تدریس میں مصروف رہا والحمد اللہ علیٰ ذالک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اب سے تقریباً" پینتیس سال پہلے بعض کتب کے تراجم کا آغاز کیا اس دوران جو کتب ترجمہ کرکے شائع کیں اب تک ان کے مسلسل ایڈیشن شائع ہو رہے ہیں ان کے نام یہ ہیں

(۱) ریاض الصالحین دو مجلدات میں ۔ تالیف امام نووی"

(۲) محمد بن عبدالوھاب ' تالیف ڈاکٹر احمد عبدالغفور عطار

(۳) قبروں پر مسجدیں اور اسلام ترجمہ (تحذیر الساجد عن اتخاذ القبور المساجد تالیف ' علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ۔

(۴) نماز تراویح ترجمہ (صلوٰۃ التراویح) تالیف علامہ البانی (حفظہ اللہ)

(۵) حج نبوی اردو ترجمہ (حجۃ النبی ﷺ) تالیف علامہ محمد ناصر الدین البانی (حفظہ اللہ)

(۶) نماز نبوی (احادیث صحیحہ کی روشنی میں) اردو ترجمہ (صلوٰۃ النبی ﷺ من التکبیر الی تسلیم) تالیف علامہ محمد ناصر الدین البانی (حفظہ اللہ)

(۷) اذکار مسنونہ ترجمہ (الکلم الطیب) تصنیف شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ)

(۸) روضہ اقدس کی زیارت اردو ترجمہ (الرد علی الاخنائی) تالیف شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ)

(۹) اسلامی عقائد اردو ترجمہ (شرح العقیدہ الطحاویہ) تالیف الامام ابی العز الحنفی الطحاوی"

(۱۰) امام احمد بن حنبل کا دور ابتلاء اردو ترجمہ (محنۃ الامام احمد بن حنبلؒ) ڈاکٹر محمد نغش مصری

(۱۱) افکار صوفیہ اردو ترجمہ (الفکر الصوفی) تالیف ڈاکٹر عبدالرحمان عبدالخالق حفظہ اللہ

(۱۲) سطعات التلقیح ترجمہ ' تحقیق اور مختصر ضروری وضاحتوں کے ساتھ مشکوٰۃ المصابیح پانچ مجلدات میں والحمد للہ علیٰ ذلک

(۱۳) احادیث ضعیفہ کا مجموعہ ترتیب علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ اردو ترجمہ ہو چکا ہے اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں (والحمد اللہ علی ذلک)

جبکہ بعض مسودات ہیں جو ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکے ہیں انکی تفصیل ملاحظہ فرمائیں

(۱۴) امام طبرانی کی تالیف المعجم الصغیر کو فقہی ترتیب میں مرتب کیا گیا رواۃ کی بحث اور مختصر عربی زبان میں احادیث کی تشریح سے عہدہ برآ ہو چکا ہوں

(۱۵) الرد علی البکری تالیف شیخ الاسلام ابن تیمیہ" کا اردو ترجمہ بحمد اللہ تقریباً" بیس سال سے کیا جا چکا ہے لیکن ابھی تک کتاب زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکی ہے لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا"

(۱۶) القصیدۃ النونیہ تالیف علامہ ابن القیم" کے تقریباً" ایک ہزار اشعار کا ترجمہ شیخ خلیل ہراس حفظہ اللہ کی تشریح کو بھی اردو میں منتقل کیا جا چکا ہے یہ مسودہ بھی غیر مکمل ہے دعا ہے اللہ پاک اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکمیل کی توفیق عطا فرمائے ۔ (آمین)

(۱۷) احوال آخر الایام ۔ تالیف ڈاکٹر ابوبکر جابر الجزائری کا اردو ترجمہ تکمیل پذیر ہو چکا ہے لیکن ابھی تک اس کی طباعت نہیں ہو سکی ہے

(۱۸) شرح العقیدة الواسطیة شیخ خلیل ھراس کی شرح کے ساتھ اردو میں منتقل کیا جا چکا ہے بلکہ کمپوز بھی ہو چکا ہے ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکا ہے

(۱۹) السعی المشکور فی ایضاح وضع الیدین علی الصدور فی الصلاۃ تالیف علامہ محمد حیات السندھی کی شرح عربی زبان میں یہ مختصر رسالہ ایک بار طبع ہو چکا ہے

لیکن ان تبلیغی اصلاحی ، علمی کاموں میں برابر میرے دل ودماغ پر یہ تصور گردش کرتا رہا کہ جو کچھ علمی کام سرانجام پا چکا ہے اس کی اہمیت اور افادیت سے انکار ممکن نہیں ان کتابوں سے خواص عوام سبھی مستفید ہو رہے ہیں ۔ لیکن قرآن پاک جسے اللہ پاک کی جانب سے امت محمدیہ کو خاص گرانقدر عطیہ سے نوازا گیا اس کے ترجمہ تشریح کی جانب توجہ کو مبذول کرنا ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو قرآن پاک میں ایک آیت وَقَالَ الرَّسُولُ يَارَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَالْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان ۳) " اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پرودگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا (کی زد میں نہ آجاؤں) "

البتہ قرآن پاک ناظرہ اور حفظ کی تعلیم کی جانب کسی حد تک توجہ موجود ہے اور وہ لوگ خوش قسمت ہیں جو اپنے بچوں کو اس نعمت سے مالا مال کرنے میں کوشاں ہیں لیکن اسی پر اکتفا کرنا اور قرآن پاک جو کہ تمام لوگوں کے لئے خزینہ ہدایت ہے نصیحت ہے اس کے مطالب پر غوروفکر کرنے سے دل و دماغ پر خاص کیفیات کا ورود ہوتا ہے اور روحانیت میں نکھار رونما ہوتا ہے اور ایک خاص قسم کا کیف تمام اعضاء پر حاوی ہو جاتا ہے جس کی لذت اور چاشنی کے بارے میں وہی خوش قسمت افراد کچھ خبر دے سکتے ہیں جو اس عظیم نعمت سے ہم کنار ہو کر خود کو خوش نصیب سمجھتے ہیں ۔

لَذَّتِ اِیں بَادَہ بَخُدا نَدَانِي تَا نَچَشِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک اصل سر چشمہ ہدایت ہے بلکہ اس کا نام روح اس لئے ہے کہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے دل کو جو کثافتیں اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں جس کے سبب دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں انسان بظاہر تو انسان نظر آتا ہے جب کہ شیطان ابلیس کی راہ نمائی میں اس کا کردار اس کی زندگی کتاب و سنت کی تعلیمات سے کوسوں دور ہوتی ہے حالانکہ قرآن پاک کے بارے میں اللہ پاک متعدد مقامات میں اس آیت کا ذکر فرما رہے ہیں ارشاد ربانی ہے وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (الروم ۵۸) " اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر طرح مثال بیان کر دی ہے " ۔ مقصود یہ ہے کہ ہم نے پوری دنیا کے سامنے حق و صداقت کو واضح انداز میں پیش کر دیا ہے بلکہ تمثیلات کی روشنی میں دلنشیں انداز میں اس کے تمام گوشوں کو اظہر من الشمس بنا دیا ہے ۔ تاکہ حق و صداقت کی روشنی میں رواں دواں رہ کر خود کو اللہ کی ناراضگی سے تحفظ عطا کریں ۔

مزید برآں سورہ محمد میں ارشاد باری ہے أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلٰى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (محمد ۲۴) " بھلا یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر قفل لگ گئے ہیں " (گویا کہ ان کے دل غلاف میں بند ہیں (خیر خواہی کی کوئی بات وہاں تک نہیں پہنچتی ہے) "

عرصہ دراز سے یہ خیال دل میں گردش کر رہا ہے کہ قرآن پاک جو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے اور ایسی نعمت ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ پاک نے اس وقت سے کر رکھی ہے جب اس کا نزول رسول اکرم ﷺ کے قلب اطہر پر جبریل علیہ السلام کی وساطت سے مسلسل تیئس سال ہوتا رہا اور آپ ﷺ نے اس کی تشریح اور توضیح سے صحابہ کرام کو شاد کام فرمایا پھر ہر دور میں بحمد اللہ پاک نے ایسے اساطین علم کا انتظام فرمایا جو اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے نہایت مستعدی کے ساتھ رواں دواں رہے یہاں تک کہ یہ نعمت عظمیہ ہم تک پہنچی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن پاک کے ساتھ ہمارا کردار کس نوعیت کا ہے ؟

تعجب ہے ! کہ جسم کی غذا کے لئے ہم شب و روز رواں دواں رہتے ہیں بعض اوقات ہم پیاری نیند کو بھی خیر باد کہہ کر روزی کمانے میں سرگرداں رہتے ہیں لیکن قرآن پاک کے ترجمہ ، تفسیر کے ساتھ ہمارا تعلق کتنا ہے ؟

غور و فکر کا مقام ہے کیا جس طرح ہم جسم کو غذا پہنچانے کے لئے محنت کرتے ہیں اسی طرح روح کو غذا پہنچانے کے لئے بھی ہمیں سرگرم عمل رہنا چاہئے اور جہاں ناظرہ قرآن اور حفظ کی کلاسوں کا انتظام ہے وہاں اردو زبان میں ترجمہ کلاس کا اہتمام بھی ضروری ہے ۔ تاکہ ہماری اولاد کو پتہ چلے کہ قرآن پاک میں اللہ پاک کے پیغامات کیا ہیں ؟ اور ہم کس طرح ان پر عمل کر کے خود کو اللہ کا مقرب بنا سکتے ہیں اسی جذبہ کے پیش نظر نہ صرف ترجمہ قرآن بلکہ قرآن پاک کی تفسیر کے اہم کام کے لئے تقریباً دو سال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خود کو وقف کیا ہوا ہے

بحمد اللہ تفسیر قرآن پاک کا یہ اہم کام اس لائبریری کی جانب سے سرانجام دیا جا رہا ہے جس کو راقم الحروف نے وقف کر دیا ہے جس کی مالیت لاکھوں روپے کی ہے اس کے ساتھ لائبریری ہال جس میں لائبریری کا انتظام ہے وہ بھی وقف کی ملکیت ہوں گی تفسیر کی فروخت سے جو فائدہ حاصل ہو گا وہ لائبریری کا مال ہو گا پس محنت طلب کام کے لئے اولاً" بارگاہ الٰہی میں بصد عجز و نیاز ملتجی ہوں کہ اس مبارک عمل کی تکمیل کی مجھے توفیق ارزانی حاصل ہو اور کہیں بھی کوئی ایسا کلمہ نوک قلم پر نہ آنے پائے جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے خلاف ہو بلکہ منشاء خداوندی کے عین مطابق سلف صالحین کے انداز پر تفسیر کا یہ مبارک کام اختتام پذیر ہو

پروگرام کے مطابق تفسیر قرآن کا یہ اہم اور مبارک کام سات مجلدات پر مشتمل ہو گا انشاء اللہ ' پہلی جلد دو پاروں اور مقدمہ پر مشتمل ہو گی

دوسری جلد کی تفسیر کا آغاز یکم رجب ۱۴۱۸ھ سے کیا جا چکا ہے تفسیر کی یہ جلد تین پاروں پر مشتمل ہو گی۔

جب کہ تیسری جلد کا آغاز یکم محرم الحرام ۱۴۱۹ ھ سے کیا جائے گا ' جو پانچ پاروں کی تفسیر پر مشتمل ہو گی انشاء اللہ۔

چوتھی جلد کا آغاز پروگرام کے مطابق یکم رجب ۱۴۱۹ ھ سے ہو گا انشاء اللہ جب کہ پانچویں جلد کا آغاز یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ سے کیا جائے گا انشاء اللہ ان دونوں مجلدات میں دس پاروں کی تفسیر سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش ہو گی انشاء اللہ ۔ چھٹی جلد میں بیس سے پچیس پارہ تک اور ساتویں جلد میں انشاء اللہ چھبیس پارہ سے لے کر آخر قرآن تک تفسیر کا مبارک عمل انجام پذیر ہو گا ۔ انشاء اللہ

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

تفسیر کے اس مبارک کام میں جن کتب تفاسیر اور متعلقہ کتب نیز احادیث نبویہ صحیحہ پر مشتمل کتب میرے مطالعہ میں رہیں یا مطالعہ کی میز پر انہیں رکھا گیا ان کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

(۱) قرآن پاک مترجم میں سے جناب شاہ ولی اللہ" کا فارسی ترجمہ

(۲) مولانا فتح محمد جالندھری کا ترجمہ فتح الحمید

(۳) مولانا ابوالکلام آزاد" کی کتاب ترجمان القرآن

(۴) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر اور اس کا ترجمہ تفہیم القرآن برابر میز کی زینت بنے رہے

(۵) عربی تفاسیر میں سے نظم الدرر فی تناسب الای و السور تالیف علامہ بقاعی"

(۶) تفسیر المنار تالیف علامہ رشید رضا"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷) تفسیر ابن کثیرؒ (۸) تفسیر فتح القدیر علامہ شوکانیؒ (۹) علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف (۱۰) اعراب القرآن تصنیف محمود صافی ایسر التفاسیر الشیخ ابوبکر جابر الجزائری (حفظہ اللہ)
(۱۱) اضواء البیان فی تفسیر القرآن، علامہ شنقیطیؒ (۱۲) صفوۃ التفاسیر الشیخ محمد علی الصابونی (حفظہ اللہ)
(۱۳) تفسیر قرآن عزیز مرتب مسعود احمد۔ بی۔ ایس۔ سی (۱۴) تفسیر جامع البیان للطبری
(۱۵) احسن التفاسیر تالیف احمد حسن (۱۶) تدبر قرآن تالیف مولانا امین احسن اصلاحی
(۱۷) معارف القرآن مفتی محمد شفیع مرحوم (۱۸) تفسیر قرطبی۔ (۱۹) تفسیر مظہری۔
(۲۰) مفردات امام راغبؒ (۲۱) مترادفات القرآن تالیف، مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ (۲۲) لسان القرن تالیف مولانا محمد حنیف ندویؒ (۲۳) التبیان فی علوم القران للصابونی۔ (۲۴) مباحث فی علوم القرآن للشیخ مناع قطان (۲۵) الاعجاز تالیف۔ الشیخ۔ باقلانی کتب صحاح ستہ اور ان کی شروح کتب۔ حجۃ اللہ البالغہ تالیف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دیگر بیسیوں کتب حوالہ کی زیر مطالعہ رہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورہ فاتحہ

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۷

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

اللہ کے نام کے ساتھ آغاز جو نہایت مہربان اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ تمام حمد و ثناء اللہ کے لئے جو تمام کائنات کا پالنہار نہایت مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ ثابت رکھ ہم کو سیدھی راہ پر۔ ان کی راہ پر جن پر تو نے رحم فرمایا۔ نہ ان کی جن پر غضب ہوا۔ اور نہ گمراہوں کا۔

لغوی تحقیق : (سورہ کا لغوی معنی :) سورہ کا اِشتِقَاق (سُوْر البَلَد) سے ہے۔ جس سے مراد شہر کے ارد گرد بنی ہوئی اونچی دیوار ہے۔ اس کا نام (سورہ) اس کی شان کی بلندی کے سبب رکھا گیا۔ گویا قرآن پاک کا ہر باب سورت ہے۔ اور وہ شہر کے گرد فصیل کی مانند بلند ہے اور جس طرح فصیل نے شہر کا احاطہ کیا ہوا ہے اسی طرح سورت نے بھی مضامین کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ قرآن پاک کی کل سورتیں ۱۱۴ ہیں۔ اور قرآن پاک کی ترتیب تَوقِیفی ہے۔ یعنی اللہ پاک کی جانب سے ہے۔

اس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے۔ اس کی سات آیات ہیں۔

سورہ فاتحہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سلسلہ میں یہ نکتہ ذہن نشین کرلیں کہ جن آیات میں یَا اَيُّهَا النَّاسُ کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے وہ مکی ہیں اور جن میں یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ہے وہ مدنی سورتیں ہیں۔ نیز مکی سورتوں میں زیادہ تر عقائد کا اثبات ہے اور ان میں استدلال کے ساتھ عقائد کے اثبات اور توضیح کے لئے امثال بیان کی گئی ہیں۔ عقائد میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ کہ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحدہ لا شریک کی ہی عبادت کی جائے اور اس پر دلائل و براہین پیش کی گئی ہیں۔ اللہ پاک کی وحدانیت کو ثابت کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور آخرت پر ایمان لانے کو مدلل اور مبرھن انداز میں پیش کیا گیا ہے جب کہ مدنی سورتوں میں شریعت اسلامی کے احکام حرام و حلال اور جائز و ناجائز امور کو واضح کیا گیا ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت سے قبل اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیم کے پڑھنے کا حکم قرآن پاک میں دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں وَ اِذَا قَرَاءتَ القُرآنَ فَاستَعِذ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیم (النحل ۹۸) اور جب تم قرآن کی تلاوت کرنے لگو تو پناہ مانگو اللہ کے ساتھ اس شیطان (کے وسوسوں) سے جو مردود ہے۔ پس اس آیت میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے پہلے تعوذ کا حکم ہے۔ خیال رہے قرآن پاک کی عظمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور شیطان جو انسان• کا ازلی دشمن ہے اس کے مفاسد سے تحفظ حاصل کرنے کے لئے اللہ پاک کی پناہ میں آکر اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوا جائے کہ کہیں شیطان میری قراءت میں اثر انداز نہ ہو جائے یا مجھے گمراہ نہ کردے کہ میں تباہ و برباد ہو جاؤں اور بدنصیبی میرا مقدر بن جائے۔ لیکن یہ حقیقت ملحوظ خاطر رہے کہ تعوذ یعنی اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیم قرآن پاک میں شامل نہیں ہے۔ تعوذ سے مقصود کسی مکروہ چیز سے پناہ طلب کرنا ہے جب کہ تلوذ میں محبوب چیز کی طلب میں اللہ پاک کے ساتھ وابستگی اختیار کرنا ہے کہ میرا محبوب مجھے حاصل ہو جائے۔ متنبی کہتا ہے۔

یَامَن اَلُوذُبِہٖ فِیمَا اُؤَمِّلُہٗ وَ مَن اَعُوذُبِہٖ مِمَّن اُحَاذِرُہٗ

" اے وہ ذات! جس کے ساتھ میری وابستگی محبوب چیز کے حصول کے لئے ہے اور جس سے میں ان چیزوں سے پناہ حاصل کرتا ہوں جن سے مجھے خطرات لاحق ہو سکتے ہوں۔"

ذہن نشین فرمائیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے پہلے (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) کی تلاوت کرنے سے مقصود یہ ہے کہ دل و دماغ کو ان رکاوٹوں سے پاک کیا جائے جو تقرب الٰہی کے حصول میں مزاحم ہیں۔ چونکہ اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ شیطان ملعون کا وجود ہے اس لئے پہلے اس سے پناہ طلب کرکے خود کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں لایا جائے۔ شیطان سے مراد ابلیس ملعون ہے جسے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کے سبب ملعون اور راندہ روزگار بنا دیا گیا اور ہر قسم کی خیر و برکت سے اسے محروم کرکے انسانوں کو خبردار کیا گیا کہ اس کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے بچاؤ اختیار کریں۔ وہ تمہارا ازلی دشمن ہے۔ وہ انسانوں کے رگ و ریشہ میں اس طرح جاری و ساری رہتا ہے جیسے ہر زندہ شخص کے جسم میں ہر لحہ خون سرکل کرتا رہتا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔

مَامِنکُم مِن اَحَدٍ اِلَّا وَقَد وُکِّلَ بِہٖ قَرِینُہٗ مِنَ الجِنِّ قَالُوا وَاِیَّاکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ قَالَ وَ اِیَّایَ وَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لٰکِنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِی عَلَیہِ فَاَسلَمَ فَلَا یَاْمُرُنِی اِلَّا بِخَیرٍ (مشکوٰۃ تحقیق علامہ ناصر الدین البانی ج ا ص ۲۶ بحوالہ مسلم)

" ہر شخص کے ساتھ جنوں میں سے ایک ساتھی مقرر ہے۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی۔ لیکن اللہ پاک نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی اس لئے وہ مسلمان ہوگیا ہے اور مجھے اچھے کاموں کا ہی مشورہ دیتا ہے۔"

پس ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بات کا یقین رکھے کہ تمام انبیاء کی جانب اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ عالم غیب میں ایک ایسی مخلوق ہے جس کا نام شیطان ہے۔ ہمارے حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے اور اس مخلوق کو آنکھوں سے دیکھنا بھی ممکن نہیں ہے۔ قرآن پاک میں ہے یَرٰکُم هُوَ وَ قَبِیلُهٗ مِن حَیثُ لَا تَرَونَهُم (الاعراف آیت ۲۷) کہ شیطان اور اس کا لاؤ لشکر تو تمہیں دیکھتا ہے لیکن تم انھیں نہیں دیکھ سکتے جب کہ وہ ہمارے رگ و ریشہ میں موجود ہر لحہ ناجائز کاموں پر ابھارتے رہتے ہیں اور نتائج کی طرف توجہ کرنے سے دور رکھتے ہیں۔ نتیجۃً لوگ برے کاموں کو لذیذ جان کر ایسی دلدل میں پھنس جاتے ہیں کہ اس سے نکلنا ان کے لئے ممکن نہیں رہتا بلکہ ان کی سازشوں اور چالبازیوں کے اثرات اس قدر مخفی ہوتے ہیں کہ انہیں محسوس کرنا ممکن نہیں ہوتا جیسے موجودہ سائنسی دور میں بیکٹیریا کے نقصان دہ اثرات سے حفاظتی تدابیر ضروری ہیں۔ اس قدر مخفی ہیں کہ خوردبین کے ذریعہ ہی ان کو دیکھا جا سکتا ہے ویسے نہیں۔ لیکن شیطانی قوتوں کی خفیہ سازشیں اس قدر مخفی ہیں کہ ان کے ادراک کے لئے کتاب و سنت کے ساتھ وابستگی اور ہر لحہ ان سے بچاؤ کے لئے اللہ پاک کی عظمت کے سائے میں زندگی بسر کرنا ضروری ہے۔ قرآن پاک میں ان کی ریشہ دوانیوں کو وسوسہ' مس اور نزغ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ وہ ہر لحہ برائی پر آمادہ کرنے کے لئے انسانوں کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور قدم قدم پر ان کے پروگراموں میں دخل انداز ہوتے ہیں اور انہیں سبز باغ دکھاتے ہیں۔ ان سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ جب شیطانی وسوسوں اور دخل اندازیوں سے ہمیں واسطہ پڑے تو ہماری زبان پر اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ کے الفاظ ہوں۔ بلکہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ پیشاب پاخانہ کی ضرورت سے فراغت کے لئے جاتے وقت اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الخُبُثِ وَالخَبَائِثِ کے دعائیہ کلمات زبان پر جاری ہو جائیں کہ" اے اللہ میں تیری ذات کے ساتھ خبیث نر شیطانوں اور مادہ شیاطین سے پناہ طلب کرتا ہوں"۔ جب انسان اپنی بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنے کا ارادہ کرے تو اس کی زبان پر یہ الفاظ ہوں کہ اے اللہ ہمیں شیطان کے شر سے محفوظ کر اور ہمیں تو جس اولاد سے نوازے اسے بھی شیطان کے اثرات سے محفوظ فرما۔ ان کلمات سے شیطانی اثرات سے تحفظ ہو سکتا ہے بشرطیکہ زبان کے ساتھ دل کی ہم آہنگی بھی ہو۔ شیطان کی سازشوں اور سیاہ کاریوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مزید تفصیل سورہ اعراف (آیت ۲۰) اور سورہ نحل (آیت ۹۸) میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز علامہ ابن القیم رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ کی تالیف اِغَاثَۃُ اللّھفَانِ عَن مَصَائِدِ الشَّیطَانِ (عربی) اور ابن جوزی کی تالیف تَلبِیسِ اِبلِیس (اردو) کے مطالعہ سے عجیب و غریب فوائد حاصل ہونگے۔ انشاء اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح

اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بہرحال قرآن پاک کی ایک آیت ہے اور تمام صحابہ کرام کے اجماع کے ساتھ ہر سورت کے آغاز میں (سورہ براء ت کے علاوہ) قرآن پاک میں اسے شامل کیا گیا ہے۔ جب کہ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جو قرآن نہیں ہے اسے قرآن پاک میں تحریر نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے آخر میں لفظ آمین کسی مصحف میں موجود نہیں ہے اس لئے کہ آمین قرآن میں شامل نہیں ہے۔ ہاں! سورہ نمل کے درمیان میں بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس سورت کا حصہ ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم کِتَابُ الصَّلٰوۃِ میں اس سورہ کا ذکر کیا ہے کہ ان لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سوائے سورہ براء ت کے ہر سورت کا جزو قرار دیتے ہیں۔ اس کے تحت وہ حدیث لائے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُنزِلَت عَلَیَّ آنِفًا سُورَۃٌ فَقَرَاءَ بِاسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ اِنَّا اَعطَینَاکَ الکَوثَر (الحدیث مسلم ج ۱ ص ۱۷۲)

"ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے چنانچہ آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت فرمائی پھر انا اعطینٰک الکوثر یعنی سورہ الکوثر تلاوت فرمائی۔"

اسم کی تعریف: اس لفظ کو اسم کہا جاتا ہے جو مسمی پر دلالت کرے اور مسمی اس نام کے سبب اپنے سوا سے متمیز ہو جاتا ہے۔

لفظ (اللہ) اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذاتی نام ہے جس کے ساتھ اللہ پاک کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں جہاں کثرت کے ساتھ لفظ اللہ کا ذکر ہے وہاں الہ کا لفظ بھی اسی معنی میں وارد ہوا ہے۔ اگرچہ الہ مصدر ہے لیکن مفعول کے معنی میں ہے۔ مقصود معبود ہے۔ اور الہ کی جمع الھہ ہے۔ لفظ اللہ سے مقصود وہ ذات ہے جو تمام کائنات کی خالق و مالک ہے۔ جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں اور نہ صفات میں۔ وہ ذات بلند ہے قرآن پاک میں جابجا اللہ پاک کا تعارف موجود ہے اور اللہ اس کا ذاتی نام ہے۔ اس کا ترجمہ ہر زبان میں اللہ ہی کیا جائے تاکہ کہیں تنقیص کا پہلو رونما نہ ہو جائے۔ وللہ الحمد تمام حمد و ثناء اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں۔

علامہ بقاعی رحمہ اللہ نے نَظمُ الدُّرَرِ فِی تَنَاسُبِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاٰیَاتِ وَالسُّوَرِ میں اللہ کی ذات کا تعارف ان اعاظ میں کرایا ہے اَللّٰہُ اِسْمٌ مَاتَعْنُو اِلَیْهِ الْقُلُوْبُ عِنْدَ مَوْقِفِ الْعُقُوْلِ فَتَاَلَّهُ فِیْهِ اَیْ تَتَحَیَّرُ فَتَتَا لَهُ وَ تَلْهُوْ بِهٖ اَیْ تُغْنِیْ بِهٖ عَنْ کُلِّ شَیْءٍ (ج ۱ ص ۲۴) اللہ ایسی ذات کا علم ہے کہ جب انسانی عقل رک جاتی ہے تو اس وقت دل اس ذات کی جانب میلان کرتے ہیں اور اللہ کی ذات پاک کے بارے میں تحیر کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اس کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور اس کی ذات میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ ان آنکھوں سے اللہ پاک کی رویت ممکن نہیں ہے تاہم اللہ پاک کے ساتھ محبت کا داعیہ اس قدر تیز ہو کہ اللہ کے ماسوا کو ملجا و ماوی نہ سمجھا جائے وفور شوق کے ساتھ اس کی حمد و ثنا میں مصروف رہا جائے اور یہ تصور پختہ ہو کہ اگر میں اس ذات پاک کا مشاہدہ نہیں کر رہا ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں اللہ پاک تو مجھے دیکھ رہا ہے۔

صنم و ہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردن
برخ تو دیدہ باشم و تو درون دیدہ باشی

چونکہ وحی کے آغاز میں بسم اللہ کا متعلق اقراء ہے ملاحظہ کریں۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ لیکن سورہ فاتحہ کے آغاز میں بسم اللہ کا متعلق اقرأ ہوگا کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ تلاوت کر رہا ہوں۔ جب وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ کے الفاظ کہے جائیں تو بسم اللہ کا متعلق (اَتَوَضَّأُ) ہوگا کہ میں اللہ کی ودیعت کردہ طاقت کے ساتھ وضو کر رہا ہوں اور اس کے حکم سے کر رہا ہوں اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کام کو سرانجام دے رہا ہوں۔

علامہ رشید رضا تفسیر المنار میں رحمٰن اور رحیم میں فرق بیان کرتے ہیں کہ رحمٰن سے مقصود وہ صفت ہے جو اللہ کے ساتھ قائم ہے اور رحیم کا تعلق اس شخص کے ساتھ ہے جس پر رحم کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کا فعل ہے جو مرحوم کے ساتھ قائم ہے۔ رحمٰن اور رحیم دونوں اللہ کے اوصاف میں سے ہیں۔ اللہ پاک کے اسمائے حسنہ میں داخل ہیں۔ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں جب کہ رحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہے اس لئے کہ (رحمٰن) سے مقصود وہ رحمت ہے جو دنیوی لحاظ سے تمام کائنات پر حاوی ہے لیکن رحیم قیامت کے دن اس رحمت کو شامل ہے جو ایمانداروں پر ہوگی اَضْوَاءُ الْبَیَانِ (ج ۱ ص ۱۰۲) (خیال رہے کہ لفظ رحمٰن اگرچہ وصف ہے لیکن بطور علم کے بھی استعمال ہوا ہے جیسے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی اللہ عرش پر مستوی ہوا۔

بسم اللہ کے احکام: کھانا تناول کرتے' پانی پیتے' لباس زیب تن کرتے وقت مسجد میں داخل ہوتے وقت اور اس سے نکلتے وقت' سواری پر سوار ہوتے وقت اور ہر اہم کام شروع کرنے سے پہلے صرف بسم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے کلمات کہے جائیں۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۲)

اہم کاموں سے مقصود وضو کرنے سے پہلے کسی کو آپ وضو کرا رہے ہیں تو اس کے اعضاء پر پانی ڈالنے سے پہلے اور جانور کو ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ شکار کرتے وقت شکاری کتے کو چھوڑنے یا تیر چلاتے وقت بسم اللہ کے کلمات کہے جائیں' گھر میں داخل ہوتے وقت' سونے کے وقت' گھر کا دروازہ بند کرتے وقت' چراغ بجھاتے وقت' جہاد شروع کرنے سے پہلے وغیرہ کاموں سے پہلے بسم اللہ کے کلمات کہیں۔ ان تمام امور میں بسم اللہ کہنے کی صحیح احادیث کتب حدیث میں وارد ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی تشریح:

الحمد کے شروع میں الف لام استغراق پر دلالت کر رہا ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ تمام طرح کی حمد و ثناء کا مستحق صرف اللہ پاک ہے حمد سے مقصود یہ ہے کہ زبان کے ساتھ کسی کے ذاتی اختیاری اوصاف پر تعریف کی جائے۔ عام ہے کہ کسی احسان کے سبب اس کی تعریف ہو یا بلا کسی احسان کے اس کی تعریف کی جائے۔ چونکہ اللہ پاک تمام کائنات کا پروردگار ہے اس لئے وہ ہر قسم کی حمد و ثناء کا مستحق ہے۔ اس نے نہ صرف یہ کہ تمام کائنات کو پیدا فرمایا بلکہ ہر لحہ تمام کائنات کو اپنے فضل و کرم سے نواز رہا ہے اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لئے وہی ہر قسم کی حمد و ثناء کا مستحق ہے۔ اور تمام کمالات کے ساتھ موصوف ہے۔ عالم سے مقصود وہ سب چیزیں ہیں جو اللہ کے ماسواء ہے۔ جنہیں کائنات کہا جاتا ہے۔ آسمان' زمین' حیوانات' نباتات' پہاڑ' پانی' ہوا' ہر وہ چیز جو ہمارے مشاہدہ میں آ رہی ہے یا ہماری نظر سے پوشیدہ ہے اور وہ اللہ کے وجود پر علامت ہے وہ کائنات ہے۔ جسے سورہ فاتحہ کے آغاز میں عالمین کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ پاک نے کائنات کو کس قدر حسن و جمال سے نوازا ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ زمین کی سطح پر یا سطح زمین کے نیچے جس قدر مخلوق ہے سب کا وہی خالق اور وہی ان کے لئے رزق مہیا کرتا ہے۔ اور ان کی کفالت کرتا ہے۔ دراصل اللہ پاک کا رحمٰن و رحیم ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ جس مخلوق کو اس نے پیدا فرمایا ہے وہ ان کی بنیادی ضرورتوں کو بھی ان کے لئے مہیا کرے۔ وہ سبھی کو رزق پہنچاتا ہے ان کی نسل کی بقا کے لئے جن انتظامات کی ضرورت ہے وہ ان سے غافل نہیں ہے۔ پس اس ذات وحدہ لاشریک کی حمد و ثناء میں ہمیشہ نہ صرف ہماری زبان بلکہ ہمارا دل اور ہمارے اعضاء اور جوارح بھی اس کی تعریف میں کوتاہی نہ کریں بلکہ ہمیشہ ثناء خواں رہیں۔ عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَ حُسْنُکَ وَاحِدٌ وَ کُلٌّ اِلٰی ذَاکَ الْجَمَالِ یُشِیْرُ قرآن پاک میں ارشاد باری ہے وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (الاسراء ۴۴) کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد و ثناء میں رطب اللسان ہے تو انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اللہ پاک کی حمد و ثناء میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محو رہے۔ اور اس کی رحمت کی بھیک مانگے نہ یہ کہ وہ اللہ پاک سے بغاوت کرے اور خود اپنی خدائی کا دعوی کرے اور بغاوت کا کھلے بندوں پرچار کرے۔ پس اللہ پاک کے نظام ربوبیت پر اگر کوئی شخص قرآن پاک کی روشنی میں غور کرے تو وہ پکار اٹھے گا رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ " اے ہمارے پروردگار! تونے کائنات کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ تو پاک ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔ " اسی لئے ایک دوسرے مقام پر انسانوں کو بیدار کرتے ہوئے فرمایا۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ

(المومنون ۱۱۵)

" کیا تمھارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری جانب لوٹنا نہیں ہے۔ پس اللہ بلند ہے اس کی بادشاہت برحق ہے۔ اس کے ماسوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہی عزت والے عرش کا پروردگار ہے۔ "

اس آیت میں اگرچہ حمد الہی کا ذکر کرتے ہوئے کسی مکان کا ذکر نہیں ہے نہ کسی وقت کا ذکر ہے لیکن سورہ روم میں حمد کی مکانیت کا ذکر ہے ملاحظہ فرمائیں وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ مقصود یہ ہے کہ اللہ کی حمد و ثناء میں آسمان و زمین اور جو ان میں ہے وہ سب رطب اللسان ہیں اور سورہ قصص میں ظرف زمان کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَهُوَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولٰى وَالْآخِرَةِ (القصص ۷۰)

" اور وہی اللہ معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ وہی حمد و ثناء کا دنیا اور آخرت میں مستحق ہے۔ یعنی ہر لمحہ اسی کی حمد و ثناء میں تمام کائنات مصروف ہے۔ "

الرحمٰن الرحیم کی تشریح : اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت عامہ کا ذکر کرنے کے بعد اپنا وصف رحمان ذکر کیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام کائنات پر ہے جس کو اس نے پیدا فرمایا لیکن رحیم اللہ کا ایسا وصف ہے جو کائنات میں سے صرف ان پر ہے جن سے اللہ خوش ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا معلوم ہوا رحیم کا وصف ایمانداروں کے ساتھ خاص ہے۔ اگرچہ لفظ اللہ اس کی جلالت و عظمت پر دلالت کرتا ہے اور اللہ کے ننانوے وصفی ناموں پر حاوی ہے۔ مزید اپنی ذات کا تعارف کراتے ہوئے الرحمٰن کے عظیم وصف کا ذکر کیا ہے جو بظاہر اگرچہ وصف ہے لیکن ایسا وصف ہے جو بطور علم کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے ماسوا کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا اور اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (اللہ عرش پر مستوی ہے) میں الرحمٰن بطور علم کے استعمال ہوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ رحمٰن میں اللہ کی رحمت بطور مبالغہ کے پائی جاتی ہے اور رحیم میں رحمت رحمٰن سے کم تر ہے اس لئے اولاً رحمٰن کا ذکر کیا کہ وہ تمام کائنات پر رحم فرماتا ہے جن کا وہ پروردگار ہے۔ خواہ وہ ایماندار ہیں یا ایمان کی دولت سے محروم ہیں اور اس کے بعد رحیم کا وصف ذکر کیا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ اس کی رحمت اس کے بندوں پر آخرت میں ہوگی جو ایمان کی دولت سے فیض یاب ہوئے دنیا میں اور ایمان کی دولت سے محروم لوگ قیامت کے دن رحمت الٰہی سے محروم رہیں گے۔

رحمٰن بطور علم کے سورہ رحمٰن کے آغاز میں استعمال ہوا ہے۔ ملاحظہ کریں۔

اَلرَّحمٰنُ عَلَّمَ القُرآن رحمٰن نے قرآن کی تعلیم عطا کی نیز ارشاد الٰہی ہے۔

اَوَلَم یَرَوا اِلَی الطَّیرِ فَوقَهُم صٰفّٰتٍ وَّ یَقبِضنَ مَا یُمسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحمٰن (الملک ۱۹)

"کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہیں اور انہیں سکیڑتے ہیں۔ رحمٰن کے سوا انہیں کوئی تھام نہیں سکتا۔"

اس آیت میں رحمٰن بطور علم کے استعمال ہوا ہے۔

لغت عرب میں رحمٰن، رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں لیکن رحمٰن کا اطلاق اس ذات پر ہوتا ہے جس نے اپنی رحمت کی وسعت میں ہر چیز کو سما لیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کا اطلاق کسی اور پر نہیں ہوتا۔ چونکہ رحمت کے مادہ میں رقت کا معنیٰ بھی موجود ہے اس لحاظ سے جب رحمٰن کا اطلاق اللہ پر ہوگا تو اس سے مقصود احسان ہوگا اس لئے کہ اللہ کی ذات اس سے بلند ہے کہ اس پر کوئی چیز اثر انداز ہو ہاں! رحیم کا اطلاق اللہ کے غیر پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں رحمٰن جیسا مبالغہ نہیں ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

لَقَد جَآءَکُم رَسُولٌ مِّن اَنفُسِکُم عَزِیزٌ عَلَیهِ مَا عَنِتُّم حَرِیصٌ عَلَیکُم بِالمُؤمِنِینَ رَءُوفٌ رَّحِیم (التوبہ ۱۲۸)

"لوگو! تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک رسول آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے (اور) تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور ایمانداروں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔"

رحمٰن اور رحیم دونوں اللہ تعالیٰ کے وصفی نام ہیں۔ قرآن پاک میں ان دونوں کو ایک ساتھ متعدد مقامات میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیز وَرَحمَتِی وَسِعَت کُلَّ شَیئٍ (سورہ الاعراف آیت ۱۵۶) میں اللہ پاک نے اپنی رحمت کی وسعت کا ذکر کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوتی ہے نیز احادیث صحیحہ میں بھی اللہ پاک کی بے پایاں رحمت کا تذکرہ موجود ہے مسلم شریف میں ہے۔

لَو یَعلَمُ الکَافِرُ مَا عِندَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحمَةِ مَا قَنِطَ مِن جَنَّتِهِ اَحَدٌ

"اگر کافر کو اللہ کی رحمت کی وسعت کا علم ہو جائے تو اس کی جنت سے کوئی بھی ناامید نہ ہو۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ایک گنہگار شخص صدق دل کے ساتھ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میرا پروردگار میرے گناہ معاف کردے گا تو ایسے شخص کے بارہ میں ایک حدیث قدسی میں وارد ہے ملاحظہ فرمائیں۔

يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي (بخاری ج ۹ ص ۱۴۹)

"اللہ پاک فرماتے ہیں میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اسے گناہوں سے پاک کرکے جنت کا مستحق بنا دیا جاتا ہے۔"

امام ابن کثیر فرماتے ہیں (رب العالمین) کے جملہ میں ترہیب ہے کہ جو ذات پالنہار ہے اس کی اطاعت ضروری ہے اور اس کی اطاعت سے سرمو انحراف کرنے والے اس کے غیظ و غضب سے محفوظ نہیں رہ سکتے لیکن الرحمٰن الرحیم میں ترغیب کا پہلو نمایاں ہے۔ دونوں کو ملا کر ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ ایمان دار لوگ اپنے گناہوں سے خوفزدہ ہوکر توبہ کریں اس لئے کہ اللہ پاک رحیم اور رحمٰن ہے اور اللہ کی جنت کے حصول کے لئے کوشاں رہیں۔

تجھ کو کریم جان کر ہم نے گناہ کئے
تیرے کرم کی آس پر اہل خطا بنے

مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوبَةِ مَا طَمِعَ اَحَدٌ فِي جَنَّتِهِ لَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِهِ اَحَدٌ (مسلم ج ۲ ص ۲۳)

"اگر ایمان دار شخص کو علم ہو جائے کہ اللہ کا عذاب کتنا سخت ہے تو جنت میں داخل ہونے کی کوئی شخص امید نہ رکھے اور اگر کافر شخص کو یقین ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کس قدر وسیع ہے تو اس کی بے پایاں رحمت سے کوئی شخص ناامید نہ ہو۔"

ملک یوم الدین کی تشریح

اللہ پاک کی ربوبیت اور رحیمیت کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ پاک کے وصف عدالت کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن آدمؑ سے لے کر حشر کے وقوع تک سب لوگ میدان حشر میں جمع ہونگے اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (الزلزال ۷-۸)

"جس شخص نے ذرہ برابر اچھا عمل کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرہ برابر برا عمل کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا۔"

نصوص قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (الشوری ۳۸)

"اور جو مصیبت تم پر واقع ہوئی ہے سو تمہارے اپنے افعال سے اور وہ بہت سے گناہ معاف ہی کر دیتا ہے۔"

لیکن دنیوی زندگی میں سزا و جزا کا عمل کلی طور پر نہیں ہے۔ اصل سزا و جزا کا دن قیامت کا ہے۔ اس دن کوئی شخص کسی شخص کو تحفظ عطا نہیں کر سکے گا۔ اس روز مکمل کنٹرول اللہ پاک کا ہوگا اور اسی کی بادشاہت ہوگی۔ قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اعلان فرمائیں گے آج کس کی بادشاہی ہے تو کسی طرف سے کچھ جواب نہ آئے گا تو پھر اللہ پاک ہی اعلان فرمائیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ آج بادشاہت ایک اللہ کی ہے جو غالب ہے۔

دوسری قراءت میں مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے اور بعض اہل علم نے اسی قراءت کو زیادہ بلیغ قرار دیا ہے اس لئے کہ بادشاہ رعیت کے عمومی امور کا انتظام کرتا ہے جب کہ خصوصی امور میں اسے تصرف کی اجازت نہیں ہے لیکن مالک مطلق کا اقتدار عمومیت کا حامل ہوتا ہے۔ ان دونوں کے فرق کو وضاحت کے ساتھ معلوم کرنے کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے اس پر غور کریں۔

ایک غلام شخص کسی ملک پر بادشاہت کر رہا ہے وہ صاحب اقتدار ہے۔ ظاہر ہے کہ مملکت کے تمام معاملات تو اصل مالک کے ہاتھ میں ہیں جسے مکمل کنٹرول حاصل ہے۔ بادشاہ تو مالک کے ماتحت ہے۔ اس لحاظ سے مالک کی قراءت بنسبت ملک کی قراءت کے زیادہ وسعت کی حامل ہے اور پھر مالک کی قراءت میں جس قدر خشوع زیادہ ہے وہ ملک کی قراءت میں نہیں ہے۔ مزید برآں ایک حرف کی بھی کمی ہو جاتی ہے۔

دین : لغت عربی میں دین کا معنی بدلہ دینے کا ہے۔ مشہور ضرب المثل ہے كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے' مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے مقصود یہ ہے کہ اللہ جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔ اس روز اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

دین بطور استعارہ کے شریعت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ نیز عدالت و انصاف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے تو اس وقت معنی یوں ہوگا کہ اللہ مالک الملک عدالت کے دن کا مالک ہوگا۔

اگرچہ فی الحقیقت اللہ کی بادشاہت اور اس کی ملکیت دائمی ہے لیکن يَوْمِ الدِّيْنِ کے یوم سے پہلے (فی) محذوف ہے۔ اس سے وضاحت ہو رہی ہے کہ دنیا میں تو اور بھی ہیں جو اپنی بادشاہت کا دعوی کرتے ہیں لیکن جزا و سزا کے دن کوئی بھی شخص اس قسم کا دعوی نہ کر پائے گا۔ ارشاد ربانی ہے اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ "اس دن صحیح بادشاہت رحمان کی ہوگی" بلکہ اللہ کی اجازت کے بغیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی کلام نہیں کر سکے گا۔ اللہ پاک اعلان فرمائیں گے اَینَ مُلُوکُ الأَرضِ الیَومَ؟"دنیا میں بادشاہت کا دعوی کرنے والے آج کہاں ہیں؟" لیکن سناٹا طاری ہوگا کوئی جواب نہ آئے گا۔ تو اللہ پاک اعلان فرمائیں گے لِمَنِ المُلکُ الیَوم "آج کس کی بادشاہت ہے؟" اس پر فضا بھی ساکت رہے گی' کوئی آواز نہ اٹھے گی تو اللہ پاک اپنی بادشاہت کا اعلان فرمائیں گے۔ آج ایک اللہ کی بادشاہت ہے جو ہر چیز پر غالب ہے۔

پس مٰلِکِ یَومِ الدِّین میں اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ اللہ پاک جو وصف ربوبیت اور رَحِیمیّت کے ساتھ موصوف ہے وہ وصف عدالت کے ساتھ بھی موصوف ہے۔ ارشاد باری ہے وَ نَضَعُ المَوَازِینَ القِسطَ لِیَومِ القِیٰمَةِ فَلَا تُظلَمُ نَفسٌ شَیئًا وَاِن کَانَ مِثقَالَ حَبَّةٍ مِن خَردَلٍ اَتَینَا بِهَا وَکَفٰی بِنَا حَاسِبِینَ

" اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو ہم اس کو لا حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔ "

نیز ارشاد باری ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ المَلَآئِکَةُ وَ اُولُو العِلمِ قَآئِمًا بِالقِسطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ العَزِیزُ الحَکِیم (آل عمران ۱۸)

اللہ گواہ ہے کہ نہیں کوئی معبود برحق مگر وہی نیز فرشتے اور اہل علم گواہ ہیں کہ اللہ انصاف کے ساتھ تدبیر کرنے والا ہے' نہیں کوئی معبود مگر وہی ہے غالب اور حکمت والا ہے نیز دین کا معنی قانون کا بھی ہے۔ سورۃ یوسف میں ہے مَا کَانَ لِیَاخُذَ اَخَاهُ فِی دِینِ المَلِکِ (یوسف ۷۶)

"اس کو بادشاہ کے قانون کی رو سے یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے بھائی کو روک سکے۔" نیز اس کا معنی اطاعت کا بھی استعمال ہوا ہے وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَلَهُ الدِّینُ وَاصِبًا (النحل ۵۲)

" اور اسی کے قبضہ میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اس ذات کی اطاعت لازم ہے۔ "

معلوم ہوا کہ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء۔ اچھے اور برے اعمال کا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا۔ اس لئے قیامت کے دن کو یَومِ الدِّین یعنی سزا و جزا کا دن کہا گیا ہے۔

پس اگر کوئی شخص اچھے اعمال کرتا ہے لیکن اللہ کو وحدہ لا شریک تسلیم نہیں کرتا اور صفات الٰھیہ کا انکار کرتا ہے (یعنی ان کی تاویل میں اہل سنت کے جادہ مستقیم سے انحراف کرتا ہے) تو اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے اچھے اعمال کا بدلہ تو اسے دنیوی زندگی میں مل جائے گا لیکن آخرت میں اس کے اچھے اعمال کا کچھ وزن نہیں ہوگا اس لئے کہ اعمال صالحہ کے قبول ہونے کا انحصار ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ پر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قُل هَل نُنَبِّئُکُم بِالاَخسَرِینَ اَعمَالًا اَلَّذِینَ ضَلَّ سَعیُهُم فِی الحَیٰوۃِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (الکہف ۱۰۳ - ۱۰۴)

آپ بتائیں کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو اعمال کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ بدنصیب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا کی کوششیں رائیگاں گئیں جب کہ ان کا خیال ہے کہ وہ اچھے عمل کرتے ہیں۔

اسی طرح وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتے یا جو لوگ آپ کو مقام رسالت سے اٹھا کر مقام الوہیت پر فائز کرتے ہیں اور آپ ﷺ میں الوہیت کے اوصاف ثابت کرتے ہیں۔ آپ کو اللہ کا اوتار' مختار کل اور مشکل کشا سمجھتے ہیں تو ایسے لوگوں کو قیامت کے دن کفار اور مرتدین کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا اگرچہ وہ دنیا میں بزعم خود صدقات و خیرات کرتے رہے اور نمازیں بھی ادا کرتے رہے لیکن ان کے غیر اسلامی عقائد نے ان کے اعمال صالحہ پر بھی خط تنسیخ کھینچ دیا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ہاں اگر اس قسم کے بدطینت' گستاخ رسول بدقماش لوگ اگر موت سے پہلے ان مذموم اور کفریہ عقائد سے تائب ہو جائیں' اللہ کو معبود حقیقی وحدہ لاشریک تسلیم کریں اور رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کریں تو امید ہے کہ ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ ارشاد ربانی ہے

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (الزمر ۵۳-۵۴)

"میری جانب سے اعلان کرو کہ اے میرے بندو جو حد سے تجاوز کر گئے ہو کہ تم ہرگز اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بلاشبہ اللہ سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ بلاشبہ وہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے اور تم اپنے پروردگار کی جانب رجوع کرو اور اس کے مطیع ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے پھر تمہاری مدد نہ ہو گی۔"

پس جو لوگ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ کبر و نخوت سے کوسوں دور رہتے ہیں' ریا کاری سے انہیں واسطہ نہیں۔ اگر نفس امارہ کے بہکانے سے کبھی وہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں تو فوراً ندامت اور شرمندگی ان کے دامن کو تھام لیتی ہے۔ پریشانی کے عالم میں نہایت تضرع و زاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے وقت ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور ان کے دل عذاب الٰہی کے مشاہدہ سے کانپ رہے ہوتے ہیں تو اللہ پاک نہ صرف ان کے گناہوں پر کچھ مواخذہ نہیں کرتے بلکہ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (الفرقان ۷۰)

"مگر وہ شخص جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اعمال صالحہ کئے پس یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔"

تو جس کا دامن گناہوں سے آلودہ ہے۔ جب اس قسم کا مژدہ جانفزا اس کے کانوں سے ٹکراتا ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضوء کریں

البتہ حقوق العباد پر ڈاکہ ڈالنے والے اور دیدہ دلیری کے ساتھ کسی مسلمان بھائی کے مال' عزت اور جان پر حملہ کرنے والے لوگوں کو گریبان میں منہ ڈال کر کتاب و سنت کی تشریحات کی روشنی میں ان لوگوں سے رابطہ قائم کرنا چاہئے جنہیں نقصان پہنچایا گیا ہے اور ان سے معاف کرائیں یا ان کے غصب کردہ حقوق کا معاوضہ ادا کریں پھر اللہ پاک کی بارگاہ میں نہایت بے چارگی کے عالم میں خود کو پیش کریں اور اپنی کوتاہیوں کا صدق دل سے اعتراف کرکے ان سے عفو و درگزر کی درخواست کریں اگر وہ معاف کردیں تو بہتر ورنہ ان کا فیصلہ حشر کے میدان میں ہوگا۔

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو از جو

کس قدر بدیہی بات ہے کہ آگ جلاتی ہے' آپ جو چیز اس میں گرائیں گے وہ جل کر بھسم ہو جائے گی۔ آپ زہر کا پیالہ نوش کریں آپ پر اس کا کچھ اثر نہ ہو' ممکن نہیں۔ اسی طرح اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ کے اثرات سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اعمال کا محاسبہ ضروری ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَزِنُوْا اَعْمَالَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا وَتَزَیَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْاَکْبَرِ عَلٰی مَنْ لَا تَخْفٰی عَلَیْہِ اَعْمَالُکُمْ (الحدیث)

"تم خود کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ ہو اور اپنے اعمال کا اس سے پہلے وزن کرو کہ ان کا وزن ہو اور بارگاہ الٰہی میں بڑی پیشی کے لئے خود کو تیار کرو۔ تمہارے اعمال اس سے پوشیدہ نہیں ہیں۔"

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تشریح

اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے جملہ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ جملہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی کو واضح کر رہا ہے۔ جس طرح لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ نفی اور اثبات سے مرکب ہے کہ اللہ کے سوا کی تمام قسم کی عبادات کی نفی کریں اور پروردگار عالم جو ربوبیت رَحِیْمِیَّت اور عدالت کے اوصاف کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ موصوف ہے اس اکیلے کے لئے تمام قسم کی عبادات کو مخصوص قرار دیں۔ اسی طرح اِیَّاکَ نَعۡبُدُ میں فعل سے مفعول کو ایاک کی شکل میں مقدم کردیا ہے اور مفعول کے مقدم کرنے سے حصر کا معنی مراد لیا جاتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تیرے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ اسی طرح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی بھی معبود برحق نہیں ہے۔ غور کریں یہی مفہوم دیگر آیات میں بھی پایا جاتا ہے جیسے یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اعۡبُدُوا رَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُمۡ (البقرہ ۲۱) "اے لوگو! تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔" اس کے بعد والی آیت کے آخر میں ارشاد ہے کہ تم اللہ کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔

عبادت کے مفہوم میں اطاعت کے ساتھ ساتھ غَایَتُہ التَّعۡظِیمُ 'کمال محبت' انتہائی تواضع کا تصور ملحوظ خاطر رہے۔ اگر یہ تصورات موجود ہیں تو اسے عبادت کہا جائے گا ورنہ رسمًا عبادت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان میں خضوع ' اطاعت' ذلت محبت میں بھی عبادت کا مفہوم تو موجود ہے لیکن یہ سبھی الفاظ عربی زبان میں الگ الگ استعمال ہوتے ہیں جبکہ عبادت میں ان سب معانی کا حسین امتزاج موجود ہے۔ لغت عرب میں ایک دقیق فرق ملاحظہ فرمائیں۔ عباد اور عبید میں واضح فرق موجود ہے اگرچہ مادہ ایک ہے۔ "عبادؔ" کا لفظ عبادت سے ماخوذ ہے اس بنا پر اس کی اضافت کثرت کے ساتھ اللہ کی طرف ہوتی ہے جب کہ عبید کے لفظ کی وضاحت غیر اللہ کی طرف ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ عبودیت سے ماخوذ ہے جس کے معانی میں غلامی کا مفہوم کارفرما ہے۔ اس لحاظ سے عبادت اور عبودیت میں نمایاں فرق ہے۔ مقام عبدیت کے اعلی مقام پر رسول اکرم ﷺ ہی فائز ہیں غور فرمائیں کلمہ شہادت میں آپ کو نبی تسلیم کرنے کی شہادت سے پہلے آپ کی عبدیت کی شہادت کا ذکر ہے کہ آپ بارگاہ صمدی میں تذلل و ابتہال اور محبت و اطاعت و احترام کے سب سے بلند مقام پر فائز تھے۔

بارگاہ الٰہی میں جب کوئی بندہ کسی مقصد کے لئے دعا کرتا ہے تو دعا میں بھی انتہائی تذلّل' انتہاء درجہ کی محبت اور اطاعت مطلوب ہوتی ہے۔

ایک لطیف نقطہ : سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرنے والا شخص جب اللہ کی ربوبیت' رَحِیمِیَّت اور مقام عدالت کا عجز و نیاز کے عالم میں اعتراف کرتا ہے تو اللہ کی ذات کا تصور اس کے دماغ میں حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے تو وہ بے اختیار اللہ پاک کو مخاطب کرتے ہوئے اعتراف کرتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ گویا کہ اسے اللہ سامنے نظر آرہا ہوتا ہے۔ اسی لئے مخاطب کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اور پھر قاری اعتراف کرتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں میں اکیلا کیسے حاضر ہو سکتا ہوں جب کہ میں سرتاپا غلط کار ہوں تو وہ دیگر ساتھیوں کو اپنے ساتھ شامل کرتے ہوئے نہایت مسکنت اور تضرع کے عالم میں یوں کہتا ہے کہ میں اکیلا نہیں بلکہ ایک جماعت کے ساتھ بندہ حاضر ہے۔ ہم سب صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیری ہی عبادت میں مصروف ہیں اور تجھ سے ہی مدد کے طلب گار ہیں۔ شاید ان کی معیت میں مجھے بھی شرف باریابی حاصل ہو جائے اور صالحین کے زمرہ میں میرا بھی شمار ہو جائے۔ نیز میرا عبادت کرنا تیری استعانت کے ساتھ ہی تو ہے اس لئے تجھ سے استعانت کی بھیک مانگتا ہوں نیز عبادت کے اعتراف سے پہلے اللہ کی ذات کو اس لئے مقدم رکھا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت میں مصروف شخص کا دھیان اولاً اللہ کی ذات کی طرف ہوتا ہے اس لئے کہ عبادت سے وہی مقصود ہے اور اس سے عبادت کی جانب متوجہ ہونا ہے اللہ پاک کی معرفت میں غوطہ زن شخص جب استغراق کے عالم میں اللہ کی ذات کی جانب مکمل طور پر توجہ کرتا ہے تو ماسوائے اللہ کے اس کی نظر سے ہر چیز غائب ہو جاتی ہے بلکہ خود کو بھی دیکھ نہیں پاتا اس لئے تخصیص کے انداز میں اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے اعتراف کرتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

کیا کسی انسان سے استعانت درست نہیں جب کہ اسباب کی دنیا میں ہم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور مدد طلب بھی کرتے ہیں تو حصر کے انداز سے تو اسباب کی استعانت کو بھی کیسے صحیح سمجھا جا سکتا ہے؟ جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو طبیب کی خدمت میں جاتے ہیں۔ اس کے مشورہ سے دوا استعمال کرتے ہیں۔ اس قسم کی استعانت تو ہم سب میں موجود ہے تو استعانت کی وضاحت کریں کہ کون سی استعانت درست ہے اور وہ کون سی استعانت ہے جس کو صرف اللہ سے طلب کیا جائے۔

جواب : ایک کاشت کار زمین میں کسی چیز کی کاشت کرنے سے پہلے ہل چلاتا ہے۔ کھیت کو پانی سے سیراب کرتا ہے اس میں کھاد ڈالتا ہے کاشت کرنے کے جو ظاہری اسباب تھے ان کو پورا کرنے کے بعد وہ اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ میں نے اسباب کی حد تک اہتمام کیا ہے۔ زمین میں بیج کاشت کردیا ہے۔ اب میں تجھ سے ہی مدد چاہتا ہوں کہ فصل کو آفات سماوی اور زمینی سے محفوظ فرما اور میری کوششوں کو کامیاب فرما۔ ظاہر ہے کہ دنیوی اسباب کے مہیا کرنے میں ہرگز کوتاہی نہیں کی گئی ہے لیکن ماوراء الاسباب ہلاکتوں اور تباہیوں سے حفاظت کے لئے تجھ سے مدد کی دعا کرتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ مقام توحید سے دور چلے گئے جو قبروں والوں یا زندہ پیروں کے ہاں جاکر ان سے استمداد کرتے ہیں کہ انہیں فلاں بیماری سے شفا حاصل ہو جائے۔ ان کا فلاں رکا ہوا کام صحیح ہو جائے۔ ان کا باغ آفات سے محفوظ رہے۔ غیر اللہ سے استمداد کرنے والے مشرک ہیں۔ توحید کی راہ سے وہ دور ہٹ گئے ہیں لیکن اگر وہ کسی زندہ بزرگ کی خدمت میں جاکر کہیں کہ آپ ہمارے فلاں کام میں اللہ پاک سے دعا کریں کہ وہ کام ہو جائے تو درست ہے لیکن زندہ یا فوت شدہ لوگوں کو اللہ کے مقام پر بٹھانا اور ان سے استمداد طلب کرنا شرک ہے۔ (اسی طرح کسی پیغمبر ولی فوت شدہ کے وسیلہ سے دعا کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی شرک ہے) اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے مفہوم کے منافی ہے البتہ کسی پرہیز گار زندہ انسان سے دعا کرانا درست ہے۔

سورۃ بقرہ آیت ۱۵۳ میں اللہ پاک فرماتے ہیں اے ایمان والو! تم صبر اور نماز پر مداومت کے ساتھ مدد طلب کرو۔ یعنی مشکلات پر قابو پانے کے لئے صبر اور نماز پر مداومت کرکے مدد طلب کرو۔ اعمال صالحہ کے ٹھیک ٹھیک اس کیفیت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے بھی مصابرت کی ضرورت ہے جس کیفیت کی وضاحت کتاب و سنت میں موجود ہے۔ اس لئے اللہ پاک نے اعلان فرمایا کہ نماز کی صحیح صحیح ادائیگی حضور قلب اور اللہ پاک کے جلال کو دل پر منقش کرکے اور اس کی بادشاہت کا اعتراف کرنے کے سوا مشکل ہے۔ نماز رکوع' سجود' قیام اور زبان کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کرنے اور اذکار مسنونہ زبان پر لانے کا نام نہیں ہے۔ اس کیفیت کے ساتھ تو بچے بھی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ نماز کے عادی لوگ فواحش و منکرات سے بچاؤ اختیار نہیں کرتے بلکہ شب و روز نہایت انہماک کے ساتھ ان میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ پاک کے ہاں ایسی نماز کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے جب کہ صحیح نماز وہ ہے جس کو صحیح کیفیت کے ساتھ ادا کرنے والا شخص اللہ پاک سے مناجات کرتا ہے اور اللہ پاک کو اپنے سامنے محسوس کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب آپ کسی مشکل میں پریشان ہوتے تو نماز ادا کرنے کے لئے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو جاتے۔ نماز کے آغاز میں جب انسان اللہ اکبر کے کلمات زبان پر لاتا ہے تو جہاں اللہ کی عظمت اور سلطنت کا تصور اس کے دل و دماغ پر حاوی ہوتا ہے وہاں اللہ کی خوشنودی کے لئے ہر قسم کی مشکلات کو برداشت کرنے کے لئے خود کو تیار پاتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ جب اللہ کی کبریائی تمام عالم پر محیط ہے اور اللہ کے برابر کوئی چیز نہیں ہے جس کی خوشنودی کے لئے کوشاں رہا جائے یا مصائب سے بچاؤ کے لئے اس کی پناہ میں آیا جائے تو بس اللہ سے ہی مدد طلب کی جائے اور گناہوں سے بچاؤ کے لئے صبر اور نماز میں مشغول ہوکر ان سے بچاؤ حاصل کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ "بلاشبہ نماز بے حیائی اور منکر کاموں سے روکتی ہے۔"

اچھے کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچاؤ کے لئے اللہ سے مدد کرنے کا سوال کیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا اے معاذ! اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ اے معاذ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو نے ہر نماز کے ادا کرنے کے بعد ذیل کے دعائیہ کلمات کہنے ہونگے۔ اے اللہ! میری مدد فرما کہ میں تیرے ذکر میں مصروف رہوں اور میں تیری نعمتوں پر تیرا شکریہ ادا کروں اور نہایت خوبصورت انداز میں تیری عبادت کروں۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اللہ کی توفیق اور اس کی استعانت کے بغیر کوئی بھی انسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی کام پر قدرت نہیں پاتا۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ دعا فرماتے کہ اللہ ! مجھے ان کاموں کو سرانجام دینے کی توفیق عطا فرما جن کو تو پسند فرماتا ہے اور جن سے تو راضی ہوتا ہے۔ اللہ کی توفیق اور اس کی استعانت کے سوا کوئی بھی کام سرانجام نہیں پا سکتا۔ اللہ پاک ہمیں اپنے ان تمام کاموں میں ہماری رہنمائی فرمائے جو اس کی رضا کا باعث ہیں اور ان کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔ اَلسَّعْیُ مِنَّا وَ التَّوفِیقُ وَ الِاتمَامُ بِعَونِ اللّٰہِ وَ فَضلِہٖ وَ کَرَمِہٖ

اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ کی تشریح

اللہ پاک کے وصف ربوبیت، وصف رحیمیت، وصف عدالت کے اعتراف اور ان اوصاف میں غوطہ زن ہونے کے بعد انسان جب اللہ کی ذات بے مثال کو اپنے تصور میں اپنے سامنے پاتا ہے تو وہ بارگاہ الٰہی میں نہایت عجز و ابتہال کے عالم میں صراط مستقیم کی راہنمائی اور اس پر استقامت کی دعا کرتا ہے۔

جب ہم قرآن و سنت کی ورق گردانی کرتے ہیں اور دنیوی و اخروی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور غور و فکر کے ساتھ جائزہ لیتے ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ انسان جوکہ اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب ہے اس کو سعادتوں سے ہم کنار کرنے اور شقاوتوں سے تحفظ عطا کرنے کے لئے جہاں عقل و بصیرت سے نوازا ہے وہاں ان سے پہلے وجدان عطا کیا ہے۔ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ پیدائش کے تھوڑا عرصہ بعد غذا کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ وہ فطری طور پر غذا کے حصول کے لئے چیختا چلاتا ہے اور جب اس کی والدہ اسے اپنی چھاتی سے لگاتی ہے تو وہ والدہ کے پستان کو منہ میں لے کر چوسنے لگتا ہے۔ ہدایت کا یہ پہلا درجہ ہے جس کو وجدان کا نام دیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

اَلَّذِی اَعطٰی کُلَّ شَیئٍ خَلقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی (طٰہٰ ۵۰)

”کہ اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ضروریات کی طرف اس کی رہنمائی کی۔“

پھر اللہ پاک نے حیوانات کو حواس خمسہ سے بھی نوازا ہے حواس خمسہ سے مقصود (قوت باصرہ) ہے۔ یعنی آنکھیں عطا کی ہیں جن سے وہ چیزوں کو دیکھتا ہے۔ (قوت سامعہ) ہے یعنی کان عطا کئے ہیں جن سے وہ مختلف آوازوں کو سنتا ہے۔ (قوت شامہ) ہے جس سے وہ خوشبودار اور بدبودار چیزوں کو سونگھتا ہے۔ (قوت ذائقہ) ہے جس سے وہ میٹھی، کڑوی کسیلی اور پھیکی چیزوں میں امتیاز کرتا ہے۔ (قوت لامسہ) ہے جس سے اسے گرمی و سردی کا احساس ہوتا ہے۔ تمام حیوانات میں یہ قوتیں موجود ہیں جب کہ انسان اگرچہ حیوانات کے ساتھ ان تمام قوتوں میں مشارکت رکھتا ہے لیکن حیوانات میں یہ قوتیں بہت جلد تکمیل پذیر ہو جاتی ہیں لیکن انسان میں یہ قوتیں تدریجا بہ نسبت حیوانات کے زیادہ عرصہ میں تکمیل پذیر ہوتی ہیں۔ انسان کا بچہ پیدا ہونے کے کچھ عرصہ بعد آوازوں اور مرئیات کا ادراک کرتا ہے۔ اس کی نظر مسافت کی تحدید میں صحیح نہیں دیکھی گئی۔ وہ غلطی کر جاتا ہے۔ چنانچہ وہ بعید مسافت والی چیزوں کو قریب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محسوس کرتے ہوئے اس کی جانب ہاتھ بڑھاتا ہے اور اس کو پکڑنا چاہتا ہے۔ بعض دفعہ چاند کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ حالانکہ چاند اس کی گرفت سے بہت دور ہوتا ہے۔

اللہ نے حیوانات کو اجتماعی زندگی گزارنے کے لئے بالخصوص جس رہنمائی سے نوازا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ شہد کی مکھیوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں اجتماعی زندگی گزارنے کا خاص سلیقہ ہے۔ انہیں بالخصوص اس سلیقہ سے فطرتی طور پر نوازا گیا ہے۔ ان کا ہر فرد صرف اپنے لئے نہیں بلکہ سبھی کے فوائد کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اسی طرح وہ سب بھی ایک فرد کے لئے متحرک اور کوشاں رہتے ہیں۔ اس انداز پر ان کی زندگی گزر رہی ہے۔

ہمارا مشاہدہ اس کی تصدیق کرتا ہے کہ شہد کی مکھیوں کے بارے میں ہے کہ وہ مکھیاں اپنے بادشاہ کی معیت میں اس کے پیچھے اجتماعی شکل میں اڑان اختیار کرتی ہیں۔ صحیح حدیث کے اس جملہ سے استناد ہے کہ دجال جب نمودار ہوگا اور زمین کو حکم دے گا کہ وہ اپنے اندر مدفون سونے چاندی کے ذخائر کو روئے زمین پر نکال کر باہر پھینکے تو وہ دجال کے پیچھے پیچھے یوں چلے گا جیسے شہد کی مکھیاں اپنے بادشاہ کے پیچھے پیچھے اڑان اختیار کرتی ہیں (مشکوہ مترجم ج ۴ ص ۳۲۲)۔ مزید برآں موجودہ دور میں ڈبوں میں بند شہد کی مکھیوں کو کسی باغ میں پھلوں اور پھولوں کا رس چوسنے کے لئے چھوڑا جاتا ہے تو وہ نظم و ضبط کے ساتھ اپنے بادشاہ کی قیادت میں رس چوس کر اسی ڈبہ میں واپس آتیں ہیں جس سے وہ اڑ کر گئیں تھیں جب کہ مکھیوں کے اور ڈبے بھی موجود ہوتے ہیں لیکن ایک ڈبے کی مکھی کسی دوسرے ڈبے میں نہیں جاتی۔

لیکن انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کو اللہ نے عقل کے خاص عطیہ کے ساتھ بھی نوازا ہے۔ جس کا کام یہ ہے کہ وہ وجدان اور حواس خمسہ کی غلط کاریوں کی نشاندہی کرتی ہے اور اسباب کو واضح کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ آنکھ جب دور مسافت پر ایک چیز کا مشاہدہ کرتی ہے۔ درحقیقت وہ چیز حجم میں بڑی ہوتی ہے لیکن بوجہ مسافت کی دوری کے نظر اس کے حجم کو چھوٹا قرار دیتی ہے۔ اسی طرح پانی میں گاڑی ہوئی سیدھی لکڑی کو ٹیڑھا سمجھتی ہے اور صفراوی مزاج والا انسان میٹھی چیز کے ذائقے کو کڑوا سمجھتا ہے البتہ یہ عقل کا کام ہے کہ حواس خمسہ کی غلطی کو واضح کرے۔

لیکن جس طرح حواس خمسہ غلط نشان دہی کرتے ہیں اسی طرح بسا اوقات عقل بھی چیزوں کے ادراک میں غلطی کر جاتی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان حواس خمسہ اور عقل سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کرتا بلکہ حواس اور عقل کو شہوت نفسانی کا تابع بنا دیتا ہے۔ نتیجۃً حواس خمسہ اور عقل انسان کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیتے ہیں تو عقل خواہشات کی تکمیل کے لئے مختلف قسم کے حیلوں کو جنم دیتی ہے تو ایسی صورت حال میں انسان کے لئے کیسے ممکن ہے کہ اس کی زندگی اخروی سعادتوں اور کامیابیوں کے ساتھ ہم کنار ہو۔ اس قسم کی صورت حال میں خواہشات نفسانی میں لحظہ بہ لحظہ تموج رونما ہوتا رہے گا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے تمام حدود سے تجاوز کر جائے گا۔ جب معاشرہ میں اس قسم کے افراد کی بہتات ہو جائے گی تو ہر شخص اپنی شہوت کی تسکین کے لئے معاشرہ میں دوسرے رفقاء پر حملہ آور ہوگا۔ اس طرح معاشرہ شر و فساد کی لپیٹ میں آ جائے گا اور قتل و غارت کا بازار مسلسل گرم رہے گا۔ تو اب معاشرہ شدت کے ساتھ ایسی ہدایت کی ضرورت محسوس کرتا ہے جس کی روشنی میں معاشرہ کو ان فساد انگیزیوں سے نجات حاصل ہو جائے۔ پس اس آیت کے ساتھ ساتھ دیگر آیات میں بھی انسان کو اس ہدایت کی جانب متوجہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَ هَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْن

"کہ ہم نے انسان کو سعادت اور شقاوت دونوں کی ہدایت سے بہرہ ور فرمایا ہے۔"

یعنی یہ آیت حواس ظاہرہ' باطنہ' عقل اور ہدایت دینیہ کو شامل ہے۔ نیز ارشاد ربانی ہے

وَ اَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَى عَلَى الْهُدَى (فصلت ۱۷)

لیکن ثمود کی ہم نے رہنمائی فرمائی لیکن انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھاپن کر رہنا پسند کیا۔"

مقصود یہ ہے کہ ہم نے انہیں خیر و شر دونوں سے آگاہ کیا لیکن وہ شر کی راہ پر گامزن رہے جسے اندھا پن اختیار کرنے کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن ارشاد الٰہی ہے

أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهِ (الانعام ۹۰)

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم انہیں کی ہدایت کی پیروی کرو۔"

اس سے مقصود یہ ہے کہ ہم نے انہیں توفیق عطا کی چنانچہ وہ اللہ کی راہنمائی کے مطابق اسی راہ پر گامزن رہے جس پر رواں دواں رہنے سے انہیں اخروی نجات حاصل ہوئی لیکن اس ہدایت سے سبھی لوگوں کو سرفراز نہیں کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اسے اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے

اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ (القصص ۵۶)

"اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ آپ ان لوگوں کو راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے جن کو آپ محبوب رکھتے ہیں لیکن اللہ راہ ہدایت پر ان لوگوں کو لائے گا جن کو وہ چاہے گا۔"

پس رسول اکرم کے لئے جس ہدایت کو ثابت کیا گیا ہے اس سے مقصود حق و صداقت سے آشنا کرانا ہے اور جس ہدایت کی نفی کی گئی ہے اس سے مقصود توفیق ہے۔ ظاہر ہے توفیق عطا کرنا اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے اور یہ اس کا وصف ہے۔

معلوم ہوا کہ انسان دین اسلام کی باتوں' حواس خمسہ اور عقل کے استعمال میں غلطی کر سکتا ہے تو ایسی حالت میں انسان خاص قسم کی مدد کا محتاج ہے۔ اسی کی طلب کے لئے ہمیں اس آیت میں حکم دیا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ہمیں سیدھی راہ کی رہنمائی عطا فرما یعنی ہمیں خاص قسم کی غیبی معونت سے سرفراز فرمائیں جو ہمیں گمراہی سے بچائے۔ قرآن پاک میں پہلی دعا جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس کی اللہ سے دعا کریں وہ یہ ہے کہ ہمیں سیدھے راہ کی رہنمائی فرما۔ اس لئے کہ ہمیں جس قدر اللہ کی جانب سے رہنمائی کی ضرورت ہے اس قدر ہمیں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہمیں سیدھی راہ پر ثابت قدمی عطا فرما۔ یعنی استمرار مقصود ہے۔

الصراط اصل میں (سراط) سین مہملہ کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی راستہ ہے۔ پس صراط مستقیم سے مقصود دین اسلام ہے جب کہ دین اسلام عقائد احکام' آداب اور دیگر تعلیمات پر مشتمل ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیوی' اخروی سعادتوں سے دامن کو معمور کیا جا سکتا ہے لیکن اسلام کے اصولوں سے انحراف کرنے والے اور اس کے لئے جواز پیدا کر کے حیلوں بہانوں کا سہارا لینا دین اسلام کے ساتھ کھیلنے کے مترادف ہے۔ بعض علماء وقف لائبریری سے مطالعہ کے لئے کتاب حاصل کرتے ہیں پھر اس پر اپنا تسلط قائم کر لیتے ہیں کہ وقف کرنے والے کا مقصد اس کتاب سے فائدہ اٹھانا ہے اور میں بھی اس سے فائدہ اٹھا رہا ہوں ۔ اس بناء پر وقف لائبریری سے کتاب کی چوری کو چوری نہیں سمجھتے اور بہانہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ہم اس کتاب سے استفادہ کرنے والے ہیں اور جب میں استفادہ کر رہا ہوں تو میرا اس پر قبضہ جمانا درست ہے۔ اس قسم کی حیلہ سازی اور مکر و فریب کی اجازت نہیں ہے۔

دراصل اس قسم کے لوگ اگر اللہ کی جانب توجہ کریں اور عنایت الٰہی سے مدد طلب کریں کہ وہ انہیں صراط مستقیم پر استقامت عطا فرمائے تو وہ یقیناً اس قسم کی حیلہ سازیوں سے تائب ہو کر صراط مستقیم پر فائز ہو سکتے ہیں۔ استقامت علی الحق کے لئے اللہ پاک کی عنایات کی بھیک مانگنا ضروری ہے (تفسیر المنار)

علم ہندسہ میں خط مستقیم اور خط مستوی ایک ہیں۔ اس سے مقصود وہ خط ہوتا ہے جو دو نقطوں کو ملاتا ہے اور خط مستوی کی علامت یہ ہے کہ دو نقطوں کے درمیاں جو خط کھینچا جاتا ہے وہ مسافت میں کم ہوتا ہے بہ نسبت ان خطوط کے جو ٹیڑھے ہوں ان میں مسافت خط مستوی سے زیادہ ہوگی۔ صراط مستقیم سے مراد اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی متابعت ہے۔

چنانچہ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی ہے کہ راستہ کے دونوں کناروں پر دو دیواریں ہیں جن میں دروازے کھلے ہیں لیکن دروازوں پر پردے لٹک رہے ہیں اور راستہ پر ایک بلانے والا ہے جو منادی کر رہا ہے کہ اے لوگو! راستہ پر چلو اور ٹیڑھا پن اختیار نہ کرو جب کہ راستہ کے سرے پر بھی ایک داعی ہے جب اس پر چلنے والا انسان کسی دوسرے دروازے کو کھولنا چاہتا ہے تو داعی کہتا ہے تجھ پر افسوس ہے دروازہ نہ کھولئے۔ جب دروازہ کھل جائے گا تو تو اس میں داخل ہو جائے گا۔ پس راستہ سے مقصود اسلام ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیواروں سے مراد حدود الٰہیہ ہیں اور کھلے دروازوں سے مقصود محرمات الٰہیہ ہیں اور راستہ کے کنارے پر پکارنے والی کتاب اللہ ہے اور آخری کنارے پر دعوت دینے والا اللہ کی جانب سے وہ وعظ و نصیحت ہے جو ہر مسلمان کے قلب سلیم میں موجود ہے۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۴ طبع دارالفکر مشکوۃ تخریج علامہ البانی ج ۱ ص ۶۷)

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ کی تشریح

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر انعام کیا گیا ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر ان کا ذکر موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا (النساء : ٦٩)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ انبیاء ' صدیقین' شہداء اور صالحین کی جماعت کے ساتھ ہوں گے۔"

پس آیت مذکورہ کا مفہوم یہ ہے کہ جب ایماندار شخص اپنے لئے اور اپنے ایمان دار بھائیوں کے لئے صراط مستقیم کی جانب ہدایت کی توفیق عطا کرنے کی دعا کرتا ہے لیکن صراط مستقیم مجمل ہے تو اس اجمال کی وضاحت کردی گئی کہ صراط مستقیم سے مقصود وہ سیدھا راستہ ہے جس راستہ پر وہ لوگ رواں دواں رہے جن پر تونے انعام کیا۔ یہی وہ سیدھا راستہ ہے جو بندے کو اللہ کی رضا اور اس کی جنت کی جانب لے جاتا ہے۔ اسی کا نام اسلام ہے جس کا قیام ایمان علم اور اعمال صالحہ پر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شرک اور اللہ کی نافرمانی سے بچاؤ اختیار کیا جائے۔ ایک دوسری آیت میں ہے کہ

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ (الانعام : ٩٠)

" یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت عطا کی۔ "

پس آپ ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔ قرآن کریم کی ذکر کردہ سورۃ نساء کی آیت کی روشنی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیقین کے زمرہ میں شامل ہیں۔ بلکہ آپ کی وفات کے بعد اللہ پاک نے خلافت علی منہاج النبوہ کے منصب جلیلہ کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا۔ معلوم ہوا کہ مقام صدیقیت کا مرتبہ نبوت کے بعد ہے اور صحابہ کرام نے نہ صرف یہ کہ منصب خلافت پر آپ کو بٹھایا بلکہ فوت ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوئے۔ مشکوۃ میں ثمامہ بن حزن قشیری سے مروی طویل روایت میں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کے روز فرمایا کہ رسول اللہؐ ثبیر پہاڑ پر قیام فرما تھے۔ آپؐ کی معیت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوبکرؓ عمر اور میں بھی تھا۔ کہ پہاڑ متحرک ہوا۔ آپ نے اپنا پاؤں اس پر مارتے ہوئے فرمایا کہ "اے ثبیر پہاڑ! سکون اختیار کر بلاشبہ تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں"۔ (مشکوۃ۔ ترجمہ و تحقیق مولانا محمد صادق خلیل ج۵ ص۱۸۹)

درج بالا حدیث صحیح ہے اور اس میں ابوبکر کی صدیقیت اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنھم کے شہید ہونے کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ پس ابوبکر تو صدیق ہوئے اور عمر و عثمان شہید ہونے کے لحاظ سے نص صریح کے مطابق ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جن پر اللہ کا انعام ہے۔ تفسیر نظم الدّررج ۵ ص ۳۲۰ میں شہید کی تعریف اس طرح ہے کہ وہ بیک وقت بارگاہ الٰہی میں خود کو حاضر سمجھتے ہیں۔ جب کہ عوام الناس کے ساتھ ان کا تعلق قائم رہتا ہے۔ جسم کے لحاظ سے عوام کے ساتھ ہیں جب کہ روحانی تعلق کے لحاظ سے اللہ کی معیت میں ہوتے ہیں۔ وہ دین اسلام کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیگر ادیان کی مخالفت میں سینہ سپر رہتے ہیں۔ جہاد کی ضرورت پیش آئے تو میدان جہاد میں کود پڑتے ہیں۔ انہیں غلبہ نصیب ہوتا ہے یا وہ میدان جہاد میں شہید ہو جاتے ہیں۔ پس ان پر سب و شتم کا بازار گرم رکھنا اور ان کے احترام میں ذرہ برابر کوتاہی کو روا رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حُجَةُ اللّٰهِ البَالِغَه (ج ۲ ص ۹۳) پر صِدِّيقِيَّت اور مُحَدَّثِيَّت پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "مقامات احسان میں سے صِدِّيقِيَّت اور مُحَدَّثِيَّت کا ایک خاص مقام ہے۔ ان کی حقیقت اس طرح ہے کہ امت محمدیہ میں سے کچھ لوگ صحیح الفطرت ہونے کے لحاظ سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے مشابہ ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق انبیاء کے ساتھ اس انداز کا سمجھیں جیسے زیرک شاگرد کا تعلق اپنے صاحب تحقیق استاد سے ہوتا ہے۔ اگر قوتِ عقلیہ کے لحاظ سے مشابہت ہے تو اس کا نام صدیق یا محدث ہے۔ یعنی ملہم ہے اور اگر قوت عملیہ کے لحاظ سے مشابہت ہے تو ایسے شخص کو شہید اور حواری یعنی مخلص وفادار اور جاں نثار کہا جائیگا۔"

نیز ارشاد ربانی ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ (الحدید ۱۹)

"اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی (خوش نصیب) اللہ کی جناب میں صدیق اور شہید ہیں۔"

صدیق اور محدث کے درمیان فرق یہ ہے کہ مقام صِدِّيقِيَّت پر فائز شخص کا پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ تو نہایت قریبی تعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ گندھک کا آگ کے ساتھ تعلق ہے۔ ذرا سی دیا سلائی رگڑنے سے اس پر آگ آنا فانا مشتعل ہو جاتی ہے۔ تو اس کے دل و دماغ میں وہ بات گھر کر جاتی ہے اور وہ نہایت توجہ کے ساتھ سنتا ہے۔ محبت اور حاضر دماغی کے ساتھ اس کو اپنے ذہن میں جگہ دیتا ہے۔ گویا کہ وہ بات شعلہ ہے جو مشتعل ہوگیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صدیق انسان کے دل میں رسول اکرم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کے ساتھ محبت کا داعیہ اتنا تیز ہوتا ہے کہ جانی و مالی قربانی کرنے سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا بلکہ کلی طور پر ہر حالت میں آپ کے ساتھ موافقت کو فرض سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مدحیہ انداز میں فرمایا کہ ابو بکر صدیق کا مقام ان سبھی جانی اور مالی قربانی کرنے والے پروانوں میں سے مقدم ہے۔ ان کے عظیم مقام و مرتبہ کے پیش نظر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں میں سے میں نے کسی انسان کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو ابو بکر صدیق اس لائق تھے کہ انہیں اپنا خلیل بناتا۔ لیکن میرا خلیل اللہ ہے۔ جب کہ عمر رضی اللہ عنہ کو مقام شہادت عطا ہوا تو ان کا شمار درج بالا آیت میں شہداء میں ہوگا جن کو قرآن پاک کی ذکر کردہ آیت میں ان لوگوں میں شمار کیا گیا جو اللہ پاک کی جانب سے انعام یافتہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ محدث یعنی ملہم انسان تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ گذشتہ اقوام میں ملہم یعنی الہامی لوگ تھے۔ میری امت میں اگر کوئی اس مقام پر فائز ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

سوال : بلاشبہ صدیقین کا گروہ ان لوگوں میں داخل ہے جن پر اللہ تعالی کے انعامات ہیں۔ اس لحاظ سے مریم بنت عمران کو بھی قرآن پاک میں صدیقہ کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ تو کیا انہیں بھی ان لوگوں میں شمار کیا جائے گا جن پر انعامات الٰہیہ ہیں یا نہیں؟

جواب : مریم علیہا الصلوۃ والسلام کا شمار صدیقین کے گروہ میں کرنا ایک اصولی قاعدہ پر منحصر ہے جس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ کتاب و سنت میں جمع مذکر سالم کے صیغہ میں جو مردوں کے لئے خاص ہے۔ اس میں عورتیں بھی داخل ہیں یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ داخل نہیں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ داخل ہیں۔ تو اس قاعدہ کی روشنی میں مریم علیہا الصلوۃ والسلام آیت مذکورہ میں داخل ہیں۔

ارشاد ربانی ہے

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ

" اس نے اپنے پروردگار کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی۔"

اس آیت میں قانتین اگرچہ جمع مذکر کا صیغہ ہے لیکن اس میں مریم داخل ہیں۔ (اضواء البیان علامہ شنقیطی ج ۱ ص ۱۰۵)

اس آیت میں جہاں ان لوگوں کی راہ پر رواں دواں رہنے کی توفیق کی دعا کی گئی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس پر ثابت قدمی کی بھی دعا کی گئی ہے۔ گویا تاریخ میں جن اللہ کے بندوں کو انعامات سے نوازا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ہمیں ان کے نقش قدم پر قائم و دائم رہنے کی نعمت سے سرفراز فرما۔

قرآن پاک جہاں عقائد' عبادات' معاملات کے بارے میں رہنمائی فرماتا ہے وہاں سابقہ امتوں کا بھی اس میں تذکرہ ہے اور ان کے واقعات کو مختلف اسالیب کہیں اختصار اور کہیں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پہلی امتوں میں جن انسانوں کو توفیق الٰہی نصیب ہوئی اور وہ صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے اور استقامت کی دعا کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ " آپ ان کی ہدایت کی پیروی کریں"

لیکن جو لوگ اللہ کے احکامات کی نافرمانی کرتے رہے اور شیطان کے بہکانے سے صراط مستقیم سے ہٹ گئے۔ شقاوت ان کا مقدر بن گیا۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے فرستادہ پیغمبروں سے بغاوت کی اور ان کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تو وہ اللہ کے غیض و غضب سے بچ نہ پائے' ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ ان کے واقعات کا تذکرہ بطور عبرت کے قرآن پاک میں جابجا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ انسان ان واقعات سے عبرت حاصل کریں اور تفکر و تدبر کے بعد اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کریں۔

سوال : اللہ پاک نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم گزشتہ دور کے ان لوگوں کے نقش قدم پر چلیں جن پر اللہ پاک کے انعامات سایہ افگن رہے جب کہ ہماری شریعت میں ایسے احکام موجود ہیں جو گزشتہ امتوں کے ہاں نہیں تھے اور ہماری شریعت انکی شریعت سے زیادہ مکمل ہے۔ اور اس شریعت میں نہ صرف ہمارے دور کے لئے احکامات اور اصلاحات کا ذخیرہ موجود ہے بلکہ آنے والے لوگوں کے دور کے لئے بھی ہدایت کا سرچشمہ اور رہنمائی کا مینار موجود ہے۔

جواب : قرآن پاک کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ تمام امتیں اللہ کے دین کے بنیادی امور میں متفق ہیں البتہ زمانے کے اختلاف کے ساتھ احکام میں اختلاف ممکن ہے جب کہ اصول میں کوئی اختلاف نہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے :

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ (آل عمران ۶۴)

" کہہ دو اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ۔ وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔ اگر یہ (لوگ) اس بات کو (نہ) مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے) فرماں بردار ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس اللہ پاک' اس کے فرستادہ رسولوں قیامت کے دن پر ایمان رکھنا اچھے کام کرنا اور برے کاموں کو چھوڑنا اور اخلاق حسنہ کے ساتھ خود کو متصف کرنا تمام امتوں میں برابر ہے لیکن اسلام میں رشد و ہدایت کے جو اصول بیان کئے گئے ہیں اور جن دلائل عقلیہ و کونیہ سے آگاہ کیا گیا ہے اور احکام کی بنیاد جن مصالح اور مفاسد پر استوار کی گئی ہے۔ یہ ایسے مسائل ہیں جنہیں نہایت عمدگی کے ساتھ قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے اور جن لوگوں کو مغضوب قرار دیا ہے انہیں اس لئے مغضوب قرار دیا ہے کہ انہوں نے جادہ ء حق سے اعراض کیا اور اسلامی احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے اور الضالین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے راہ حق کو پہچانا ہی نہیں' جبکہ گمراہ لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو احکام الٰہی میں تحریف کرتے ہیں۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغضوب علیھم سے مراد یہودی اور ضالین سے مراد عیسائی ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۹' صحیح ترمذی البانی ج ۳ ص ۲۰)

چنانچہ یہودیوں کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا

فَبَاءُو بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ (البقرہ ۹۰)

" تو وہ اس کے غضب میں مبتلا ہوگئے اور کفار کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ "

نیز یہودیوں کے بارے میں فرمایا

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (البقرہ ۶۱)

" اور (آخر کار) ذلت (ورسوائی) اور محتاجی (و بے نوائی) ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوگئے۔"

اور ضالین سے مراد عیسائی ہیں

ارشاد ربانی ہے

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ (المائدہ ۷۷)

" کہو کہ اے اہل کتاب اپنے دین کی (بات میں) ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور بھی اکثروں کو گمراہ کر گئے اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔"

نیز فرمایا

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللّٰهِ مَن لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أُولٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ (المائدہ ۶۰)

" کہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کے ہاں اس سے بھی بدتر سزا پانے والے کون لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب ناک ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرستش کی ایسے لوگوں کا برا ٹھکانا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بہت دور ہیں۔"

اگرچہ یہودی عیسائی دونوں گمراہ بھی ہیں اور ان سب پر اللہ کا غیظ و غضب بھی نازل ہو چکا ہے لیکن اللہ کی ناراضگی کے ساتھ یہودیوں کو خاص کیا گیا ہے۔ اگرچہ اللہ کے غضب میں ان کے ساتھ عیسائی بھی شامل ہیں اس لئے کہ وہ صحیح راہ معلوم ہونے کے بعد اس سے ہٹ گئے ہیں اور سینہ زوری کے ساتھ محرمات کے مرتکب ہوئے اس لحاظ سے وہ خصوصیت کے ساتھ اللہ کی جانب سے ناراضگی کے مستحق ٹھہرے جب کہ عیسائی جہالت کا سرچشمہ ہیں وہ حق و صداقت سے متعارف ہی نہیں ہیں اس لحاظ سے وہ بالخصوص گمراہی کے ساتھ موصوف ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد سورتوں میں بنی اسرائیل کا تذکرہ موجود ہے۔ انہیں ہفتہ کے دن کی تعظیم کا حکم دیا گیا تھا اور اس روز انہیں مچھلی کا شکار کرنے سے روکا گیا تھا۔ ان کی آزمائش ہوئی کہ ہفتہ کے دن مچھلی کثرت کے ساتھ تیرتی نظر آتی جب کہ دوسرے دنوں میں اس کثرت کے ساتھ دکھائی نہ دیتی تھی۔ انہوں نے حیلہ سازی کرکے مچھلی کا شکار ہفتہ کے روز تو نہ کیا البتہ انہیں اپنی تحویل میں لے لیا تو حیلہ سازی کے سبب ان کی شکلوں کو مسخ کرکے بندر اور سور کی شکل میں تبدیل کردیا گیا۔ اللہ پاک ان کی نافرمانی کے سبب ان پر ناراض ہوئے اور وہ مغضوب علیہ قوم قرار پائے۔ حیلہ سازی کے ساتھ ساتھ انہوں نے تورات کے احکام کو تبدیل کردیا۔ چنانچہ زنا اور چوری کی حد تک ان کی تحریف کا اشارہ قرآن پاک میں مذکور ہے اور اس کی تفصیل کتب احادیث کے ابواب الحدود میں موجود ہے (وہاں ملاحظہ فرمائیں)۔

ضالین سے مقصود وہ لوگ ہیں جو حق و صداقت سے آشنا ہی نہیں ہیں یا صحیح طور پر آشنا نہیں ہیں جب کہ ان کا عمل اس کے خلاف ہے۔ وہ خواہشات نفسانی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ یہ لوگ عملاً گمراہ ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو عقائد کے لحاظ سے گمراہ ہیں۔ مثال کے طور پر جب دو افراد میں اختلاف رونما ہوتا ہے تو اختلاف کو ختم کرنے کے لئے فیصلہ قسم اٹھانے پر ہوتا ہے۔ دونوں میں سے ہر شخص نہایت بے باکی کے ساتھ قرآن پاک ہاتھ میں پکڑتے ہوئے جھوٹی قسم دیدہ دلیری کے ساتھ اٹھاتا ہے حالانکہ اس کے جھوٹ کے آثار نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر اس سے قسم اٹھانے کا مطالبہ کرنے والا یہ کہتا ہے کہ فلاں بزرگ کے نام کی قسم اٹھائیں جسے وہ اللہ کا ولی سمجھتا ہے اور جس کی عقیدت اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہے تو اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے بلکہ اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ وہ قسم اٹھانے سے انکار کر دیتا ہے اور جھوٹ بولنے سے خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ دراصل اس بزرگ کا احترام اور اس کے ساتھ بھرپور عقیدت کا یہ عالم ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے بزرگ کے نام کی قسم اٹھاتے ہوئے جھوٹ کہہ دیا تو یقیناً میرا بیٹا کسی حادثہ میں فوت ہو جائے گا یا میرا کاروبار ختم ہو جائے گا یا مجھے کسی شدید قسم کے حادثہ سے دوچار ہونا پڑے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کچھ وہ لوگ ہیں جو احکام الٰہیہ میں حیلہ سازی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ مال جو نصاب کو پہنچ چکا ہے اور اس پر زکوۃ واجب ہے تو مال کا مالک سال گزرنے سے ایک دن پہلے اس مال کو دوسرے شخص کی ملک میں کر دیتا ہے تا کہ زکوۃ نکالنے سے محفوظ رہے۔ اور دوسرے سال کے شروع ہونے سے کچھ عرصہ بعد پھر اس مال کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس قسم کا حیلہ اختیار کرنے سے وہ زکوۃ کی ادائیگی سے محفوظ رہا اور اس ذات کی ناراضگی سے بھی محفوظ رہا جس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ وہ ہرگز محسوس تک نہیں کرتا کہ اس طرح اس نے دین اسلام کے ایک اہم رکن کو گرا دیا ہے۔ اس قسم کی بداعمالیوں کے اثرات اسلامی معاشرہ پر نہایت خطرناک نتائج کو جنم دیتے ہیں۔ اخلاق میں فساد رونما ہو جاتا ہے۔ بدبختی گھیرا ڈال لیتی ہے۔ عذاب الٰہی مسلط ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی مخلوق پر سنت اللہ یہی رہی ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيلًا :-

ہمیں گذشتہ اقوام کی تباہی و بربادی کے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور ہمیں غور و فکر کرنا چاہئے کہ وہ کون سے اصول ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر زمانہ ماضی میں قومیں دینوی اور اخروی سعادتوں سے ہم کنار ہوئیں اور وہ کون بدنصیب لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈالا اور وہ اللہ کے عذاب سے رستگاری حاصل نہ کر پائے اور وہ تباہ وبرباد ہوگئے۔ ان کے حالات سے ہمیں عبرت حاصل کرکے اپنی زندگی میں تبدیلی لانی چاہئے۔

البتہ اگر بعض افراد جادہ مستقیم سے ہٹ گئے اور احکام الٰہیہ کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا تو ضروری نہیں کہ دنیوی زندگی میں ان میں سے ہر شخص اللہ کے عذاب کی گرفت میں آئے اس لئے کہ اللہ پاک کی جانب سے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گمراہ اور بدکردار لوگوں کو ڈھیل دی جاتی ہے جس کو قرآن پاک میں استدراج کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اگرچہ اس کے ذہن میں یہ خیال نہیں آتا کہ مجھے ڈھیل دی گئی ہے اور نہ ان سے وہ نعمتیں چھینی گئیں جو انہیں حاصل ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی زندگی کے دن ختم ہو جاتے ہیں۔ ایسے شخص کو اس کے برے اعمال کا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا جس دن کوئی جان کسی جان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔ اس دن تمام اختیارات اللہ کے پاس ہونگے۔

غَيۡرِ الۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ میں لفظ غَیر لفظ الَّذِینَ سے بدل ہے۔ معنی یہ ہے کہ جن لوگوں پر انعام کیا گیا ہے۔ ان پر اللہ کا غضب نہیں ہے اور نہ وہ گمراہ ہیں۔ گویا کہ وہ لوگ جہاں انعامات خداوندی کے مستحق ہیں وہاں وہ اللہ کی ناراضگی سے محفوظ ہیں نیز یہ گمراہی سے بھی محفوظ ہیں۔ یا الذین کی صفت ہے اس صورت میں یہ معنی ہے کہ وہ نعمت ایمان کے ساتھ ساتھ اللہ کے غضب اور گمراہی سے محفوظ ہیں۔ (تفسیر کشاف ج ا ص ١٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ لا لفظ غیر کی تاکید کے لئے ہے۔ انعام کی نسبت اللہ پاک کی طرف ہے لیکن مَغضُوبٌ میں غَضَب کی نسبت اللہ کی طرف نہیں ہے اس لئے کہ حدیث صحیح میں ہے

اَلخَيرُ كُلُّهٗ بِيَدَيكَ وَالشَّرُّ لَيسَ اِلَيكَ

" ہر قسم کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے لیکن شر کی نسبت تیری طرف نہیں کی جا سکتی۔ "

اگرچہ شر اور خیر دونوں کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور شر بلحاظ خلق کے ساتھ شر نہیں ہے بلکہ انسانوں کے فعل اور کسب کے لحاظ سے شر ہے۔

اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے اسلامی عقائد ترجمہ شرح عقیدہ طحاویہ کا مطالعہ کریں جس کو راقم الحروف نے عرصہ ہوا اردو کا لباس پہنایا۔ بحمد اللہ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ بالخصوص اہل علم اور طلبہ اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

سورۃ فاتحہ کے مطالب کا خلاصہ

جو شخص بھی خواہ وہ ایمان دار ہے یا کافر اگر اس میں عربی زبان کی بلاغت کے معلوم کرنے کا ذوق ہے اسے خوب علم ہے کہ قرآن پاک بلحاظ کلام کے تمام کلاموں سے زیادہ فصاحت و بلاغت کا حامل ہے۔ کسی بڑے سے بڑے ادیب میں بھی یہ سکت نہیں ہے کہ وہ اس کا انکار کر سکے جب کہ سورۃ فاتحہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے نہایت بلند مقام پر ہے ' الفاظ نہایت قلیل ہیں لیکن مطالب و معانی کے لحاظ سے اس میں اس قدر فصاحت و بلاغت کے موتی سموئے ہوئی ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا مخالف بھی اس کے انکار کی جرات نہیں کر سکتا۔ مزید برآں دین اسلام کے اہم مسائل صفات اِلٰہِیہ کے بارے میں اتنے عمدہ انداز اور اسلوب میں معلومات بہم پہنچائے گئے ہیں کہ ان پر غور فکر کرنے والوں کے دل کلام پاک کی محبت سے سرشار ہو جاتے ہیں اور ان کی زبان پر توحید الٰہی کے نغمات سامعین کو ورطہ حیرت میں ڈال رہے ہوتے ہیں۔ اسماء اِلٰہِیَہ اور صفات اِلٰہِیَہ کے بحر بے کنار میں غواصی کرنے والے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔

دَریں وَرطَہ کَشتی فرو شُد ہزار
کِہ پیدا نَہ شُد تختۂ بر کنار

اللہ کی ربوبیت اور بادشاہت کے عظیم تصور نے ان کی زبان پر تالے لگا دیئے ہیں اور اس کے ادراک سے خود کو عاجز اور کوتاہ ہونے کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ جزا سزا کے دن کا تصور جس میں مکافات عمل کے قانون کا صحیح تر استعمال ہوگا کوئی متنفس دم نہ مار سکے گا۔ جب لِمَنِ المُلکُ الیَومَ؟ کی آواز فضاء میں ارتعاش پیدا کر رہی ہوگی تو کسی جانب سے کوئی آواز نہ سنائی دے گی۔ فضا پر سناٹا طاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا تو حاکم حقیقی بادشاہ عظیم خود ہی فضا کے سکوت کو توڑیں گے تو لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کے نعرہ رعد آسا کی گونج سے فضا میں ہر جگہ شور و غل برپا ہوگا۔

اللہ نے اپنے اوصاف ربوبیت' رحیمیت اور جلالی اوصاف کے ضمن میں اشرف المخلوقات انسان کو خبردار کیا ہے کہ تجھے بادشاہ حقیقی کی بارگاہ میں نہایت تذلل و ابتہال اور غایت درجہ کی محبت اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے سامنے بندگی کے لئے خود کو پیش کرنا ہے اور بندگی پر استعانت بھی اسی سے طلب کرنی ہے۔ وہی ایک دروازہ ہے جس سے بھیک مانگنی چاہئے۔ اس تصور کے ساتھ کہ کوئی دروازہ کھلا نہیں ہے صرف بارگاہ رب العزت ہی کا دروازہ کھلا ہے۔ اسی سے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق کی دعا کر رہا ہوں پھر میں اکیلا بھکاری نہیں ہوں بلکہ لاتعداد بھکاری میرے ساتھ ہیں جو سب مل کر تیری بارگاہ میں تجھ سے عجز و نیاز کے عالم میں ان لوگوں کے صراط مستقیم پر رواں دواں رہنے کی توفیق طلب کر رہے ہیں جن پر تیرے بے شمار انعامات سایہ افگن ہیں۔ ان پر تیرا غضب بھی نہیں ہے اور وہ سیدھے راہ سے بھٹکے ہوئے بھی نہیں ہیں۔ بالخصوص ان میں انبیاء کرام کا گروہ ہے ان کے بعد صدیقین کا گروہ ہے جو جان و مال کی قربانی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ پھر شہداء کی جماعت ہے جو ہر لحہ ذکر الٰہی میں محو رہتے ہیں اور اللہ کی عظمت کا تصور ان کے پورے ڈھانچہ پر حاوی رہتا ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا مقام ہے جو تقوی دیانت ' اخلاق حمیدہ سے مزین ہیں۔ اللہ پاک ان سے خوش ہے۔ وہ ایسے کاموں سے دور رہتے ہیں جن سے اللہ کے وصف غضب میں اشتعال نمودار ہوتا ہے اور ضلالت و شقاوت سے کوسوں دور رہتے ہیں۔

آمین کے بارے میں احکام

سورۃ فاتحہ کے آخر میں لفظ آمین قرآن پاک میں شامل نہیں۔ اگر شامل ہوتا تو "وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کے بعد اس کو لکھا جاتا جب کہ کسی بھی قرآن پاک کے نسخہ میں نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ لفظ آمین قرآن پاک میں شامل نہیں ہے۔ آمین کا معنی ہے اے اللہ قبول فرما۔ چونکہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہے تو وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے بعد آمین کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اگر باجماعت سری نماز ادا کی جا رہی ہے تو امام اور مقتدی دونوں آمین کا لفظ پست آواز میں ادا کریں گے اس لئے کہ سورۃ فاتحہ بھی پست آواز میں پڑھی گئی ہے لیکن جہری نمازوں کے بارے میں فتح الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۲۶۲ میں ایک حدیث ابوہریرہ سے مروی ہے۔

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

"جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لئے کہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ کہی گئی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب اس حدیث کو امام بخاری اس باب کے تحت لائے ہیں کہ امام کو باآواز بلند آمین کہنی چاہئے۔ ظاہر ہے یہ اس وقت ہے جب امام سورۃ فاتحہ جہری قرآت والی نمازوں میں بلند قرات کرے گا تو امام کی آمین پر مقتدیوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ بلند آمین کہیں۔ اسی طرح جب کوئی شخص اکیلا نماز ادا کرے گا۔ تو وہ سورہ فاتحہ کے آخر میں آمین کہے گا۔ علامہ عبد الحئی لکھنوی شرح وقایہ کے حاشیہ عمدہ الرعایہ میں تحریر کرتے ہیں قَد ثَبَتَ الجَهرُ عن رسول الله ﷺ بِاَسَانِيدَ مُتَعَدِّدَةٍ يُقَوِّي بَعْضُهَا بَعْضًا فِي سُنَنِ ابنِ مَاجَهَ وَالنَّسَائِي وَ اَبِي دَاؤُدَ وَ جَامِعِ التِّرمِذِيِ وَ صَحِيحِ ابنِ حَبَّانَ وَ كِتَابِ الاُمِّ لِلشَّافِعِيِّ وَ غَيرِهَا من جمع من اصابه بِرِوَايَاتِ ابنِ حِبَانَ وَ كِتَابِ الثِّقَاتِ وَغَيرِهَا

(عمدۃ الرعایہ شرح وقایہ ج اول ص۱۶۷ حاشیہ ۹)

" جہری نمازوں میں رسول اللہ ﷺ سے بلند آمین کہنا متعدد اسانید کے ساتھ ثابت ہے جو سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن ابو داوٗد، جامع ترمذی، صحیح ابن حبان، کتاب الامام للشافعی اور انکے علاوہ اس کے تلامذہ کی ایک جماعت سے ابن حبان کی روایات کے ساتھ کتاب الثقات وغیرہ میں موجود ہیں۔ "

نیز آپ التعلیق المجد حاشیہ مؤطا امام محمد میں جانبین کے دلائل بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں۔

وَالاِنصَافُ اَنَّ الجَهرَ قَوِيٌّ مِن حَيثُ الدَلِيلِ (ص ۱۰۵ حاشیہ ۹)

" انصاف تو یہ ہے کہ جہری نمازوں میں بلند آواز سے آمین کہنا دلیل کے لحاظ سے قوی ہے۔ "

سورۃ فاتحہ کے نام

۱۔ اس سورہ کا نام فاتحہ اس لئے ہے کہ یہ سورت قرآن پاک کے شروع میں ہے اور فاتحہ کا معنی شروع کا ہوتا ہے۔ نیز فرض، نفل دیگر نمازوں میں بھی اس سورت سے قرات کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس سورت کے متعدد نام ہیں جیسے ام الکتاب، اُمُّ القُرآن، اَلسَّبعُ المَثَانِي، قرآن عظیم، حمد اور اَلصَّلٰوۃ مشہور نام ہیں اور چونکہ سورۃ فاتحہ میں قرآن پاک میں ذکر کردہ تمام مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے اس لئے اس کا نام اُمُّ الکِتَابِ، اُمُّ القرآن اور قرآن عظیم ہے۔ چنانچہ مولانا ابو الکلام آزاد ترجمان القرآن میں رقم طراز ہیں۔

سورۃ فاتحہ میں دین حق کے تمام مقاصد کا خلاصہ موجود ہے۔

۱۔ اللہ کی صفات کا ٹھیک ٹھیک تصور۔

۲۔ قانون مجازات کا اعتقاد، اچھے اعمال کا نتیجہ اچھائی اور برے اعمال کا نتیجہ برائی ہے۔

۳۔ آخرت کا یقین کہ اس عارضی زندگی کے بعد ابدی زندگی ہے جس میں جزا سزا کا معاملہ ہوگا ۴۔ صراط مستقیم کی دعا کرنا۔ (ترجمان القرآن ج۱ ص۲۶-۲۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سورت کا ایک نام اَلسَّبْعُ الْمَثَانِي اس لئے ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی نے فرمایا
وَلَقَدْ آتَيْنٰكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (الحجر ۸۷)
"بلاشبہ ہم نے آپ کو ایسی سات آیات سے نوازا ہے جنہیں بار بار دہرایا جاتا ہے نیز وہ قرآن عظیم ہے۔"

اس میں سات آیات کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہیں بار بار کثرت کے ساتھ تلاوت کیا جاتا ہے۔ پانچ فرض نمازیں، سنت موکدہ، نوافل، قیام اللیل، نماز عیدین، نماز جنازہ، نماز کسوف وغیرہ کی ہر رکعت میں منفرد، امام، مقتدی سبھی کے لئے اس کی قرات فرض ہے۔ مشہور روایات میں وارد ہے کہ جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ تلاوت نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہے خواہ امام ہویا مقتدی یا وہ اکیلا ہو۔ اس لحاظ سے سورۃ فاتحہ کو دیگر سورتوں پر شرف اور فضیلت حاصل ہے اس کا نام القرآن العظیم بھی ہے اس سے بھی اس سورت کی عظمت مترشح ہو رہی ہے جب کہ اس کو قرآن عظیم قراردیا گیا ہے۔ جیسا کہ اگرچہ تمام مساجد اللہ کا گھر ہیں لیکن بیت اللہ کو دیگر مساجد پر شرف حاصل ہے اسی طرح اگرچہ تمام سورتیں قرآن پاک ہیں لیکن اس سورت کو جو فضیلت حاصل ہے وہ کسی دوسری سورت کو حاصل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس کو صراحتا قرآن عظیم کے لقب کے ساتھ ملقب کیا گیا ہے۔ نیز چونکہ یہ سورت قرآن مجید کے اسرار و غوامض کے دروازوں کو کھولنے کی مفتاح ہے کہ اس کے مطالب و مقاصد پر غور کرنے سے مکمل قرآن مجید کے اشکالات حل ہو جاتے ہیں اور حقائق نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۱۹)

اس سورت کا نام اَلصَّلٰوۃ بھی ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے حدیث قدسی ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں میرے بندے نے میری تعریف کی اور جب میرا بندہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں میرے بندے نے میری ثناء کی ہے اور جب بندہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے اور جب بندہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان معاہدہ ہے میرا بندہ جو مانگے گا اسے ملے گا۔ اور جب بندہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں یہ میرے بندے کا سوال ہے اور میں نے اپنے بندے کا سوال پورا کردیا (مشکوۃ علامہ البانی ج ۱ ص ۲۶۲)

معلوم ہوا جب سورۃ فاتحہ کو نماز کہا گیا ہے تو جس نماز میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت نہیں ہوگی وہ نماز نہیں ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔ خواہ اکیلا شخص نماز ادا کر رہا ہو یا باقتدائے امام۔ بہرحال سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز صحیح نہ ہوگی۔ نماز ظہر، عصر کی ہو یا مغرب عشاء یا فجر کی، نوافل خواہ دن کے ہوں یا رات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے' نماز خواہ عیدین کی ہو یا جنازہ کی یا کسوف کی۔ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہر نماز میں فرض ہے۔ جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز صحیح نہیں ہے۔ دلیل : امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس مضمون کا باب منعقد کیا ہے۔

بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوٰتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ!

" امام مقتدی دونوں کے لئے تمام نمازوں میں گھر میں مقیم ہونے کی صورت میں اور مسافر ہونے کی صورت میں نماز جہری قرات والی ہو یا سری قرات والی ہو' سبھی میں قرات فرض ہے۔ "

اس باب کے تحت عبادہ بن صامت کی حدیث میں ہے

لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

" اس شخص کی نماز نہیں ہے جو سورت فاتحہ تلاوت نہیں کرتا۔"

حدیث کے الفاظ میں عمومیت ہے۔ امام' مقتدی' منفرد سبھی کو شامل ہے۔ اگرچہ یہ مسئلہ اہم ہے لیکن جو لوگ فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے قائل نہیں ہیں ان کے پاس ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے مولانا عبدالرحمان مبارک پوری کی تالیف (تحقیق الکلام فی وجوب القراۃ خلف الامام) کا مطالعہ کریں۔

فضائل سورۃ فاتحہ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرکے کسی مریض کو دم کیا جائے تو اس کی برکت سے مریض شفایاب ہو جاتا ہے (اگر اللہ کی مشیت شامل ہو)۔ بخاری شریف میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے۔ ہم آرام کرنے کی غرض سے ایک مقام پر اترے۔ وہاں ہمارے پاس ایک لڑکی آئی۔ اس نے بتایا کہ ہمارے قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس وقت چونکہ قبیلہ کے سربرآوردہ افراد موجود نہیں ہیں اس لئے میں حاضر ہوئی ہوں۔ اگر آپ میں سے کوئی شخص سانپ گزیدہ شخص کو دم کرنا جانتا ہے تو وہ میرے ساتھ چلے۔ ہم میں سے ایک شخص دم کرنے کے لئے ازراہ ہمدردی اس کے ساتھ ہولیا جب کہ ہمیں اس شخص کے بارہ میں خیال تک نہیں تھا کہ وہ سانپ گزیدہ کو دم کرنے کی صلاحیت کا حامل ہے۔ چنانچہ اس شخص نے مریض کو دم کیا (اللہ کے حکم سے مریض تندرست ہوگیا) چنانچہ قبیلہ والوں نے دم کرنے والے شخص کو اعزازی طور پر تیس بکریاں عطا کیں۔ مزید بر آں اس کے ساتھ ساتھ ہم سب کو دودھ پلایا گیا۔ جب وہ شخص واپس لوٹا تو ہم نے اس سے دریافت کیا ہمیں تو آپ کے بارے میں ہرگز علم نہ تھا کہ آپ بیماروں کو دم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اپنے فن میں کامیاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اس نے نفی میں جواب دیتے ہوئے وضاحت کی کہ مجھ میں کوئی خاص صلاحیت موجود نہیں ہے البتہ میں نے سورت فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ اس کا جواب سن کر فیصلہ کیا گیا کہ جب تک ہم اس واقعہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش نہیں کر لیتے اور آپ کے فیصلہ سے آگاہ نہیں ہوتے اس وقت تک ہم جواز یا عدم جواز کا کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔ چنانچہ جب ہم مدینہ منورہ واپس پہنچے تو ہم نے آپ کی خدمت میں سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے واقعہ سن کر فیصلہ فرمایا۔ تعجب ہے! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورت اس خصوصیت کی حامل ہے اور تمہیں جو بکریاں دی گئیں ہیں انہیں آپس میں تقسیم کرلو اور ان میں میرا حصہ بھی رکھو۔

سورۃ فاتحہ کی فضیلت کے بارے میں صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنھما سے حدیث مروی ہے کہ ایک دفعہ جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس دوران آسمان کی جانب سے زوردار آواز سنائی دی تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کی جانب سر اٹھاتے ہوئے بتایا کہ آج آسمان کا ایک ایسا دروازہ کھولا گیا ہے جو صرف آج ہی کھلا ہے۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کو خوشخبری دیتے ہوئے بتایا کہ آپ کو دو ایسی روشنی والی آیات قرآنیہ سے نوازا گیا ہے جن سے کسی بھی پیغمبر کو نہیں نوازا گیا۔ اس سے مراد سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا .... الخ

آپ جب بھی ان دعائیہ کلمات کے ساتھ اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو آپ کی دعا قبولیت کے ساتھ ہم کنار ہوگی۔ (ابن کثیر ج۱ ص۱۹ طبع دارالفکر فتح الباری ج۸ ص۱۵۶ طبع دارالمعرفۃ)

نیز صحیح بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نفل نماز ادا کرنے میں مشغول تھا کہ نبی ﷺ نے میرا نام لے کر مجھے اپنی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے فرمایا۔ میں نفل نماز ادا کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے تاخیر کا سبب دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میں نفل نماز ادا کرنے میں مشغول تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ارشاد الٰہی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (الخ)

"کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ اس لئے کہ ان سے تمہیں روحانی زندگی ملتی ہے۔"

آپ نے مزید فرمایا میں تجھے قرآن پاک کی ایک ایسی عظمت والی سورۃ سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ تو مسجد سے باہر نکلے۔ پس آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر فرمایا وہ سورت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ہے۔ اس کا نام اَلسَّبْعُ الْمَثَانِي بھی ہے یعنی ایسی سورت جس کی سات آیات ہیں۔ جنہیں بار بار تلاوت کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۲۸۶ - رُكُوْعَاتُهَا ۴۰

الٓمٓ ۚ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾

اللہ کے نام کے ساتھ آغاز جو نہایت مہربان اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

الف ' لام ' میم ' یہ کامل کتاب اس میں ذرہ شک نہیں تقوی اختیار کرنے والوں کے لئے ہدایت ہے

سورت کا نام سورۃ البقرہ ہے یہ سورت قرآن پاک کی تمام سورتوں میں سے لمبی ہے آیات کی تعداد (۲۸۶) ہے جب کہ سب سے چھوٹی سورت سورۃ الکوثر ہے ۔ قرآن مجید کی کل سورتیں ۱۱۴ ہیں قرآن مجید کی ترتیب توقیفی ہے یعنی ترتیب اللہ کی جانب سے ہے جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو جبرئیل علیہ السلام اس کی وحی فرمانے کے بعد فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد رکھیں ۔ کل آیات (۶۶۱۶) ہیں کل الفاظ (۷۷۹۳۴) ' حروف قرآن کی تعداد (۳۲۳۷۶۰) ہیں ۔

سورہ توبہ کے علاوہ قرآن پاک کی ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ذکر ہے جن کی تعداد (۱۱۳) ہے ۔ البتہ سورہ نمل میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن پاک کی آیات میں سے ہے ۔

السورہ :۔ کا لغوی معنی بلندی کا ہے اور اصطلاح میں اللہ کی کتاب کے ایک حصہ کا نام ہے ۔

الم :۔ حروف مقطعات سے ہیں ان کو (الم) اس شکل میں لکھا جاتا ہے جب کہ ان کو (الف لام میم) کی شکل میں پڑھا جاتا ہے ۔

خیال رہے کہ جن سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات ہیں وہ (۲۹) سورتیں ہیں ۔ پہلی سورۃ البقرہ ہے اور آخری سورۃ القلم ہے ۔ ان کو مقطعات اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہیں الگ الگ پڑھا جاتا ہے ملا کر نہیں پڑھا جاتا ۔ علامہ زمخشری بیان کرتے ہیں حروف مقطعات کو بار بار ذکر کیا گیا ہے تا کہ کفار کو جو چیلنج کیا گیا تھا کہ اس کتاب کی چھوٹی سورت کے برابر کوئی سورت لاؤ تو وہ اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے ۔ اور انہیں خاموش ہونا پڑا ۔ کہیں صرف ایک حرف کے ساتھ چیلنج ہے جیسے ص ' ن ' ق ' اور کہیں دو حرف کے ساتھ ہے جیسے حم اور کہیں تین حرف کے ساتھ جیسے الم اور چار حروف کے ساتھ المر اور المص جب کہ کہیں پانچ حروف کے ساتھ ہے جیسے کٓھٰیٰعٓصٓ اور حٰمٓعٓسٓقٓ ہے ۔ یہ اس لئے ہے کہ عرب کے اکثر کلام میں اس سے زیادہ حروف والے الفاظ نہیں ہیں ۔ اور حروف مقطعات (۲۹) سورتوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مذکور ہیں۔

امام رازی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں کہ سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات کو اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ لوگ اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ قرآن پاک کے اعجاز کو مدلل شکل میں پیش کرنا مقصود ہے جب کہ تم جو زبان استعمال کر رہے ہو وہ بھی تو انہیں حروف سے مرکب ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم قرآن پاک کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ چکے ہو۔ تو پھر اسے حق سمجھ کر اسے قبول کرنا چاہئے۔ (ابن کثیر ج۱ ص ۶۰ طبع دار الفکر)۔

حروف مقطعات' متشابہات سے ہیں جن کا علم اللہ پاک کو ہی ہے ان کی تفسیر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ کچھ منقول نہیں ہے۔ ان کا معنی بیان کرتے وقت کہا جائے کہ اللہ ہی ان کے معانی کو جانتا ہے۔

الم ' اس کا ایک نام البقرہ ہے۔ جس کو اردو میں گائے یا بیل کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ اس سورت میں ایک شخص کے قتل ہونے پر جھگڑا رونما ہوا کہ اس کا قاتل کون ہے؟ تو اللہ پاک نے فرمایا کہ ایک گائے ذبح کرکے اس کا کوئی ٹکڑا مقتول کے جسم پر ماریں تو مقتول زندہ ہو کر بتائے گا کہ اس کا قاتل فلاں شخص ہے۔ چنانچہ نہایت رد و کد اور مباحثہ کے بعد ایسی گائے کو تلاش کیا گیا جس طرح کی گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ جب اس کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگایا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور اس نے بتایا کہ فلاں شخص نے مجھے قتل کیا ہے۔ اللہ پاک نے اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جس طرح مقتول شخص بے جان گوشت کا ایک ٹکڑا مارنے سے زندہ ہو گیا اسی طرح اللہ پاک اس بات پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے۔ پس موت کے بعد اٹھنے اور سبھی انسانوں کا میدان حشر میں جمع ہونے پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ بلکہ اس واقعہ میں مقتول شخص کا ذبح شدہ گائے کے ایک ٹکڑے کے مارنے سے زندہ ہونا اس حقیقت سے پردہ کشائی کرتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق اور صانع ہے جو بظاہر محال کو ممکن بنانے پر قادر ہے۔ اس لئے کہ کسی مقتول شخص کا اس طرح زندہ ہونا اگر معمول کے مطابق ہے تو پھر اس طرح ہر مقتول کو زندہ ہو جانا چاہئے جب کہ اس طرح زندہ ہونا ممکن نہیں البتہ اس واقعہ میں ایک لطیف اشارہ موجود ہے کہ جس طرح مقتول شخص ایک گائے کو ذبح کرکے اس کے ایک ٹکڑے کو اس کے جسم پر مارنے سے زندہ ہو گیا بالکل اسی طرح زندہ دل اسے کہا جائے گا جس نے صحیح اسلامی زندگی بسر کرنے کے لئے نفس امارہ کو ذبح کیا اور انبیاء کرام بالخصوص رسول اکرم ﷺ کے فرمودات کی اطاعت کرتے ہوئے آپ کے اسوہ کے مطابق زندگی بسر کی۔

اس کا نام (الم) بھی ہے۔ اس لئے کہ جن سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات ہیں وہ ان سورتوں کے نام ہیں۔ صحیحین میں ہے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فجر کی نماز میں الم السجدۃ اور هَل اَتیٰ عَلَی الاِنسَانِ سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (فتح الباری شرح بخاری، صحیح مسلم، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۵۷)

اس حدیث میں سورہ کے آغاز میں جو حروف ہیں وہ سورتوں کے نام ہیں جب کہ قرآن پاک میں هل اتی علی الانسان کا نام سورۃ الدھر ہے۔ اور الم السجدہ کا نام صرف السجدہ ہے۔ علامہ زمخشری نے بھی تفسیر کشاف میں اس کا ذکر کیا ہے نیز اس پر اکثر آئمہ کے اتفاق کا ذکر کیا ہے اور اس کی تائید میں وہ حدیث ذکر کی ہے جس کو ہم نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حروف مقطعات بعض سورتوں کے شروع میں ہیں لیکن ان کے معانی کا علم اللہ کو ہی ہے۔ یہ ایسے حروف ہیں کہ جن کے بارے میں کفار عرب نے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا کہ اگر ان کے معنی معلوم نہیں ہیں تو پھر انہیں کس لئے قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اس حقیقت کے اظہار میں کچھ حجاب محسوس نہیں کرتے کہ اللہ پاک نے ان حروف کو بے فائدہ نازل نہیں فرمایا چونکہ ہمیں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے ان کے معانی معلوم نہیں ہو سکے تو ہم ان کے معانی بیان کرنے میں توقف اختیار کریں۔اس لئے کہ قرآن پاک کی آیات جہاں محکم ہیں وہاں کچھ متشابہ بھی ہیں جن کا علم اللہ ہی کو ہے۔ ارشاد باری ہے کہ هُوَالَّذِی اَنزَلَ عَلَیکَ الکِتَابَ مِنهُ اٰیَاتٌ مُحکَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِینَ فِی قُلُوبِهِم زَیغٌ فَیَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنهُ ابتِغَاءَ الفِتنَةِ وَابتِغَاءَ تَاوِیلِهِ وَمَا یَعلَمُ تَاوِیلَهُ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُونَ فِی العِلمِ یَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ کُلٌّ مِن عِندِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُو الاَلبَابِ (آل عمران ۷)

ترجمہ:۔ ” وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مراد اصلی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔ “ متشابہات کا علم اللہ پاک کو ہے البتہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں مبرد نحوی نیز محققین کی ایک جماعت اور علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں ان کے ساتھ ساتھ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ان حروف کے ذکر کرنے کے بارے میں ایک توجیہ بیان کی ہے کہ حروف مقطعات کو قرآن پاک کے آغاز میں اکٹھا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ انہیں مختلف سورتوں کے آغاز میں تکرار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ پہلی امتوں کی ہلاکت و بربادی کے واقعات تکرار کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں ۔ مقصود کفار کو چیلنج کرنا تھا اور انہیں خاموش کرانا تھا کہ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور وہ حروف مقطعات (الم) وغیرہ کے مسمیات الف۔ لام ۔ میم وغیرہ حروف ایسے ہیں جن سے کلام مرکب ہے ان حروف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقطعات کو بعض سورتوں کے آغاز میں اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان حروف سے ہی کلام کو مرتب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک جسے ان پر پڑھا جارہا ہے وہ بھی ان حروف سے مرکب ہے اسی طرح تمہارا کلام بھی انہیں حروف سے مرکب ہے اگر تم میں استطاعت ہے تو اس جیسا منظم کلام پیش کرو جس طرح کا کلام قرآن پاک میں ہے گویا انہیں اس کا مقابلہ کرنے کا چیلنج کیا ہے اور نہایت قوت اور اطمینان کے ساتھ اعلان کردیا ہے کہ اگر قرآن پاک اللہ کے علاوہ کسی انسان کا بنایا ہواکلام ہوتا تو اہل عرب کے فصیح و بلیغ ادباء ' خطباء اور شعراء سبھی اس کا مقابلہ کرنے سے عجز اور کوتاہی کا اعتراف نہ کرتے حالانکہ اہل عرب کے بعض شعراء فصاحت و بلاغت کے میدان میں سر بر آوردہ تھے اور انہیں اس پر ناز تھا۔ لیکن قرآن پاک کا چیلنج اس وقت سے ہے جب سے یہ نازل ہونا شروع ہوا ہے اور قیامت تک یہ چیلنج باقی رہے گا۔ اب تک نہ اس جیسا کلام کوئی پیش کر سکا اور نہ مستقبل میں کوئی پیش کر سکے گا۔ جب کہ حروف ہجاء سے کلام کو مرکب کر کے پیش کرنا صرف ان فصحاء و بلغاء کے ساتھ خاص ہے جو لکھنے پڑھنے سے آشنا ہیں لیکن محمد ﷺ جیسا شخص جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ جو کسی مکتب میں لکھنے پڑھنے کے لئے داخل نہیں ہوا جسے حروف کی بناوٹ کا علم نہیں جسے قرآن پاک میں امی کے وصف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ اگر ایسا مرتب و منظم کلام پیش کرتا ہےجو ایسے نکات اور لطائف کے ساتھ مزین ہے جس سے معاشرہ کے فائق ترین ادیب فصاحت و بلاغت کے مدعی عاجز ہیں تو تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ کلام اللہ پاک کی جانب سے نازل ہوا ہے۔ کسی انسان میں ہرگز صلاحیت نہیں ہو سکتی کہ وہ اس قدر فصاحت و بلاغت کے اعلی معیار کو برقرار رکھتے ہوئے کلام پیش کرے اس لئے اسے کسی انسان کا کلام نہیں کہا جا سکتا۔

لیکن حروف مقطعات جو بعض سورتوں کے آغاز میں ہیں ان کے معانی اسرار و رموز کو اللہ پاک ہی جانتے ہیں (نظم الدرر ج ۱ ص ۷۱)

ظاہر ہے کہ متشابہات کی تاویل و تفسیر کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پس ان پر ایمان لانا ضروری ہے

حروف مقطعات در اصل اسماء ہیں ان کے مسمیات حروف ہیں جو کہ بسیط ہیں مثلا الالف ' اللام ' المیم اسماء ہیں اور (ا ل م) مسمیات ہیں یعنی وہ جن کا نام رکھا گیا ہے۔

ذلک اسم اشارہ ہے اس کا مشار الیہ الم ہے کہ الم کتاب ہے یعنی قرآن پاک ہے لیکن ذالک اسم اشارہ بعید مشار الیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے جب کہ یہاں مشار الیہ (الم) بالکل قریب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک عظمت شان اور علو مرتبت کے لحاظ سے بعید ہے اگرچہ لفظا" قریب ہے یا اس سے مقصود ایسی کتاب ہے جس کے اتارنے کا وعدہ پہلی نازل کردہ کتابوں میں مذکور ہے کہ مستقبل میں اللہ پاک اس کتاب کوایسے پیغمبر پر نازل فرمائے گا جسے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے نبوت عطا کی جائے گی لیکن بظاہر یہ بات قرین قیاس ہے کہ سورہ بقرہ کا نزول مدینہ منورہ میں مختلف اوقات میں ہوا۔جبکہ سورہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بقرہ کی یہ آیت وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ (الخ) سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اس لحاظ سے سورہ بقرہ کے نزول سے پہلے قرآن پاک کا کچھ حصہ ضرور نازل ہو چکا تھا تو اس کی جانب اشارہ ہے کہ یہ کتاب منزل من اللہ آپ کے سامنے ہے اس میں ہرگز شک و شبہ نہیں ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام میں ہے

الٓمٓ تَنزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ (السجدہ ۲)

بعض شارحین نے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کے معنی میں استعمال کیا ہے کہ یہ کتاب ہے تم اس میں شک نہ کرو سورہ بقرہ کی ایک دوسری آیت (۲۳، ۲۴) میں فرمایا

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

"اور اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے محمد عربی ﷺ پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہے تو اسی طرح کی ایک سورہ تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہیں ان کو بھی بلا لاؤ اگر تم سچے ہو لیکن اگر ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔"

علامہ رشید رضا فرماتے ہیں کتاب سے مقصود متعین کتاب ہے جو کامل مکمل ہے حق و صداقت کے طالبین کی دنیوی اور اخروی معاملات میں مکمل رہنمائی کرتی ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ سورہ بقرہ کے نزول کے وقت مکمل کتاب نازل نہیں ہوئی تھی البتہ قرآن پاک کا بہت بڑا حصہ اس وقت نازل ہو چکا تھا اور نبی اکرم ﷺ نے اس کے تحریر کرنے اور اس کی حفاظت کا حکم صادر فرمایا تھا۔ پس اس کی کتاب کی جانب اشارہ کیا کہ اس کتاب میں کچھ شک نہیں در اصل یہ اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مکمل کتاب کو نازل فرما کر اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ وہ ہر قسم کے شکوک و شبہات نقائص عیوب سے منزہ ہوگی۔ نیز اس سے یہ بھی مقصود ہو سکتا ہے کہ وہ کتاب آیات کی فصاحت و بلاغت اور دلائل کی مضبوطی کے لحاظ سے ایسے بلند مقام پر فائز ہے کہ کوئی منصف مزاج عقل مند جو تعصب اور ضد سے دور ہوگا وہ اس میں ہرگز شک نہیں کرے گا کہ یہ کتاب اللہ پاک کی جانب سے ہدایت و سعادت کا سرچشمہ ہے ایک امی انسان کی زبان پر اسے اللہ کی مخلوق کی جانب بھیجا گیا ہے جس امی انسان کا اس سے قبل ہرگز کسی علم کے ساتھ رابطہ نہ تھا اور نہ اس سے پہلے وہ اس جیسے بلیغ کلام کے قریب کلام کرنے پر قادر تھا۔ بلکہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد بھی اس درجہ بلاغت و فصاحت سے معمور کلام کرنے پر قادر نہ تھا۔ (تفسیر المنار ج۱ ص ۱۲۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَارَیْبَ فِیهِ:۔ کلام میں لفظ ریب کو اگر لفظ فیہ کے بعد لایا جاتا تو مفہوم یہ ہوتا کہ صرف یہ ایسی کتاب ہے جس میں شک نہیں جبکہ دیگر جملہ کتابیں شک و شبہ سے مبرا نہیں ہیں حالانکہ قرآن پاک کے علاوہ تورات ' انجیل کتابیں بھی منزل من اللہ ہیں ان میں بھی شک و شبہ نہیں ہے پس اس اعتراض سے بچاؤ اختیار کرتے ہوئے لفظ ریب کو مقدم کیا ہے جیسا کہ قرآن پاک کی ایک آیت اس طرح ہے لَا فِیهَا غَوْلٌ:۔ (الصافات ۴۷)

"کہ جنت کی شراب میں بے ہوشی نہیں ہوگی۔"

بے ہوشی کا نہ ہونا صرف جنت کی شراب کا حصہ ہے۔ اس لحاظ سے جنت کی شراب سے بے ہوشی کی نفی کردی ہے جب کہ دنیوی شراب بے ہوشی سے خالی نہیں ہے (نظم الدرر ج ۱ ص ۸۰) ظاہر ہے جب کسی انسان کو کسی کلام میں شک ہوتا ہے تو اس کا دل بے چین اور مضطرب ہوتا ہے۔ وہ یقین کی سعادت سے محروم ہوتا ہے ارشاد نبوی ہے دَعْ مَا یُرِیبُکَ اِلَیٰ مَالَا یُرِیبُکَ

" شکوک و شبہات سے کنارہ کشی اختیار کرو یہاں تک کہ شکوک و شبہات کے بادل چھٹ جائیں۔ "شکوک سے بے چینی لاحق ہوتی ہے جب کہ سچائی باعث اطمینان ہے۔ عربی زبان میں رَیْبُ الزَّمَانِ زمانے کے ان مصائب و محن کو کہتے ہیں جن سے طبیعت میں اضطراب کی لہر دوڑ جاتی ہے اور دل پر زبردست دباؤ ہوتا ہے لیکن شکوک و شبہات سے پاک لوگ جن میں تعصب وغیرہ کا شائبہ نہیں ہوتا جب کہ ضدی اور ہٹ دھرم قسم کے لوگ ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں جو لا علاج ہیں۔ کوئی بھی علاج ان کے لئے کارگر نہیں ہوتا۔ وہ اپنی ضد سے باز نہیں آتے لیکن جو لوگ صحیح الفطرت حلیم الطبع ہوتے ہیں جن کی سرشت میں اخلاقی برتری ہوتی ہے اور کسی کام کے سر انجام دینے سے پہلے وہ لحظہ بھر توقف اختیار کرتے ہیں اور غور و فکر کے پیمانوں کو حرکت دیتے ہوئے فیصلہ کرتے ہیں کہ اس کام کو کامیابی کے ساتھ ہم کنار کرنے کے لئے فلاں ذرائع کو بروئے کار لانا ضروری اور ان رکاوٹوں سے کنارہ کشی اختیار کی جائے جو اس راہ میں کامیابی سے ہم کنار ہونے سے روکتی ہیں ان اوصاف کے حاملین کو متقین کے لقب کے ساتھ ملقب کیا گیا ہے انہیں اللہ کی جانب سے توفیق عطا ہوتی ہے جو کہ اللہ کا خاص انعام ہے جب کہ وہ لوگ جو تقوی پرہیز گاری سے آشنا نہیں ہیں انہیں قرآن پاک سے ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔ ارشاد الٰہی ہے وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اِلَیٰ وَهُمْ كَافِرُوْنَ (التوبہ ۱۲۴' ۱۲۵)

اور جب کوئی صورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (استہزا کرتے ہوئے) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر۔ متقین سے مقصود وہ لوگ ہیں جو فطرت سلیمہ رکھتے ہیں ان کی عقل رشد و ہدایت کی جانب میلان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتی ہے ان کے دل میں اس قسم کی استعداد موجزن رہتی ہے جس سے وہ جہاں سچائی کی روشنی سے فیض یاب ہوتے رہتے ہیں بلکہ اسے قبول کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی ناراضگی سے اپنے دامن کو بچانے میں کوشاں رہتے ہیں جب کہ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں ان کاموں کے سرانجام دینے میں مستعد رہتے ہیں جن کے سرانجام دینے سے رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے اور اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

لطیف اشارہ : سورۃ فاتحہ جسے قرآن پاک کا خلاصہ کہنا درست ہے سابقہ اوراق میں اس کی وضاحت کی گئی ہے پس جب سورت فاتحہ میں مومن شخص شیطان مردود سے پناہ میں ہوتے ہوئے اللہ پاک کی حمد و ثنا میں رطب اللسان ہوتا ہے تو گویا اللہ پاک کے تصور کو اپنی آنکھوں کے سامنے پاتا ہے تو اللہ کی ذات کو مخاطب کرتے ہوئے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے پاتے ہوئے اس کی عبادت کا اعتراف کرتا ہے اور اس سے استعانت کی بھیک مانگتا ہے کہ نیک کاموں کے سرانجام دینے اور شرک ' کفر ' فواحش و منکرات سے بچاؤ کے حصول کے لئے تجھ سے مدد مانگتا ہوں ۔لیکن پہلا سوال یہ ہے کہ ہمیں صراط مستقیم پر رواں دواں رہنے کی توفیق عطا فرما ۔ اس کے جواب میں سورت بقرہ کے آغاز میں ہی بتا دیا گیا کہ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق طلب کرنے والے شخص تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے جس سے صراط مستقیم کی راہ نمائی حاصل ہوتی ہے جس پر رواں دواں رہنے سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اس کی مخالفت سے اللہ ناراض ہوتے ہیں اور مخالف راہ پر چلنے والے لوگ اللہ کے غیظ و غضب کی گرفت میں آتے ہیں ۔ لیکن وہ لوگ جو تقوی کے زیور سے آراستہ ہیں یعنی وہ ان کاموں سے دور رہتے ہیں جن کے کرنے سے اللہ پاک ناراض ہوتا ہے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے تقوی کی تعریف کرتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کو کبھی ایسے راستہ پر چلنے کا اتفاق ہوا ہے جس میں کانٹے بکھرے ہوئے ہوں ؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو پھر ان سے دریافت کیا تو کانٹوں والے راستے پر آپ کیسے چلتے ہیں انہوں نے بتایا کہ میں لباس کو سمیٹ کر نہایت محتاط ہو کر اس راہ کو طے کرتا ہوں تاکہ میرے پاؤں پر کانٹے زخم نہ کر دیں ان کی یہ بات سن کر انہوں نے کہا اسی کا نام تقوی ہے۔

ذہن نشین کریں کہ لفظ تقوی کا معنی احتیاط اور بچاؤ اختیار کرنا ہے کہیں کوئی لغزش صادر نہ ہو جائے کہ اللہ کی ناراضگی کی لپیٹ میں آجاؤں ابن المعتز شاعر نے اس مفہوم کو ان اشعار میں پیش کیا ہے۔

خَلِّ الذُّنُوبَ صَغِيرَهَا وَ كَبِيرَهَا ذَاكَ التُّقٰى
وَاصْنَعْ كَمَاشٍ فَوْقَ اَرْضِ الشَّوْكِ يَحْذَرُ مَا يَرَىٰ
لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيرَةً اِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" صغائر کبائر تمام گناہوں کو چھوڑدیں یہی پر ہیز گاری ہے۔ آپ اس شخص کی طرح راہ شریعت پر چلیں جو کانٹوں والی راہ پر چل رہا ہے کہ وہ کانٹوں سے بچاؤ کر کے چلتا ہے ۔ کسی صغیرہ گناہ کو بھی معمولی نہ سمجھیں اس لئے کہ پہاڑ کنکروں سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔"

نیز تقوی سے مقصود اللہ کے عذاب اور اس کی سزا سے خوف زدہ ہونا ہے۔ یعنی یہ کتاب ان لوگوں کو راہ راست پر جادہ پیما رکھتی ہے جن کے دلوں پر اللہ کا ڈر غالب ہے کہ اگر قرآن پاک میں ذکر کردہ اَوَامِرِ اِلٰہیہ پر عمل نہ کیا جائے گا یا مَنہیات سے خود کو روکا نہ جائے گا تو اللہ کے عذاب سے بچاؤ نہیں ہو سکے گا۔ تو یہ کتاب ان لوگوں کے لئے روشنی کا مینار ہے جو اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں عذاب الٰہی جس سے بچاؤ ضروری ہے اس کی دو قسمیں ہیں دنیوی ' اخروی دنیوی عذاب سے بچاؤ تب ممکن ہے جب عذاب کے اسباب سے بچاؤ اختیار کیا جائے کائنات کے نظام کو صحیح رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان قوانین اِلٰہیہ سے معرفت حاصل کی جائے جن قوانین پر عمل کرنے سے نظام درست رہتا ہے مثال کے طور پر اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کی صحت قابل رشک رہے بیماری اس کے نزدیک تک نہ آئے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مزاج کو معلوم کرنے کے بعد مزاج کے موافق ادویہ اور اغذیہ کا استعمال کرے تو وہ شخص نہ صرف یہ کہ صحت کی دولت سے بہرہ مند رہے گا بلکہ صحت مند شخص اطمینان کی زندگی بسر کرتا ہے ارشاد نبوی ہے نِعمَتَانِ مَغبُونٌ فِیهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالفَرَاغ۝ " دو نعمتیں ایسی ہیں جن سے صحیح طریقہ سے فائدہ نہ اٹھانے سے اکثر لوگ خسارے میں رہتے ہیں تندرستی اور فارغ البالی دونوں قابل رشک نعمتیں ہیں۔"

اگر مضر صحت اشیاء سے پرہیز نہیں کرے گا اور صحت افزاء تدابیر اور معیاری خوراک کے مطابق خورد و نوش کے پروگرام پر عمل نہیں کرے گا تو بیماری گھیرا ڈال لے گی اور سکون و اطمینان کی عظیم نعمت سے محرومی حاصل ہو گی پس اخروی عذاب الٰہی سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ ان اسباب سے کنارہ کش رہے جو اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی ناراضگی کا باعث بنتے ہیں پس عذاب الٰہی سے وہ شخص محفوظ ہے جس کا ایمان صحیح ہے توحید کا عقیدہ رکھتا ہے کتاب و سنت کی روشنی میں اعمال صالحہ پر کاربند رہتا ہے شرک ' کفر اللہ کی نافرمانی والے کاموں سے دور رہتا ہے جنہیں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں واضح کیا گیا ہے سلف صالحین صحابہ کرام ' تابعین عظام ' آئمہ کرام اور محدثین عظام کے نقوش پر رواں دواں رہتا ہے چنانچہ اہل کتاب میں سے جن اوصاف کے ساتھ موصوف لوگوں کو پرہیز گار کہا گیا ہے ۔ ملاحظہ فرمائیں ۳۔ ۱۱۳۔ ۵ ۔ ۸۲ ۔ ۸۳

ان آیات کی روشنی میں وہ لوگ پرہیز گار ہیں جو فطرت سلیمہ رکھتے ہیں اور رشد و ہدایت نے ان کی عقل کو فعال بنادیا ہے اور ان میں انوار اِلٰہیہ سے روشنی حاصل کرنے کی استعداد موجود ہے جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نتیجہ میں وہ ان کاموں سے خود کو بچاتے ہیں جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں اور اللہ کی رضا جوئی والے کاموں کے کرنے میں کوشاں رہتے ہیں صراط مستقیم پر رواں دواں رہنے سے نہ انہیں بڑے سے بڑا لالچ باز رکھ سکتا ہے اور نہ بے جا تشدد ان کے پائے استقامت میں تزلزل پیدا کر سکتا ہے (المنار

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳

وہ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز صحیح ادا کرتے ہیں اور اس سے جو ہم نے انہیں عطا کیا، خرچ کرتے ہیں۔

ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے جب کہ تصدیق بالقلب کے ساتھ ساتھ زبان سے اقرار کرنا اور عمل بالارکان کا نام بھی ہے امام بخاریؒ کتاب الایمان کے تحت ذکر فرماتے ہیں کہ ایمان، قول اور فعل کا نام ہے اور اس میں کمی زیادتی کا امکان ہوتا ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں قول سے مقصود یہ ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک کے بارے میں زبان سے اقرار کیا جائے اور گواہی دی جائے کہ وہی معبود برحق ہے اور گواہی دی جائے کہ محمد ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں لیکن دل کے ساتھ تصدیق بھی کی جائے اور عملی زندگی کو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی روشنی میں گزارنے کا اقرار کیا جائے چنانچہ عمر بن عبد العزیزؒ نے عدی بن عدی کی جانب ایک مکتوب ارسال کیا جس میں تحریر تھا کہ ایمان کے کچھ فرائض، کچھ احکام بلکہ حدود اور سنن ہیں جس شخص نے ان کی تکمیل کی اس کا ایمان مکمل ہے اور جس شخص نے ان کی تکمیل نہ کی اس کا ایمان مکمل نہیں ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۴۵)

لیکن ایمان بالغیب سے مقصود وہ اہم چیزیں ہیں جو لوگوں سے پوشیدہ ہیں ان سے مقصود اللہ کی ذات، اللہ کی مخلوق، فرشتے، پیغمبروں پر منزل من اللہ کتابیں، سبھی انبیاء علیہم السلام، قیامت کا دن، جنت، دوزخ، اللہ سے ملاقات، موت کے بعد کی زندگی اور قیامت کے قریب قبروں سے اٹھانا یہ تمام حقائق غیب میں داخل ہیں یعنی ہماری نظر سے پوشیدہ ہیں۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ایک حدیث بدیلہ بنت اسلم سے مذکور ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ظہر یا عصر کی نماز بنو حارثہ کی مسجد میں ادا کی پھر ہم نے بیت المقدس کی جانب رخ کیا وہاں ہم نے دو رکعتیں ادا کیں بعد ازاں ہمارے پاس ایک شخص آیا جس نے ہمیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کو قبلہ بنا لیا ہے چنانچہ مردوں کی صف کی جگہ پر عورتیں تبدیل ہوگئیں اور عورتوں کی صف کی جگہ پر مرد تبدیل ہو گئے ہم نے باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی جانب رخ کرکے ادا کیں۔ ابراہیم راوی بیان کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں مجھے بنو حارثہ قبیلہ کے کچھ لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص ٦٦ مسند احمد ج۴ ص۱۰٦)

علامہ بیضاویؒ کا قول ہے کہ پرہیز گار لوگ وہ ہیں جو اس وقت بھی اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں جب تمہارے سامنے نہیں ہوتے ان کا حال منافقین جیسا نہیں ہے کہ جب ان کی ملاقات ایمان داروں سے ہوتی ہے تو وہ اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور جب اپنے رفقاء کے ساتھ الگ ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں بعض علماء نے غیب سے مراد دل لئے ہیں کہ وہ محض بظاہر ایمان کا دعوی نہیں کرتے بلکہ ان کا ایمان ان کے دلوں میں جاری و ساری ہوتا ہے۔ اور وہ ظاہراً و باطناً ایماندار ہیں منافق نہیں ہیں (نظم الدرر ج۱ ص۸۴)

يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ: سے مقصود نماز کو اس کیفیت کے ساتھ ادا کرنا ہے جس کیفیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرماتے رہے نماز میں جہاں اعضاء بارگاہ الٰہی میں خشوع و خضوع کے ساتھ جھکتے ہیں وہاں دل بھی اللہ کی عبادت میں مصروف عمل ہوتا ہے اور اس میں بھی اللہ کے سامنے تضرع اور انابت الی اللہ کا داعیہ ابھرتا ہے کہ میں تیری بارگاہ میں اپنے عجز و درماندگی کا اعتراف کرتا ہوں اور تجھ سے تیری رضا کا طالب ہوں اور جو انعامات مجھ پر ہیں میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہ چھن جائیں بلکہ تا حیات میرے شامل حال رہیں بلکہ ان میں اضافہ ہوتا رہے یہی وجہ ہے کہ نماز ادا کرنے کے لئے يُصَلِّيْ کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ يُقِيمُ کا لفظ وارد ہوا ہے کہ پرہیز گار لوگ نماز کی ادائیگی سے پہلے جسم اور لباس کو پاک صاف رکھنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور ارکان نماز اور سنن کی ادائیگی کا مکمل خیال رکھتے ہیں لیکن یہ نماز ادا کرنے کی ظاہری شکل ہے جب کہ نماز کی صحت کا دارو مدار اقامت صلوۃ پر ہے اور اقامت صلوۃ سے مقصود اللہ کی جانب مکمل طور پر متوجہ ہونا ہے دل نیز دیگر اعضاء میں صحیح معنی میں خشوع و خضوع بیدار کرنا ہے۔ بلکہ اپنے محتاج ہونے کے احساس کو اجاگر کرنا ہے۔ کہ میں تیرے دروازے پر فقیر بے نوا بن کر حاضر ہوا ہوں جب کہ تو غنی ہے۔ تجھ سے مغفرت اور عفو کا طلب گار ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میری نماز کو قبولیت سے ہم کنار فرما اور مجھے اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرما۔

لیکن اگر نماز میں انابت الی اللہ، خشوع اور اپنے محتاج ہونے کا داعیہ نہیں ہے۔ تو اس نماز کے بارے میں ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس شخص نے نماز کو قائم کیا ہے بلکہ نماز کی روح اس کی نماز سے سلب کر لی گئی ہے۔ اور ایسی نماز بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا مقام حاصل نہیں کرتی۔ تعجب ہے! کہ کچھ لوگ اس خیال میں مبتلا ہیں کہ نماز کی ادائیگی میں دل کو حاضر رکھنا اور خشیت الٰہی کے جذبے سے سرشار ہو کر نماز ادا کرنا نہایت مشکل بلکہ نا ممکن عمل ہے۔ اس لئے کہ نماز ادا کرنے والے کے ذہن پر مختلف قسم کے خیالات کا ہجوم رہتا ہے۔ جن کو ہٹانا ناممکن عمل ہے، بلکہ محال ہے۔ ہم اس قسم کے لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری سمجھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ آپ نماز کی حقیقی روح کا انکار کر رہے ہیں اور اس کے حصول کو ناممکن قرار دے کر اپنا دامن چھڑانا چاہتے ہیں۔ در اصل یہ وہم اسلام کے احکام سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ ایسے لوگوں کو ایک سیدھا راستہ بتاتا ہوں شاید اس پر عمل پیرا ہونے سے اس قسم کے لوگ نہ صرف نماز کے معانی میں مشغول رہیں گے۔ بلکہ نماز ہی کی طرف ان کی توجہ مبذول رہے گی۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ نماز ادا کرنے والا جب ایک جملہ کو زبان سے ادا کرے تو اس کے مفہوم کو اپنے ذہن میں پیوست کرے۔ مثال کے طور پر جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن کے کلمات زبان سے ادا کرے تو اپنے ذہن میں حمد کے معانی اور اس کی نسبت جو اللہ کی جانب ہے اس کو اور اللہ کے وصف ربوبیت کو مستحضر کرے کہ وہ تمام کائنات علوی و سفلی کا رب ہے اور جب مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن کے کلمات زبان پر لائے تو مالک کے تصور اور سزا جزا کے دن اس کی ما لکیت اور اس کے تصور کو مضبوط کرے۔ اسی طرح جب نماز ادا کرنے والا شخص ان الفاظ کے معانی کا تصور اپنے ذہن میں پختہ کرے گا جن الفاظ کو وہ زبان سے ادا کر رہا ہے تو گویا اس نے نماز کو قائم فرمایا۔ لیکن وہ شخص جو الفاظ زبان سے نکالتا رہتا ہے اس کے ذہن میں ان کے معانی مرتسم نہیں ہوتے۔ بلکہ معانی کا اسے علم ہی نہیں ہوتا۔ تو ایسے شخص کے بارے میں آپ یہ جملہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے ۔ چہ جائیکہ آپ یہ کہیں کہ وہ نماز قائم کر رہا ہے (تفسیر المنار ج ۱ ص ۱۲۹)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول

اقامت صلوۃ سے مقصود نماز کے فرائض رکوع، سجود، تلاوت، خشوع اور متوجہ الی اللہ ہونا ہے۔ نیز نماز کے اوقات کی حفاظت کرنا، وضو صحیح طریقہ سے کرنا ہے۔ بلکہ جس کیفیت اور خشوع کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے اسی کیفیت کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا جس نے جلدی جلدی رکوع، سجود بلا اطمینان کیا۔ کہ آپ واپس جائیں دوبارہ نماز ادا کریں آپ کی نماز نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا نماز اسی کیفیت کے ساتھ ادا کی جائے تو صحیح ہو گی جس کیفیت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ ارشاد نبوی ہے صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي (البخاری)

" تمہیں اسی کیفیت کے ساتھ نماز ادا کرنی ہوگی۔ جس کیفیت کے ساتھ تم مجھے دیکھتے ہو کہ میں نماز ادا کر رہا ہوں "

اس لحاظ سے رکوع، سجود بعد از رکوع قیام اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں اعتدال ضروری ہے۔ اس مسئلہ میں راقم الحروف نے علامہ البانی حفظہ اللّٰہ کی کتاب صِفَةِ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ التَّكْبِيرِ إِلَى التَّسْلِيمِ كَأَنَّكَ تَرَاهَا فِي ضَوْءِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الصَّحِيحَهِ کو اردو زبان میں پیش کیا ہے۔ اس کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ نماز کی ادائیگی کی صحت کے لئے اس کا مطالعہ نہایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے۔ تاکہ نماز اس کیفیت کے ساتھ ادا ہو جس کیفیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نماز ادا کرتے تھے۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لَا سِوَاهُ!

پرہیز گاروں کا تیسرا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے انہیں جس نعمت سے نوازا ہے وہ اس نعمت سے دوسروں کو بھی نوازتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اس کی رضا کے لئے ضرورت کے مطابق مال خرچ کیا جائے ارشاد الٰہی ہے وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ ۲۱۹)

یعنی بنیادی ضرورتوں سے زائد مال کو خرچ کیا جائے یا جس مال کے خرچ کرنے کے بعد مالیاتی نظام میں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے البتہ اس سے مقصود زکوۃ لینا مناسب ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کو اعتماد ہو کہ وہ ایثار کرنے کے بعد کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائے گا۔ صبر سے کام لے گا تو اس کے لئے اس آیت وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر ۹)وہ خود پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خودحاجت مند ہوں۔) کی روشنی میں مال خرچ کرنا محمود ہے مذموم نہیں ہے۔

خیال رہے رزق کا معنی عطیہ ہے خواہ وہ محسوسات کے قبیل سے ہو یا معانی کے قبیل سے۔ محسوسات کی مثال مال و دولت اور اولاد ہے اور معانی کے قبیل سے علم اور تقوی ہے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ انفاق سے مقصود وہ مالی اخراجات ہیں جو خاندان کے کفیل پر واجب ہیں کہ وہ اپنے اہل و عیال اور قریبی رشتہ داروں پر کرے اور مِمَّا میں مِن تَبعِيضِيَّه ہے۔ کہ انسان تمام مال خرچ نہ کرے بلکہ اس کے کچھ حصہ کو خرچ کرے تاکہ اسلامی معاشرہ میں اقتصادیات کا نظام صحیح سمت پر رواں دواں رہے۔ البتہ جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اس کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ اس کے صحیح الایمان ہونے کی یہ علامت ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کر رہا ہے بلکہ مال خرچ کرنے والے شخص کا ایمان ان لوگوں سے زیادہ قوی ہے جو بدنی عبادات میں تو محو دکھائی دیتے ہیں نماز اور روزہ میں ان کی مشغولیت ضرب المثل ہے لیکن جہاں مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے وہاں اگر ان سے استدعا کی جائے کہ آپ فلاں جگہ میں اپنے مال سے کچھ حصہ بطور عطیہ کے خرچ کریں تو وہ مال خرچ کرنے سے رک جاتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہیں وہ بھی اس آیت کے ضمن میں نہیں آتے اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے اور اپنے منصب و مقام کو مشہور کرانے کے لئے جو مہمان نوازی کے میدان میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں یااس لئے کہ جن پر مال خرچ کیا جارہا ہے وہ ان سے مانوس ہو جائیں وہ بھی اس قبیل میں داخل نہیں ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہو رہا ہے اس آیت سے مقصود تو وہ لوگ ہیں جن کے ذہن میں یہ شعور اجاگر ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے مجھے مال و دولت سے نوازا ہے یہ اللہ کا مجھ پر احسان ہے جب کہ میرے قرب و جوار میں ایسا شخص موجود ہے جو خوبیوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے مجھ سے کم نہیں ہے اگر اس میں صلاحیتیں مجھ سے زیادہ نہیں ہیں تو کم از کم میرے برابر تو ہیں لیکن وہ تنگ دستی کا شکار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس لئے کہ وہ ان اسباب سے محروم ہے جو اسباب مجھے عطا کئے گئے ہیں اور مجھے جو مقام میسر آیا ہے وہ مال کی فراوانی اور اس کے خرچ کرنے کی وجہ سے ہے اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ضرورت کے مقام پر مال خرچ کرنے سے دریغ نہ کریں لیکن صرف اللہ کی رضا مطلوب ہو اور اللہ کی نعمت کے شکریئے کے طور پر مال خرچ کیا جائے نیز اللہ کی مخلوق میں سے فقیروں محتاجوں بے نواؤں پر رحم کھاتے ہوئے مال خرچ کیا جائے تو یقیناً وہ شخص قرآن پاک کی ہدایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے خود کو تیار کرتا ہے اور جہاں بھی مال خرچ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو وہ لبیک کہتے ہوئے میدان میں کود پڑتا ہے اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ضرورت مندوں میں مال کو تقسیم کرکے نہ صرف یہ کہ ان کی دعائیں ان پر سایہ افگن ہوتی ہیں بلکہ اللہ کی رضا اور خوشنودی ان کی روح میں مزید نکھار پیدا کرتی ہے اور انابت الی اللہ کا جذبہ تیز تر ہوتا ہے (المنار ج۱ ص ۱۳۱)

ابو حیان نحوی سورہ حج کی آیت اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الحج ۲۵) "بلا شبہ وہ لوگ جو کفر اختیار کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے رہتے ہیں" کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ فعل مضارع میں کہیں معین زمانہ حال یا استقبال ملحوظ نہیں ہوتا بلکہ استمرار مقصود ہوتا ہے تو جہاں بھی معنی یوں ہو گا کہ پرہیز گار لوگ نمازوں کی ادائیگی پر مداومت اختیار کرتے اور ہماری رضا جوئی کے

www.KitaboSunnat.com

لئے ہمیشہ خرچ کرتے رہتے ہیں

نیز فرمان الٰہی ہے کہ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ (البقرہ ۹۱)

"کہ تم اس سے پہلے کیوں ہمیشہ اللہ کے پیغمبروں کو قتل کرتے رہے۔" (نظم الدرر ج۱ ص ۸۳)

خیال رہے غیر محسوس سے مقصود علم اور صالح اولاد ہے کہ پرہیز گار لوگ وہ ہیں جو کتاب و سنت کے عمل کو حاصل کرنے کے بعد اس کی اشاعت میں کوشاں رہتے ہیں ' دروس کی شکل میں یا کتاب و سنت پر مشتمل کتب کی تدوین کرکے اسے شائع کرتے رہتے ہیں اسی طرح صالح اولاد بھی اپنے والدین کے لئے صدقہ جاریہ ہوتی ہے. اور وہ زندگی بھر جن اعمال صالحہ پر عمل پیرا رہتے ہیں ان کے ان اعمال کا اجر و ثواب جہاں ان کے نامہ اعمال میں ثابت ہوتا رہتا ہے وہاں ان کے والدین کے نامہ اعمال میں بھی ثبت ہوتا رہتا ہے صحیح حدیث میں ہے اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْ لَهٗ

جب انسان موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے تو وہ زندگی میں جو اچھے اعمال کرتا تھا ان کا اِنقطاع ہو جاتا ہے البتہ صدقہ جاریہ باقی رہتا ہے

مسجد یا اسلامی مدرسہ وغیرہ تعمیر کرانا تھا یا اس کے علم سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں یا اس کی صالح اولاد اس کے لئے بارگاہ الٰہی میں اس کی مغفرت کی دعائیں کرتی ہیں اس کا ثواب پہنچتا رہتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

اور وہ جو ایمان لائے ہیں اس پر جسے آپ پر اتارا گیا اور اس پر جسے آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔

ان لوگوں سے مقصود وہ اہل کتاب ہیں جو آخر الزمان پیغمبر ﷺ پر ایمان لائے اور اس کتاب پر بھی ایمان لائے جو آپ پر زمانہ نبوت میں تدریجی طور پر نازل ہوتی رہی لیکن اس سے پہلی آیت میں جن ایمانداروں کا ذکر ہے ان سے مقصود وہ ہیں جو مشرکین عرب میں سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ابن جریر نے اس قول کو مستحسن قرار دیا ہے۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں ذکر کردہ آیات میں ایک ہی قسم کے مومن مقصود ہیں۔ البتہ جس طرح کا ان کا ایمان ہے اس صفت کے لحاظ سے ان میں تفاوت ہے پس اس کتاب پر ان کا ایمان تفصیلی ہے جسے رسول اکرم ﷺ پر نازل فرمایا گیا

جب کہ قرآن پاک سے پہلے جو کتابیں نازل کی گئی ہیں ان پر ان کا ایمان اجمالی ہے ان آیات میں مُتَّقِین کے دوسرے طبقہ کا ذکر ہے سیاق کلام کا تقاضا یہ ہے کہ اس آیت میں جن مُتَّقِین کا ذکر کیا گیا ہے وہ پہلے طبقہ کے مُتَّقِین کی بہ نسبت اونچے مقام پر فائز ہیں اس لئے کہ ان میں وہ اوصاف بھی موجود ہیں جو پہلے طبقہ کے متقین میں پائے جاتے ہیں اور زائد اوصاف بھی ہیں جن کا ذکر ان آیات میں ہو رہا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم پر ایمان کا دعوی رکھنے والے لوگوں کی مختلف اقسام ہیں جب ہم موجودہ اسلامی معاشرہ کے احوال کا جائزہ لیتے ہیں تو کثرت کے ساتھ ایسے لوگ موجود ہیں کہ جب ان کے اعمال کا قرآن پاک کی آیات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو وہ آیات قرآنیہ کے مصداق نہیں ہیں۔ بلکہ مکمل طور پر تضاد پایا جاتا ہے۔ غور کریں قرآن پاک چغل خوری ' غیبت ' کذب بیانی سے منع کرتا ہے لیکن نام نہاد مسلمانوں میں غیبت' چغل خوری اور دیگر اخلاقی برائیاں موجود ہیں جیسا کہ قرآن پاک اعلان کرتا ہے کہ قرآن پاک میں تدبر اور تفکر کیا جائے اور اس کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کی جائے لیکن مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی شہوات میں بدمست ہیں وہ گوارا ہی نہیں کرتے کہ قرآن پاک کی تلاوت کریں چہ جائیکہ وہ اس میں تفکر کریں یا آخرت کے بارے میں کچھ غور کریں بلکہ اپنے مستقبل کے بارے میں بھی غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں تو وہ امت مسلمہ کے مستقبل کے بارے میں کیا قدم اٹھائیں گے اور اس کی ترقی کے لئے کیا اقدام کریں گے

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک اعلان کرتا ہے کہ نماز بے حیائی اور منکر کاموں سے روکتی ہے اور اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اگر نماز ادا کرنے والے شخص کو اس کی نماز بے حیائی اور منکر کاموں سے نہیں روکتی ہے تو اسے یقین کر لینا چاہئے کہ اس کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے اور نہ وہ اللہ کے ہاں اس اعزاز کا مستحق ہے جس کا وعدہ ان لوگوں سے کیا گیا ہے جو نماز صحیح کیفیت کے ساتھ خشوع و خضوع ملحوظ رکھتے ہوئے ادا کرتے ہیں۔ پرہیز گاروں کا یہ وصف بیان ہوا ہے کہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتے ہیں جس کو آپ کی جانب اتارا گیا ظاہر ہے کہ اس کتاب کو اللہ کی جانب سے اتارا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ پاک بلندی کی جانب عرش پر مستوی ہیں۔ تمام مخلوق سے بلند اور جدا ہیں اللہ کی ذات تشبیہ اور تمثیل سے پاک ہیں نہ کسی کے ساتھ ملا ہوا ہے' نہ کسی میں اس نے حلول کیا ہوا ہے۔ پس اس تفصیل کی روشنی میں جبریل علیہ السلام اللہ پاک کی جانب سے وحی لیکر آسمانوں سے زمین پر آتے ہیں نبی ﷺ ان سے وحی حاصل کرتے ہیں لیکن وحی کے حصول کی صفت کی کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے اس لئے کہ یہ ایک پوشیدہ حقیقت ہے جس پر اجمالاً ہی ایمان لانا ضروری ہے اور نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ جبریل علیہ السلام اللہ پاک سے کس کیفیت کے ساتھ وحی حاصل کرتے ہیں اس کیفیت کے معلوم کرنے سے ہم قاصر ہیں البتہ حارث بن ہاشم مخزومی نے جب رسول اکرم ﷺ سے نزول وحی کی کیفیت کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کبھی تو وحی مجھے گھنٹی کی آواز کے مشابہ سنائی دیتی ہے اور وحی کی یہ صورت مجھ پر نہایت مشکل ہوتی ہے۔ لیکن وحی کے انقطاع کے ساتھ وحی میرے حافظہ میں محفوظ ہو جاتی ہے اور کبھی جبریل علیہ السلام انسان کی شکل میں آتے ہیں وہ میرے ساتھ ہم کلام ہوتے ہیں تو میں ان کی باتوں کو محفوظ کر لیتا ہوں (المنار ج ۱ ص ۱۳۳)

اس مفہوم کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں تاکہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جائے۔ ارشاد باری ہے آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ.... الی آخر (سورۃ البقرہ ۲۸۶)

رسول اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی جانب سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں۔ اور مومن بھی سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم نے تیرا حکم سنا اور قبول کیا۔ اے پروردگار ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے نیز فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰ أَدْبَارِهَا --- (النساء ۴۷)

" اے کتاب والو! قبل اس کے کہ ہم لوگوں کے چہروں کو بگاڑ کر ان کو پیٹھ کی طرف پھیر دیں یا ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتہ والوں پر کی تھی۔ ہماری نازل کی ہوئی کتاب پر جو تمہاری کتاب کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی تصدیق کرتی ہے ایمان لے آؤ اور اللہ کا حکم ہو چکا۔" نیز فرمایا
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ (النساء ۱۳۶)
" مومنو! اللہ اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر پر نازل کی اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور روز قیامت سے انکار کرے وہ رستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔"
معلوم ہوا امت محمدیہ کے ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے انبیاء علیہم السلام پر اجمالا ایمان لائے نیز جو کتابیں نازل ہوئیں ان پر بھی اس کا ایمان ہو لیکن رسول اکرم ﷺ پر تفصیلی ایمان لانا ضروری ہے۔ اور آپ پر نازل کردہ قرآن پاک اور اس کی تشریح جو آپ نے کی ہے اس پر بھی ایمان لانا اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنا ضروری ہے اور نجات کا دارومدار اسی پر ہے ارشاد نبوی ہے
تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّتِي (بخاری)
" تم میں دو امر چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم انہیں پکڑے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت ہے۔"
نیز بخاری مسلم میں ابو موسی اشعری سے ایک حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
"ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِي وَرَجُلٌ مَمْلُوكٌ أَدَّىٰ حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ وَرَجُلٌ أَدَّبَ جَارِيَتَهُ فَأَحْسَنَ تَادِيبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا"
" تین اشخاص ایسے ہیں جنہیں دہرا اجر دیا جائے گا۔ ایک اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان کے بعد مجھ پر ایمان لایا ' دوسرا وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ اور اپنے مالک کا حق ادا کیا۔ تیسرا وہ جس نے لونڈی کی تربیت کی ادب سکھایا اور آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ ان آیات میں تمام ایمان داروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ اس کے رسولوں اور اس کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان رکھیں"

البتہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے تو وہ اسلام سے پہلے ان کتابوں پر تفصیلا" ایمان لائیں۔ لیکن جب اسلام میں داخل ہو جائیں تو قرآن پاک کی ہدایات پر ان کا ایمان تفصیلا" ہو۔ البتہ تورات ' انجیل پر ان کا ایمان اجمالا" ہو۔ (ابن کثیر' ج ا ص ۶۹ طبع دارالفکر)

پرہیز گاروں کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں ۔ ان کا ایمان یہ ہے کہ مرنے کے بعد تمام لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ قیامت قائم ہو گی۔ سب لوگوں کا حساب ہو گا۔ ترازو رکھا جائے گا۔ اعمال کا وزن ہو گا۔ کسی شخص پر ظلم نہیں ہو گا۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ موحد' متبع سنت لوگ جنت میں داخل ہوں گے لیکن کافر مشرک لوگوں کو دوزخ میں گرایا جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا۔ آخرت کا نام دارالبقا ہے۔ یعنی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔ جب کہ دنیا کا نام دارالفنا ہے۔ پرہیز گاروں کی جن صفات کو ذکر کیا گیا ہے ان صفات کے اثبات کے لئے ایمان کا ذکر ہے۔ لیکن آخرت کے دن پر ایمان رکھنے کا ذکر یقین کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ متکلمین کے نزدیک یقین سے مقصود اعتقاد ہے جو واقع کے مطابق ہو۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہرگز نہ ہو۔ جب کہ لغت عرب میں یقین پختہ اعتقاد کا نام ہے۔ لیکن ان چیزوں میں جو محسوسات اور ضروریات سے شمار نہ ہوتی ہوں پس یقین اس اعتقاد کو کہیں گے۔ جس کی بنیاد دلائل اور علامات پر ہو اور اس میں ہرگز شکوک شبہات کی گنجائش نہ ہو۔ لسان العرب میں اس کی تشریح کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے کہ یقین اس پختہ بات کو کہتے ہیں جو شکوک و شبہات سے مبرا ہو اور اس کو چیلنج نہ کیا جا سکتا ہو۔ دراصل عربی زبان میں علم کا لفظ جہل کے خلاف ہے۔ جب کہ یقین کا لفظ شک کی نقیض ہے۔ پس ایمان شرعی کی تعریف یہ ہے کہ اس میں صرف لغوی یقین ہو اور لغوی یقین اس پختہ تصدیق کا نام ہے جس میں شک اور تردد کا شائبہ تک نہ ہو اور نہ اس میں اس خیال کا اظہار کیا جائے کہ فلاں چیز راجح ہے اور فلاں مجروح ہے۔ اس لئے کہ یہ تو ظن کی تعریف ہے جب کہ منطقی یقین کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ وہ لغوی یقین سے زیادہ اکملیت کا حامل ہوتا ہے۔ پرہیز گاروں کا آخرت کے دن پر یقین اس لئے ہے کہ وہ قرآن پاک پر ایمان رکھتے ہیں۔ جب کہ قرآن پاک نے انہیں آخرت کے دن کے واقع ہونے پر یقین کے درجے پر کھڑا کر دیا ہے۔ اب وہ آخرت کے بارے میں ہرگز متذبذب نہیں ہیں۔ ان کا یہ وصف کہ وہ آخرت یعنی جزا سزا کے دن پر یقین رکھتے ہیں اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اس یقین کی روشنی میں اپنی زندگی میں انقلاب لائیں اور اس تصور کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں کہ یہ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزا ہے۔ یہاں نیکی اور بدی کی جزا اور سزا کے لئے ایک دن مقرر ہے جہاں انصاف ہوگا۔ کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہو گا۔ ذرہ بھر نیکی اور ذرہ بھر برائی کا بدلہ دیا جائے گا اور اگر بنظر یقین اس بات کو ذہن نشین کر لیا جائے تو ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کرے یا جھوٹ کہہ کر دنیوی عقوبت سے رستگاری حاصل کر لے۔ لیکن آخرت کے دن جب میزان عدل قائم ہوگا تو اس دن عدل و انصاف کے ساتھ تمام فیصلے سرانجام پائیں گے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں کو آخرت کے وقوع کا یقین نہیں ہے۔ وہ جھوٹی گواہی سے گریز اختیار نہیں کرتے۔ نہایت دلیری کے ساتھ عدالتوں میں جھوٹی گواہی دیتے ہیں اگر انہیں کہا جائے کہ آپ اپنے اللہ کا خوف اپنے دل میں رکھیں انصاف کا ایک دن مقرر ہے تو وہ کہتا ہے کہ اعوذ با اللّٰہ مجھے اس بات کا اچھی طرح علم ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مرنے کے بعد مجھے قبر میں دفن کر دیا جائے گا اور دنیا کا مال آخرت میں کچھ کام نہیں آئے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جھوٹی قسمیں نہایت دلیری کے ساتھ اٹھا رہا ہوتا ہے اور کہہ رہا ہوتا ہے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور میری گواہی میں جھوٹ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائبہ تک نہیں ہے۔ کچھ عرصے بعد جب اصل حقائق سامنے آتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے دنیوی مال و متاع کے حصول کے لئے مکروفریب کا لباس پہن رکھا ہے صرف حصول دنیا اور اپنی خواہشات نفسانی کے لئے اس نے ڈھونگ رچا رکھا تھا وہ نہایت بے باکی اور ہوشیاری کے ساتھ لوگوں کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کر رہا ہے۔ وہ آخرت کے دن کو ایک افسانہ سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں دیتا۔ حالانکہ قرآن پاک جسے آخر الزماں پیغمبر محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اس کی صداقت میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے۔ ہمارے لئے ازبس ضروری ہے کہ ہم قرآن پاک کے احکامات کی روشنی میں رواں دواں رہیں اور اس میں ذرہ بھر بھی کمی بیشی نہ ہو (المنار ج۱ ص۱۳۵)

عربی زبان میں یَقِیْنُ الْمَاءِ بارش کے اس پانی کو کہتے ہیں جو آسمان سے برستا ہے۔ اور پہاڑ کی کسی غار میں ٹھہر جاتا ہے وہ اسی طرح شفاف رہتا ہے کہ اس میں غبار وغیرہ ملاوٹ راہ نہیں پاتی ہے۔ جب کہ اس میں ملاوٹ کے واقع ہونے کے بارے میں ہمیں شک ہوتا ہے۔ اس لئے لفظ یقین اللہ کا وصف نہیں کہلا سکتا۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ یقین علم کی پختگی کا نام ہے اور یقین کے وصف کے ساتھ شک کو دلائل کی روشنی میں ختم کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کی ذات کو موقن کے ساتھ موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ (نظم الدرر ج۱ ص۸۸)

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑤

وہی لوگ اپنے رب (کی توفیق) سے ہدایت پر ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔

پرہیز گاروں کے چھ اوصاف ذکر کئے ہیں کہ وہ ان دیکھی حقیقتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے مقصود اللہ پاک کی ذات' فرشتے' جنت' دوزخ وغیرہ ہیں ان کا تعلق عقائد سے ہیں اور دوسرے وصف میں اقامت نماز کو بیان کیا ہے۔ اس سے مقصود بدنی عبادات ہیں کہ انہیں اس کیفیت سے ادا کیا جائے کہ جس طرح رسول اکرم ﷺ نے ان کی تبیین فرمائی ہے۔ تیسرے وصف میں انفاق کا ذکر ہے اس سے مقصود مالی یا غیر حسی عِلْمُ الْكِتَابَ وَ السُّنَّة کو عوام تک پہنچانا ہے۔ چوتھے وصف میں رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ قرآن پاک اور اس کی تشریحات پر ایمان رکھنا۔ پانچویں وصف میں ان کتابوں پر اجمالی ایمان لانا جو آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں۔ چھٹے وصف میں قیامت کے دن پر ایمان رکھنا جس دن تمام لوگوں کے بارے میں فیصلے سنائے جائیں گے۔ جس کا نام سزا جزا کا دن ہے۔

وہ لوگ جو ان اوصاف کے حامل ہیں۔ نہ صرف یہ کہ انہیں ان کے پروردگار نے ہدایت پر ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا کر دیا ہے بلکہ ان کی کامیابی سے آگاہ کر دیا ہے کہ اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ ان اوصاف کے حامل نہیں ہیں انہیں تو مسلمان بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اور وہ اللہ پاک کے غیض و غضب سے بچ نہیں سکیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑥ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑦

بے شک جنہوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے برابر ہے کہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگائی اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

کَفَرُوا کا مصدر کَفَرَ ہے۔ اس کا لغوی معنی چھپانا ہے۔ کاشتکار کو کافر کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ بھی بیج کو زمین میں چھپاتا ہے۔ کفران کا معنی رائیگاں ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ (الانبیاء ۹۴) "جو شخص بھی اعمال صالحہ کرے گا۔ جب کہ وہ مومن ہے تو اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی۔"

کفر کا معنی انکار کا ہے۔ قرآن پاک میں ہے فَأَبَىٰ الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا (الاسراء ۹۹) "یعنی ظالموں نے بس انکار کیا" اور جب (شکر) کے مقابلے میں (کفر) کا استعمال ہوتا ہے تو معنی کفران نعمت ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے مَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ (النمل ۴۰)

"جو شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے پرواہ اور کرم والا ہے۔"

نیز کافر کاشتکار کو بھی کہتے ہیں اس کی جمع کفار ہے۔ قرآن پاک میں ہے أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ (الحدید ۲۰) "کاشتکاروں کو اس کی انگوری بھی بھلی لگتی ہے۔"

پرہیز گار مسلمانوں کے اوصاف جمیلہ کے ذکر کرنے کے بعد اللہ پاک نے فرمایا کہ ذکر کردہ اوصاف کے ساتھ موصوف لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور وہ اخروی سعادتوں سے ہم کنار ہوں گے۔

چنانچہ خالص اور مخلص فرماں بردار بندوں کا ذکر کرنے کے بعد ان کے مخالفین کا تذکرہ کیا ہے۔ جو تمرد اور سرکشی میں سربر آوردہ ہیں۔ وہ ہدایت کی روشنی سے یکسر خالی ہیں جو پیغمبروں کی وعظ و نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔ ان کی چار اقسام ہیں۔ پہلی قسم میں وہ لوگ ہیں جو اللہ کی معرفت سے عاری ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جن کے دل میں اللہ کی معرفت موجود ہے' لیکن وہ اس کا زبان کے ساتھ اقرار نہیں کرتے۔ جیسے ابلیس اور یہودیوں کا کفر ہے۔ یہودیوں کے ایمان کے بارے میں ذیل کا ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ○ (البقرۃ ۸۹)

" پس جب ان کے پاس آیا تو انہوں نے پہچان کر اس کے ساتھ کفر کیا۔ "

تیسری قسم میں وہ ہیں' جن کے دل میں اللہ کی معرفت موجود ہے۔ زبان سے بھی اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالتے نہیں ہیں۔ جیسے رسول اکرم ﷺ کے چچا ابوطالب کا کفر ہے۔ اس کے دو اشعار ملاحظہ کریں' جن سے اس کا کفر و عناد مترشح ہو رہا ہے۔

وَ لَقَد عَلِمتُ بِأَنَّ دِينَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَيرِ اَديَانِ البَرِيَّةِ دِينًا
لَولَا المَلَامَةُ اَو حِذَارُ مَسَبَّةٍ
لَوَجَدتَنِي سَمحًا بِذَاكَ مُبِينًا

" مجھے معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) کا دین دیگر تمام کائنات کے ادیان سے بہتر ہے۔ اگر مجھے ملامت کا خیال نہ ہوتا' یا مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ مجھے عار دلائی جائے گی گالی دی جائے گی تو میں اس دین کی آغوش میں بخوشی آجاتا۔ "

اور وہ کفر جو منافقت کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ زبان کے ساتھ اقرار کرے اور دل میں اس کا اعتقاد نہ ہو۔

ذکر کردہ آیت میں کفار سے مراد وہ لوگ ہیں' جن کے دلوں میں کفر راسخ ہو چکا ہے۔ ان میں ایمان کی جانب میلان کی استعداد موجود نہیں۔ وہ نہ صرف یہ کہ آخر الزمان پیغمبر کو اللہ کا فرستادہ پیغمبر تسلیم نہیں کرتے' بلکہ اس کتاب کا بھی انکار کرتے ہیں جس کتاب کو انہوں نے ان کے سامنے پیش کیا۔ ان کے سامنے کتاب کے سچا ہونے کے دلائل واضح کئے گئے لیکن انہوں نے نہایت بے باکی سے کتاب اللہ کا تمسخر اڑایا اور پیغمبر کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے ان میں سے کچھ لوگوں نے آپ کی حقانیت کا اعتراف کیا لیکن ازراہ عناد آپ کے پیغمبر ہونے کو تسلیم کرنے سے بغاوت اختیار کی۔ ان اوصاف کے ساتھ موصوف لوگ کم تعداد میں تھے وہ قوت سے محروم تھے جلد ہی ان کا اختتام ہوگیا قرآن پاک میں ہے۔

يَعرِفُونَهُ كَمَا يَعرِفُونَ اَبنَائَهُم ○ (البقرۃ ۱۴۶)

" وہ آپ ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔ "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا' جو حق و صداقت کا علم نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی انہوں نے صحیح بات کو معلوم کرنے کی کوشش کی۔ انہیں اس سے کچھ دلچسپی نہیں تھی ان کے بارے میں قرآن پاک نے فرمایا۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ○ (الانفال ۳)

" اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جانداروں میں سے بدتر وہ بہرے' گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ ان میں نیکی (کا مادہ) دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق بخشتا۔ اور اگر (بغیر صلاحیت ہدایت کے) سماعت دیتا تو وہ منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔"

یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان کے کانوں میں حق و صداقت کی آواز پہنچی تو وہ گھبرا گئے انہوں نے حق کی آواز کو سننا گوارا نہ کیا' بلکہ روگردانی کی اور استکبار کا راستہ اختیار کیا' اگرچہ ان میں حق و صداقت کے معلوم کرنے کی بصیرت موجود تھی لیکن انہوں نے نفرت اور تکبر کے انداز سے اس کو سننا گوارا نہ کیا۔

دراصل انہیں وہم لاحق تھا کہ اگر انہوں نے نئے دین کو قبول کرلیا تو اس وقت انہیں معاشرہ میں جو سیادت اور عظمت حاصل ہے وہ اس سے محروم ہو جائیں گے۔جب کہ کثیر تعداد میں وہ لوگ تھے جو معاند' متعصب' ہٹ دھرم قسم کے لوگ تھے۔ ان کے دل ضلالت کی آلودگی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان میں راہ صواب کی طلب کی کوئی کرن موجود نہ تھی اور نہ ان میں اس کی کچھ رغبت تھی۔ ان کے دلوں میں سیادت و قیادت کے حصول کا داعیہ تیز تر تھا وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قوتوں کو مال و دولت کے جمع کرنے ' جسمانی راحتوں کے حصول اور شہوت نفسانی کی تکمیل میں نہایت بے باکی کے ساتھ صرف کرنے میں سربرآوردہ تھے۔ وہ اس کے علاوہ کسی دوسری راہ پر رواں دواں رہنے سے خود کو الگ تھلگ کئے ہوئے تھے۔ جب ان کے کانوں میں حق کی آواز پہنچتی یا انہیں راہ صواب پر چلنے کے لئے کوئی پکارتا تو وہ اس آواز پر کان نہیں دھرتے تھے' چہ جائیکہ کہ وہ راہ حق پر چلنے کی دعوت دینے والے کی آواز سن کر غور و فکر کریں اور جائزہ لیں کہ جس راہ پر ہم ڈٹے ہوئے ہیں اور جس راہ کی دعوت ایک طالب حق دے رہا ہے ان میں کیا فرق ہے جب کہ وہ ان دونوں کے درمیان موازنہ کرنے اور غور و فکر کے ساتھ ان میں فرق معلوم کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ بلکہ دعوت حق کا انہوں نے مذاق اڑایا اور نہایت بے باکی کے ساتھ حقارت آمیز لہجہ میں کہا کہ ہم اس دعوت پر غور و فکر کرنے کے لئے خود کو آمادہ نہیں پاتے اور ہمیں کچھ پتہ نہیں چل رہا کہ ہمیں کیا کہا جا رہا ہے۔ وہ استہزاء اور حقارت کے انداز سے روگردانی کرتے ہوئے یوں کہنے لگے کہ ہم اس دعوت کو سچا مانتے ہیں نہ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ذہن اور خباثت کے لوگ ہر دور میں کثرت کے ساتھ پائے جاتے رہے ہیں۔ بالخصوص ان لوگوں میں جہاں جہالت کا غلبہ ہوتا ہے' فطرت سلیمہ کا فقدان ہوتا ہے اور فضائل و مناقب سے جنہیں کچھ واسطہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ چارپایوں سے بھی بدتر ہیں جن کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ ان کے لئے خوراک کا وافر انتظام ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ انہیں کسی چیز کا خیال نہیں ہوتا۔

اس قسم کے لوگوں کے بارے میں (جن کی فطرت مسخ ہو چکی ہے اور ان کے غور و فکر کے دواعی مضمحل ہیں) نہایت کھلے انداز میں فیصلہ صادر فرمایا کہ انہیں انبیاء کا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے۔ ان میں ایمانی استعداد مفقود ہے۔ جبکہ کفر و شرک کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جو شخص رات کی تاریکی میں روشنی سے اعراض کرتاہے۔ لذات شہوات میں انہاک کی وجہ سے آنکھیں بند رکھتا ہے تو اسے روشنی سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ تو اندھیرے سے محبت رکھتا ہے جیسے چمگادڑ روشنی میں چھپا رہتا ہے۔ جب وہ روشنی کو دیکھنا گوارا نہیں کرتا تو اسے روشنی سے کچھ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے؟ اسی لئے اللہ پاک نے نہایت واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ اس قسم کے لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ ایمان کی دولت سے محرومی ان کا مقدر بن چکا ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ :۔میں سنت اللہ کا ذکر ہے کہ جب انسان حق بات کو چھوڑ کر باطل کا دلدادہ ہو جاتا ہے' منہیات کا مرتکب ہوتا رہتاہے۔ حق و صداقت کی جانب سے اس کی توجہ باطل کی طرف مبذول ہوتی ہے تو اس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اللہ پاک کی نافرمانی کو مستحسن گردانتا ہے۔ اس کے غور و فکر کے کواڑ بند ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی بدنصیب لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ (النحل ۱۰۸)

"یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔"

جن لوگوں کے دلوں میں کفر سرایت کر جاتا ہے تو غور و فکر کے اسباب سے انہیں محرومی حاصل ہوتی ہے۔ ایمان کے محاسن کی جانب ان کی نظریں نہیں اٹھتیں۔ ایسی حالت میں ان کے دل مہر شدہ ہو جاتے ہیں۔ ایمان و یقین کی روشنی سے ان کے دل محروم ہو جاتےہیں اور احکام الٰہیہ کو غور سے نہیں سنتے اور ان کی آنکھوں پر پردہ چھا جاتا ہے۔ ان کی آنکھیں حق و صداقت کے دیکھنے سے عاری ہو جاتی ہیں۔

اللہ عزوجل نے ان کے دلوں پر مہر کا ذکر ماضی کے صیغہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سے یہ نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھا جائے کہ اللہ نے انہیں کفر پر مجبور کیا ہے بلکہ بطور تمثیل ذکر کیا ہے۔ سنت اللہ یہی ہے کہ جب لوگ کفر پر چلنے کو پسند کرتے ہیں بلکہ کفران کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا ہے اور ان سے ایمان لانے کی توقع ختم ہو جاتی ہے۔ اور انہیں ایمان قبول کرنے کی استعداد سے محرومی ہو جاتی ہے تو پھر انسان جس طرف رواں دواں ہو جاتا ہے اس کے لئے وہی راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء ۱۱۵) "جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیتے ہیں اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔" نیز سورت منافقین میں ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (المنافقین ۳) "یہ اس لئے کہ یہ (پہلے تو) ایمان لائے پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی' سو اب یہ سمجھتے ہی نہیں۔"

نیز سورت نساء میں ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النساء ۱۵۴)

"(لیکن انہوں نے عہد کو توڑ ڈالا) تو ان کے عہد کو توڑنے اور اللہ کی آیتوں سے کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق مار ڈالنے اور یہ کہنے کے سبب کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اللہ نے ان کو مردود کر دیا (اور ان کے دلوں پر پردے نہیں ہیں) بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ نے ان پر مہر کر دی ہے تو یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔"

دل اور کان کے لیے ختم کا لفظ استعمال ہوا ہے ان کے دل ادراک سے محروم ہو گئے اور ان کے کان حق بات سننے سے بہرے ہو گئے۔ کس قدر واضح بات ہے کہ جو شخص حق و صداقت سننا نہیں چاہتا' سننے سے روگردانی کرتا ہے گویا اس نے آواز کو تو سنا لیکن اصل مقصود اس کے کانوں تک نہیں پہنچا تو اس کو فقط آواز سننے سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا جب کہ ان معاندین اور ضدی لوگوں کی آنکھوں پر پردے ہیں جب کہ آنکھیں انسان کو خطرات سے محفوظ رکھتی ہیں اور جن چیزوں کو وہ دیکھتا ہے ان سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص کائنات کی آیات کو غور و فکر کے ساتھ نہیں دیکھتا تو اس کا دیکھنا یا نہ دیکھنا برابر ہے۔ گویا کہ اس کی آنکھوں پر پردہ ہے وہ کچھ نہیں دیکھ رہا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (الحج ۴۶)

"بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔"

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ :- اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ عذاب سے مقصود تکلیف دہ چیز ہے جس کے سبب زندگی میں کچھ مزہ باقی نہ رہے اور خوشی کافور ہو جائے۔ عذاب میں سلب ماخذ مقصود ہے۔ یعنی خوش گوار زندگی مسلوب ہو گئی ہے۔ علامہ بیضاوی ؒ نے عذاب کا مفہوم روکنا ذکر کیا ہے۔ چونکہ اَلْمَاءُ الْعَذْبُ ٹھنڈا پانی پیاس کو دور کرتا ہے اس لئے اس کو عذب کہا جاتا ہے۔

سوال : ذکر کردہ دونوں آیات میں اس بات کی وضاحت ہے کہ آپ کافروں کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے؟

جواب : ان سے مقصود وہ لوگ ہیں جو اللہ کے علم میں بدبخت ہیں اور ان کے ایمان لانے کی امید نہیں ہے بلکہ یقین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ۔ جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ ہیں ۔ اس قسم کے لوگوں پر ڈرانے کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔
ابوجہل نے برملا اعلان کیا جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے ۔
اَللّٰھُمَّ اِنۡ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِکَ فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ (انفال ۳۲) " اے اللہ ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج ۔ "
جب کہ ابولہب اور اس کی بیوی کے بارے میں نص صریح ہے ۔ تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَہَبٍ وَّ امۡرَاَتُہٗ حَمَّالَۃَ الۡحَطَبِ فِیۡ جِیۡدِہَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ (سورۃ اللھب)
" ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔ نہ تو اس کا مال اس کے کچھ کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا ۔ وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی جورو بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔ "
ابو طالب (آپ کے چچا) کے بارے میں نص صریح موجود ہے ۔ اِنَّکَ لَا تَہۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ (القصص ۵۶) " (اے محمد ﷺ) تم جس کو دوست رکھتے ہو اس کو ہدایت نہیں کرسکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔
دوسرے مقام میں وضاحت موجود ہے ۔ وَ مَاۤ اَنۡتَ بِہٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِہِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَہُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ (الروم ۵۳) " اور نہ اندھوں کو گمراہی سے (نکال کر) رستہ دکھا سکتے ہو۔ تم تو انہی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ فرمانبردار ہو جاتے ہیں ۔ "
ایمان دار کا اعتقاد یہ ہو کہ ہر چیز اللہ کی مشیت کے تابع ہے ۔ ارشاد باری ہے ۔ وَ لَوۡ شَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ کُلُّہُمۡ جَمِیۡعًا ؕ اَفَاَنۡتَ تُکۡرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ (یونس ۹۹) " اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لاتے۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں ۔ "

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ مَا ہُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ۘ﴿۸﴾ یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰہَ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ وَ مَا یَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَہُمۡ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ ؕ﴿۹﴾

اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان دار نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور (حقیقت میں) نہیں دھوکہ دیتے ہیں مگر اپنے آپ کو، اور وہ سمجھتے نہیں ہیں ۔

لغوی تحقیق : یَقُوۡلُ کا مصدر قَوۡلٌ ہے اس سے مقصود بات کرنا ہے۔ باب افعل سے اَقَالَ کا معنی معاف کرنا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث شریف میں ہے۔

مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا اَقَالَ اللّٰہُ عَثْرَتَہٗ

" جو شخص کسی مسلمان کو معاف کرتا ہے تو اللہ اس کی لغزش کو معاف فرمائے گا۔ "

وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ میں (ب) حرف جارہ تاکید کے لئے ہے، یوم کا معنی دن ہے، اس کی جمع اَیَّام ہے، اس کا معنی زمانہ ہے۔ اصل میں اَیْوَام تھا۔ واؤ کو یا کرکے یا میں ادغام کردیا۔ اور یہ ایام ہو گیا، اَلْیَوْمَ آج کا دن، یومئذ اس دن

یُخَادِعُوْنَ باب مفاعلہ سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں اَلْمَخْدَعَ بڑے کمرے کے اندر چھوٹا کمرہ۔ اَلْاَخْدَعَانِ گردن کی دو رگیں مراد ہیں۔

ضرب المثل ہے۔ ھُوَاَخْدَعُ مِنَ الضَّبِ۔ " وہ گوہ سے زیادہ دھوکہ باز ہے "

لَایَشْعُرُوْنَ: ان کو خبر بھی نہیں۔ مادہ (ش ع ر) ہے، شعر بال کو کہتے ہیں۔ اشعار جمع ہے۔ شعر موزوں و مقفی کلام کو کہا جاتا ہے اور شعر کہنے والے کو شاعر کہتے ہیں ۔ رسول اکرم ﷺ کو شاعر (نعوذ باللہ) کذاب کے معنی میں کہتے تھے۔ یہاں تک کہ جھوٹے دلائل کو اَدِلَّۃٌ شِعْرِیَۃٌ کہا جاتا تھا۔ مشہور مقولہ ہے۔ اَحْسَنُ الشِّعْرِ اَکْذَبَہٗ سب سے بہتر شعر وہ ہے جو سب سے زیاد جھوٹ پر مشتمل ہو۔

عام طور پر لوگ تین قسم کے ہیں۔ مخلص ایماندار پرہیز گار لوگ۔ ان کا ذکر کرنے کے بعد کفار کا ذکر کیا گیا جو ضدی اور ہٹ دھرم ہیں اپنے باطل عقائد پر مضبوطی کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں۔ ان کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو منافق ہیں۔ چونکہ منافقین سے ہر دور میں اسلام کو نقصان پہنچا اس لئے ان کی خباثتوں اور شرارتوں سے پردہ اٹھانے کے لئے اللہ پاک نے ایک مستقل سورت کو نازل فرمایا جس کا نام سورۃ منافقین ہے۔ جب کہ اس مقام پر ان کی چال بازیوں اور مکر و فریب و دجل و تَلبِیسَات کو واشگاف کرنے کے لئے مسلسل نو آیات میں ان کی دسیسہ کاریوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے پھر اسی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ان کی خفیہ سرگرمیوں اور فساد انگیزیوں کو طشت از بام کرنے کے لئے دو تمثیلات بیان کی ہیں۔ دونوں تمثیلات کا ذکر چار آیات میں کیا گیا ہے جس سے ان کی انسانیت سوز خباثتوں کا بھیانک چہرہ نمایاں ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں تقریباً ہر سورۃ میں ان کی بد عہدی، کذب بیانی، شاطرانہ چالوں کو واضح کرکے ان کے خطرناک منصوبوں سے ڈرایا گیا ہے۔ تاہم سورۃ توبہ جس کا ایک نام سورۃ مبعثرہ بھی ہے اس میں نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ ان کی انسانیت سوز چال بازیوں کے بیان کرنے میں نہایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسط و تفصیل کے ساتھ کام لیا گیا ہے۔ اسی لئے اس سورۃ کا نام سورۃ مُبَعثِرَہ ہے جس نے منافقین کی غیر انسانی مخفی حرکتوں کو اسلامی معاشرہ میں پیش کرکے ان سے ڈرایا ہے۔ نیز اس کا نام (فَاضِحَہ) بھی اسی بنا پر ہے کہ اس سورت میں انہیں ایسا رسوا کیا گیا ہے کہ اب وہ معاشرہ میں سر اونچا کر کے نہیں چل سکتے۔ نیز سورۃ الاعراف، نساء، انفال، احزاب، محمد، فتح، مجادلہ، اور حشر میں بھی ان کے اعمال و خصائص بیان ہوئے ہیں۔

منافقین بظاہر ایمان داروں کے ساتھ تھے لیکن بباطن کفار کے ساتھ ان کے گہرے روابط تھے۔ نفاق کی بیماری کی شناعت اللہ کے ہاں صریح کفر سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی لئے منافقین کے بارے میں تہدید آمیز انداز میں اعلان کیا۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ○ (النساء ۱۴۵)

"بلاشبہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں رہیں گے۔"

ان سے مقصود عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے رفقاء ہیں جن کے دلوں میں نفاق رچ بس چکا تھا۔ بظاہر دنیوی مفادات کے حصول کے لئے خود کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور ان کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے۔ لیکن ان کے دلوں کی دھڑکنیں کفار کے ساتھ تھیں۔ جب کہ اللہ پاک نے ان کو کفار سے زیادہ بدترین قرار دیا ہے اس لئے کہ کفار اعلانیہ مسلمانوں کے خلاف ایک کیمپ رکھتے تھے اور مسلمانوں کی قوت مضمحل کرنے کے لئے ہر قسم کی عملی تدابیر اختیار کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ جبکہ منافقین بظاہر مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے، لیکن زبردست دھوکہ بازی کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی بھی کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان سے مفادات بھی حاصل کرتے تھے۔ چونکہ منافقین بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھے جب کہ ان کا معاملہ مشتبہ تھا تو ان کی خفیہ سرگرمیوں اور دسیسہ کاریوں سے پردہ چاک کرنے کے لئے تیرہ آیات میں نہایت وضاحت کے ساتھ ان کے خبث باطن کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ اسی لئے سورۃ توبہ، سورۃ منافقین سورۃ نور، اور دیگر سورتوں میں ان کے حالات کو واضح انداز میں ذکر کیا گیا ہے تاکہ مسلمان ان کی خباثتوں اور خفیہ سازشوں سے محفوظ رہیں۔

نفاق کی تعریف یہ ہے کہ بظاہر اچھے کردار کا اظہار کیا جائے، جب کہ باطن میں شر کے پہلو کو کامیابی کے ساتھ ہم کنار کرنے کے لئے غیر انسانی ہتھ کنڈوں سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ اعتقادی منافق ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا البتہ عملی منافق جس کا عمل اس کے قول کے خلاف ہو، اس کی باطنی کیفیت اس کی ظاہری کیفیت کے ساتھ ہم آہنگ نہ ہو تو وہ منافق اکبر ا لکبائر گناہوں کا مرتکب ہے۔ بخاری شریف بَابُ عَلَامَةِ النِّفَاقِ کے ضمن میں عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَربَعٌ مَن کُنَّ فِیہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَ مَن کَانَت فِیہِ خَصلَۃٌ مِنھُنَّ کَانَت فِیہِ خَصلَۃٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا اِذَا اؤتُمِنَ خَانَ وَ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَ اِذَا عَاھَدَ غَدَرَ وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۹)

" نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ جس شخص میں چار خصلتیں پائی گئیں وہ ٹھیک ٹھاک منافق ہے اور جس شخص میں نفاق کی ایک خصلت ہے تو اس میں نفاق کی ایک ہی خصلت ہے جب تک اسے چھوڑتا نہیں۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کا مرتکب ہو' اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ کہنے سے گریز نہ کرے اور جب کسی سے وعدہ کرے تو بدعہدی کرے اور جھگڑتے وقت فسق و فجور والی باتیں کرے "

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ

وَاِن صَلّٰی وَ صَامَ وَ زَعَمَ اَنَّہُ مُسلِمٌ (مسلم ج ا ص ۵۶ مطبع نور محمد)

" اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو' روزہ رکھتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو۔"

ذہن نشین کریں کہ منافقین کی صفات کا ذکر مدنی سورتوں میں ہے۔ مکہ مکرمہ میں جب تک رسول اکرم ﷺ تشریف فرما رہے۔ وہاں تو منافقت کی کوئی شکل نہ تھی' اس لئے کہ کفار کو غلبہ حاصل تھا اور تہی دست ایمان داروں پر مظالم کا بازار گرم تھا۔ البتہ ان اوصاف کے مسلمان پائے جاتے تھے جو مجبوری کے ساتھ کفر کا اظہار کرتے تھے لیکن ان کے دلوں میں ایمان کی پختگی کار فرما تھی۔ جب رسول اکرم ﷺ اور آپ کے رفقاء رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عرصہ حیات تنگ کردیا گیا تو اللہ پاک کی اجازت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرما ہوئے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں اوس و خزرج دو قبیلے تھے جو دور جاہلیت میں مشرکین عرب کے انداز پر بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ ان کے علاوہ وہاں یہودیوں کے تین قبائل آباد تھے۔ بَنُو قَینُقَاع قبیلہ کے لوگ خزرج قبیلہ کے لوگوں کے حلیف تھے جبکہ بنو نضیر اور بَنُو قُرَیظَہ' قبیلہ اوس کے حلیفوں میں شمار ہوتے تھے۔ جب رسول اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو انصار کے دو قبیلوں اوس و خزرج سے کافی تعداد میں لوگ مسلمان ہو گئے۔ جب کہ یہودیوں میں سے بہت کم افراد اسلام لائے۔ ان میں عبد اللہ بن سلام اور اس کے کچھ رفقاء تھے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں نفاق کا وجود نہ تھا اس لئے کہ ابھی تک مسلمانوں کو زیادہ شان و شوکت میسر نہیں آئی تھی۔ جس سے خطرہ محسوس کیا جائے بلکہ رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف یہودیوں کے ساتھ بلکہ مدینہ منورہ کے ماحول میں جو قبائل آباد تھے ان میں سے اکثر قبائل کے ساتھ آپ نے مصالحت کا معاہدہ فرمایا لیکن غزوہ بدر میں جب مسلمانوں کو کامیابی حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تو عبد اللہ بن ابی بن سلول جس کو مدینہ میں عظمت حاصل تھی اور وہ دونوں قبیلوں کا رئیس سمجھا جاتا تھا اور اس کے حواری اس کے سر پر بادشاہت کا تاج پہنانا چاہتے تھے کہ غزوہ بدر کا یہ واقعہ پیش آگیا۔ تو عبد اللہ بن ابی بن سلول بظاہر اسلام قبول کرلیتا ہے اور اس کے ساتھ کچھ لوگ جو اس کی موافقت میں پیش پیش تھے نیز اہل کتاب میں سے کچھ لوگ اسلام لائے لیکن ان کا اسلام لانا منافقت کے انداز کا تھا ان لوگوں کے بارے میں ہی یہ آیات نازل ہوئی ہیں جن کی تشریح ہم کر رہے ہیں تاکہ ان سے بچاؤ اختیار کیا جائے۔ نہایت تاکید کے ساتھ ان لوگوں کے بارے میں واضح اعلان کردیا گیا کہ یہ لوگ ہرگز ایمان دار نہیں ہیں' یہ اپنے ایمان میں کذب بیانی سے کام لے رہے ہیں۔اسی لئے بِمُؤْمِنِینَ پر "با"حرف جارہ تاکید کا معنی پیدا کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔

مختلف سورتوں میں جہاں جہاں منافقین کا تذکرہ کیا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ یہ لوگ تمام کافروں سے زیادہ خبیث ہیں اور اللہ کے ہاں زیادہ مغبوض ہیں۔ بظاہر تو ان کے بارے میں ہی اللہ پاک نے بیان کیا ہے کہ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' جب کہ وہ اللہ کے لئے اولاد' بیوی اور شریک ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا' جب کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے دعوی کیا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں جب کہ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے۔ جیسا کہ سورۃ اخلاص میں وضاحت ہے کہ "اللہ ایک ہے۔ وحدہ لاشریک ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔ اور نہ اس کے مثل کوئی ہے۔" تو اس سے ان کے ایمان باللہ کی نفی ہوگئی اور ان کا جھوٹ ظاہر ہوگیا (ابن کثیرج ا ص ۴۷)

منافقین بظاہر ایمان کے مدعی ہیں جب کہ ان کے دلوں میں کفر پوشیدہ ہے۔ ان کا ظاہر' باطن ایک جیسا نہیں ہے۔ یُخَادِعُونَ باب مفاعلہ سے ہے جبکہ باب مفاعلہ میں عام طور پر مقصود یہ ہوتا ہے کہ دونوں فریقوں میں سے ہر ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ جیسا معاملہ کرتا ہے تو دوسرا فریق بھی اس کے ساتھ اسی انداز کا معاملہ کرتا ہے۔

پس اس آیت میں اللہ پاک مومن اور منافق سے جو فعل صادر ہوتا ہے اس کا تعلق دوسرے کے ساتھ ہے کہ اس سے بھی اسی طرح کا فعل صادر ہو رہا ہے۔ علم بدیع کی اصطلاح میں اس کا نام مشاکلت ہے جبکہ اللہ پاک نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے نہ اسے دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ اللہ پاک اس سے پاک ہے کہ وہ خود کو کسی منفعت سے دوچار کرے بلکہ وہ اس سے بلند تر ہے کہ اس پر کوئی چیز مخفی رہے۔ اس لحاظ سے منافقین اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ دھوکہ تو اسے دیا جا سکتا ہے جو دھوکہ دہی سے واقف نہ ہو۔ جبکہ اللہ پاک سے تو کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اس لئے یہاں مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسلم کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینا اللہ پاک کے ساتھ دھوکہ کرنا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (الفتح ۱۰)

"بے شک جو آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ پاک کی بیعت کرتے ہیں" کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ پاک کی بیعت کر رہے ہیں یا ان کے نفاق کو دھوکہ بازی سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ ان کی منافقت اس شخص کے فعل کے مشابہ ہے جو دھوکہ کر رہا ہے۔ دراصل یہ مجاز عقلی کی صورت ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے بادل نے مینہ برسایا جب کہ بارش برسانے والا اللہ پاک ہے یا یہ ترجمہ بھی مناسب ہے کہ وہ اللہ پاک کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ خود کو ہی دھوکہ دیتے ہیں۔ اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ مزید برآں اس آیت میں ایک عجیب نکتہ ہے۔ دراصل وہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی قرآن کریم تائید کرتا ہے کہ اللہ پاک اور ایمان داروں کے درمیان ایسا تعلق ہے کہ جس کی وجہ سے قرآن پاک ایمان داروں کے اوصاف کو اللہ پاک کا وصف قرار دیتا ہے' ان کے معاملات اور شان کو اللہ پاک کا معاملہ اور شان قرار دیتا ہے۔ جب کہ اللہ سبحانہ نے ایمان داروں کو اپنی حفاظت میں لیا ہوا ہے کہ ایمان داروں کے دشمن اللہ کے دشمن ہیں اور ان کے مددگار اللہ کے مددگار ہیں۔ ایمان داروں پر یہ اللہ کا خاص احسان اور فضل ہے جس سے ایمان داروں کا مقام و مرتبہ نہایت بلندی پر ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت ایسی عظمت ہے کہ کوئی بھی حقیقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پس قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ ایمانی حقیقت کی لطافت کے تصور سے ہر لحہ اپنی روحانیت کو مجلی و مصفی کرتے رہیں۔ قرآن پاک میں کثرت کے ساتھ اس کا تذکرہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ (اعراب القرآن ج ۱ ص ۴۹)

علامہ بقاعی نے بیان کیا ہے کہ منافقین کا اللہ کو دھوکہ دینا ظاہر پر نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اس سے بھی سابقہ وضاحت کی تائید ہو رہی ہے۔ بہرحال وہ اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے بلکہ وہ خود کو دھوکہ میں مبتلا کر رہے ہیں۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۱۰۷)

عام طور پر منافقین چونکہ زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتے ہیں لیکن اس کے تقاضوں پر عمل پیرا نہیں ہوتے اس لئے وہ اپنے آپ میں خوش ہوتے ہیں کہ ہم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کر کے ان فوائد کو حاصل کر رہے ہیں جن سے دیگر مسلمان بھی متمتع ہو رہے ہیں۔ وہ ہماری اس خفیہ سازش سے بے خبر ہیں' بلکہ وہ ہمیں اپنے رفقاء میں سے سمجھتے ہیں۔ اس طرح ہمیں وہ تحفظ بھی حاصل ہے جو دیگر مخلص ایمان داروں کو حاصل ہیں لیکن انہیں معلوم نہیں کہ وہ اپنی دھوکہ بازی کے برے نتائج سے محفوظ نہیں رہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکیں گے۔ ہر شخص کا محاسبہ ہوگا۔ اس کے اعمال کے مطابق اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اس قسم کے لوگ دین اسلام کے ارکان کا بھی نہایت بے باکی کے ساتھ مذاق اڑاتے ہیں۔ الحاد' زندقہ اور بد عملی کی فضاء بنانے میں ان کا خاصا کردار ہے۔ دراصل اس قسم کے لوگ دین کا تمسخر اڑانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ (هَدَاهُمُ اللّٰه)

ان کی روزمرہ کی زندگی اور ان کے اعمال ان اعتقادات کے منافی ہیں جو اعتقادات بد عملی سے روکتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ خود کو بھی دھوکہ میں مبتلا کئے ہوئے ہیں اور اللہ پاک کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں۔ بلکہ در حقیقت اس قماش کے لوگ زندیق ہیں۔ (اَعاذَنَا اللّٰهُ مِنهُم)

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰

ان کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے۔ اللہ نے ان کی بیماری کو زیادہ کردیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے' اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں

قُلُوْبِهِمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل ہے۔ لفظ قُلُوب اس کی جانب مضاف ہے۔ قلب کی جمع ہے جس کا معنی تبدیلی کرنا ہے۔ دل کو اس لئے قلب کہا جاتا ہے کہ اس میں ہر لحظہ تبدیلی آتی رہتی ہے۔ شاعر کہتا ہے

وَ مَا سُمِّيَ الاِنسَانُ اِلَّا لِاُنسِهٖ
وَ مَا القَلبُ اِلَّا اَنَّهٗ يَتَقَلَّبُ

" اور انسان کا نام اس لئے انسان ہے کہ اس میں انس و محبت کار فرما رہتی ہے۔ اور دل کو اس لئے قلب کہتے ہیں کہ اس میں ہر لحظہ تبدیلی رونما ہو رہی ہوتی ہے"

مَرَضٌ: جسمانی اور روحانی بیماری پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کا مترادف لفظ دَاءٌ بھی روحانی بیماری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے اَیُّ دَاءٍ اَدوَءُ مِنَ البُخلِ

" بخل سے بڑھ کر کوئی بیماری نہیں ہے" اَلتَّمرِيض تیمار داری کرنے کو کہتے ہیں۔ اصل معنی بیماری زائل کرنا ہے۔ اور تیمارداری سے بھی بیماری میں کمی ہوتی ہے۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ: زَادَ فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ باب اِفتِعَال سے اِزدَادَ يَزدَادُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی زیادہ ہونا ہے۔ قرآن پاک میں ہے نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ (یوسف ۸۰) " اور (اس کے حصہ کا) ایک اونٹ کا بوجھ غلہ زیادہ لیں گے "اور لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ (یونس ۲۶) میں زیادہ سے مراد دیدار الٰہی ہے۔

أَلِيمٌ، أَلِمَ، يَأْلَمُ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ الیم سخت درد کو کہتے ہیں اور لفظ الیم، مولم کے معنی میں ہے۔

قرآن پاک میں ہے۔ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ (النساء ۱۰۴)
" تو جس طرح تم شدید درد پاتے ہو اسی طرح وہ بھی شدید درد پاتے ہیں "

منافقین کے دل شکوک و شبہات کی زد میں ہیں۔ اسلام کا نام ان کی زبانوں پر ہے لیکن ان کے دل اس نعمت سے محروم ہیں۔ ان عادات واخلاق کے لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی اصل بیماری کو واضح کرتے ہوئے بتایا:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (الاعراف ـ ۱۷۹)

" ان کے دل ہیں لیکن وہ ان سے سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ (بالکل) چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں "

معلوم ہوا انسان کے اعمال کے اثرات اس کے دل پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ خوف اور خوشی کے وقت انسان کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ اگر دل صحیح ہے تو تمام اعضاء صحیح ہوں گے۔ اور اگر دل بیمار ہے تو پورا ڈھانچہ بیماری کی زد میں ہوتا ہے۔ اگر دل میں کسی کام کے بارے میں یقین ہے تو انسان کے دیگر اعضاء جب کسی کام کو سرانجام دیں گے تو اس کی صحت میں ہرگز شک و شبہ کی گنجائش نہ ہوگی لیکن اگر دل میں تذبذب ہے، اطمینان نہیں ہے تو اعضاء بھی اس کام کو صحیح طور پر سرانجام نہیں دے سکیں گے۔ اصل قوت دل کی قوت ہے۔ اسی لئے منافقین کو کفار سے بھی زیادہ نقصان دہ قرار دیا گیا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر منافقین کفار سے زیادہ خطرناک ہیں تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ نرم رویہ کیوں اختیار کیا اور ان کے نقصانات سے تحفظ کے لئے ان سے برسرپیکار کیوں نہ ہوئے اور انہیں موت کے گھاٹ کیوں نہ اتارا؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سوال کے بارے میں وضاحت صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے واضح کیا۔ اَكْرَهُ اَنْ يَتَحَدَّثَ الْعَرَبُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ "مجھے پسند نہیں کہ عرب لوگ کہیں اس بات کا چرچا نہ کر دیں کہ محمد (ﷺ) تو اپنے رفقاء کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔" مقصود یہ تھا کہ ان کے قتل عام سے کہیں وہ بدوی لوگ جو کثرت کے ساتھ اسلام قبول کر رہے تھے ان میں رکاوٹ نہ پیدا ہو اور وہ اسلام قبول کرنے سے رک نہ جائیں۔ جب کہ ان کو قتل کرنے میں جو مصلحت کار فرما تھی اس سے وہ بے خبر رہیں گے حالانکہ شرعاً انہیں قتل کرنا درست تھا جیسا کہ آپ مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب کفار کو (حالانکہ ان کے اعتقادات فاسد تھے) زکوۃ کے مال سے ان کی تالیف قلبی کرتے ہوئے نوازتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ حکمت بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ آپ جانتے تھے کہ وہ وَاجِبُ الْقَتْل ہیں لیکن حاکم گواہوں کی گواہی کے بعد ایسے لوگوں کو قتل کر سکتا ہے کہ گواہی میں ان کا کفر واضح ہو جائے لیکن حاکم اپنے علم کی بنیاد پر انہیں قتل نہیں کر سکتا۔ منافقین بظاہر تو مسلمان تھے' اگرچہ ان کے اعتقادات مسلمانوں کے اعتقادات کے خلاف تھے لیکن اسلام میں کسی کے اعتقادات کو نہیں دیکھا جاتا اگر زبان سے کسی شخص نے کلمہ توحید کا اقرار کر لیا ہے تو اس کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

بخاری و مسلم میں ارشاد نبوی ہے۔ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ کلمہ توحید کا اقرار کریں۔ جب وہ کلمہ توحید کا اقرار کر لیں گے تو وہ مجھ سے اپنے خون اور مال کو محفوظ کر لیں گے (البتہ حقوق العباد مستثنیٰ ہیں' ان کا فیصلہ الگ ہو گا یعنی ان کا حساب اللہ کے ہاں ہو گا۔)

مقصد یہ ہے کہ جس شخص نے کلمہ توحید کا اقرار کیا' ظاہری طور پر اس پر اسلام کے احکامات جاری ہوں گے۔ اگر اعتقاد عمل کے مطابق ہے تو قیامت کے دن اسے ان اعمال کا ثواب دیا جائے گا۔ اگر اعتقاد عمل کے مطابق نہیں ہیں تو دنیا میں بظاہر تو اس کا مسلمانوں میں شمار ہونا کچھ کام نہ آئے گا۔ (ابن کثیر ج ا ص ۷۶) چونکہ مخلص مسلمان اور منافق دنیوی زندگی مشترک گزارتے ہیں تو قیامت کے دن منافق ان مسلمانوں کو پہچان لیں گے جو ان کے ساتھ باہم مل جل کر ایک شہر یا بستی میں رہتے تھے۔ انہیں کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ رہتے تھے تو آج بھی ہمیں تمہاری رفاقت میسر آنی چاہئے۔ اس کا واضح تذکرہ ذیل کی آیات میں ملاحظہ فرمائیں۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ..... اِلٰى..... بِئْسَ الْمَصِيْر (الحدید ۱۲-۱۵)

"میدان حشر میں مخلص ایمان دار اور منافق لوگ ملے جلے ہوں گے بعد میں انہیں اپنے مقامات میں بھجوا جائے گا"

)منافقین کا مفصل تذکرہ سورہ توبہ اور حشر کی تفسیر میں کیا جائے گا (انشاء اللہ)۔

تاہم منافقین کا لیڈر عبداللہ بن ابی تھا۔ تمام تر سازشوں میں بنیادی کردار ادا کرنے والا یہی شخص تھا۔ اس نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ لیکن اس کے باوجود جب وہ فوت ہوا تو آپ ﷺ اس کی تدفین میں دیگر صحابہ کرام کے ساتھ شریک تھے۔ جب کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سخت انداز میں آپ کو منع فرمایا کہ آپ ایسے شخص کے کفن' دفن' جنازہ میں شرکت فرما رہے ہیں جس نے آپ کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کے جنازے کے بارے میں اختیار دیا گیا تو میں نے اس کے جنازہ میں شرکت کو ترجیح دی۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے یقین حاصل ہو جائے کہ میں ستر بار سے زیادہ بار استغفار کروں تو اسے معاف کر دیا جائے گا تو میں ستر بار سے بھی زیادہ بار اس کے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ (ابن کثیر ج ا ص ۷۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ان کی بیماری میں اضافہ فرمایا۔ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو منافقین وحی کے الفاظ سن کر اس کا انکار کرتے تو اس طرح ان کی بیماری میں اضافہ ہوتا۔ گویا کہ اللہ نے ان کی بیماری میں اضافہ کردیا۔ فعل کی اضافت مسبب کی طرف ہے سبب کی طرف نہیں ہے۔ جیسا کہ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (التوبہ ۱۲۵) "انہیں نجاست میں مزید زیادہ کردیا۔" اس میں نسبت سورت کی طرف ہے یا جیسے جیسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام فتح و نصرت سے ہم کنار ہوتے اور مزید علاقہ حکومت کے زیر نگین آتا تو منافقین کے حسد و بغض میں اضافہ ہوتا۔ کذب سے مقصود کسی کلام کے بارے میں خلاف واقعہ خبر دینا۔ ظاہر ہے کہ اس کے قبیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (تفسیر کشاف ج ۱ ص ۶۰۔ ۶۱)

بنیادی عقائد کی بحث میں ہمیشہ اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ جہاں شر کی نسبت اللہ کی جانب ہو۔ جیسا کہ نفاق کی بیماری میں زیادتی کرنے کی نسبت اللہ کی جانب ہے تو اس سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ وہ خیر اور شر دونوں کا خالق ہے۔ اس لحاظ سے نسبت اللہ کی جانب ہے۔ جب کہ فاعل ہونے کے لحاظ سے انسان مجرم ہے۔ اس آیت میں عذاب الیم میں مبتلا کئے جانے کا سبب منافقین کے کذب کو قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ منافقین کے آغاز میں منافقین کو جھوٹے قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (المنافقین ۱) "(اے محمد ﷺ) جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو (ازراہ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ در حقیقت آپ اس کے پیغمبر ہیں۔ لیکن اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ منافق (دل سے اعتقاد رکھنے کے لحاظ سے) جھوٹے ہیں۔" اس آیت میں منافقین کو اس بنیاد پر جھوٹا قرار دیا گیا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں گواہی دیتے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جب کہ گواہی صمیم قلب سے ہوتی ہے۔ تو وہ آپ کو اللہ کا رسول قرار دینے میں گواہی دینے کے لحاظ سے جھوٹے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے دل آپ کو اللہ کا رسول تسلیم نہیں کرتے تھے۔ جب کہ وہ زبان سے آپ کو اللہ کا رسول کہتے تھے۔ اس لحاظ سے وہ جھوٹے نہیں ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾
اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ
هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔ خبردار وہی فسادی ہیں لیکن سمجھتے نہیں ہیں۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ (اور) لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسا کہ ایمان لائے بے وقوف۔ خبردار وہی احمق ہیں لیکن وہ جانتے نہیں۔

اَلْفَسَادُ : فَسَدَ الشَّيْئُ فعل کا مصدر ہے۔ کسی چیز کا حد اعتدال سے تجاوز کرنا۔ اس کی ضد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صَلَاحٌ ہے۔ اَلْاَرْضُ آسمان کے بالمقابل زمین کا نام ہے۔ اس کی جمع اَرْضُوْنَ ہے۔ قرآن پاک میں اس کا استعمال نہیں ہے۔
اَرْض اَرِیْضَةٌ زرخیز زمین اَرَضَة دیمک کو کہتے ہیں۔ اَلصَّلَاح عمل صالح ' اچھے عمل اَلصُّلْحُ نفرت دور کرکے باہم اتفاق کرنا۔ صالح علیہ السلام ایک پیغمبر گزرے ہیں۔ اَلسُّفَهَآءُ کا واحد سَفِیهٌ ہے۔ کم عقل ' نادان کو کہتے ہیں۔

منافقین کے اوصاف خبیثہ کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔ اس سے مقصود ان کا کفر اور اللہ کی نافرمانی کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ زمین کی اصلاح اللہ کے احکام کی اطاعت میں مضمر ہے۔ اللہ کے فرائض کو ادا کرنے اور منہیات سے بچاؤ اختیار کرنے میں ہے جب کہ منافقین اللہ کی نافرمانی اور منہیات کے ارتکاب میں بے باک ہیں۔ فرائض ادا نہیں کرتے بلکہ دین اسلام میں شک و تذبذب کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جب کہ ان کی محبت مخلص ایمان داروں کی بجائے کفار ' فساق ' فجار کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اس کو وہ مدارت کا نام دیتے کہ ہم ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔ لیکن جس چیز کو وہ اصلاح سمجھتے ہیں وہ دراصل فساد فی الارض ہے۔ موجودہ دور میں یہ لوگ اس لائق ہیں کہ انہیں زندیق کہا جائے۔ برائے نام مسلمان ہوتے ہیں۔ ان کی عملی زندگی اسلام کے اصولوں کے خلاف گزرتی ہے۔
(ابن کثیر ج ۱ ص ۷۸ طبع دارالفکر)

علامہ ابوبکر جابر الجزائری فرماتے ہیں کہ جب کوئی ایمان دار شخص منافقین سے ہم کلام ہوتا ہے کہ تم نفاق نیز یہودیوں اور کفار کے ساتھ محبت کا تعلق قائم کرتے ہوئے زمین میں فساد انگیزی سے خود کو بچاؤ تو وہ انہیں جواب دیتے ہیں کہ ہمارا مقصود تو اصلاح کرنا ہے۔ اللہ پاک نے ان کے اس ادعاء کو غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ تم تو فساد انگیزی کر رہے ہو۔ تمہاری نظروں سے تمہاری فساد انگیزی اس لئے پوشیدہ ہے کہ تمہارے دل و دماغ پر کفر کا غلبہ ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے ان کے بارے میں بتلایا ہے کہ جب کوئی مومن شخص ان سے ہم کلام ہوکر انہیں مشورہ دیتا ہے کہ تم صحیح ایمان لاؤ اور تم اس طرح کا ایمان لاؤ جس طرح کا ایمان عبداللہ بن سلام کا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان بے وقوف لوگوں جیسا ایمان لائیں؟ جو رشد و ہدایت سے عاری ہیں اور بصیرت ایمانی سے محروم ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کا حرف تنبیہ اور حرف تاکید نیز جملہ اسمیہ لاکر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ وہی فسادی ' بے عقل ' شر انگیز' جہالت کا مجسمہ ہیں۔ علم کی روشنی سے محروم ہیں۔ جب کہ راست باز ایمان دار لوگ روشنی و ہدایت کے مینار ہیں۔

معلوم ہوا کہ ! ۱۔ جھوٹا دعوی کرنا منافقین کا خاصہ ہے۔
۲۔ اصلاح کے لئے عمل صالح' اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے۔ اس لئے کہ فَسَادِ فِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاَرض اللہ اور اس کے رسول کی معصیت میں مضمر ہے۔

۳۔ مفسدہ پرداز لوگ زمین پر فساد انگیزی کرتے رہتے ہیں اور فساد کا نام اصلاح رکھتے ہیں۔ جب کہ اللہ پاک کو فساد پسند نہیں' نہ اللہ پاک فساد کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۲۳ اَلنَّاسُ سے مقصود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہیں۔ یا مشہور لوگ جنہیں معاشرہ میں ایک حیثیت حاصل ہے۔ اور وہ تمہارے رفقاء ہیں' جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء ہیں۔ جن کی عظمت کے سبھی لوگ معترف تھے۔ ان میں انسانیت کے ساتھ ہمدردی موجود تھی اور یہی لوگ فی الحقیقت صحیح معنوں میں انسان کہلانے کے مستحق تھے۔ ان کے علاوہ سبھی لوگ چار پایوں سے کم نہیں تھے۔ اس لئے کہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ جن کا نام تم لے رہے ہو وہ تو بے وقوف ہیں۔ ان میں عقل و تمیز کا فقدان ہے۔ انتہائی احمق ہیں حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ وہ خود کو عقل مند اور معاشرہ میں اونچا گردانتے تھے۔ اس لئے کہ وہ مالدار تھے۔ قومیت کے لحاظ سے بھی اونچ سمجھے جاتے تھے۔ جب کہ ایمان داروں میں اکثر لوگ مال و دولت کے لحاظ سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ معاشرہ میں انہیں اس لئے عزت حاصل نہ تھی کہ وہ مال و دولت سے محروم تھے۔ غربت اور کسمپرسی نے انہیں فروتر بنا رکھا تھا۔ اکثریت فقراء افراد پر مشتمل تھی۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو غلامی کی زندگی گزار رہے تھے اور معاشرہ میں ان کا کچھ مقام نہ تھا۔ جیسے صہیب رومی' بلال حبشی اور خباب رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ تھے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ عقل و دانش کے لحاظ سے ان سے کہیں سربرآوردہ تھے۔ اس بنا پر اللہ پاک نے منافقین کو بے وقوف احمق کا خطاب دے رکھا ہے۔ ان میں عقل و فراست کا فقدان ہے۔ علم و دانش سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ پس مومنین حق پر اور منافقین باطل پر ہیں۔ غور و فکر اور دلائل کی روشنی میں تقابل کریں تو حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے گی کہ معاشرہ کن عادات و اخلاق کے لوگوں کو بے وقوف گردانتا ہے۔

(کشاف ج ۱ ص ۹۴ - ۹۵)

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴿۱۴﴾ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۵﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۶﴾

اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں بلاشبہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اللہ انہیں ان کے مذاق کا بدلہ دے گا۔ اور انہیں ڈھیل دیتا ہے تا کہ وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں رہیں۔ (یہ) وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔ پس ان کی یہ تجارت فائدہ بخش نہ ہوئی اور نہ وہ ہدایت یافتہ ہوئے۔

منافقین کے عادات و خصائل کو واضح کرنا مقصود ہے کہ جب ان کی ملاقات ایمان داروں سے ہوتی ہے تو بظاہر ان کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔ انہیں دھوکہ دیتے ہوئے ان کے ساتھ سوالات کا اظہار کرتے ہیں۔ تقیہ کے طور پر منافقت کے روپ میں اس لئے خود کو پیش کرتے ہیں تا کہ مال غنیمت اور دوسرے فوائد میں انہیں بھی شریک کیا جائے لیکن اپنا دامن بچاتے ہوئے صرف بطور اخبار کے اپنے ایمان کی خبر سے انہیں آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ ان شیاطین کے پاس خلوت میں بیٹھتے ہیں جو منافقین اور مشرکین کے لیڈر ہیں اور جن کا تعلق علماء کی جماعت سے ہے۔ جو شب و روز انہیں صراط مستقیم سے بھکاتے رہتے ہیں۔ اور رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے خلاف شب و روز اکساتے رہتے ہیں تو وہ موکد انداز میں یقین کے اسلوب میں جُمْلَه اِسْمِیَه کے ساتھ ان کے ساتھ اپنی ہمنوائی اور اتفاق کا اقرار کرتے ہیں جس میں دوام اور استمرار کا پہلو ہوتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ہم تو ہمیشہ دل و جان کے ساتھ آپ کے گروپ میں ہیں۔ ہمارے دل کی دھڑکنیں آپ کے دلوں کی دھڑکنوں کے ساتھ تیز ہو جاتی ہیں۔ ہم تو محمد ﷺ کے پیروکاروں کے ساتھ کھیل کود کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ مذاق کے انداز پر اپنی معیت کا اظہار کر رہے تھے۔

اللہ پاک ان کی منافقت اور عیاری کے جواب میں انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے اعلان فرما رہے ہیں کہ قیامت کے دن انہیں ان کے استہزاء کے بدلہ میں عبرتناک سزا دیں گے اس وقت وہ اپنی سرکشی کے سبب حیران و ششدر ہوں گے جب کہ دنیا میں ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے۔ کہ جس طرح مخلص ایمان لانے والوں کے خون اور مال کو دنیا میں تحفظ حاصل ہوتا ہے اسی طرح ان کو بھی تحفظ حاصل رہے گا۔ لیکن ان کے استہزا کا رد عمل انہیں قیامت کے دن عذاب کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ جب کہ دنیوی زندگی میں انہیں ڈھیل دی جائے گی۔ ارشاد ربانی ہے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (الانعام ۴۴)

" پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی' فراموش کر دیا۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں سے جو ان کو دی گئی تھیں خوب خوش ہو گئے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا۔ اور وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔" نیز ارشاد ربانی ہے کہ۔
سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ (القلم ۴۴)
"ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں۔ میری تدبیر قوی ہے۔"
یعنی جب بھی وہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے تو انہیں کسی نہ کسی نعمت سے نوازا گیا جبکہ در حقیقت نعمت ان کے لئے عذاب ثابت ہوئی۔ اب وہ کفر کی حالت میں حیران ہیں اس سے انہیں نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس لئے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے وہ رشد و ہدایت کو دیکھنے سے محروم ہیں۔ یا قیامت کے روز ان سے استہزاء کیا جائے گا۔ قرآن پاک میں تفصیل کے ساتھ اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے
يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ۔ (الحدید ۱۳۔۱۴)
"اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف نظر (شفقت) کیجئے۔ کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو۔ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس کی اندرونی جانب میں تو رحمت ہے اور بیرونی جانب میں عذاب (و اذیت) (تو منافق لوگ مومنوں سے) کہیں گے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں تھے لیکن تم نے خود اپنے تئیں بلا میں ڈالا اور ہمارے حق میں حوادث کے منتظر رہے۔ اور (اسلام میں) شک کیا اور آرزوؤں نے تمکو دھوکا دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم پہنچا اور اللہ کے بارے میں تم کو (شیطان) دغا دیتا رہا۔
پس انہیں قیامت کے دن ان کی منافقت کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا
" برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے "
کے قانون کے مطابق انہیں سزا دینا یہ اللہ پاک کا عدل ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۸۰۔۸۱ طبع دار الفکر)
أُولَٰئِكَ:۔ اسم اشارہ بعید مشار الیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ جو صراط مستقیم سے دور چلے گئے ہیں وہ نفسانی خواہشات میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ انہوں نے فطرت سلیمہ یعنی ہدایت جو سراپا خیر ہے اس کے بدلہ میں گمراہی کو خریدا جو انتہائی قبیح چیز ہے پس ان کی تجارت ان کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہوئی حالانکہ وہ مدعی تھے کہ انہیں زبردست بصیرت حاصل ہے اور نہ ہی وہ فطرت سلیمہ سے ہم کنار ہو سکے جس پر اللہ پاک نے لوگوں کو پیدا فرمایا انہوں نے اس کے بدلے میں گمراہی کو پسند کیا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے ہدایت سے بہتر سمجھا پس انہیں اس تجارت سے نہ صرف یہ کہ کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا بلکہ اصل مال کو بھی گم کر دیا اب ان کے پاس گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور گمراہ انسان تو چارپایوں سے بھی کمتر درجہ میں ہوتا ہے جب کہ وہ مدعی تھے کہ رشدو ہدایت میں ان کے برابر کوئی نہیں ہے (نظم الدرر ج۱ ص۱۱۷-۱۱۸)

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پس جب جگمگا اٹھا اس کا ماحول تو اللہ ان کا نور لے گیا۔ اور انہیں گھپ اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں وہ نہیں پھریں گے۔

مَثَلَ الشَّئُ مُثُوْلًا کا معنی سیدھا کھڑا ہونا ہے اَلتِّمْثَال تصویر۔ کسی چیز کا مجسمہ اَلْمُمَثَّل وہ چیز جو کسی نمونہ کے مطابق بنائی گئی ہو۔ اَلْمَثَل ایسی بات جو کسی دوسری بات سے ملتی جلتی ہو۔ مَثَل اور مِثَل ہم معنی ہیں۔ اَلِمثَال نمونہ ' اَلْمُثَلَةُ عبرت ناک سزا' لفظ نَكَالَ کا معنی بھی عبرت ہے اس کی جمع مُثُلَاتَ ہے' اَمثَلُ افضل کو کہتے ہیں اَلْمُثلٰی اس کا مونث ہے۔ اِسْتَوْقَدَ اس نے آگ جلائی اَلوَقُوْدُ ایندھن۔ اِتَّقَدَ روشن ہونا۔ صُمٌّ اَصَمّ کی جمع ہے قوت سماعت سے محروم ضَرْبَةٌ صَمَّاءُ مہلک ضرب صَمَّمَ اس نے پختہ ارادہ کیا۔ بُكْمٌ' اس کا واحد اَبْكَم ہے پیدائشی گونگا جبکہ اَخْرَس عام گونگے کو کہتے ہیں۔ عُمْیٌ کا واحد اَعْمٰی ہے۔ جو بصارت سے محروم ہے۔ یہاں بصیرت کا اندھا ہے یعنی دل کا اندھا ہے۔ اَلْعَمَاء بادل عَمِيَةٌ جہالت۔ لَا يَرْجِعُوْنَ اَلرُّجُوْعُ 'مصدر ہے تو معنی لوٹنا اور اگر الرجع ہے تو لوٹانا۔

ان ذکر کردہ دو آیات میں اللہ پاک نے منافقین کو شدید انداز میں ڈانٹ پلاتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ وہ اخلاقی لحاظ سے جن پوشیدہ بیماریوں میں مبتلا ہیں ان کا علاج بہت مشکل ہے۔ جب کہ انہوں نے فطرت سلیمہ کی مخالفت کر کے اللہ کی نافرمانی اختیار کی اللہ کی اطاعت کے مقابلہ میں انہوں نے اللہ سے بغاوت کو ترجیح دی ہدایت کے بدلے گمراہی کو انہوں نے مستحسن گردانا تو یہ تجارت ان کے لئے فائدہ مند ثابت نہ ہوئی جب کہ تجارت سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اصل مال محفوظ رہے بلکہ منافع بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ تو ایسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کامیاب ہوتا ہے لیکن منافقین چونکہ ہدایت الٰہی کے عوض ابدی ضلالت خرید چکے ہیں اس لئے یہ لوگ چارپاؤں سے بھی بدتر ہیں ان لوگوں کی منافقت کو واضح کرنے کے لئے اللہ پاک نے دو تمثیلات کا ذکر نہائت بلیغانہ انداز میں چار آیات میں فرمایا ہے۔ پہلی تمثیل ناری ہے

دوسری تمثیل مائی ہے۔ جس میں ان کی منافقت اور ضلالت کی بارش کے ساتھ مثال دی گئی ہے۔

چونکہ تمثیل کے انداز میں کسی حقیقت کو بیان کرنا اس کو زیادہ واضح کرنا ہوتا ہے تاکہ کسی قسم کی پوشیدگی اس میں راہ نہ پائے یہی وجہ ہے کہ علم بیان میں اس اسلوب کو نہایت موثر قرار دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے

وَ تِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ (العنکبوت ۴۳)

"اور وہ مثالیں جنہیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔ انہیں صرف علماء ہی سمجھ سکتے ہیں۔"

علم بلاغت کے آئمہ میں سے شیخ عبد القاہر جرجانی کو جو مقام حاصل ہے وہ ان ہی کا حق ہے ان کی وضاحت کے بعد دل و دماغ پر ایک سرور کی کیفیت جلوہ افروز ہوتی ہے اور دل و دماغ ان کی وضاحت سے خوشی محسوس کرتے ہیں چنانچہ ان کی تالیف " اَسرَارُ البَلَاغَہ"میں اس تمثیل کے بارے میں جو وضاحت انہوں نے فرمائی ہے اس کو قارئین کی خدمت میں ان کے الفاظ کو اردو کا لباس دے کر پیش کر رہا ہوں۔ انہوں نے واضح کیا ہے کہ دونوں تمثیلات دو مختلف گروہوں کے گھناؤنے کردار کو الم نشرح کررہی ہیں جب کہ اکثر مفسرین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دونوں تمثیلات ایک ہی فریق کے اوصاف و کوائف کو اجاگر کر رہی ہیں اور ان دونوں کا موضوع ایک ہے۔ منافقین زبان کے ساتھ تو ایمان کا اظہار کرتے ہیں جب کہ ان کے دلوں میں کفر چھپا ہوا ہے ان کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو تاریک رات میں روشنی حاصل کرنے کے لئے آگ جلاتے ہیں جس سے فضا میں روشنی نمودار ہوتی ہے تو روشنی میں وہ لوگ اپنے ارد گرد چلتے پھرتے ہیں اور روشنی سے فوائد حاصل کرکے اپنے ضروری کام سر انجام دیتے ہیں لیکن اچانک جب روشنی ختم ہو جاتی ہے اور فضا پر اندھیرا چھاجاتا ہے تو اس وقت ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا بالکل اسی طرح منافقین نے زبان کے ساتھ ایمان کا اقرار کر کے بظاہر اپنے خون' مال ' بیویوں اور اولاد کو قتل ہونے اور غلام بننے سے محفوظ کر لیا ہے لیکن چونکہ ان کے دل میں کفر پوشیدہ ہے اگر وہ اسی پر فوت ہو گئے تو وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ پس یہ لوگ زبردست نقصان میں ہیں بلکہ ہدایت کی استعداد سے محروم ہیں ان کے کان رشدو ہدایت کی باتوں کو نہیں سنتے اور انکی زبانوں سے حق و انصاف کی باتیں نہیں نکلتی ہیں۔ اور ان کی آنکھیں حق و صداقت کے دیکھنے سے محروم ہیں۔ یہ لوگ تو فساد کی دلدل میں اس قدر مستغرق ہیں کہ اب یہ کفر کی اس دلدل سے صحیح سلامت نکل کر کسی حالت میں بھی ایمان کی روشنی سے اپنے دلوں کو منور نہیں کر سکتے۔ (تفسیر المنار ج ۱ ص ۱۶۷)

تشبیہ تمثیل کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رقم طراز ہیں کہ منافقین کا ہدایت اور روشنی کے عوض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گمراہی اور تاریکی کو پسند کرنا اور بصیرت و عرفان کے عوض اندھیرے اور جہالت کو اختیار کرنا مشبہ ہے جبکہ مشبہ بہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اندھیرے سے وحشت' خوف کا احساس کرتے ہوئے آگ کو روشن کیا جب آگ کے روشن ہونے سے ان کے ارد گرد روشنی پھیل گئی روشنی کے سبب ہر شخص اپنی ضرورت کو آسانی کے ساتھ پورا کر رہا ہے ۔ دائیں بائیں دور دور تک روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ ہر شخص روشنی میں خوشی محسوس کر رہا ہے بلکہ اس سے مانوس ہے کہ اچانک آگ بجھ جاتی ہے فضا شدید اندھیرے کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔ انہیں اب نزدیک سے بھی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی ہے ' وحشت و خوف نے ان کی مسرتوں کو کافور کر دیا ہے ' مزید برآں ان کی قوت سماعت جواب دے جاتی ہے ' وہ بہرے ہو جاتے ہیں ' اور گونگے ہیں۔ قوت سماعت سے محروم ہیں ' اندھے ہیں انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ روشنی میں بھی وہ کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتے ' اب وہ پہلی کیفیت سے اس قدر محروم ہیں کہ اب دوبارہ ہرگز امکان نہیں ہے کہ وہ اس کیفیت سے ہم کنار ہوں ۔ بالکل یہی کیفیت ان منافقین کی ہے جنہوں نے ہدایت اور روشنی کے عوض ضلالت کو ترجیح دی ' اور رشد و ہدایت کی بجائے گمراہی کو پسند کیا۔ پس یہ ایسی تمثیل ہے کہ جس سے اصل مقصود واضح ہو رہا ہے کہ یہ لوگ اولا" اسلام لائے بعد ازاں کافر ہوگئے۔ منافقین کی اس کیفیت کو متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کے سیاق و سباق میں مشبہ ایک جماعت ہے جب کہ مشبہ بہ ایک فرد ہے ۔ اس اسلوب کی مثالیں قرآن پاک میں موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا۔ (الجمعۃ ۵)

" جن لوگوں (کے سر) پر تورات لدوائی گئی تھی پھر انہوں نے اس کے (بار تعمیل) کو نہ اٹھایا ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ "

اس آیت میں بھی مشبہ ایک جماعت ہے اور مشبہ بہ مفرد ہے ۔ مزید برآں بعض مفسرین نے تاویل کی ہے کہ منافقین کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے آگ کو روشن کیا۔ کلام عرب میں اس انداز کا التفات موجود ہے ۔ اسی آیت

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ الخ۔

میں جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں ۔ اس کلام عرب میں اس اسلوب کو فصیح و بلیغ سمجھا جاتا ہے۔ پس منافقین سے روشنی کو اللہ نے سلب کر لیا ہے جس کا انہیں فائدہ تھا اور آگ کی خاصیت جلانا اور دھواں بھی ہے اس کو بھی ان کے ساتھ برقرار رکھا جو ان کے لئے نقصان دہ ہے۔ اب وہ شک' کفر' نفاق کے اندھیروں میں پریشان ہیں ۔ رشد و ہدایت کی معرفت سے محروم ہیں ' مزید برآں وہ بہرے ہیں رشد و ہدایت کی باتوں کو سننے سے محروم ہیں گونگے ہیں ان کی زبانیں مفید باتوں کے کہنے سے محروم ہیں۔ نیز بصیرت سے بھی محروم ہیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (الحج ۴۶) " بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔ "

یہی وجہ ہے کہ وہ اس ہدایت کو حاصل کرنے سے اب محروم ہیں۔ جس کے عوض انہوں نے گمراہی کو خرید لیا ہے ۔ اب دوبارہ اسلام قبول نہیں کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۸۲۔ ۸۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمَٰتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَٰبِعَهُمْ فِىٓ ءَاذَانِهِم مِّنَ الصَّوَٰعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌۢ بِالْكَٰفِرِينَ ﴿١٩﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَٰرَهُمْ ۖ كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَٰرِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾

یا پھر جیسے بادل سے موسلا دھار بارش برس رہی ہو۔ جس میں اندھیرے ہوں اور گرج اور چمک ہو۔ موت کے ڈر سے کڑک کے باعث وہ اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ٹھونستے ہیں اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے جائے جب ان کے لئے روشنی ہوتی ہے تو اس کی روشنی میں چلنے لگتے ہیں۔ اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے رہتے ہیں۔ اور اگر اللہ چاہے تو ان کے سننے کی قوت اور بینائی کو لے جائے۔ بلا شبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لغوی تحقیق:۔ اَوْ حرف عطف ہے۔ صَیِّبٌ بر وزن فیعل 'زور دار بارش 'مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا مادہ صَوْبٌ ہے جس کا معنی بارش ہے اَلصَّوَابُ صحیح بات لفظ مُصِیبٌ) بھی صَوْبٌ سے ہے در اصل اس تیر کو کہتے ہیں جو صحیح نشانہ پر لگے بعد ازاں اس سے مراد حادثہ لیا جاتا ہے۔ سَمَاءٌ بارش' بادل ' اِسْمٌ نام ' علامت معنی میں استعمال ہوجاتا ہے اِسْمٌ کا اصل میں سِمْوٌ تھا اس کی جمع اسماء ہے۔ سَمِیٌّ ہم نام ۔ نَظِیر۔ رَعْدٌ بادل کی گرج' اس فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے۔ بَرْقٌ بادل کی چمک ' سَیْفٌ بَارِقٌ چمکدار تلوار' اَلبُرَاق وہ جانور جس پر سوار ہو کر آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس پہنچے۔ اَلِاَبْرِیْق لوٹا' جمع اَبَارِیقُ (اَصَابِع) کا واحد اِصْبَعٌ ہے انگلی۔ اٰذَان کان واحد اُذُنٌ ہے۔ الصَّوَاعِقُ کا واحد صَاعِقَةٌ ہے۔ ہولناک بجلیاں دھماکہ۔ مَوْت حیات کی ضد ہے مَیتًا بے آباد زمین اَلْمَوْتٰی میت کی جمع ہے مردہ اَلنَّوْمُ اَخُو الْمَوْتِ نیند موت کا بھائی ہے۔ بَلْدَةٌ مَیْتَةٌ شہر بے آباد مُحِیطٌ گھیرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا اَلْحَائِطُ دیوار اِحَاطَۃٌ حفاظت اِلَّآ اَنْ یُّحَاطَ مگر یہ کہ گھیر لیا جائے۔ محسوس یا غیر محسوس دونوں کے احاطہ کے لئے استعمال ہوتا ہے قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (سورۃ الجن آخری آیت)
"علم کے لحاظ سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہیں" یَکَادُ فعل مقاربہ قریب کے معنی میں ہے ماضی کَادَ ہے اسم فاعل اسم مفعول استعمال نہیں ہوتا۔ یَخْطَفُ اچک لے۔ خَطْفًا خَطْفَۃٌ اچک لینا' جھپٹ مارنا مَشَوْا فِیْہِ چل پڑتے ہیں۔ اَلْمِشْیَۃُ چال قَامُوْا ٹھہر جاتے ہیں۔ قِیَامُ الشَّیْءِ کسی چیز کی حفاظت کے لئے کھڑے ہونا خیال رہے تمثیل کا اسلوب قرآن پاک میں ایسا منفرد اسلوب ہے جس کے ذریعہ قرآن پاک کی بلاغت کو احسن انداز میں پیش کیا ہے جس کے اثرات دور رس ہیں (اعراب القرآن ج ۱ ص ۶۲)

منافقین کے شکوک و شبہات اور ان کے دلوں میں جو تردد ہے اس کو اللہ پاک نے ایک دوسری تمثیل سے زور دار انداز میں پیش کیا ہے انہیں انسانیت کے لئے ہمیشہ فتنہ قرار دیا ہے بلکہ وہ لوگ اسلامی معاشرہ میں گھناؤنے کردار کی حیثیت سے دکھائی دیتے ہیں ان کا فہم و فکر اسلام اور اہل اسلام کے لئے زہر قاتل ہے ہمیشہ فطرت الٰہیہ کو مغلوب کرنے کی کوششوں میں سرگرداں رہتے ہیں براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ کی روشنی سے ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ جیسے چمگادڑ دن بھر چھپے رہتے ہیں اس لئے کہ دن کی روشنی میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ البتہ یہ لوگ منافقین کی پہلی قسم سے قدرے بہتر ہیں جن کی تمثیل ابھی ابھی بیان ہوئی ہے۔ ان منافقین میں امید کی جھلک کچھ دکھائی دیتی ہے اور زندگی کی کچھ رمق بھی نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ نور ہدایت سے روشنی حاصل کرنے کے لئے کچھ جد و جہد کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور جب انہیں صحیح سمت کی جانب رواں دواں ہونے میں کچھ تکلیف نظر نہیں آتی تو وہ اس پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ البتہ کچھ رسومات اور عوارض کی تاریکی ان کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے بدعات و محدثات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ان کے منزل کی جانب آگے بڑھنے سے رکاوٹ بننے کی زبردست کوشش کرتے ہیں لیکن دوسری جانب وہ اپنے آباؤ اجداد کے راہ سے گریز پائی اختیار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں گویا کہ ان کے دلوں سے ان کے قائدین کی عظمت رفتہ رفتہ ختم ہو گئی ہے۔ ان کی زندگی امید و بیم کی کشا کش میں گزر رہی ہے وہ تذبذب کی کیفیت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ کبھی وہ یہ چاہتے ہیں کہ اس فریق کے ساتھ مکمل اتفاق کر لیا جائے۔ جو یقین کی دولت سے مالا مال ہے اور کبھی تذبذب کی روش اختیار کرکے منکرین کے کیمپ کے ساتھ انسلاک کو پسند کرتے ہیں وہ نہ مکمل طور پر اس گروہ کے ساتھ ہیں نہ ان کی مکمل ہمدردی دوسرے گروہ کے ساتھ ہے۔ بلکہ وہ تذبذب کی کیفیت میں رہتے ہیں۔ وہ بیک وقت دونوں گروہوں کے ساتھ وابستہ ہیں یہاں تک کہ اسی گومگو کی کیفیت میں ان کی زندگی کا آخری وقت آجاتا ہے۔

جب قرآن پاک کی وہ آیات ان کے کانوں میں پہنچتی ہیں جن میں ان کی کیفیت کو ناقابل عفو قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کی ناپسندیدہ روش کو مورد طعن باور کرایا گیا ہے تو ان کے اس جواب کو جو تقلید کی غلط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روش کا پیش خیمہ ہے قرآن پاک میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں۔ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (زخرف ۲۳) "ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم ان ہی کے پیچھے چلنے والے ہیں۔"

اور جب تقلید کی مہلک بیماری کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کی وعید کی لپیٹ میں آجاتے ہیں تو تقلید پر معذرت خواہانہ انداز کے ساتھ ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے لیڈروں کو اپنا مطاع سمجھا ان کی اطاعت سے دستکش نہ ہوئے۔ انہوں نے ہمیں صراط مستقیم سے دور کرکے گمراہی کے عمیق گڑھے میں گرا دیا لیکن اس وقت ان کی کیفیت غیر یقینی دکھائی دیتی ہے۔ اضطراب اور بے چینی ان کے رگ و ریشہ میں جاری ساری ہو جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ تاریکی کے اس عالم میں امید کی روشن کرن انہیں امید کے قریب لے جاتی ہے اور ان کے ذہن پر فطرت کی جانب سے ہدایت کی ضیاپاشیوں سے چمک نمودار ہوتی ہے تو وہ چند قدم چلتے ہیں زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ پھر کفرو شرک کے اندھیروں کی لپیٹ میں آجاتے ہیں اور صراط مستقیم ان کی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے۔

دراصل منافقین دیکھتے ہیں کہ معاشرہ کی اکثریت جس روش پر چل رہی ہے اسی راستہ کو اپنا لیا جائے پھر خواہشات نفسانی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آرام کی زندگی بسر کی جائے اور جہاں تک ممکن ہو دنیوی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی جدوجہد کرنی چاہیے اگر ہم سے کچھ نافرمانیاں سرزد بھی ہوئیں تو کچھ مضائقہ نہیں اللہ غفور رحیم ہے وہ معاف فرما دے گا۔ بلکہ اللہ کے پیغمبر پرہیزگار لوگ اولیاء اللہ کی سفارش سے ہمیں نجات مل جائے گی۔ لیکن ان کی یہ روش کس قدر حماقت پر مبنی ہے کہ اعمال صالحہ کی بضاعت موجود نہیں ہے۔ لیکن آرزوؤں کا نہ ختم ہونے والا انداز کس قدر احمقانہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ (الاعراف ۱۶۹) "یہ بے تامل اس دنیا کا مال و متاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بخش دیے جائیں گے۔ اگر ان کے سامنے ویسا ہی مال آجاتا ہے تو وہ پھر اسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب کی نسبت عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہیں گے اور جو کچھ اس (کتاب) میں ہے اس کو انہوں نے پڑھ بھی لیا ہے۔"

یہ لوگ قرآن پاک سے استفادہ کرنے کی بجائے قرآن پاک کے بیان کردہ دلائل پر علم نحو، علم کلام کے مفروضہ جدلیات، خطابیات کو ترجیح دیتے ہیں کہ دراصل بس یہ روشنی کے مینار ہیں اور ان سے دلوں کو سکون ملتا ہے البتہ قرآن پاک کو فن تجوید کے قواعد کی روشنی میں نغمہ آرائی کے ساتھ پڑھا جائے اس کے احکام اور اس کی حکمتوں کی جانب توجہ نہ دی جائے۔ کیونکہ ہم انہیں سمجھ نہیں سکتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سربر آوردہ قراء دنیوی مال و متاع کے حصول کے لئے فنی انداز میں قرآن پاک کی تلاوت میں خود کو محو رکھتے ہیں۔ مقصد یہ نہیں کہ حلال و حرام کا پتہ لگایا جائے بلکہ اصلاح قلب کی جانب کچھ توجہ نہیں کرتے۔ نیز تزکیہ نفس اور ایمان کو مضبوط کرنا بھی ان کا مطمح نظر نہیں ہے۔ صرف بیماروں کی شفا یابی کے لئے قرآن پاک کی آیات کے تعویذات لکھ لکھ کر بیماروں کو پلائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر قرآن کے ساتھ صحیح محبت رکھنے والے لوگ. قرآن پاک کے فہم کی جانب عوام کو متوجہ کریں اور اس کا پرچار محنت اور خلوص قلب سے کیا جائے تو قرآن پاک کی روشنی کے مقابلہ میں اندھیرا کافور ہو جائے گا۔ اور جس طرح سورج کی روشنی رات کے اندھیروں کو ختم کر دیتی ہے اسی طرح قرآن پاک کے انوار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساطعہ سے شرک و کفر اور بدعات کے اندھیرے کافور ہو سکتے ہیں۔

پس قرآن پاک میں ارشادات الہیہ مشبہ ہیں جب کہ بارش مشبہ بہ ہے جو بادلوں سے برستی ہے۔

اور جن آیات میں عذاب الہی کا بیان ہے اور جن واقعات سے دل لرزہ بر اندام ہو جاتے ہیں اور دل و دماغ پر اضطراب کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور خوف و دہشت کی فضا جلوہ آرا ہوتی ہے وہ مشبہ ہیں اور بارش کے دوران خوفناک کڑک کی آواز جسے قرآن پاک میں لفظ (رعد) کے ساتھ تعبیر کیا ہے مشبہ بہ ہے اور صراط مستقیم مشبہ ہے اور بارش برسنے کے دوران جو روشنی آنکھوں کو خیرہ کردیتی ہے اس کو (برق) کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ مشبہ بہ ہے اور عادات فاسدہ شہوات نفسانی و مالی جو انسان کو صراط مستقیم سے باز رکھنے کی سعی ناتمام میں مصروف رہتی ہیں اور عوام الناس کا خوف کہ وہ میرے طور طریقہ کو مذموم قرار دیں گے جب میں ان کی مخالف سمت چلوں گا مشبہ ہے اور وہ اندھیرے جو انسان کو راستہ پر چلنے سے مزاحم ہوتے ہیں اور جن کی وجہ سے راستہ بھائی نہیں دیتا مشبہ بہ ہیں چنانچہ منافقین کے اس گروہ کی کیفیت کی تمثیل بیان کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں۔

ان کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو زبردست تیز بارش کی زد میں ہیں جو آسمان سے برس رہی ہے جب ہر شخص کو اس بات کا علم ہے کہ بارش کا نزول آسمان سے ہوتا ہے تو پھر اس کے نزول کو آسمان کے ساتھ مقید کرنے میں ضرور کسی لطافت و بلاغت کی طرف اشارہ ہے؟ غور و فکر کرنے کے بعد جو حقیقت ذہن پر مرتسم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آسمان سے اترنے والی چیز کو روکنا کسی کے بس میں نہیں ہے عرب کے فصحاء و بلغاء لوگ جب کسی مصیبت کا تذکرہ کرتے ہیں جس کے روکنے کی طاقت کسی شخص میں نہیں ہے تو اہل عرب کا وطیرہ یہ ہے کہ فوراً" ان کی زبان پر یہ جملہ گردش کرنے لگتا ہے کہ یہ مصیبت تو آسمان سے نازل ہوئی ہے اس سے تحفظ حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ کسی شخص میں اس مصیبت کے روکنے کی طاقت ہے۔

پس فطرت سلیمہ کے ساتھ موصوف لوگوں کے دل پر جن افکار صحیحہ کی بارش ہوتی ہے اور انہیں الہامات صحیحہ کی روشنی میں زندگی گزارنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے تو جس طرح بیان کردہ تمثیل سے وہ اثر قبول کرتے ہیں اسی طرح افکار صحیحہ بھی ان کی راہنمائی کرتے ہیں اور انہیں متنبہ کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ افکار صحیحہ وہی ہیں انہیں دل و دماغ سے محو کرنا ناممکن ہے۔ پس زور دار بارش کا ذکر کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ اس میں اندھیرے ہیں یعنی رات کا اندھیرا بادلوں کا اندھیرا مزید برآں خود بارش برستے وقت اس کا اندھیرا فضا پر چھا جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی جب بادل ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں تو اس سے ایک آواز سنائی دیتی ہے جو خوفناک ہوتی ہے بسا اوقات اس کی اچانک آواز سے آدمی کانپ جاتا ہے اور اکثر و بیشتر بادلوں سے اچانک روشنی دکھائی دیتی ہے جس سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ برق سے تعبیر کیا ہے۔

لیکن علامہ جلال الدین سیوطی کا (رعد سے مراد فرشتہ یا اس کی آواز اور برق سے اس کی وہ لاٹھی جس کے ساتھ وہ بادلوں کو ہانکتا ہے) مراد لینا پتہ دے رہا ہے کہ بادلوں کو ہانکنے والا فرشتہ شائد مادی جسم والا ہے ظاہر ہے کہ قوت سامعہ جس آواز کو سنتی ہے وہ ایسی آواز ہوتی ہے جو اجسام سے وقوع پزیر ہوتی ہے اور شائد بادل ایسے گدھے ہیں جو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ اس وقت تک اِدْھر ادھر کا رخ نہیں کرتے جب تک انہیں زور دار چیخ و پکار اور مسلسل کوڑوں کے مارنے سے نہ ہانکا جائے لیکن ہم نے جو وضاحت کی ہے اہل عرب جو عربی زبان کی لطافتوں سے آشنا ہیں وہ اس کو بخوشی قبول کریں گے جب کہ موجودہ دور میں عام طور پر سبھی لوگ اسی تشریح کو پسند کرتے ہیں۔ مزید بر آں الفاظ کو ان کے حقیقی معانی سے ہٹ کر بیان کرنا تب درست ہے جب کوئی صحیح دلیل اس کا تقاضا کرتی ہو۔

ہم خوب سمجھتے ہیں کہ اکثر مفسرین نے قرآن پاک کی تفسیر کو موضوعات کا پلندہ بنا کر پیش کر دیا ہے۔ جب کہ انہوں نے اسرائیلی حکایات اور واقعات کی آمیزش کے ساتھ تفاسیر کو ایک ایسی کتاب کی شکل دے دی ہے جسے عقل سلیم تسلیم کرنے سے قاصر ہے چنانچہ یہی نہیں کہ انہوں نے یہودی علماء کی کذب بیانیوں کو قرآن پاک کی تفسیر اور وضاحت کی شکل میں پیش کیا ہے۔ بلکہ اس کو وحی کے ساتھ ملا دیا ہے۔ (عَافَانَا اللّٰهُ عَنْهُمْ)

اللہ جزائے خیر دے محدثین کو جنہوں نے ان بدطینت لوگوں کے افعال بد کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور ان کی کذب بیانی کو نہایت بسیط انداز میں پیش کیا ہے۔

جب کہ حقیقت یہ ہے جس میں ہرگز شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ وحی منزل من اللہ کے ساتھ غیر وحی کا اضافہ کرنا اور وحی کے ساتھ اس کو ملا کر ذکر کرنا جائز نہیں بلکہ یہ تحفظ قرآن کے خلاف ہے حالانکہ حفاظت قرآن پر امت مسلمہ کا اجماع ہے البتہ رسول اکرم ﷺ جو معصوم تھے ان سے جو وضاحت صحیح سند کے ساتھ مروی ہے وہ بلا شبہ حق ہے اس سے انکار کی ہرگز گنجائش نہیں' تفسیر کی کتب میں اس قسم کے فرسودہ اقوال کو کعب احبار اور وھب بن منبہ کے حوالہ سے شامل کیا گیا ہے انہیں بیان کرنا جائز نہیں قرآن پاک کی تفسیر میں اس قسم کے اقوال کو درج کرنا قرآن پاک کی شان کے منافی ہے۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۱۷۳)

صَاعِقَةٌ: سے مقصود بجلی ہے اہل عرب اس سے شناسا تھے بلکہ ہر شخص کو اس کا علم ہے بارش اور گرج چمک کے دوران بجلی فضا سے نیچے آتی ہے بجلی کی زد میں آنے والے انسان ' جانور وغیرہ بسا اوقات ہلاک ہوجاتے ہیں یا ان کے جسم کا کچھ حصہ بے کار ہو جاتا ہے خیال رہے گرج' چمک اور بجلی کی حقیقت اور ان کے پیدا ہونے کے اسباب کے بارہ میں قرآن پاک خاموش ہے اس لئے کہ ان حقائق کے معلوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا تعلق علم الطبیعیات سے ہے۔ نیز فضائے بسیط میں آئے دن جو حوادث رونما ہوتے رہتے ہیں علم الطبیعیات کے ماہرین ان کے حقائق سے بے خبر نہیں ہیں ان کے سمجھنے کا دارو مدار وحی پر نہیں ہے البتہ طبیعیات کے مظاہر کا ذکر قرآن پاک میں حصول عبرت اور استدلال کے لئے کیا گیا ہے اور عقل کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اس کے بارے میں کرید کرے تاکہ دین اسلام کے مسائل سمجھنے کا ملکہ حاصل ہو بعض لوگ کائنات کے بارہ میں معلومات سے خوب واقف ہیں جب کہ بعض لوگوں کا علم سطحی ہوتا ہے' نیز زمانہ کے ادوار کے ساتھ ساتھ اس میں اختلاف کا رونما ہونا ممکن ہے چنانچہ ایک دور ایسا گزرا ہے جب کہ عام طور پر لوگ اس بات کے قائل تھے کہ بجلی مادی اجسام سے ظہور پزیر ہوتی ہے اس لئے کہ جس جگہ بجلی گرتی ہے اس جگہ کو سونگھنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس میں گندھک وغیرہ کی آمیزش ہے اس کے بعد کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ انہوں نے اس خیال کو غلط قرار دیا اس لئے کہ اس جگہ سے ہمیشہ گندھک کی بو نہیں آتی اور اب سائنسی دور میں مزید انکشاف ہوا ہے کہ کائنات میں ایک سیال مادہ ہے جس کو بجلی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کے اثرات سے آج کے اس دور میں کون ہے جو مطلع نہیں ہے۔ لہذا قرآن پاک کی تفسیر میں اس قسم کے مسائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان مسائل کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے فن طبیعیات کی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔

چنانچہ جس آیت کی تفسیر میں ہم غوطہ زن ہیں اس کی حقیقت کو الم نشرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ آپ کو کبھی ایسے لوگوں کے ساتھ ضرور واسطہ پڑا ہوگا جو لق و دق جنگل میں پیادہ سفر کر رہے ہیں اندھیری رات میں جب بارش برسنے لگتی ہے اور گرج چمک سے فضا پر کپکپی طاری ہوتی ہے اور گرج کی تیز و تند آواز سے تحفظ حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں لیکن مراد اس سے انگلیوں کے کنارے ہیں البتہ انگلیوں کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اس حقیقت کو واضح کیا جائے کہ وہ کس قدر اپنے کانوں کو سماعت سے تحفظ دینے کا اہتمام کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ یہی چاہتے ہیں کہ پوری انگلیاں کانوں میں ٹھونس لی جائیں تاکہ تیز آواز کہیں ان کے کانوں کے پردوں کو نہ پھاڑ ڈالے اور کہیں اس حادثہ سے ان پر موت طاری نہ ہوجائے در اصل انتہائی بزدلی کی یہ کیفیت ان کی انتہائی حماقت کی واضح دلیل ہے' ظاہر ہے کہ بجلی کی زد میں آنے سے بچاؤ کا ذریعہ کانوں کو بند کرنا نہیں جب کہ موت تو اس حقیقت کا نام ہے کہ روح بدن سے مفارقت کرگئی اور اس کا وقت مقرر ہے جس میں لحظہ بھر کی بیشی نہیں ہوسکتی۔

وَاللّٰهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ؀

"اور اللہ کافروں کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔"

ان کے انتہائی تحفظ کے تمام وسائل کو کالعدم قرار دیتے ہوئے انہیں مایوس کن کیفیت کے ساتھ دھمکی دی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا رہی ہے کہ حق و صداقت پر مشتمل آیات قرآنیہ کے سننے سے اپنے کانوں کو بند کرنے والے اور قرآن پاک کے روشن دلائل کی چمک دمک سے اپنی آنکھوں کو بند کرنے والے خود کو موت کے آہنی پنجوں سے محفوظ نہیں رکھ سکیں گے۔ اللہ پاک ان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان کے پوشیدہ گھناؤنے کردار سے باخبر ہے اور جہاں کہیں بھی وہ چھپ کر اپنا تحفظ کریں گے انہیں بچاؤ حاصل نہ ہوگا۔ اگر ایک دلیل سے کنی کترائیں گے تو دوسری دلیل سے ان کی مزاحمت جاری رہے گی جیسا کہ سمندر کی لہروں میں ڈوبنے والا انسان ' اگر اس کو ایک موج ساحل پر لے جانے کی کوشش کرتی ہے تو دوسری موج اس کو موت کے آہنی پنجوں کے سپرد کردیتی ہے۔ اور (مُحِيطٌۢ بِالْكَافِرِينَ) کے جملہ میں منافقین کو جو کافر قرار دیا ہے ور اصل ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں تباہ و برباد کرے گا اور یہ ان پر ہی موقوف نہیں جو شخص بھی ان کے نقش قدم پر رواں دواں رہے گا وہ اللہ کے عذاب سے مامون و مصئون نہیں رہ سکتا اگر بجلی گرانے سے اس کو تہس نہس نہیں کیا ہے تو اللہ کے عذاب کے اسباب متعدد قسم کے ہیں کسی دوسری آفت سے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے گا بہر حال عبرت ناک موت اس کی تاک میں ہے اگرچہ اسباب مختلف ہوں گے۔ اور جب اللہ پاک نے ایسے بدکردار شخص کو عذاب کے شکنجہ میں گرفتار کرنے کے لئے اس کا گھیراؤ کیا ہوا ہے تو ممکن نہیں کہ وہ اللہ پاک کے گھیراؤ سے محفوظ رہ سکے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ:۔ ایک شخص تاریک گھٹا ٹوپ اندھیرے میں سفر کر رہا ہے کہ اچانک نہایت زور کے ساتھ بجلی چمکتی ہے تو اس کی چمک سے اس کی آنکھیں اس قدر چندھیا جاتی ہیں کہ اس کا شدید احساس اسے باور کراتا ہے کہ اس کی آنکھوں کی روشنی بے کار ہوگئی ہے جب کہ دوسرے لمحہ میں اسے راستے کا کچھ حصہ نظر آنے لگتا ہے تو وہ چند قدم آگے چلتا ہے کہ اندھیرا اس پر چھا جاتا ہے اور خوفناک ہلاکت آفریں چیزوں کا تصور اس کے دماغ پر غالب آجاتا ہے۔ تو وہ چلتا چلتا ایک لمحہ کے لئے پھر رک جاتا ہے وہ نہایت بے چینی کے ساتھ اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کب بجلی کی روشنی دوبارہ نمودار ہوتی ہے تاکہ میں اپنا سفر مکمل کرکے اپنی منزل پر پہنچ جاؤں در اصل ذکر کردہ تمثیل ان لوگوں کی کیفیت پیش کر رہی ہے جنہیں جب اللہ پاک کی جانب سے دعوت دینے والا داعی دین اسلام کے اصولوں کی جانب متوجہ ہونے کی دعوت دیتا ہے اور ان کے سامنے ان کی تباہی و بربادی کے اسباب کو واشگاف الفاظ میں پیش کرتا ہے آیات قرآنیہ اور دلائل واضحہ سے ان پر اس حقیقت کو آشکارہ کرتا ہے کہ اگر وہ صراط مستقیم سے ذرہ برابر بھی ادھر ادھر ہو گئے تو وہ لا علاج بیماری میں مبتلا ہو جائیں گے جب داعی ان کے سامنے حق و صداقت کے دلائل کو پیش کرتا ہے تو وہ عزم کر لیتے ہیں کہ ہم اس کی اطاعت سے ہرگز دست کش نہیں ہوں گے اور اس کی روشنی میں چند قدم چلتے ہیں کہ اچانک تقلید' شہوات نفسانی اور شکوک و شبہات کے اندھیرے اس کے دل و دماغ پر چھا جاتے ہیں اور اس کے افکار صحیحہ کو تفکر و تدبر سے روک لیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کیفیت کے طاری ہونے کے وقت وہ انسان پھر حیرت کے بحر بے کنار میں مستغرق ہو کر رہ جاتا ہے یہی کیفیت اور تبدیلی بار بار اس کے ذہن پر منعکس ہوتی رہتی ہے اسی کیفیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ ؕ۔

" اگر اللہ چاہتا تو ان کی قوت شنوائی اور قوت بصارت کو ماؤف کر دیتا "

کہ کسی کا وعظ اور نصیحت ان پر اثر انداز نہ ہوتا اور نہ وہ کسی کی راہ نمائی سے مستفید ہوتے

خیال رہے کہ سابقہ ذکر کردہ تمثیل میں تو اللہ پاک نے اثباتی انداز میں فرمایا کہ اللہ نے انہیں نور ہدایت سے محروم کر دیا اب وہ حق کی جانب نہیں پلٹ سکتے لیکن اس دوسری تمثیل میں ان لوگوں کی کیفیت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو انہیں قوت سماعت و بصارت سے محروم کر دیتا کہ ان پر کسی کا وعظ اثر انداز ہوتا نہ کسی کی راہ نمائی سے انہیں ہدایت کی جانب واپس آنا نصیب ہوتا اس لئے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات قدرت کے وصف کے ساتھ موصوف ہے بالکل اسی طرح اللہ کی ذات پاک مشیت کے ساتھ بھی موصوف ہے جب وہ کسی چیز کو معرض وجود میں لانا چاہتا ہے تو وہ چیز معرض وجود میں آجاتی ہے اللہ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی پس مسببات میں اسباب کے اثرات اللہ کی مشیت کے ساتھ متعلق ہیں۔

(دھماکہ خیز تنبیہہ) منافقین کے احوال کوائف اور ان کی پوشیدہ بیماریوں اور دسیسہ کاریوں کو نہایت اعلیٰ انداز میں بیان کرنے کے بعد مزید ان کی کیفیات دلنشیں کرانے کے لئے اور ان کے خبث باطن کے انسانیت سوز خصائل ذمیمہ کو بیان کرنے کے لئے دو تمثیلات بیان ہوئی ہیں لیکن ان تمثیلات سے ہرگز قارئین کے ذہن میں یہ غلط خیال راہ گزر نہ پائے کہ ان سے مقصود صرف وہ منافقین ہیں جو عہد رسالت میں پائے جاتے تھے بلکہ ان کے مصداق بہت سے علماء سوء بھی ہیں اور نام نہاد عام مسلمان بھی ہیں جن کے خبث باطن اور ان کے ہلاکت خیز منصوبوں سے باخبر رہنا ضروری ہے آج بھی اسلامی معاشرہ میں منافقین کی تعداد بکثرت موجود ہے جن کے زہریلے جراثیم سے معاشرہ اسلامی کو تحفظ دینا ضروری ہے (المنار ج ۱ ص ۷۷-۷۹)

مولانا آزاد□ فرماتے ہیں آپ کے ذہن میں یہ حقیقت ہمیشہ موجود رہے کہ کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزارنے والا شخص مسلمان ہے اور وہ صحیح معنی میں زندہ ہے لیکن جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے وہ کافر ہیں وہ زندہ نہیں ہیں بلکہ مردہ ہیں جب کہ منافقین بیمار ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ خود کو نفاق کی بیماری سے محفوظ کریں صحیح زندگی حاصل کریں بہر حال نفاق بیماری ہے ایمان زندگی ہے اورموت کفر ہے یہ مقام مہمات معارف قرآنی میں سے ہے لیکن :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گر نویسم شرح آن بے حد شود
مثنوی ہفتاد من کاغذ شود

(رسول رحمت ص ۵۴۱)

دوسری قسم کے منافقین کو ان لوگوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو تیز بارش کی زد میں آجاتے ہیں جب بارش زور دار ہوتی ہے تو بادلوں کی کثافت اور تیز بارش کے مسلسل برسنے سے فضا پر تاریکی چھا جاتی ہے جسے اس مثال میں لفظ ظلمات کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

بارش برسنے کے دوران تند و تیز گرج کی آواز سے بچاؤ کے لئے لوگ کانوں میں انگلیوں کے کنارے ٹھونس لیتے ہیں جب کہ بجلی کی چمک سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح جب اہلُ السُّنَّة وَالجَمَاعَة مساجد میں جب اہل علم حضرات کتاب و سنت کی زور دار بارش سے سامعین کے دلوں کو گرماتے ہیں اور وہ مضامین جن میں مشرکین کو دوزخ کی آگ سے تحفظ کے وسائل سے آگاہ کیا گیا ہے اور انہیں تہدید آمیز انداز سے آخرت کی ہولناکیوں سے بچاؤ اختیار کرنے کے طریقوں سے خبردار کیا گیا ہے وہ در اصل گرج دار آوازیں ہیں جو بارش کے دوران کانوں کی سماعت پر اثر انداز ہوتی ہیں اور لوگ خوف زدہ ہو کر ٹھہر جاتے ہیں۔

چنانچہ ہم نے جہمیہ اور دیگر اہل بدعت لوگوں میں کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جب ان کے کانوں میں ان آیات اور احادیث کی آواز پہنچتی ہے جن میں ان کی بدعات کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے تو وہ اس مجلس سے اٹھ کر یوں بھاگتے ہیں جیسے وہ گدھے ہیں جو بدک جاتے ہیں یعنی شیر سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور ان میں سے سربر آوردہ لوگ جو عقل و شعور سے عاری ہوتے ہیں وہ اس انداز کی مجلس وعظ کو بند کرنے کا حکم دیتے ہیں اور شور و غل مچاتے ہوئے تبلیغی کانفرنس کی رونق کو نہ صرف یہ کہ ختم کرنے کا حکم دیتے ہیں بلکہ اس کے خلاف ہاؤ ہو کی مجلسیں قائم کرتے ہیں تصوف کے ملحدانہ نظریات کا پرچار کرتے ہیں اور شرک و بدعت سے بھرپور بظاہر خوشنما اشعار کے ساتھ سامعین کے لئے دلچسپی کا سامان پیدا کرتے ہیں لیکن جب انہیں توحید و سنت پر مشتمل قرآن پاک کی آیات اور احادیث صحیحہ کا وعظ کیا جاتا ہے تو وہ منہ بسور کر اپنے گھروں کا رخ کرتے ہیں لیکن اگر انہیں کوئی ایسا آلہ میسر آجائے جس کے ہوتے ہوئے ان کی آواز کانوں تک نہ پہنچنے پائے تو اس کو معرض وجود میں لانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔

بالکل اسی طرح بعض لوگ جب خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف کے کلمات سنتے ہیں تو اس انداز کا وعظ بھی ان پر بار گراں بن کر گزرتا ہے اس قسم کے سبھی لوگ یقیناً ان منافقین سے ہرگز کم نہیں ہیں جن کی کیفیات کو اس تمثیل میں پیش کیا گیا ہے دونوں فریقوں میں صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعمال کے لحاظ سے ہم آہنگی نہیں ہے دلوں کے لحاظ سے یکسانیت ہے (اعلام الموقعین ج۱ ص ۱۱۷)
خلاصہ:۔ رسول اکرم ﷺ کو جو علم و ہدایت عطا کیا گیا اس کی مثال بارش کی ہے بارش سے اجسام کو زندگی ملتی ہے جب کہ علم و ہدایت سے روحانیت کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے (اضواء البیان ج۱ ص ۱۱۱)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا
وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءً وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ
ٱلثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٢﴾

اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلوں کو پیدا فرمایا تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس نے اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کے لئے نکالے پس تم اللہ کے لئے شریک نہ بناؤ اور تم جانتے ہو۔

لغوی تحقیق:۔

خَلَقَكُم خلق فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس کا معنی کسی چیز کو بنانا ' اندازہ لگانا بلا نمونہ بنانا بَدِیع اسی معنی میں ہے۔ خَلَق بمعنی فطرت ہے۔ خُلِق طریقہ خَلَق' مخلوق خَلَاق حصہ' خَلِیقٌ اہل اَخْلَقَ الثَّوبُ) کپڑے کا پرانا ہو جانا اَلْخُلُوق ایک قسم کی خوشبو ہے۔ فَاَخْرَجَ اس نے نکالا۔ خَرَجَ نکلا' خُرُوج نکلنا' خَرَاج زمین کا لگان خُرَاجٌ پھوڑا۔
(اَلثَّمَرَات) میوے ' پھل ثَمَر پیداوار' رِزْقٌ مقرر وظیفہ' نصیب حصہ' غذا اَلرَّزَّاق اللہ کا وصف ہے۔ مبالغہ کے لئے ہے اَنْدَادًا واحد نِدٌّ ہے ہمسر' شریک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح۔ سورہ بقرہ کے آغاز میں اس حقیقت کو ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن پاک سچی کتاب ہے اس میں ہرگز شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ بعد ازاں ایسے انسانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو پرہیز گار ہیں پھر ان کے اوصاف کو بیان کیا گیا ہے اس کے بعد کافروں کا ذکر ہے جن میں ہدایت حاصل کرنے کی استعداد موجود نہیں ہے ان کے ساتھ ہی منافقین جو تذبذب کی زندگی بسر کرتے ہیں ان کاذکر نہایت تفصیل کے ساتھ اور دو تمثیلوں کو پیش کر کے ان کے نفاق کو واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے ان تمہیدات کے بعد اس آیت اور اس کے بعد ذکر کردہ چار آیات میں تمام لوگوں کو دین اسلام کی کھلے لفظوں میں دعوت دی گئی ہے اور دعوت کے بنیادی اصولوں میں سے چار کا تذکرہ مقصود ہے

(۱) عبادت کے لائق صرف ایک اللہ ہے اس کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی ذہن میں رکھا جائے کہ وہ ربوبیت میں بھی تنہا ہے۔

(۲) قرآن پاک میں نہ صرف توحید فی الالوہیت اور توحید فی الربوبیت کے دلائل ذکر کئے گئے ہیں بلکہ دین اسلام کی تفصیلات سے بھی آگاہ کیا گیا ہے۔

(۳) رسول اکرم ﷺ آخر الزمان پیغمبر کی نبوت کو پختہ انداز میں بیان کیا گیا ہے جب کہ انہیں قرآن پاک معجز کتاب دے کر بھیجا گیا ہے۔

(۴) آخرت میں کفار کو ان کے کفر اور دیگر برائیوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جب کہ اللہ پاک اس کا نازل کردہ قرآن پاک اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر محمد ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کرنے والوں کو جنت میں داخل ہونے کا اعزاز عطا ہوگا۔

سورہ فاتحہ کی تفسیر میں عبادت اور لفظ (رب) کے معانی کی تحقیق اور تفسیر بیان ہو چکی ہے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الزمان پیغمبر ﷺ تک تمام کا منشور یہ رہا ہے کہ انہوں نے اولا ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا ہے اور ہر پیغمبر نے اولا دعوت کا آغاز اپنی قوم سے کیا۔ ارشاد ربانی ہے۔ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ (الأعراف ۵۹)

"اے میری برادری کے لوگو ' اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔"

اصل بات یہ ہے کہ تمام امتیں اس بات پر ایمان رکھتی تھیں کہ اللہ خالق ہے وہی رب ہے اور وہی تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے ان کا بہت بڑا کفر یہ تھا کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اور ان سے پریشانیوں کے دور ہونے کی دعائیں مانگتے تھے۔ ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کے نام کی نذریں نیازیں اور جانور ذبح کرتے تھے فوت ہونے کے بعد ان کی قبروں کا طواف کرتے تھے۔ اور قبروں کو حصول برکت کے لئے چومتے چاٹتے تھے اور کچھ مشرکین میں سے ایسے بھی تھے جو قیامت کا انکار کرتے تھے پس اس آیت میں اللہ پاک نے عام دعوت دیتے ہوئے یہودی اہل عرب اور ان کے قریب رہنے والوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو جو اللہ کو رب تو مانتے تھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تم جس کو اپنا رب مانتے ہو۔ عبادت بھی اسی ایک رب کی کرنی چاہیئے جو تمہارا پروردگار ہے اس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہ تمہیں رزق دے رہا ہے اس نے تمہارے لئے آسمان اور زمین کو کام میں لگا رکھا ہے تم زمین میں سے اپنا رزق حاصل کر رہے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ کی عبادت میں اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کے برابر نہ سمجھو۔

تمہیں اس کی عبادت کرتے ہوئے خشوع ، خضوع، اخلاص ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے بلکہ اللہ کی عبادت میں مشغولیت کے وقت تمہاری کیفیت یہ ہو کہ تم عبادت کے وقت اس تصور کو پختہ رکھو کہ تم اللہ کی ذات کو دیکھ رہے ہو کیونکہ تم اگرچہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہے مگر تم تو اللہ پاک کی نظر میں ہو اور وہ ہمیشہ تمہارے خلوص پر نظر رکھتا ہے اس کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور اللہ کی عبادت میں محویت کے وقت اللہ کی ربوبیت کا تصور بھی مستحضر رہے کہ اس نے تمہاری نشوونما کی ہے اس نے ہی تمہیں سننے کے لئے کان دیکھنے کے لئے آنکھیں اور غور و فکر کے لئے دل و دماغ سے نوازا ہے اور مختلف کھانے پینے کی نعمتوں سے تمہیں شاد کام کیا ہے تاکہ تم اس کے انعامات کا شکریہ ادا کرو جیسا کہ تمہارے اسلاف اللہ پاک کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہے اور ایک اللہ کی عبادت میں محو رہے پس جو شخص انعامات الہیہ پر اس کا شکر گزار رہے گا اسے مزید نعمتوں سے نوازا جائے گا اور ناشکری کرنے والوں پر اللہ پاک ناراض ہوگا بلکہ وہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا نشان ثابت ہوگا۔

البتہ جو لوگ کتاب و سنت کے فہم کے بارے میں یہ عذر لنگ پیش کرتے ہیں کہ وہ اس کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ ہم عقل و فراست کے لحاظ سے کمزور ہیں ہم اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلیں گے وہ دانش کے لحاظ سے ہم سے سربر آوردہ تھے ان کے علاوہ کوئی شخص بھی کتاب و سنت کے فہم کا دعوی نہیں کر سکتا اس قسم کا عذر لنگ پیش کر کے وہ اللہ پاک کے عطا کردہ انعامات عقل و دانش کا انکار کررہے ہیں جب کہ اللہ پاک نے تمام انسانوں کو عقل و فراست سے نوازا ہے اور اللہ کی وسعت رحمت میں تمام لوگ مساوی ہیں۔

جب کہ کچھ لوگ اس ذہن کے حامل ہیں کہ ہم بلا واسطہ اللہ پاک تک نہیں پہنچ سکتے اس کی بارگاہ میں رسائی کے لئے کچھ اونچے لوگوں کے واسطہ کی ضرورت ہے ان کی وساطت سے ہم اللہ کے قریب ہو سکتے ہیں وہ جو بھی طریقہ اختیار کریں اور جس راہ پر بھی ہمیں چلائیں گے ہم ان کے مقلد محض بن کر ان کی بات تسلیم کریں گے بلکہ جب ہم ان کا احترام کرتے ہیں اور ان کے تقرب کے لئے ان کی خدمت میں نذرانے پیش کرتے ہیں تو وہ قیامت کے دن ہماری سفارش کریں گے ہمیں کتاب و سنت کے علم کی واقفیت حاصل کرنی چاہیئے نہ اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے انہوں نے ان کو اللہ پاک کا شریک بنایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے سبب وہ شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر مشرکین میں شمار ہوں گے۔

پہلی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک تمام بندوں کو حکم دے رہا ہے کہ تم وصف ربوبیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میری عبادت کرو اور اس بات کا خیال رکھو کہ عطیات ربانی میں تم سب یکساں ہو جن کے ذریعہ تم حقیقی سعادتوں کو حاصل کر سکتے ہو پس اللہ کی صحیح معنی میں عبادت کرنے سے تم تقویٰ پرہیز گاری کی عظیم دولت سے سرشار ہو جاؤ گے اور انسانیت کے اوج و کمال تک تمہاری رسائی ہوگی۔

اللہ پاک نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا کہ تم اس پر بود و باش رکھ سکتے ہو اور اس سے فوائد حاصل کر سکتے ہو اور آسمان کو سائبان بنایا جو بغیر کسی سہارے کے ہر وقت فضاء پر چھایا ہوا ہے وہ زمین پر گرتا نہیں ہے اگر وہ زمین پر گر پڑے تو تم سب کو تباہ و برباد کر دے اور نہ وہ دوسرے سیاروں کے ساتھ ٹکراتا ہے ایک ہی انداز پر ابتدائے آفرینش سے اسے دیکھا جا رہا ہے البتہ جب عالم دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور آخرت کا جہاں وقوع پزیر ہوگا تو یہ ایسی تبدیلی ہے جس کا تذکرہ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر مختلف اسالیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

انسانوں کی تخلیق کی نعمت کے ذکر کے بعد زمین اور آسمان کی نعمت کا ذکر فرمایا بعد ازاں انسانوں کے تحفظ کے لئے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جن پر انسانوں کی غذائیت اور نشوونما کا انحصار ہے کہ آسمان سے بارش کو نازل فرمایا دوسرے مقام پر وارد ہے ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ (الواقعہ ۶۹)

"کیا تم نے اس کو بادل سے اتارا ہے یا ہم ہی اتارنے والے ہیں"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کا نزول بادلوں سے ہوتا ہے اس آیت کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا جب کہ در حقیقت رزق کا تعلق آسمانوں کے ساتھ ہے ارشاد ربانی ہے

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (الذاریات ۲۲)

" اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔ "

پس بارش برسنے سے زمین سے غذائیت کے مواد ظہور پزیر ہوتے ہیں اگرچہ سب کچھ اللہ پاک کی قدرت سے ظہور پزیر ہوتا ہے کسی انسان میں ہرگز کچھ قدرت نہیں کہ وہ کسی جاندار چیز کے لئے روزی کا سامان مہیا کرے اسی لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم صرف اللہ ہی کو رازق سمجھیں اور اس کی عبادت کریں اس کی عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں بلکہ اللہ کا بندہ اس کا بندہ ہی ہے وہ ہرگز معبود نہیں بن سکتا جب کہ رب العالمین حقیقت میں پروردگار ہے اللہ پاک کی اس صفت کا انکار کیا جائے نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اس کی تعظیم اور اجلال میں ہرگز کچھ کمی روا نہ رکھی جائے۔

چنانچہ اللہ پاک نے اسی کے نتیجہ میں کھلے الفاظ میں اعلان فرمایا کہ تم اللہ کی مخلوق میں سے اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے انسان کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ کہ تم ان سے وہ چیزیں طلب کرو جن کو صرف اللہ کی ذات سے ہی طلب کیا جا سکتا ہے۔ ان سے مقصود وہ چیزیں ہیں جن کے حاصل کرنے سے انسان عاجز ہیں۔ اور ہزار کوششوں کے باوجود کوئی انسان ان کو حاصل نہیں کر سکتا اس لئے کہ تمام انسان مخلوق ہونے اور عبودیت کے لحاظ سے تمہارے جیسے ہیں پس تمہاری پناہ گاہ ذات الٰہی ہو اسی سے تمہاری امیدیں وابستہ رہیں اسی کی رضا کے ہمیشہ طلب گار رہو پس کسی انسان کو اس کے مقام سے زیادہ اونچا نہ کرو صرف اللہ کا خوف دل و دماغ پر حاوی رہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ' (ال عمران ۱۷۵)

" تو اگر تم مومن ہو تو ان سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا"

المنار ج ۱ ص ۱۸۷-۱۹۰

بخاری، مسلم میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون سا گناہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کسی کو اللہ کا شریک بنائے جب کہ وہ تیرا خالق ہے۔ (بخاری، مسلم)

ایک دوسری حدیث میں ہے تم یوں نہ کہو جو اللہ چاہے اور جو فلاں شخص چاہے بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے۔(بخاری، مسلم) ایک دوسری حدیث میں ہے ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ جملہ کہا جو اللہ اور جو تو چاہے آپ نے فرمایا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا آپ یوں کہیں جو اللہ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ چاہے۔'(ابن ماجہ)

ایک اعرابی سے استفسار کیا گیا اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل پیش کریں اس نے جواب دیتے ہوئے کہا تعجب ہے اونٹ کی مینگنی اونٹ کے وجود پر دلالت کرتی ہے پاؤں کے نشانات کسی کے چلنے کی خبر دیتے ہیں تو آسمان جو برجوں والا ہے اور زمین جو پہاڑوں ' سنگلاخ وادیوں میں پر پیچ راستوں والی ہے اور سمندر جن میں پہاڑوں جیسی موجیں ہیں کیا وہ اللہ کے وجود پر دلالت نہیں کرتیں جو لطیف و خبیر ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک حکایت مروی ہے کہ ایک زندیق نے ان سے باری تعالیٰ کے وجود پر دلیل کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا ابھی میں کسی کام کے بارے میں سوچ رہا ہوں مجھے بتایا گیا ہے کہ سمندر میں ایک کشتی لنگر انداز ہے اس پر متنوع قسم کا تجارتی سامان رکھا ہوا ہے لیکن وہاں سامان کی حفاظت کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا گیا نہ کشتی کا ملاح موجود ہے بایں ہمہ کشتی خودبخود رواں دواں ہے طوفانی موجوں کو عبور کرتے ہوئے چل رہی ہے۔ کشتی ازخود جس جانب چاہتی ہے 'رخ پھیر کر رواں دواں رہتی ہے جبکہ کوئی ملاح وہاں موجود نہیں ہے۔ تمام حاضرین نے بیک زباں ہو کر کہا یہ کیسے ممکن ہے عقل اس واقعہ کو تسلیم نہیں کر سکتی تو امام صاحب ان سے ہم کلام ہوئے اور فرمایا اگر کشتی بغیر ملاح کے نہیں چل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتی تو دنیائے عالم کا یہ نظام جو علوی اور سفلی ہے اور نہایت محکم اور مضبوط چیزیں جو دیکھنے میں آ رہی ہیں ان کا کوئی صانع نہیں ہے ان کے اس جواب سے سبھی حاضرین محظوظ ہوئے اور تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

امام شافعی سے کائنات کے صانع کے بارے میں سوال ہوا۔ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا آپ غور کریں توت کے پتوں کو ریشم کے کیڑے کھاتے ہیں تو اس سے ریشم بنتا ہے اور اگر شہد کی مکھی اس کے رس کو چوستی ہے تو اس سے شہد بنتا ہے اور بکری' گائے اور چارپائے اسے چرتے ہیں تو وہ گوبر نکالتے ہیں جب کہ ہرن اس کو تناول کرتا ہے تو اس سے کستوری بنتی ہے۔ بہرحال چیز ایک ہے جب کہ استعمال کے بعد اس کے فوائد میں تنوع ہے۔ اس سے اللہ کے وجود پر استدلال کرنا نہایت عمدہ انداز کا حامل ہے۔

امام احمد بن حنبل سے اللہ کے وجود پر سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا ایک مضبوط قلعہ ہے جو شفاف ہے جس کا کوئی دروازہ اور کھڑکی نہیں ہے قلعہ کی بیرونی دیوار براق چاندی کی سی ہے جب کہ اس کے اندر کا حصہ خالص سونے کے رنگ جیسا ہے ابھی اس پر غور ہو رہا تھا کہ قلعہ کی دیواریں پھٹیں اس سے ایک بچہ نمودار ہوا جو قوت سماعت اور بصارت رکھتا تھا جو خوبصورت شکل اور خوبصوت آواز رکھتا تھا۔ اس سے مقصود انڈہ ہے جب اس سے بچہ نکلتا ہے۔

بعض اہل علم کا قول: جو شخص بھی آسمانوں کی رفعت اور وسعت اور اس میں جڑے ہوئے بڑے چھوٹے روشن سیاروں اور غیر متحرک ستاروں پر غور کرے گا کہ وہ کس طرح رات دن آسمان پر گردش کر رہے ہیں نیز سمندروں پر غور و فکر کرے گا جنہوں نے ہر طرف سے زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے نیز پہاڑوں کا ملاحظہ کرے گا جنہیں زمین میں گاڑا گیا ہے تا کہ زمین حرکت سے محفوظ رہے اور اس پر رہائش پذیر مخلوق کو کچھ زحمت نہ ہو اس طرح دریا آبشاریں اور بڑی بڑی نہریں مختلف قسم کے حیوانات' مختلف قسم کے سبزہ جات یہ سب چیزیں اللہ صانع کے وجود' اس کی قدرت اس کی حکمت اور اس کی رحمت پر دلالت کر رہی ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کوئی پروردگار نہیں' اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میرا جانا ہے علاوہ ازیں نظام قدرت کی بے شمار آیات دلالت کناں ہیں۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۸۹-۹۱)

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿٢٤﴾

اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک سورت لاؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے مددگاروں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو پھر تم ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

لغوی تحقیق:۔ فَاْتُوا اس کا مادہ تین تی سیلاب' اَلاِتیَانُ مصدر (آنا)' وَادعُوا اور بلالو۔ پکارو' اَلدَّعَا پکارنا' اَلدَّعوٰی مقدمہ' اَلدَّعِیّ جس شخص کی نسبت معلوم نہ ہو' اَلدَّوَاعی تغیرات' تَدَاعٰی کسی چیز پر ٹوٹ پڑنا' حدیث شریف میں ہے کَمَا تَدَاعَی الْاَکِلَتُہٗ عَلٰی قَصْعَتِھَا
"جیسا کہ کھانے والے کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔"
شُھَدَاءَکُمْ اپنے مددگاروں کو۔ اَلشَّھَادَۃُ گواہی' ظاہر' مَشْھَد حاضری کی جگہ' اس کی جمع مَشَاھِد ہے' جیسے مشاہد حج ہیں۔ شَاھِد' شَھِید ان کا ایک ہی معنی ہے' حَاضِر موجود اس کی جمع شُھَدَاءٌ ہے صَادِقِینَ' سچے' مادہ صدق ہے کذب کی ضد ہے۔ اَلصِّدِّیْقُ مبالغہ ہے بہت سچ بولنے والا اَلحِجَارَۃُ پتھر' اَلحَجَر پتھر' جمع اَحجَار۔ حِجْر حاء کی زیر کے ساتھ عقل کا معنی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے
ھَلْ فِی ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِی حِجْر "یقیناً اس میں قسم ہے صاحب عقل کے لئے۔"
نیز اس کا معنی ممنوع اور حرام بھی آتا ہے۔ ارشاد باری ہے وَقَالُوا ھٰذِہٖ اَنعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ
"اور اپنے خیال میں کہتے ہیں کہ فلاں فلاں چارپائے اور کھیت ممنوع ہیں"
حجر فلاں فلاں کی گود اِستَحجَرَ الطِّینُ مٹی پتھر کی طرح سخت ہو گئی۔ جمع احجار ہے۔
فَاتَّقُوا النَّارَ میں یہ کنایہ ہے دراصل دوزخ کی آگ سے بچاؤ سے مقصود یہ ہے کہ جب تم قرآن پاک کی مثل کتاب پیش نہیں کر سکتے ہو تو پھر قرآن پاک کے منزل من اللہ ہونے سے انکار نہ کرو' اس لئے کہ تمہارا انکار کرنا دوزخ کی سزا کا مستوجب ہے۔ اس انداز کا نام اعجاز بدیع ہے۔
وَلَنْ تَفعَلُوا جملہ معترضہ ہے اصل ترتیب یوں ہے
فَاِنْ لَّمْ تَفعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ
"یعنی اگر تم اس کی مثل نہ لاسکے تو تمہیں اس کی مخالفت سے باز آنا چاہیے۔"

تشریح:۔ توحید فی الربوبیت اور توحید فی الالوہیت کے دلائل کو نہایت واضح انداز میں پیش کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر نہایت محکم اورواضح دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ اس سے مقصود قرآن مجید ہے جو تدریجی طور پر فصیح عربی زبان میں تقریباً تیئس سال میں آپ کے قلب اطہر پر اللہ پاک کی جانب سے بواسطہ روح الامین جبریل علیہ السلام نازل ہوتا رہا قرآن پاک نے فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے کھلے عام انداز میں چیلنج کیا ہے کہ اگر تمہیں اس میں شک ہے تو کم از کم ایک نہایت مختصر سورت کے مقابلہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جیسا کلام پیش کر دو اور اللہ کے علاوہ جن سے تعاون حاصل کرنا چاہتے ہو انہیں اپنے ساتھ ملاؤ پھر بھی تم قیامت تک اس جیسا کلام بلکہ اس کی ایک مختصر سورت کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ تمہیں دوزخ کی آگ سے خوف زدہ رہنا چاہیے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اسے کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا جو امی تھے لکھنے پڑھنے سے آشنا نہیں تھے آپ کی نبوت پر حجت قاطعہ ہے قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ کرنے سے اس دور کے مسلمہ فصحاء و بلغاء نے اپنے عجز و درماندگی کا دبے لفظوں میں اقرار کیا جب کہ وہ مقابلہ کے لئے میدان میں نہ اترے البتہ آپ کی مخالفت میں اور آپ کے مشن کو ناکام بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور میدان جنگ میں مالی اور عددی قوت کو جھونک دیا لیکن قرآن پاک جیسا فصاحت و بلاغت سے بھرپور کوئی مجموعہ پیش کر سکے اور نہ ہی مستقبل میں کوئی شخص اس کا مقابلہ کر سکے گا۔ چنانچہ یہ چیلنج قیامت کے وقوع پزیر ہونے تک قائم رہے گا۔ جب تک کہ سورج چاند ' زمین پہاڑ ' انسان حیوان موجود رہیں گے قرآن پاک کی صداقت اور اس کے "مُنَزَّلَ مِنَ اللہِ" ہونے کی یہ ایسی دلیل ہے کہ کوئی عقل مند معمولی فہم رکھنے والا بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ کفار کہا کرتے تھے اگر قرآن پاک اللہ پاک کی جانب سے نازل ہوتا تو ایک ایک سورت ایک ایک آیت کی شکل میں حالات و واقعات کی مناسبت سے اس کا نزول نہ ہوتا جیسا کہ اس دور میں بھی شعراء لوگ اپنے خیالات کو قصائد کی شکل میں اور فصیح و بلیغ لوگ نثر میں اپنے خیالات کو مرتب کرکے پیش کرتے ہیں کسی شاعر نے ایک ہی نشست میں تمام دیوان کو مرتب نہیں کیا اور نہ کسی خطیب نے فصاحت و بلاغت کے انمول موتیوں سے ایک ہی نشست میں اپنا کلام پیش کیا ہے اس لحاظ سے ہمارا موقف درست ہے کہ قرآن پاک بھی انسانی کلام ہے ہرگز اللہ پاک کا کلام نہیں ورنہ مجموع شکل میں آتا جیسا کہ تورات کا نزول کتابی شکل میں یک بار ہوا۔

ان کے اس موقف کا تذکرہ کرتے ہوئے نیز ان کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ﴿الفرقان ۳۲﴾

"کفار نے اعتراض کیا کہ اس پر یک بارگی قرآن کیوں نہیں اتارا گیا۔ اس طرح اس لئے کیا کہ ہم اس کے ساتھ آپ کے دل کو مضبوط کریں اور اسی لئے ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔ یعنی اس طرح ہم آپ کے دل کو مضبوط بنانا چاہتے تھے۔

ان حرف شرط کا استعمال

قرآن پاک کے اسلوب پر غور کرنے کے بعد اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ قرآن پاک کی صداقت و حقانیت کا چیلنج کرتے وقت اللہ پاک نے کفار کے شک و تذبذب کو لفظ (ان) سے تعبیر کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے مقصود یہ ہے کہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے جو شکوک و شبہات سے مبرا ہے لیکن اگر تم بفرض محال شک کرتے ہو تو پھر ہم چیلنج کرتے ہیں کہ تم اس کی سورتوں میں سے کسی ایک چھوٹی سی سورت کا مقابلہ کرو جب کہ لفظ (اذا) کے بعد جملہ میں وقوع کا تحقق ہوتا ہے لیکن (ان) کے بعد جملہ میں تحقق نہیں ہوتا۔ مِمَّا نَزَّلْنَا آیت مذکورہ میں مما کا اصل مِنْ مَّا تھا۔ لفظ مِنْ تَبْعِیْضِیَہ ہے یعنی "مُنَزَّل مِنَ اللہ" کتاب کا ایک حصہ جس کو اس کا بعض کہا جا سکتا ہو تو اس سے ایک آیت بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ صرف سورتوں کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ ایک ایک آیت جو جملے کی شکل میں ہے اس کا بھی مقابلہ کرنے کی کسی شخص میں استطاعت نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک کا ایک ایک جملہ بلکہ ایک ایک لفظ دوسرے لفظ کے ساتھ نظم، ترکیب، معانی کی موافقت کے لحاظ سے مظہر اعجاز ہے۔

خیال رہے قرآن پاک کی اس آیت کا اغاز اس کے اختتام کی غمازی کرتا ہے جب کہ اختتام بھی اس کے آغاز کے ساتھ ربط و ضبط کی نشان دہی کرتا ہے اس لحاظ سے نہ صرف ایک سورت بلکہ ایک ایک آیت کے لئے بھی چیلنج ہے کہ اس جیسی آیت بھی پیش نہیں کی جا سکتی اور نہ قیامت تک پیش کی جا سکے گی۔

عَلٰی عَبْدِنَا سے مقصود رسول اکرم ﷺ ہیں ایک دوسری آیت میں آپ ﷺ کا اسم گرامی مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں۔

وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ

" اور اس پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔ "

اللہ پاک نے محمد ﷺ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ انہیں اپنے بندے ہونے کا اعزاز عطا کیا اس لئے کہ آپ میں انتہا درجہ کا تذلل موجود تھا کہ اس درجہ کسی دوسرے انسان میں نہ تھا چنانچہ آپ خود کو عبدیت کے اوصاف کے ساتھ موصوف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَنَا اٰکُلُ کَمَا یَاکُلُ الْعَبْدُ

" میں غلاموں کے انداز میں کھانا تناول کرتا ہوں۔ "

دراصل نماز کے قیام کی ہیت جس میں انسان نہایت تواضع کے ساتھ سر جھکائے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھتے ہوئے یوں کھڑا ہوتا ہے جیسے کوئی غلام نہایت ادب اور احترام کے ساتھ اپنے آقا کے سامنے کھڑا رہتا ہے۔ وہ اپنے آقا کے حکم کا انتظار کرتا ہے بلکہ اس کے اشارے پر فورا اس کی اطاعت کرتے ہوئے تعمیل بجا لاتا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے غلاموں کے انداز کے مطابق کھانے، پینے، لباس، سفر حضر میں زندگی کے قیمتی اوقات بسر کئے اس لئے کہ آپ صحیح معنی میں بارگاہ الٰہی میں عبودیت کے تقاضوں کے مطابق احکام الٰہیہ کے بجا لانے میں مستعد رہتے تھے۔ پس امت محمدیہ کو بھی آپ ﷺ کی اتباع کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

" (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا۔ "

ذکر کردہ خصائل و عادات سے دل و دماغ پر عبودیت کا نقش مرتسم ہوتا ہے ۔ نفس امارہ کی سرکشی کو روک کر اسے نفس مطمئنہ کے مقابلہ میں مغلوب کر کے اور انکسار و تواضع کی کیفیت میں جب قرآن پاک کی تلاوت کی جائے تو صحیح معنوں میں اس کے اثرات دل و دماغ بلکہ مکمل انسانی ڈھانچے پر رونما ہوں گے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا۔ تم نے قرآن پاک کے چیلنج کو قبول نہیں کیا نہ تم سے توقع ہے کہ تم اسے قبول کرو گے۔ ذرا غور کریں اللہ پاک نے ایک امی انسان کا انتخاب فرمایا اس پر اپنے کلام کو نازل کیا جو کسی مدرسہ میں حصول علم کے لئے داخل نہیں ہوا۔ لیکن اس نے جو کلام پیش کیا ہے تم سب اکٹھے مل کر بھی اس جیسا کلام پیش نہیں کر سکتے۔

اس مضمون کی آیات نے کفار مکہ کے عجب و غرور کو ختم کر دیا جو خود کو فصاحت و بلاغت کے میدان کا شہ سوار سمجھتے تھے تاریخ کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے واقعی وہ دور عربی ادب کے لحاظ سے نہایت سر بر آوردہ دور تھا شاید فصاحت و بلاغت کو اس درجہ ارتقاء اس سے پہلے نصیب نہ ہوا ہو وہ لوگ میلوں منڈیوں میں خاص طور پر ادبی محافل قائم کرتے تھے شعر گوئی میں ان کا مقابلہ ہوتا تھا ان کے مقابلوں کا چرچا اور شہرت دیگر ممالک تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان تمام خصوصیات کے باوجود ایک شخص بھی مقابلہ میں نہ آیا بلکہ اس میدان کو چھوڑ کر اسلحہ کو نکال کر میدان جنگ میں کود پڑے ۔ انہوں نے ان جنگوں میں اپنی پوری قوت کو جھونک دیا ان کے نوجوان مارے گئے ان کے گھر تباہ و برباد ہو گئے معلوم ہوا اگر وہ قرآن پاک کے مقابلہ میں ایک فصیح و بلیغ سورت مرتب کر دیتے جس کے ساتھ قرآن پاک کی ساکھ کو (نعوذ باللہ) نیچا دکھا دیتے تو وہ اپنے مال و جان کو تباہی سے بچا سکتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کے بس میں نہ تھا' وہ باوجود فصیح و بلیغ ہونے کے مقابلہ نہ کرسکے۔ اس وجہ سے بدر احد اور خندق کی لڑائیوں میں وہ مقابلہ کے لئے آئے لیکن شکست فاش سے دوچار ہوئے۔ اور ان کی ساکھ ختم ہو گئی۔

قرآن پاک کی صداقت اور حقانیت کا چیلنج مکی سورتوں میں بھی ہے ' جیسا کہ سورہ قصص میں ہے

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

"آپ فرمائیں تم اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں (قرآن و تورات) سے زیادہ ہدایت والی ہو' تو میں اس کی پیروی کروں گا۔ اگر تم سچے ہو۔"

سورہ اسراء میں ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (۱۷۔۸۸)

" آپ (بطور چیلنج) کہہ دیں اگر تمام انسان اور تمام جن اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو اس کا مثل ہرگز نہیں لا سکیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔ "

نیز سورہ ھود میں فرمایا

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (۱۱۔۱۳)

"کیا کفار کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو خود گھڑ لیا آپ فرمائیں اگر یہ درست ہے تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے علاوہ اپنی مدد کے لئے جس کو تم بلا سکتے ہو بلاؤ اگر تم سچے ہو۔"

ذکر کردہ سبھی آیات مکی ہیں بعد ازاں مدینۃ الرسول میں بھی چیلنج کیا گیا چنانچہ جس آیت کی تشریح کی جا رہی ہے۔ یہ مدنی آیت ہے اگر تم اس کتاب کے بارے میں شک کرتے ہو جس کو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے تو قرآن کی مثل کوئی سورت پیش کرو۔ اس آیت میں ان سب کو چیلنج کیا ہے کہ تم سب اکٹھے ہو کر یا الگ الگ پڑھے لکھے لوگوں کو اپنے ساتھ ملاؤ اور قرآن جیسی کوئی سورت پیش کرو لیکن اس جیسی سورت نہیں لا سکو گے۔

من مثلہ کے ترجمہ کا ایک دوسرا انداز بھی ہے وہ یہ ہے کہ تم اس جیسے امی انسان سے قرآن کی مثل کوئی سورت لاؤ لیکن صحیح تفسیر وہ ہے جو پہلے بیان ہوئی ہے اس لئے کہ پہلی تفسیر میں چیلنج کی عمومی صورت ہے سبھی کو چیلنج ہے اس میں پڑھے لکھے دانشور اور ان پڑھ سبھی شامل ہیں اور وہ اس وقت سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے چنانچہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں چیلنج بار بار کیا گیا اور آپ کے مخالفین آپ کے ساتھ شدید قسم کا بغض رکھتے تھے اور دین اسلام کے شدید مخالف تھے اس کے باوجود وہ مقابلہ میں نہ آئے انہوں نے اپنی شکست کو تسلیم کرلیا اسی لئے اللہ پاک نے اعلان فرمایا کہ اگر تم اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکے ہو تو مستقبل میں بھی تم کبھی بھی اس کا جواب نہیں دے سکو گے۔ اور اس کی مثل سورت پیش نہیں کر سکتے ' اور یہ ایک دوسرا معجزہ ہے کہ اللہ پاک نے نہایت یقین اور پختگی کے ساتھ پیشین گوئی فرما دی ہے کہ اب مستقبل میں ہمیشہ ہمیشہ کبھی بھی اس کی مثل نہیں لائی جا سکے گی۔ اور یہ چیلنج اس وقت سے لے کر اب تک موجود ہے کسی نے بھی اس چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ اور مستقبل میں بھی یہ چیلنج باقی رہے گا۔ اور کوئی بھی اس چیلنج کو قبول کر کے اس کا مثل پیش نہیں کر سکے گا۔ اس لئے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو ہر چیز کا خالق ہے مخلوق کا کلام اللہ کے کلام کے مثل نہیں ہو سکتا۔ جو شخص قرآن پاک کا مطالعہ تفکر اور تدبر کے ساتھ کرے گا۔ وہ قرآن پاک کے اعجاز کے متعدد وجوہ سے بلحاظ الفاظ اور معانی کے شاد کام ہوگا۔ پس قرآن پاک کے الفاظ' معانی سبھی فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس جب تم نے چیلنج کے جواب میں شکست کو تسلیم کر لیا ہے اور بے بسی کے عالم میں گومگو کی کیفیت میں زندگی گزار رہے ہو، تو تمہیں چاہیے کہ جب حق و صداقت آشکارا ہو چکی ہے اور تم بسیار کوشش کے باوجود فی الحقیقت شکست کا اعتراف کر رہے ہو اس کے باوجود قرآن پاک کی صداقت و حقانیت کا اعتراف نہیں کرتے۔ تو پھر تم جیسے لوگوں کو دوزخ کا ایندھن بننا ہوگا، تمہارے قماش کے لوگوں کے لئے ہی اسے تیار کیا گیا ہے جو کفر و ضلالت کی وادیوں سے نکلنا نہیں چاہتے ہیں۔

اس میں ہرگز شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ دوزخ کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ یعنی ان سے آگ کو بھڑکایا جائے گا جو قرآن پاک کی صداقت سے انحراف کرتے ہیں ان کے ساتھ ان پتھروں کو بھی دوزخ میں گرایا جائے گا جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ قرآن پاک میں ہے

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (۲۱-۹۸)

"بے شک تم اور اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔"

کفار جن پتھروں کی پرستش کرتے تھے انہیں وہ اپنا سفارشی سمجھتے تھے کہ وہ نہ صرف یہ کہ ان کی سفارش کریں گے بلکہ انہیں ہر قسم کے شدائد و محن سے محفوظ رکھیں گے۔ تو ان پتھروں کو بھی دوزخ کی آگ سے گرم کر کے ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا تاکہ وہ مزید درد محسوس کریں اور اپنے کئے ہوئے پر کف افسوس ملیں جیسے جو لوگ سونے اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو اس سونے اور چاندی کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو اس سے داغا جائے گا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٥﴾

اور ان لوگوں کو خوشخبری دیجئے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے کہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جب انہیں ان باغوں میں سے کوئی میوہ پھل دیا جائے گا تو وہ بول اٹھیں گے کہ یہ میوہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا تھا اور انہیں (اس دن) میوہ سے (صورت میں) ملتاجلتا دیا گیا اور ان کے لئے جنت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

قرآن پاک کے اسالیب پر غور و فکر کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جب ایسی آیات کا ذکر ہوتا ہے جن میں اللہ پاک کے باغیوں کو ڈرایا دھمکایا گیا ہے ان کے بعد ترغیب کے مضمون پر مشتمل آیات کو ذکر کرنے سے مقصود سامعین اور قارئین کو خوش کرنا ہوتا ہے کہ وہ ان اعمال کو بجا لانے میں کوشاں رہیں جن سے اللہ پاک خوش ہوتے ہیں اور ان اعمال سے کنارہ کش رہیں جن سے اللہ پاک ناراض ہوتے ہیں ۔ پس جب پہلی آیت میں کفار ان کے اعمال اور ان کی سزا کا ذکر فرمایا تو اس کے بعد ایمان کی دولت سے مالا مال پرہیز گاروں کا ذکر فرمایا اور انہیں بشارت دی کہ ان کے لئے آخرت میں جنات ہیں۔ یعنی ان کی رہائش گاہوں میں گھنے پھل دار خوبصورت خوشبو دار درخت ہوں گے اور انہیں حسب مراتب ان سے نوازا جائے گا۔ پھل دار پھول دار پودوں درختوں کے ڈھلوان میں آبشاریں اور نہریں جاری ہوں گی۔

حقیقت یہ ہے کہ رہائش گاہوں کے قرب و جوار میں پانی کی نعمت عظیم نعمت ہے جس سے جنتی لوگ شاداں و فرحاں رہیں گے۔ اور مسرت و ابتہاج کے ولولوں سے سرشار رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں قرآن پاک میں اللہ پاک نے باغات کا ذکر کیا ہے وہاں ان نہروں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ جن میں پانی رواں دواں رہے گا۔ اور اس عظیم نعمت کا ذکر دیگر نعمتوں سے پہلے کیا ہے چونکہ جنت ایک نہیں بلکہ متعدد ہیں اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے

ام حارثہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر ! ﷺ آپ مجھے میرے بیٹے حارثہ کے بارے میں بتائیں جو جنگ بدر میں نا معلوم تیر کی زد میں آکر قتل ہو گیا تھا۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور اگر وہ جنت میں نہیں ہے تو میں اس پر زارد قطار رونا چاہتی ہوں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ام حارثہ جنت ایک نہیں بلکہ متعدد ہیں جبکہ تیرا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔ جو سب سے اعلیٰ جنت ہے اس آیت میں نہروں کی قسموں کا ذکر نہیں ہے جبکہ قرآن پاک میں شفاف پانی ' دودھ ' شراب اور مصفی شہد کی نہروں کا ذکر ہے ۔

ایمان سے مقصود اللہ پاک کی ذات اور اس کی صفات پر ایمان لانا جن کا اثبات نص صریح کے ساتھ وارد ہے ۔ نیز وحی اس کے لانے والے جبریلؑ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنا ہے جیسا کہ مشہور متعارف حدیث میں تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر ہے در اصل یہ بنیادی چیزیں ہیں جن کی تمام انبیاءؑ نے اپنے اپنے دور میں دعوت دی اور پھر عقل صحیح بھی ان کو تسلیم کرتی ہے اور اعمال صالح سے مقصود وہ اعمال ہیں جن کو اسلامی معاشرہ میں قابل تحسین سمجھا جاتا ہے قرآن پاک کی متعدد آیات میں انکا ذکر وارد ہے چنانچہ سورہ مومنون کے آغاز اور آخر میں سورہ فرقان کے آخر اور سورہ معارج کے آغاز میں ان کا ذکر تفصیل کے ساتھ وارد ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنتیوں کے ذکر میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جب انہیں جنت میں پھل 'میوے عطا کئے جائیں گے تو وہ پکار اٹھیں گے کہ دنیا میں ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا گیا تھا یہ اس کا نتیجہ ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے

وَ قَالُوا الحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِی صَدَقَنَا وَعدَهٗ وَ اَورَثَنَا الاَرضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الجَنَّةِ حَیثُ نَشَآءُ

(۳۹۔۷۴) " اور وہ (خوش بخت) کہیں گے تمام تعریفیں اس اللہ کریم کے لئے ہیں جس نے پورا فرمایا ہمارے ساتھ اپنا وعدہ اور ہمیں اس (پاک) زمین کا وارث بنایا اب ہم جنت میں جہاں چاہیں گے ٹھہریں گے" اس کی ایک دوسری توجیہہ بھی ہے جسے مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ آخرت میں جنتیوں کو جن پھلوں سے نوازا جائے گا وہ رنگ ' شکل اور خوشبو میں مشابہ ہوں گے جب کہ آخرت کے پھل لذت اور ذائقہ میں دنیا کے پھلوں سے بدرجہا فائق ہوں گے۔ اسی لئے اس آیت میں وضاحت موجود ہے کہ دنیا اور آخرت کے پھل ایک دوسرے کے ساتھ رنگ اور شکل میں مشابہ ہوں گے جب کہ ذائقہ کے لحاظ سے دونوں میں زبردست فرق ہوگا۔

جنت کی نعمتوں کی تعریف ایک حدیث میں مروی ہے اس کا مفہوم یہ ہے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے صالح بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کبھی کسی کی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ کسی کے کان میں اس کی خبر پہنچی نہ کسی کے دل میں کبھی اس کا خیال آیا در اصل یہ حدیث قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر کر رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَلَا تَعلَمُ نَفسٌ مَّآ اُخفِیَ لَهُم مِّن قُرَّةِ اَعیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوا یَعمَلُونَ(۳۲۔۱۷)

" پس نہیں جانتا کوئی شخص جو نعمتیں ان کے لئے چھپا کر رکھی گئی ہیں جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ صلہ (ان اعمال حسنہ کا ہے) جو وہ کیا کرتے تھے۔"

چونکہ جنت کے پھل بھی شکل و صورت کے لحاظ سے باہم دگر مشابہ ہوں گے اس لئے وہ دیکھتے ہی کہیں گے۔ کہ یہ پھل تو ہمیں قبل ازیں بھی عطا کئے گئے تھے لیکن چونکہ لذت اور ذائقہ میں تفاوت ہوگا اس لئے وہ متعدد اور متنوع قسم کی لذتوں اور شادمانیوں سے شاد کام ہوں گے۔

وَ لَهُم فِیهَآ اَزوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ:۔ جنت میں جنتیوں کو جن بیویوں سے نوازا جائے گا"

وہ جسمانی لحاظ سے پاک صاف ہوں گی۔ انہیں حیض ' نفاس کی زحمت برداشت نہیں کرنا ہوگی۔ اسی طرح اخلاقی لحاظ سے بھی وہ اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گی ان میں مکر ' دھوکہ بازی ' غیبت ' چغلی وغیرہ بد اخلاقی کا شائبہ تک بھی نہ ہوگا اور آخرت میں حور عین کے ساتھ ان کی ملاقات کے بارے میں جس قدر وضاحت کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں مذکور ہے اس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اس میں ہم کمی بیشی نہیں کر سکتے اور نہ کوائف کی وضاحت کر سکتے ہیں چونکہ دنیا میں بیویوں کے ساتھ مباشرت سے مقصود نسل انسانی میں اضافہ کرنا ہے جبکہ آخرت میں یہ سلسلہ نہیں ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہاں ان کے ساتھ تو مصاحبت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلیٰ درجہ کی لذت ہوگی۔ چنانچہ اہل جنت کے بارے میں صحیح حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جنتی لوگ خوردونوش سے تو ہم کنار ہوں گے لیکن پیشاب پاخانہ ' تھوک ' ناک کے فضلہ سے پاک ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ان خوراک فضلہ نہیں ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کا فضلہ ڈکار لینے سے ختم ہو جائے گا۔ نیز ان کے جسم پر پسینہ آئے گا جس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ اور ہر ایک جنتی کو دو بیویوں سے نوازا جائے گا۔ ایک دنیا کی دوسری بیوی حورعین سے ہو گی۔

بیویوں کے اوصاف میں وارد ہے کہ ان کی نظریں صرف ان کے خاوندوں تک محدود ہوں گی۔ اور ان کی خوبصورتی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ یاقوت اور مرجان جیسی ہوں گی۔ اور ایک حدیث میں انہیں نظروں سے اوجھل موتی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ایک روایت میں انہیں باکرہ ہم عمر کے اوصاف کیساتھ موصوف کیا گیا ہے۔

وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ:۔

اگرچہ کوئی نعمت خواہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو

اگر اس میں دوام و استمرار نہیں ہے تو اس نعمت کے ہوتے ہوئے بھی انسان کے مزاج میں تکدر رونما ہوتا ہے جب اس کے ذہن میں یہ تصور گردش کرتا ہے کہ ایک نہ ایک دن اس نعمت نے چھن جانا ہے تو اس خدشہ کو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتیوں کو جن انعامات سے نوازا جائے گا وہ ہمیشہ کے لئے ہیں ان کے چھن جانے کا تصور بھی نہ کیا جائے تو اس حالت میں اگر معمولی نعمت بھی میسر ہو تب بھی وہ نہایت عظیم نعمت متصور ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ رہائش کے لئے باغات جن میں نہریں جاری ہیں جن میں پانی وافر مقدار میں موجود ہے کھانے کے لئے مختلف قسم کے پھل موجود ہیں اور ان کی بیویاں ہر قسم کے تکدر سے مبرا ہوں گی۔ بلکہ حور عین گیت گائیں گی:۔

نَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ أَبَدًا
وَنَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَبِيدُ أَبَدًا
وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ أَبَدًا
طُوبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهُ

ہم نرم و نازک جسم رکھتی ہیں ' ہمارا حسن لازوال ہے اس پر کبھی تکدر نہیں ہوگا۔ ہمیں ہمیشہ کی زندگی عطا کی گئی ہے ہم پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی۔ ہم ہمیشہ خوش و خرم رہیں گی کبھی مزاج میں تکدر رونما نہیں ہوگا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں ہماری رفاقت حاصل ہے اور ہمیں ان کی رفاقت سے نوازا گیا ہے۔

جس آیت کی تفسیر پیش کی جا رہی ہے اس میں جنتیوں کو جن انعامات سے نوازا گیا ہے اور جن لذائذ و فواکہ سے وہ شاد کام ہوں گے ان کا بھی اجمالاً ذکر کیا گیا ہے لیکن ان تمام انعامات ' فواکہ اور دیگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لذات سے عظیم نعمت اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ (وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ) کہ اللہ کی رضا مندی تمام نعمتوں سے زیادہ عظیم نعمت ہے بلکہ اللہ کی رضا کے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ جس طرح مچھر کی کچھ حیثیت نہیں جس کا تذکرہ آئندہ آیت میں ہو رہا ہے اس طرح اللہ کی رضا کے مقابلہ میں جنات، حورعین، فواکہ وغیرہ سب ہیچ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

بے شک اللہ اس سے حیا نہیں کرتا کہ وہ کوئی مثال مچھر کی یا اس سے بھی حقیر چیز کی بیان کرے پس ایمان دار لوگ خوب جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے اور جنھوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں اللہ نے اس مثال کے ساتھ کیا ارادہ کیا؟ اللہ اس سے اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے اور نہیں گمراہ کرتا مگر فاسقوں کو۔

قرآن پاک کے مضامین کو بعض مقامات میں تمثیلات کے ساتھ واضح کیا گیا ہے تا کہ مقصود نکھر کر سامنے آ جائے اور کوئی حجاب اس کے فہم میں رکاوٹ نہ بنے مثال کے طور پر جب حق واضح اور روشن ہے تو حق کو ثابت کرتے ہوئے اسے روشنی کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے اور باطل چونکہ حق کے خلاف ہے اسے اندھیرے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح کفار نے جن خداؤں کو اللہ کا شریک بنایا جن کا مقام اللہ پاک کی قدرت کاملہ کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا تو اللہ نے قرآن پاک میں ان کے ضعف کو ثابت کرتے ہوئے انہیں مکڑی کے جالے کے ساتھ تشبیہ دی ہے بلکہ انہیں مکھی سے بھی زیادہ ذلیل اور بے کار قرار دیا ہے جب ان حقیر اور بے کار چیزوں کے ساتھ تمثیل کا اسلام کے دشمن معاندین اور احمق بے وقوف لوگوں نے مذاق اڑایا اور اعتراض کیا کہ ان حقیر اور بے کار چیزوں کے ساتھ تمثیل بیان کرنے کی اللہ کو کیا ضرورت تھی تو ان کے اس احمقانہ اعتراض کا اللہ پاک نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تمثیل سے مقصود چونکہ حقیقت حال کو واضح کرنا ہوتا ہے اور تمام حجابات کو دور کرنا ہوتا ہے اگر ممثل عظیم ہے تو جس کے ساتھ مثال دی گئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ بھی عظیم ہوگا۔ اور اگر حقیر ہے تو وہ بھی حقیر ہوگا۔

پس جب کفار نے جن کو اللہ پاک کا شریک بنایا ہے ان سے زیادہ کوئی حقیر اور ذلیل نہیں تو ان کی حقارت اور بے بسی کو ثابت کرنے کے لئے ان کو مکڑی کے جالے اور مکھی سے زیادہ کمزور اور بے بس قرار دیا ہے اور واضح کیا کہ اللہ پاک کچھ حجاب محسوس نہیں کرتے کہ وہ حق کو واضح کرنے کے لئے مچھریا اس سے بھی کسی حقیر چیز کے ساتھ مثال دے کر واضح کریں اس پر تعجب کرنا اور حیرت کا اظہار کرنا دانش مندی نہیں ہے پس ایمان داروں کا انداز یہ ہوتا ہے کہ وہ تفکر تدبر کے ساتھ تمثیلات کو مفید قرار دیتے ہیں اسے حق و انصاف کی علامت قرار دیتے ہیں اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیتے ہیں اور کفار جو جہالت اور تعصب کی وادی میں رواں دواں رہتے ہیں اور ان کی بصیرت پر تاریک پردے چھائے رہتے ہیں وہ اسے قبول نہیں کرتے در پردہ حق و صداقت کا اعتراف کرتے ہیں لیکن معاشرہ میں اپنی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے وہ انصاف نہیں کرپاتے اور خود کو بھی اس خطرناک گڑھے کے سپرد کردیتے ہیں جس میں اکثریت گر رہی ہوتی ہے تعجب ہے کہ یہ لوگ ان تمثیلات کو بے فائدہ کیوں سمجھتے ہیں جب کہ عام طور پر ہر دور میں لوگ چار پایوں' پرندوں' حشرات الارض کے ساتھ تمثیلیں پیش کرتے ہیں۔ بطور مثال چند تمثیلات ملاحظہ فرمائیں۔ کسی شخص کی جراتٔ بے باکی کو (اَجْرَءُ مِنَ الذُّبَابِ) کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں کہ فلاں شخص مکھی سے بھی زیادہ دلیر ہے اسی طرح جو شخص شدت کے ساتھ سردی محسوس کرتا ہے اس کے بارے میں ضرب المثل مشہور ہے (فُلَانٌ اَصْرَدُ مِنَ مُجْرَادَةٍ) فلاں شخص تو مکڑی سے کہیں زیادہ سردی محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح کی بے شمار تمثیلات عربی ادب کی کتب میں موجود ہیں۔

چنانچہ جب اللہ پاک نے قرآن پاک میں مکھی اور مکڑی کی تمثیلات ذکر کرکے ان کے معبودان باطلہ کو ان سے بھی زیادہ کمزور ثابت کیا تو یہودیوں نے بالخصوص اور دیگر کفار نے بالعموم ان تمثیلات کا مذاق اڑایا اور نہایت بے باکی اور دلیری کے ساتھ اعلان کیا کہ قرآن کو اللہ کا کلام قرار نہیں دیا جا سکتا تو اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا بے شک اللہ اس سے حیا نہیں کرتا کہ وہ مچھر جیسی حقیر چیز کے ساتھ تمثیل بیان کرے بلکہ جو مچھر سے بھی زیادہ حقیر اور جسم میں کم ہے اس کے ساتھ بھی تمثیل بیان کرنے میں حیا نہیں کرتا۔ جیسے مچھر کا پر ہے غور کریں رسول اللہ ﷺ نے دنیا کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ۔ اگر اللہ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو پانی کا گھونٹ نہ پلاتا یا اس سے مقصود ہے وہ چیز جو جسم میں مچھر سے زیادہ ہے جیسے مکھی اور مکڑی ہے جن کی تمثیلات قرآن پاک میں وارد ہیں اور مچھر کے پر سے جسم میں کم وہ کیڑے ہیں جنہیں پرانی کتابوں میں محسوس کیا جاتا ہے جونہی کہ غور کے ساتھ دیکھا جاتا ہے تو وہ متحرک دکھائی دیتا ہے جب اس پر کسی کی نظر واقع نہ ہوتو وہ پھر ساکن دکھائی دیتا ہے اور نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے اللہ پاک عظیم قدرت والا ہے جو اس قسم کے نہایت باریک کیڑوں کی صورت کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادراک کراتا ہے بلکہ ان کے ظاہری اور باطنی اعضاء کا ادراک بھی کراتا ہے۔ اور وہ ان کے احساسات سے واقف ہے ممکن ہے کہ اللہ کی مخلوق میں اس سے بھی زیادہ چھوٹی مخلوق ہو جس کے جسم کو نظر سے دیکھا بھی نہ جا سکے۔ خیال رہے اس تمثیل پر ایمانداروں کا تبصرہ کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا کہ چونکہ ایمان کا تقاضا انصاف ہے اور ہر معاملہ میں غور و فکر کرنا ہے اسی لئے انہوں نے تمثیل کو سنتے ہی کہہ دیا کہ تمثیل صحیح اور درست ہے لیکن کفار جن پر جہالت کا غلبہ تھا انہوں نے ہٹ دھرمی اختیار کی اسے غلط قرار دیا بلکہ کہا کہ اس قسم کی تمثیل بیان کرنے کا کیا فائدہ ہے بہر حال تمثیل ایمان داروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ثابت ہوئی اور فاسقوں کے لئے گمراہی کا سبب بنی۔

قرآن پاک میں ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی کثیر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے جب کہ گمراہ لوگوں کو بھی کثیر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس کی توجیہہ یہ ہے کہ ہدایت یافتہ لوگ بنسبت گمراہ لوگوں کے تو قلیل ہوتے ہیں۔ لیکن فی الواقع کثیر ہوتے ہیں اور گمراہ لوگ فی الواقع قلیل ہوتے ہیں شمار کے لحاظ سے کثیر ہوتے ہیں۔ عربی کا ایک شاعر کہتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

"إِنَّ الْكِرَامَ كَثِيرٌ فِي الْبِلَادِ وَإِنْ قَلُّوا كَمَا غَيْرُهُمْ قَلٌّ وَإِنْ كَثُرُوا"

شرافت و نجابت کے ساتھ موصوف لوگ شہروں میں فی الحقیقت کثیر دکھائی دیتے ہیں جب کہ شمار میں کم ہوتے ہیں۔ جب کہ غیر شریف لوگ حقیقت میں قلیل ہوتے ہیں جب کہ تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں۔

آیت کے آغاز میں ہے "بلا شبہ اللہ حیا نہیں کرتا" جب کہ حیا کے مفہوم میں تغیر اور انکسار لازم ہے لیکن اللہ پاک تغیر سے محفوظ و مصئون ہے اس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہو سکتی اس لئے جیسا کہ دوسرے اوصاف پر بلا تاویل ایمان لانا اہل سنت والجماعت کا شیوہ ہے یہاں بھی اس کی تشریح، کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ جیسا کہ اللہ پاک کے عرش پر مستوی ہونے کے بارے میں محدثین کا نقطہ نظر ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے اور اس کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے اس کی کیفیت مجہول ہے اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ یا چونکہ کفار نے کہا کہ کیا محمد ﷺ کا رب حیا نہیں کرتا کہ وہ مکھی اور مکڑی کی تمثیل بیان کرے تو اس سوال کے مطابق اللہ پاک نے فرمایا بلا شبہ اللہ حیا نہیں کرتا کہ وہ تمثیل بیان کرے کلام عرب میں اسی انداز کو بدیع اور عجیب سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا میں اِضلال کی نسبت اللہ کی جانب اس لحاظ سے کی جا سکتی ہے کہ اللہ خیر و شر دونوں کا خالق ہے اسی طرح ضلالت اور ہدایت کا بھی خالق ہے لیکن ضلالت کی نسبت فعل کے لحاظ سے انسان کی طرف ہے اور خالق ہونے کے لحاظ سے اللہ کی جانب ہے۔

اضلال کو مقدم لانے کی توجیہہ۔ چونکہ ضلالت کا سبب کفر ہے اور کفر وجود میں مقدم ہے اور آیات قرآنیہ میں امثال کو ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ کفار کو کفر کے اندھیروں سے نکال کر حق و صداقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی کی طرف لایا جائے لیکن فساق لوگ چونکہ امثال پر غور نہیں کرتے اس لئے کہ ان کی فطرت میں جو روشنی موجود تھی وہ ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے بجھ چکی ہے جب کہ وہ عہد و پیمان کا پاس بھی نہیں کرتے۔ اور صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کرتے ہیں۔ اور اللہ کی زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ چنانچہ ان کے افعال قبیحہ کا تذکرہ اگلی آیت میں آرہا ہے۔ معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ میں لف و نشر غیر مرتب ہے اولاً" دوسرے فریق کا ذکر کیا جو گمراہ ہیں اور ہدایت پانے والوں کا ذکر بعد میں کیا جو اول فریق ہے پھر اس تمثیل سے مقصود تمثیل کلامی ہے جمہور مفسرین کا نقطہ نظر یہی ہے کہ تمثیل سے مقصود یہ ہے کہ اس کو مبتداء تسلیم کیا جائے اور اس کی روشنی میں چلا جائے چنانچہ قرآن پاک میں جب عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی مثال پیش کی گئی تو اللہ پاک نے فرمایا

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ (۴۳-۵۶) ہے۔ "

" اور جب مریم کے بیٹے عیسی علیہ السلام کا حال بیان کیا جاتا ہے تو آپ کی قوم اس پر شور و غل مچا دیتی

تو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں واضح کیا کہ وہ اللہ کا بندہ ہے ہم نے اس پر انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لئے اس کو مثال قرار دیا اس آیت سے واضح طور پر راہنمائی ملتی ہے اور إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي کی تمثیل کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے مقصود یہ ہے کہ کفار نے جب آپ ﷺ کی نبوت کا اس لئے انکار کیا کہ یہ بشر ہے کھاتا پیتا ہے بازاروں میں چلتا پھرتا ہے کفار مکہ کے ساتھ یہودیوں نے آپ کی نبوت کا انکا رکیا متعدد آیات میں ان کے اس اعتراض کا ذکر ملتا ہے کہ جب وہ ہمارے جیسا انسان ہے تو وہ کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے رسول بن کر آیا ہے اس کی پیروی فرض ہے اور پھر ہم میں سے صرف اسی پر وحی کو کیوں نازل کیا گیا ہے اور اس کی بجائے اللہ نے کسی فرشتہ کو کیوں پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا اور یہ مطالبہ بھی کیا کہ اس کے ساتھ ساتھ ایک فرشتہ بھی رسول بن کر آتا جو انذار و تبشیر کا فریضہ سرانجام دیتا۔ ان مزعومات باطلہ کے جواب میں اس آیت کو نازل فرمایا کہ اگر تم اس کتاب کے بارے میں شک کرتے ہو جس کو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا تو تم اس کی مثل ایک سورت تو لاؤ اس کے بعد ان لوگوں کو ڈانٹ پلائی گئی جو دلائل کے قیام کے بعد ایمان نہیں لاتے اور ایمان داروں کو بشارت دی گئی ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے وہ اپنی مخلوق کو جن فوائد و مضرات سے چاہے' آزمائے وہ با اختیار ہے اور جو تمثیل بیان کرنا چاہتا ہے کرتا ہے تاکہ لوگ اس سے راہ نمائی حاصل کریں اس قسم کی تمثیل سے اللہ پاک کی الوہیت میں ہرگز نقص نہیں آتا اور نہ اس کے بیان کرنے میں اسے کچھ جھجک محسوس ہوتی ہے بلکہ یہ اس کا کمال ہے اور اس کا فضل ہے کہ اس نے نہایت حقیر چیز جیسے مچھر ہے کو بھی فوائد سے نوازا ہے بلکہ اس کے ساتھ تمثیل بیان کی ہے پس یہ لوگ کیسے انکار کر رہے ہیں کہ ایک کامل انسان کو اللہ پاک نے امامت کے منصب پر سرفراز فرمایا اور تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی پیروی کریں۔

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهٖ ۖ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٢٧﴾

فاسق وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو توڑتے رہتے ہیں پختہ عہد کرنے کے بعد کاٹتے رہتے ہیں۔ اسے جس کے جوڑنے کا حکم اللہ نے فرمایا اور زمین میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں یہی لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔

فسّاق سے مقصود منافقین ہیں بعض مفسرین نے ان سے مراد خوارج لئے ہیں جنہوں نے نہروان کے مقام پر علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ لڑی اگرچہ اس آیت کے نزول کے وقت خوارج موجود نہ تھے لیکن اس آیت میں جن لوگوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ اوصاف کے لحاظ سے ان میں داخل ہیں اور انہیں خوارج کا لقب اس لئے دیا گیا کہ انہوں نے خلیفہ وقت کی اطاعت سے انکار کیا اور اسلامی احکام کے قیام سے روگردانی کی۔ جب کہ فاسق اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خلیفہ وقت کی اطاعت سے خود کو دور رکھے اور بغاوت کے لئے خروج کرے۔ عربی زبان میں چوہے کو فُوَيْسِقَةٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے بل سے نکل کر فساد انگیزی کرتا ہے۔ چنانچہ فاسق کا لفظ کافر اور نا فرمان دونوں کو شامل ہے۔ البتہ کافر کا فسق زیادہ وعید کا باعث بنتا ہے۔ ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ وہ عہد شکنی کرتے ہیں جب کہ انہوں نے پختگی کے ساتھ عہد کیا تھا اور صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں ان اوصاف کے ساتھ موصوف لوگ خسارے میں ہیں ظاہر ہے کہ یہ تمام اوصاف جن کا ذکر ہوا کفار کے اوصاف ہیں ' بلکہ ایمان داروں کے اوصاف کے خلاف ہیں جب کہ ایمان والوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایفاء عہد کرتے ہیں ' عہد شکنی نہیں کرتے صلہ رحمی کرتے ہیں اپنے رب سے خائف رہتے ہیں اور محاسبہ کی سختی سے خوفزدہ رہتے ہیں۔جبکہ عہد شکنی کرنے والوں قطع رحمی کرنے والوں اور زمین میں فساد کرنے والوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے اور ان کی آخرت کی زندگی نہایت تکلیف دہ ہے۔

حافظ ابن جریرؒ نے واضح کیا ہے کہ ان سے مقصود اہل کتاب ہیں بعض ان میں کافر تھے اور کچھ منافق تھے۔ تورات میں اللہ پاک نے ان سے عہد لیا کہ تورات کے احکام کے مطابق تمہیں عمل کرنا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب آخرالزماں پیغمبر ﷺ مبعوث ہوں تو ان پر تمہیں ایمان لانا ہوگا۔ لیکن انہوں نے عہد شکنی کی اور کتمان حق کیا اللہ پاک نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو خسارے میں ہیں اس لئے کہ انہوں نے عہد شکنی کی صلہ رحمی کا خیال نہ کیا بلکہ قطع رحمی کا ارتکاب کیا اور اصلاح کی بجائے فساد انگیزی کی ان بد اعمالیوں کی وجہ سے وہ نہ صرف یہ کہ ثواب سے محروم رہے بلکہ عقاب الٰہی کے مستحق ہو گئے۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٨﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٩﴾

اللہ کا کیوں کر انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے پس اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہی تو ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تمہارے لئے پیدا کیا پھر آسمان کی جانب متوجہ ہوا تو سات آسمان بنائے اور وہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔

اللہ پاک اپنے وجود، اپنی قدرت، اپنے خالق اور اپنے بندوں پر تصرف کے ثابت کرنے کو مدلل انداز میں ذکر فرمارہے ہیں کہ تم اللہ کے وجود کا کس لئے انکار کرتے ہو یا اللہ کی عبادت کے ساتھ اس کے سوا کی کیوں عبادت کرتے ہو جب کہ تم پہلے معدوم تھے بعد ازاں اس نے تمہیں پیدا فرمایا ارشاد ربانی ہے

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا (الدھر ۱)

"بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت گزرا ہے جب کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔"

اولاً" تم اپنے والد کی کمر میں بے جان تھے تم کچھ بھی نہ تھے پھر اللہ نے تمہیں پیدا فرمایا پھر اللہ تمہیں موت سے ہم کنار کرے گا پھر قیامت کے دن تمہیں زندہ کرے گا۔ ایک دوسری آیت میں ہے

رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (۴۰-۱۱)

اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا۔"

عبد اللہ بن عباس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ تم پہلے اپنے والد کی کمر میں مردہ تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم کچھ نہیں تھے پھر اس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں موت سے ہم کنار کرے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا جب حشر کے دن اٹھائے گا۔

اس آیت میں اللہ پاک متنبہ کررہے ہیں کہ جب اللہ پاک نے اولا تمہیں پیدا کیا وہ موت کے بعد بھی تمہیں زندہ کر سکتا ہے اس کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے البتہ اخروی زندگی کے بعد موت وارد نہیں ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے کہ موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ اور جنتیوں' دوزخیوں کو خبردار کیا جائے گا کہ موت کو ذبح کیا جا رہا ہے اب موت وارد نہیں ہو گی۔ دوزخیوں کے لئے بھی ہمیشہ کی زندگی ہے جیسے جنتیوں کے لئے ہیشہ کی زندگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت میں موت کا ذکر پہلے ہے اور زندگی کا ذکر بعد میں ہے کہ موت کے بعد ہر شخص ہیشہ ہیشہ زندہ رہے گا۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ (٦٧-٢) "جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا"

سوال ۔ موت کو کیسے نعمت قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس پر اللہ پاک کا شکر ادا کیا جائے ؟

علامہ بیضاوی□ فرماتے ہیں چونکہ موت دوسری زندگی کے لئے ذریعہ ہے جو ہیشہ کی زندگی ہے جیسا کہ اللہ پاک فرماتے ہیں وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْ یَعْلَمُوْنَ (۲۹-۶۴)

"اور دار آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے (جسے موت نہیں) کاش وہ اس حقیقت کو جانتے۔"

تو موت کا نعمت ہونا ثابت ہو گیا۔ پس کس قدر تعجب ہے کہ انسان ان تمام حقائق سے بہرہ ور ہونے کے باوجود کیوں اسلام کے دامن میں نہیں آتا اور کفر کی آغوش میں رہنے کو پسند کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَ ھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (۲-۲۸۱)

"اور اس دن سے ڈرتے رہو جس میں اللہ کی طرف سے ہر نفس کو پورا پورا دے دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر زیادتی نہ کی جائے گی۔"

ذکر کردہ آیت قرآن پاک میں سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے مقصود یہ ہے کہ میدان حشر میں جزا و سزا کے لئے لمبا عرصہ گزارنا ہوگا اس وقت دنیوی اسباب منقطع ہو جائیں گے اور عوام الناس دنیا میں جن کی عبادت کیا کرتے تھے وہ سب ان کی رفاقت چھوڑ جائیں گے۔ اور ان سے براء ت کا اظہار کریں گے۔ ایسی حالت میں بحالت مجبوری اب انہیں اللہ کی جانب لوٹنا ہوگا اللہ پاک ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

ھُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (البقرۃ، ۲۹)

"وہی تو ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تمہارے لئے پیدا کیا پھر آسمان کی جانب متوجہ ہوا تو ان کو سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز سے خبردار ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبل ازیں بیان ہوا کہ جس ذات نے تمہیں عدم سے وجود عطا کیا اور وجود عطا کرنے کے بعد اس نے تمہیں موت سے ہم کنار کیا۔ پھر وہ تمہیں زندگی عطا کرے گا۔ کسی کو جنت میں داخلہ ملے گا اور کسی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ وہ ذات اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کی اطاعت سے رو گردانی نہ کی جائے اس کے انعامات کا شکریہ ادا کیا جائے نا شکری نہ کی جائے اس کے بعد اللہ پاک نے اپنے عظیم احسانات کا تذکرہ فرماتے ہوئے خاص طور پر اس نعمت کا ذکر فرمایا کہ اس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے پیدا فرمایا۔ اور عالم علوی و سفلی میں اپنی عظیم قدرت اور تصرفات کا ذکر کیا اور اللہ پاک کی عظیم قدرت کے لحاظ سے عالم علوی و سفلی دونوں یکساں ہیں اور وہ ذات ہر چیز سے عظیم ہے۔

اس نے اپنے بندوں پر انعامات کا ذکر فرماتے ہوئے واضح کیا کہ اس نے اپنے بندوں کو ان انعامات سے نوازا جن میں ان کے لئے بھر پور فوائد ہیں ان انعامات پر غور و فکر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جس ذات نے انہیں ان انعامات سے نوازا ہے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف اس ذات کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں جس نے ان پر احسانات کئے ہیں اور ان پر عطیات کرکے انہیں اپنے قریب لانے کی کوشش کی اور علم نفسیات کے تقاضوں کے مطابق جن پر احسانات کا سلسلہ لا متناہی ہوتا ہے وہ اپنے محسن کے ساتھ محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور محسن سے مقصود اللہ کی ذات ہے جسے اگرچہ ان آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا نظروں سے اوجھل ہے جب کہ وہ ایسی ذات ہے جس کی قدرت کے ساتھ ہر چیز کا قیام اور بقا ہے اور اس کی معرفت اس کے اسماء حسنی کے ساتھ ہو رہی ہے اور اس ذات کی طرف صراحتاً نسبت ہو رہی ہے۔ کہ اس نے ان کے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا فرمایا ہے جو محسوسات ہیں اور وہ اللہ کے وحدہ لا شریک ہونے پر دلالت کر رہی ہیں ۔ ایک شاعر کا شعر ملاحظہ فرمائیں۔ وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ ❊ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

"کائنات کی ہر چیز اللہ کی ذات پر دلالت کررہی ہے بلکہ اللہ کی ذات کو وحدہ لا شریک کے وصف کے ساتھ موصوف کر رہی ہے"

پس هُوَ کا لفظ اس ذات کی خبر دے رہا ہے جس کا اعظم نام اللہ ہے اس نے تمہاری وجہ سے اور تمہیں فوائد سے سرفراز فرمانے کے لئے سات زمینوں میں اپنی قدرت کاملہ سے جو کچھ پیدا فرمایا اور ودیعت کیا وہ تمہارے لیے ہے تم ان سے دینی ' دنیوی فوائد حاصل کرتے ہو۔ اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرتے ہو۔ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسانوں کے لئے ہر چیز مباح ہے البتہ جب اباحت کے خلاف منع کی دلیل ہو گی تو اباحت ختم ہو جائے گی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مٹی کھانا حرام ہے اس لئے جو چیزیں زمین میں ہیں وہ ہمارے لئے حلال ہیں لیکن مٹی تو اس میں داخل نہیں اس لئے وہ حرام ہے اس کے ساتھ ساتھ زمین کو کھانا مضر صحت بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ زمین کے اندر سونے' چاندی' لوہے اور کوئلے کی کانیں ہیں جن سے ہم فوائد حاصل کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ منفعت سے مقصود ان چیزوں کا کھانا نہیں بلکہ زندگی میں فوائد حاصل ہوتے ہیں اور ان سے انسانوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں اسی طرح اب اس سائینسی دور میں زمین میں تیل پٹرول اور گیس کے وسیع ذخائر موجود ہیں جن کے سبب انسانیت کو خاص سہولتیں حاصل ہیں واقعتاً" یہ تمام نعمتیں قدرت کاملہ کی جانب سے انسانوں کے لئے عظیم احسانات ہیں بلکہ سہولتیں میسر آگئی ہیں مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے رابطہ کے لئے فون کا سسٹم فیکس کی ایجاد دیگر سائینسی ایجادات ہیں جن سے انسان بے شمار فوائد حاصل کررہے ہیں۔ لیکن ان بے شمار انعامات پر بھی اللہ پاک سے بغاوت بلکہ انسانیت سوز حرکات کے واقعات سے نام نہاد اسلامی معاشرہ بھی بھرپور ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ:۔ "اِسْتَوَا" سے مقصود اعتدال اور استقامت ہے قرآن پاک میں جب یہ لفظ مخلوق کے لئے استعمال ہورہا ہے تو اس کا معنی بلند ہونا مراد لیا جاتا ہے ارشاد ربانی ہے

"فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَکَ عَلَی الْفُلْکِ" (۲۳۔۲۸)

" پھر جب (اچھی طرح) بیٹھ جائیں آپ اور آپ کے ساتھی کشتی کے عرشہ پر۔"

نیز "لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ" (۴۳۔۱۳)

" تاکہ تم جم کر بیٹھو ان کی پیٹھوں پر۔"

میں بلندی کا معنی ہے اس آیت کے مناسب یہی معنی ہے چنانچہ اکثر ائمہ کا رجحان یہ ہے کہ ان آیات پر ایمان لانا ضروری ہے البتہ ان کی تفسیر نہ کرنا بہتر ہے آسمانوں کے برابر کرنے سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان کی تخلیق درست ہے ان میں ٹیڑھا پن نہیں یہ آیت متشابہات میں سے ہے جس کا علم اللہ پاک کو ہی ہے۔ اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ زمین کی تخلیق آسمان کی تخلیق سے مقدم ہے لیکن سورہ والنازعات میں وارد ہے

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا' رَفَعَ سَمْکَهَا فَسَوّٰهَا' وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا (۷۹۔۲۷)

"کیا تمہیں پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان کو۔ اس نے بنایا اس کی چھت کو خوب اونچا کیا پھر اس کو درست کیا اور اس کی رات کو تاریک کیا اور اس کے دن کو ظاہر کیا اور زمین کو بعد ازاں بچھا دیا اس سے اس کا پانی اور اس کا سبزہ نکالا اور اس میں پہاڑ گاڑ دیئے۔"

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کو پہلے پیدا فرمایا بعد ازاں زمین کو بچھایا لیکن تمام آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو پہلے پیدا فرمایا بعد ازاں آسمان کی تخلیق کی گئی البتہ زمین کے بچھانے کا کام وقوع پزیر ہوا۔ تاہم اشکال باقی رہتا ہے جب کہ جس آیت کی تفسیر ہو رہی ہے اس میں ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام چیزوں کو پیدا کرنے کا ذکر آسمان کے بنانے سے پہلے ہے۔ علامہ شنقیطی نے سورہ فصلت میں اس اختلاف کو حل کرنے کی کوشش کی ہے وہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ اس اختلاف کو حل کرنے کے لئے طویل عرصہ سوچتا رہا یہاں تک کہ ایک روز مجھے قرآن پاک سے ہی اس کا حل معلوم ہو گیا۔ ان کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔ دو طریق سے اس اشکال کو ختم کیا جا سکتا ہے ہر طریق پر قرآن پاک کی آیت دلالت کر رہی ہے اولاً" آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے زمین میں جو سب کچھ پیدا کیا گیا وہ لغوی پیدا کرنا ہے۔ مقصود بالفعل پیدا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اندازہ ہے جبکہ بالفعل پیدا کرنے سے مقصود اس کو عدم سے وجود میں لانا ہے اور اہل عرب خلق بمعنی اندازہ کرنا ' استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ زہیر شاعر کے شعر میں یہی معنی لیا گیا ہے۔ شعر ملاحظہ فرمائیں

وَلَانْتَ تَفْرِی مَا خَلَقْتَ

وَبَعْضُ الْقَوْمِ یَخْلُقُ ثُمَّ لَا یَفْرِی

" بلاشبہ تو اپنے اندازوں کو پورا کرتا ہے جب کہ کچھ لوگ اندازہ لگاتے ہیں۔ پھر انہیں پورا نہیں کرتے۔ "

اس پیدا کرنے سے مقصود اندازہ ہے ' اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس پر دلالت کر رہا ہے۔ سورہ فصلت میں اللہ پاک نے فرمایا

وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا (فصلت ۱۰) "کہ اس نے زمین میں سب سامان معیشت مقرر کیا" بعد ازاں فرمایا

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ (فصلت ۱۱)

" پھر آسمان کی طرف مستوی ہوا اور وہ دھواں تھا "

دوسری صورت یہ ہے کہ جب اللہ نے زمین کو پیدا فرمایا تو اس میں مخفی خزائن کو عملاً" پیدا نہیں فرمایا جب کہ زمین ان تمام چیزوں کی صلاحیت سے موصوف تھی۔ جن کو اس میں دحو کرنا تھا۔ گویا وہ بالفعل موجود ہیں اس لئے کہ اس کے اصل کا وجود بالفعل ہے۔ چنانچہ قرآن پاک سے اس پر دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کے اصل کا وجود ہونا ممکن ہے۔ کہ خلق کا اطلاق اس کی وجہ سے فرع پر بھی ہو اگرچہ وہ بالفعل موجود نہ ہو۔ ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ (الاعراف ۱۱)

" اور ہم نے تم کو (ابتدا میں مٹی سے) پیدا کیا' پھر تمہاری شکل و صورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو"

یعنی ہم نے تمہیں پیدا کیا جب کہ ہم نے تمہارے باپ آدم کی تصویر کشی کی جو تمہاری تخلیق کا اصل ہے چنانچہ بعض علماء نے اس کی مطابقت پیش کی ہے۔ کہ زمین میں مخفی خزانوں کا ظہور آسمان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہی ہوا ہے۔ اس لئے کہ لفظ بعد مع کے معنی میں ہے۔ اسکی نظیر ارشاد الٰہی ہے
عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (القلم ۱۳)
"سخت خو اور اس کے علاوہ بد ذات ہے"
یہاں بھی بعد کا لفظ مع کے معنی میں ہے۔ اس وضاحت کے بعد اشکال مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس تفسیر کی مطابقت مجاہد کی قرات شاذہ کے مطابق ہے ان کی قرات اس طرح ہے
وَالْاَرْضَ بعد ذٰلِكَ دَحٰىهَا (النازعات ۳۰)
"اور اس کے بعد زمین کو بچھا دیا۔" (اضواء البیان ج ۷ ص ۱۱۸۔۱۱۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ نے مٹی کو ہفتہ کے روز اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے روز اور درختوں کو پیر کے روز اور مکروہ اشیاء کو منگل کے روز اور نور کو بدھ کے روز اور زمین پر چارپایوں کو جمعرات کے روز پھیلایا جب کہ آدم علیہ السلام کو جمعہ کے روز عصر کے بعد پیدا فرمایا (فتح القدیر ج ۱ ص ۶۲)

اور اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ پاک کی ذات کو ہر چیز کا علم ہے پس اللہ پاک نے آخر الزماں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب اپنے وسیع علم کی بناء پر کیا۔ لہٰذا آپ کی نبوت پر ہرگز اعتراض نہ کیا جائے آپ تو رحمت للعلمین ہیں بلکہ خاتم النبیین سید الاولین والاخرین ہیں۔ جب کہ تمام کائنات سے افضل اور اعلیٰ انسان ہیں جس کو اللہ نے زمین کی خلافت سے نوازا اور تمام انسانوں سے افضل انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان سب میں سب سے افضل، بلند مرتبت آخرالزماں پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مسعود احمدؒ (امیر جماعت المسلمین) بیان کرتے ہیں: خالق کا وجود ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ خالق کے وجود پر عقلی شہادتیں موجود ہیں لیکن خالق کے انکار پر کوئی عقلی شہادت پیش نہیں کی جا سکتی اگر صرف اس لئے خالق کا انکار کیا جائے کہ خالق کی حقیقت عقل میں نہیں آتی تو کائنات کا خودبخود پیدا ہونا کس طرح عقل میں آسکتا ہے۔ یہ تو اس سے بھی زیادہ مشکل مسئلہ ہے۔ یہ کائنات مختلف اجزاء پر مشتمل ہے کہیں آسمان ہے کہیں زمین ہے کہیں سیارے ہیں پھر اس زمین کو دیکھئے کہیں جمادات ہیں تو کہیں نباتات ہیں کہیں حیوانات ہیں اور کہیں انسان ۔ ان تمام کا کتنا مربوط نظام ہے۔ ایک پودے کو دیکھئے کس طرح نشوونما پاتا ہے کس طرح سانس لیتا ہے اور کس طرح سانس چھوڑتا ہے یہ سب کچھ ایک دائرے میں ہو رہا ہے جس کا تسلسل کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ انسان اور حیوان کو دیکھئے ان کے اجسام میں کیسی کیسی مشینیں کام کر رہی ہیں ان مشینوں کی کارگزاری قدرت کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ قرنوں، صدیوں سے ایسا ہی ہوتا آرہا ہے یہ تصور کتنا مضحکہ خیز ہے کہ یہ سب کچھ بغیر کسی کے ارادے کے ہو رہا ہے کائنات کے خود بخود پیدا ہو جانے کے بعد یہ کس طرح عقل میں آتا ہے کہ اس قدر باضابطہ روح عمل پیدا ہوگئی ہو کہ کہیں کوئی نقص نظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں آتا یہ چیز کبھی عقل میں نہیں آئے گی کہ کائنات خود بخود پیدا ہونے کے بعد کس طرح قوانین فطرت کے تابع ہو گئی بڑے بڑے ستاروں کو لے لیجئے جس میں سے ہمارے زمین کے برابر سینکڑوں زمینیں بن سکتی ہیں یا چھوٹے سے چھوٹے ذرے کو لیجئے دونوں کی بنیادی ترکیب میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا دونوں کا بنیادی جزو ایٹم ہے اور ہر چیز کا ایٹم کارکردگی اور ساخت میں بالکل یکساں اور ہم آہنگ ہے اور ایٹم اتنا چھوٹا ذرہ ہے کہ اسے طاقت ور سے طاقت ور خوردبین سے بھی نہیں دیکھ سکتے ایک قطرہ آب میں ساٹھ ہزار سنکھ (60 thousand trillion) ایٹم ہوتے ہیں اس چھوٹے سے ذرے میں توانائی کی ایک دنیا آباد ہے وہ توانائی کس طرح اور کس قدر قانون فطرت کے مطابق کام کر رہی ہے کہ عقل حیران ہے کہ یہ سب کچھ خود بخود ہو رہا ہے عقل میں کیسے ایسی بعید از عقل بات آ سکتی ہے اس سے تو یہی بات زیادہ آسان ہے کہ خالق کا وجود تسلیم کر لیا جائے پھر اس کے بعد اگر یہ تصور ذہن میں آئے کہ خالق کیسے پیدا ہو گیا ہے تو اس کا وہی جواب ہو گا جو خالق کے انکار کے بعد اس کا جواب ہے کہ کائنات کیسے پیدا ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے مظاہر قدرت پر غور کرنے کی دعوت دی ہے لہٰذا سائنس جتنا ترقی کرے گی اور مظاہر قدرت پر اللہ تعالیٰ کی دعوت کے مطابق جتنا غور ہو گا خالق کے وجود کے دلائل اتنے ہی بڑھتے چلے جائیں گے سائنس نہ خالق کا انکار کرتی ہے نہ اسلام کے خلاف کوئی بات بتاتی ہے کچھ دن ہوئے سائنس کا ایک جدید نظریہ بھی منظر عام پر آیا جسے ماڈرن تھیوری آف کوانٹم (Modren theory of Qvantum) کہتے ہیں اس نظریہ نے ثابت کر دیا کہ نظام کائنات کو ہر لحہ کسی نگران اور چلانے والے کی ضرورت ہے اگر وہ اس کی طرف سے ذرہ بھی غافل ہو جائے تو نظام کائنات درہم برہم ہو جائے اس نظریہ نے خالق کے وجود کو اس طرح تسلیم کر لیا ہے کہ اب کسی کو مجال انکار نہیں۔ (تفسیر قرآن عزیز ج ۱ ص ۱۹۲ ـ ۱۹۳)

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى جَاعِلٌ فِى ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں کو بتایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا تو زمین میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون ریزیاں کرے گا حالانکہ تیری حمد کے ساتھ ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں اللہ پاک نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخلیق انسانیت اور اس کی کیفیت اللہ خالق کائنات کے ان معاملات سے ہیں جن کی حقیقت تک کما حقہ پہنچنا مشکل ہے چنانچہ محولہ بالہ آیت اور اس کے بعد میں آنے والی آیات میں نشاءۃ انسانیت کی خبر بالکل اسی انداز سے پیش کی گئی ہے جس انداز کے ساتھ اہل کتاب سے منقول ہے چنانچہ مخلوق کو مخاطب کرتے ہوئے مناظرانہ انداز میں تخلیق انسانی کے اسرار و رموز سے خبردار کیا ہے بعض اہل علم نے ان آیات کے مطالب کو متشابہات سے قرار دیا ہے کہ ان کو ظاہر پر محمول کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے کہ خطاب الٰہی کا اسلوب بصورت مشاورت معلوم ہو رہا ہے جب کہ اللہ پاک کو کسی کے ساتھ مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں وہ ذات بے نیاز ہے اور اس کا مشورہ کرنا محال ہے البتہ دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ پاک فرشتوں کو زمین میں آدم کے بارے میں خلیفہ بنانے کی خبر دے رہے ہیں اس پر فرشتوں کا اعتراض اور مجادلہ کی صورت اختیار کرنا ان کا یہ انداز اللہ پاک کی ذات کے لئے مناسب نہیں اور اللہ پاک کے حکم کے سامنے فرشتوں کا مجادلانہ انداز متصور نہیں ہو سکتا جب کہ اللہ پاک فرشتوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (۔)

" جو ارشاد اللہ ان کو فرماتا ہے اس کی نا فرمانی نہیں کرتے او ر جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔ "

پس ایک مسلمان شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلام الٰہی کو حق سمجھے اور کسی بد نیتی اور خبث باطن کے ساتھ اس کی غلط تاویل نہ کرے البتہ اگر لغت عرب کا اسلوب کسی تاویل کو مستحسن گردانتا ہے تو کچھ حرج نہیں ایسی تاویل کو قبول کرنا درست ہے ظاہر ہے کہ اللہ پاک کسی شخص کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ بالکل اسی طرح دین اسلام کی جو باتیں رسول اللہ ﷺ سے بلا شبہ صحیح اسناد کے ساتھ منقول ہیں اور لغت عرب کے بھی موافق ہیں ان کو کسی تاویل کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

فرشتوں کا تعارف :۔ فرشتے اللہ کی فرمان بردار مخلوق ہے جیسا کہ اللہ نے ان کے وجود اور ان کے کاموں کے بارے میں مطلع کیا ہے پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں ضروری نہیں کہ ان کی حقیقت کا بھی ہمیں علم ہو چنانچہ ان کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پر ہوتے ہیں تو ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کے پر پرندوں جیسے ہرگز نہیں ہیں اگر اس طرح ہوتے تو ہم ان کو دیکھ سکتے ان کے بارے میں بتایا گیا ہے بعض کو نباتات اور بعض کو سمندروں پر مقرر کیا ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات میں ایک ایسا عالم ہے جو اس عالم سے زیادہ لطیف اور گہرائی والا ہے اس لحاظ سے عقل وحی کی صداقت کی بھی گواہی دیتی ہے چنانچہ جبریلؑ کو اللہ کی جانب سے انبیاء علیھم السلام کی جانب وحی لانے پر معمور کیا گیا ہے اور میکائیل علیہ السلام بارشوں پر مقرر ہیں جن سے مخلوق کا غذائی نظام مربوط ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ملک الموت کو ارواح قبض کرنے پر مامور کیا گیا ہے اور اسرافیل کے منہ میں صور ہے جنہیں مامور کیا گیا ہے کہ وہ اس میں اس وقت پھونک ماریں گے جب قیامت واقع ہو گی۔ کچھ فرشتے رسول اکرم ﷺ پر درود کے کلمات پہنچانے پر مقرر ہیں وہ آپ کی خدمت میں درود و سلام کے ہدایا کو پہنچاتے وقت آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ فلاں نامی شخص فلاں کے بیٹے نے آپ پر درود و سلام بھیجا ہے۔

پس جب اللہ پاک نے فرشتوں کو بتایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا کہ اے اللہ ! تو زمین میں ان کو آباد کرنا چاہتا ہے جو زمین میں فساد انگیزی اور آپس میں جنگ و جدل کریں گے اور ایک دوسرے کا خون بہائیں گے جب کہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں اللہ پاک نے فرمایا بلا شبہ میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

دراصل اس واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے کہ انسان اگر اعتراض کرے اور انکار کرے تو وہ اس لائق ہے بلکہ فرشتوں سے زیادہ معذور ہے کہ وہ انکار کریں مزید براں انسان کی جبلت میں داخل ہے کہ وہ غلطی کرنے کے بعد توبہ کرتا ہے جب کہ فرشتوں کی جبلت دیگر انداز کی ہے کہ وہ لگے بندھے نظام کے مطابق رواں دواں رہتے ہیں۔

اس آیت میں خطاب آخرالزماں پیغمبر محمد ﷺ کو ہے کہ آپ کے پروردگار نے فرشتوں کو بتایا کہ میں نے آدم کو زمین کی خلافت سونپ دی ہے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں یہ ایسا انعام الٰہی ہے جو آدم علیہ السلام کی اولاد کو بھی شامل ہے نیز آپ کو جب مخاطب کیا گیا تو اس ﷺ کے شرف کو اجاگر کیا گیا ہے۔ بلکہ آپ کو مخاطب کرنے میں لطیف اشارہ موجود ہے کہ جس عظیم ذات کو مخاطب کیا گیا ہے اس کا حصہ تمام مخاطبین سے زیادہ ہے دراصل آپ آدم کے خلفاء میں سے سب سے زیادہ عظمت والے خلیفہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت عمومی ہے آپ کی دعوت بھی عمومی ہے اور آپ کو تمام انبیاء علیہ السلام پر شرف عطا کیا گیا ہے جب کہ اسراء کی رات آپ کو امامت کا شرف حاصل ہوا دیگر تمام انبیاء علیہم السلام آپ کی اقتداء میں بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہیں اور قیامت کے دن آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اور آپ ہی کو مقام محمود میں جانے کی اجازت ہو گی۔ جہاں آپ بارگاہ الٰہی میں سجدہ کریں گے۔ آپ کی سفارش سے حساب شروع ہو گا۔ پس آپ ﷺ کو ہی زمین' آسمان دنیا اور آخرت میں تقدم اور تمام مخلوق پر تفوق حاصل ہو گا۔

خلیفہ کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو کسی کی جگہ پر آتا ہے آدم علیہ السلام کو خلیفہ اس لئے کہا گیا کہ زمین پر آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے جن آباد تھے آپ ان کے خلیفہ بنے۔ پھر آپ کا ڈھانچہ بنانے کے لئے اللہ پاک نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا وہ روئے زمین سے طرح طرح کی مٹی لائے تو اس سے آدم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام کا ڈھانچہ بنایا گیا اور اللہ نے اس میں اپنی روح پھونکی جب اللہ پاک نے سبھی مخلوق کو کلمہ کن سے پیدا کیا لیکن انسان کی تخلیق ان سے مختلف ہے جیسا کہ اس کا ذکر کیا گیا ہے اور مقام نبوت ایسا بلند مقام بھی انسانوں کو عطا ہوا بلکہ قرآن پاک میں ہے

وَلَو جَعَلنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلنَاهُ رَجُلاً (الانعام ۹)

اور اگر کسی فرشتہ کو نبی بناتے تو انسان کی شکل میں بناتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے کسی فرشتے کو پیغمبر نہیں بنایا آدم علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں نے جھگڑا کیا بلکہ اعتراض کیا اپنی پاکبازی اور عصمت کا ذکر کیا اور آدم اور اس کی نسل کے بارے میں کہا کہ وہ زمین میں فساد مچائیں گے اور خون خرابہ کریں گے۔ اللہ پاک نے انہیں خبردار کیا کہ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور جب ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو اس کی توبہ کو قبول نہ کیا بلکہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ بنا دیا لیکن آدم علیہ السلام کی توبہ کو قبول کیا۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے وہ شریعت کا مکلف ہے اس پر بار امانت رکھا گیا اس نے اسے قبول کیا ارشاد ربانی ہے

اِنَّا عَرَضنَا الاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَالجِبَالِ فَاَبَينَ اَن يَّحمِلنَهَا وَاَشفَقنَ مِنهَا وَحَمَلَهَا الاِنسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولاً

" ہم نے امانت کو آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے خوف زدہ ہو گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا بے شک انسان ظالم اور جاہل ہے۔ "

اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان نے احکام الہیہ کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد و پیمان کیا اس لحاظ سے انسان اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز ہوا لیکن انسان کو اللہ پاک نے جہاں متعدد قوتیں عطا کی ہیں وہاں دو متضاد قوتوں سے بھی نوازا ہے ایک کا نام قوت ملکیہ ہے انسان کی روح جو اس کے بدن میں جاری و ساری رہتی ہے اس کو اللہ پاک نے قوت ملکیہ سے نوازا ہے جب روح قوت ملکیہ کے اثرات کو قبول کرتی ہے تو انسان کی کیفیت فرشتوں کے مزاج کے مطابق دکھائی دیتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بہیمیت نام کی کسی قوت کا اثر نہیں ہے وہ کسی سے جنگ و جدال نہیں کرتا نہ اس کی شہوت میں ہیجان ہوتا ہے گویا کہ مکمل طور پر انسان فرشتہ دکھائی دیتا ہے۔ لیکن جب اس کی روح پر بہیمیت کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کی قوت غضبیہ' شہویہ' سبعیہ کا روح پر غلبہ ہوتا ہے تو انسان میں قوت ملکیہ چھپ جاتی ہے اور بہیمیت اور اس کے آثار کا غلبہ ہو جاتا ہے انسان خود کو جس جانب لے جانے کو پسند کرتا ہے اللہ پاک انسان کو اسی جانب جانے کے اسباب مہیا فرماتے ہیں ارشاد باری ہے

كُلاًّ نُّمِدُّ هٰؤُلاَءِ وَهٰؤُلاَءِ مِن عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحظُورًا (الاسراء ۲۰)

" ہم ان کو اور ان سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں۔ اور تمہارے پروردگار کی بخشش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(کسی سے) رکی ہوئی نہیں ہے "

پس انسان جب روحانی اقدار کا حامل ہوتا ہے قوت ملکیہ کو اجاگر کرتا ہے تو وہ اس لحاظ سے فرشتوں سے افضل ہے لیکن اگر اس کے دل پر قوت بہیمیہ کا تغلب ہو جائے تو وہ اس لائق نہیں کہ اسے انسان کہا جائے وہ بندر' خنزیر اور بد ترین جانوروں سے بھی حقیر ترین حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک کی جانب سے پہلے نمائندے آدم علیہ السلام ہیں جنھوں نے اللہ کے پیغامات سے انسانوں اور جنوں کو آگاہ کیا

عربی زبان میں یہی جملہ استعمال ہوتا ہے

خَلَفَهٗ فِی اَهْلِهٖ فَاَحْسَنَ الْخِلَافَةَ

" وہ اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کا نگران تھا۔ اور اس نے نگرانی کے فریضہ کو اچھی طرح انجام دیا۔ "

اِسْتَخْلَفَ :۔ اس نے اپنا نمائندہ مقرر کیا اسے اپنی عدم موجودگی میں اپنا جانشین بنایا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض غزوات میں جانے کے موقع پر ابن ام مکتوم کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ پس خلیفہ سے مقصود اللہ کے احکامات کو پہنچانے والا اللہ پاک کا نمائندہ ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ پاک کے احکام لوگوں تک پہنچانے کے لحاظ سے اللہ کے نمائندے بھی ہیں۔ اور منصب رسالت پر انہیں فائز قرار دیا گیا۔

حدیث میں ہے

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِی

" بنو اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے رہے یعنی انہیں ہر لحظہ خیر و شر سے آگاہ کرتے رہے جب ایک پیغمبر فوت ہو جاتا تو دوسرا پیغمبر اس کا نمائندہ بن کر آتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں میرے بعد سلسلہ نبوت کا اختتام ہو گیا اب میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ "

بلکہ میرے بعد میرے نمائندے میرے خلفاء ہوں گے چنانچہ اپ کے بعد آپ کے نمائندے با الاتفاق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قرار پائے جو امت محمدیہ کے با الاتفاق خلیفہ اول ہیں اور اللہ پاک کے نمائندہ ہیں۔

آدم علیہ السلام کو اللہ کا خلیفہ قرار دینا درست نہیں آدم علیہ السلام اللہ کے نمائندے اور نگران ہیں جب کہ اللہ پاک کو انسان کا خلیفہ کہنا درست ہے حدیث میں ہے رسول اکرم ﷺ جب سفر کے لئے نکلتے تو دعائیہ کلمات فرماتے "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ" اے اللہ تو سفر میں میرا ساتھی ہے اور میرے اھل و عیال اور مال میں تو خلیفہ ہے۔" (صحیح ترمذی ج ۳ ص ۱۵۴)

علامہ شنقیطی فرماتے ہیں علماء کرام نے خلیفہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے دو باتیں ذکر کی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ خلیفہ سے مقصود ہمارے باپ آدم علیہ السلام ہیں اس لئے کہ آدم علیہ السلام نے اللہ کی زمین میں اللہ کے احکام کا نفاذ کیا پس وہ اللہ کے خلیفہ ہیں دوسری بات یہ ہے کہ آدم علیہ السلام جنوں کے خلیفہ ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ان کی تخلیق سے پہلے زمین پر آباد تھے اس لحاظ سے خلیفہ فاعل کے معنی میں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام فوت ہوں گے تو ان کے بعد جو ان کے نظام کو سنبھالے گا۔ اس لحاظ سے خلیفہ مفعول کے معنی میں ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام کے بعد جو ان کے قائم مقام ہے اسی لحاظ سے وہ خلیفہ ہیں۔ ذکر کردہ آیت سے بظاہر جو بات معلوم ہو رہی ہے وہ یہی ہے کہ آدم علیہ السلام خلیفہ ہیں یعنی اللہ کے نمائندہ ہیں ایک قول یہ ہے کہ لفظ خلیفہ اگرچہ مفرد ہے اس سے مقصود جمع ہے یعنی خلیفہ سے مقصود خلائف ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے اسی کو پسند کیا ہے اس لحاظ سے آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹے خلائف ہوئے اور فرشتوں کا یہ کہنا درست نہیں جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ ! تو زمین میں ان لوگوں کو جگہ دے رہا ہے جو زمین میں فساد کریں گے۔ اور خون بہائیں گے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ آدم علیہ السلام سے ہرگز فساد انگیزی اور خون بہانے کا عمل صادر نہیں ہوا۔ نیز قرآن پاک میں ہے

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ (۳۰-۳۸)

"وہی ہے جس نے تم کو زمین میں جانشین بنایا۔"

دوسرے مقام میں ہے

يَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ بھی وارد ہے (۲۷-۶۲) اور تمہیں زمین میں اگلوں کا خلیفہ بنایا۔ پس آدم علیہ السلام کی خلافت شرعی خلافت ہے۔

إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ :-

"بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

تفسیر مظہری میں وضاحت ہے کہ اللہ پاک نے فرشتوں کو بتادیا تھا آدم علیہ السلام کی اولاد میں صالحین بھی ہوں گے۔ اور نافرمان بھی ہوں گے۔ اس لحاظ سے انہوں نے سمجھا کہ ہم ان سے افضل ہیں اس لئے کہ ہم صالح ہیں لہٰذا خلافت ارضی انہیں ملنی چاہیے تو انسان تو اچھے بھی ہیں اور فسادی بھی ہیں لیکن فرشتوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالی جن انسانوں کے دل میں اپنی محبت کو ودیعت فرمادیتا ہے اور انہیں اللہ کا ایسا قرب حاصل ہو جاتا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اسی سبب سے وہ خلافت کا مستحق ہوا۔ بلکہ اس پر امانت کا بوجھ رکھا جس کے اٹھانے سے آسمانوں' زمین اور پہاڑوں نے انکار کیا لیکن عظیم امانت کو انسان نے اٹھایا

آسمان بارِ امانت نتواں است کشید

ایں قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں امام اور خلیفہ کے تعین میں یہ آیت بنیادی حیثیت کی حامل ہے اس کی اطاعت ضروری ہے اور اس کے احکام نافذ العمل ہوں گے۔ اس مسئلہ میں امت مسلمہ کے درمیان ہرگز اختلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے اور رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے ابوبکر صدیق کی خلافت پر اتفاق کیا اور ابوبکر صدیق نے وفات کے قریب خلافت کے منصب کے لئے عمر رضی اللہ عنہ کو نامزد فرمایا۔ (اضواء البیان ج۱ ص۱۱۹۔۱۲۰)۔

مسئلہ خلافت پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی تالیف (مِنْهَاجُ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ فِي نَقْضِ كَلَامِ الشِّيْعَةِ وَالْقَدَرِيَّةِ) کا مطالعہ افادیت کا حامل ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے پھر انہیں فرشتوں پر پیش کیا اور فرمایا مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا تو پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا اے آدم انہیں ان چیزوں کے نام بتاؤ پس جب آدم نے ان کو ان کے نام بتائے تو اللہ نے فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

آدم اور اس کی اولاد کی برتری کو علم و بینش کے ساتھ واضح کیا ہے کہ اللہ پاک نے آدم کو تمام اشیاء کے ناموں کا علم عطا فرمایا بعد ازاں ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کیا اور ان سے ان چیزوں کے نام بتانے کا مطالبہ کیا اگر تم نے ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو تمہیں خلافت کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اور تمہارا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعویٰ درست ہے کہ اللہ نے ہم سے بہتر کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا پس ہم ہی خلافت کا استحقاق رکھتے ہیں لیکن جب ان چیزوں کے نام نہ بتا سکے انہوں نے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ پاک کو ہر قسم کے نقص سے پاکیزہ اور منزہ تسلیم کرتے ہوئے برملا کہا ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں عطا کیا ہے بلا شبہ تو علم و حکمت کے اوصاف کا مالک ہے اگرچہ اللہ کو معلوم تھا کہ وہ ان چیزوں کے نام بتانے سے عاجز ہیں ہرگز نہیں بتا سکیں گے لیکن ان کو خاموش کرانے کے لئے اور بسبب علم کے انسان کے تفوق کو ان پر ثابت کرنے کے لئے ان کا امتحان لیا گیا اور انہیں کہا گیا کہ اگر تم اپنے مدعا میں سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ انہوں نے جواب دیا اے اللہ تو پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں بس ہم تو وہی علم رکھتے ہیں جس سے تو نے ہمیں نوازا ہے۔ بلا شبہ تو علم والا اور حکمت والا ہے۔

سوال : اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتائے اس لئے آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام بتا دیئے اگر اللہ پاک فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیتے تو وہ بھی بتا سکتے تھے۔

جواب :۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو مختلف اجزاء سے مرکّب فرمایا اعضاء میں دل، دماغ، جگر اعضا رئیسہ ہیں پھر انسان میں مختلف قوتیں موجود ہیں انسان چار اخلاط سے مرکب ہے جنہیں آگ پانی مٹی ہوا کے نام سے پہچانا جاتا ہے انسان میں ایسی متبائن قوتیں پائی جاتی ہیں جو معقولات، محسوسات، متخیلات اور موجودات کا ادراک کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سبھی چیزوں کی معرفت ان کے خواص ان کے اسماء علم کے اصول و مقدمات صناعات کے قوانین اور صنعتی آلات کی کیفیات سے آگاہ کیا ہے اور ایک حد تک انہیں اختیارات حاصل ہیں اسی سبب سے انسان مکلف ہے لیکن فرشتے اللہ کی ایسی مخلوق ہے جو لگے بندھے نظام کے مطابق رواں دواں رہتے ہیں۔ اور لمحہ بھر اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں۔ اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں لگے رہتے ہیں وہ قوت شہویہ، غضبیہ، عقلیہ سے بے خبر ہیں انہیں ان کے مقتضیات کا ہرگز علم نہیں وہ ان لذات کے نتائج و اثرات سے بالکل بے خبر ہیں۔

فرشتوں نے معذرت خواہانہ انداز میں اللہ کو تمام عیوب، نقائص سے پاک قرار دیتے ہوئے اعتراف کیا کہ ہم اس ادعاء سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو ہمارے قول سے مترشح ہوا کہ ہم نے تیرے سوا کے بارے میں علم کا دعویٰ کیا ہے۔ ہم اپنے عجز کوتاہ دامنی کا اعتراف کرتے ہیں۔

اور واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا سوال بطور استفسار کے تھا بطور اعتراض کے ہرگز نہ تھا۔ اب ہمیں انسان کے فضل و شرف سے آگاہی ہوئی ہے جو پہلے ہم پر مخفی تھی۔ اے اللہ ! تو پاک ہے ہم تجھے کوتاہ علمی سے منزہ قرار دیتے ہیں اور تیرے علم کے برابر کسی کے علم کو قرار نہیں دیتے۔ نیز ہم اعتراف کرتے ہیں کہ تیرا کوئی فعل بے فائدہ نہیں ہے۔ ہم نے تو صرف معلومات حاصل کرنے کے لئے سوال کیا تھا۔ ہمارا علم تو تیری تعلیم کا مرہون منت ہے۔ کچھ شبہ نہیں کہ تو ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور تیرا کوئی فعل حکمت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خالی نہیں ہے۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے کہ علم و حکمت سے دلوں کو روشنی میسر آتی ہے بلکہ زندگی عطا ہوتی ہے۔ جیسے پانی سے انسانی جسم کو زندگی میسر آتی ہے۔ چونکہ حکیم کے لفظ میں لغت کے لحاظ سے روکنے کا مفہوم ہے تو مقصود یہ ہے کہ اللہ کا علم کامل مکمل ہے۔ وہ ہر قسم کی گڑبڑ سے محفوظ ہے۔ ایک لمحہ کے لئے فرشتوں کے جواب کے انداز پر غور فرمائیں کہ کس خوبی کے ساتھ اللہ کی ذات کی پاکیزگی کو پہلے بیان کیا ہے ۔ بعد ازاں اپنی جہالت کا اعتراف کیا ہے۔ اور علم و حکمت کی نسبت صرف اللہ کی ذات کی طرف کی ہے۔ اور علم کے وصف کو حکمت کے وصف سے پہلے بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ اصل چیز علم ہے اور حکمت تو علم کے آثار میں سے ہے۔ اور اس سے ہی ظہور پذیر ہوتی ہے ۔ پس حکیم ذات کی صفت ہے اور محکم اس کی صنعت کی صفت ہے۔ یعنی فعل کی صفت ہے۔

ایک سوال مترشح ہوتا ہے کہ کیا آدمؑ کو تمام مسمیات کے ناموں کا علم تفصیلاً" عطا کیا گیا تھا یا اجمالی طور پر ان کو علم تھا۔ بظاہر سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اجمالی علم عطا ہوا تھا۔ اگر انہیں تمام چیزوں کے ناموں کا علم تفصیلاً" دیا گیا ہوتا تو پھر آدمؑ کو رسول اکرم ﷺ پر تفوق حاصل ہوتا ہے جب کہ آپ تمام زبانوں کا علم نہیں رکھتے تھے۔ نیز آپ نے جب صحابہ کرام کو کھجور کے پیوند کرنے سے منع فرمایا اور اس سال پھل کم حاصل ہوا تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی خدمت میں پھل کم ہونے کا شکوہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا "اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ"

" تم دنیاوی امور کے بارے میں مجھ سے بہتر علم رکھتے ہو۔ "

اللہ پاک نے آدمؑ کو ان کے نام سے پکارا اور انہیں حکم دیا کہ آپ ان مسمیات کے نام بتائیں جنہیں فرشتوں پر پیش کیا گیا تھا تاکہ فرشتوں کو معلوم ہو جائے کہ آدمؑ کو ان پر تفوق و برتری حاصل ہے۔ جب کہ انہوں نے ان کے نام بتانے سے لاعلمی کا اظہار کیا اور جب آدمؑ نے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام سے آگاہ کیا تو وہ بھانپ گئے کہ آدمؑ کو ان پر فضیلت ہے۔ اسی لئے انہیں حکم دیا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں۔ اور وہ خود کو ان کے سامنے بحیثیت شاگرد کے سمجھیں۔ اور انہیں اپنا استاد گردانیں۔ آدمؑ کو ان پر جو برتری اور تفوق حاصل ہے وہ بوجہ علم کے ہے۔

حدیث شریف میں ہے فرشتے طالب علموں کی رضا جوئی کے لئے اپنے پروں کو ان کے لئے بچھا دیتے ہیں۔ اور تواضع اختیار کرتے ہیں۔ کائنات ارضی میں سے سب سے زیادہ فضیلت خاص طور پر کتاب و سنت کا علم رکھنے والوں کو حاصل ہے۔ وہ علم اور اہل علم کی قدر و منزلت کے پیش نظر ان کے سامنے تواضع اختیار کرتے ہیں۔ اور ان کے اس مبارک مشغلہ پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ جب طالب علموں کے لئے وہ اس قدر ادب و احترام کا داعیہ رکھتے ہیں تو علمائے ربانی کے ساتھ ان کا انداز اس سے کہیں زیادہ ہوگا۔ جَعَلَنَا اللّٰہُ مِنْھُمْ وَفِیْھِمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ فرشتے افضل ہیں یا انسانوں میں سے اللہ کے بندے صالحین افضل ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ انسان جو ایمان، علم اور عمل صالح کی دولت سے معمور ہیں وہ افضل ہیں۔
ارشاد ربانی ہے۔

"إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ" (البینہ ۷)

" اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ "

ابوداؤد میں ایک حدیث مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک وادی عرفات میں جمع ہونے والوں کو فرشتوں پر برتری اور تفوق عطا کرکے فخر و مباہات فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جن کی وجہ سے فخر و مباہات کیا جا رہا ہے وہ یقیناً" افضل ہیں۔

اس آیت میں ارشاد الہی (کہ میں آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا علم رکھتا ہوں) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک کے علاوہ کوئی غیب دان نہیں ہے۔ البتہ جس شخص کو اللہ پاک آگاہ کرے اس لحاظ سے نجومی اور کاہن قسم کے لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو علم غیب کا دعوی کرتے ہیں۔ اللہ پاک کا یہ فرمان کہ میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم اپنے دلوں میں چھپاتے ہو پس ظاہر سے مقصود ان کا یہ کہنا کہ تو زمین میں ان لوگوں کو خلیفہ بنا رہا ہے جو زمین میں فساد برپا کریں گے اور خون خرابہ کریں گے اور چھپانے سے مقصود ابلیس کا وہ کبرونخوت ہے جو اس نے اپنے دل میں چھپایا ہوا تھا یا فرشتوں نے سمجھ رکھا تھا کہ اللہ ہرگز ایسی مخلوق پیدا نہیں فرمائے گا جو ان سے زیادہ اللہ کے ہاں معزز ہو گی۔

خصوصیت کے ساتھ ایک مسلمان کا عقیدہ علم غیب کے بارے میں یہ ہو کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ کوئی پیغمبر، ولی، صدیق کوئی بھی شخص غیب کے علم کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ رسول اکرم ﷺ جو کہ کائنات سے افضل ہیں آپ ﷺ کے بارے میں قرآن پاک میں نص صریح موجود ہے وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (الاعراف ۱۸۸)

" اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو مومنوں کو ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔ "

نیز ارشاد الہی ہے إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ " اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے وہی حاملہ کے پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سر زمین میں اسے موت آئے گی بے شک اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔ "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم ﷺ اس لحاظ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ برابر ہیں کہ آپ کو بھی غیب کا علم نہ تھا ورنہ جب آپ کی زوجہ محترمہ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی گئی تو آپ معلوم کر سکتے تھے کہ یہ جھوٹ ہے لیکن آپ کا انداز آپ کی پیاری بیوی کے ساتھ تہمت کے بعد پہلے جیسا نہ رہا معلوم ہوا آپ کو علم غیب نہ تھا تاہم آپ کو تمام پیغمبروں پر تفوق حاصل تھا جس آیت کی تفسیر ہو رہی ہے اس کے آغاز میں آدم علیہ السلام کو ان کے نام کے ساتھ مخاطب کیا گیا اسی طرح نوح علیہ السلام ' ابراہیم علیہ السلام ' موسیٰ علیہ السلام ' علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کے ناموں کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے لیکن رسول اکرم ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ یٰأَیُّهَا النَّبِيُّ یٰأَیُّهَا الرَّسُولُ کے مبارک لقب کے ساتھ پکارا گیا ہے۔ اللہ پاک کا یہ اسلوب اور انداز پتہ دے رہا ہے کہ اللہ کے ہاں جو عظمت و احترام آپ کو حاصل ہے وہ کسی پیغمبر کو بھی نہیں ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿۳۴﴾

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کفار سے ہو گیا۔

اللہ پاک نے جب فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے مرتبہ و مقام سے آگاہ کیا اور اسے زمین میں خلافت سے سرفراز فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو اگرچہ ہمیں واضح طور پر معلوم نہیں کہ سجدہ کی کیفیت کیا تھی البتہ اصول دین پر غور و فکر کے نتیجہ میں اس حقیقت کی پردہ کشائی ہوتی ہے کہ سجدہ بصورت عبادت نہ تھا اس لئے کہ عبادت کا سجدہ صرف اللہ کی ذات کے لئے سزاوار ہے۔ عربی زبان میں سجدہ سے مقصود خود کو جھکانا اور مطیع ہونا ہے البتہ سجدہ کی صحیح تصویر زمین پر ٹھوڑی کے بل گرنا اور مٹی پر پیشانی کو رکھنا ہے۔
گزشتہ ادوار میں کچھ لوگ بادشاہوں اور بڑے لوگوں کو سجدہ کی کیفیت میں سلام پیش کرتے تھے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام اور اس کے بیٹے یوسف علیہ السلام کے سامنے بصورت سجدہ گر پڑے در اصل اللہ کو سجدہ کرنا دو قسم پر ہے ذوی العقول مکلف لوگوں کا جائز طریقہ سے بصورت عبادت سجدہ کرنا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تمام مخلوقات اللہ کو سجدہ کرتی ہے ارشاد ربانی ہے وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ (الرعد ۱۵) "اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح و شام سجدہ کر رہے ہیں۔" نیز فرمایا وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ "اور ستارے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔" اس مفہوم کی آیات کثرت سے موجود ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے حکم کو بجالاتے ہوئے تمام فرشتوں نے (ابلیس کے علاوہ) سجدہ کیا ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس لئے کہ اس کا شمار فرشتوں میں ہوتا تھا جیساکہ ذکر کردہ آیت اور اسی مضمون کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے البتہ سورہ کہف کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شمار جنوں میں ہوتا تھا ارشاد ربانی ہے وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ (الکھف ۵۰) "اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا تو اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔ ہمیں کوئی ایسی دلیل معلوم نہیں جو فرشتوں اور جنوں کے درمیان تفاوت برقرار رکھتی ہو بس تفاوت تو اوصاف کے لحاظ سے ہے۔"

چنانچہ بظاہر جن بھی فرشتوں کی قسم سے ہیں اس لئے کہ جمہور مفسرین کی رائے کے مطابق جنوں کا اطلاق فرشتوں پر بھی ہوا ہے ملاحظہ فرمائے وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا (الصافات ۱۵۸) "اور انہوں نے اللہ میں اور جنوں میں رشتہ مقرر کیا۔" نیز جنوں کا اطلاق شیاطین پر بھی ہوا ہے جیساکہ سورۃ الناس کے آخر میں ہے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ "(خواہ وہ) جنات سے (ہو) یا انسانوں میں سے۔"

بلکہ ابن عباس سے مروی حدیث ہے "کہ ابلیس کا تعلق فرشتوں کے اس قبیلہ سے تھا جن کو جن کہا جاتا تھا جو نار سموم سے پیدا کئے گئے تھے" (ابن کثیر) چونکہ ہمیں ان کے بارے میں کسی نص قطعی کا علم نہیں ہو سکا ہے اس لئے ہم ان کے بارے میں بحث نہیں کرتے۔ (المنار) البتہ ابلیس کا معنی مایوس ہونا ہے کہ وہ اللہ پاک کی رحمت سے مایوس ہے۔ اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں اس مضمون کی احادیث کثرت کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہیں ان میں قیامت کے دن شفاعت کی حدیث ہے ملاحظہ فرمائیں۔

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب اللہ لوگوں کو حشر کے میدان میں اکٹھا کرے گا تو لوگ کہیں گے کاش ہم اللہ کے ہاں کسی کی سفارش لے جائیں جو ہمیں اس پریشانی سے نجات عطا فرمائے چنانچہ سب لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے ان کی خدمت میں عرض کریں گے تجھے اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور تجھ میں اپنی روح پھونکی فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے تجھے سجدہ کیا۔ آپ ہمارے پروردگار کے ہاں ہماری سفارش فرمائیں وہ معذرت پیش کریں گے (طویل حدیث ہے) (فتح الباری ص ۴۱۷ حدیث ۶۵۶۵ ج ۱۱)

ابلیس نے اللہ کے حکم کی نافرمانی اور تکبر کیا ترفع اختیار کیا کہ آدم علیہ السلام خلیفہ سے تو میں اصل کے لحاظ سے بہتر ہوں اللہ پاک نے اس کے قول کا ذکر فرمایا ہے قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ (الاعراف ۱۲)

"اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔"

أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ:۔ "اولا" اس نے انکار کیا بعد ازاں انکار کی علت تکبر اس کے بعد اس کے اصل کا ذکر کیا کہ وہ کفار سے تھا۔" حقیقت یہ ہے کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام پر حسد کیا کہ اللہ نے اس کو شرف عطا کیا جب کہ میری پیدائش آگ سے ہے اور اس کی پیدائش مٹی سے ہے اس کے تکبر نے اسے راندہ درگاہ بنا دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ "جس شخص کے دل میں رائی کے برابر تکبر ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا"۔ جب کہ ابلیس کے دل میں کبر، کفر اور عناد بھی تھا۔ جس کے سبب وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔

لیکن بعض شیطان صفت لوگوں کے ہاتھوں پر ایسے واقعات منظر عام پر دیکھے گئے ہیں جو عادت کے خلاف ہوتے ہیں تو ان واقعات کی وجہ سے انہیں ولی قرار دینا اور اللہ رسیدہ سمجھنا درست نہیں کیونکہ شیطان صفت لوگوں کے ہاتھوں پر بھی ایسے واقعات دیکھنے میں آئے ہیں جیسے نبی ﷺ کے عہد نبوت میں مَدِیْنَۃُالرسول میں ایک یہودی شخص ابن صیاد نامی تھا جو دَجَّالٌ مِّنَ الدَّجَاجِلَۃِ تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی ایک ملاقات میں آپ نے اپنے دل میں یہ آیت چھپائی یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ (الدخان ۱۰) "جس روز آسمان پر دھواں نمایاں ہو گا"۔ آپ نے اس سے پوچھا میرے دل میں کیا ہے وہ مکمل آیت تو نہ بتا سکا البتہ اس نے صرف (اَلدُّخ) کا لفظ کہا جو (دخان) کے لفظ پر دال تھا۔ آپ نے اس کا یہ کلمہ سن کر فرمایا تو ذلیل ہو جائے تجھے اس سے بلند مقام حاصل نہیں ہو گا۔ ابن صیاد کے بارے میں ہے کہ جب وہ ناراض ہوتا تو پھول جاتا یہاں تک کہ پورا بازار روک لیتا تھا۔ اس کے اس فعل پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پیٹا بھی تھا جیسا کہ دجال کے بارے میں احادیث میں موجود ہے کہ وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو انگوری اور سبزے کا حکم دے گا تو زمین پر سبزہ اگ آئے گا اور زمین سے خزانے نکل کر اس کے پیچھے یوں چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے بادشاہ کے پیچھے ڈسپلن کے ساتھ اڑتی ہیں۔ چنانچہ امام شافعی کا قول ہے جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ پانی پر چل رہا ہے اور فضا میں اڑ رہا ہے تو اس سے تمہیں دھوکہ نہیں کھانا چاہئے جب تک تم اس کے اقوال و افعال کو اللہ کی کتاب کے موافق نہ پاؤ (تفسیر ابن کثیر)

دراصل ایسے لوگوں کو بعض اوقات اللہ کی جانب سے ڈھیل دی جاتی ہے جس کا نام استدراج ہے۔ فرشتوں نے آدم کو جو سجدہ کیا وہ تعظیمی تھا اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے کیا تھا اب اسلام میں اس کی اجازت نہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "اگر مجھے کسی شخص کو اجازت دینی ہوتی کہ وہ کسی کے آگے سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے"۔ (سَطعَاتُ التَّلقِیح۔ اردو ترجمہ مع التحقیق مشکوۃ المصابیح ج ۳ ص ۶۴) بلکہ اگر کوئی شخص اچھا سمجھتا ہے کہ جب وہ کسی مقام پر پہنچے تو وہاں موجود لوگ اس کی آمد پر کھڑے ہوں تو ایسی حالت میں لوگوں کا اس کی آمد پر کھڑا ہونا جائز نہیں اور جو شخص ان کے کھڑے ہونے کو محبوب جانتا ہے اس کے بارے میں وعید ہے کہ اس خیال والا شخص اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا رہا ہے۔

علامہ شنقیطی نے درج بالا آیت مبارکہ کے ضمن میں اولاً "یہ سوال اٹھایا ہے کہ اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں کیا اللہ کا یہ حکم آدم کی تخلیق سے پہلے کا ہے یا بعد کا ہے۔ سورۃ الحجر میں صراحت ہے کہ یہ حکم آدم کی تخلیق سے پہلے کا ہے۔ سورہ ص میں ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ (ص ۷۱۔۷۲)

"اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔"

معلوم ہوا اللہ پاک نے آدم کی تخلیق سے قبل فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ تم نے آدم کو سجدہ کرنا ہو گا البتہ جس آیت کی تفسیر کی جا رہی ہے اس میں یہ وضاحت نہیں کہ ابلیس کے تکبر کا سبب کیا تھا لیکن ایک دوسرے مقام میں ارشاد باری ہے ابلیس نے کہا قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهُ مِن طِينٍ۔ "بولا کہ میں اس سے بہتر ہوں (کہ) تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا۔"

مسلم شریف میں ہے جب انسان سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہو کر رونا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس! آدم کے بیٹے کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اس نے سجدہ کیا اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا میں نے انکار کیا میرے لئے دوزخ ہے (مسلم)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے قَالَ لَمْ اَكُن لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُونٍ (الحجر ۳۳) "(اس نے) کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ انسان کو جس کو تو نے کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے بنایا ہے سجدہ کروں۔"

تنبیہہ:۔ ابلیس نے اپنے عنصر آگ کو آدم کے عنصر مٹی پر ترجیح دی ہے اور خود کو بہتر قرار دیا ہے۔ جو کہ اصل کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اسے حکم دینا مناسب نہیں کہ وہ اس کو سجدہ کرے جو اصل کے لحاظ سے فروتر ہے گویا ابلیس نے اس قیاس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جب کہ یہ قیاس فاسد ہے پس ابلیس کی معصیت تکبر کے سبب سے ہے چنانچہ مراقی السعود کے مولف نے ایک شعر میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔

وَالخُلفُ لِلنَّصِّ اَوِ الِا جمَاعِ دَعَا
فَسَادَ الِاعتِبَارِ كُلُّ مَن وَّ عَى

"اصولیات کا ہر ماہر شخص نص یا اجماع کی مخالفت کو فاسد قرار دیتا ہے" اس قول کی روشنی میں جو شخص نصوص کا قیاسات کے ساتھ رد کرتا ہے وہ اپنے پیشرو ابلیس کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ جب کہ ابلیس ملعون کے ذکر کردہ قیاس کو تین وجوہ سے باطل قرار دیا جا سکتا ہے۔

اولاً":۔ اس کا قیاس نص صریح کے مخالف ہے۔

ثانیاً":۔ اس کلیہ کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ آگ کا عنصر مٹی کے عنصر سے بہتر ہے بلکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس لئے کہ آگ کی حقیقت میں تیزی، بگاڑنا اور کسی چیز کو الگ الگ کرنا اور اسے بکھیرنا ہے۔ جب کہ مٹی کی جبلت میں ٹھہراؤ۔ اصلاح کرنا ہے آپ اس میں کسی درخت کے پھل کی گٹھلی دبائیں تو اس سے کھجور جیسا توانا اور لمبا درخت ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ کسی جنس کا بیج ڈالیں تو اس سے پودا تیار ہوتا ہے جس سے خوشے نمودار ہوتے ہیں اور پھل لہلہاتی ہوئی اچھا منظر پیش کرتی ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ مٹی کی قدر و قیمت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو باغات کی جانب نظر اٹھا کر دیکھیں کہ کس قدر لذیذ پھلوں سے جھکے ہوئے ہیں اور ان کے حسن و جمال سے آنکھیں لذت محسوس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہیں اور پھولدار پودے کس نفاست سے لہلہار ہے ہوتے ہیں پھولوں میں حسن کی نمود بھی ہے اور دل و دماغ کو معطر کرنے والی خوشبو بھی ہے جس سے باغ کا تمام ماحول مختلف قسم کی خوشبوؤں سے مہک رہا ہوتا ہے اور دل و دماغ راحت محسوس کرتے ہیں۔ اس قدر وضاحت سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آگئی۔ کہ یقیناً" مٹی اپنی اصلیت اور فطرت کے لحاظ سے کہیں آگ کے عنصر سے بہتر ہے۔ جو ہر چیز کو جلا کر راکھ دیتی ہے اور ایک سیکنڈ میں خوبصورت محلات کو پیوند خاک کر دیتی ہے اور خاکستر کا ایک ٹیلہ نظر آتا ہے۔

ثالثاً: بفرض محال اگر ہم تسلیم کر لیں کہ آگ کا عنصر مٹی کے عنصر سے بہتر ہے تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابلیس ملعون آدم علیہ السلام سے بہتر ہے اس لئے کہ اصل کے شرف سے فرع کا شرف لازم نہیں آتا بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اصل میں عظمت و شرف کا وافر حصہ موجود ہوتا ہے لیکن فرع ہر قسم کے شرف سے محروم دکھائی دیتا ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

اِذَا فَخَرتَ بِاٰبَاءٍ لَّهُم شَرَفٌ
قُلنَا صَدَقتَ وَ لٰكِن بِئسَ مَا وَلَدُوا

"جب تو اپنے آباؤ اجداد کے شرف پر فخر کا اظہار کرے تو ہم تجھے یہی کہیں گے کہ تو سچا ہے لیکن ساتھ ہی کہیں گے کہ تم ان کی بری اولاد ہو" ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

وَ مَا يَنفَعُ الاَصلُ مِن هَاشِمٍ
اِذَا كَانَتِ النَّفسُ مِن بَاهِلَه

"ھاشمی ہونا کچھ مفید نہیں جب کہ طبیعت اور اخلاق باھلہ قبیلہ کے لوگوں جیسے ہیں" یہ قبیلہ بخل میں مشہور تھا۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾
فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

اور ہم نے کہا کہ آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ (پیئو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نہیں تو ظالموں میں داخل ہو جاؤ گے پھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیطان نے دونوں کو پھسلایا اور جس عیش و نشاط میں تھے اس سے ان کو نکلوادیا پس ہم نے حکم دیا کہ بہشت بریں سے چلے جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور معاش مقرر کردیا گیا ہے

آدم علیہ الصلوۃ والسلام پہلے پیغمبر ہیں ان کی پیدائش جمعہ کے دن ہوئی جمعہ کے دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا اور جمعہ کے دن ہی انہیں جنت سے نکالا گیا جمعہ کا دن دیگر دنوں سے بہتر ہے۔ (مسلم) اللہ پاک نے انہیں اعزاز عطا فرمایا فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ ان کو سجدہ کریں ابلیس کے علاوہ سبھی فرشتوں نے سجدہ کیا انہیں جنت میں رہائش سے نوازا جہاں چاہیں رہیں اور جو چاہیں بافراغت تناول فرمائیں قبل ازیں اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو علم کی نعمت سے نوازا فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں پھر انہیں جنت میں رہائش عطا کی ایک درخت کے سوا سبھی درختوں کے بارے میں اجازت دی کہ تم ان کے بافراغت پھل کھاؤ جب کہ قرآن پاک کی آیت مذکورہ میں رہائش کے لئے خطاب آدم علیہ السلام کو ہے ان کی بیوی ان کے تابع ہے چونکہ جنت میں انہیں کسی مونس کی ضرورت تھی تو اللہ پاک نے آدم کی بائیں پسلی سے ان کی بیوی کو پیدا فرمایا ارشاد ربانی ہے : هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ (الاعراف ۱۸۹)

" وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے سو جب وہ اس کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل رہ جاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے "

چونکہ حوا آدم علیہ السلام کی بیوی کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا یہی وجہ ہے کہ عورتوں میں ٹیڑھا پن پایا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مذکور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک عورت کی تخلیق ٹیڑھی پسلی سے ہے اور پسلی میں ٹیڑھا پن اس کی اوپر کی جانب میں ہوتا ہے اس لئے عورت ہمیشہ ایک انداز میں نہیں رہتی ہے۔ اگر آپ اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کے ٹیڑھے پن کا خیال رکھنا ہو گا اور اسے برداشت کرنا ہو گا لیکن اگر آپ اس کے مزاج کو بالکل صحیح سمت کی جانب موڑنا چاہیں گے تو آپ ایسا نہیں کر سکیں گے آپ کے لئے بدوں اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ آپ اسے طلاق دے کر اپنی زوجیت سے رخصت کر دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت کے ضعیف ہونے میں کچھ شک نہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنے خاوند پر اپنا تسلط برقرار رکھتی ہے گویا باوجود کمزور ہونے کے حکومت اس کی ہوتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنت سے مقصود "جَنَّۃُ الْخُلْد" ہے جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے بعض مفسرین نے اس سے مراد دنیا کا باغیچہ لیا ہے اس لئے کہ "جَنَّۃُ الْخُلْد" سے اس شخص کو نکالا نہیں جا سکتا جسے اس میں داخل کیا گیا ہو لیکن آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو اس سے نکالا گیا معلوم ہوتا ہے انہیں "جَنَّۃُ الْخُلْد" میں رہائش نہیں دی گئی تھی لیکن انکا یہ عذر مضحکہ خیز ہے اس لئے کہ "جَنَّۃُ الْخُلْد" میں آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں اس میں رہائش عطا کی گئی ہے۔ اس میں ہمیشہ رہنے کا ذکر نہیں ہے اور پھراس واقعہ میں کہیں بھی ان کے وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا ذکر نہیں ہے ہاں وفات کے بعد جن سعادت مند لوگوں کو جنت میں داخلہ ملے گا وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

چنانچہ ایک حدیث میں جب موسی علیہ السلام کی آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو موسی علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو اپنی اولاد کے لئے شقاوت کا باعث بنا تو نے انہیں جنت سے نکالا۔ غور فرمائیں اس حدیث میں لفظ "اَلْجَنَّۃ" پر الف لام (جنت الخلد جو معروف جنت ہے) پر واضح دلالت کر رہا ہے پھر آدم علیہ السلام نے موسی علیہ السلام کی اس بات کا انکار نہیں کیا اگر یہ بات درست نہ ہوتی تو آدم علیہ السلام موسی علیہ السلام کے اس قول کا رد کرتے لیکن آدم علیہ السلام کی خاموشی پتہ دے رہی ہے کہ جس جنت دارالخلد سے اللہ نے ان کو نکالا وہ گھر نہیں جہاں انہیں بھیجا گیا مزید برآں اگر جنۃ الخلد میں داخلہ کے بعد اس سے نکالنا ممکن نہیں تو بتایا جائے کہ نبی ﷺ اِسراء کی رات جنت میں تشریف لے گئے بعد ازاں آپ اس سے باہر تشریف لائے اور آپ نے جنت کے بارے میں صحابہ کرام کو معلومات سے نوازا۔ قرطبی ج ۱ ص ۳۰۳

آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کو "جَنَّتُ الْخُلْد" سے نوازنے کے بعد فرمایا کہ تم جنت کے تمام درختوں کے پھلوں سے بافراغت بلا رکاوٹ جہاں سے چاہو تناول کرو لیکن ایک درخت کے پھل کو تناول کرنا تو کجا تمہیں اس کے قریب بھی نہیں جانا ہو گا۔ امام بیضاویؒ فرماتے ہیں اس میں زبردست مبالغہ ہے کہ اس درخت کے پھل کو تناول کرنا تو کجا اس کے قریب بھی جانے کی اجازت نہیں اس سے خود کو بچانا ضروری ہے اگر تم اس کے قریب چلے گئے تو تمہارے دل میں اس درخت کی جانب میلان شدت اختیار کر جائے گا اور اشیاء کا داعیہ تیز ہو جائے گا عقل اور شریعت کے تقاضوں پر تمہارے دل کا میلان غالب آجائے گا اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ جب کسی چیز کی محبت کا داعیہ دل میں تیز ہو جاتا ہے تو انسان اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے لہٰذا اس سے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے قریب بھی جانے سے خود کو دور رکھا جائے کیونکہ اگر تم اس کے قریب چلے گئے تو خطرہ ہے کہ صبر کے دامن کو خیرباد کہہ کر اس کے پھل سے لطف اندوز ہو جاؤ اور تمہارا شمار ان لوگوں میں ہو جائے جو کسی معصیت کا ارتکاب کر کے اپنی عزت اور ساکھ کو برباد کر دیتے ہیں اور اللہ کے عتاب اور عقاب سے کسی صورت بچاؤ حاصل نہیں کر سکتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(نظم الدرر ج ۱ ص ۲۸۵)

حافظ ابن کثیر نے اعتراف کیا ہے کہ ہم اس درخت کے تعین سے قاصر ہیں اس لئے کہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں اس کا ذکر نہیں ہے پھر اگر اس کا علم ہو بھی جائے تو کچھ فائدہ نہیں اگر علم نہ ہو سکے تو کچھ نقصان نہیں ہے امام رازی نے بھی اس کو ترجیح دی ہے (ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۱)

درخت کے بارے میں مشہور قول یہی ہے کہ وہ گندم کا پودا ہے چنانچہ مشہور قول ہے: انسان اللہ کی نافرمانی سے کیسے بچاؤ اختیار کر سکتا ہے جبکہ اس کی خوراک میں وہ درخت ہے جو انسان کی گمراہی کا سبب بنا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ہمیں ہرگز علم نہیں کہ وہ کونسا درخت ہے نہ ہمیں اللہ نے اس کے بارے میں بتایا ہے اس لئے کہ اس کے معلوم کرنے میں کچھ خاص منفعت نہیں ہے جب کہ مقصود یہ ہے کہ جس فعل کے قریب جانے سے ہمیں روکا گیا ہے اور وہ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے ہم اس کے قریب نہ جائیں۔

علامہ قشیریؒ فرماتے ہیں: جن کاموں سے روکا گیا ہے انسان اس کام کو سرانجام دینے کی زبردست خواہش رکھتا ہے۔ اسی واقعہ میں آپ غور فرمائیں کہ آدم علیہ السلام کو جنت کے تمام درختوں کے پھلوں کو تناول کرنے کی اجازت تھی اور صرف ایک درخت کے قریب جانے کی ممانعت تھی تو کیا آدم علیہ السلام نے مباح درختوں میں سے کسی مباح درخت کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا بالکل نہیں بلکہ نہایت بے تابی کے ساتھ جس درخت سے روکا گیا تھا اس کی جانب نہ صرف ہاتھ بڑھایا بلکہ اس کا پھل تناول کیا اصل بات یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین میں خلیفہ کے اعزاز سے نوازا گیا تھا۔ جیسا کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے تو کیسے وہ جنت میں رہائش پذیر رہتے بلکہ ایک لحاظ سے آدم علیہ السلام جس مقام پر فائز ہیں اس لحاظ سے شائد مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں' آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے باربار یاآدم کے خطاب سے نوازا ہے حالانکہ اس درخت کے پھل کھانے سے ان کے جسم سے لباس اتر گیا ان کی محبوبیت اور ان کی پیشوائی چھن گئی۔ معلوم ہوا اللہ کے احکام کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے وگرنہ اللہ کے احکام کی مخالفت کرنے والا شخص اللہ اور اس کے مقربین کے ہاں پرکاہ کے برابر بھی نہیں رہتا۔ ایک شاعر کہتا ہے:

"لِلّٰهِ دَرُّهُم مِن فِتيَةٍ بَكَرُوا
مِثلَ المُلُوكِ وَ رَاحُوا كَا لمَسَاكِينِ"

"تعجب ہے وہ جواں سال لوگ دن کے آغاز میں کتنے خوش قسمت تھے وہ بادشاہوں کے مساوی تھے لیکن دن کے آخر میں وہ مسکینوں کی صف میں کھڑے نظر آتے تھے" یعنی انسان شرف انسانیت کے زیور سے جب آراستہ ہے تو اس کا مقام تمام کائنات سے بلند ہے لیکن جب شرف انسانیت کا زیور چھن جاتا ہے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر بندر اور خنزیر سے بھی بدتر ہے۔ (نظم الدرر ج ا ص ۲۸۶)
علم معانی اور علم بلاغت کے بعض ماہرین کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام اور حوا کو درخت کے قریب جانے سے بھی روکا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس غلطی کا ارتکاب کریں گے اور جنت سے انہیں باہر کر دیا جائے گا۔ وہ ہمیشہ جنت میں نہیں رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ جنت میں ہمیشہ رہنے والوں پر کچھ پابندی نہیں ہوتی نہ انہیں کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کی دلیل یہ آیت بھی ہے کہ اللہ پاک نے فرشتوں کو بتایا کہ میں آدم کو زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں پس خلیفہ تب ہی بنیں گے جب انہیں جنت سے نکالا جائے گا۔
ایک سوال مترشح ہوتا ہے کہ اَنۡبِيَاء علَيۡهِمِ الصَّلٰوةُ والسَّلام تو گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں آدم علیہ السلام نے اس غلطی کا صدور کیسے ہوا ؟
جواب : انبیاء علیہم الصلوۃ نسیان سے محفوظ نہیں ہوتے قرآن پاک میں ہے وَلَقَدۡ عَهِدۡنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِىَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا (طٰہٰ-۱۱۵)

"اور ہم نے پہلے آدم سے عہد لیا تھا وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں صبر و ثبات نہ دیکھا"

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں میں بھی انسان ہوں میں بھول جاتا ہوں جیسا کہ تم بھول جاتے ہو۔ اگرچہ بعض انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے بعض اوقات فروگزاشتیں بھی ہوئی ہیں جن کا بتقاضائے بشری ان سے صدور ہوا ہے لیکن اللہ پاک نے انہیں معاف کر دیا ہے جیسے فرمایا وَلَا تَطۡرُدِ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ مَا عَلَيۡكَ مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ وَّمَا مِنۡ حِسَابِكَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ

اور جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اس کی ذات کے طالب ہیں انکو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔ ان کے حساب (اعمال) کی جواب دہی تم پر کچھ نہیں اور تمھارے حساب کی جواب دہی ان پر کچھ نہیں۔ (الانعام ۵۲)
قرآن پاک نے بیان کیا ہے کہ شیطان نے انہیں پھسلایا' سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطان جنت میں کیسے داخل ہوا تو اس کا جواب واضح ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے اِنَّ الشَّيۡطَانَ يَجۡرِىۡ مِنَ الۡاِنۡسَانِ مَجۡرَى الدَّمِ "شیطان انسان میں خون کی مانند گردش کرتا رہتا ہے اور وسوسے ڈالتا رہتا ہے"
قرآن پاک میں ہے : فَوَسۡوَسَ لَهُمَا الشَّيۡطَانُ (الاعراف ۲۰) "تو انکو شیطان نے وسوسے ڈالے"
دوسرے مقام میں ہے وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىۡ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيۡنَ (الاعراف ۲۱) "اور ان کے لئے قسمیں اٹھائیں کہ بے شک میں تمھارے لئے ضرور خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں"
شیطان کی وسوسہ اندازی کے ساتھ ساتھ مائی حوا نے بھی انہیں اس درخت کے پھل کھانے کا مشورہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا "اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت بدبودار نہ ہوتا اور اگر حوا نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی" (بخاری) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ "حوا" نے آدمؑ کے سامنے اس درخت کی تعریف کی اور انہیں بہلا پھسلا کر اس درخت سے کھلوایا جس کے نتیجہ میں ان دونوں کے ساتھ شیطان کو بھی وہاں سے نکال دیا گیا۔

تفسیر "مظہری" میں مذکور ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ "اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو مخاطب کیا اور اس سے استفسار کیا کہ تو نے ہمارے حکم کی نافرمانی کیوں کی۔ انہوں نے جواب دیا اے میرے پروردگار! حوا نے میرے سامنے اس درخت کے بارے میں مبالغہ آمیزی کی۔ اللہ نے فرمایا اس کے اس گناہ پر میں نے اسے یہ سزاوی ہے کہ وہ حمل اور وضع حمل دونوں حالتوں میں تکلیف و پریشانی سے ہم کنار رہے گی اور اسے ہر ماہ حیض کے خون سے واسطہ پڑے گا یہ خبر سنتے ہی حوا بلبلائی تو اسے کہہ دیا گیا تو بھی ان دنوں بلبلاتی رہے گی اور تیری بیٹیاں بھی چیختی چلاتی رہیں گی"۔ (نظم الدرر ج ا ص ۲۸۹)

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا:۔ میں ہے کہ ہم نے آدم، حوا اور شیطان کو حکم دیا کہ تم باعزت مقام سے "دَارُ الْاِبْتِلَاء" کی طرف منتقل ہو جاؤ اور دین و دنیا دونوں کے لحاظ سے تم میں دشمنی ہے۔ شیطان تمہارے ساتھ دشمنی کرے گا کہ تمہیں گمراہ کرے گا اور اب تم جلدی جنت میں واپس نہیں لوٹو گے۔ اب تم زمین میں کچھ عرصہ زندگی گزارو گے اور فوائد حاصل کرو گے اس زندگی میں شیطان تمہیں گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ اور تمہیں شہوات میں مبتلا کرے گا۔ اب تمہیں اپنے دشمن کی دشمنی سے خود کو بچانا ہو گا۔ یعنی احکام الٰہیہ پر کاربند رہنا ہو گا اور منہیات سے خود کو الگ رکھنا ہو گا۔ یہاں تک کہ تم پر موت طاری ہو یا قیامت برپا ہو۔ اگرچہ جس آدمی پر موت طاری ہوتی ہے درحقیقت اس پر قیامت طاری ہوتی ہے۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

پھر آدم نے اپنے پروردگار سے چند کلمات حاصل کر لئے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔ ہم نے حکم دیا تم سب کے سب اس جنت سے اتر جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت کا پیغام آئے تو جنہوں نے میری ہدایت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیروی کی ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

آدم علیہ السلام کی نافرمانی کفر تو نہ تھی تاہم نافرمانی اس لائق ضرور تھی کہ اس کے سبب عفو و کرم کی بھیک مانگی جائے جب کہ انہیں آسمان سے اتار دیا گیا اگرچہ انہیں آسمان سے زمین پر گرا دینا ہی ان کی غلطی کا کفارہ تھا۔ تاہم نہایت شفقت کے ساتھ ان کے دل پر وحی نازل ہوئی یعنی ایسے کلمات ان کے ذہن پر مرتسم ہوئے جن سے بارگاہِ الٰہی میں عجز و ابتہال کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا گیا۔ ان کلمات کا ذکر سورہ اعراف میں ہے ملاحظہ فرمائیے۔

"رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ"

"اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔"

ان کلمات کے ساتھ آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور بارگاہ الٰہی میں مغفرت کا سوال کیا۔ اللہ تعالٰی نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا اور ان کے حال پر کرم نوازی کی اور رحم فرمایا۔ ان کے خلوص کی قدر کی اور ان کی آنکھوں سے اللہ کے ڈر کے سبب ٹپکنے والے آنسوؤں کو شرف قبولیت سے نوازا ایک شاعر کہتا ہے ۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میری عرقِ انفعال کے

لیکن صرف آدم علیہ السلام کا ذکر کیا حوا علیہا السلام کو بالتبع ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ دونوں حکم میں برابر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مقامات پر کتاب و سنت میں عورتوں کا تذکرہ غائب کر دیا جاتا ہے۔ البتہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا .... الخ . میں دونوں کا ذکر ہے۔ "التَّوَّابُ" کا مادہ توبہ ہے۔ جس سے مقصود ہے کہ اللہ پاک اپنے بندوں پر مغفرت کے ساتھ لوٹتا ہے یا توبہ کی انہیں توفیق عطا فرما کر ان کی جانب لوٹتا ہے۔ اس لفظ کا اطلاق جب باری تعالٰی کی ذات پر ہوتا ہے تو مقصود یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی سزا سے رجوع کرتے ہوئے مغفرت کے ساتھ نوازتا ہے اور جب (التواب) وصف کا اطلاق کسی بندے پر ہوتا ہے تو اس سے مقصود ہوتا ہے کہ وہ بندہ اللہ کی نافرمانی سے خود کو باز رکھتا ہے اور اللہ کے وصف الرحیم میں مبالغہ موجود ہے۔ یعنی اللہ پاک کثرت کے ساتھ رحم فرمانے والا ہے۔ ان دونوں اوصاف کے جمع کرنے میں اس شخص سے عفو و کرم کا وعدہ کیا جا رہا ہے جو توبہ کرتا ہے اور اس پر احسان کیا جاتا ہے۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۲۹۴)

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو جنت سے نکال کر زمین پر اتارنے کا ذکر دوبار کیا گیا ہے۔ اولا جس اتارنے کا ذکر ہے اس سے مقصود جنت سے نکال کر دَارُ التَّکْلِیْف میں بھیجنا ہے۔ جہاں ایک دوسرے کے ساتھ عداوت کا سلسلہ جاری رہے گا اور وہاں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔ لیکن دوسرے اتارنے سے مقصود ان کو شریعت کا مکلف بنانا ہے جو شخص ہدایت کی راہ اختیار کرے گا وہ نجات حاصل کرے گا اور جو شخص گمراہی کی راہ پر گامزن رہے گا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِنِّي هُدًى"..... الخ. اس آیت میں رشد و ہدایت کی نسبت اللہ پاک کی ذات کی جانب ہے۔ اس لئے کہ ہدایت فی الحقیقت وہی ہے جو صرف اللہ کی جانب سے ہو۔ اس کے عطا کرنے میں اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ہدایت عطا کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ضروری نہیں جب بھی میری جانب سے ہدایت کی روشنی تمہیں حاصل ہو تو تمہیں اس روشنی سے ہدایت حاصل کرنا ہو گی۔ اللہ کی توحید معلوم کرنے کیلئے اللہ کی جانب سے رسولوں کو مبعوث کرنا یا کتابوں کا نازل کرنا ضروری نہیں اس لئے کہ اللہ نے انسان کو عقل صحیح اور فہم سلیم سے نوازا ہے اور توحید کے دلائل روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ ان سے استدلال کرکے اللہ کی الوہیت کا اعتراف کیا جا سکتا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ
تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

کائنات کی ایک ایک چیز اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک لہ ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۲۹۸، کشاف ج ۱ ص ۱۲۹)

"هُدًى" سے مقصود منقول یا معقول ہدایت ہے۔ ظاہر ہے کہ منقول خاص ہے اور معقول ہدایت عام ہے کہ وہ کسی پیغمبر سے منقول ہے لیکن انبیاء علیہم السلام سے منقول پر قیاس کیا گیا ہے یا محض عقل کی بنیاد پر ہدایت اور روشنی کا علم حاصل ہے۔ جیسا کہ ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے خیالات سے ہم آہنگ افراد پائے گئے ہیں اگرچہ ان کی تعداد بہت قلیل ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی کا اشارہ مذکورہ اشخاص کی جانب ہے۔

"وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیرو کار ہو جاتے۔

چونکہ (خوف) میں شدت ہے اس لئے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور (حزن) غم میں شدت نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے خوف کو مقدم ذکر کیا ہے۔ یعنی مستقبل میں کسی آنے والی ضرررساں چیز سے طبیعت میں بے چینی نمودار ہو جاتی ہے تو اس کی نفی کر دی ہے اور غم لاحق ہونے کی بھی نفی کر دی ہے جو فوت شدہ نعمت پر لاحق ہوتا ہے۔ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخ سے انہیں نجات حاصل ہو گی۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۳۰۰)

"اَلْبَحْرُ الْمُحِيطُ" کے مولف "ابو حیان" رقمطراز ہیں "فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ".. الخ. میں ہدایت کا مقام اس پیشوا امام کے برابر ہے جس کی اقتداء کی جا رہی ہے۔ اس لحاظ سے اقتداء کرنے والے لوگوں کی حرکات سکنات اپنے امام کے تابع ہیں تو ایسی صورت میں یقیناً خوف اور غم کا ادنیٰ شائبہ بھی ان میں نہیں ہو گا اور پھر لفظ هدای کی اضافت اللہ پاک کی جانب ہے۔ جس کی وجہ سے ہدایت میں مزید عظمت موجود ہے۔ بنسبت اس صورت کے جب "هُدَايَ" پر الف لام تعریف کا داخل ہوتا لیکن اضافت کی صورت میں تعریف کا معنی بھی موجود ہے۔ مزید برآں اضافت کے سبب عظمت اور شرف کی فضیلت بھی موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمانداروں کو خوش خبری دینے کے بعد جو ہدایت پر قائم رہے ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جنہوں نے تاویلات باطلہ اور احتمالات بعیدہ کے سبب ہدایت قبول کرنے سے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا جبکہ ان کے دلوں میں ان کی سچائی بالضرورہ ہے' تو اس قماش کے لوگوں کو جنت سے دور رکھا جائے گا' اس قسم کے لوگ جہنمی ہیں۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے' انہیں اس سے نکالا نہیں جائے گا' وہ ہمیشہ ہمیشہ خوف زدہ اور غم زدہ رہیں گے' معلوم ہوا کفار کے علاوہ ایماندار گناہگار لوگ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

" اے یعقوب علیہ السلام کی اولاد میرے احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور تم میرے وعدہ کو پورا کرو میں تمہارے وعدہ کو پورا کروں گا اور صرف مجھ سے ہی ڈرا کرو۔ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو میں نے نازل کیا اس حال میں کہ وہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو تمہارے پاس ہے اور تم اس کے سب سے پہلے انکار کرنے والے نہ بنو اور تم میری آیت کے عوض تھوڑی سی قیمت نہ خریدو اور صرف مجھ سے ہی ڈرا کرو اور حق کو باطل کے ساتھ مت ملایا کرو اور حق کو مت چھپاؤ حالانکہ تم اسے جانتے ہو اور نماز صحیح ادا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔

توحید و نبوت کے انعامات ذکر کرنے کے بعد تمام لوگوں کو مخاطب کیا اور ان پر جو انعامات کئے گئے انہیں ان کو یاد دلانے کے بعد یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو خاص طور پر مخاطب کیا اور ان پر جو انعامات خصوصی کئے ان کا ذکر ہو رہا ہے اور بالخصوص مدینہ منورہ کے یہودیوں کو مخاطب کیا ہے اس لئے کہ وہ اہل علم تھے اور ان کے علاوہ عام لوگ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تابع تھے۔ اگر یہودی رسول اکرم ﷺ کی نبوت کا اقرار کر لیتے ہیں تو عوام الناس ان کی تقلید کرتے ہوئے آپ کی نبوت کے اعتراف سے پیچھے نہیں رہیں گے اور ان کی تقلید دیگر لوگوں کے لئے دلیل ثابت ہو گی۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۶۰)

چنانچہ یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں حکم دیا کہ تم میرے ان احسانات کو یاد کرو جو تمہارے اسلاف پر ہوئے کہ ہم نے ان کے لئے بحر قلزم میں پانی کو روک لیا اور ان کے لئے راستے بنائے انہوں نے اسے عبور کیا اور ان کے دشمن فرعون کے لشکر کو غرق کر دیا اور جنگل تیہ میں ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من و سلوی کو نازل کیا اور تورات کو نازل کیا نیز ان میں سے کثرت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کیلئے پتھر سے پانی نکالا اگرچہ یہ تمام نعمتیں مدینہ منورہ کے یہودیوں کے باپ دادوں پر تھیں لیکن جو انعامات آباؤ اجداد پر ہوتے ہیں وہ ان کی اولاد پر بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے آباؤ اجداد کے شرف کی وجہ سے انہیں شرف حاصل ہوتا ہے اور تم میرے ساتھ کئے ہوئے عہدو پیمان کو پورا کرو میں تم سے اپنے وعدہ کو پورا کروں گا۔ ان کے وعدہ کا ذکر ذیل کی آیت میں ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ۔ (المائدہ ۱۲)

"پھر اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے۔ اور اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو میں تمہارے گناہ دور کردوں گا۔ نیز انہیں اور تم کو بہشت میں داخل کروں گا۔ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا پس وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔ نیز اللہ تعالی نے فرمایا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ (ال عمران ۱۸۷)

"اور جب اللہ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی اقرار لیا کہ (جو کچھ اس میں لکھا ہے) اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا۔ اور اس کی (کسی بات) کو نہ چھپانا تو انہوں نے اس کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلہ تھوڑی سی قیمت حاصل کی یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں' برا ہے۔

پس تمہیں میرے احسانات کو فراموش نہیں کرنا ہے دل کی گہرائی میں ان کو جگہ دینا ہے نیز زبان کے ساتھ بھی ان کا اعتراف کرنا ہے بالخصوص پیغمبروں کو مبعوث فرمایا جنہوں نے تمہیں دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچانے کے لئے پورا زور لگایا' پس تم اپنا وعدہ پورا کرو کہ تم اس ہدایت اور روشنی کے مطابق زندگی بسر کرو اور اس پر مکمل ایمان رکھو۔ بالخصوص آخرالزماں پیغمبر ﷺ جو ہدایت اللہ کی جانب سے تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں اس کی پیروی کرو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے جو تم سے وعدہ کیا ہوا ہے اس کا ایفا کروں گا کہ تم ہر قسم کے خوف اور غم سے محفوظ رہو گے اور اعمال صالحہ کا ثواب کئی گنا دیا جائے گا تم آرام کی زندگی بسر کرو گے دشمن پر تمہارا غلبہ ہو گا اور تمہیں بالخصوص مجھ سے ہی ڈرنا ہو گا حب جاہ اور حب مال کی بیماریوں سے اپنے دلوں کو پاک کرنا ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت وعدہ وعید دونوں کو متضمن ہے اور اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ وعدہ کا ایفا کرو اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔

"وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ" تم اس کتاب پر ایمان لاؤ اور اس کی تصدیق کرو جو تمہاری کتاب تورات اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر نازل کردہ کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے۔ چنانچہ مسئلہ توحید کا اللہ فواحش و منکرات سے منع کرنے، اچھے کاموں کی رغبت دلانے اور اس راہ پر رواں دواں رہنے کی تلقین کرتی ہے جو سعادتوں سے ہم کنار کرتی ہے پس جب تم قرآن پاک کی تعلیمات پر غور و فکر کرو گے تو تم محسوس کرو گے کہ یہ کتاب دین الٰہی کے ان مقاصد کی تصدیق کرتی ہے جن سے تم آشنا ہو نیز اس کے اصولوں کے ساتھ موافقت رکھتی ہے اس کے مطالعہ سے تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ جو "اَلرُّوْحُ الْاَمِیْنُ" اس کتاب کو لے کر نازل ہوا ہے۔ اس نے دیگر کتابوں کو مختلف پیغمبروں پر نازل فرمایا ہے اور تم محسوس کرو گے کہ اس پیغمبر نے بھی اثبات حق کے لئے جو دعوت دی ہے وہ وہی دعوت ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں نے پیش کیا پس تم اس کتاب کی تصدیق میں تاخیر روا نہ رکھو۔ یہ کتاب دو لحاظ سے واضح دلیل ہے ایک یہ کہ اس میں اعجاز موجود ہے دوسری یہ بات کہ یہ کتاب ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہیں۔ غالباً اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کرنی تھی۔ اسی لئے بطور کنایہ کے حکم دیا کہ تمہیں اس کے انکار میں اولیت اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ اس جملہ میں تعریض ہے کہ تمہیں اس کتاب کی تصدیق سے پہلے مومن بننا چاہئے بلکہ اللہ پاک یہودیوں کے بارے میں نہایت واضح خبر دے رہے ہیں کہ وہ آخر الزمان پیغمبر محمد ﷺ کو اس طرح صحیح پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور پھر انہیں آخر الزمان پیغمبر کی بشارت بھی دی گئی ہے بلکہ آپ ﷺ کی نبوت کے اعلان سے پہلے وہ کفار سے کہا کرتے تھے کہ آخر الزمان پیغمبر کے آنے کا وقت قریب ہے جب وہ آئے گا تو ہم اس کے ساتھ مل کر تمہارے خلاف لڑائی کریں گے لیکن جب وہ پیغمبر تشریف لائے اور انہوں نے علامات کے مطابق اسے پہچان لیا تو انہوں نے اس کی نبوت کا انکار کر دیا۔ قرآن پاک میں وارد ہے۔

"فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ" ۔ تو جب ان کے پاس آئے تو ان کے ساتھ کفر کیا ایک دوسری تشریح یہ ہے کہ تم دوسروں کے کفر کا سبب نہ بنو ظاہر ہے کہ علماء کا ایمان لانا عوام کے ایمان لانے کا سبب ہوتا ہے اور ان کا کفر کرنا عوام کے کفر کا سبب ہوتا ہے اس لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "خبردار! بدترین لوگ دراصل بدترین علماء ہیں اور بہترین لوگ بہترین علماء ہیں" (دارمی)

یعنی تم عوام الناس کے کفر کا سبب نہ بنو اس طرح ان کا گناہ بھی تم پر ہو گا۔ دراصل یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حسد کیا کہ آخر الزمان پیغمبر اہل عرب سے ہے ہم سے نہیں ہے۔ اس لحاظ سے یہودیوں کا کفر اہل عرب کے کفر سے زیادہ شنیع ہے اور تم میری آیات میں تبدیلی نہ کرو تمہیں خوب علم ہے کہ یہ وہی آخر الزمان پیغمبر ہے جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ لیکن اپنی ریاست اور سیادت کے پیش نظر کہ اگر ہم اس پر ایمان لائیں گے تو ہماری سیادت ہم سے چھن جائے گی اور تمہیں مجھ سے خاص طور پر ڈرنا چاہئے کہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریعت میں اس تبدیلی کے سبب تم پر میرا غضب نہ نازل ہو جائے۔ پس تمہیں میرے غضب سے خود کو بچانا چاہئے اور اس آخر الزمان پیغمبر پر ایمان لانا چاہئے اور حسد کی بیماری سے خود کو پاک کرنا چاہئے اور دنیا کے حصول کے لئے اپنے ایمان کا سودا نہیں کرنا چاہئے دنیا خواہ کس قدر عظمت والی کیوں نہ ہو آخرت کے مقابلہ میں کم تر ہے جبکہ تم ایمان کی دولت سے بھی محروم ہو گئے ہو۔ (نظم الدرر ج ۱' ص ۳۱۷ ۔ ۳۱۸)

یہودی علماء کے بارے میں بخاری و مسلم کی حدیث میں صراحت ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں یہودیوں میں سے ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا تو یہودی رسول اکرم ﷺ کے ہاں آئے اور یہ واقعہ پیش کیا۔ آپ نے ان سے استفسار کیا تورات میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ انہوں نے کہا دونوں کو کوڑے مارے جائیں اور معاشرہ میں انہیں ذلیل و خوار کیا جائے۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان کی یہ بات سن کر بول اٹھے کہ تم جھوٹ کہتے ہو تورات میں انہیں رجم کرنے کا حکم ہے چنانچہ وہ تورات لائے تو ایک یہودی نے رجم کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھا تاکہ نظر نہ آئے اور رجم کی آیت سے پہلے اور بعد کے الفاظ پڑھتے رہے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہودی سے کہا ذرا اپنا ہاتھ تو اٹھا جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت کا سب نے ملاحظہ کیا اور سب نے تسلیم کیا کہ اس کی سزا رجم ہے۔ چنانچہ انہیں رجم کر دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے انہوں نے رجم کی آیت کے چھپانے کا اقرار کیا۔ (مشکوۃ علامہ البانی ج ۲ ص ۱۰۵۷)

پس کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے احکام میں تحریف کرنا اور اصل حقائق کو عوام الناس کی نظر سے اوجھل رکھنا یہودیوں کا طریقہ ہے۔ جنہیں کتاب و سنت میں ملعون اور مغضوب علیہم قرار دیا ہے۔ ایسے ہی صوفیاء اور ملاؤں کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے۔

زِمن بَر صوفی و ملّا سلامے کہ پیغامِ خدا گفتند مارا
ولے تاویلِ شاں در حیرت انداخت خداوَ جبرائیل و مصطفیٰ را

ارشاد ربانی ہے: "لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔" جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ کی زبان سے لعنت کی گئی یہ اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔"

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ:۔ انہیں ایمان کی دعوت دینے کے بعد اعمال صالحہ کی طرف رغبت دلائی گئی ہے کہ وہ انہیں رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ادا کریں جب کہ وہ معاشرہ کے رسم و رواج کے مطابق بظاہر سرانجام دیتے تھے۔ وہ رسماً نماز پڑھتے لیکن اقامت نماز میں کوتاہیاں موجود تھیں۔ نماز کی ظاہری شکل تو موجود ہے لیکن خشوع خضوع سے خالی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز اللہ کے ہاں وہ قبول ہے جس میں اخلاص موجود ہو۔ ظاہری کیفیت قیام' رکوع' سجود کا نام نماز نہیں نماز میں روح کا ہونا ضروری ہے نماز ادا کرنے سے روحانیت مجلی و مصفیٰ ہوتی ہے اور اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے نماز کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ زکوۃ ادا کرنا انعامات الٰہیہ کے شکر ادا کرنے کا مظہر اور علامت ہے۔ نیز زکوٰۃ ادا کرنے سے اہل اسلام کا آپس میں گہرا تعلق محسوس ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں جہاں اقامت نماز کا حکم دیا گیا ہے وہاں زکواۃ کی ادائیگی کا حکم بھی موجود ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ نماز ادا کرنے والا شخص اللہ سے غافل نہیں ہوتا اللہ کے فضل و کرم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ اس کیفیت کے رونما ہونے کے نتیجہ میں انسان مال کی قربانی کیلئے خود کو تیار پاتا ہے۔ وہ نہ صرف اہل و عیال پر مال خرچ کرتا ہے بلکہ معاشرہ میں نادار' مفلس اور بے کسوں کو دیکھتے ہی ان کی ضرورتوں کو بخوشی پورا کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ ان لوگوں کی وجہ سے اللہ پاک نے اسے مال و دولت سے نوازا ہے وہ بخوشی ان کے حقوق کی ادائیگی میں رواں دواں رہتا ہے اس لئے اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ۔ (مالداروں سے زکواۃ وصول کر کے فقراء پر تقسیم کریں) پس اگر فقیر' انسان مالدار انسان کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو مالدار شخص کو بھی از خود ہمیشہ محتاج اور بے کس لوگوں کا خیال رکھنا چاہئے پس مال خرچ کرنا ایمان کی علامت ہے جب کہ بخل نفاق اور کفر کی علاملت میں سے ہے۔

اقامت نماز اور ادائیگی زکواۃ کے بعد حکم دیا گیا ہے کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو اگرچہ رکوع نماز کا جز ہے لیکن اس کی ادائیگی کے حکم کو نماز کی ادائیگی کے حکم کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل اس کو مؤخر ذکر کرنے میں ایک حکمت ہے غور فرمائیں۔ آیت میں تین احکام کو ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اولاً" اقامت نماز کا ذکر ہے اس لئے کہ نماز عبادت کی روح ہے۔

ثانیاً" اس کے بعد زکواۃ کی ادائیگی سے جہاں ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے وہاں اس سے روح کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور روح میں نکھار آتا ہے۔

ثالثاً" جب کہ رکوع بدنی عبادت کی مختلف کیفیات میں سے ایک کیفیت ہے۔ اس کی ادائیگی نہ صرف اس لئے ہے کہ اللہ پاک کے حکم کو تسلیم کیا جائے بلکہ اس میں اللہ کی عظمت کا اظہار ہے کہ انسان اللہ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں نہایت خشوع کا اظہار کر رہا ہے لیکن اگر انسان رکوع کی حالت کو بطور عادت اختیار کرتا ہے اللہ پاک کے حکم کے باعث رکوع کی حالت اختیار نہیں کرتا ہے تو اللہ کے ہاں اس رکوع کا کچھ مقام نہیں اگرچہ معاشرہ کے رسم و رواج کے لحاظ سے اس کا کتنا ہی مقام کیوں نہ ہو۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ نماز کی اقامت اور نماز کی کیفیت کے درمیان زکواۃ کا ذکر کرنا زکواۃ کی شان کی عظمت کو دوبالا کر رہا ہے۔ (المنار ج ۱' ص ۲۹۴)

وَارْكَعُوا:۔ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ نماز کو باجماعت ادا کیا جائے سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے اس کا جواب واضح ہے کہ باجماعت نماز ادا کرنے والے کو ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ مشہور حدیث میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت فرض نہیں ہے نیز رکوع کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ سیاق و سباق کے لحاظ سے یہودیوں کو مخاطب کیا گیا ہے چونکہ ان کی نماز میں رکوع نہیں تھا اس لئے خاص طور پر رکوع کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْخٰشِعِيْنَ ﴿٤٥﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿٤٦﴾

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کرتے ہو حالانکہ تم کتاب (تورات) پڑھتے ہو کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو بے شک نماز ضرور بوجھل ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر (بھاری نہیں) جو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کی اولاد (یعنی بنی اسرائیل) کو مخاطب کیا جا رہا ہے اور انہیں ڈانٹ پلائی جا رہی ہے بالخصوص اہل علم کو کہ تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ تم لوگوں کو تو اچھے کام کرنے کی نصیحت کرو اور خود اچھے کام نہ کرو جب کہ تم تورات کی تلاوت کرتے ہو۔ اس میں ان لوگوں کو سرزنش کی گئی ہے جو احکام الٰہیہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ کتاب و سنت کے علم سے آشنا ہونا زبردست فضیلت ہے لیکن علم کے تقاضوں کے مطابق خود کو نہ چلانا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ نجات کا دار و مدار عمل پر ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

رسول اکرم ﷺ اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

يَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔

"اے فاطمہ خود کو دوزخ سے بچایئے یعنی کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزارو معروفات پر عمل پیرا رہو اور منہیات سے کنارہ کش رہو۔ سمجھ لیجئے کہ عمل صالح کے فقدان میں میں بھی تجھے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا ہوں۔"

دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ہے۔ اس روز افسوس کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ سستی، کاہلی کو خیرباد کہہ کہ اس دنیا میں ہی محاسبہ کرنا چاہئے جہاں اچھے کاموں پر مسرت کا اظہار کرنا چاہئے وہاں اپنی کوتاہیوں پر ندامت کے ساتھ آنسو بہاتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں اپنی کوتاہیوں کا اقرار کر کے عفو و درگزر کی بھیک مانگنی چاہئے۔ اللہ پاک کا وصف غفور الرحیم ہے۔

شعیب علیہ السلام اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نہیں چاہتا کہ جن کاموں سے میں تجھے روک رہا ہوں وہ کام خود کروں۔ ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔ (ھود ۸۸)

" (تو کیا میں ان کے خلاف کروں گا؟) اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمہیں منع کروں خود اس کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے لگوں میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے (میں تمہارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں اور (اس بارے میں) مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی کے فضل سے ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔"

علامہ رشید رضاؒ نے اس عالم کی جو علم کے مطابق عمل نہیں کرتا اس کی مثال اس شخص کی طرح بیان کی ہے جو سفر کر رہا ہو راستہ واضح ہے راستہ میں جگہ جگہ علامات ہیں جو اس کی راہنمائی کرتی ہیں تاکہ وہ منزل مقصود پر بلا تردد پہنچ جائے لیکن اگر وہ شخص صحیح راستہ چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے جو واضح نہیں ہے اس پر علامات بھی کچھ سیدھے راستے کی راہنمائی نہیں کرتی ہیں' بلکہ شکوک و شبہات پیدا کرتی ہیں اور اس راہ پر چلتے ہوئے جب اس کی ملاقات کسی شخص سے ہوتی ہے تو وہ اس کی خیر خواہی کرتے ہوئے اسے اس راہ پر چلنے سے روکتا ہے اور اسے صحیح راستہ کی راہنمائی کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس راستہ پر اگر آپ چلتے رہیں گے تو آپ منزل مقصود سے بارياب نہیں ہوں گے یا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بھوکا ہے لوگوں کو مرغوب کھانوں پر مدعو کرتا ہے اور خود ان کو تناول نہیں کرتا بلکہ رات بھر بھوکا رہتا ہے اور پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے یا اس شخص جیسی ہے جو شدت پیاس سے تلملا رہا ہے وہ پانی کے متلاشیوں کی راہنمائی کرتا ہے کہ فلاں جگہ پر پانی موجود ہے وہ وہاں جا کر پیاس بجھاتے ہیں اور تسکین حاصل کرتے ہیں لیکن وہ خود پیاس بجھانے کیلئے چشمہ شیریں کا رخ نہیں کرتا۔ (المنارج ا' ص ۲۹۷)

مدینہ منورہ کے یہودی علماء بالخصوص اپنے مقلدین کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیتے لیکن تورات میں آخر الزماں پیغمبر ﷺ کے بیان کردہ وصف کو چھپاتے' اس کے ساتھ ساتھ وہ عوام الناس کو تورات کے بیان کردہ احکام کی اطاعت کی رغبت دلاتے لیکن خود کو احکام کی مخالفت پر آمادہ پاتے تھے اور اللہ کی نافرمانی کے کام کرنے سے کنارہ کش نہیں رہتے تھے' ان کے اس طرز عمل پر انہیں ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ تمہیں عقل کرنی چاہئے کیا تمہاری عقل تمہیں اس غلط رویہ سے روکتی نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ نے فرمایا میدان حشر میں قیامت کے دن ایک شخص کو دوزخ میں گرایا جائے گا اس کے پیٹ کی انتڑیاں اس کے پیٹ سے باہر نکلی ہوئی ہوں گی وہ شخص ان کے گرد گدھے کی طرح چکر لگائے گا جو آٹا پیسنے والی چکی کے گرد چکر لگاتا ہے۔ دوزخی اس کے اردگرد جمع ہو جائیں گے اس سے دریافت کریں گے اے شخص! کیا بات ہے؟ تو تو اچھے کاموں کے کرنے کی تلقین کیا کرتا تھا اور برے کاموں سے روکا کرتا تھا وہ جواب دے گا اس میں کچھ شک نہیں کہ میں لوگوں کو اچھے کام کرنے کا مشورہ دیتا تھا لیکن خود اچھے کام نہیں کرتا تھا اور لوگوں کو ناجائز کاموں سے روکتا تھا جب کہ میں ان سے باز نہیں رہتا تھا بلکہ برے کام کرتا تھا۔ (مسلم)

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ شدت والے عذاب میں اس عالم کو گرفتار کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا جس کے علم نے اس کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا یعنی وہ خود علم کے مطابق عمل نہیں کیا کرتا تھا۔ (قرطبی ج ا' ص ۳۶۶)

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص کتاب و سنت کے علم سے بہرہ ور ہے لیکن عملاً اس میں کوتاہیاں پائی جاتی ہیں تو کیا وہ کتاب و سنت کے احکام عوام الناس تک پہنچانے سے باز رہے اس کا جواب دیتے ہوئے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص اس لئے امر بالمعروف سے باز رہتا ہے کہ خود اس میں کچھ کمزوریاں ہیں تو اسے نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے سے باز نہیں رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ کون شخص ایسا ہے جس میں ہرگز کوئی کوتاہی نہ ہو۔ امام مالکؒ بھی اس کی تاکید فرماتے ہیں۔ (قرطبی جلد ا' ص ۳۶۷ ۔ ۳۶۸)

پس قرآن پاک کی آیت کو زجر و توبیخ پر محمول کیا جائے گا اس کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام ہی نہ دے' اس لئے کہ کوئی بھی شخص خود کو معصوم قرار نہیں دے سکتا۔ گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے اکثر و بیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شعر فرمایا کرتے تھے۔

اِنْ تَغْفِرَ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا ☆ وَاَیُّ عَبْدٍ لَّکَ لَا اَلَمَّا۔

" اے اللہ اگر تو معاف فرمانا چاہے تو سبھی گناہوں کو معاف فرمائے تیرا کون بندہ ایسا ہے کہ جو صغیرہ گناہوں سے بھی محفوظ ہو۔"

وَ اسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ الخ۔ صبر سے مقصود مکروہات اور منکرات سے نفس امارہ کو روکنا ہے اور خود کو مجسمہ تسلیم و رضا کی حیثیت میں پیش کرنا ہے۔ اللہ کی رضا کے حصول کیلئے مصائب و تکالیف کو برداشت کرنا اور سر تسلیم خم کرنا ہے لیکن صبر کو اختیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ پاک نے اعمال صالحہ کی ادائیگی پر جن انعامات سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے ان پر مکمل یقین ہو اور محرمات' شہوات نفسانی کی جانب شدید میلان سے نفس امارہ کو لگا دینے کے لئے مصابرت کے لئے خود کو تیار کرنا ہے۔ نفس امارہ کو جب تک صحیح طور پر کچلا نہیں جائے گا شہوات پر کنٹرول مشکل ہے اور انسان خود کو خسران حقیقی سے اس وقت بچا سکتا ہے جب کہ وہ اللہ پاک کے ساتھ گہرا رابطہ کرکے خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں باول گریاں اور ندامت کے ساتھ آب دیدہ ہو کر اللہ پاک سے اس کے عفو و رحمت کی بھیک نہ مانگے اور یہ مقولہ مشہور ہے کہ

اَلصَّبْرُ وَسِيْلَةُ الظَّفَرِ " صبر کامیابی کا پیش خیمہ ہے"

اور صبر ایسی عظیم قوت ہے جو انسان کے تمام اعمال خیر و شر کے نظام میں زبردست دخیل ہے' اس کے بغیر اسلام کے جادہ مستقیم پر رواں دواں رہنا آسان نہیں' صبر کے ساتھ نماز کی بروقت اور اس کی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کیفیت کے ساتھ ادائیگی ایسا عمل ہے جس کے نتیجہ میں ایک مسلمان شخص یقیناً نہ صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہ وہ اپنے اردگرد معاشرہ کو اسلام کے سانچہ میں ڈھالنے کے لئے مصروف عمل رہے گا بلکہ خود کو بھی صراط مستقیم پر چلانے کے لئے اسوہ رسول کے مطالعہ کی روشنی میں سرگرداں رہے گا اور اس کے پائے استقامت میں کسی بھی موڑ پر تزلزل رونما نہیں ہو گا' اور وہ نہایت اخلاص اور محبت کے ساتھ احکام الٰہیہ کی ادائیگی میں کچھ بوجھ محسوس نہیں کرے گا بلکہ بخوشی سیرت مصطفیؐ کو ہمیشہ زندگی کے جملہ معاملات میں بنیادی حیثیت دے گا۔

جو مسلمان نماز کو بروقت اور اسوہ رسول ﷺ کے مطابق اس کی شرائط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ریا کاری اور نمائش سے خود کو دور رکھتے ہوئے ادا کرتا رہے گا اور اس پر مداومت اختیار کرے گا تو یقیناً نماز ہی تمام پریشانیوں کا مداوا ثابت ہو گی۔

رسول اکرم ﷺ جب کسی مشکل سے دوچار ہوتے تو فوراً بارگاہ الٰہی میں حاضری دیتے اور نفل نماز ادا فرماتے۔ نتیجتاً آپ کی پریشانی کافور ہو جاتی اور سکون و اطمینان کی دولت سے آپ بہرہ ور ہو جاتے۔

نماز اسلام کا ایسا عظیم رکن ہے جس کے لئے رسول اکرم ﷺ کو معراج کی عظمت سے نوازا گیا اور وہاں پانچ نمازیں امت محمدیہ پر فرض ہوئیں' نماز کی ادائیگی سے امن و اطمینان حاصل ہوتا ہے' بلکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے !کہ نماز کی ادائیگی ایک ایسا عظیم عمل ہے جس کے ادا کرنے سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ البتہ نماز کی صحیح معنی میں ادائیگی نفس امارہ پر بہت شاق گزرتی ہے البتہ جن کے دل اور اعضاء اللہ پاک کی جانب جھکے ہوتے ہیں بلکہ اللہ پاک کی کمال محبت میں مستغرق ہوتے ہیں ایسے لوگ جب اللہ کی عبادت میں مصروف عمل ہوتے ہیں تو ان کی کیفیت میں خاص تبدیلی رونما ہوتی ہے اور ان کا شعور اتنا اجاگر ہوتا ہے گویا کہ ان کے دل کی آنکھیں اللہ پاک کی ذات بے مثال کا دیدار کر رہی ہیں۔

پس نماز کی صحیح ادائیگی اور اس پر مداومت سے صبر جیسا عظیم وصف جلوہ گر ہوتا ہے اور دل و دماغ سے تمام قسم کے خدشات ختم ہو جاتے ہیں اور روحانیت اس قدر مجلی اور مصفی ہو جاتی ہے کہ بے حیائی اور منکر کاموں سے انہیں شدید نفرت ہوتی ہے جود و سخا ایثار اور دیگر اخلاق جلیلہ سے انہیں وافر حصہ عطا ہوتا ہے کہ حق و صداقت کا مقام حاصل کرنے کے لئے وہ ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں اور کسی قسم کا خوف اور رنج ان کے پائے استقلال میں تزلزل نہیں آنے دیتا ہے' اس لئے اللہ پاک نے ان لوگوں کو فلاح و کامیابی کا سرٹیفکیٹ عطا کر دیا ہے جو نماز کی ادائیگی میں خشوع و خضوع کا کردار اپناتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ (المومنون ۱)

"بے شک ایمان دار کامیاب ہو گئے جو نماز میں عجز و نیاز کیا کرتے ہیں۔"

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا رَبِّهِمْ۔ وہ لوگ جو اپنے رب سے ملاقات کا یقین رکھتے ہیں۔

اللہ پاک نے خشوع خضوع کے اوصاف کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمانداروں کو مزید ایک عظیم وصف کے ساتھ نوازا ہے کہ ان لوگوں کو یوم الحساب اور دارالجزاء پر مکمل یقین ہے کہ قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد انہیں بارگاہ الٰہی میں پیش ہونا ہے اللہ کی ملاقات پر پختہ یقین ایک ایسا موثر اور مضبوط عقیدہ ہے جو حدود الٰہیہ سے تجاوز اختیار کرنے والے کو روک دیتا ہے۔ شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جب وہ کسی چیز کو نقصان رسا سمجھتا ہے تو وہ اس سے اجتناب کرتا ہے اور جس چیز کو مفید سمجھتا ہے اس کو حاصل کرتا ہے لیکن وہ لوگ جو لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور خود کو اچھے کاموں سے دور رکھتے ہیں حالانکہ وہ تورات کی تلاوت کرتے ہیں لیکن ان کا اللہ کی ذات اور اس کی کتاب پر ایمان درجہ ظن تک بھی رسائی نہیں کر پاتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایمان محض تقلیدی ہے عادات سے متجاوز نہیں ہے۔ اس قسم کا ایمان آخرت میں نجات کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّي فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٤٧﴾ وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا لَّا تَجۡزِي نَفۡسٌ عَن نَّفۡسٖ شَيۡـٔٗا وَلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَٰعَةٞ وَلَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٞ وَلَا هُمۡ يُنصَرُونَ ﴿٤٨﴾

اے یعقوب علیہ السلام کے بیٹو! میری اس نعمت کو یاد کرو جس کا میں نے تم پر انعام کیا اور میں نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی اور تم اس دن سے ڈرو کہ کوئی جان کسی جان سے کچھ کفایت نہ کرے گی اور کسی کی سفارش قبول نہ ہوگی اور نہ کسی سے فدیہ قبول ہوگا اور نہ کسی کی مدد کی جائے گی۔

چونکہ عوام الناس بیدار مغز نہیں ہوتے اس لئے انہیں بار بار متوجہ کرکے ڈرانا اور آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے انہیں دوبارہ مخاطب کیا ہے دراصل اللہ پاک ان کے ساتھ کرم نوازی فرما رہے ہیں' انہیں مخاطب کرکے متوجہ کرنا مقصود ہے' کہ اللہ نے تمہیں جن انعامات سے نوازا ہے انہیں یاد رکھنا چاہئے انہیں بھلانا نہیں ہے۔ میرا ایک انعام تو یہ ہے کہ میں نے تمہاری ہدایت کے لئے نہ صرف پیغمبروں کو مبعوث فرمایا بلکہ ان پر کتابیں اتاریں اس کے ساتھ ساتھ انہیں متعدد انعامات سے بہرہ ور فرمایا تمہیں نہ صرف یہ کہ منعم حقیقی کی اطاعت کرنی چاہئے بلکہ نعمتوں پر منعم کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئے اس کے ساتھ ساتھ میں نے تمہیں تمہارے دور کے لوگوں پر خاص طور پر فضیلت سے ہم کنار فرمایا ہے۔

خیال رہے ان سے مقصود وہ لوگ نہیں ہیں جو اس وقت موجود نہ تھے یعنی بعد میں آنے والے لوگوں کے لحاظ سے تمہیں ان پر تفوق عطا نہیں کیا ہے اس لئے کہ امت محمدیہ کو قطعی طور پر دیگر امتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ (آل عمران ۱۱۰) "تم بہتر امت ہو جسے لوگوں کی اصلاح کے لئے نکالا گیا۔" قرآن پاک میں امت محمدیہ کے حق میں اور ان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" (یونس ۵۸) " فرما دیجئے (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوا تو اس پر انہیں بھی خوش ہونا چاہئے۔" دونوں آیات کے درمیان زبردست تفاوت موجود ہے امت محمدیہ پر رب تعالیٰ کا فضل عیاں ہے جب کہ بنی اسرائیل پر ان کی ذاتی فضیلت مشہور ہے۔ بنی اسرائیل کی فضیلت کا ذکر فرمانے کے بعد اس کے ساتھ شدید وعید کا ذکر فرمایا دراصل ان لوگوں کو ڈرانا مقصود ہے جو ایسی عظیم نعمت سے غفلت اختیار کرتے ہیں اور اس کے حقوق کی نگہداشت نہیں کرتے۔ لیکن امت محمدیہ کو ان پر بہرحال فضیلت حاصل ہے جب کہ امت محمدیہ کو بالعموم تمام امتوں سے بہتر امت قرار دیا ہے۔ اور پھر مخاطب فرمایا کہ تم قیامت کے دن سے خود کو محفوظ کرو جس دن کوئی شخص کسی دوسرے کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ عوام الناس کو واضح انداز کے ساتھ ڈرایا گیا ہے۔ جب کہ خواص کو مخاطب کیا گیا۔

"قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ" (التوبہ ۱۰۵) "فرما دیجئے عمل کرو تمہارے اعمال کو اللہ اور اس کا رسول دیکھ رہا ہے۔"

جب کہ خواص کو اپنی ذات کا ذکر کرکے ڈرایا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے :

"وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ" (آل عمران ۲۸) "اور تمہیں اللہ اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔"

اس دن نہ کسی کی سفارش قبول ہوگی نہ کسی کا فدیہ دے کر اس کو اللہ کے عذاب سے بچایا جا سکے گا۔ چونکہ بنی اسرائیل اس بات کے مدعی تھے کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے حبیب ہیں اس لئے وہ اللہ کے ہاں سفارش کریں گے' اس آیت میں اس خیال کی بھی نفی کر دی گئی ہے اور انہیں ناامید کر دیا گیا ہے کہ نجات کا دار و مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ قرآن پاک میں وارد ہے :

"فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ" (المدثر ۴۸) "انہیں سفارشیوں کی سفارش فائدہ نہیں دے گی۔"

خیال رہے مطلقاً قیامت کے دن شفاعت کی نفی کفار کے لئے ہے نیز اللہ پاک کی اجازت کے بغیر بھی شفاعت ممکن نہیں ہے' جبکہ ایمانداروں کی شفاعت کا ثبوت کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

"يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا" (طٰہٰ ۱۰۹)

"اس روز (کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر اس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔"

البتہ احادیث مبارکہ صحیحین میں وارد ہیں۔ جن سے شفاعت کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ قیامت کے دن حشر کے میدان میں بارگاہ الٰہی میں شفاعت کے لئے حاضر ہوں گے۔" آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں بارگاہ الٰہی کی حمد و ثنا میں مصروف رہیں گے اور حمد و ثناء کے کلمات بھی' اسی وقت اللہ پاک آپ کو الہام فرمائیں گے' کچھ معلوم نہیں کب تک آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں اللہ کی حمد و ثناء فرماتے رہیں گے پھر آپ کو حکم دیا جائے گا کہ آپ سر اٹھائیں' آپ سوال کریں آپ کا سوال پورا کیا جائے گا۔ سفارش کریں آپ ﷺ کی سفارش قبول ہوگی۔

وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ : دنیوی زندگی میں مجرم شخص جرم کی سزا سے سفارش یا فدیہ دے کر بچاؤ حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن قیامت کے دن فدیہ سے بھی نجات حاصل نہیں ہوگی۔ قرآن پاک میں لفظ عدل مذکور ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی زبان میں سواری پر دو شخص جو ایک دوسرے کے برابر کجاووں پر بیٹھ کر سفر کرتے ہیں انہیں عدیل کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ "عدل سے مقصود مال ہے جس کو صرف کرکے عذاب کے بدلہ میں دیا جائے تو اس کی بھی نفی کر دی گئی ہے۔ قیامت کے روز کسی شخص کے پاس معاوضہ مالی دینے کی سکت نہ ہو گی تو کیسے نجات حاصل ہو گی۔ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ " پہلے جملوں میں ضمیر مونث "مِنْهَا"۔۔۔ نفس کی طرف راجع تھی لیکن "وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ" میں ضمیر جمع کی نفوس کی طرف راجع ہے لیکن نفوس سے مقصود اشخاص ہیں۔

قاضی "ثناء اللہ" بیان کرتے ہیں کہ ضمیر کی دلالت نفس پر ہے اور نکرہ نفی کے سیاق میں استعمال ہو رہا ہے۔ جو عمومیت اور کثرت پر دلالت کرتا ہے اس لئے اس سے عمومیت کے معنی کا خیال کرتے ہیں یہاں اس لئے جمع مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی کافر کو کسی صورت میں عذاب الٰہی سے بچا نہیں سکے گا۔ جیسا کہ اس آیت میں عمومیت کی نفی ہے "فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ" "تو تم میں سے کوئی بھی اسے چھڑانے والا نہیں" البتہ مذکر کی ضمیر کو ذکر کرکے اس سے مقصود اشخاص ہیں اس کے ساتھ ساتھ حرف نفی کو "جملہ اسمیۃ" پر لایا گیا ہے تاکہ جمع کی ضمیر کو دوبارہ ذکر کیا جائے اور نفی کو مزید تاکید حاصل ہو جائے۔

خیال رہے (مدد کرنے) کے بارے میں مفسرین کے تین قول ہیں۔

"ایک قول یہ ہے کہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچاؤ حاصل نہیں ہو سکے گا۔"

"دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ہرگز کسی مددگار کو حاصل نہ کر سکیں گے جو ان کی مدد کر سکے اور نہ کوئی سفارشی ہو گا جو ان کی سفارش کرے۔"

"تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے ان اعمال سے جو تباہی کے گڑھے پر لے جانے والے ہیں ان سے نجات دلانے کے لئے کوئی بھی ان کی معاونت نہیں کرے گا البتہ تینوں اقوال معنی اور مقصود کے لحاظ سے تقریباً ہم معنی ہیں۔"

اس آیت کا سبب نزول کچھ یوں معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل اپنے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اللہ کے محبوب ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی اولاد سے ہیں اس لئے ہمارے آباؤ اجداد قیامت کے دن ہماری سفارش کریں گے' ان کے اس خیال کو غلط قرار دیتے ہوئے اللہ پاک نے انہیں خبردار کیا کہ قیامت کے دن کوئی شخص کسی شخص کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکے گا نہ کسی کی سفارش قبول ہو گی اور نہ فدیہ دے کر کسی کو رستگاری حاصل ہو گی اور اللہ کی بارگاہ میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی اللہ کی اجازت کے بغیر مدد نہ کر سکے گا۔ وہاں تو ہر شخص کا ٹھیک ٹھیک محاسبہ ہو گا۔ اس لئے کہ وہ دن محاسبہ اور مکافات عمل کا دن ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعونیوں سے نجات بخشی جو تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کئے ہوئے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں (بیٹیوں) کو اور اس میں تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔ اور جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا پس ہم نے تمہیں بچا لیا اور فرعونیوں کو غرق کر دیا اور تم (کنارے پر) کھڑے دیکھ رہے تھے۔

یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو اللہ پاک نے جن انعامات سے نوازا انہیں یاد دلایا جا رہا ہے جب کہ گزشتہ تمہارے آباؤ اجداد کو فرعون اور اس کے کلیدی آسامیوں پر فائز ظالموں سے رستگاری عطا فرمائی۔ خیال رہے کہ رسول اکرم ﷺ کے عہد رسالت میں یہودیوں کو ان احسانات سے آگاہ کرانا اور انہیں باور کرانا مقصود ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد کو جن احسانات سے نوازا گیا گویا کہ تمہیں بھی ان سے نوازا گیا ہے جبکہ فرعون ملعون اور اس کے کارندے تمہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنائے ہوئے تھے تمہیں بدترین عذاب سے دوچار کئے ہوئے تھے' دراصل فرعون ملعون نے خواب دیکھا جس سے وہ گھبرا گیا خواب میں اس نے دیکھا کہ بیت المقدس سے آگ نکل کر مصر کے علاقہ میں یعقوب علیہ السلام کی نسل کے لوگوں کو بچاتے ہوئے "قبطیوں" کے گھروں میں داخل ہوئی۔ اس کی تاویل یہ کی گئی کہ فرعون کی بادشاہت کا زوال بنو اسرائیل سے ایک شخص کے ہاتھوں رونما ہو گا۔ دوسری جانب بنو اسرائیل کے بارے میں یہ خبر برابر گشت کر رہی تھی کہ ان سے ایک شخص کا ظہور عنقریب ہونے والا ہے جس کے سبب انہیں دیگر اقوام پر تفوق اور برتری حاصل ہو گی' بلکہ انہیں تسلط ہو گا' مزید وضاحت سورہ طٰہ میں دیکھیں۔

خواب کی روشنی میں فرعون نے حکم صادر کیا کہ آج کے اعلان کے بعد بنی اسرائیل کے جس گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر ملے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے البتہ لڑکیوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے' نیز اس نے آرڈر جاری کیا کہ بنی اسرائیل کے لوگوں کو ذلیل کاموں پر لگایا جائے اور ان سے سخت مشقت کے کام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے جائیں مزید وضاحت سورہ قصص کے آغاز میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس دور میں مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون خواہ "عُمالقہ" قوم سے ہو یا نہ ہو جیسا کہ قیصر روم اور شام کے بادشاہ کا لقب تھا جب کہ وہ کافر ہوتا تھا اور فارس کے حکمران کا لقب کسریٰ اور یمن کے بادشاہ کا لقب تبع تھا' جب کہ وہ کافر ہوتا اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی جبکہ ہندوستان کے بادشاہ کا لقب "بُطلِیمُوس" تھا۔ اس فرعون کا نام جو موسیٰ علیہ السلام کے دور میں تھا' ولید بن مصعب تھا' وہ عملیق بن اود بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے تھا۔ اس کی کنیت ابو مرۃ تھی اصلا" فارسی النّسل" تھا۔ اس کا جو بھی نام ہے بہرحال وہ ملعون انسان تھا۔ اس پر اللہ کی بے شمار لعنتیں ہوں۔ وَفِي ذَالِكُم بَلَآءٌ مِن رَّبِّكُم عَظِيم" ہم نے تمہارے آباؤ اجداد کو فرعون کے عذاب سے نجات عطا کرکے تمہیں نعمت عظیمہ سے نوازا۔"

جب کہ فرعون تمہارے لڑکوں کو ذبح کر دیتا اور لڑکیوں کو لونڈیاں بناتا تھا اور ان سے خدمت لیتا تھا۔ (ابن کثیر)

علامہ قشیری کا قول: جو شخص کسی مصیبت پر اللہ کی رضا حاصل کرتے ہوئے صبر کرتا ہے اللہ اس کے عوض اسے اپنے اولیاء کی رفاقت سے نوازتا ہے۔

غور کیجئے بنو اسرائیل نے فرعون اور اس کی قوم کے مظالم اور تکالیف پر صبر کیا تو اللہ نے ان سے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور بعض کو بادشاہ بنایا اور انہیں اس قدر عظیم انعامات سے نوازا جن سے کسی دوسری قوم کو نہیں نوازا بلکہ انعامات الٰہیہ نے عذاب الٰہی کے اثرات کو بالکل محو کر کے رکھ دیا۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۳۵۷)

"وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ"۔ الخ...

جب ہم نے تمہیں فرعون اور اس کے کارندوں سے نجات عطا کی اور تم موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں چل نکلے تو فرعون تمہارے تعاقب میں نکل پڑا۔ جب تم بحر قلزم پر پہنچے تو ہم نے تمہارے لئے بحر قلزم میں راستے بنا دیئے اور تم اس سے صحیح سلامت پار ہو گئے۔ (تفصیل سورہ شعراء میں ملاحظہ فرمائیں) لیکن تمہارے اور تمہارے دشمن کے درمیان ہم نے پردے لٹکا دیئے اور ہم نے انہیں بحر قلزم میں ڈبو دیا' تم ان کے ڈوبنے کا منظر دیکھ رہے تھے' اس منظر کے دیکھنے سے تمہیں مسرت حاصل ہوئی اور تمہارے دلوں کو ٹھنڈک پہنچی جب کہ دشمن ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ذلت و ادبار سے دوچار ہو گیا۔

جس دن فرعون اور اس کا لشکر بحر قلزم میں غرق ہوا وہ عاشوراء کا دن تھا یعنی محرم کی دس تاریخ تھی چنانچہ بخاری شریف میں ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عنهُما سے حدیث مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے روزہ رکھنے کا سبب دریافت کیا انہوں نے بتایا کہ یہ دن نہایت بہتر دن ہے اس روز اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات عطا کی تھی۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا اس پر آپ ﷺ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا تم سے زیادہ میں خود کو اس لائق سمجھتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کے روزہ رکھنے کے سبب میں بھی اس روز روزہ رکھوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

لیکن ایک حدیث میں وارد ہے جو مسلم شریف میں ہے کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو دس محرم کے ساتھ ساتھ نو محرم کا روزہ رکھوں گا۔ محدثین نے تمام روایات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا کہ نو اور دس محرم دونوں کا روزہ رکھا جائے یہی بہتر اور مناسب ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۴۴-۳۴۵)

ابو حیان" مفسر نے بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل کا فرعون کے ظلم و ستم سے نجات پانا اس وجہ سے ہوا کہ فرعون اپنے لشکر جرار کے ساتھ بنی اسرائیل کے تعاقب میں بحر قلزم کے ان راستوں پر چل پڑا جہاں سے بنو اسرائیل گزرے تھے اور ان کے لئے اللہ پاک نے راستے بنائے تھے' بنو اسرائیل تو اللہ پاک کی مدد کے ساتھ بحر قلزم سے نکل کر کنارے پر پہنچ گئے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام شیر خوارگی کے عالم میں فرعون کے خوف سے جب انہیں ایک صندوق میں ڈال کر بحر قلزم کی لہروں کے حوالہ کر دیا تھا۔ تو اللہ پاک نے انہیں فرعون کے ظلم و استبداد سے نجات عطا کی جب کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو ذبح کر دینا تھا جیسا کہ دیگر اسرائیلی بچوں کو ذبح کیا کرتا تھا' تو اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کو محفوظ فرمایا اور انہیں سمندر سے صحیح سالم باہر نکال لیا گیا لیکن فرعون اور اس کی قوم کو اللہ نے بحر قلزم میں ڈبو کر موت کے سپرد کیا۔

دراصل فرعون اور اس کی قوم کو اس جرم کی پاداش میں ڈبو کر مارا کہ وہ اسرائیلی شیر خوار بچوں کو ذبح کیا کرتا تھا اگر حقیقت کی نگاہوں سے دیکھا جائے کہ ذبح کرنے میں مذبوح جلد موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ جب خون شریانوں سے نکل جاتا ہے تو موت طاری ہو جاتی ہے جب کہ پانی میں ڈوب کر مرنے والا شخص عرصہ دراز تک موت و حیات کی کشمکش میں رہتا ہے' اس لئے کہ ڈوب کر مرنے والے شخص کی شریانوں سے خون نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی مزید برآں وہ پانی جو زندگی کا باعث ہے اس کو ہی ان کی موت کا سبب بنایا۔

مزید برآں پانی میں ڈوب کر مرنا نہایت مشکل موت ہے اور اس طرح کی موت میں اللہ پاک نے اس شخص کو مبتلا کیا جو الوہیت کا مدعی تھا۔ اس لئے کہ اللہ پاک کی جانب سے سزا گناہ کے مطابق دی جاتی ہے اور الوہیت کا دعویٰ کرنے والا شخص اس لائق ہے کہ اسے نہایت خوفناک اور عبرتناک موت کے حوالے کیا جائے اور وہ یہ ہے کہ اسے پانی میں ڈبو دیا جائے۔ اور فرمایا اے اسرائیلیو! تم اس کی موت کے منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

دراصل بنو اسرائیل کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ تم نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر لیا کہ بحر قلزم میں اس لئے پانی کا جریان رک گیا تاکہ تم اس سے صحیح سلامت پار ہو جاؤ اور تمہارے تعاقب میں دشمن جو غیظ و غضب کے ساتھ تمہیں صفحہ ہستی سے معدوم کرنا چاہتا تھا' اس کو غرق کر کے تمہیں نجات عطا کی اور سب کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا تم کنارے پر مشاہدہ کر رہے تھے یہ سب کچھ اللہ پاک کی جانب سے ایک پیغمبر کو خرق عادت کے طور پر عطا کیا گیا جو تمہاری جانب مبعوث کیا گیا تھا۔ (نظم الدرر ج۱ ص۳۶۰)

سورہ یونس میں وضاحت ہے حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ○ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (یونس ۹۰-۹۱)

"کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس نے کہا میں اس معبود حقیقی اللہ پر ایمان لایا جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی سر تسلیم اطاعت کرنے والوں سے ہوں (اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا گیا) اب ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے قبل تو نافرمانی کرتا رہا اور تو فساد انگیزی کرتا رہا' اب ہم تیری لاش کو ہی بچائیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کے لئے نشان عبرت ہو بلاشبہ بہت سے انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

قرآن پاک کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کی لاش کو تحفظ حاصل رہے گا چنانچہ ۱۹۰۷ء میں اس کی لاش کا سراغ لگا لیا گیا اس وقت یہ لاش برٹش میوزیم (British Musuiem) میں موجود ہے۔ معلوم ہوا قرآن پاک اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہے اس کی صداقت میں شبہ کرنا بالکل ناجائز ہے۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چالیس راتیں وقت مقرر کیا پھر تم نے اس کے جانے کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنایا اور تم ظالم تھے۔ پھر اس کے بعد ہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے تم کو معاف کر دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔ اور اس وقت کو یاد کرو کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب اور حجت عطا کی تاکہ تم ہدایت پا سکو۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! بے شک تم نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ تم نے بچھڑے کو (معبود) بنایا بس تم اپنے پروردگار کی جانب پھر آؤ اور تم خود کو قتل کرو یہ تمہارے لئے تمہارے پروردگار کے ہاں بہتر ہے پھر اللہ نے تم پر مہربانی کی بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل جب بحر قلزم پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنی لاٹھی سمندر پر ماریں تو اس سے پانی کا ایک حصہ یوں رک کر بلند ہوتا گیا جیسا کہ بہت بڑا پہاڑ ہوتا ہے' چنانچہ وہ بحر قلزم میں داخل ہو گئے اور خشک راستہ پر چل کر اسے عبور کر لیا تو فرعونیوں نے بھی بنی اسرائیل کا تعاقب کیا جب بحر قلزم کے کنارے پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام کے رفقاء نے انہیں دیکھتے ہی کہا کہ ہمیں وہ اپنی تحویل میں لے آئیں گے لیکن موسیٰ علیہ السلام نے دل جمعی کے ساتھ فرمایا بالکل نہیں بے شک میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ میری راہ نمائی کرے گا۔

چنانچہ اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی کی کہ آپ اپنی لاٹھی سمندر پر ماریں انہوں نے تعمیل ارشاد کیا۔ تو پانی پھٹ گیا اور پانی میں خشک راستے بن گئے اور موت کا خطرہ جاتا رہا تو بنی اسرائیل اللہ پاک کی نصرت سے بحر قلزم پار کر رہے تھے کہ فرعونیوں نے پانی میں خشک راستوں کو دیکھ کر خود کو بحر قلزم کے سپرد کر دیا۔ نتیجۃً بنی اسرائیل بحر قلزم پار کر گئے اور فرعونیوں کو اللہ پاک نے بحر قلزم میں ڈبو دیا۔ بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارے پر ان کی غرقابی کا منظر دیکھ رہے تھے جب بحر قلزم کا پانی مل گیا۔

اسی انداز کا ایک واقعہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا جب وہ فارسیوں کے ساتھ بحرین کے نواحی علاقہ میں جہاد کر رہے تھے۔ فوج کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی' سعد بن ابی وقاص نے حکم دیا کہ گھوڑوں کو سمندر کی لہروں کے حوالہ کردو چنانچہ تمام لشکر گھوڑوں سمیت بحر ظلمات کو عبور کرتے ہوئے کنارے پر صحیح سلامت پہنچ گیا' ایک شخص بھی ڈوبنے نہ پایا بلکہ مجاہدین کی کیفیت یہ تھی کہ ان میں جب کوئی شخص تھکاوٹ محسوس کرتا تو گھوڑے کی پیٹھ سے اتر کر پانی کی سطح پر یوں رواں دواں نظر آتا جیسے کسی پتھر پر بلا خوف و خطر کھڑا ہو' کچھ عرصہ آرام حاصل کرنے کے بعد پھر تیرنا شروع کر دیتا۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۳۵۹)

غالباً اسی واقعہ کے پیش نظر علامہ اقبالؒ نے کہا ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

چنانچہ بحر قلزم سے بنی اسرائیل کو بخیر و عافیت گزارنا ان پر اللہ پاک کا احسان تھا اس کے ساتھ ساتھ اللہ پاک نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام پر کتاب کو نازل کیا جائے جس سے ان کا دینی مزاج صحیح سمت کی جانب رہے۔ چنانچہ آئندہ آیات میں وضاحت ہے کہ اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات سے نوازنا چاہا تو ان سے عہد لیا کہ وہ اللہ کے ساتھ مناجات کیلئے چالیس راتیں کوہ طور پر بسر کریں۔

علامہ بیضاویؒ کا قول: کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو تورات کا عطیہ عطا کرنے کے لئے دعوت دینا اور اللہ کے ساتھ مناجات کرنا بنی اسرائیل پر جس قدر انعامات کئے گئے ہیں ان سب سے یہ احسان عظیم تر ہے جس سے جہاں اللہ پاک کے وجود کا علم حاصل ہوتا ہے وہاں موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق بھی ہوتی ہے لیکن بنی اسرائیل نے اس کے باوجود اس بچھڑے کو معبود بنا لیا جس کو سامری نے قبطیوں فرعونیوں کے زیورات سے تیار کیا اور بنی اسرائیل نے مطالبہ کیا کہ ہم اس وقت تک تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم اللہ کا بلا شک و شبہ دیدار نہ کر پائیں۔ ان کا یہ انداز پتہ دے رہا ہے کہ وہ فہم و فراست' دانائی' ہوشمندی اور ذہانت کے لحاظ سے امت محمدیہ سے کہیں پیچھے ہیں' جب کہ امت محمدیہ نے رسول اللہ ﷺ کے جن معجزات کا ملاحظہ کیا وہ تمام نہایت دقیق ہیں سطحی نہیں ہیں' ذکی الفطرت اشخاص ہی ان کا ادراک کر سکتے ہیں اس کے باوجود انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی تابعداری سے پس و پیش نہیں کی۔ فرعونیوں کی تباہی و بربادی کے بعد جب وہ مصر واپس لوٹے تو اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا کہ آپ چالیس راتیں' ذوالقعدہ مکمل اور ذوالحجہ کی دس راتیں کوہ طور پر گزاریں۔

خیال رہے اس آیت میں وَاعَدْنَا باب مفاعلہ سے ماضی کا صیغہ ہے جس سے یہ معنی واضح ہو رہا ہے کہ اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی یعنی تورات عطا کرنے کا وعدہ فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام نے چالیس راتیں وہاں مناجات کیلئے گزارنے کا وعدہ فرمایا' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چالیس راتوں کا ذکر کیا ہے۔ چالیس دن کا ذکر کیوں نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ مناجات کا اصل وقت رات ہے اور رات کے لمحات میں مناجات میں لذت حاصل ہوتی ہے دن میں اس کا تصور بھی ممکن نہیں اور پھر چالیس راتیں سمیت دن بھر بیدار رہنا ہو گا' اس کے بعد تورات عطا کی جائے گی اور اللہ کے ساتھ ہم کلام ہونے کے شرف سے باریابی حاصل ہو گی چونکہ قمری مہینے کا آغاز رات کو چاند کے طلوع ہونے سے ہوتا ہے اس لئے چالیس راتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور دن رات کے تابع ہے یا اندھیرا روشنی سے پہلے ہے۔ قرآن پاک میں ذکر ہے:

وَ آيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ۔ (یس ۳۷)

"اور ایک نشانی ان کے لئے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن موسی علیہ السلام کے ساتھ اللہ پاک کا ہم کلام ہونا معراج سے کم درجہ رکھتا ہے' اس لئے کہ معراج میں رسول اللہ ﷺ ساتوں آسمانوں کو چیرتے ہوئے سدرۃ المنتہی تک تشریف لے جاتے ہیں' بلکہ اللہ پاک کو علم ہے کہ آپ کہاں تک پہنچے اور آپ کا بلاواسطہ اللہ پاک سے مکالمہ ہوا اور اسی رات میں ہی اپنے گھر مکہ میں واپس ہوئے جو کہ آپ کیلئے جبل سے کم نہ تھا' آپ ﷺ نے رات کے چند لمحات میں جو سفر طے کیا اتنا سفر تقریباً پچاس ہزار سال میں طے ہوتا ہے۔ سورہ سجدہ میں اس کی وضاحت کی جائے گی۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۳۶۱ - ۳۶۲)

فرعون لعین اور فرعونیوں کی غرقابی اور تباہی کے بعد بنی اسرائیل واپس مصر پہنچے تو اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام سے وعدہ فرمایا کہ آپ پر تورات نازل ہوگی۔ اس پر موسی علیہ السلام نے بتایا میں اپنے پروردگار کی ملاقات کے لئے جا رہا ہوں۔ وہاں چالیس راتیں رہنا ہے اور بنی اسرائیل پر ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کیا' اس دوران جبریل علیہ السلام ان کے ہاں پہنچے تاکہ موسی علیہ السلام کو اپنے پروردگار کی خدمت میں پہنچائے آپ کے وہاں جانے کے بعد سامری نے بنی اسرائیل سے وہ زیورات اکٹھے کئے جو وہ فرعونیوں سے عاریۃ" لے کر مصر سے نکلے تھے سامری نے بنی اسرائیل کو کہا کہ زیورات چونکہ عاریۃ فرعونیوں سے حاصل کئے گئے تھے۔ وہ تمہارے لئے حلال نہیں ہیں۔ چنانچہ زمین میں گڑھا کھودا گیا اور زیورات کو اس میں دفن کر دیا گیا اور ان سے کہا کہ موسی علیہ السلام جب واپس آئیں تو وہ زیورات کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے اس پر عمل کیا جائے گا اس دوران سامری نے زیورات کو پگھلا کر تین دن میں ایک بچھڑے کی شکل میں ڈھال دیا اور بنی اسرائیل سے کہا یہ بچھڑا تمہارا اور موسی علیہ السلام کا معبود ہے اس کی عبادت کرو چنانچہ بنی اسرائیل نے بچھڑے کی عبادت کرنا شروع کر دی جیسا کہ اس آیت میں وضاحت ہے کہ تم نے موسی علیہ السلام کے جانے کے بعد بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا اور تم ظالم تھے اس لئے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا قرآن پاک کی اصطلاح میں ظلم عظیم ہے جیسا کہ فرعونیوں نے ظلم کیا جب کہ انہوں نے فرعون لعین کو اپنا معبود بنایا بلکہ تم ان سے بھی زیادہ ظالم ہو اس لئے کہ تم ایمان لانے کے بعد شرک کے مرتکب ہوئے بعد ازاں جب تم نے اللہ کی سزا کو قبول کیا تو ہم نے تمہیں معاف کر دیا۔ سزا کا ذکر اگلی آیت میں ملاحظہ فرمائیں۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ الخ ۔۔۔ "تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرتے رہو" ظاہر ہے کہ تمہارا شکر ادا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تم پر اللہ کی جانب سے انعام ہو رہا ہے جس پر تم اللہ کا شکر ادا کرو اللہ کا انعام یہ ہے کہ اللہ نے ان کے جرم عظیم کو معاف کر دیا جب انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا یا۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ الخ۔

ہمارا تم پر انعام ہے کہ ہم نے تمہاری ہدایت کے لئے موسی علیہ السلام کو کتاب تورات عطا کی اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ تورات کو فرقان کے ساتھ بھی تعبیر کیا۔ اس لئے کہ تورات جہاں علم کے لحاظ سے جامعیت کی حامل ہے وہاں وہ حق و باطل کے درمیان بھی امتیاز کرتی ہے دونوں اوصاف مترادف ہیں۔ معنیً دونوں ایک ہیں۔ جیسے عربی کا ایک شاعر کہتا ہے۔

أَلَا حَبَّذَا هِنْدٌ وَأَرْضٌ بِهَا هِنْدُ
وَهِنْدٌ أَتَى مِنْ دُونِهَا النَّأْيُ وَالْبُعْدُ

" ہندہ نامی محبوبہ کس قدر اچھی ہے اور زمین کا وہ قطعہ بھی کتنا مبارک ہے جہاں ہندہ کی رہائش ہے جب کہ ہندہ محبوبہ کے ساتھ ملاقات میں دور کی مسافت حائل ہے۔"

اس شعر میں اَلنَّأْیُ اور اَلْبُعْدُ دونوں مترادف الفاظ ہیں علم نحو میں لَعَلَّ کا استعمال تَرَجِّی امید کے معنی میں محبوب چیز کے لئے آتا ہے جیسا کہ ذکر کردہ آیت میں شکر ادا کرنا محبوب ہے۔ لیکن اگر اس کا متعلق ایسی چیز ہے جس سے بچا جاتا ہے تو پھر امید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے لَعَلَّ الْعَدُوَّ یَقْدَمُ "یعنی دشمن کے آنے پر خطرہ ہے اس سے بچاؤ مقصود ہے۔"

لیکن امت محمدیہ کا فرقان خصوصیت کے ساتھ ایمان و ایقان کی وہ روشنی ہے جو ہر مومن کے دل میں جلوہ گر ہے جس کے ساتھ حق و باطل کے درمیان امتیاز ہوتا ہے اسی لئے ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا آپ اپنے دل سے فتوی حاصل کریں۔ دوسری حدیث میں ہے تم نے مومن کی فراست سے خود کو بچانا ہوگا اس لئے کہ وہ اس نور ہدایت کے ساتھ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرلیتا ہے جس کو اس کے دل میں ودیعت کیا گیا ہے۔ نیز قرآن پاک میں ہے:

إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (الانفال ۲۹) "اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے امر فارق پیدا کر دے گا (یعنی تم کو ممتاز کر دے گا)" (نظم الدرر ج ۱، ص ۳۶۹ - ۳۷۰)

" وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ الخ۔ سابقہ آیت کے آخر میں اس امید کا اظہار تھا کہ تم راہ ہدایت اختیار کرو گے اور ہدایت کی ایک صورت تو یہ بھی ہے چنانچہ جس آیت کی تفسیر ہم کر رہے ہیں اس میں موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو توبہ کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ تمہارا وہ گناہ محو ہو جائے کہ تم نے دھات سے بنے ہوئے بچھڑے کو اپنا معبود بنایا اس گناہ پر تمہیں بارگاہ الہی میں صدق دل سے تائب ہونا چاہئے جب کہ فرعونیوں نے تو فرعون ایک انسان کو اپنا معبود بنایا تھا تو اللہ تعالی نے انہیں بحر قلزم میں ڈبو دیا۔ لیکن تمہیں توبہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

چنانچہ موسی علیہ السلام جب تورات لے کر کوہ طور سے واپس اپنی قوم کے پاس پہنچے تو وہ دھات کے بنے ہوئے بچھڑے کی عبادت کر رہے تھے تو موسی علیہ السلام نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے سرزنش کی کہ تم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے کہ تم نے بچھڑے کو اپنا معبود ٹھہرا لیا ہے۔ تم اس عمل شنیع کے ارتکاب سے سخت سزا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مستحق ہو تمہارا یہ فعل بدترین جرم ہے تم نے اس کو معبود بنا کر شرف انسانی کی چادر کو تار تار کر دیا ہے تم سمجھتے ہو کہ وہ کسی عزت و استحقاق کا مالک نہیں ہے کسی انسان کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ کسی انسان کے سامنے اپنا سر جھکائے چہ جائیکہ اپنے سے کہیں کمتر کے سامنے ذلت کے ساتھ اسے اپنا معبود بنائے۔ حیرت ہے کہ دھات سے بنے ہوئے بچھڑے (جو غباوت میں ضرب المثل ہے) کہا جاتا ہے اَبْلَهُ مِنْ ثَوْرٍ کہ "فلاں آدمی بیل سے زیادہ احمق ہے" وہ چیز جس کی شکل حیوان جیسی ہے تم انسانی شرف کے جوہر کو پامال کر رہے ہو تمہیں چاہیے کہ تم اللہ کے ساتھ شریک بنانے سے باز آ جاؤ اس ذات کی بارگاہ میں شرمندہ ہو کر اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے عفو درگزر کی بھیک طلب کرو' وہی ذات ہے جو تمہیں عدم سے زیست کی جانب لایا۔ بلکہ تمام اعیان کا موجد اکیلا اللہ ہے تو جس ذات نے تمام اعیان کو وجود عطا کیا اور انہیں زندگی سے نوازا ہے وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ بھلا وہ بچھڑا جس کو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا وہ ہرگز ہرگز اس لائق نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے' اب تمہارے اس جرم عظیم اور اشراک باللہ کی سزا یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو موت کے گھاٹ اتارو۔

قرآن پاک کے الفاظ کا واضح معنی یہ ہے کہ تم خود کشی کرو لیکن خود کشی تو اسلام میں جائز نہیں اس لئے اس سے مقصود یہ ہے کہ تم اپنے اقرباء' آباؤ اجداد اور بیٹوں وغیرہ کو قتل کرو۔ ظاہر ہے کہ ان کا قتل کرنا خود کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے۔ اس لئے اس کا معنی یہ کرنا غلط نہیں کہ تم خود کو قتل کرو بظاہر تم قتل کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے ہو لیکن یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس لئے کہ اس قتل سے تمہارا وہ گناہ دھل جائے گا جو تمہیں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں مبتلائے عذاب رکھتا۔

چنانچہ جب تم نے ایک دوسرے کو قتل کیا تو اس سے تمہاری توبہ عند اللہ قبول ہو گی تمہارا گناہ دھل گیا تم اب ابدی مسرتوں اور شادکامیوں کے حقدار ہو گئے لیکن اگر اللہ تمہیں توبہ کی توفیق سے نہ نوازتا تو تم ہرگز توبہ کی جانب مائل نہ ہوتے بہرحال ان کی توبہ قبول ہوئی' مفسرین نے اسرائیلی ماخذ سے جو کچھ بیان کیا ہے ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ امت محمدیہ پر اللہ پاک کا کتنا عظیم احسان ہے کہ ان کی توبہ کی شکل یہ ہے کہ وہ گناہ کی زندگی پر نادم ہو کر بارگاہ الٰہی کی جانب صدق دل سے رجوع کریں اور عزم کریں کہ وہ دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کریں گے'۔ جب کہ ارتداد کی صورت میں قتل کرنے کا حکم اس وقت ہے جب مرتد تائب نہ ہو۔

"هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ" اس میں ہرگز شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ کا وصف تواب جو مبالغہ کا صیغہ ہے' یعنی وہ ذات توبہ قبول کرنے میں نہایت وسعت والا ہے اور مہربان ہے۔ ارشاد باری ہے:

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" (الزمر ۵۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے پیغمبر ﷺ میری طرف سے لوگوں سے) کہدو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ تو بہت بخشنے والا مہربان ہے۔
"

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ راہ رو منزل ہی نہیں
تجھ کو کریم جان کر ہم نے گناہ کیے
تیرے کرم کی آس سے ہم اہل خطا بنے

وَإِذْ قُلْتُمْ يَٰمُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى ٱللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ ٱلصَّٰعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿٥٥﴾ ثُمَّ بَعَثْنَٰكُم مِّنۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ ٱلْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ ٱلْمَنَّ وَٱلسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٥٧﴾

اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم اللہ کو ظاہر نہ دیکھ لیں۔ پس بجلی کی کڑک نے تمہیں پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تمہیں تمہارے مرنے کے بعد اٹھایا تاکہ تم شکر گزار بنو۔ اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من اور سلویٰ کو اتارا پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور انہوں نے ہم پر کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ وہ اپنی جانوں پر زیادتی کرتے رہتے تھے۔

جب بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت سے تائب ہونے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اللہ پاک کی رؤیت کا مطالبہ شروع کر دیا' انہوں نے مطالبہ کرتے وقت موسیٰ علیہ السلام کا احترام ملحوظ خاطر نہ رکھا مزید برآں انہیں ان کے نام سے پکارا جس سے ان کا بے ادب ہونا آشکارا ہو رہا ہے' ان کے لئے مناسب یہ تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو یَا نَبِیَّ اللّٰہ' یا رَسُولَ اللّٰہ یَا کَلِیمَ اللّٰہ کے القاب کے ساتھ پکارتے جن سے ان کی عظمت آشکارا ہوتی' ان کی گستاخانہ ذہنیت کا اندازہ لگائیں کہ وہ اپنی غلط عادت کے پیش نظر انہیں "یَا مُوسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طَعَامٍ وَّاحِدٍ ، یَا مُوسٰی اجْعَل لَّنَا اِلٰھًا ، یَا مُوسٰی ادْعُ لَنَا رَبَّکَ کے انداز سے مدعو کیا اور مطالبات پیش کئے۔ جب کہ اللہ پاک نے امت محمدیہ کے لوگوں کو بھی یہی حکم دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں:

"لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُم بَعْضًا۔" (النور ٦٣) "اے مسلمانو! جب پیغمبر اسلام ﷺ تم میں سے کسی کو بلائیں تو ان کے بلانے کو آپس میں ایسی (معمولی) بات نہ سمجھو" یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو بالخصوص "یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ، یَا اَیُّھَا الرَّسُولُ، یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ، یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ" وغیرہ القاب کے ساتھ پکارا ہے۔ آپ کا نام لے کر آپ کو نہیں پکارا ہے۔

بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم تورات پر ایمان نہیں لائیں گے کہ وہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہے جب تک کہ ہم اللہ کا کھلم کھلا دیدار نہ کر پائیں یعنی درمیان میں کوئی پردہ حائل نہ ہو اور دیدار بھی عالم بیداری نیز اللہ کی آواز بھی ہمارے کانوں تک پہنچے، خواب میں نہ ہو ان کے مطالبہ کا انداز معاندانہ اور احترام الٰہی کے خلاف تھا، جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی اللہ پاک سے عرض کیا تھا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنی ذات کا دیدار کرائیں، میں تیری ذات کے دیدار کا خواہشمند ہوں، اللہ پاک نے نہایت زور دار الفاظ میں فرمایا تجھے ہرگز میرا دیدار نہیں ہو سکتا۔ البتہ آپ کوہ طور کی جانب دیکھیں اس پر میری ذات کی تجلی ہو گی اگر وہ اپنی حالت پر قائم رہا تو تجھے بھی میرا دیدار میسر آ سکے گا لیکن جب اللہ نے کوہ طور پر اپنی ذات کی تجلی کی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

رسول اکرم ﷺ کو بھی دیدار الٰہی سے مشرف نہیں فرمایا گیا۔ رؤیت کی نص موجود نہیں ہے۔ ہاں معراج کی رات میں اگر آپ نے اللہ پاک کی ذات کا دیدار کیا ہوتا تو اس کا ذکر واضح طور پر ہوتا البتہ جبریل علیہ السلام کو اس کی اصل حالت میں دیکھا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

"لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔" (الانعام ١٠٣)

" نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ بھید جاننے والا خبردار ہے۔"

اگر آپ ﷺ نے معراج کی رات اللہ کا مشاہدہ کیا تو آنکھوں سے نہیں البتہ دل کے ساتھ کیا جب کہ آخرت میں ایمانداروں کو بھی جنت میں اللہ پاک کی رؤیت حاصل ہو گی۔ ارشاد الٰہی ہے:

"وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" (القیامہ ٢٢ - ٢٣)

" اس روز بہت سے منہ رونق دار ہوں گے اور اپنے پروردگار کے محو دیدار ہوں گے۔"

بنی اسرائیل نے ان کے غیر مہذب اور ناشائستہ انداز مطالبہ کے جواب میں ہولناک چیخ کی آواز کو سنا اور اس کے سبب ان پر غشی طاری ہو گئی اور وہ کچھ عرصہ موت کی کیفیت میں رہے۔ جب کہ موسیٰ علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السلام پر موت تو طاری نہیں ہوئی۔ البتہ چند لمحات بے ہوش رہے ان کے بارے میں قرآن پاک نے فرمایا ہے کہ جب وہ ہوش میں آ گئے اور بنی اسرائیل کے بارے میں "بَعَثْنَاكُمْ" کا جملہ وارد ہے اور بَعَثَ کا اطلاق کسی مردہ شخص کو زندہ کرنے پر وارد ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے لفظ اَفَاقَ استعمال کیا جس کا استعمال بے ہوشی سے اٹھنے کے لئے ہوتا ہے۔

"وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ" الخ۔ تم چیخ سننے کے بعد موت کی آغوش میں چلے گئے تمہیں اس کا خوب علم ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کی بارگاہ میں آہ وزاری کے ساتھ دعا کی اور عرض کیا اے میرے پروردگار! میں بنی اسرائیل سے کیا معذرت کروں گا جبکہ ان سے منتخب انسان موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں پھر انہیں زندہ کیا گیا۔

"ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" میں "ثم" کے لفظ سے بھی یہ حقیقت مترشح ہو رہی ہے کہ ان کی بے ہوشی کی کیفیت اور انہیں زندہ کرنے کے درمیان کچھ عرصہ ہے تو موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے انہیں زندگی عطا ہوئی اور وہ اس کیفیت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ ابھی ان کی زندگی کا کچھ حصہ باقی تھا۔ اس لئے انہیں زندہ کیا گیا تاکہ وہ اپنی زندگی کا پورا وقت گزاریں جب کہ بعض مفسرین نے اس غشی کو مجازی موت قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

"وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ" (ابراہیم ۱۷)

"اور ہر طرف سے اسے موت آ رہی ہو گی مگر وہ مرنے میں نہیں آئے گا۔"

ایک شاعر کا شعر ملاحظہ کریں۔

وَ قُلْ لَّهُمْ بَادِرُوا بِالْعُذْرِ وَ الْتَمِسُوا
قَوْلاً يُبَرِّئُكُمْ اِنِّيْ اَنَا الْمَوْتُ

" آپ انہیں کہیں کہ تم جلدی سے معذرت کرو اور ایسی بات کہو جس سے تمہاری برات ہو جائے یقیناً میں تو موت ہوں جبکہ میں موت کا سبب ہوں" نیز موت کے مقدمات بے ہوشی وغیرہ کو بھی مجازا موت کہا جا سکتا ہے۔

"لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" تمہاری کیفیت اس شخص کی طرح ہو جس سے شکر ادا کرنے کی امید ہے یعنی تم میں کچھ لوگ شکر گزار ہوں گے جب کہ کچھ دوسرے شکر نہیں کریں گے اگر اس کی جگہ "لِتَشْكُرُوْا" ہوتا تو اس سے مقصود وہ لوگ ہوں گے جن میں شک کی ہرگز گنجائش نہیں۔

جس آیت کی تفسیر ہو رہی ہے اس میں اور اس سے پہلے "وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ" الخ۔ میں اہل عرب کو ان کی غفلت سے بیدار کیا ہے کہ وہ بعث بعد الموت کا کیوں انکار کر رہے ہیں نیز ایک سوال کی جانب راہ نمائی ہے جو اہل کتاب سے ہے کہ وہ کیوں اس فریب میں مبتلا ہیں کہ وہ اس واقعہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں جو ان کے اسلاف کو پیش آیا کہ انہیں مارنے کے بعد زندہ کر دیا بالکل اسی طرح ان کی روزمرہ کی گفتگو میں گائے وغیرہ کو ذبح کرنے کے بعد اسے زندہ کیا۔ نیز اس واقعہ میں دلیل پیش کی گئی ہے کہ قیامت کے دن تمام لوگوں کو پہلے اچانک بے ہوش کیا جائے گا پھر انہیں زندہ اٹھایا جائے گا جب یہ واقعہ بعض لوگوں کے علم میں ہے تو گویا کہ عمومیت کے لحاظ سے تمام لوگوں کو اس کا اعتراف کرنا چاہئے۔

بنی اسرائیل کے بے ہوش ہونے کا واقعہ پتہ دے رہا ہے کہ ان پر فضا میں بادل چھا گئے۔ بادلوں کی کڑک نے انہیں بے ہوش کر دیا۔ تو اب اس کے بعد ذکر ہو رہا ہے کہ اے بنی اسرائیل! ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور تمہیں موت سے ہمکنار کرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کی اور بادلوں کے سائے سے تمہیں سورج کی گرمی سے تحفظ عطا کیا اور باطنی گرمی بھوک سے تمہیں بچایا۔ جب تم پر من و سلوی کو نازل کیا جیسا کہ جنتی لوگ قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد ان نعمتوں سے شاد کام ہوں گے۔ وہ سایوں میں آرام کریں گے اور وہ بلا مشقت متعدد نعمتوں سے تعیش کی زندگی بسر کریں گے اسی طرح ان کے لباس بھی ان کے اجسام کے مطابق ہوں گے۔ گویا کہ وہ دنیا والوں کے احوال کی طرح اھل جنت کے احوال میں ہوں گے۔

"وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ" الخ۔

"اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور ہمنے تم پر من اور سلوی اتارا۔"

بعد ازاں جب بنی اسرائیل تیہ جنگل میں تھے تو وہ سورج کی دھوپ اور گرمی سے پریشان تھے انہیں جنگل میں غذا کی بھی ضرورت تھی ان پر اللہ پاک نے احسان فرمایا کہ ان کو دھوپ سے تحفظ عطا کرتے ہوئے ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا یعنی عالم علوی کو عالم سفلی کے لئے مسخر کر دیا چنانچہ دن بھر ان پر بادلوں کا سایہ رہتا تھا اور رات کو بادل ختم ہو جاتے اور چاند کی روشنی سے مستفید ہوتے۔ ان کی خوراک کے لئے ان پر من اور سلوی کو نازل کیا۔ دونوں میں غذائیت بھی ہے اس کے ساتھ ساتھ ان میں علاج کا عنصر بھی ہے۔

مزید برآں من میں حلاوت اور سلوی میں چکناہٹ ہے۔ دونوں کے استعمال سے بدن کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور حرارت میں کمی آتی ہے۔ مزید برآں جنگ بدر میں فرشتے بادلوں کے سایوں میں تقویت کے لئے آئے تھے۔ حقیقتاً بادل نہ تھے۔ "منّ" سے مقصود کھنبی ہے جس کے بارے میں حدیث وارد ہے کہ اس کا پانی آنکھوں کو شفا عطا کرتا ہے اور "سَلوٰی" بٹیر پرندہ ہے۔ جس کا گوشت لذیذ ترین ہوتا ہے۔ موسی علیہ السلام کی قوم پر من و سلوی نازل ہوتا رہا اور وہ بغیر کسی مشقت کے بادلوں کے سائے میں بہترین زندگی بسر کرتے رہے۔

بالکل اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام استغناء کی زندگی بسر کرتے ہیں، جب صحابہ کرام کو خوراک کی ضرورت ہوتی تو آپ صحابہ کرام سے زاد راہ سے زائد اشیاء وصول کرتے آپ برکت کی دعا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے اللہ پاک اس میں برکت فرماتے۔ چند انسانوں کا کھانا تمام شرکاء صحابہ کرام کیلئے کافی ہو جاتا۔ بلا مشقت من و سلوی کی طرح انہیں ضرورت کے مطابق رزق مہیا ہو جاتا اس لئے رزق کی تلاش میں سرگرداں نہیں رہنا چاہیے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر انسان کو اس کا رزق جو اس کی تقدیر میں ثبت ہو چکا ہے وہ اس کی تلاش میں بالکل اسی طرح سرگرداں رہتا ہے جیسا کہ انسان کی موت اس کا تعاقب کرتی ہے" (مشکوۃ علامہ البانی ج ۲' ص ۱۴۶۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے اہل خانہ کے ہاں گیا اس نے محسوس کیا انہیں کھانے کی ضرورت ہے وہ جنگل کی جانب روانہ ہوا اس کی بیوی نے محسوس کیا میرے خاوند کی جیب خالی ہے وہ اٹھی اس نے چکی کے پاٹ کو نچلے پاٹ پر رکھا اور تنور میں ایندھن ڈالا اور دعا کی اے اللہ ! ہمیں رزق عطا فرما' اس دوران کیا دیکھتی ہے کہ سالن والا دیگچہ سالن سے بھرا ہوا ہے تنور کی جانب پہنچی تو اس میں روٹیاں بکثرت موجود تھیں۔ اس دوران میں اس کا خاوند گھر پہنچا اس نے دریافت کیا میرے جانے کے بعد تمہیں کچھ میسر آیا۔ بیوی نے جواب دیا ہمیں اپنے پروردگار کی جانب سے کھانا مہیا ہوا ہے۔ اس اثناء میں خاوند چکی کی جانب گیا اس کا پاٹ اٹھایا تو آٹا گرنے کا تسلسل ختم ہو گیا یہ واقعہ آپ کی خدمت میں بیان کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر وہ پاٹ نہ اٹھاتا تو چکی قیامت تک آٹا پھینکتی رہتی" (مسند احمد' مشکوۃ ج ۲' ص ۱۴۶۱)

بنی اسرائیل سے کہا گیا تم ان پاک اور لذیذ چیزوں کو تناول کرو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں لیکن جب انہوں نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کیا تو اللہ پاک نے ان سے نعمتوں کو سلب کر لیا اس سبب سے وہ اللہ کی ناراضگی کے مستحق ہوئے تو اللہ پاک نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے ان نعمتوں کی قدر نہ کرتے ہوئے ظلم کیا۔ انہوں نے ہم پر کچھ ظلم نہیں کیا بلاشبہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اس کا نقصان ان کو پہنچے گا۔ انہوں نے من و سلوی کا سٹور کرکے ہمیں کچھ نقصان نہیں پہنچایا البتہ اس کا نقصان انہیں پہنچا کہ ان کی خوراک خراب ہو گئی اور ان کی روزی میں کمی آ گئی۔ خیال رہے قرآن پاک کے واقعات سبھی لوگوں کے لئے باعث عبرت ہیں جو قوم بھی انعامات الٰہیہ پر اللہ کی شکر گزار نہ ہو گی اس کا حشر وہی ہو گا جو بنی اسرائیل کا ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا
وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ
وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي
قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا
كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾

اور جب ہم نے (ان سے) کہا کہ اس گاؤں میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ (پیو) اور (دیکھنا) دروازے میں داخل ہونا تو سجدہ کرنا اور حطۃ کہنا ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔ تو جو ظالم تھے انہوں نے اس لفظ کو جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا بدل کر اس کی جگہ اور لفظ کہنا شروع کیا پس ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانیاں کئے جاتے تھے۔

بنی اسرائیل جب موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں مصر سے روانہ ہوئے تو انہیں ارض مقدس میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا جو ان کے باپ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کی میراث تھی اور انہیں عمالقہ قوم سے لڑائی کرنے کا حکم دیا لیکن وہ ان کے ساتھ لڑائی کرنے سے رک گئے اور خود کو کمزور ثابت کیا تو اللہ پاک نے انہیں بطور سزا کے جنگل تیہ میں بھیج دیا جیسا کہ اس کا ذکر سورہ مائدہ میں ہے۔ مذکورہ آیت میں (اَلْقَرْيَة) سے مقصود وہ سرزمین جس میں بیت المقدس واقع ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے دوسرے مقام میں فرمایا
يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا۔ (المائدہ ۲۱) "تو بھائیو! تم ارض مقدس (یعنی ملک شام) میں جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے داخل ہوجاؤ اور (دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ نہ پھیر دینا ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے۔"

بنی اسرائیل جنگل تیہ سے چالیس سال کے بعد یوشع بن نون کی معیت میں بیت المقدس میں وارد ہوئے جب بیت المقدس فتح ہوا' اسی واقعہ میں سورج کو کچھ عرصہ کے لئے روک دیا گیا تاکہ بیت المقدس فتح ہو جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ بیت المقدس کے فتح ہونے کے بعد انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اس میں داخل ہوتے وقت اللہ کے انعام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ ان کا شہر ان کو دوبارہ حاصل ہو گیا اور جنگل تیہ سے محفوظ اس شہر میں داخل ہو رہے ہیں تو انہیں بارگاہ الٰہی میں سجدہ شکر بجا لانا چاہئے اور ان کی زبان پر یہ جملہ ہو کہ اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور تمہاری خطاؤں سے درگزر کریں گے اور تمہارے اعمال صالحہ میں اضافہ کریں گے جیسا کہ اللہ پاک نے فتح مکہ کے دن فرمایا :

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِى دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ (سورۃ النصر)

" جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح (حاصل ہو گئی) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اس سے مغفرت مانگو بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔ "

بعض صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ سے منقول ہے کہ فتح و نصرت کے حصول پر اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا جائے اور استغفار کے کلمات کو بار بار زبان پر لایا جائے' چنانچہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر غسل فرمایا اور آٹھ رکعات چاشت کی نماز ادا کی' آپ فتح مکہ کے بعد جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نہایت تذلل اور ابتہال کی کیفیت میں شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے سر مبارک کو جھکائے ہوئے تھے یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک کا کنارہ سواری کے پالان کے نچلے حصہ کو چھو رہا تھا بعض کا کہنا تھا کہ یہاں سجدہ سے مراد یہ ہے کہ جب تم اس شہر کے اندر داخل ہونا چاہتے ہو تو داخل ہونے سے پہلے شکریہ ادا کرتے ہوئے نوافل ادا کرو بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو جاؤ ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کریں گے اور احسان کے وصف کے ساتھ موصوف انسانوں کو مزید انعامات سے نوازیں گے۔

بعض محدثین کے نزدیک چاشت کے وقت آپ ﷺ نے جو نوافل ادا فرمائے ان کو صلوۃ الفتح کا نام دیتے ہیں کہ فاتح شہر کے لئے مسنون ہے کہ جب وہ کسی شہر کو فتح کرے تو کامیابی کے بعد وہاں داخل ہوتے ہوئے آٹھ رکعات ادا کرے جیسا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب کسری کو فتح کیا تو آٹھ رکعات نوافل شکرانے کے ادا کئے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الخ۔ لیکن بنی اسرائیل نے (جنہیں قرآن پاک نے ظالم قرار دیا ہے) اس کلمہ کی بجائے کہ اے اللہ ! ہماری خطائیں معاف فرما ! بلکہ یہ کہا کہ حنطة ہمیں گندم ملنی چاہئے۔

چنانچہ بخاری شریف اور مسلم میں وارد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے حَبَّةٌ فِى شَعِيْرَةٍ " ہمیں خوشوں میں دانے درکار ہیں " کہا

جب کہ وہ تذلل و مسکنت کے ساتھ سجدہ شکر بجا لانے کے خلاف چوتڑوں کے بل خود کو گھسیٹتے ہوئے اور سروں کو اونچا اٹھاتے ہوئے داخل ہوئے تو ہم نے ان کی نافرمانی اور تبدیلی کے سبب ان ظالموں پر آسمان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذاب نازل کیا۔ قرآن پاک میں عذاب کی نوعیت کا ذکر نہیں ہے۔ لفظ رجز معنی عذاب ہے۔ اگر عذاب سے مقصود اولے ہیں جو کہ بظاہر آسمان کی جانب سے گرتے ہیں اور یا اس سے مقصود وہ جہت ہے جس جہت سے ان پر عذاب نازل ہوا اس کی تفسیر طاعون سے بھی مذکور ہے۔ ایک روایت میں ذکر ہے کہ طاعون کی وبا سے ایک گھنٹے میں چوبیس ہزار انسان فوت ہوئے۔

اس آیت سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ مخصوص الفاظ کو شرعا تبدیل کرنا جائز نہیں جیسا کہ بنی اسرائیل نے حِطَّةٌ کو حنطة میں بدل دیا البتہ اگر الفاظ کی تبدیلی سے معنی میں تبدیلی رونما نہیں ہوتی تو اس قسم کی تبدیلی جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے حدیث بالمعنی کی اجازت دی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ معنی کے لحاظ سے ٹھیک ٹھیک مطابقت ہو چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مختلف واقعات کو متعدد اسالیب سے بیان کرتے لیکن معانی میں فرق نہیں آنے دیتے تھے۔

چنانچہ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے بیان کیا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو الفاظ سنے ہیں۔ ہم نے ان الفاظ کو ہی لانے کا اہتمام نہیں کیا البتہ معانی کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں آنے دیا۔ سفیان ثوریؒ کا قول ہے:

جب میں تمہیں کہوں کہ میں بالکل من و عن وہی الفاظ بیان کر رہا ہوں جن کو میں نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے تو تم نے میری تصدیق نہیں کرنا ہو گی میں تو بس معانی کا خیال رکھتا ہوں الفاظ کا خیال نہیں رکھتا اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ شریعت اسلامیہ کو غیر عربیوں کے لئے ان کی زبان میں نقل کرنا درست ہے' اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت تقدیم' تاخیر' حذف' الغاء کی بیشی کرنا ضروری ہوتا ہے۔ البتہ مطابقت ضروری ہے۔ لیکن معانی کی تبدیلی کرنے والے ظالم ہیں وہ فاسق بھی ہیں اور اللہ کے عذاب کے مستحق بھی ہیں۔

ایک دوسرے مقام میں فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ۔ (البقرہ ۷۹)

تو ان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے (آئی) ہے تا کہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت (یعنی دنیوی منفعت) حاصل کریں ان پر افسوس ہے اس لئے کہ (بے اصل باتیں) اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور (پھر) ان پر افسوس ہے اس لئے کہ ایسے کام کرتے ہیں "

چنانچہ کتاب اللہ میں تحریف کرنے والوں کے لئے تغلیظا تین بار (ویل) کا ذکر کیا گیا ہے دراصل ان کے فعل کی شناعت کو واشگاف کرنا مقصود ہے۔ (قرطبی ج ۱ ص ۴۱۵ ۔ ۴۱۶)

فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا ۔ الخ .... قرآن پاک میں لفظ (رجز کا استعمال ہوا ہے) اس سے مقصود وہ عذاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس سے نفرت کی جاتی ہے اس کا مترادف لفظ (رِجْس) ہے۔ عذاب میں خوفناکی اور ہولناکی کو مزید واضح کرتے ہوئے اس کی نسبت آسمان کی جانب کی گئی ہے کہ ان لوگوں کے فسق و فجور کے سبب ان پر عذاب کو آسمان سے نازل کیا گیا۔ فسق سے مقصود ہر وقت اللہ کی اطاعت سے ہٹ کر اللہ کی نافرمانی کے لئے خود کو آمادہ رکھنا ہے۔ اس وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا فسق کا شمار کبائر سے ہوتا ہے جبکہ فسق کے ساتھ ان میں ظلم کا وصف بھی موجود ہے اس بنا پر وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوئے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے (اللہ سے) پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ (انہوں نے لاٹھی ماری) تو پھر اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کرکے پانی پی لیا (ہم نے حکم دیا کہ) اللہ کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی کھاؤ اور پیو۔ مگر زمین میں فساد نہ کرتے پھرنا۔

موسیٰ علیہ السلام کا شمار اولو العزم پیغمبروں میں ہوتا ہے انہوں نے بنی اسرائیل کے لئے پانی طلب کیا جب کہ وہ تیہ جنگل میں تھے پانی اللہ پاک کی جانب سے عظیم نعمتوں میں شمار ہوتا ہے بلکہ ہر چیز کی زندگی تروتازگی' رعنائی پانی کے سبب سے ہے پانی کا شمار دنیوی نعمتوں سے بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تمام ذی روح چیزوں کو پانی کی اشد ضرورت رہتی ہے اگر پانی دستیاب نہ ہو تو پیاس کی شدت کو برداشت کرنا ممکن نہیں بلکہ پیاس کی شدت موت سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ اس واقعہ میں بنی اسرائیل لق و دق جنگل میں تھے اگر انہیں پانی دستیاب نہ ہوتا تو وہ موت سے ہم کنار ہو جاتے۔ دینی لحاظ سے بھی پانی کو بہت بڑی عظمت حاصل ہے پانی کا وجود اللہ پاک کے وجود اس کی قدرت اور اس کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ نیز موسیٰ علیہ السلام کی صداقت پر دلالت کر رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قادر مطلق سے بنی اسرائیل کی زندگی کے بقا کے لئے پانی کا مطالبہ کیا۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب بارش نہ برسنے کی وجہ سے قحط سالی کا خطرہ لاحق ہوتا تو آپ دعا فرماتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَبَھَائِمَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ۔

"اے اللہ! اپنے بندوں اور چارپائیوں کے بقا کے لئے بارش نازل فرما اور اپنی رحمت کو وسیع فرما اور بے آباد خشک علاقے کو ہرا بھرا کر دے۔"

بالکل اسی انداز کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ پیاس کی شدت کے سبب لوگ موت کے چنگل سے محفوظ نہیں رہیں گے تو موسیٰ علیہ السلام نے پانی کا سوال کیا تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی لاٹھی پتھر پر ماریں جب انہوں نے پتھر پر لاٹھی کو مارا تو اللہ کی قدرت کاملہ کے سبب (اس لئے کہ اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی کو مارا تھا) بارہ چشمے ابل پڑے گویا کہ ہر قبیلہ کے لئے ایک چشمہ تھا اور بارہ چشموں کا پانی پتھر سے رواں دواں ہوا۔ اس زمین سے نہیں جہاں پتھر تھا جیسا کہ دوسرے مقام میں ارشاد باری ہے۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ۔ (البقرہ ۷۴)

"بلاشبہ بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں جن سے نہریں پھوٹ پڑتی ہیں۔"

لفظ عین کا استعمال: عین سے مراد آنکھ اس کی جمع اَعْیُن ہے۔ عین سے مراد چشمہ اس کی جمع عیون ہے۔ اس بادل کو بھی عین کہا جاتا ہے۔ جو قبلہ کی جانب سے نمودار ہو کر بارش برساتا ہے۔ اس شخص پر بھی عین کا اطلاق ہوتا ہے۔ جسے معاشرہ میں شرف و سیادت کا اعزاز حاصل ہو۔ سونے کی دھات کو بھی عین کہا جاتا ہے۔ جبکہ وہ شرف کے معنی میں ہو تو پھر عَیْنٌ کی جمع اَعْیَان استعمال ہوتی ہے۔ اس سے مراد اشراف اور ممتاز لوگ ہوتے ہیں۔

چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے اور ان میں دشمنی بغض کارفرما تھی اس لئے ہر قبیلہ کے لئے الگ چشمہ الاٹ کیا گیا تاکہ فضا کشیدہ نہ ہو جنگ و جدل سے تحفظ رہے اور پتھر میں بنیادی طور پر صلابت (سختی) ہوتی ہے جبکہ اس سے پانی نکلنا بلکہ بارہ چشمے پھوٹ پڑنا یہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا اللہ کی قدرت سے بعید نہیں کہ کسی پتھر کو خصوصیت عطا فرمائے کہ اس سے پانی کے چشمے ابل پڑیں۔

کس قدر افسوسناک بات ہے کہ جو قوم پانی کے ایک چشمہ پر اتفاق نہیں کر سکتی وہ ایک شریعت پر کیسے جمع ہو سکتی ہے۔ لیکن محمد ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام پر ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام پر تفوق حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے آپ کو کسی پتھر کی ضرورت نہیں نہ کسی لاٹھی کی ضرورت ہے کہ اسے پتھر پر مارنے سے چشمہ جاری ہو پانی ایک ایسی عظیم نعمت ہے جس پر ہر ذی روح کی زندگی کا انحصار ہے تو اللہ پاک نے آپ کی انگلیوں کو اعزاز عطا کیا کہ ان سے پانی کا چشمہ ابل پڑا بلکہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے جب آپ کا ارسال کردہ تیر حدیبیہ کنویں میں ڈالا اس سے قبل اس میں پانی نہ تھا جونہی آپ کے عطا کردہ تیر کو صحابہ کرام نے کنویں میں رکھا تو پانی زور شور کے ساتھ بہنے لگا تو نہ صرف تمام صحابہ کرام رضوان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہِ عَلَیۡھِمۡ اَجۡمَعِیۡنَ بلکہ ان کی سواریاں بھی پانی سے سیراب ہوئیں۔

کلام کے سیاق و سباق سے مترشح ہو رہا ہے کہ اللہ پاک نے بے آب و گیاہ تیہ جنگل میں اولا من و سلوی کا انتظام کیا بعد ازاں وافر پانی پہنچایا پھر انہیں حکم دیا کہ تم کھاؤ اور پانی نوش کرو اس لئے کہ کھانا پہلے کھایا جاتا ہے اور کھانا تناول کرتے ہوئے یا اس کے بعد پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اس کا ذکر اس کے بعد کیا ہے۔ چونکہ من و سلوی اور وافر پانی انہیں بلا مشقت حاصل ہو گیا تھا اس لئے ان کی نسبت اللہ کی جانب کی گئی ہے۔ جبکہ قبل ازیں فقلنا اضرب میں موسی علیہ السلام کو پتھر پر لاٹھی مارنے کا حکم دیا تو موسی علیہ السلام مسبب ہیں جبکہ تمام قسم کا رزق اللہ پاک کی جانب سے عطا کردہ ہے۔ اس لئے اس کی نسبت اللہ کی جانب کی گئی ہے کہ تم اللہ کے رزق کھانے اور پانی کو استعمال میں لاؤ چونکہ انہیں جو کھانا اور پینا میسر آیا اس کے حصول کے لئے انہوں نے مشقت نہیں اٹھائی اس لئے اضافت اللہ کی جانب ہے اگرچہ ہر قسم کی کھانے اور پینے کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہوتی ہے خواہ اس کے حاصل کرنے میں کسی شخص کا دخل ہو یا نہ ہو، مزید برآں نسبت خاص طور پر اللہ کی جانب ہے اس لئے کہ لفظ اللہ خالق حقیقی کا ایسا نام ہے کہ اس نام میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے یہ ایک ایسا نام ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے۔

خیال رہے اس آیت میں وضاحت ہے کہ تمام پاکیزہ چیزیں اور لذیذ مشروبات کا استعمال جائز ہے۔ بلکہ دو قسم کے ملے ہوئے مشروبات اور مطعومات کا استعمال بھی درست ہے بشرطیکہ وہ حلال ہوں لیکن حلال مشروبات اور مطعومات استعمال کرکے اللہ کی نافرمانی کے کام نہ کئے جائیں جہاں تک ممکن ہو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا تمام معاملات، فرائض وغیرہ میں خیال رکھا جائے اور اللہ کی زمین پر فساد برپا کرنے سے خود کو دور رکھا جائے۔

معلوم ہوا بنی اسرائیل کے حق میں انعامات الٰہیہ ہمیشہ ان کے بگاڑ کا سبب بنے۔ یہی وجہ ہے کہ آخر الزمان پیغمبر محمد ﷺ کے مبعوث ہونے پر کچھ لوگ فساد انگیزی پر اتر آئے لیکن بعض اوقات بظاہر فساد در حقیقت اصلاح کے لئے ہوتا ہے۔ جیسا کہ خضر علیہ السلام نے کشتی کو عیب ناک بنا دیا تاکہ بادشاہ یتیم بچوں کی کشتی پر غاصبانہ قبضہ نہ کر پائے اسی طرح انہوں نے ایک لڑکے کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا تاکہ وہ لڑکا بالغ ہو کر اپنے مومن والدین کو اپنی سرکشی کے باعث پریشان نہ کر دے۔

ابو حیان بیان کرتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ وہ ماکولات اور مشروبات کو استعمال کریں، استعمال کرنے میں کسی جگہ، کسی وقت اور کسی مقدار کی تقیید نہیں تو ان پر یہ اللہ کا عظیم انعام تھا لیکن ماکولات اور مشروبات کے استعمال میں مبالغہ آرائی خطرناک ہے اس سے قوت غضبیہ میں اشتعال آئے گا بلکہ تعلی اور استکبار کا جذبہ فروزاں ہو گا ظاہر ہے کہ اس سے فساد رونما ہو گا اور اللہ پاک کی کثرت کے ساتھ نافرمانی اور گناہ کی زندگی پر اصرار اور کبرو رعونت کا ظہور بارش کے نہ ہونے اور قحط سالی کے رونما ہونے کی علامت قرار پائے گا اور معاشرہ سے برکات ختم ہو جائیں گی۔ اسی کا نام فساد فی الارض ہے۔ گویا کہ لوگوں کی نافرمانیوں پر اللہ کا انتقام جوش میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے گا تو اس سے برکات کا وجود معاشرہ سے ختم ہو جائے گا۔

نیز جس آیت کی تفسیر میں ہم کتاب و سنت کی روشنی میں کچھ مواد پیش کر رہے ہیں' اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں ہم برملا اس حقیقت کا اظہار کرنے میں کچھ باک محسوس نہیں کرتے ہیں کہ وہ ذات جو ایک ٹھوس پتھر سے پانی نکالنے پر قادر ہے وہ ذات پانی کے بغیر بھی انہیں سیراب کر سکتا ہے صرف معجزہ کے اثر کا اظہار مقصود ہے نیز موسیٰ علیہ السلام کو ذاتی طور پر پتھر کے ساتھ کیا تعلق ہے کہ وہ پتھر پر اپنی لاٹھی مارتے ہیں تو پتھر سے پانی کی آبشاریں پھوٹ پڑتی ہیں اور بارہ قبائل کو الگ الگ پانی کفایت کرتا ہے کوئی قبیلہ دوسرے قبیلہ سے مزاحم نہیں ہوتا اور جب پانی سے تمام قبائل کی ضرورت پوری ہوتی ہے تو انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں تشکرو امتنان کے ساتھ حاضر ہوں اور ہر قسم کے فساد سے خود کو محفوظ رکھیں۔ اور جو شخص اس قسم کے معجزات کا انکار کرتا ہے وہ انتہائی جہالت کا ثبوت پیش کر رہا ہے اور وہ اللہ کی مصنوعات کے عجائبات میں تدبر سے عاری ہے' کس قدر واضح حقیقت ہے کہ بعض پتھر بالوں کو مونڈھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جب کہ بعض پتھر سرکہ سے نفرت کرتے ہیں اور بعض میں لوہے کو اپنی جانب کشش کی قوت سے نوازا گیا ہے۔ تو کیا اللہ پاک ایسا پتھر پیدا نہیں کر سکتا جو زمین کے نیچے سے پانی کو حاصل کرکے آگے پہنچائے یا اپنے گرد و پیش سے ہوا کو اپنے اندر جذب کرکے اسے قوت تبرید کے ساتھ پانی کی شکل میں ڈھال دے۔ (نظم الدرر ج ۱ ص ۴۱۰ - ۴۱۱)

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۶۱ ع

اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے پس آپ ہمارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے اس چیز کو نکالے جس کو زمین اگاتی ہے (جیسے) ساگ' ککڑی' گیہوں' مسور' پیاز وغیرہ موسیٰ نے کہا کیا تم وہ چیز لینا چاہتے ہو جو ادنی ہے اس کے بدلہ میں جو عمدہ ہے (اچھا) تم جا رہو کسی شہر میں تمہیں وہ چیز مل جائے گی جس کا تم نے سوال کیا اور ان پر ذلت اور غربت مسلط کر دی گئی اور اللہ کے غضب کے مستحق ہو گئے یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے تھے یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ جایا کرتے تھے۔

بنی اسرائیل زمین دار تھے ان پر اللہ پاک کی جانب سے عظیم انعامات کی بارش کی گئی جنگل تیہ میں طویل عرصہ تک ان پر من و سلویٰ یعنی عمدہ گوشت اور خوش ذائقہ میٹھی خوراک شہد' ترنجبین اور بلا کسی مشقت کے کھنبیاں خوراک اور علاج کے لئے میسر رہیں اور پتھر سے بلامشقت پانی ملتا رہا گویا کہ ان کی زندگی نہایت رفاہیت والی اور شاہی انداز کی تھی لیکن انہوں نے اتنے اونچے معیار کی زندگی کو پسند نہ کیا اور جس طرح اس سے پہلے وہ مصر میں زمینداری کا مشغلہ رکھتے تھے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو گستاخانہ انداز میں اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے (یا موسیٰ) کے الفاظ سے پکارا جب کہ ادب کا تقاضا تھا کہ وہ انہیں (یا رسول اللہ' یا نبی اللہ) کہہ کر پکارتے۔ انہوں نے گستاخانہ انداز میں انہیں پکارا اور اپنا مطالبہ پیش کیا کہ ہم جن چیزوں سے قبل ازیں مانوس تھے ہمارے لئے وہ چیزیں مہیا کی جائیں ہم ایک قسم کے کھانے سے اکتا چکے ہیں ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے گویا کہ انہیں اعلیٰ قسم کی زندگی گزارنا پسند نہیں وہ پہلے جیسی زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں مسلسل چالیس سال تک ایک ہی قسم کا کھانا اکتاہٹ کا باعث ہوتا ہے اب ہمیں اس کے علاوہ دیگر مطعومات سے شاد کام کیا جائے ہم اس کیفیت کے ساتھ تیرے ساتھ منسلک رہنے کو پسند نہیں کرتے ہیں کہ روزانہ ہمارے دستر خوان پر ایک ہی ورائٹی کھانے کی موجود ہو آپ اپنے پرودگار سے ہمارے لئے دعا کریں کہ ہمیں زمین کی ترکاریاں عطا کریں۔

اس جملہ میں بھی ان کی گستاخی عیاں ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے مطالبہ کریں جب کہ انہیں کہنا چاہئے تھا کہ آپ ہمارے لئے ہمارے پروردگار سے مطالبہ کریں اس وقت تو ہم ایسے جنگل میں ہیں جس میں زرخیزی ہی نہیں ہے۔ بالکل چٹیل میدان ہے سبزہ کہیں نظر نہیں آتا ہے ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ایک قسم کا کھانا تناول کرنے سے اکتا گئے ہیں جبکہ کھانے میں من و سلویٰ دو قسم کا کھانا تھا۔ دراصل ان میں رعونت اور کبر ظہور پذیر ہو چکا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ان کے ساتھ دھوکا کیا ہے کہ مصر جیسے خوبصورت آباد زرعی علاقہ سے نکال کر ہمیں سنسان جنگل میں لا کر بٹھا دیا ہے۔ ہماری زندگی بدمزہ ہے ہمیں دوبارہ مصر کی سرزمین میں بھیج دیا جائے اور ہمیں زمین سے اگنے والی ترکاریاں' انگوریاں عطا کی جائیں جن میں غذائیت کے حرارے موجود ہوں۔

خیال رہے ترکاریوں سے مقصود پودینہ' سونف' گندنا وغیرہ ہیں اور قثاء سے مراد کھیرے' ککڑی وغیرہ ہیں اور فوم سے مقصود گندم ہے بلکہ چاول ' مکئ' باجرہ' جوار سبھی اجناس اس میں شامل ہیں نیز دال مسور اور پیاز کا بھی مطالبہ کیا قرآن پاک میں پانچ نباتاتی اجناس کا ذکر ہے ان کے کبر و رعونت اور خود پسندی کو قبیح گردانتے ہوئے اللہ پاک نے انہیں شدید تغلیظ کے انداز میں ڈانٹ پلاتے ہوئے مخاطب کیا تعجب اور حیرت ہے کہ تم اعلی اور بہتر آسائش والی زندگی کے بدلہ پریشانی اور ادنی قسم کی زندگی کو طلب کر رہے ہو۔

لیکن تہدید آمیز انداز کے ساتھ انہیں ان کے فیصلہ کو غلط قرار دینے کے باوجود اللہ پاک نے انہیں ایسے شہر میں چلے جانے اور آباد رہنے کا حکم دیا جہاں ان کے مطالبات انہیں میسر آ سکتے تھے۔ وہاں انہیں من و سلوی میسر نہیں آئے گا البتہ جن چیزوں کا انہوں نے مطالبہ کیا ہے ان سے وہ بار آور ہو جائیں گے من و سلوی کے میسر آنے کا مقام تو وہ جنگل تھا۔ جہاں بلا مشقت ان کے لئے اعلی خوراک اور مشروبات کا وافر انتظام موجود تھا اب اس شہر میں ان کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ذلت و ادبار کے ساتھ مقارن رہے گی۔ جیسا کہ انسان جس کمرہ میں رہائش پذیر ہوتا ہے وہ کمرہ اس انسان کو تمام جوانب سے احاطہ کئے ہوتا ہے۔ اس طرح ذلت' نکبت' ادبار ہمیشہ ہمیشہ ان پر مسلط رہے گی اور ذلت کے ساتھ جزیہ ٹیکس دے کر زندگی گزاریں گے زمین کی سطح پر کوئی گروہ یہودیوں سے زیادہ ذلت سے ہمکنار نہ ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ حرص اور لالچ میں ان سے بڑھ کر کوئی گروہ نہیں ہو گا۔

دراصل یہودیوں نے اپنے بارے میں جو فیصلہ کیا ہم نے ان کے فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا ہم نے ان پر ایسے ظالم جابر بادشاہ مسلط کئے جنہوں نے ان کا استحصال کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور ان میں جو افراد موجود ہوں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ کی ذلت' اور اللہ کی ناراضگی میں رہیں گے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں یہودیوں کی وہی کیفیت تھی۔ جس کا پہلے سے بیان ہو چکا ہے کہ وہ ذلت' ادبار نکبت سے دوچار تھے بلکہ اللہ کے غضب کے سبب وہ ہمیشہ ذلت کی زندگی گزاریں گے اور وہ کبھی بھی اسلام پر غلبہ حاصل نہیں کر سکیں گے ان پر اللہ کا غضب اور قہر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مسلط ہو چکا ہے اور ذلت ان کا مقدر ہے اس مقام میں امت محمدیہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ وہ حلال' طیب چیزوں کو چھوڑ کر حرام اور متشابہ چیزوں کے قریب نہ جائیں۔

ان پر ذلت مسکنت اور غضب الہی کو اس لئے لازم کیا گیا کہ انہوں نے اللہ کی آیات معجزات کا انکار کیا۔ تورات کی آیات کو چھپایا' احکام الھیہ میں تبدیلی کی' آیات کی غلط تاویلات کیں اور انبیاء علیھم السلام کے قتل کے درپے رہے۔ اللہ کا انکار کرنا اگرچہ بظاہر بہت بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کی آیات کا انکار کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے اس لئے کہ اللہ کی ذات تو بظاہر پوشیدہ ہے جب کہ آیات الھیہ تو ظاہر ہیں پوشیدہ نہیں ہیں اس لئے ان کا کفر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت بڑا کفر ہے۔ جن انبیاء علیہ السلام کا انہوں نے قتل کیا۔ ان میں یحییٰ، شعیاء، زکریا علیہم السلام کے نام مشہور ہیں۔

چونکہ انبیاء علیہم السلام ہر لحاظ سے معصوم ہوتے ہیں۔ دنیوی اور دینی دونوں انداز سے ان میں کمال ہوتا ہے۔ اس لئے جو شخص کسی پیغمبر کو قتل کرتا ہے تو بلا شبہ انبیاء علیم السلام کو قتل کرنا بلا جواز ہے کوئی ایسا جرم ان سے نہیں ہوتا ہے کہ ان کے قتل کا کوئی جواز مہیا ہو۔ البتہ شبہات کا امکان ہو سکتا ہے اس لحاظ سے یہودیوں کو مذموم قرار دیا کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے قتل کے ارادے کئے۔ جیسے رسول اکرم ﷺ کو بھی ایک یہودی عورت نے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو قتل کرنا چاہا لیکن زہر آلود لقمہ نے آپ کو بتا دیا کہ اس میں زہر موجود ہے۔ یہودی احکام الٰہیہ کی نافرمانی کے ساتھ حدود الٰہیہ سے بھی تجاوز کرتے تھے اور حدود سے تجاوز کرنے والا بڑے سے بڑے گھناؤنے جرم کے ارتکاب میں بے باک ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی کوئی شخص (کسی بھی قوم یا مذہب کا ہو) جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان (کے اعمال) کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) ان کو کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔

سابقہ آیات کے سیاق و سباق سے معلوم ہو رہا ہے کہ بنی اسرائیل کو اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے تو انہیں اس حقیقت کی جانب متوجہ کیا جا رہا ہے کہ کسی پیغمبر کی اولاد سے ہونا فخر کی بات نہیں ہے۔ اسلام میں اس کا کچھ مقام نہیں۔ اسلام میں تو ایمان صحیح اور عمل صالح کا اعتبار ہے جس سے روحانیت روشن ہوتی ہے اور شرک و کفر اور اعمال سیئہ سے پاکیزگی ملتی ہے اسی طرح جو لوگ بظاہر اسلام کے مدعی ہیں لیکن انکے دلوں میں کفر و نفاق کی بیماری موجود ہے اور ان سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ جس کے باعث وہ کفر کے زیادہ قریب ہو رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ یہودیوں کو جن کی نسبت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے یہودا کی طرف ہے جنہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرعون کی بدترین غلامی سے نجات حاصل ہوئی ان کی نافرمانیوں کا سابقہ آیات میں وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اس آیت کے بعد بھی ان کی بدکرداریوں اور نافرمانیوں کا ذکر نہایت شناعت کے ساتھ ہو رہا ہے اور عیسائی جو عیسی علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں اور صابی جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ ستاروں کو مؤثر قوت تسلیم کرتے ہیں۔ ان سب کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور پروردگار عالم کا وصف غفور الرحیم بھی ہے۔ جو شخص بھی اللہ پاک پر اور آخرت کے دن پر صحیح ایمان رکھتا ہے اور اعمال صالحہ پر مداومت کرتا ہے۔ انہیں گناہوں سے تائب ہونے کے بعد ہرگز کچھ خوف اور غم نہیں ہے جبکہ انہوں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے۔ لیکن کسی شخص کا بھی ایمان اس وقت تک درست تسلیم نہیں ہوسکتا جب تک وہ خاتم الرسل محمد ﷺ پر ایمان نہیں لاتا اور اس عمل کو عمل صالح کہا جائے گا جس کو اللہ پاک نے اپنی کتاب قرآن پاک میں یا نبی ﷺ سے کسی صحیح حدیث میں منقول ہے اس لئے کہ شریعت محمدی کے آنے کے بعد آپ سے پہلے کی تمام شریعتوں کو منسوخ قرار دے دیا گیا ہے۔ اب صرف آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق عمل کرنا ہی باعث نجات ہے اور سعادت اخروی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَا يَسْمَعُ بِيَ اَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَّ لَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ لَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ۔

"اس امت سے جو شخص بھی خواہ یہودی یا عیسائی ہو اگر وہ میری نبوت کے بارے میں معلومات رکھتا ہے اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لاتا تو وہ دوزخ کا ایندھن ہے"

اور جن لوگوں کا ایمان صحیح ہے اور وہ صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ زندگی بھر رواں دواں رہے۔ انہیں خوش خبری عطا کی گئی ہے کہ انہیں قیامت کے دن کچھ ڈر نہیں ہو گا اور نہ انہیں غم لاحق ہو گا جب انہیں کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں ہے تو انہیں امن و اطمینان کی دولت نصیب ہو گی اور جب انہیں کچھ فکر اور غم نہیں تو انہیں خوشی حاصل ہو گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ سعادت ابدی کے ساتھ ہم کنار رہیں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿٦٥﴾ۚ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

اور جب ہم نے تم سے عہد (کر) لیا اور کوہ طور کو تم پر اٹھا کھڑا کیا (اور حکم دیا) کہ جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اسکو زور سے پکڑے رہو اور جو (اس میں) لکھا ہے اسے یاد رکھو تاکہ (عذاب سے) محفوظ رہو۔ تو تم اس کے بعد (عہد سے) پھر گئے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم خسارے میں پڑ گئے ہوتے۔ اور تم ان لوگوں کو خوب جانتے ہو جو تم میں سے ہفتے کے دن (مچھلی کا شکار کرنے) میں حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل و خوار بندر ہو جاؤ۔ اور اس قصے کو اس وقت کے لوگوں کیلئے اور جو ان کے بعد آنے والے تھے عبرت اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت بنا دیا۔

یہودیوں پر اللہ پاک کی جانب سے جو انعامات کئے گئے یہاں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں اس جانب بھی اشارہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اس قدر اسلام اور اس کی تعلیمات سے دور تھے کہ جب تک ان سے پختہ عہد نہ لیا جائے اس وقت تک وہ عملی زندگی میں خود کو صحیح طور پر سمونے والے نہیں چنانچہ اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ اے یہودیو! ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم نے تورات کے مشکل احکام پر بھی عمل کرنا ہو گا خواہ تمہیں اس راہ میں کتنی ہی صعوبتیں کیوں نہ برداشت کرنی پڑیں، لیکن تم نے انکار کیا ان سے اس بات کا بھی پختہ عہد لیا گیا کہ تم نے اللہ کے وجود اس کی قدرت اور حکمت نیز انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنا ہو گی۔ لیکن جب تم نے اپنے عہد کا ایفا نہ کیا بلکہ تم منکر ہو گئے تو ہم نے تم پر تشدد کیا کہ اس طور پہاڑ کو جہاں اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام کے ساتھ مشرف فرمایا تھا تمہارے سروں پر سائے کی طرح بلند کیا کہ اگر اللہ کے حکم سے ان پر گرتا تو ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہتا اس خوفناک حالت میں ہم نے تم سے وعدہ لیا کہ تم نے اس کتاب کے محتویات پر اپنی ہمت اور کوشش کے مطابق عمل پیرا رہنا ہو گا اور اس کی اطاعت سے سرمو انحراف نہیں کرنا ہو گا۔ انہوں نے جواب دیا ہم اس وقت تک اس پر عمل پیرا رہنے کا وعدہ نہیں کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بھی بالکل اسی طرح ہم کلام نہیں ہو گا جس طرح کہ آپ کے ساتھ ہم کلام ہوا ہے اس جواب پر بطور سرزنش کے ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ چند لحات کے بعد اللہ کے حکم سے ان میں زندگی کے آثار نمودار ہو گئے۔ نیز سمندر کے پانی نے ان کا احاطہ کر لیا اور سامنے سے مشتعل آگ ان پر حملہ آور ہونے کی کیفیت میں دکھائی دے رہی تھی، ان سے پختہ عہد کرنے کا کہا گیا کہ تم نے تورات کے احکام پر عمل کرنا ہو گا اور اس کی مخالفت سے باز رہنا ہو گا، اگر تم نے پختہ عہد کر کے اس کی پابندی نہ کی تو پھر اوپر سے پہاڑ تمہارے اوپر گرے گا وہ تمہیں کچل دے گا اور سمندر کے پانی میں تم ڈوب جاؤ گے اور آگ جلا کر تمہارے وجود کو خاکستر بنا دے گی۔ چنانچہ وہ توبہ کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے اور تورات کے احکام پر عمل کرنے کا عہد کیا لیکن ان کے سجدہ کی حالت درست نہ تھی ان کا سجدہ ایک پہلو پر تھا دراصل وہ پہاڑ کے گرنے سے خوفزدہ تھے اس لئے انہوں نے صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سجدہ کی کیفیت سے گریز پائی اختیار کی' جب پہاڑ کو ان کے سروں سے اٹھا لیا گیا اور اللہ کا ان پر کرم ہوا تو انہوں نے کہا ایک پہلو پر ہمارا سجدہ کرنا افضل ترین سجدہ ہے ہمارے اس انداز کے سجدہ کو اللہ پاک نے قبول کیا اور ہم پر اللہ کا کرم ہوا اس پر انہیں اس انداز سے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ (البحر المحیط ج ۱ ص ۲۴۳)

اس کے ساتھ ساتھ انہیں تورات کے احکام پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرنے کا حکم دیا گیا کہ اس طرح تم سعادت کے ساتھ ہم کنار ہو گے اور تورات کے احکام پر غور و فکر کرتے رہنا اور زبان کے ساتھ ان کا تذکرہ اور چرچا کرتے رہنا ہو گا۔ امید ہے کہ اگر تم نے اپنی زندگی میں تورات کے ساتھ وابستگی کو برقرار رکھا اور اس کے احکام کو بیان کرتے رہے تو تم اللہ کی ناراضگی کے کاموں سے محفوظ رہو گے۔

کلام کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ انہوں نے عہد پر عمل کرنے کے داعیہ کو ابھارا تا کہ پہاڑ کی زد میں آنے سے محفوظ رہیں اور کچھ محسوس یوں ہوتا ہے کہ سجدہ کی حالت میں جانے کے بعد ان کا سجدہ بخوشی تھا جبرا نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پہاڑ کو ان کے سروں سے دور کر دیا۔ آئندہ جس آیت کا ذکر ہو رہا ہے اس کے مفہوم سے بھی یہی کیفیت مترشح ہو رہی ہے کہ ان کا سجدہ کرنا درست تھا۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے اغراض اور خواہشات نفسانی کے تقاضوں کے مطابق احکام میں تحریف کی اور احکام کے مطابق عمل بھی نہ کیا۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے قتل کے مرتکب بھی ہوئے۔ اللہ کے وجود کا انکار کیا اور اوامر الٰہیہ کی نافرمانی میں سربرآوردہ اور دلیر ہو گئے۔ ان کی اس افسوسناک نافرمانی کی کیفیت پر اگر اللہ کا فضل و کرم' اس کی رحمت' عفو' مغفرت ان کے شامل حال نہ ہوتی اور انہیں ان کے دشمنوں پر غلبہ عطا نہ کرتا یعنی ان سے محفوظ نہ رکھتا تو وہ عذاب الٰہی' اللہ کی ناراضگی کی لپیٹ میں آنے کے بعد ان لوگوں میں شمار ہوتے جو ایمان اور عمل صالح کو خیرباد کہنے کی وجہ سے خسارے میں ہو تے ہیں۔

معلوم ہوا کہ نجات اخروی کیلئے اجمالی طور پر صرف ایمان لانا کافی نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اقرار ضروری ہے کہ جن کاموں پر عہد لیا گیا ہے ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اگر عمل نہیں ہے تو وہ ایمان جس کے ساتھ عمل صالح نہیں ہے وہ صحیح نہیں ہے ظاہر ہے کہ صرف ایمان کا ہونا اور عمل صالح کا نہ ہونا زندیقیت ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کے احکام پر عمل کرنا اسلام کا اصل تقاضا ہے صرف قرآن پاک کی تلاوت مقصود نہیں ہے۔

نسائی شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ وہ شخص بدترین اور فاسق ہے جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ لیکن اس کے معانی پر غور نہیں کرتا اس لحاظ سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود عمل ہے۔

سوال :۔ یہودیوں نے بالجبر عہد کیا اور ان سے اس عہد کے پیش نظر عذاب ٹل گیا یعنی ان پر طور پہاڑ بظاہر گرانے سے انہیں خوف زدہ کیا گیا تو کیا اس طرح کا ایمان شرعا معتبر ہے ؟

جواب :۔ صحیح حدیث میں ہے نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو متنبہ کیا جس نے ایسے شخص کو قتل کر دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ جس نے اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کیا اس خیال سے کہ اس نے اسلام کا دعوی اپنے بچاؤ کے لئے کیا ہے اس کا اسلام صحیح نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس کے دل کو چیر کر معلوم کر لیا ہے (بالکل نہیں) مجھے حکم نہیں دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے دلوں کے بارے میں کرید کروں۔ فیصلہ ظاہر پر کیا جائے گا۔ (تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۹۵)

بعد ازاں ان لوگوں کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ جنہوں نے ہفتہ کے دن کی تعظیم نہ کی' دراصل موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اس دن روزہ رکھنے کی فضیلت سے متعارف کرایا جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو جمعہ کے دن کی فضیلت اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اس دن مچھلیوں کے شکار کرنے سے بھی روکا۔

مزید برآں دیگر تمام دنیوی کاموں سے منع کیا اور حکم دیا گیا کہ اس روز اللہ کی عبادت میں مصروف رہا جائے لیکن انہوں نے جمعہ کے دن کا انکار کیا البتہ ہفتہ کے روز کی پابندی کا عہد کیا چونکہ ان کا مشغلہ اور کاروبار مچھلیاں پکڑنا تھا تو انہیں حکم دیا گیا کہ تم نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کرنے سے خود کو بچانا ہو گا۔

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار سے نہ رکی۔ اس لئے کہ بطور آزمائش کے اس دن کثرت کے ساتھ مچھلیاں سمندر کی سطح پر تیرتی نظر آتی تھیں۔ جب کہ دوسری جماعت نے خاموشی اختیار کی البتہ شکار کرنے والوں کے ساتھ ان کا میل جول برابر رہا انہوں نے کھلے انداز کے ساتھ شکار کرنے والوں کو منع نہ کیا ان دونوں جماعتوں کو اللہ نے مسخ کر دیا۔ جواں سال لوگوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا۔ البتہ وہ گروہ جنہوں نے کھلے لفظوں میں مچھلیوں کے شکار کرنے سے روکا اور خود بھی برابر رکے رہے وہ مسخ ہونے کے عذاب سے محفوظ رہے۔

سورہ اعراف میں یہ واقعہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اس میں صراحتاً ذکر ہوا ہے کہ ان لوگوں کی آزمائش کے لئے ہفتہ کے دن کثرت کے ساتھ پانی کی سطح پر مچھلیاں نظر آتیں بقیہ دنوں میں یہ کیفیت نہ تھی انہوں نے ان کے شکار کے لئے حیلہ سازی کرتے ہوئے گہرے گڑھے کھود لئے اور کچھ نالے تیار کروا دیئے تاکہ ہفتہ کے دن جو مچھلیاں ان گڑھوں اور نالوں میں جمع ہو جائیں گی۔ ان کا اتوار کے دن شکار کر لیا جائے گا۔ چنانچہ حیلہ سازی کرنے والوں کو بھی مسخ کے عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔

اس واقعہ کو اللہ پاک نے ان لوگوں کے لئے عبرت بنا دیا جو اس وقت موجود تھے' نیز ان لوگوں کے لئے بھی عبرت ہے جو بعد میں آئیں گے اور اس واقعہ سے پرہیز گاروں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں گے اور اللہ پاک کی جانب سے منہیات کے ارتکاب سے خود کو دور رکھیں گے تاکہ کہیں وہ بھی اسی قسم کے عذاب کی لپیٹ میں نہ آ جائیں' جس عذاب میں یہودیوں کو مبتلا کیا گیا' جنہوں نے ہفتہ کے دن کی تعظیم نہ کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال رہے مسخ شدہ لوگ تین دن کے اندر موت کے گھاٹ اتر گئے تھے' قرآن پاک نے دو لفظ نَکَالُ اور مَوعِظَت کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔ نَکَال سے مقصود سزا دینا ہے اور سزا ان لوگوں کو دی گئی جو ہفتہ کے دن کی تقدیس برقرار نہ رکھ سکے۔ انہوں نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار یا حیلہ اختیار کیا کہ مچھلیوں کو اپنے قبضہ میں ہفتہ کے دن لے آئے لیکن ان کا شکار اتوار کے روز کیا' دونوں فریق عذاب الٰہی کے مستحق ٹھہرے اور ان کی شکلیں مسخ ہو گئیں اور اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے نصیحت اور عبرت ہے جو قیامت تک آنے والے ہیں کہ وہ منہیات کا ارتکاب جہاں کھلم کھلا نہیں کریں گے وہاں حیلہ سازی کے ساتھ بھی ارتکاب نہیں کریں گے ان میں امت محمدیہ بھی شامل ہے۔ منہیات کے ارتکاب کے لئے حیلہ سازی کرنے والوں کا انجام وہی ہو گا جو بنی اسرائیل کا ہوا۔

چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے یہودیوں کے انداز پر اللہ کی حرمتوں کو پامال نہیں کرنا ہو گا کہ تم حیلہ جوئی کے ساتھ حرام چیزوں کو حلال بناؤ۔ حدیث کی اسناد جید ہے۔ (ابن کثیر ج ا ص ۱۶۲' ارواء الغلیل ج ۵ ص ۳۷۵)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر قسم کا حیلہ حرام ہے یا اس کی کوئی قسم حلال بھی ہے ؟ اس بارے میں واضح موقف تو یہ ہے کہ اگر حرام اور گناہ سے بچاؤ کے لئے حیلہ کیا جائے تو مستحسن ہے لیکن اگر کسی مسلمان بھائی کے حق کو غصب کرنے کے لئے حیلہ اختیار کیا جائے تو حرام ہے' چنانچہ حرام چربی کو پگھلا کر فروخت کرنا اور اس کی آمدن کو استعمال میں لانا حرام ہے اسی طرح تین طلاق کے بعد مطلقہ عورت کا نکاح حلالہ کی شرط کے ساتھ کرنا باعث لعنت ہے' اس قسم کے نکاح کو زنا ہی کہا جائے گا۔ (فتح الباری ج ا' ص ۳۲۶)

امام محمد بن حسنؒ فرماتے ہیں کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی حیلہ کے ساتھ احکام الٰہیہ سے راہ فرار اختیار کرے۔ جس حیلہ سے کسی کے حق پر زد پڑتی ہو۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۲۹)

امام بخاریؒ کتاب الحیل میں بعض الناس کا قول ذکر کرتے ہیں۔ ایک شخص کی ملکیت میں اونٹ ہیں وہ خطرہ محسوس کرتا ہے کہ ان کی زکوۃ ادا کرنا ہو گی زکوۃ سے بچاؤ اختیار کرتے ہوئے وہ شخص ان اونٹوں کو دیگر اونٹوں یا بکریوں یا گائیوں یا روپے کے بدلے زکوۃ سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے ایک دن پہلے فروخت کرتا ہے تو اس حیلہ کے باعث اس سے زکوۃ ساقط ہو جائے گی چنانچہ کتاب الحیل میں بعض الناس کی جانب نسبت کرتے ہوئے ان کے حیلوں کو ذکر کیا ہے ان سے بچاؤ اختیار کرنا ضروری ہے۔ (کتاب الحیل ج ۱۲ ' ص ۳۳۰) ... فقہائے امت کی تالیفات میں کتاب الحیل کا باب موجود ہے۔ اس کا مطالعہ کریں۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد تذکرہ ص ۱۰۳ پر رقمطراز ہیں۔

ہمارے زمانہ کے بعض مشہور ملاؤں کی نسبت بھی خصوصیت کے ساتھ معلوم ہوا کہ اسی حیلہ زکوۃ پر عمل کرتے ہیں ایک صاحب نے مجھ سے ایک مولوی صاحب کی نسبت کہ مدرس بھی ہیں (واعظ بھی ہیں اور جدل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکابرات کے رسائل کے مصنف بھی) بیان کیا کہ وہ ہر سال اپنا اندوختہ بیوی کے نام ہبہ کر دیتے ہیں اور پھر وہ نیک بخت اسی کا ردعمل کرتی ہے ان کے استاذ جناب مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی نے یہ سنا تو ایسا کرنے سے روکا کہ تقویٰ کے خلاف ہے۔ میں نے یہ سن کر کہا کہ تقویٰ تو ایک مزید درجہ فضیلت ہے اس کا یہاں ذکر ہی کیا۔ یوں کہنا چاہیے کہ سرے سے دین و شریعت کے ہی خلاف ہے اور ایک نہایت غلیظ قسم کا باطنی فسق اور کامل قسم کی یہودیت اور اصحاب السبت کے شجرہ ضلالت سے پورا پورا اِسْتِلْحَاق !.... (خیر دنیا کی زندگی ہے اور دنیا والوں کے احکام و انداز سے کیا مقابلہ) جو جی میں آئے کر لیں اور ابلیس خادع کی ہر کھلی ہوئی راہ کو صراط مستقیم سمجھ لے، لیکن ایک دن آنے والا ہے جب نیتوں کے بھیدوں کا جاننے والا اور سرائر و خفایا قلوب کا دیکھنے والا سامنے ہو گا اور اس وقت یہ ساری مکاریاں اور حیلہ بازیاں جو دنیا والوں کو دھوکہ دیتی تھیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ
قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ
الْجَاهِلِينَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ
إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا
مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ
إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ
عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ
إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ
لَا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا
كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم ایک بیل ذبح کرو انہوں نے کہا کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے ؟ (موسی علیہ السلام نے) کہا کہ میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں نادان بنوں۔ انہوں نے کہا اپنے پروردگار سے التجاء کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ بیل کس طرح کا ہو ؟ (موسی علیہ السلام نے) کہا پروردگار فرماتا ہے کہ وہ بیل نہ تو بوڑھا ہو اور نہ بچھڑا بلکہ ان کے درمیان (یعنی جوان) ہو۔ سو جیسا تم کو حکم دیا گیا ہے ویسا ہی کرو۔ انہوں نے کہا اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ ہم کو یہ بھی بتا دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ (موسی علیہ السلام نے) کہا پروردگار فرماتا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہو کہ دیکھنے والوں (کے دل) کو خوش کر دیتا ہو۔ انہوں نے کہا (اب کے) پروردگار سے پھر درخواست کیجئے کہ ہم کو بتا دے کہ وہ اور کس کس طرح کا ہو۔ کیونکہ بہت سے بیل ہم کو ایک دوسرے سے مشابہ معلوم ہوتے ہیں۔ (پھر) اللہ نے چاہا تو ہمیں ٹھیک بات معلوم ہو جائے گی۔ موسی علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ بیل کام میں لگا ہوا نہ ہو، نہ تو زمین جوتتا ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتا ہو۔ اس میں کسی قسم کا عیب نہ ہو۔ کہنے لگے اب تم نے سب باتیں درست بتا دیں۔ غرض (بڑی مشکل سے) انہوں نے اس بیل کو ذبح کیا وہ ایسا کرنے والے تھے نہیں۔

ان آیات میں اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کا احکام الٰہیہ سے اعراض کرنا اس دور تک محدود نہ تھا جب انہوں نے ہفتہ کے دن کی تعظیم نہ کر کے اللہ کے غیظ و غضب کے مستحق ہوئے بلکہ موسی علیہ السلام کے دور میں بارہا ایسے واقعات کا پتہ چلتا ہے جن میں انہوں نے احکام الٰہیہ کو چیلنج کیا ان کا تمسخر اڑایا جیسا کہ ذیل کا واقعہ ہے جس کی تشریح پیش کی جا رہی ہے۔

امام بیضاویؒ بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کا آغاز تو اس آیت وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا سے ہو رہا ہے لیکن جن آیات کی تشریح کی جا رہی ہے ان کو دیگر آیاتِ سے الگ کر کے اس لئے پیش کیا جا رہا ہے کہ ان کی بے ہودگیوں سے یہ بھی ایک بے ہودگی ہے بلکہ مستقل ایک برائی ہے کہ وہ احکام الٰہیہ کا استہزاء کرتے اور بار بار سوالات کی بے ادبی اور گستاخی کے انداز میں بوچھاڑ کر رہے ہیں۔ لیکن انہیں جس کام کے سرانجام دینے کا حکم دیا جا رہا ہے اس پر عمل کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہیں بار بار کٹ حجتیوں اور لن ترانیوں کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام پر طنز کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں اور استخفاف کے پہلو کو بار بار دہراتے جا رہے ہیں واقعہ کچھ یوں معلوم ہو رہا ہے جو آیات کے مفہوم سے مترشح ہو رہا ہے کہ ان میں ایک شخص قتل ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے قتل کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ آپ ہمیں تفتیش کرکے آگاہ کریں کہ اس کا قاتل کون ہے ؟ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ تم کوئی ایک گائے ذبح کرو۔ غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ گائے کو ذبح کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ انہوں نے قبل ازیں بچھڑے کو اپنا معبود بنایا ہوا تھا تو اس کی جنس سے کسی ایک فرد کو ذبح کرنے سے ان کے دل و دماغ سے اس کی تعظیم اور عبادت کا داعیہ کمزور ہو جائے گا موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یہ جملہ سن کر وہ سٹپٹائے کہ گائے ذبح کرنے سے مقتول کے قاتل کا کیسے علم ہوگا؟ یہ تو ہمارے ساتھ استہزاء کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ مشہور مقولہ ہے سوال از آسمان جواب از ریسماں ہمارا سوال کس نوعیت کا ہے اور جواب کا انداز بالکل ہی مزاحیہ انداز کا ہے۔ لیکن ان کا یہ جملہ موسیٰ علیہ السلام کے احترام کے منافی تھا وہ اللہ کے پیغمبر ہیں ان کے بارے میں بلا غور و فکر اس قسم کا جارحانہ جملہ بے باکی کے ساتھ کہنا کہ تو ہمارا استہزاء اڑا رہا ہے نہایت حماقت اور جہالت کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ اللہ کے حکم کو تسلیم کرنے کی بجائے اس کو اپنی جہالت کا نشانہ بنا کر گستاخی کا ارتکاب کریں تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں نہایت شستہ اور مہذب جملہ زبان پر لاتے ہوئے انہیں آگاہ کیا کہ میں تو اللہ پاک کی پناہ طلب کرتا ہوں جس اللہ نے مجھے علم و ادب کے ساتھ نوازا ہے کہ میں اللہ کی مخلوق کے سامنے مزاحیہ انداز میں گفتگو کروں اور جہالت کے اسلوب پر تمہارے ساتھ محو کلام ہوں بلکہ میں تو اس انداز پر گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اس جواب پر انہوں نے محسوس کیا کہ اب ہم گائے کے اوصاف کے بارے میں ایسے ایسے سوالات کریں کہ ان اوصاف کی گائے ہی نہ مل سکے چنانچہ اولاً انہوں نے گائے کے امتیازی اوصاف کے بارے میں دریافت کیا تو ان کے اس سوال کا جواب اللہ پاک کی جانب سے دیا گیا کہ گائے عمر کے لحاظ سے بڑھاپے کی عمر میں داخل نہ ہو وہ ولادت کی عمر سے تجاوز کر گئی ہو لیکن وہ اس وصف کی بھی نہ ہو جس نے ابھی تک کسی بچھڑے کو جنم نہیں دیا ہے۔ مقصود یہ تھا کچھ حرج نہیں اگر ایک سے زیادہ وہ کسی بچھڑے کو جنم دے چکی ہو لیکن بچھڑے کو جنم دینے کا معاملہ کثرت کے ساتھ نہ ہو بلکہ ان دونوں اوصاف کے درمیان ہو پس جو حکم تمہیں دیا جا رہا ہے اس پر عمل کرو اگر موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد پر وہ عمل کرتے اور کوئی سی گائے ذبح کر دیتے تو مقصود حاصل ہو جاتا لیکن انہوں نے خود اپنے اوپر تشدد کیا تو اللہ نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا خیال رہے اللہ پاک کے جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان کا سوال کس نوعیت کا تھا لیکن اس سے اگلی آیت میں ان کا سوال تھا کیا وہ گائے کام کرتی ہو ؟ یا نہ کرتی ہو؟ اور کیا وہ بے عیب ہو؟ یا اس میں اگر عیب ہو تو کچھ حرج نہیں ؟ نیز ہمیں بتایا جائے کہ اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رنگ کیسا ہو در اصل سوالات ان کی کم عقلی کو نمایاں کر رہے ہیں جب کہ اللہ نے نہایت ناصحانہ انداز میں انہیں حکم دیا کہ تمہیں جس کام کے کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تمہیں وہ کام کرنا چاہیے موشگافیاں پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی اس کے باوجود وہ سوالات کرنے سے نہ رکے اور وضاحت طلب کی کہ اس کا رنگ کیسا ہو در اصل بعض رنگ جاذبیت والے ہوتے ہیں تو اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا کہ اس کا رنگ خالص زرد ہو۔

خیال رہے خالص زرد رنگ سیاہ اور سفید کے درمیان سمجھا جاتا ہے یعنی عمر کے لحاظ سے بھی متوسط اور رنگ کے لحاظ سے بھی متوسط ہو۔ اس میں کسی دوسرے رنگ کا ادنی سا شائبہ اور جھلک نہ ہو مزید برآں دیکھنے والوں کو مسرت و ابتہاج سے مالا مال کر دے۔ یعنی ہر لحاظ سے حسین و جمیل اور خوش منظر ہو گویا کہ اس پر نظر ڈالنے سے اس کے جسم سے سورج کی شعاعیں ظاہر ہو رہی ہوں۔

لیکن بنی اسرائیل نے ان امتیازی اوصاف پر بھی قناعت نہ کی انہوں نے مزید ایک سوال کیا کہ گائے کا معاملہ ہم پر مشتبہ ہوگیا ہے ہمیں مزید وضاحت سے ہم کنار کیا جائے اس لئے گائے نوعیت کے لحاظ سے دیگر افراد کے ساتھ واضح مشابہت رکھتی ہے پس ہمیں مزید وضاحت کی ضرورت درکار ہے لیکن بلا شبہ اگر اللہ کی مشیت شامل حال رہی تو ہم اپنے لیلائے مقصود سے ضرور ہم کنار ہوں گے۔ غور کریں کہ اس آخری جملہ میں انابت اور انقیاد کا پہلو نمایاں ہے بلکہ ان کی جانب سے ندامت کا اظہار ہے کہ ہم اللہ کے حکم کو بلا چوں چرا تسلیم کر لیتے تو کتنا ہی اچھا تھا آج ہم اس قدر مشقت سے ہم کنار نہ ہوتے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو کبھی انہیں مذکورہ شرائط کی گائے دستیاب نہ ہوتی۔
(تفسیر کشاف ج ۱ ص ۱۵۱' تفسیر ابن جریر' حدیث مفصل ہے)

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا گائے کے مزید اوصاف کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ گائے سے کوئی کام نہ لیا جاتا ہو نہ وہ زمین میں ہل چلانے والی ہو اور نہ وہ پانی کھینچ کر کھیتوں کو سیراب کرتی ہو یعنی اس سے کسی قسم کی ریاضت اور مشقت کا کام نہ لیا جاتا ہو اسی لئے بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس گائے سے مقصود نیل گائے ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں جس گائے کے اوصاف نفسیہ ذکر کئے گئے ہیں وہ نیل گائے میں ہی پائے جاتے ہیں در اصل کسی جانور کے تعین کے لئے ضروری ہے کہ کھلے الفاظ میں اس کے اوصاف بیان کئے جائیں تاکہ ان اوصاف کی گائے تلاش کرنے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہ آئے معلوم ہوا کسی چیز کے اوصاف بیان کرنے سے اس کی مکمل نقشہ کشی نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی کسی بہن کے اوصاف کی نقشہ کشی اس انداز سے اپنے خاوند کے سامنے بیان کرے کہ خاوند کو احساس ہو کہ وہ اس کی جانب دیکھ رہا ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶۸' بخاری ۷/۴۹۔۵۰ شرح السنہ ۹/۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز وہ گائے ہر قسم کے عیب اور نقص سے مبرا ہو اس کے جسم کا ایک ہی رنگ ہو کسی دوسرے رنگ کا اس کے جسم میں شائبہ تک نہ ہو پس ان اوصاف کے ساتھ موصوف گائے کے حصول کی پابندی اللہ پاک کی جانب سے نہیں ہے انہوں نے خود طرح طرح کی موشگافیاں نکال کر اپنے لئے دشواریاں پیدا کیں تو اللہ نے بھی ان کو شدید مشکلات سے دو چار کر دیا حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دین اسلام میں سہولت کار فرما ہے اور جو شخص بھی مشکلات کو خود پیدا کرے گا تو وہ ناکام ہو گا اور مشکلات کو عبور کرنا اس کے لئے مشکل ہو گا پس تمہیں میانہ روی اور آسانی کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے انبیاء علیہم السلام اور علماء کرام سے لا یعنی سوالات کرنا اور بلا مقصد گفتگو کرنا مستحسن نہیں ہے بلکہ مذموم ہے ذکر کردہ اوصاف کی گائے کے بارے میں کثرت کے ساتھ روایات مروی ہیں۔ بہر حال مذکورہ اوصاف کے ساتھ موصوف گائے انہیں دستیاب ہو گئی اور اسے موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو واقعی وہ گائے بیان کردہ اوصاف کی حامل تھی تو بنی اسرائیل برملا بول اٹھے اب تو آپ نے حق کو واضح کر دیا چنانچہ انہوں نے گائے کو ذبح کیا لیکن وہ خود کو اس کے ذبح پر آمادہ نہیں پاتے تھے۔ اس لئے کہ قتل کے اس واقعہ میں انہیں قاتل کی تفتیش اور تلاش میں لمبا عرصہ گزارنا پڑا نیز سوال جواب کا سلسلہ طول پکڑ گیا جس کے سبب انہیں شرائط کے مطابق گائے کو حاصل کرنے میں شدید تکالیف کا سامنا کرنا پڑا بالخصوص قاتل کی نشاندہی کی صورت میں اپنی ذلت اور رسوائی سے بھی خائف تھے صحیح بات تو یہ ہے کہ وہ جس نوع کی گائے ذبح کردیتے تو اس سے قاتل کا سراغ مل سکتا تھا لیکن کثرت سوال نے ان کے اس مسئلہ کو مزید پیچیدہ بنا دیا' ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے زیادہ سوالات کرنے سے روکا ہے مزید مال ضائع کرنے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکا ہے۔ گائے کے ذبح کرنے کے واقعہ کو ہفتہ کے دن کی تعظیم نہ کرنے والوں کے واقع کے بعد اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے ہفتہ کے دن کی تعظیم نہ کرکے ان مچھلیوں کا شکار کیا جن کا شکار کرنا ان کے لئے ممنوع تھا تو گویا کہ انہوں نے ممنوع چیزوں کا شکار کیا ان کی زندگی کو ختم کیا تو انہیں بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا اور گائے کے اس واقعہ میں بھی ایک شخص کو ناجائز موت کے گھاٹ اتارا گیا تو انہیں قاتل کی تفتیش میں نہایت آسان صورت سے آگاہ کیا کہ تم گائے ذبح کرو لیکن انہوں نے سوال و جواب کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر کے خود کو مشقت کے سپرد کر دیا جس سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے انہوں نے اپنی زندگی کو مشکلات کے سپرد کر دیا۔

اس واقعہ میں قدرت الٰہی کا عجیب کرشمہ ہے کہ ذبح شدہ گائے کے جسم کے ایک ٹکڑے کو (وہ گائے جو زندگی میں بھی قوت گویائی نہیں پاتی ہے) مقتول شخص کے جسم پر لگنے سے وہ زندہ ہو جاتا ہے اور بتا دیتا ہے کہ مجھے فلاں شخص نے قتل کیا ہے یہ تبدیلی غور و فکر کے لائق ہے لیکن جن لوگوں کو مچھلی کے شکار سے ہفتہ کے روز روکا گیا تھا جب انہوں نے مچھلیوں کا شکار کیا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کی تو گویا وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان جو اس واقعہ سے پہلے قوت گویائی کے ساتھ موصوف تھے مچھلی کے شکار کرنے سے نہ صرف یہ کہ ان کی قوت گویائی ختم ہو گئی بلکہ انہیں بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔

جب سامری نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت کی جانب مائل کیا انہوں نے صرف اس بنیاد پر اس کی پرستش شروع کی کہ ہوائی گردش کے سبب اس سے ایک آواز سنائی دیتی تھی انہیں اس آواز پر حیرانی تھی تو اللہ نے ان کی حیرانی کو دور کیا ہے اور انہیں تنبیہہ کی ہے کہ اللہ پاک تو عظیم قدرت والا ہے اگر گائے ذبح شدہ کے کسی حصہ کو مقتول شخص پر لگا دیا جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ پھر تمہیں گائے کی آواز پر تعجب کیوں ہے؟

بلکہ اگر آیات کے سیاق و سباق پر غور کیا جائے تو یہودیوں اور گائے میں زبردست مماثلت موجود ہے جس طرح گائے کی جنس مشقت کے کاموں کو سرانجام دیتی ہے زمین میں ہل چلاتی ہے کنوئیں سے پانی نکالتی ہے سواری کے لئے اسے آگے جوتا جاتا ہے بالکل یہودیوں کی طبیعت میں گائے کی طبیعت کے ساتھ یکسانیت ہے۔ انہیں معاشرہ میں ذلت حاصل ہے مشقت کے کام کرتے ہیں انہیں ہرگز آسائش حاصل نہیں ہے اور مسلسل مشقت کے امور سرانجام دینے میں سربر آوردہ رہتے ہیں اور اپنی ذلت اور ناکامی پر خوش رہتے ہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ انہوں نے اس جملہ کے بدلے (کہ اے اللہ ! ہمارے گناہ معاف فرما) یہ جملہ پسند کیا کہ ہمیں زمینداری کے ساتھ محبت ہے ہم گندم ودیگر جنسیات اراضی کے خواہش مند ہیں ہم زمین کے کاروبار سے محبت رکھتے ہیں ہمیں ساگ ' پات ترکاریوں اور دالوں سے انس ہے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۚ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر تم نے اس (کے قتل کے بارے) میں اختلاف کیا جب کہ اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا تھا جس چیز کو تم چھپا رہے تھے۔ تو ہم نے حکم دیا کہ تم گائے کے ایک ٹکڑے کو اس شخص پر مارو اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس واقعہ میں ترتیب بظاہر مفقود ہے ایک انسان کے قتل ہونے کا تذکرہ اس مقام پر ہے پھر اس سے نجات حاصل کرنے کا بھی تذکرہ ہے لیکن نجات حاصل کرنے کے وسیلہ کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اس سے مقصود گائے کا ذبح کرنا ہے۔ لیکن تعجب لاحق ہوتا ہے اور اس واقعہ کو پڑھنے والا اور سننے والا زبردست تشنگی محسوس کرتا ہے کہ کسی شخص کی وفات پر گائے ذبح کرنے سے اس کے قاتل کا علم کیسے ہو سکتا ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صورت معجزہ کی ہے عام حالات میں اس انداز سے قاتل کا پتہ نہیں لگایا جا سکتا اس واقعہ میں قتل کرنے کی نسبت ایک شخص کی جانب نہیں ہے اگرچہ فی الحقیقت قاتل صرف ایک شخص ہے اس لئے کہ جب ایک شخص کے قتل پر تمہارا اختلاف ہو جاتا ہے ہر شخص اپنا دفاع کرتا ہے اور دوسرے پر الزام لگاتا ہے حقیقت میں قاتل ایک شخص ہے لیکن چونکہ ان سب نے قتل کے اس واقعہ میں حقائق کو چھپا رکھا ہے اس لئے سبھی قاتل قرار دیئے گئے۔

یہی وجہ ہے کہ اس جرم کے ذکر کے بعد اللہ پاک نے واضح کیا کہ اللہ پاک تمہارے جرم کو بے نقاب کرنے والے ہیں جس کو تم نے صیغہ راز میں رکھا ہوا ہے کہیں تم اس جرم میں ان لوگوں کو ملوث نہ کر دو جو مجرم نہیں ہیں تاکہ قاتل کا سراغ نہ لگایا جا سکے اللہ کی ذات پر تمہارا مکر و فریب پوشیدہ نہیں ہے تو ہم نے حکم دیا کہ مقتول شخص کے جسم کو گائے کا ٹکڑا لگاؤ تو جب انہوں نے اس شخص کے جسم کو گائے کا ٹکڑا لگایا تو مقتول زندہ ہوگیا اس نے بتایا کہ مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے تاکہ وہ میرا ورثہ سمیٹ لے جب کہ قاتل کو ورثہ کے مال سے کسی شریعت میں بھی کچھ حصہ نہیں ملتا چونکہ یہ واقعہ معجزہ کی صورت ہے اور اللہ پاک نے بتایا ہے کہ اس طرح وہ زندہ ہو جائے گا اس لئے کہ مقتول کا کہنا صحیح ہے اس میں شک نہیں کیا جا سکتا ہاں عام حالات میں مقتول شخص اگر قتل کے بارے میں کسی شخص کو قاتل قرار دیتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ سچ بول رہا ہو یا تہمت لگا رہا ہو اور احتمال کی صورت میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا البتہ اس نوعیت کے واقعہ میں قسامہ کے ساتھ فیصلہ کرنا مناسب ہے۔

اس کی وضاحت یوں ہے کہ مقتول کے ورثاء میں سے پچاس انسان قسمیں اٹھائیں کہ ہمارے شخص کو فلاں انسان نے قتل کیا ہے ان کے قسم اٹھانے پر اس قبیلہ پر دیت ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے لیکن اگر مقتول کے ورثا قسم اٹھانے سے انکار کریں تو نامزد قاتل کے قبیلہ سے پچاس انسان قسمیں اٹھائیں کہ ہمارے قبیلہ کا نامزد شخص اس کا قاتل نہیں تو وہ بری ہو جائیں گے لیکن مقتول کی دیت قاتل اور اس کے اقرباء مقتول کے ورثا کو دیں گے اس لئے کہ کسی مسلمان کا خون رائیگاں نہیں جانا چاہیے۔

لیکن ابو داؤد کی ایک حدیث میں نبی ﷺ نے یہودیوں سے کہا جب کہ ان کے محلّہ میں ایک شخص قتل ہوگیا تھا اور قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا تو آپ نے ان سے کہا کہ تم میں سے پچاس انسان قسم اٹھائیں اور اپنی برات کا اظہار کریں انہوں نے انکار کیا تو پھر آپنے انصار سے کہا کہ تم میں سے پچاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افرادحلف اٹھائیں انہوں نے کہا ہم کسی نامعلوم پوشیدہ کام پر کیسے قسمیں اٹھائیں تو آپ نے یہودیوں کو دیت ادا کرنے کا حکم دیا اس لئے کہ مقتول ان کے محلہ میں قتل ہوا تھا۔ (قرطبی' ج۱ ص۴۵۹)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقتول شخص جو زخمی ہے ابھی اس میں زندگی کے آثار ہیں اگر وہ کہے کہ مجھے فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو اس کے قول کو تسلیم کیا جائے یا نہیں اس کا جواب واضح ہے انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کے سر کو پتھر مار کر کچل دیا ابھی اس میں زندگی کے آثار تھے اس سے استفسار کیا گیا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے ؟ فلاں فلاں نے قتل کیا؟ ایک یہودی کا نام لیا تو اس نے سر کے اشارے کے ساتھ اثبات میں جواب دیا اس کے بعد اس یہودی سے استفسار کیا گیا اور بار بار اس پر دباؤ ڈالا گیا بالآخر اس نے اعتراف کر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہودی کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا جائے جیسا کہ اس نے کیا تھا (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۱۶۹)

اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد اللہ پاک نے فرمایا جس طرح تم نے مشاہدہ کیا ہے کہ مقتول شخص زندہ ہوگیا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ قیامت کے دن فوت شدہ لوگوں کو زندہ کرے گا خیال رہے قدرت کاملہ کے ساتھ فوت شدہ لوگوں کو زندہ کرنے کے واقعات کا اسی سورت میں پانچ مقامات میں ذکر فرمارہا ہے۔ ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اللہ فوت شدہ لوگوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا آپ کبھی ایسے مقام سے گزرے ہوں جو چٹیل میدان ہے بعد ازاں کبھی وہاں سے گزر ہوا تو وہی وادی سر سبز و شاداب ہے اس نے عرض کیا درست ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسی طرح قیامت کے دن قبروں سے اٹھنا ہوگا (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۱۶۹)

اسی طرح کا خرق عادت واقعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آیا جب ایک یہودی زینب نامی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور آپ سے استفسار کیا کہ آپ کو کس جگہ کا گوشت زیادہ مرغوب ہے آپ نے فرمایا مجھے دستی کا گوشت زیادہ محبوب ہے تو اس نے دستی کے گوشت میں زہر ملا کر اسے پکایا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ گوشت زہر آلود ہے۔ اور لقمہ اگل دیا ایک صحابی بشر بن براءؓ آپ کے ساتھ تھے وہ لقمہ نگل گئے اور وفات پا گئے زینب نے اعتراف کیا کہ میرا خیال تھا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو زہر اثر نہیں کرے گا۔ پیغمبر نہیں تو ہمیں آپ کے ساتھ سے نجات مل جائے گی چنانچہ زینب کو بشر کے قصاص میں قتل کر دیا گیا (مسلم شریف)

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ خرق عادت واقعہ کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی سے باز آجاؤ اور عقل کے مطابق عملی زندگی گزارو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو پروردگار عالم معبود حقیقی' ایک فوت شدہ شخص کو زندہ کر سکتا ہے۔ وہ قیامت کے وقوع کے وقت تمام فوت شدہ لوگوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا خَلۡقُكُمۡ وَلَا بَعۡثُكُمۡ اِلَّا كَنَفۡسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان ۲۸)

" (اللہ) کو تمہارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے ۔"

یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہئے کہ در حقیقت موثر اللہ کی ذات ہے اور اسباب کی حیثیت تو علامات کی ہے اسباب موثر نہیں ہوتے ۔ اس واقعہ سے عبرت حاصل کی جائے اور غور کرنا چاہئے کہ جو شخص اپنے زبردست دشمن کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے تو وہ اپنے نفس امارہ کو گائے کی طرح ذبح کرے یعنی قوت شہویہ کو کچل دے جونہی کہ بچپن کا زمانہ ختم ہو کر انسان جوانی کے دور میں داخل ہو ابھی بڑھاپے کے آثار نمودار نہ ہوں اور قوت شہویہ شباب پر ہوتی ہے تو زندگی کا یہ دور نہایت خطرناک ہوتا ہے اس دور میں پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہئے تاکہ زندگی کی صحیح رونقیں قائم رہیں اور اطمینان کی زندگی بسر کرکے اللہ کی رضا حاصل کی جائے ۔ بنی اسرائیل سے ایک شخص کے قتل ہونے پھر اس کے قاتل کا پتہ لگانے کے لئے گائے کا ذبح کرنا اور مقتول شخص کا زندہ ہو کر قاتل کا نام بتانا یہ ایسا واقعہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی صداقت پر ایک دلیل سمجھنا چاہئے یہودیوں کو غور کرنا چاہئے کہ محمد ﷺ انہیں ایسے واقعات سے آگاہ کر رہے ہیں جو ان کے آباؤ اجداد کے دور میں ظہور پذیر ہوئے ۔ ان واقعات کا علم یہودیوں کے علاوہ کسی کو نہ تھا۔ مزید برآں ان کی اس تاریخ کو بیان کرتے ہوئے ان کی نفسیات سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ وہ مکروفریب میں سب سے آگے ہیں ۔ اور رعونت انہیں ورثہ میں ملی ہے ۔ نیز یہودی تمام لوگوں سے سخت مزاج ہیں ان کا مشغلہ ہے کہ وہ آئے دن انسانیت پر گوناگوں مظالم ڈھا رہے ہیں اور مصائب و آلام سے انسانوں کو دو چار کرکے راحت محسوس کرتے ہیں ۔ اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہیں ۔

ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً ‌ؕ وَاِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ ‌ؕ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ ‌ؕ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝۷۴

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے پس وہ سخت ہونے میں پتھر کی مانند ہو گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ اور بے شک بعض پتھر ایسے ہیں کہ وہ پھٹ جاتے ہیں کہ اس سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور بعض پتھر ایسے ہیں وہ پھٹ جاتے ہیں اور اس سے پانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باہر آتا ہے جب کہ بے شک بعض پتھر ایسے ہیں کہ وہ اللہ کے ڈر سے نیچے گر جاتے ہیں اور اللہ اس چیز سے بے خبر نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔

اللہ پاک یہودیوں کو ڈانٹ پلا رہے ہیں کہ تمہیں اللہ کی آیات پر غور کرنا چاہیے تھا اور اپنے ایمان کو مضبوط اور اپنے اخلاق کو بہتر بنانا چاہیے تھا لیکن اس کے بر خلاف تمہارے دل سخت ہو گئے اگرچہ دل گوشت کا لوتھڑا ہے لیکن تمہارے دلوں نے تو پتھر کا روپ دھار لیا بلکہ تمہارے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ان میں نرمی ' عفو ' حلم کی کوئی چیز باقی نہیں ہے جب کہ بعض پتھروں سے پانی کی نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بعض پتھر اللہ کے ڈر سے سختی کو چھوڑ کر نرم ہو جاتے ہیں اور خشیت الٰہی کے سبب گر پڑتے ہیں۔ جیسا کہ طور پہاڑ اللہ کی تجلی کے سامنے ٹوٹ پھوٹ گیا۔ ان واقعات کو مجاز پر محمول کرنا درست نہیں اس لئے کہ اللہ پاک ان میں نرمی کا وصف پیدا کر سکتا ہے اللہ کے حکم کے سامنے کوئی چیز محال نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَ مَنْ فِيهِنَّ (الاسراء ۴۴)

" اس کی تسبیح کہتے ہیں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں موجود ہے "

نیز فرمان الٰہی ہے

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (الرحمٰن ۶)

" اور ستارے اور درخت اسے سجدہ کرتے ہیں۔ "

نیز ارشاد الٰہی ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ(الحشر ۲۱)

" اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کر دیتے تو آپ اسے دیکھتے ڈرنے والے اللہ کے ڈر سے گرنے والے۔ "

نیز فرمایا

وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (فصلت ۲۱)

" اور وہ اپنے جسموں سے کہیں گے کہ تم ہم پر گواہی کیوں دیتے ہو وہ کہیں گے کہ ہمیں اس اللہ نے بلایا ہے جو ہر چیز کو بلاتا ہے۔ "

نیز صحیح حدیث میں ہے آپ نے احد پہاڑ کے بارے میں فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں اسی طرح کھجور کا وہ تنا جس کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر تیار ہوگیا تو کھجور کا تنا آپ کی جدائی پر یوں روتا ہے جیسے اونٹنی اپنے بچے کی جدائی پر روتی ہے اور واویلا کرتی ہے اس مفہوم کے واقعات متواتر ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں اب بھی مکہ مکرمہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہو جو نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے مجھے السلام علیکم کے کلمات سے مخاطب ہوتا تھا۔ (فتح الباری' ج ۲ ص ۹۷' تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۱)

نیز حجر اسود کے بارے میں منقول ہے کہ وہ قیامت کے دن اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے رسول اکرم کے فرمان کے پیش نظر اس کا استلام کیا پتھر اگرچہ بہت سخت ہیں اس کے باوجود وہ پانی کے ٹکراؤ سے متاثر ہوتے ہیں اور مسلسل پانی کے تصادم سے پھٹ جاتے ہیں بعض پتھر ایسے ہیں جو معمولی پانی سے بھی پھٹ جاتے ہیں جیسا کہ پہاڑی علاقوں میں چشموں کی یہی کیفیت ہے البتہ بعض پتھر ایسے بھی ہیں جو زبردست تیز پانی کے ریلے سے پھٹتے ہیں اور پانی تیزی کے ساتھ جاری ہو جاتا ہے جسے نہر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جب کہ بعض پتھر اللہ کے ڈر سے پہاڑوں کی بلندی سے لڑھکتے ہوئے نیچے گر جاتے ہیں جیسا کہ آتش فشاں پہاڑوں میں ان کے مناظر دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ جن کے زور دار ریلے سے پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح خوفناک حوادثات اور زلزلوں سے پتھر متاثر ہوتے ہیں لیکن تمہارے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو چکے ہیں کہ وہ کائنات میں قدرت الٰہیہ کے خوفناک مناظر دیکھتے ہیں لیکن ان سے متاثر نہیں ہوتے نہ اپنی زندگی میں تبدیلی لاتے ہیں۔ (المنار ج ۱ ص ۳۵۳)

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۵﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۷۶﴾ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿۷۸﴾

اے ایمان والو! کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہودی تمہاری تصدیق کریں گے۔ جب کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست بات یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ (کا یہ حال ہے) کہ وہ تورات کو سنتے ہیں پھر وہ دانستہ اس میں تحریف کرتے ہیں جب کہ وہ اسے سمجھتے ہیں اور جب وہ ایمان داروں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب ان سے کچھ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ الگ ہوتے ہیں تو وہ (ان سے) کہتے ہیں کیا تم ان کو ایسی باتیں بتاتے ہو جن سے اللہ نے تم کو نوازا ہے تاکہ وہ تمہارے پروردگار کے ہاں تمہارے ساتھ اس دلیل کی روشنی میں مناظرہ کریں تم سمجھتے نہیں ہو (جاہلوں کے اس گروہ) کو علم نہیں ہے کہ اللہ پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھتا ہے اور ان میں سے کچھ لوگ ان پڑھ ہیں جو کتاب کا علم نہیں رکھتے ہیں سوائے باطل آرزوؤں کے اور یہ تو محض گمان کرتے ہیں۔

جب اللہ پاک نے واضح فرمایا کہ یہودیوں کے دل مسلسل اور بار بار نافرمانیوں اور احکام الٰہیہ کے خلاف دیدہ دلیری سے زنگ آلود ہو گئے ہیں بلکہ بد اعمالیوں کے اثرات سے ان کے دل کثافت کے دبیز پردوں کی وجہ سے پتھر سے بھی زیادہ قساوت کے ساتھ موصوف ہیں اس سبب سے ایمان کی جانب ان کا میلان نہیں رہا ہے۔ بلکہ مایوسی کی کیفیت چھا چکی ہے اللہ پاک ایمان والوں کو ان سے مایوس کرتے ہیں کہ ان سے ایمان لانے کی توقع نہ رکھیں اس کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے اس لئے کہ آپ بھی شدت کے ساتھ چاہتے تھے کہ وہ ایمان قبول کریں۔ اس تمہید کی روشنی میں آیات کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

اے ایمان والو! تم یہودیوں سے ہرگز یہ توقع نہ رکھو کہ وہ رسول اکرم ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ کے دین اسلام کو قبول کریں گے ہرگز نہیں ان کا ایمان لانا مستبعد ہے۔ اس لئے کہ یہودیوں میں دھوکہ بازی' حیلہ سازی ' اللہ کے کلام میں تحریف کرنا اور لوگوں کو گمراہی سے ہم کنار کرنے کے لئے احکام الٰہیہ کی بے جا تاویلات کرنا اور حق و صداقت سے لوگوں کو دور رکھنا ہے تاکہ کہیں وہ راہ ثواب کی نعمت حاصل نہ کر پائیں ان کے اباؤ اجداد کا یہی وطیرہ تھا۔ اور اب یہ بھی ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور جو لوگ اس قسم کا انداز اپنا لیتے ہیں ان کا نفاق' کذب بیانی' اور کتمان حق سے باز رہنا سخت محال ہوتا ہے یہودیوں میں سے علماء کا گروہ خاص طور پر نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اس حقیقت کا اعتراف رکھتا ہے کہ وہی پیغمبر ہیں جس کی پیشین گوئی تورات میں موجود ہے لیکن حسد' بغض کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب انہوں نے تورات میں رسول اکرم کے بارے میں آپ کی صفات کو محرف کیا مثلاً" تورات میں آپ کا وصف موجود ہے کہ آخرالزمان پیغمبر ﷺ کی آنکھیں سرمیلی ہوں گی' قد درمیانہ ہوگا' سر کے بال گھنگھریالے ہوں گے' چہرہ خوبصورت ہو گا۔ انہوں نے تحریف کرتے ہوئے بیان کیا کہ اس پیغمبر کا قد لمبا ہو گا اس کی آنکھیں بلیاں ہوں گی' اس کے بال سیدھے ہوں گے۔ مزید بر آں علمائے سوء رشوت لے کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے "إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَ إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ اَقَامُوا عَلَيهِ الحَدَّ وَ ايمُ اللّٰهِ لَو اَنَّ فَاطِمَةَ بِنتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَت لَقَطَعتُ يَدَهَا" " بنی اسرائیل میں جب اونچی فیملی سے کوئی شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب نچلی برادری کا شخص چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کر دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کی مرتکب ہوں گی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔"

آپ کے دور میں یہودیوں کا مزید تذکرہ کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جب ان کی ملاقات ایمانداروں سے ہوتی ہے۔ تو منافقت اختیار کرتے ہوئے اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ہمارا رسول نہیں ایمانداروں کا رسول ہے لیکن جب اپنی الگ مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم اہل عرب کو نہ بتاؤ کہ یہ شخص اللہ کا رسول ہے اور نہ اس کی نبوت کی تصدیق کرو نہ اس کے دین اسلام کو صحیح قرار دو۔ اگر تم نے اس کی نبوت کی صحت کا اقرار کیا تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو تم پر غلبہ حاصل ہو گا۔ تعجب ہے کہ یہودیوں کا ذوق اس قدر بگڑا ہوا ہے اور ان کی فہم و بصیرت کس قدر ژولیدہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس بات کو تم لوگوں سے چھپا رہے ہو اللہ پاک سے بھی اس کا چھپانا ممکن ہے۔ ان کے اس ٹیڑھے انداز پر تنقید کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ان کی پوشیدہ اور ظاہر تمام باتوں کا علم رکھتا ہے ۔ کفر اور سرکشی میں سر بر آوردہ فریق کا ذکر کرنے کے بعد اس سے بھی بڑھ کر تند و تیز مقلد' سرکش' جہالت کا مجسمہ جیسے انسانوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہودیوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو لکھنے پڑھنے سے آشنا نہیں ہیں بد مزاج' فہم و فراست سے عاری امی لوگ ہیں جو اپنی فطرت اور جبلت پر قائم ہیں ان کا مزاج احمقانہ ہے گفتگو کرنے کا سلیقہ نہیں ہے انہیں امیین کے لقب سے روشناس کرایا گیا ہے وہ عبارت کے معانی اور مطالب سے بے خبر ہیں' تقلید کے بغیر انہیں چارہ کار نہیں جو کچھ انہیں بتایا جاتا ہے اسے قبول کر لیتے ہیں' علم و فہم سے کورے ہیں' ضروری نہیں جو شخص قرآن پاک کی تلاوت کی صلاحیت رکھتا ہے وہ قرآن پاک کے معانی سے بھی آشنا ہو' چہ جائیکہ وہ قرآن پاک کے اسرار اور حکمتوں سے واقف ہو۔ آج کے دور میں اکثر مسلمانوں کا یہی حال ہے ان کا وجود شہادت دے رہا ہے جب کہ قرآن پاک کے حفاظ تو کثرت کے ساتھ موجود ہیں جنہیں قرآن پاک کے معانی سے کچھ معرفت حاصل نہیں ہے اور وہ لوگ ان کے علاوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو قرآن پاک کے حفظ کی دولت سے بھی محروم ہیں۔ فَوَا اَسَفَاہُ عَلٰی ذَالِکَ

جب کہ قرآن پاک کے معانی اور مطالب کی معرفت رکھنے والے نہایت قلیل تعداد میں ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "یَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَلَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ وَ قُلُوبُهُمْ اَمَرُّ مِنَ الذِّئَابِ اُولٰئِکَ شَرُّ الْخَلِیقَةِ"

" وہ قرآن پاک کی تلاوت تو کرتے ہوں گے لیکن قرآن پاک ان کے حلق سے نیچے اثر انداز نہیں ہوگا۔ ان کی زبانیں قند سفید سے زیادہ شیریں ان کے دل بھیڑیوں سے زیادہ بے رحم ' یہ لوگ بد ترین مخلوق ہیں۔"

لفظ اَمَانِیَّ کا واحد اُمنِیّۃ ہے اور (امنیة)سے مقصود پڑھنا ہے یعنی وہ صرف کتاب کے الفاظ کی قرات کر سکتے ہیں معانی کے ادراک سے بے خبر ہیں لیکن یہ ترجمہ درست نہیں اس لئے کہ اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جو پڑھنا بھی نہ جانتا ہو۔

البتہ مستثنیٰ منقطع ہونے کی صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ وہ کتاب کا علم نہیں رکھتے ہیں' البتہ باطل قسم کی آرزوئیں ان کے دل و دماغ میں موجزن رہتی ہیں' جیسا کہ ان کا قول اللہ پاک ذکر فرماتے ہیں۔"وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا اَوْ نَصَارٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ"(البقرہ ۸۱)

" جنت میں صرف یہودی یا عیسائی داخل ہوں گے۔ اللہ پاک ان کے اس خیال کی تردید فرماتے ہیں۔ کہ یہ ان کی آرزوئیں اور خام خیالیاں ہیں۔" نیز ارشاد باری ہے لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَا اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتَابِ " تمہاری اور اہل کتاب کی آرزوؤں کے مطابق فیصلہ نہیں ہوگا۔"(النساء ۱۲۳)

معلوم ہوا لفظ اَمَانِیَّ کا مفہوم آرزوئیں درست ہے کتاب کو پڑھنا درست نہیں اس لئے کہ اُمّی انسان وہ ہوتا ہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ (اَضواء البیان علامہ شنقیطی ج۱ ص۱۴۱)

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُودَةً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ اَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَأُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٨١﴾ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٨٢﴾

تو ان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے۔ تاکہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت (یعنی دنیاوی منفعت) حاصل کریں۔ پس ان پر افسوس ہے اس لئے کہ (بے اصل باتیں) اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور ان پر افسوس ہے اس لئے کہ ایسے کام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ انہیں چند روز کے سوا چھو ہی نہ سکے گی۔ ان سے پوچھو کہ تم نے اللہ سے اقرار لے رکھا ہے کہ اللہ اپنے اقرار کے خلاف نہیں کرے گا۔ بلکہ تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں ہرگز علم نہیں۔ ہاں جو برے کام کرے اور اس کے گناہ (ہر طرف سے) اسے گھیرلیں تو ایسے لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنتی ہیں ہمیشہ اس میں عیش کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ گمراہ' کینہ پرور یہودیوں کو دردناک عذاب کی دھمکی دے رہے ہیں جو کلام الٰہی میں تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں باطل باتوں کو جمع کرکے اسے کتاب اللہ کا نام دیتے ہیں' تاکہ اس طرح دنیاوی اغراض فاسدہ کو حاصل کریں۔ اس آیت میں تین بار ان کے لئے لفظ ویل کا ذکر ہوا ہے' عربی زبان میں ویل کا مفہوم ہلاکت' تباہی اور بربادی ہے جب کہ کبھی کبھی لفظ ویل ترحم کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر صحابی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا: وَيلُ أُمِّهِ مِسعَرُ حَربٍ لَو كَانَ مَعَهُ أَحَدٌ " اس کی والدہ تحسین و ترحم کی مستحق ہے کہ اس کا بیٹا تو جنگجو بہادر ہے اگر اسے کوئی ساتھی میسر آجائے۔"

جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ ویل دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔ جس میں کافر شخص چالیس سال تک گرتا رہے گا۔ لیکن اس کی گہرائی تک نہ پہنچ سکے گا۔ انہیں اس وادی میں گرانے کی سزا ان کے اس جرم کے سبب دی گئی ہے کہ انہوں نے تورات میں تحریف کی اپنی خواہشات کے مطابق اس میں اضافہ کیا اور اپنی خواہش کو تسکین دلاتے ہوئے بعض احکام کو نکال دیا۔ جب کہ انہوں نے تورات سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور آپ کے وصف کو بھی نکال دیا۔ اس سبب سے انہیں مَغضُوبِ عَلَيهِم قرار دیا گیا۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا نے مسلمانوں سے کہا کہ تم اہل کتاب سے کس لئے استفسار کرتے ہو۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۶' فتح الباری ج ۱ ص ۲۶۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ اللہ کے پیغمبر آخرالزماں محمد ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کا نزول ابھی ابھی ہوا ہے اس میں ہرگز ملاوٹ اور کمی بیشی نہیں ہے۔ اس کتاب میں اللہ پاک نے تمہیں یہودیوں کے بارے میں بتایا ہے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو تبدیل کیا اور اس میں تحریف کے مرتکب ہوئے۔ اس میں انہوں نے اپنی جانب سے اضافہ کرکے یہ کہا کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے ان کا مقصو دنیوی مال و متاع حاصل کرنا ہے جب تمہارے پاس اللہ کی جانب سے کتاب نازل ہو چکی ہے تو تمہیں ان سے مسائل پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب کہ ان میں سے ایک شخص بھی تم سے کوئی سوال نہیں کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۱۷۷ بحوالہ بخاری)

لیکن قرآن پاک جسے اللہ پاک نے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے اس کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں ہرگز کوئی شخص اپنی جانب سے اضافہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ قرآن پاک اعجاز کے ساتھ موصوف ہے اس میں اضافہ اور اضافہ شدہ آیت یا جملہ یقیناً اعجاز سے خالی ہوگا۔ اس لئے کہ آج تک کسی شخص نے اس جرات اور بے باکی کا مظاہرہ نہیں کیا ہے لیکن قرآن پاک کی تفسیر کرتے ہوئے بعض آیات کا ایسا مفہوم بتانا جو ادلہ شرعیہ سے متصادم ہوتا ہو یہ بھی تحریف کی ایک صورت ہے پس ہرگز جائز نہیں کہ دین اسلام میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے خلاف اپنی جانب سے اضافہ کیا جائے یہ تو کھلی گمراہی ہے اور نہ کسی جملہ کی ایسی تشریح کی جائے جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے متصادم ہو۔

نیز یہودیوں نے دعوی کیا کہ ہم دوزخ میں صرف چالیس دن رہیں گے جتنا عرصہ کہ ہم نے بچھڑے کی عبادت کی تھی۔ چنانچہ بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو نبی ﷺ کو ایک بکری ہدیہ دی گئی ۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ زینب نامی عورت نے آپ ﷺ سے استفسار کیا کہ آپ کو کس جگہ کا گوشت زیادہ محبوب ہے آپ نے فرمایا مجھے دستی کا گوشت محبوب ہے تو اس نے اس میں زہر ڈال کر پکایا اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپنے ایک لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈالا تو آپ نے لقمہ باہر پھینک دیا اور فرمایا مجھے یہ لقمہ بتا رہا ہے کہ اس میں زہر ہے اس کے بعد نبی ﷺ نے یہودیوں کو اکٹھا کیا جب وہ آگئے تو آپنے فرمایا کہ میں تم سے ایک بات دریافت کرتا ہوں کیا تم سچ سچ بتاؤ گے۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا نبی ﷺ نے ان سے استفسار کیا۔ تمہارا باپ کون تھا۔ انہوں نے بتایا فلاں شخص تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا ہے تمہارے باپ کا نام تو فلاں تھا۔ تو انہوں نے آپ کی بات کو سچ قرار دیا۔ پھر آپ نے ان سے استفسار کیا کہ میں تم سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کیا تم سچ سچ بتاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا ضرور!

اے ابو القاسم ! ہم سچ بتائیں گے اور اگر ہم کذب بیانی سے کام لیں گے۔ تو آپ کو ہماری کذب بیانی کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہمارے باپ کے نام بتانے میں آپ نے ہمارا جھوٹ بتا دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ان سے استفسار کیا۔ کون دوزخ میں جائیں گے۔ انہوں نے جواب دیا ہم تھوڑا عرصہ اس میں رہیں گے اس کے بعد تم کو ہماری جگہ پر دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا تم ہی دوزخ میں ذلیل ہوتے رہو گے۔ اللہ کی قسم! ہم کبھی تمہاری جگہ پر دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے ان سے استفسار کیا اے یہودیو! تم میرے سامنے سچ کہو۔ اگر میں نے تم سے کسی بات کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے کہا بالکل اے ابو القاسم ! آپ نے ان سے دریافت کیا تم نے بکری کے گوشت کو زہر آلود کیا تھا ۔ انہوں نے اقرار کیا آپ نے ان سے استفسار کیا تم نے کیوں گوشت کو زہر آلود کیا؟ انہوں نے کہا اس خیال سے کہ اگر آپ جھوٹے ہوں گے تو ہمیں آپ کی موت سے راحت ہو جائے گی۔ اور اگر آپ سچے پیغمبر ہوں گے تو آپ کو کچھ تکلیف نہیں پہنچے گی۔ آپ نے ان کے بارے میں بتایا جب انہوں نے کہا کہ ہم تھوڑا عرصہ دوزخ میں رہیں گے۔ گویا کہ آپ نے اس قول کا انکار کیا۔ کیا تم نے اللہ کے ساتھ کوئی عہد و پیاں کر رکھا ہے تو اللہ اس عہد کی خلاف ورزی نہیں فرمائے گا۔ یا تم اللہ کے بارے میں جہالت کے ساتھ ایسی بات کہہ رہے ہو۔ تمہارے ساتھ ہرگز اللہ کا کچھ وعدہ نہیں ہے۔ صرف تمہارا دعوی ہی ہے۔ بعد ازاں اللہ پاک انسان کے انجام کے بارے میں خبر دے رہے ہیں کہ کون دوزخ میں گرایا جائے گا اور کس کے حصہ میں جنت آئے گی ۔ اللہ پاک کا یہ فیصلہ اللہ کے عدل اور رحمت پر ہوگا۔ حسب و نسب پر نہیں ہوگا۔ تمہارا یہ کہنا ہرگز درست نہیں ہے کہ ہم چالیس دن دوزخ میں رہیں گے پھر اس سے ہم کو باہر نکالا جائے گا۔ بلکہ جنت ' دوزخ کے لئے ایک معیار قائم کر دیا گیا ہے۔ جو شخص بد اعمالیوں کا ارتکاب کرے گا۔ اور بد اعمالیوں نے ہر طرف سے اس کا احاطہ کر رکھا ہوگا۔ تو ایسا خبیث النفس شخص جو گناہوں میں ملوث ہے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ اور جو شخص ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کرتا رہا۔ ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ نفس امارہ کی اصلاح کرتا رہا تو اس شخص کو جنت میں داخلہ ملے گا۔ جب کہ حسب نسب اور دیگر امتیازات کا وہاں کچھ دخل نہیں ہے۔ پس گناہوں سے تائب ہونے والا مسلمان شخص اور اعمال صالحہ کرنے والا اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوگا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ لیکن جو شخص اسلام قبول نہیں کرتا ہے۔ اور برائیوں میں مبتلا رہتا ہے بلکہ ہر طرف سے اسے برائیوں نے گھیر رکھا ہے اور اسے اسلام لانے کی توفیق نہیں ملتی ہے۔ کہ وہ فوت ہوجاتا ہے تو ایسا شخص دوزخ کا ایندھن ہوگا۔

امام بیضاویؒ أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔ جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اس گناہ سے باز نہیں آتا بار بار اس گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے اور اس کا انہماک اس گناہ میں زیادہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑے گناہ کے ارتکاب کی جسارت کرتا ہے تو اس شخص پر گناہوں کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کا دل گناہوں کی جانب شدید میلان اختیار کر جاتا ہے۔ کہ وہ گناہوں کو برا جاننے کی بجائے ان کو مستحسن سمجھتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ اصل لذت تو گناہ کرنے میں ہے پھر وہ اس شخص سے دشمنی رکھتا ہے جو اسے گناہ سے نفرت دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کسی کی خیر خواہی قبول نہیں کرتا ہے تو یہ وہ شخص ہے جس کو اس کی برائیوں نے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔"
اس کی وضاحت ایک دوسری آیت میں ملاحظہ فرمائیں "ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ" پھر بد اعمال لوگوں کا انجام برا ہے جب کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا" (نظم الدرر ج ا ص ۴۹۷)

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ط ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ﴿۸۳﴾

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ' رشتہ داروں ' یتیموں ' محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے رہنا اور زکوۃ دیتے رہنا تو چند شخصیتوں کے علاوہ تم سب اس عہد سے منہ پھیر بیٹھے۔

سابقہ آیات میں بیان ہوا ہے کہ جو شخص بد اعمالیوں کا مرتکب ہے اور برائیوں نے اس کا گھیراؤ کر رکھا ہے تو یہ لوگ دوزخی ہیں اب اس قانون پر ایک دلیل پیش کی جا رہی ہے چنانچہ بنی اسرائیل سے ہم نے موسی علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے پختہ عہد لیا کہ تم نے صرف اللہ کی عبادت کرنا ہوگی اور تم نے مکارم اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے صلہ رحمی اور محتاج لوگوں کے ساتھ احسان مندی کرنا ہوگی۔ نیز اسلام کے دو ارکان بدنی اور مالی یعنی نماز اور زکوۃ کی ادائیگی پر مواظبت کرنا ہو گی لیکن تم نے حسب عادت عہد شکنی کی اور اللہ کے اوامر کے مطابق زندگی گزارنے سے اعراض کیا جیسا کہ تمہارا معمول ہے۔
چونکہ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی حکم ہے۔ تو پہلے اللہ کے حق کا ذکر فرمایا کہ تم نے صرف اللہ کی عبادت کرنا ہوگی اگرچہ یہ حکم جملہ خبریہ کی شکل میں ہے لیکن اس سے مقصود جملہ انشائیہ ہے۔ بلاغت کلام کے پیش نظر جملہ خبریہ کی صورت میں اس کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ کے حکم کے مطابق تم نے اس کو سرانجام دیا چونکہ اللہ پاک منعم حقیقی ہے اس لئے اس کی ہی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے اس لئے کہ اللہ پاک مالک حقیقی ہے لہٰذا اسی کے احکام کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔ نیز چونکہ انسان کی نشاۃ اولی کا خالق اور مدبر اللہ پاک ہے اس لئے اس کا ذکر اولا" ہوا ہے لیکن حقوق العباد کے لحاظ سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ کافر کیوں نہ ہوں۔ اس لئے کہ نشات ثانیہ کے اسباب اور بچے کی تربیت اور تعلیم وغیرہ کے جملہ انتظامات والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس وجہ سے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے چونکہ عبادت کے لائق تو صرف اللہ کی ذات ہے اس لئے عبادت کے حکم کو حصر کے ساتھ بیان کیا ہے کہ تم نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنانا ہے لیکن والدین کے ساتھ احسان کرنے کے حکم میں حصر نہیں ہے بلکہ والدین کے ساتھ ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں جن کے ساتھ تمہیں احسان کرنا چاہیے جیسا کہ قرابت دار ہیں جن کا گہرا تعلق والدین کے ساتھ ہے' بلکہ یتیموں اور مسکین لوگوں کے ساتھ احسان اور مروت اختیار کرنا ہوگا۔ خیال رہے یتیم وہ بچہ ہے جس کا والد اس وقت فوت ہو گیا جب وہ ابھی بچپن کی زندگی گزار رہا تھا۔ بالخصوص جب کہ اس کی والدہ نے جدید نکاح کر لیا ہے اب وہ اپنے بچے کی حفاظت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اسے کفیل کی ضرورت ہے اس لئے اس کی کفالت کرنے کا حکم دیا گیا البتہ جب وہ بالغ ہو جائے تو پھر وہ یتیم نہیں ہے وہ اپنی کفالت خود کر سکتا ہے ایک حدیث میں بھی ہے کہ بلوغت کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے اور دو سال کے بعد جس بچے کو کوئی عورت دودھ پلائے اس بچے کا اس عورت سے رضاعی رشتہ استوار نہیں ہوگا۔ عربی زبان میں یتیم کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اکیلا ہے بلکہ بے مثال موتی کو جو صدف میں ایک ہو اسے عربی زبان میں در یتیم کہا جاتا ہے جب کہ مسکین سے مراد وہ شخص ہے جس کے قبضہ میں کوئی چیز نہ ہو۔ مسکین کو یتیم کے بعد اس لئے ذکر کیا ہے کہ وہ اپنا انتظام خود کر سکتا ہے اور اپنی ضروریات کو مہیا کرنے کی اس میں استعداد ہوتی ہے۔ پس اللہ کی عبادت کے بعد جو لوگ تمہاری مروت کے مستحق ہیں کہ ان کے ساتھ تمہاری گفتگو ہی مستحسن نہ ہو بلکہ ان کے حوائج اصلیہ میں اگر انہیں مالی تعاون کی ضرورت ہے تو تمہیں ان کے ساتھ مالی تعاون بھی کرنا چاہیے۔ اس کے بعد اس میثاق میں عوام الناس کا ذکر ہے خواہ وہ مومن ہیں یا کافر ہیں۔ زبان سے کہنے کی حد تک تم نے ان کے ساتھ ہمدردی کرنا ہوگی۔ زبان کے ساتھ ہمدردی کرنے میں انسان کسی بوجھ کے نیچے نہیں آتا اس لئے سبھی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور روا داری کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ وہ تمہارے اخلاق سے متاثر ہو کر ایمان لے آئیں۔ اور اگر ایماندار ہیں لیکن ان میں کچھ کمزوریاں پائی جاتی ہیں تو شاید وہ آپ کے حسن سلوک کی وجہ سے تائب ہو جائیں اور ان کی آخرت اچھی ہو جائے اس کے بعد نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر نماز کی ادائیگی اللہ کے پیغمبر کی ہدایات کے مطابق ہوگی تو جس قدر اس عمل میں جامعیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اثرات ہیں کسی دوسرے عمل میں نہیں ہیں۔ اس کے بعد زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اگر زکوۃ بیت المال میں جمع ہو تو انفرادی طور پر زکوۃ کے مال کو تقسیم نہ کیا جائے۔ تو یہ عمل نہ صرف یہ کہ اللہ کی رضا کا باعث ہے بلکہ اس سے اسلامی حکومت کا مالیاتی نظام اس قدر مضبوط ہو سکتا ہے کہ اقتصادیات ' معاشیات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تمام مسائل باسانی حل ہو سکتے ہیں۔ اور اسلام کو صحیح معنی میں ارتقا حاصل ہو سکتا ہے۔

"ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنكُمْ" الخ ... اس پختہ عہد کے بعد جس پر اگر تم عمل پیرا رہتے تو تمہارے لئے سعادت تھی۔ لیکن تم نے عہد کا ایفا نہ کیا اس کے مطابق عمل نہ کیا تم نے عہد کی کچھ پرواہ نہ کی اس سے چشم پوشی ہی نہیں کی بلکہ اعراض کیا اس آیت کے ایک حصہ میں اللہ پاک بنی اسرائیل کو ڈانٹ پلا رہے ہیں ان کے اعراض کا سبب یہ ہوا کہ اللہ نے توانہیں حکم دیا تھا کہ وہ نازل کردہ اللہ کی کتاب سے دین کو حاصل کریں۔ لیکن انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے مقام پر بٹھایا اور انہیں رب قرار دیا کہ جس چیز کو وہ حلال قرار دیتے اس کو وہ حلال قرار دیتے اور جس کو وہ حرام کہتے اس کو وہ حرام سمجھتے ان کے اجتہاد کے مطابق عمل پیرا رہتے جس کام کو وہ جائز قرار دیتے وہ اسے جائز سمجھتے اور جس کو وہ ممنوع قرار دیتے اس کو وہ ممنوع قرار دیتے۔ یہی حال موجودہ دور میں بدعتی علماء یا علماء سوء کا ہے۔ جن کی نگرانی میں مختلف قسم کی غیر شرعی محافل کا انعقاد آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ بالخصوص عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام نہ صرف یہ کہ حکومتی سطح پر بھی ہوتا ہے جب کہ ملت اسلامیہ پاکستان جس کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر ہے بالخصوص جلوس کی نمائندگی میں علماء کا کردار نہایت گھناؤنا اور مضحکہ خیز ہوتا ہے علاوہ ازیں بزرگوں کے عرس کی تقریبات میں علماء شریک ہوتے ہیں جب کہ کتاب و سنت کی روشنی میں ہرگز اس کا جواز نہیں ہے۔ اِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهٰذَا اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یونس ۶۸)

"تمہارے پاس ان (محافل) کے انعقاد کی کچھ دلیل نہیں بلکہ تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہہ رہے ہو جن کے بارے میں تمہارے پاس کچھ علم نہیں ہے۔"

البتہ ان کے دور میں بھی نہایت قلیل تعداد میں کچھ ایسے مخلص لوگ بھی تھے اور ان کے بعد دور میں بھی یقیناً حق و صداقت کے علم بردار لوگ رہیں گے۔ جو اپنی استطاعت کے مطابق حق و صداقت کی پاسداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ لیکن معدودے چند مخلص صالحین کی موجودگی عذاب الٰہی کو روک نہ سکے گی۔ جب کہ منکرات اپنے پورے زور کے ساتھ معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر نام نہاد مسلمانوں کے دل و دماغ کو اللہ کے خوف اور اس کے عذاب سے غافل کر دیں گے۔ نام نہاد علماء اور ان کے مقلدین اگر اس آیت کے مفہوم پر غور کریں تو وہ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ انہوں نے اقطاب' ابدال ' اوتار بزرگوں کے مزارات کے بارے میں جو نظریہ قائم کر رکھا ہے کہ ان کی برکت سے امت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم پر نازل شدہ عذاب ٹل سکتا ہے اور ہر قسم کے مصائب سے رستگاری ہو سکتی ہے تو یہ ان کا محض خیال ہے اور انہوں نے ان پر غلط اعتماد کر رکھا ہے اس لئے کہ جب عوام الناس کے کفر اور اخلاقی بیماریوں کے سبب ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو جاتا ہے تو بزرگوں کا وجود اللہ کے حکم کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتا قرآن پاک میں جن قوموں کو تباہ و برباد کیا گیا ان کے واقعات کو نمایاں انداز میں بیان کیا گیا ہے کوئی بھی اللہ کا پیغمبر اللہ کی ذات کے سامنے بلا اجازت شفاعت کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا اللہ پاک کا فرمان ہے أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (محمد ۲۴) "تعجب ہے قرآن پاک میں غور فکر نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔" نیز ارشاد ربانی ہے۔

"أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ" (التوبہ ۱۳)

کیا یہ ملاحظہ نہیں کرتے ہیں کہ وہ ہر سال ایک بار یا دوبار فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں اس کے باوجود نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت کو مانتے ہیں۔"

www.KitaboSunnat.com

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ۚ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٨٦﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جب ہم نے تم سے عہد لیاکہ آپس میں کشت و خون نہ کرنا اور اپنے کو ان کے وطن سے نہ نکالناتو تم نے اقرار کیا اور تم اس بات کے گواہ ہو تو پھر تم وہی ہو کہ اپنوں کو بھی قتل کر دیتے ہو اور اپنے میں سے بعض لوگوں پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کرکے انہیں وطن سے نکال بھی دیتے ہو اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو بدلہ دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تمکو حرام تھا۔ (یہ) کیا بات ہے کہ تم کتاب کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو۔ تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں۔ ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہواور قیامت کے دن سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے غافل نہیں ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی سو نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا نہ ان کو (اور طرح کی) مدد ملے گی۔

اس سے پہلی آیت میں ان اہم مامورات کا ذکر تھا جن کا اللہ کی توحید اور صرف اللہ کی عبادت کے حکم کے بعد اللہ پاک نے حکم دیا تھا لیکن بنی اسرائیل نے عہد کو توڑا اور مامورات پر عمل نہ کیا اب ان دو آیات میں ان منہیات کا ذکر ہے جن سے دور رہنے کا ان سے عہد لیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے عہد کا خیال نہ رکھا اور منہیات کے ارتکاب سے باز نہ آئے نیز اس آیت میں ان یہودیوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ اس لئے کہ وہ سب نظریات کے لحاظ سے ایک وحدت میں منسلک ہیں اور ایک شخص کی مانند ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمام ایماندار ایک جسم کی مانند ہیں اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم تکلیف سے دو چار ہوتا ہے پس وحدت امت کا تقاضا یہ ہے کہ بنی اسرائیل پہلے دور کے اور اس دور کے ایک وحدت ہیں یعنی ایک شخص کی مانند ہیں چنانچہ پہلے دور کے لوگوں سے جو اچھے اور برے کام سرزد ہوئے ان کے اثرات ان لوگوں کو بھی پہنچیں گے جو ان کے بعد آئے اور ان کی راہ پر گامزن رہے اثرات عام ہیں اچھے برے سبھی مراد ہیں وحدت امت سے یہی مقصود ہے جیسا کہ ایک شخص بچپن کے زمانہ میں جو کام کرتا ہے بڑے ہوکر بھی اس کے قوی میں اس کے اثرات باقی رہتے ہیں۔ شیخ سعدی فرما گئے ہیں۔ کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند کہ در آفرینش زیک جوہر اند
اگر عضوے بدرد آورد روز گار دگر عضوہا را نماند قرار

اور منہیات میں سے اپنے بھائی کے خون بہانے سے منع کیا ہے اور اس سے منع کرنے کا اسلوب نہایت موء ثر ہے کہ جب تم اپنے کسی بھائی کا خون گراتے ہو تو گویا کہ تم اپنا خون گراتے ہو۔ اس لئے کہ ایک مذہب و ملت والے سبھی جسد واحد کی مانند ہوتے ہیں۔ اور ان میں وحدت کار فرما ہوتی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ جب تم کسی کا ناحق قتل کرو گے تو وہ قصاصا تمہارے خون گرانے کے درپے ہوگا۔ گویا کہ اپنے ساتھی کو قتل کرنا ایسا ہے جیسا کہ خود کو قتل کرنا ہے ایک شاعر کا شعر ملاحظہ فرمائیں۔

سَقَيْنَاهُمْ كَأْسًا سَقَوْنَا بِمِثْلِهِ
وَ لٰكِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْمَوْتِ أَصْبَرَا

" ہم نے انہیں موت کا پیالہ پلایا انہوں نے اسی طرح ہمیں موت کا پیالہ پلایا لیکن (ہمارے دشمن) ہم سے زیادہ موت کی اذیتوں کو جھیلنے کے لحاظ سے صابر نکلے۔"

دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم ایسے جرائم کا ارتکاب نہ کرو جس کے نتیجہ میں تم موت سے ہمکنار ہونے سے محفوظ نہ رہ سکو گے جیساکہ ایک مسلمان شخص (نعوذ باللہ) جب مرتد ہو جاتا ہے تو اس کو قتل کرنا لازم ہو جاتا ہے اس طرح شادی شدہ شخص سے جب زنا سرزد ہو جاتا ہے تو اس کی سزا رجم ہے بالکل اسی طرح وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آمادہ پیکار ہو جاتے ہیں تو وہ بھی اس لائق ہوتے ہیں کہ انہیں قتل کیا جائے مرتد انسان وَاجِبُ الْقَتْل ہوتا ہے۔

قتل کے بعد دوسرا کبیرہ گناہ جس کا ذکر اس آیت میں ہے اور جس کے بارے میں عہد لیا گیا وہ یہ ہے کہ تم نے کسی اپنے بھائی کو اس کے گھر سے نکال کر بے گھر نہیں کرنا ہو گا اگرچہ خطاب ان یہودیوں کو ہے جو آپ کے دور میں تھے لیکن متقدمین یہودی بھی وحدت امت کے لحاظ سے اس میں داخل ہیں اور ان الفاظ کے ساتھ روکا گیا ہے کہ تم نے خود کو اپنے گھروں سے بے گھر نہیں کرنا ہو گا یعنی تم نے اپنے نسب کے لحاظ سے یا مسلک کے لحاظ سے اپنے بھائیوں کو ان کے گھروں سے نہیں نکالنا ہو گا۔

خیال رہے جس طرح روح کے لئے جسم کا ہونا ضروری ہے اسی طرح مال کی حیثیت روح سے کم نہیں اور وہ گھر جس میں رہائش ہوتی ہے اس کے برابر دوسرا گھر نہیں ہوتا گھر میں پہنچ کر روح کو قرار حاصل ہوتا ہے تم نے ان منہیات سے دور رہنے کا اقرار کیا اس اقرار کے بارے میں تم اپنے اسلاف کے متعلق گواہی دیتے ہو اس لئے کہ تم نے اس معاہدہ کے مشن کو تورات میں ملاحظہ کیا ہے یا چونکہ متقدمین اور متاخرین امت واحدہ کی مانند ہیں اس لئے موجود یہودیوں کو مخاطب کیا ہے اب تم نے عہد شکنی کی ہے تم ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہو حالانکہ تم تسلیم کرتے ہو کہ تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے پختہ وعدہ کیا تھا کہ تم اللہ کے اس عہد کا خیال رکھو گے اور عہد شکنی نہیں کرو گے لیکن تم نے عہد کا پاس نہیں کیا تم اپنے عینی بھائیوں کو قتل کر رہے ہو اور انہیں ان کے گھروں سے بے گھر کر رہے ہو حالانکہ وہ احسان کے لائق تھے ان کے ساتھ اس قسم کی بدسلوکی درست نہ تھی۔

یہ آیت بنو قَيْنُقَاع، بَنُوْ قُرَيْظَة، بَنُو نَضِيْر قبائل کے بارے میں نازل ہوئی ہے خیال رہے کہ بنو قینقاع، بنو قریظہ بنو نضیر کے دشمن تھے جبکہ بنو اوس اور بنو خزرج بھائی بھائی تھے اور بنو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نضیر اور قریظہ بھی بھائی بھائی تھے لیکن ان میں پھوٹ واقع ہوگئی بعدازاں وہ الگ الگ ہو گئے چنانچہ بنو نضیر قبیلہ خزرج قبیلہ کا حلیف بن گیا جبکہ بنو قریظہ قبیلہ بنو اوس قبیلہ کا حلیف ہو گیا تو اس توافق کے ساتھ وہ آپس میں جنگ وجدال کرتے تھے اور لڑائی بند ہونے کے بعد اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر انہیں قید سے چھڑا لیتے تھے اور باوجود حلف اور پختہ عہد کے قتل و غارت سے رکتے نہیں تھے اور اپنے ہی بھائیوں کو ان کے گھروں سے جلاوطن کر دیتے تھے حالانکہ وہ اس لائق تھے کہ ان کے ساتھ احسان کیا جائے نہ یہ کہ ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا جائے تم تو قول' عمل کے لحاظ سے سنگین قسم کے گناہ کا ارتکاب کرتے ہو اور حدود سے تجاوز کر جاتے ہو۔

گناہ سے مقصود وہ کام ہے جس پر اس کا مرتکب مذمت اور ملامت کا مستحق ہوتا ہے نیز اس سے طبیعت نفرت کرتی ہو اور دل کا اطمینان غارت ہو جاتا ہو۔ ایک حدیث میں (گناہ) کی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کہ وہ کام گناہ ہے جس کے ارتکاب سے انسان کے دل میں کھٹکا رہتا ہو۔

اور (عدوان) سے مقصود ظلم کرنے میں حد سے تجاوز کرنا ہے تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ جب قیدیوں کے فدیہ پر ان کا اتفاق ہو جاتا تو یہودیوں کا ہر گروہ اپنے حلیف کے قیدیوں کا فدیہ دے کر ان کا استخلاص کرا لیتے تھے اگرچہ وہ ان کے دشمن ہی کیوں نہ ہوتے اس پر معذرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے کہ انہیں بنی اسرائیل کے گروہ کے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن مقام غور یہ ہے کہ اگر وہ تورات کے ساتھ تمسک اختیار کرتے ہیں تو پھر اسرائیلی گروہ کے ساتھ کیوں پنجہ آزمائی کرتے ہیں اور انہیں ان کے گھروں سے کیوں جلا وطن کر دیتے ہیں جبکہ تورات میں انہیں ان کاموں سے روکا گیا ہے اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ تورات اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور دین اسلام کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں اسی لئے اللہ تعالی فرماتے ہیں اگر وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آتے ہیں تو فدیہ دے کر ان کو قید سے نکلوا لیتے ہو جبکہ ان کو ان کے گھروں سے نکالنا سخت ناجائز ہے بنسبت اس کے کہ تم ان سے فدیہ کا مطالبہ کرو تعجب ہے کہ تم تو رات کے ایک حکم کو تسلیم کرتے ہو کہ قیدیوں کا فدیہ دے کر انہیں قید سے نکلوا لیتے ہو اور تورات کے دوسرے حکم کو تسلیم نہیں کرتے ہو کہ تم انہیں قتل نہ کرو اور نہ انہیں ان کے گھروں سے جلاوطن کرو کیا یہ حماقت اور اسلامی احکام کے ساتھ استہزاء نہیں ہے کہ ایک شخص معمولی بات پر تو ایمان کا مدعی ہو اور بہت بڑی بات پر کفر کا اظہار کرے حقیقت یہ ہے کہ ایمان ایسی غلط تقسیم اور غیر منصفانہ انداز کا قائل نہیں ہے پس نتیجہ یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کے بعض مسائل کا انکار کرنا اس کتاب کے تمام مسائل کے انکار کرنے کے مترادف ہے۔

جس آیت کی تفسیر کی جا رہی ہے اس میں کسی حکم کی مخالفت اور نافرمانی کو کفر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے یہ اس وضاحت کی دلیل ہے جس کا ذکر آیت وَاَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِيۡٓـــَٔتُهٗ میں گزر چکا ہے حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک اس آیت اور دیگر متعدد آیات میں اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں پیش کر رہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی گناہ کے کام پر پیش قدمی کرتا ہے۔ اس گناہ کے ارتکاب سے پہلے اس کا نفس لوامہ اس کے ارتکاب سے پہلے اضطرابی کیفیت اختیار نہیں کرتا ہے اسے کچھ تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی ہے اور برائی کے ارتکاب سے نادم نہیں ہوتا ہے کہ وہ بارگاہ الہی میں توبہ کرے بلکہ نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منہیات کے ارتکاب میں خود کو آزاد چھوڑ دیتا ہے تو یقیناً" وہ شخص اللہ کی کتاب کے احکام کا انکار کرتا ہے اس لئے کہ وہ شخص جو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ فلاں چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور اس بات کو درست سمجھتا ہے کہ فلاں فعل اللہ کی ناراضگی اور اس کی سزا کے تقاضوں سے ہے تو ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے دل میں جو ایمان ہے اس میں اضطرابی کیفیت متحرک نہ ہو۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے۔ کہ اعتقاد ایک ایسی قوت ہے جس کے اثرات ضرور جلوہ افروز ہوتے ہیں چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ جب زانی زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ ایماندار نہیں ہوتا ہے اور جب چور شخص چوری کرتا ہے اور جب مے نوش شراب پیتا ہے تو اس وقت وہ بھی ایماندار نہیں ہوتا ہے۔

اللہ پاک نے اس گناہ کو کفر قرار دیا ہے نیز اس پر کفر کی وعید کی گئی ہے پس تم میں جو شخص بھی اس کا مرتکب ہو گا اس کو دنیا کی زندگی میں اس کی برائی کا بدلہ رسوائی حاصل ہو گی اللہ تعالی نے ان کو دھمکی دی ہے جیسا کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد والوں کو بھی دھمکی دی ہے کہ انہیں عہد کی خلاف ورزی پر سزا دی جائے جو انہیں بدعہدی کرنے سے روکے گی عقل و نقل اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ جو لوگ اپنے پروردگار کے احکام سے باغی ہو جاتے ہیں اور حدود شریعت سے تجاوز کر جاتے ہیں بزدلی ان کا مقدر ہوتی ہے اور ان کی وحدت میں دراڑیں نمودار ہو جاتی ہیں ذلت کسمپرسی ان کا مقدر بن جاتی ہے قرآن پاک میں جس رسوائی کا تذکرہ ہے اس سے مقصود یہی ہے اور وہ عذاب جو دیر سے آنے والا ہے اس کو ان کلمات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ان بدعہدی کرنے والوں کو قیامت کے دن سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا عالم دنیا میں جب کسی قوم کے اخلاق فاسد ہو جائیں گے اور ان کی برائیاں حد سے تجاوز کر جائیں گی تو ان کو قیامت کے دن ان انعامات سے محروم کر دیا جائے گا جن کو اللہ پاک نے پاکیزہ ارواح کے لئے تیار کر رکھا ہے اور ارواح عالیہ کے لئے جن کو خاص کیا گیا ہے۔

خیال رہے دنیوی سعادتوں کا حصول اعمال جسمانی پر موقوف نہیں ہے اور نہ ان کا تعلق اصلاح نفس امارہ کے ساتھ ہے یہ تو نفس امارہ کے تزکیہ کا ثمرہ ہے پس جب دنیوی سعادتوں کی یہ کیفیت ہے تو آخرت کی نعمتیں کیسے جسمانی ریاضتوں کا نتیجہ قرار پا سکتی ہیں جب کہ آخرت کا عالم ایسا عالم ہے جس میں روحانیت کو غلبہ حاصل ہو گا ارشاد الٰہی ہے۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (الشمس ۷)

" اور قسم انسان کی اور اسکی جس نے اس (کے اعضا) کو برابر کیا پھر اس کو بدکاری سے بچنے اور پرہیز گاری کرنے کی سمجھ دی کہ جس نے اپنے نفس یعنی روح کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا"

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ الخ .... نہایت سخت وعید کے سبب کو واضح کیا جارہا ہے کہ یہ اس سبب سے اتنی شدید وعید کے مستحق ہوئے ہیں کہ انہوں نے آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو اپنا مطمح نظر بنایا انہوں نے اللہ کی رضا کے حصول میں کوتاہی کی اور شریعت اسلامیہ کو پس پشت ڈال دیا شریعت کے ان احکام کو قابل عمل قرار دیا جو ان کی خواہشات کے مطابق تھے ان کے مخالف نہ تھے' جیسا کہ جذبہ حمیت پر حلیف شخص کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے حلیف مشرک کی کامیابی کے لئے سینہ سپر ہو جائے اور اس کے ساتھ تعاون کرے اور اپنی قوم کے خلاف جن کے ساتھ اس کا دینی اور خاندانی تعلق ہے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے پس ان سے عذاب میں تخفیف نہیں ہو گی اس لئے کہ ان کی ارواح روشن نہیں ہیں بلکہ ظلمتوں کے سپرد ہیں اور ان کے اخلاق بھی فاسدانہ ہیں اور کوئی سفارش یا کسی کی دوستی ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی ارشاد ربانی ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرہ ۲۵۵) کون ہے جو اس کے پاس اس کی سفارش کے بغیر سفارش کر سکے

بھلا ان لوگوں کی سفارش کیسے ممکن ہے جن کے اعمال خبیثہ کے سبب ان پر بدبختی مسلط ہو گئی ہے اور ان کے گناہوں نے ہر طرف سے اس کا احاطہ کر رکھا ہے رحمت کے دروازے مسدود ہو گئے ہیں۔ اور ان کی بدکرداری کے سبب رضائے الہٰی کا کوئی راستہ انہیں میسر نہیں ہے ان کی کتنی بڑی جہالت ہے کہ انہوں نے اوامر و نواہی کے بارے میں کبھی غور نہ کیا اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کئے گئے عہد کو توڑا اور انہوں نے اس کے ساتھ ساتھ مکمل انحصار شفاعت پر کیا کہ کسی نہ کسی بزرگ کی سفارش ہمارے کام آ جائے گی ارشاد باری ہے

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (الانبیاء ۲۸)

" اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔"

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی اور ان کے پیچھے یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلے نشانات عطا کئے اور روح القدس (جبریل) سے ان کو مدد دی تو جب کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئے جن کو تمہارا جی نہیں چاہتا تھا تو تم سرکش ہو جاتے رہے اور (انبیاء کے) ایک گروہ کو تو جھٹلاتے رہے اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔ اور کہتے ہیں ہمارے دل پردے میں ہیں بلکہ اللہ نے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے پس تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں۔

انسانوں کے بارے میں یہ حقیقت مسلم ہے کہ انہیں جب وعظ و نصیحت سے سمجھایا جاتا ہے تو وہ اس سے متاثر ہوتے ہیں اوران کے غوروفکر کا داعیہ تیز ہوتا ہے یہ سلسلہ چلتا رہے تو انسان شیطان کے وسوسوں سے کسی حد تک محفوظ رہتا ہے لیکن جب وعظ و نصیحت کا سلسلہ کچھ عرصہ کے لئے رک جائے تو بار بار شیطان کی وسوسہ اندازی سے نفس امارہ کے اثرات دل پر ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور دلوں پر قساوت کے اثرات چھا جاتے ہیں وعظ و نصیحت کے اثرات کمزور ہو جاتے ہیں احکام الٰہیہ کے خلاف داعیہ تیز ہو جاتا ہے۔

چنانچہ سورہ حدید میں اس کیفیت کو واضح کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں'

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَانَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَايَكُونُوا كَالَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبلُ فَطَالَ عَلَيهِمُ الاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنهُم فَاسِقُونَ (الحدید ۱۶)

"کیا ابھی تک مومنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کرنے کے وقت اور (قرآن) جو (اللہ پاک) برحق (کی طرف) سے نازل ہوا اس کے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو (ان سے) پہلے کتابیں دی گئی تھیں پھران پر زمانہ طویل گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں"

یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک پیغمبروں کو مسلسل بھیجتا رہا ہے تاکہ لوگوں کوڈرانے دھمکانے کے عمل میں زیادہ تعطل رونما نہ ہو کہیں وہ صراط مستقیم سے دور نہ ہو جائیں اور فسق و فجور اور اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں منہمک ہو کر دوزخ کا ایندھن نہ بنیں انسانی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں جس تسلسل کے ساتھ یکے بعد دیگرے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں ان کی مثال دیگر ادوار میں نہیں ملتی ہے تاکہ وہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں کوئی عذر پیش نہ کر سکیں۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات کتاب عطا کی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی عرصہ میں متعدد پیغمبروں کے مبعوث کئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ تاکہ وہ قیامت کے دن کوئی عذر پیش نہ کر سکیں۔ بنی اسرائیل کی جانب موسیٰ علیہ السلام کے بعد جن انبیاء کومبعوث کیا گیا ان کا اجمالی طور پر ذکر کرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور انہیں جن دلائل و براھین سے نوازا گیا اس کا ذکر اس مقام پر تو مجملا" ہے البتہ قرآن پاک میں دیگر مقامات پر ان کا تذکرہ ذرا تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

وَرَسُولًا اِلٰى بَنِىٓ اِسرَآئِيلَ اَنِّى قَدْ جِئْتُكُم بِاٰيَةٍ مِّن رَّبِّكُم اَنِّىٓ اَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيرِ فَاَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيرًا بِاِذنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الاَكْمَهَ وَالاَبْرَصَ وَ اُحْيِ المَوتٰى بِاِذنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُم بِمَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ الخ .... (ال عمران ۴۹)
" (اور عیسیٰ علیہ السلام) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر(ہو کر جائیں گے اور کہیں گے) کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لیکر آیا ہوں وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بشکل پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے۔ اور اندھے اور ابرص کو تندرست کردیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں۔"

نیز عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے روح القدس کے ساتھ تائید و نصرت سے نوازا۔ روح القدس سے مقصود وحی کی روح ہے۔ جس کے ساتھ اللہ پاک اپنے پیغمبروں کو نوازتا رہا تاکہ وحی کے مطابق لوگوں کی راہ نمائی کریں اور ان کو شیطانی وسوسوں اور ہتھکنڈوں سے تحفظ کے ذرائع سے آگاہ کریں اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے فریضہ کو سرانجام دینے میں کسی قسم کے خوف یا لالچ میں آکر ہرگز تساہل کا شکار نہ ہوں جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ رُوْحًا الخ ... (الشوری ۵۲) " اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے سے (قرآن) بھیجا ہے۔ "

تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ اور بے شک (اے محمد ﷺ) تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔ وحی کو روح القدس کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ وحی کی تعلیم سے انسانی روح کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

اگرچہ جمہور مفسرین روح القدس سے وہ فرشتہ مراد لیتے ہیں جو وحی لے کر انبیاء علیہ السلام پر نازل ہوتا رہا جس کا نام جبریل علیہ السلام ہے چنانچہ قرآن پاک میں وضاحت ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ الخ...

" اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ (یعنی اس نے) تمہارے دل پر (القا) کیا ہے تاکہ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو۔ اور (القا بھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے)۔"

نیز عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں ممبر رکھنے کا حکم فرماتے تو وہ آپ ﷺ کی جانب سے اپنے اشعار میں مدافعت فرماتے۔اور آپ اس کے لئے دعا فرماتے۔ اے اللہ حسان کو روح القدس یعنی جبریل علیہ السلام کے ساتھ تائید فرما جب کہ وہ تیرے پیغمبر کی جانب سے مدافعت کرتا ہے۔ (بخاری باب الصلوۃ ۴۸)

نیز بخاری، مسلم میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ حسان رضی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ عنہ کے قریب سے گذرے جب کہ حسان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں اشعار کہہ رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے حسان رضی اللہ عنہ کی جانب ترچھی نگاہ سے دیکھا تو حسان نے بتایا میں مسجد نبوی میں اشعار کہا کرتا تھا جب کہ مسجد نبوی میں تجھ سے بہتر شخصیت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے تھے۔ بعدازاں حسان نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی جانب التفات کیا جو مسجد نبوی میں موجود تھے اور کہا میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ آپ میری طرف سے جواب دیں اور آپ نے میرے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! حسان کی روح القدس کے ساتھ مدد فرما اس نے کہا بالکل درست ہے۔

ابوحیان نے البحرالمحیط میں روح القدس کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ روح القدس سے مقصود اللہ کا اسم اعظم ہے جس کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے بالکل اسی طرح انجیل بھی روح القدس ہے اس لئے کہ انجیل پر عمل کرنے سے روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ قرآن پاک بھی روح ہے اس کا ذکر قرآن پاک کی ایک آیت میں ہے۔

دراصل روح اس غیر مرئی چیز کو کہتے ہیں کہ جب تک وہ جسم میں برقرار رہتی ہے تو جسم زندہ رہتا ہے اور جب روح جسم سے خارج ہو جاتی ہے تو جسم مردہ کہلاتا ہے لیکن تشبیہ کی وجہ سے جبریل کو روح قرار دیا گیا۔ اس لئے کہ وہ علوم کے ساتھ دلوں کی زندگی کا سبب ہے اور انجیل روح ہے۔ اس لئے کہ انجیل کے باعث شریعت کے احکام کا ظہور ہوا اور شریعت کو ایک طرح زندگی حاصل ہوئی اور اسم اعظم اس لئے روح ہے کہ اس کی وجہ سے مقاصد حاصل ہوتے ہیں البتہ جبریل علیہ السلام اور روح میں زیادہ مناسبت ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو روح کہنا حقیقی معنی ہے دیگر معانی مجازی ہیں اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جبریل علیہ السلام کے ساتھ زیادہ مناسبت' اختصاص اور تعلق ہے جو دیگر انبیاء کو حاصل نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جبریل علیہ السلام نے مائی مریم کو عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خوش خبری دی پھر عیسیٰ علیہ السلام' جبریل علیہ السلام کے مریم علیہا الصلوۃ کے گریبان میں پھونک مارنے سے پیدا ہوئے پھر عیسیٰ علیہ السلام کے تمام احوال میں ان کی تربیت شامل حال رہی بلکہ جدھر عیسیٰ علیہ السلام جاتے ادھر جبریل علیہ السلام بھی جاتے تھے اور جب عیسی علیہ السلام آسمان کی جانب بلند ہوئے تو اس وقت بھی جبریل علیہ اسلام ان کے ساتھ تھے۔

تو جب یہودیوں نے اللہ کے پیغمبروں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اپنی خواہشات اور شہوات کے غلام رہے تو نتیجہ واضح ہے تمہارے پاس مسلسل پیغمبر آتے رہے تورات کتاب تمہاری ہدایت کے لئے نازل کی گئی لیکن اس کے باوجود تمہاری کیفیت یہ رہی کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی پیغمبر اللہ کی جانب سے آیا جو تمہاری خواہشات کے موافق نہ تھا تو تم نے اس کے احکامات کو قبول کرنے سے انکار کیا تکبر اختیار کیا اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے کہ تمہیں اپنی قوم پر سیادت حاصل تھی تم نے حق کا انکار کیا اور ابلیس کی جانب تم نے میلان اختیار کیا نتیجہ" تم نے نہ صرف یہ کہ حق وصداقت کا مذاق اڑایا بلکہ پیغمبروں کو حقیر سمجھا اور انکا یہ انداز عجب اور کبر کا شاخسانہ تھا بلکہ جہالت کا غماز تھا تو تم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ایک گروہ کو جھوٹا قرار دیا۔

جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ ہیں اور دوسرے گروہ کے قتل کا تم نے منصوبہ بنایا بلکہ تم نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان لی کہ جب بھی کوئی شخص تمہاری خواہشات کے خلاف کوئی بات تمہیں کہے گا' تو تم نہ صرف یہ کہ اس کی بات تسلیم کرنے سے انکار کرو گے بلکہ تم اسکے رشتہ حیات کو ختم کر کے دم لو گے' جب کہ اللہ کے پیغمبروں کا مشن یہ تھا کہ وہ تمہیں چیخ چیخ کر پکارتے رہے کہ خواہشات نفسانی کے غلام نہ بنو اور پیغمبروں کی جان لینے کے درپے نہ ہو' چنانچہ پیغمبروں کی تکذیب بیان کرتے ہوئے ماضی کا صیغہ ذکر ہو رہا ہے لیکن ان کے قتل کے بارے میں مضارع کا صیغہ لایا گیا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ تم نے ایک فریق کے قتل کا پختہ ارادہ کیا جیسا کہ یہودیوں نے نبی علیہ السلام کو ختم کرنے کے لئے آپ پر جادو کیا اور آپ کے کھانے میں زہر ملایا اس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے کہ غزوۂ خیبر میں ایک عورت نے گوشت کو زہر آلود کر کے آپ کو ابدی نیند سلانا چاہا' لیکن لقمہ جو آپ نے منہ میں ڈالا تھا اس نے بتا دیا "مجھ میں زہر ہے" آپ نے اسے پھینک دیا پھر مرض الموت میں آپ نے فرمایا غزوۂ خیبر میں وہ لقمہ جو میں نے منہ میں ڈالا تھا لیکن پھینک دیا تھا اس کا اثر اب ظاہر ہو رہا ہے کہ زہر کے سبب میری گردن کی رگ گویا کہ کٹ رہی ہے (صحیح بخاری۔ نظم الدرر ج ۲ ص ۳' ابن کثیر ج ا ص ۱۸۵' قرطبی ۱۶۳)

یہودیوں نے کہا! ہمارے دل پردوں میں ہیں وہ تمہاری باتوں کو سمجھ نہیں پاتے ہیں دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے دل علم وعرفان سے بھرے ہوئے ہیں ہمیں محمد ﷺ کے علم کی ضرورت نہیں ہے' بلکہ کسی بھی علم کی ضرورت نہیں ہے تیسرا مفہوم یہ ہے ہمارے دل تو علم کے خزانے ہیں' لیکن تعجب ہے کہ ہمارے دل تیری باتوں کو سمجھ نہیں پاتے ہیں جبکہ ہم نے کثرت کے ساتھ علم کا احاطہ کر رکھا ہے ان کے اس گھٹیا انداز کا جواب دیتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں ان کی بات درست نہیں ہے ان کے دل تو لعنت سے بھرے ہوئے ہیں ان کے دلوں پر کفر کا غلبہ ہے۔ اب وہ بالکل ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اہل عرب کا قول ہے من زنی بارض قلما نبتت "زمین کے جس ٹکڑے پر زنا ہوتا رہا ہو وہ زمین ہرگز سبزہ نہیں اگائے گی۔"

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ
كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ
مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ
اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾

اور جب اللہ کے ہاں سے ان کے پاس کتاب آئی جو ان کی (آسمانی) کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے اور وہ (اس سے) پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے تو جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب ان کے پاس آ پہنچی تو اس کے کافر ہو گئے پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جس چیز کے بدلے انہوں نے خود کو بیچ ڈالا وہ بہت بری ہے یعنی اس حسد سے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے نازل فرماتا ہے تو وہ اللہ کی نازل کردہ کتاب سے کفر کرنے لگے پس وہ (اللہ کے) غضب بالائے غضب میں مبتلا ہو گئے اور کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

سابقہ آیت کا آخری جملہ اس حقیقت کا پتہ دے رہا ہے کہ یہودیوں کا ایمان زبان کے ساتھ اقرار کرنے کے لحاظ سے ہے حقیقت میں ایمان نہیں ہے۔ جب کہ وہ آخرالزمان پیغمبر کی آمد اور اس پر نازل ہونے والی کتاب قرآن پاک کا انتظار کر رہے تھے جو ان کی تصدیق کرے گی اور وہ یہ باتیں کہہ کر کافروں پر اپنی برتری کا اظہار کر رہے تھے کہ اس نبی کی آمد پر ہمیں تم پر غلبہ حاصل ہو گا لیکن جب آخرالزمان ﷺ پیغمبر مبعوث ہوا اور انہوں نے علامات سے پہچان لیا کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس کا ہم انتظار کر رہے تھے ایک دوسرے مقام پر یہ الفاظ ہیں

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (البقرۃ ۱۴۶)

" وہ ان (پیغمبر آخرالزمان) کو اس طرح پہچانتے ہیں۔ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔ مگر ایک فریق ان میں سے سچی بات کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے۔ (تو انہوں نے اس کی نبوت کا انکار کیا) "

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے یہودی قبائل رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے اوس اور خزرج قبیلوں پر اپنی برتری کا اظہار کرتے تھے جب اللہ نے اس پیغمبر کو عرب سے مبعوث فرمایا تو انہوں نے اس کی نبوت کا انکار کیا اور سابقہ باتوں سے منحرف ہو گئے۔

چنانچہ معاذ بن جبل بشر بن براء بن معرور اور داؤد بن مسلمہ نے ان سے کہا یہودیو! اللہ سے ڈرو اور دین اسلام کو قبول کرو، تم تو ہمارے خلاف محمد ﷺ کے ساتھ مل کر اپنی کامیابی کا تذکرہ کیا کرتے تھے جب کہ ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتایا کرتے تھے کہ آخرالزمان پیغمبر فلاں فلاں اوصاف کے ساتھ موصوف ہو گا ان کی یہ بات سن کر سلام بن مشکم نے (جس کا تعلق بنو نظیر یہودی قبیلہ سے تھا) انہیں بتایا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہمارے سامنے کوئی ایسی چیز پیش نہیں کر سکا ہے جس سے ہم پہچان سکیں کہ یہ وہی آخرالزمان پیغمبر ہے اور ہمیں تو یہ شخص وہ پیغمبر معلوم ہی نہیں ہوتا جس کی ہم انتظار کر رہے تھے تو ان کی ان باتوں پر اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا دراصل اگر وہ پیغمبر یہود سے ہوتا تو اس پر ایمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لاتے چونکہ وہ ان سے نہیں ہے بلکہ مشرکین مکہ سے ہے اس لئے حسد اور بغض کے پیش نظر وہ ایمان نہ لائے تو ان کے اس انکار پر اللہ پاک نے ان پر لعنت کی ہے یَسۡتَفۡتِحُونَ سے مقصود یہ ہے کہ وہ آخرالزمان پیغمبر کی آمد پر اپنی کامیابی سمجھتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے نبی ﷺ فقیر مہاجرین کی دعاؤں کے ساتھ مدد طلب فرمایا کرتے تھے تو ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ ذکر ہیں (اَبۡغُونِی فِی ضُعَفَآئِکُمۡ فَاِنَّمَا تُنۡصَرُونَ وَ تُرۡزَقُونَ بِضُعَفَآءِکُمۡ) " تم نے مجھے معاشرہ کے کمزور لوگوں میں ڈھونڈنا ہو گا یاد رکھو تمہیں تمہارے کمزور لوگوں کے سبب رزق میسر آتا ہے اور کامیابی حاصل ہوتی ہے"

لیکن جب آخرالزمان پیغمبر تشریف لے آئے اور انہوں نے دیکھا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہیں بلکہ عرب سے ہے تو ان پر حسد کرتے ہوئے انہوں نے ان کی نبوت کا انکار کیا اس قسم کے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے جو حق و صداقت کا انکار کرتے ہیں اس سے بعد میں آنے والی آیت ان کے کفر کے سبب اور ان کی غلط رائے کو بیان کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ انہوں نے حسد اور اپنی سرداری کے تحفظ کے لئے تصدیق کے عوض اللہ کے پیغمبر کے ساتھ کفر کو پسند کیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے اختیار میں کون مخل ہو سکتا ہے وہ جس پر چاہتا ہے اپنے فضل کو نازل فرماتا ہے تو ان پر اللہ کا غضب دوہرا ہے کہ انہوں نے تورات پر عمل نہ کیا دوسرا غضب ان پر یہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا اس لحاظ سے وہ اللہ کی شدید اور دہری ناراضگی کے مستحق ٹھہرے اس قسم کے کفار کو رسوا کن عذاب سے دوچار کیا جائے گا وہ اپنے تکبر کے سبب دنیوی اخروی ذلت کے ساتھ ہم کنار ہوئے ارشاد نبوی ہے کہ " قیامت کے دن متکبر لوگوں کو چیونٹیوں کی مانند اٹھایا جائے گا جب کہ شکل و صورت کے لحاظ سے انسانوں جیسے ہوں گے لیکن ان پر ذلت سایہ افگن ہوگی انہیں دوزخ کے اس طبقہ میں داخل کیا جائے گا جس کا نام بولس ہے ان پر تیز خوفناک آگ کو مسلط کیا جائے گا۔ ان پر دوزخیوں کا خون اور پیپ پیش کیا جائے گا کہ وہ اس سے اپنی پیاس بجھائیں" (ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۸)

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ
عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُوۡنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمۡ‌ؕ قُلۡ
فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۱﴾ وَ
لَقَدۡ جَآءَكُمۡ مُّوۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَ
اَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَؕ
خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاسۡمَعُوۡا‌ؕ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا وَاُشۡرِبُوۡا

www.KitaboSunnat.com

فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس (کتاب) پر ایمان لاؤ جس کو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ جو کتاب ہم پر (پہلے) نازل ہو چکی ہے ہم تو اسی پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب کے سوا کسی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے ہیں حالانکہ وہ (کتاب سراسر) سچی ہے اور ان کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے ان سے کہو اگر تم ایمان والے ہوتے تو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے ہی کیوں قتل کرتے۔ اور موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس کھلے معجزات لے کر آئے تو تم ان کے (کوہ طور جانے) کے بعد بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے اور تم ظالم تھے اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور کوہ طور کو تم پر لا کھڑا کیا (اور حکم دیا کہ جو (کتاب) ہم نے دی ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور (جو تمہیں حکم ہوتا ہے اس کو) سنو تو وہ (جو تمہارے بڑے تھے) کہنے لگے ہم نے سن تو لیا لیکن مانتے نہیں ہیں اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا (گویا) ان کے دلوں میں رچ بس گیا تھا (اے پیغمبر) ان سے کہو) اگر تم مومن ہو تو تمہارا ایمان تم کو بری بات بتاتا ہے۔

قبل ازیں آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے یہودیوں کے بارے میں دلیل پیش کی ہے کہ چونکہ وہ اس کتاب کا انکار کر رہے ہیں جس کتاب کی آمد آمد کا انہیں انتظار تھا جس کتاب کے بارے میں ان کا موقف یہ تھا کہ اس کتاب اور جس پیغمبر پر وہ کتاب نازل ہو گی اس کے ساتھ مل کر ہم کامیاب ہوں گے لیکن جب آخرالزماں پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے حسد کرتے ہوئے اس کی نبوت کا انکار کیا اور اس پر قرآن پاک نازل ہوا اس کو تسلیم کرنے سے بھی انہوں نے انکار کا راہ اختیار کیا تو وہ اللہ کی ناراضگی کے مستحق ہوئے اور قرآن پاک کے انکار کی وجہ سے انہیں کافر قرار دیا گیا اور انہیں رسوا کن عذاب میں گرفتار کئے جانے کی خبر دی گئی تفسیر مظہری میں وضاحت ہے کہ یہودی جس عذاب میں گرفتار ہوں گے وہ ان کے لئے رسوائی کا باعث ہو گا جب کہ ایماندار نافرمانی کے مرتکب ہونے والوں کو عذاب انہیں گناہوں سے پاک کرنے کے لئے ہو گا۔

جس آیت کی تشریح اب کی جا رہی ہے اس میں ایک اور دلیل پیش کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کے مستحق کیوں ہوئے اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کے ساتھ تو کفر کیا ہی تھا لیکن انہوں نے اس کتاب کے ساتھ بھی کفر کیا جو ان کے پیغمبر پر نازل ہوئی تھی اللہ پاک فرماتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ان سب کتابوں پر ایمان لاؤ جن کو اللہ پاک نے نازل فرمایا ہے تو وہ جواب دیتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ہم تو صرف اس کتاب تورات پر ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے لئے نازل کی گئی حالانکہ (جملہ انزل اللہ) مطلق ہے اس سے مقصود ہر وہ کتاب ہے جس کو اللہ پاک نے نازل فرمایا اس سے مقصود تورات اور دیگر کتب وغیرہ بھی مراد ہو سکتی ہیں لیکن انہوں نے اس سے صرف تورات کو مراد لیا ہے اور تورات کے علاوہ دیگر کتابوں پر ایمان لانے کا انکار کرتے ہیں جن کو اللہ پاک نے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمایا خواہ وہ کتابیں تورات سے قبل نازل ہوئیں یا اس کے بعد نازل ہوئیں جبکہ تورات کے علاوہ بھی اللہ پاک کی جانب سے نازل کردہ کتابیں سچی ہیں خیال رہے اس میں لفظ (الحق) معرف بالام ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ وہ حق ہونے کے لحاظ سے اونچے مرتبہ کی حامل ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی جبکہ لفظ (حق) الف لام کے بغیر اسے کہتے ہیں جو ایک وقت تک صحیح ہے اس میں زیادتی ہو سکتی ہے مزید برآں وہ ان کی جانب نازل کردہ تورات کی بھی تصدیق کرتا ہے معلوم ہوا کہ وہ اس کتاب کا بھی انکار کر رہے ہیں جو ان کے پاس ہے ظاہر ہے کہ جو شخص اس کتاب کی تکذیب کر رہا ہے جو ان کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے تو گویا کہ وہ اپنی کتاب کی تکذیب کرتا ہے ان پر دوسرا اعتراض وارد کیا جا رہا ہے اللہ پاک فرماتے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب تم تورات پر ایمان رکھتے ہو تو پھر اللہ کے پیغمبروں کے قتل کا منصوبہ کیوں بناتے ہو حالانکہ تورات میں ہر پیغمبر پر ایمان لانے کے پختہ وعدہ کا ذکر ہے قرآن پاک تو تورات' انجیل دونوں کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور اگر تم قرآن کی تصدیق نہیں کرتے ہو تو تم تورات کی بھی تصدیق نہیں کرتے ہو پس تورات پر ایمان لانا اور قرآن پاک پر ایمان نہ لانا ظاہرا" متناقض ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے دور کے یہودیوں نے تو پیغمبروں کو قتل نہیں کیا تو پھر ان کے بارے میں تہدید آمیز جملہ کیوں استعمال کیا گیا ہے اس کا جواب واضح ہے کہ آپ کے دور کے یہودی اپنے اسلاف کے اس شنیع فعل یعنی قتل کو مستحسن گردانتے تھے یا دوسرا جواب یہ ہے کہ اب بھی اگر انہیں موقعہ ملے تو وہ ایسے کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے باز نہیں آئیں گے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے انہوں نے منصوبہ بنایا سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ بنونضیر قبیلہ نے پختہ ارادہ کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر گرا کر آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیں لیکن آپ کو مطلع کر دیا گیا آپ وہاں سے کھڑے ہوئے اور چل دیئے وہ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکے اس طرح فتح خیبر کے وقت یہودیوں نے آپ کے سامنے زہر آلود کھانا پیش کیا لیکن زہر آلود لقمہ نے آپ کو بتایا کہ کھانا زہر آلود ہے۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ الخ.. آیت میں مضارع کا صیغہ ماضی کی معنی میں ہے مقصود یہ ہے کہ قتل کا یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا کیا یہ حقیقت نہیں کہ عہد رسالت ماب میں یہودی اپنے اسلاف یہودیوں کی غلط کاریوں پر خوش تھے تو ان کے اسلاف نے جن پیغمبروں کو قتل کیا اس میں آپ کے دور کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور کیجئے' اھل کتاب کے دونوں فرقے ایک دوسرے کو جادہ حق سے ہٹے ہوئے قرار دیتے ہیں جب کہ تورات کو اولین بنیادی حیثیت حاصل ہے اور انجیل سے تورات کی تکمیل ہوتی ہے لیکن دونوں فریق راہ صواب سے ہٹ کر اور خواہشات نفسانی کے غلام بن کر کسی کی نصیحت اور خیر خواہی پر کان دھرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ ان کا نبی ﷺ کو ہدف مطاعن بنانا اور آپ سے روگردانی کرنا ہرگز دلیل نہیں کہ آپ ﷺ حق و صداقت کے علمبردار نہ تھے جبکہ ان کی مخالفت کا ہرگز کچھ اثر نہ تھا اس لئے کہ وہ تو خواہشات نفسانی کے پیروکار تھے اپنے مذہب کے ساتھ تعصب کی حد تک وابستہ تھے یہی وجہ ہے کہ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کو جب پیغمبری ملتی ہے تو وہ ان میں شمار ہوتے تھے جب کہ وہ دوسری جانب عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے انتظار میں تھے کہ ان کے عہد نبوت میں ان کی سلب شدہ عزت و سیادت انہیں دوبارہ حاصل ہو گی اور ان کا مقام معاشرہ میں عزت و افتخار کا حامل ہو گا اور جس گمراہی کے راہ پر یہودی گامزن تھے اسی راہ پر عیسائی بھی ان کے نقش قدم پر رواں دواں رہتے ہیں۔ وہ تورات کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور یہودیوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں جب کہ تورات ان کے لئے بنیادی دلیل کی حیثیت رکھتی تھی اتنی قربت اور تعلق کے باوجود جب دونوں گروہ کسی دوسرے گروہ کی کتاب کی صداقت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں تو کچھ تعجب نہیں کہ دونوں گروہ یہودی اور عیسائی محمد ﷺ کی نبوت کو تسلیم نہ کریں' جبکہ ان کا نسبی تعلق جناب اسحاق علیہ السلام کے ساتھ ہے اور نسبی لحاظ سے نبی ﷺ کا رشتہ جناب اسماعیل کے ساتھ ہے مزید برآں نبی ﷺ نے ان کی نبوت اور شریعت کو کالعدم قرار دے دیا ہے جبکہ یہودی عیسائی دونوں فریق دنیوی جنسیت یعنی اسرائیلیت کے دلدادہ تھے اور انہیں اپنے نسبی تعلق کے ساتھ تعصب کی حد تک محبت تھی۔

اس آیت کے مفہوم پر گہرے غور و فکر کے بعد اس بات کے اظہار میں ذرہ برابر تامل نہیں رہتا کہ یہ آیت تقلید کو باطل قرار دے رہی ہے جب کہ آیت میں وضاحت کے ساتھ مدعا کے اثبات کے لئے دلیل لانے کا حکم دیا گیا ہے اور مقلدین جو تعصب کی حد تک اندھے ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے غور و فکر کے سرچشموں کو بالکل بند کر دیا ہے۔ ان کے اس طرز عمل کو شرمناک اور معیوب قرار دیا ہے کہ انہوں نے اپنی خواہشات نفسانی کو تسکین پہچانے کے لئے تقلید کی ٹامک ٹوئیوں سے خود کو نکالتے نہیں ہیں اور جو بات ان کی خواہشات سے متصادم ہوتی ہے اگرچہ اس کی افادیت اظہر من الشمس کیوں نہ ہو پھر بھی اس کو نفرت کی نگاہ سے ہی دیکھتے ہیں حالانکہ اللہ پاک نے انسان کو عقل و تمیز سے نوازا ہے تو انہیں عقل کے تقاضوں کے مطابق گہرے غور و فکر اور تفتیش کے بعد اس کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہیے نیز راہ جواب اور راہ خطا کے درمیان امتیاز کر کے راہ خطا کو نشان زدہ کر کے راہ ثواب پر گامزن ہونا چاہیے۔ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ آیات کا اسلوب شدت کے ساتھ دونوں گروہوں کو ڈانٹ پلا رہا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودی بھی شریک سمجھے جائیں گے اور (انبیاء اللہ) کی ترکیب میں پیغمبروں کو عظیم شرف سے نوازا گیا ہے کہ پیغمبروں کی تعظیم میں ہرگز کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے اور ان کے ساتھ تعاون میں نہایت اونچا کردار ادا کیا جائے اور ان کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی ہر لحاظ سے مدد کی جائے نہ یہ کہ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے یا ان کے قتل کی سازشیں تیار کی جائیں "نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ"

یہودی اپنے غلط کردار کے باعث ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخی بن گئے وہ ایمان کے دعوی میں جھوٹے تھے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد انہوں نے بدعہدی کا مظاہرہ کیا تورات میں ان سے عہد لیا گیا تھا کہ تم نے توحید پر قائم رہنا ہو گا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا ہو گا تورات کے موجودہ نسخوں میں بھی اس عہد کا ثبوت موجود ہے لیکن یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی موجودگی میں ہی اس عہد کو پاش پاش کر دیا جب انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود تسلیم کیا چنانچہ اللہ پاک فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے تمہارے سامنے اپنی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے واضح دلائل پیش کئے تمہارے لئے ہرگز ہرگز جائز نہ تھا کہ تم ان کے ہوتے ہوئے ان کے موقف سے خود کو دور کرتے' عقل سے کس قدر یہ بات بعید ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارے ہاں سے نکل کر اللہ کے حکم کے مطابق کوہ طور پر تشریف لے گئے ان کے جانے کے بعد تم نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا تمہارا کردار ظالمانہ تھا اس لئے کہ تم ناواقف نہیں تھے تمہیں خوب علم تھا بالخصوص روشن دلائل کا ملاحظہ کر لینے کے بعد کہ تمہارا معبود اللہ پاک ہے جس نے تمہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی اور تمہیں ایسے ایسے محیرالعقول خرق عادات واقعات کا مشاہدہ کرایا کہ ان کے ملاحظہ کرنے کے بعد ذرہ بھر شک اور تذبذب کے راہ پانے کی ہرگز گنجائش نہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی معبود حقیقی ہے کیا تورات میں تمہیں حکم دیا گیا تھا کہ تم بچھڑے کو اپنا معبود بناؤ؟ ہرگز نہیں ! بلکہ تورات تو منزل من اللہ کتاب تھی اس میں حکم دیا گیا تھا کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی عبادت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ بلکہ شرک ہے غور فرمائیں اس سے پہلے بھی بچھڑے کے معبود بنانے کے جرم کو عظیم جرم قرار دیا گیا تھا اب دوبارہ اس کا ذکر ہو رہا ہے تا کہ جرم کی شناعت مزید واضح ہو جائے نیز قبل ازیں جب اس کا تذکرہ ہوا ہے تو اس کے بعد انعامات الٰہیہ کو گن گن کر بیان کیا گیا ہے بالخصوص اس انعام الٰہیہ کا ذکر ہے کہ ہم نے تمہارے اس گناہ کو معاف کیا لیکن اس مقام میں انہیں ڈانٹ پلائی جا رہی ہے اور تہدید آمیز انداز میں انہیں ڈرایا جا رہا ہے نیز واقعہ طور پہاڑ میں بیان ہوا ہے کہ انہوں نے تورات کے احکام کو قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ عدم رضامندی کا اظہار کیا ان کی اس کیفیت کو صحیح قرار دیتے ہوئے انہیں مجبور کیا گیا کہ وہ تورات کے احکام کو بہرحال تسلیم کریں خواہ اضطراری طور پر قبول کریں۔

علاوہ ازیں اہل عرب کی عادت ہے کہ جب وہ کسی چیز کی قباحت یا اس کی عظمت کو آشکارا کرنا چاہتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں تو اسے تکرار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں مزید برآں اس تکرار میں اور بھی فائدہ ہے کہ جہاں انعامات الٰہیہ کو گنوایا گیا ہے وہاں اللہ کی ناراضگی کے کاموں کا بھی شمار کیا گیا ہے تاکہ متاثرین ان غلط کاموں سے رک جائیں جن کے سبب ان کے متقدمین عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آئے

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ الخ .. اس آیت میں بنی اسرائیل کے بارے میں وضاحت ہے کہ بنی اسرائیلی اپنی خواہش کے غلام تھے ان میں عناد' بغض احکام شرعیہ کی مخالفت کا داعیہ خوب تیز تھا انہیں دھمکاتے ہوئے ان کی نافرمانیوں سے آگاہ کیا جا رہا ہے تاکہ شائد اس قسم کی خباثتوں والے لوگ اپنے حالات اور گردوپیش کا جائزہ لے کر اپنی بے راہرویوں سے باز آ جائیں چنانچہ اللہ پاک عظمت کے انداز میں ان کی بے باکی اور دلیری کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم نے اللہ کی ذات پر ایمان لانا ہو گا اور اس کے احکام کی اطاعت سے سرمو انحراف نہیں کرنا ہو گا اور ہم نے تمہارے سروں کے اوپر طور پہاڑ کو اٹھا کر کھڑا کر دیا مقصود یہ تھا کہ ہم تمہیں جہالت کی ٹامک ٹوئیوں سے نکال کر علم کے بلند مقام پر کھڑا کرنا چاہتے تھے تو جب طور پہاڑ تمہارے سروں کے اوپر سایہ افگن تھا ہم نے تمہیں حکم دیا کہ تم تورات کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اس عظیم کتاب میں اصول' فروع کو نہایت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے اور تم اپنے کانوں کے ساتھ اس کے احکام کو غور سے سنو یعنی ان احکام کو قبول کرو ان میں غوروفکر کرو یعنی احکام کے مطابق اطاعت کر کے عملی نمونہ پیش کرو ظاہر ہے کہ جو شخص احکام کو سنتا ہے اور ان پر عمل پیرا نہیں ہوتا گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں ہے اور کچھ یوں محسوس ہوتا ہے جیسا کہ معلم اپنے تلامذہ کو دراسہ کے دوران انہیں تاوبیا" درہ دکھلاتا ہے تاکہ وہ اس کے خوف سے اپنا سبق غور سے سن کر اسے حافظہ میں محفوظ کریں اس طرح شائد اللہ پاک نے انہیں تورات کے احکام کے مطابق عمل کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے ان پر کوہ طور کو اس کی جگہ سے اٹھا کر ان کے سروں پر سائبان کی طرح کھڑا کر دیا تاکہ وہ تورات کے مطابق اپنی زندگی گزاریں لیکن انہوں نے کہا ہم نے کانوں کے ساتھ سنا ہے لیکن دلوں کے ساتھ انکار کیا شائد اس سبب سے انہوں نے انکار کیا کہ بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں جاگزین ہو چکی تھا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب وہ طور پہاڑ کی جانب دیکھتے تو ان کی زبان پر یہ کلمات ہوتے کہ ہم نے آپ کی باتوں کو سنا اور ہم اطاعت کا وعدہ کرتے ہیں لیکن جب تورات کی طرف دیکھتے تو وہ کہتے کہ ہم نے آپ کی باتوں کو سنا لیکن ہم ان احکام کی مخالفت کریں گے تاہم قرآن پاک کا سیاق و سباق واضح کر رہا ہے اگرچہ طور پہاڑ کا ان کے سر پر منڈلانا خوفناک منظر تھا لیکن بچھڑے کی محبت ان کے رگ و ریشہ میں اس شدت کے ساتھ نفوذ کر گئی تھی کہ انہوں نے مخالفت کے پہلو کو نمایاں انداز میں پیش کیا جس سے ان کی ہٹ دھرمی اور بچھڑے کے ساتھ غیر معمولی محبت کا پتہ چلتا ہے کہ بچھڑے کی محبت ان کے جسم کے تمام اعضائے ظاہری اور باطنی میں سرایت کر چکی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بالکل اسی طرح جیسا کہ رنگ کپڑے کے ایک ایک دھاگے میں ظاہرا" اور باطنا" نفوذ کر جاتا ہے یا جیسا کہ پانی پورے جسم کے رگ و ریشہ میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔

بنی اسرائیل کے بغض' عناد کے ساتھ ساتھ اگرچہ ان کا کفر ناقابل برداشت ہے تو ان کے کفر کی شناعت کو واضح کرتے ہوئے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کفر کرنا ایسا سنگین گناہ ہے تعجب ہے کہ ایک طرف تم ایمان کا دعوی کرتے ہو دوسری جانب تمہارے رگ و ریشہ میں کفر کا غلبہ ہے کیا تمہارا ایمان تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے معلوم ہوتا ہے تمہارا یہ دعوی کہ تم ایماندار ہو درست نہیں ہے تم اپنے ادعاء میں جھوٹے ہو یا تم جہالت کی وادی میں زندگی بسر کر رہے ہو جب کہ تمہاری عملی زندگی تمہارے ادعا کے خلاف ہے جیسا کہ شعیب علیہ السلام کی قوم نے شعیب علیہ السلام کی عبادت کا استہزاء اڑاتے ہوئے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کیا تیری نماز تجھے اس بات کا حکم دے رہی ہے یعنی تیری نماز تیری عبادت سے بعید ہے کہ وہ ہمیں آگاہ کرے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیں ہرگز نہیں ہم ایسا نہیں کریں گے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں ایک جملہ ہے "اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو تجھے (یعنی اللہ کو) اس کا علم ہے جبکہ عیسیٰ السلام کو معلوم ہے کہ انہوں نے وہ بات نہیں کہی ہے بالکل یہی صورت اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ کی ہے جبکہ اس جملہ کو کہنے والا اللہ پاک جانتا ہے کہ وہ ایماندار نہیں ہیں تاہم واضح قیاس کو پیش کرتے ہوئے دلیل کا انداز اختیار کیا گیا ہے (نظم الدرر ج ۱ ص ۹۱۔ ۹۲)

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اور لوگوں (یعنی مسلمانوں) کے لئے نہیں اور اللہ کے نزدیک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے ہی لئے مخصوص ہے تو اگر سچے ہو تو موت کی آرزو تو کرو لیکن ان اعمال کے سبب جن کو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں یہ کبھی اس کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے (خوب) واقف ہے۔ بلکہ ان کو تم اور لوگوں سے زندگی کے کہیں حریص دیکھو گے یہاں تک کہ مشرکوں سے بھی ان میں سے ہر ایک یہی خواہش کرتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس جیتا رہے مگر اتنی لمبی عمر اس کو مل بھی جائے تو اسے عذاب سے تو نہیں چھڑا سکتی اور جو کام یہ کرتے ہیں اللہ ان کو دیکھ رہا ہے۔

یہودیوں کے بارے میں قطعی دلائل موجود ہیں کہ آخرت میں انہیں دوزخ میں ہی جانا ہے۔ اور یہ فیصلہ اٹل ہے ان کے ادعاء کے خلاف ہے کہ وہ چند روز دوزخ میں رہیں گے اس کے بعد دوزخ میں ان کی جگہ پر مسلمان آئیں گے غلط قرار دیتے ہوئے ایک بدیہی قطعی دلیل پیش کی جا رہی ہے بلکہ ان کے ادعاء کا زبردست نوٹس لیا گیا ہے کہ اگر آخرت میں تمہارے خیال کے مطابق صرف تم ہی جنت کا استحقاق رکھتے ہو تمہارے علاوہ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا تو جنت میں داخل ہونے سے پہلے موت سے ہم کنار ہونا ضروری ہے پھر تمہیں موت کی آرزو کرنی چاہئے جب کہ موت ایسی خوفناک چیز ہے جس کے تصور سے ہی گھبراہٹ ہونے لگتی ہے لیکن تمہیں تو موت سے ہرگز خائف نہیں ہونا چاہئے ظاہر ہے کہ موت کے بعد ہی اللہ پاک سے ملاقات ہو گی اور جنت میں داخلہ ہو گا۔

" حدیث نبوی ہے جو شخص اللہ کی ملاقات کو محبوب جانتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے لیکن جو شخص اللہ کی ملاقات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا ہے " اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ذکر کردہ حدیث کو سنتے ہی نکتہ اٹھایا کہ ہم سب موت کو ناپسند جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ عام حالات میں تو ہر شخص موت کو خوفناک اور مکروہ سمجھتا ہے لیکن جب موت کا وقت آن پہنچتا ہے اور اخروی زندگی کا انکشاف سامنے ہوتا ہے سانس کے نکلنے کا وقت آن پہنچتا ہے آنکھیں ٹکٹکی باندھ لیتی ہیں روح قفس عنصری سے پرواز کرنا ہی چاہتی ہے تو اس وقت ایماندار لوگ یقیناً" اللہ کی ملاقات کو محبوب جانتے ہیں نہایت واضح بات ہے کہ جس شخص کو یقین ہوتا ہے کہ اس کا ٹھکانا جنت ہے وہ پسند کرے گا کہ دنیوی کلفتوں سے نجات حاصل کر کے وہاں پہنچے جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قرار ہے ہرگز کوئی خوف اور غم نہیں ہے اور اللہ کی خوشنودی سے بہرہ ور ہونا ہے جیسا کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے بارے میں آپ نے جنت کی خوشخبری دی جیسے عشرہ مبشرہ صحابہ کرام ہیں، عثمان، علی، عمار، حذیفہ دیگر کبار صحابہ کرام ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ موت کو پسند کرتے تھے بلکہ تمام صحابہ کرام شہادت کے لئے بے تاب رہتے تھے
چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس خواہش کا اظہار فرماتے ہیں کاش موت کے بعد مجھے زندگی ملے پھر اللہ کے راہ میں شہید کیا جاؤں پھر مجھے زندگی عطا کی جائے پھر میں اللہ کے راستہ میں شہید ہو جاؤں اس لئے کہ آپ شہادت کے فضائل و مراتب پر یقین رکھتے تھے نیز آپ ﷺ نے فرمایا (جب آپ کو بیئر معونہ مقام میں شہداء کے بارے میں بتایا گیا) کاش میں بھی ان کے ساتھ پہاڑ کی وادی میں شہید ہو جاتا" نیز عمار بن یاسر کی تاریخ میں موجود ہے کہ انہوں نے صفین مقام میں اس آرزو کا اظہار کیا کہ کل کے روز اس جنگ صفین میں اپنے دوستوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کے ساتھ ملاقات کروں گا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے جنگ صفین میں باریک لباس زیب تن کر رکھا تھا جب وہ میدان کارزار میں گھوم رہے تھے ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اباجی میدان کارزار میں یہ لباس مناسب نہیں تو علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا اے میرے پیارے بیٹے آپ کا ابا کچھ پرواہ نہیں کرتا ہے کہ وہ موت پر گر پڑے یا موت اس پر گر پڑے چنانچہ عبداللہ بن رواحہ نے رومیوں کے ساتھ رزم آرائی میں ذیل کے اشعار بطور گیت کے کہے۔

" لوگو! جنت کس قدر بہتر مقام ہے اس کا قرب کتنا ہی اچھا ہے اس میں جانے کے لئے موت کا پیالہ کس قدر خنک محسوس ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے دشمن رومی تو بس رومی ہیں۔ ان سے کیا خوف ہے بلکہ ان کے عذاب کا وقت آن پہنچا ہے۔"

لیکن اللہ پاک نے واضح الفاظ میں بتایا کہ یہودی کبھی موت کی آرزو نہیں کریں گے ان کو وہ اعمال جو اللہ کی ناراضگی کے طور پر کئے ہیں۔ انہیں اس قسم کی آرزو کرنے نہیں دیتے اور اللہ پاک کو ظلم کرنے والوں کا خوب علم ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اس حقیقت کو ثابت کرنے کے بعد کہ وہ ہرگز کبھی بھی موت کی آرزو نہیں کریں گے۔ اس بات کو ثابت کیا جا رہا ہے کہ اس کے مخالف زندگی کو پسند کرتے ہیں' انہیں معلوم ہے کہ موت کے بعد ان کا جو حال ہو گا اس سے خائف ہیں اس لئے وہ طویل زندگی کے طالب ہیں ان کے ساتھ ساتھ تو مشرکین بھی زندگی کو بہت بہتر سمجھتے ہیں بلکہ اس پر وہ زبردست حریص ہیں۔ خواہ زندگی مشکلات کے ساتھ بھرپور کیوں نہ ہو شاید کوئی دوسرا شخص اتنا حریص نہ ہو۔ جس قدر وہ حریص ہیں جب کہ اس یقین پر ہیں کہ فوت ہونے کے بعد اپنی بدکرداریوں اور شرک کے سبب وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

مزید برآں یہودیوں اور مشرکین میں سے ہر ہر شخص کی یہ آرزو ہے کہ کاش انہیں ایک ہزار سال زندہ رہنا میسر آجائے تاکہ وہ کسی نہ کسی طرح موت سے محفوظ رہ جائیں اور موت کے بعد برزخی زندگی میں دردناک عذاب سے ان کا واسطہ نہ ہو۔ جب کہ اتنی لمبی عمر بھی ان کو اللہ کے عذاب سے رستگاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں دلا سکے گی۔ بلکہ دنیوی زندگی میں وہ عذاب سے ہمکنار رہیں گے اگرچہ وہ اسے محسوس نہ کریں معلوم ہوا اللہ کے عذاب سے تب رستگاری حاصل ہو سکتی ہے جب کہ ایمان کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ساتھ ہو۔

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ یہ جملہ بھی تہدید کو متضمن ہے کہ اللہ کی نظر تمہارے تمام کوائف پر ہے اس کے علم نے تمام اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے اس کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کے احوال و کوائف پر ذکر کردہ آیات میں ان احسانات کا بیان ہوا جو بنی اسرائیل پر تھے جب کہ اللہ پاک نے ان کی ہدایت کے لئے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا جو ہدایت اور علم پر مشتمل تھی موسیٰ علیہ السلام کے بعد مسلسل پیغمبر آتے رہے۔ جو دین اسلام کی تجدید کرتے رہے اور اللہ کے احکام بنی اسرائیل تک پہنچاتے رہے ان کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کو کچھ معجزات عطا کر کے بھیجا چنانچہ اللہ کے حکم کے ساتھ مردوں کو زندہ کر دیتے مادر زاد اندھوں اور پھلبہری کے مریضوں کو اللہ پاک کے حکم کے ساتھ شفا ہو جاتی اور مٹی سے پرندوں کو بناتے اور وہ صحیح پرندے دکھائی دیتے نیز وہ غیب کی خبریں بتاتے تھے۔ ان کی تائید جبرائیل علیہ السلام فرماتے تھے لیکن اس قدر معجزات معلوم کرنے اور انعامات الہیہ سے شاد کام ہونے کے باوجود وہ دیگر تمام لوگوں سے ان باتوں کو قبول کرنے سے بہت دور تھے (نظم الدرر ج ۲ ص ۹۳۔ ۹۴)

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

کہہ دو کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہو اس کو غصہ میں مر جانا چاہیے۔ اس نے تو (یہ کتاب) اللہ کے حکم سے تمہارے دل پر نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔ جو شخص اللہ کا اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے کافروں کا اللہ دشمن ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو یہودی مدینہ منورہ میں آباد تھے۔ وہ نہ صرف یہ کہ آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نبوت کو صحیح نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کے دلوں میں آپ کی دشمنی گھر کر چکی تھی نہ صرف یہ کہ وہ آپ کو (معاذ اللہ) کذاب سمجھتے تھے بلکہ آپ کی جان کے دشمن تھے۔ آپ کے خلاف ان کے دل غصہ کینہ اور حسد سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ برداشت نہیں کر رہے تھے کہ اللہ کا کلام اس پر نازل ہو۔ اللہ پاک نے اشارہ فرمایا کہ اللہ ان کے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے اب وہ اللہ کے عذاب سے بچاؤ حاصل نہیں کر سکیں گے چونکہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اس وجہ سے انہوں نے اس فرشتے کو بھی اپنا دشمن قرار دیا۔ جو آپ ﷺ پر وحی لاتا ہے۔

حالانکہ تمام فرشتے اللہ کے ہاں مقرب ہیں وہ اللہ کے احکام سے سرمو سرتابی نہیں کرتے ہیں اللہ پاک کے فرمان کے مطابق وہ عمل پیرا رہتے ہیں تمام فرشتوں سے زیادہ فضیلت والا فرشتہ جبریل علیہ السلام ہیں جن کا رابطہ تمام پیغمبروں سے رہا اور وہی فرشتہ آپ پر قرآن پاک کی وحی لاتا ہے چونکہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ حسد کے عداوت تھی اس لئے انہوں نے کہا کہ جبریل فرشتہ تو ہمارا دشمن ہے اس کو اس سبب سے انہوں نے اپنا دشمن قرار دیا کہ وہ ہمارے سب سے بڑے دشمن پر وحی لاتا ہے اس لئے جبریل فرشتہ بھی ہمارا دشمن ہے دوسری بات جو انہوں نے کہی وہ یہ تھی کہ چونکہ جبریل فرشتے نے ہمارے آباؤ اجداد پر عذاب الٰہی نازل کیا اس لئے وہ ہمارا دشمن ہے پھر تمہارا یہ ادعا بالکل غلط ہے کہ آخرت ہمارے لئے خاص ہے ہم جنت کے مستحق ہیں تمہارا یہ دعوی کیسے صحیح قرار پا سکتا ہے جب کہ تم اللہ کے فرشتوں سے دشمنی رکھتے ہو اور فرشتے اللہ پاک کا خاص لشکر ہیں تو پھر جنت تمہارے لئے کیسے مخصوص ہو سکتی ہے۔

پس غور سے سن لو جو شخص جبریل علیہ السلام کا دشمن ہے وہ اس دشمنی سے جبریل علیہ السلام کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا بلکہ اس وجہ سے اس کی ذات کو ہی نقصان ہو گا نیز جب جبریل علیہ السلام کو اللہ پاک نے کچھ خصوصیتوں سے نوازا ہے تو جبریل علیہ السلام کے ساتھ دشمنی رکھنے والے پھر اللہ کے بھی دشمن قرار پائیں گے بلکہ جبریل علیہ السلام کی دشمنی کے نتیجہ میں اللہ پاک کی جانب سے تمام نازل کردہ کتابوں اس کے رسولوں کے ساتھ بھی دشمنی قرار پائے گی بلکہ اللہ کے ساتھ دشمنی ہے نیز جبریل علیہ السلام کا لقب روح القدس ہے قرآن پاک میں عیسٰی علیہ السلام کے ذکر میں ہے کہ ہم نے عیسٰی علیہ السلام کو روح القدس یعنی جبریل علیہ السلام کے ساتھ قوت عطا کی کہ وہ ان کے موئید تھے۔

پس جبریل علیہ السلام کو اپنا دشمن قرار دینے والے گویا کہ سب فرشتوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں وارد ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروںؑ کی تکذیب کی حالانکہ ان کی طرف صرف نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے تو ایک پیغمبر کی تکذیب تمام پیغمبروں کی تکذیب کو مستلزم ہے بلکہ تعجب خیز بات ہے کہ آخرالزمان پیغمبر کے مبعوث ہونے سے پہلے وہ اس یقین کی ساتھ دعا کرتے تھے کہ آخرالزمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر کے تشریف لانے پر ہم اس کا ساتھ دیں گے اور اپنے دشمنوں کے ساتھ جو کافر ہیں ان پر کامیابی حاصل کریں گے تو جب آپ کو اللہ پاک نے اس منصب کے لئے منتخب فرمایا تو طرح طرح کی چہ میگوئیاں شروع کر دیں کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ پہلے پیغمبروں پر بھی جبریل علیہ السلام وحی لاتے تھے اور وحی لانے کے سبب ان کا لقب روح القدس ہے کہ ان کی وحی سے دلوں کو پاکیزگی کی حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ جبریل علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر وحی کو نازل فرمایا اگرچہ کلام کا سیاق و سباق اس بات کا متقاضی تھا کہ قَلْبِکَ کی بجائے قلبی ہوتا اس لئے کہ لفظ قل کا یہی تقاضا تھا لیکن اللہ پاک نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ چونکہ آپ کا دل تمام دلوں سے اکملیت کا حامل تھا اس لئے آپ کے دل پر قرآن پاک کو جبریل علیہ السلام کی وساطت سے اللہ پاک نے نازل فرمایا اور جبریل علیہ السلام نے اللہ کی اجازت کے ساتھ اس ذمہ داری کو سرانجام دیا۔

قرآن پاک میں ہے وَمَانَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ " ہم تو بس اپنے پروردگار کے حکم پر ہی اس کے احکام کو لے کر نازل ہوتے ہیں" ہمارا اپنا اس میں ہرگز دخل نہیں جب حکم ہوتا ہے ہم اترتے ہیں چونکہ دل کو تمام اعضاء پر سیادت اور فوقیت حاصل ہے اس لئے عَلٰی قَلْبِکَ کا اسلوب اختیار کیا ہے یوں نہیں فرمایا کہ تجھ پر نازل کیا ہے نیز چونکہ دل، عقل، علم دیگر واردات کی تلقی کا محل ہے اور معانی کا خزانہ ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ قرآن پاک سے قبل جس قدر کتب نازل ہوئی ہیں ان سب کی تصدیق کرتا ہے تورات جو یہودیوں کی ہدایت کے لئے بھیجی گئی تھی اس کی بھی تصدیق کرتا ہے پس تمہیں قرآن پاک پر ایمان لانا چاہئے اور جبریل علیہ السلام سے محبت کرنی چاہئے کہ وہ اس کتاب کو لے کر نازل ہوئے ہیں ظاہر ہے اس کتاب کا انکار دوسری کتابوں کے انکار کو مستلزم ہے پس جبریل علیہ السلام کے ساتھ عداوت رکھنے کا ہرگز کوئی داعیہ اور سبب کار فرما نہیں ہے بلکہ واضح بات یہ ہے کہ ان کے دلوں میں حسد ہے جس کے سبب وہ تورات اور قرآن پاک میں فرق روا رکھ رہے ہیں (نظم الدرر ج ۲ ص ۶۴۔۶۵۔۶۶)

آیت مذکورہ کے ظاہر سے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کے دل مبارک پر قرآن پاک کا القا کیا جبریل کی قرات کو آپ نے نہیں سنا اسی کیفیت کا ذکر ایک دوسری آیت میں ہے کہ روح الامین نے آپ کے دل پر قرآن پاک کو نازل کیا البتہ بعض دیگر مقامات سے پتہ چلتا ہے کہ جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک کی تلاوت فرماتے آپ ان سے سنا کرتے اور الفاظ کے معانی آپ کے دل میں جاگزیں ہوتے یہی مقصود اتارنے سے ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے لَاتُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ (القیامہ ۱۶)

" اور (اے محمد) وحی کے پڑھنے کے لئے اپنی زبان نہ چلایا کرو کہ اس کو جلد یاد کر لو۔ اس کا جمع کرنا ور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھوانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم وحی پڑھا کریں۔ تو تم (اس کو سنا کرو اور) پھر اسی طرح پڑھا کرو۔ پھر اس کے (معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔"

نیز فرمایا: وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ (طہ ۱۱۴)

" اور قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لئے جلدی نہ کیا کرو اور دعا کرو کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا کہ میرا رب مجھے اور زیادہ علم دے۔"

(اَضواء البیان ج۱ ص۱۴۴۔۱۴۵)

نیز قرآن پاک سرچشمہ ہدایت اور ثواب کی خوشخبری سے ایمانداروں کو نوازتا ہے ایمانداروں کا خاصہ ہے کہ وہ اللہ کی کتابوں اور اس کے رسولوں کے درمیان کچھ فرق روا نہیں رکھتے ہیں صحیح پختہ بات جدھر ان کو کھینچ لے ادھر ہی چلے جاتے ہیں لیکن جو لوگ صرف زبان کی ساتھ اسلام لاتے ہیں وہ ان میں داخل نہیں ہیں۔ امام بخاری اس آیت کے تحت کتاب التّفسیر میں ایک حدیث لائے ہیں اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین اس سے مزید استفادہ کر سکیں۔

سبب نزول :۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عبداللہ بن سلام جو کہ یہودیوں میں بہت بڑے عالم سمجھے جاتے تھے انہوں نے جب مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا سنا تو وہ اپنے کھیت میں گھر سے باہر مشغول تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ سے تین سوال کئے جن کا جواب کوئی پیغمبر ہی دے سکتا تھا پہلا سوال یہ تھا کہ علامات قیامت میں سے پہلی علامت کونسی رونما ہو گی؟ اور جنتیوں کو جنت میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے کون سا کھانا پیش کیا جائے گا نیز بچہ اپنے باپ یا اپنی والدہ کی جانب کب موافقت رکھتا ہے آپ نے فرمایا مجھے ابھی جبریل علیہ السلام نے ان کے بارے میں مطلع کیا ہے عبداللہ بن سلام نے استفسار کیا جبریل نے؟ آپ نے فرمایا ہاں! جبرائیل نے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا فرشتوں میں سے اس نام کا فرشتہ یہودیوں کا دشمن ہے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرَائِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ

جو شخص جبریل علیہ السلام کا دشمن ہے (وہ اللہ کا بھی دشمن ہے) اس لئے کہ جبریل علیہ السلام نے قرآن پاک کو آپ کے دل پر اتارا ہے پھر آپ نے قیامت کی علامات میں سے پہلی علامت کو بیان کیا (آپ نے فرمایا) چنانچہ قیامت کی پہلی علامت آگ ظہور پذیر ہو گی جو لوگوں کو مشرق کی جانب سے دھکیل کر مغرب کی جانب لے جائے گی۔ اور جنتیوں کو جنت میں جو پہلا کھانا پیش کیا جائے گا وہ مچھلی کے جگر کا ہو گا جبکہ تیسری بات کا جواب یہ ہے اگر مرد کا مادہ منویہ عورت کے مادہ منویہ سے سبقت لے جائے تو پیدا ہونے والا بچہ والد کی جانب جھکاؤ رکھے گا لیکن جب عورت کا مادہ منویہ سبقت لے جائے گا تو بچے کی مشابہت والدہ کے ساتھ زیادہ ہو گی (آپ کی ان باتوں کو سنتے ہی) عبداللہ بن سلام نے کلمہ شہادت پڑھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ صرف اللہ ہی معبود برحق ہے نیز میں گواہی دیتا ہوں کہ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں (نیز اس نے بتایا) اے اللہ کے رسول! اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے کہ یہودی پریشان حال غیر مستقل مزاج لوگ ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ان کو میرے اسلام کا علم ہو گیا قبل اس کے کہ آپ ان سے دریافت کریں تو وہ مجھ پر الزامات لگائیں گے چنانچہ جب یہودی آپ کی خدمت میں پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا عبداللہ بن سلام کیسا شخص ہے؟ انہوں نے بتایا وہ ہم میں بہتر انسانوں سے شمار ہوتا ہے اور بہتر شخص کا بیٹا ہے نیز ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے آپ نے فرمایا آپ بتائیں اگر وہ مسلمان ہو جائے تو! انہوں نے فورا کہا! اللہ اس کو اس سے محفوظ رکھے! ابھی انہوں نے یہ جملہ زبان سے کہا ہی تھا کہ عبداللہ بن سلام ان کے سامنے آئے اور انہوں نے اقرار کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی معبود برحق ہے اور محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں تو وہ فورا" پکار اٹھے یہ شخص تو ہم میں بدترین شمار ہوتا ہے اور ہم سے بدترین شخص کا بیٹا شمار ہوتا ہے انہوں نے اس کے حق میں توہین آمیز کلمات کہے (ان کی باتوں کو سن کر) عبداللہ بن سلام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم اسی بات سے میں خوفزدہ تھا۔

نیز فتح الباری میں اس روایت کی تشریح میں بکیر بن شہاب کی روایت میں ہے کہ جبریل فرشتہ ہمارا دشمن ہے اس نے ہمارے آباؤ اجداد پر عذاب نازل کیا اگر میکائیل فرشتہ وحی لانے والا فرشتہ ہوتا تو ہم ایمان لے آتے وہ رحمت کے ساتھ نازل ہوتا ہے بارش برساتا ہے اور بارش سے زمین پر سبزہ وغیرہ نمودار ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج۸ ص۱۶۵)

جس آیت کی تفسیر کی جا رہی ہے اس سے یہ حقیقت مترشح ہو رہی ہے کہ جبریل علیہ السلام کو اللہ کے ہاں جو عظمت حاصل ہے وہ دوسرے فرشتوں کو حاصل نہیں ہے اس لئے کہ جبرائیل علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ اور اللہ کی اشرف ترین مخلوق پیغمبروں کے درمیان واسطہ کا کام دیتے ہیں نیز جبریل علیہ السلام نے ایسی کتاب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کے حکم سے نازل فرمایا جو جامعیت کی حامل ہے نیز اللہ کی اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو رہی ہے کہ تمام لوگوں سے یہودی نہایت ذلیل اور مذموم لوگ ہیں اس لئے کہ انہوں نے ایسی ذات کو اپنا دشمن قرار دیا جس کا اللہ کے ہاں بہت بلند مرتبہ ہے۔

جب ان کی جبریل علیہ السلام کے ساتھ دشمنی ہے جو کہ فرشتوں کی جماعت سے ہیں تو پھر ان کی دشمنی صرف جبریل علیہ السلام سے ہی نہیں ہے بلکہ وہ میکائیل کے بھی دشمن ہیں تمام فرشتوں اور پیغمبروں کے دشمن ہیں پس ان کے کافر ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں جبکہ اللہ پاک کفار کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں (نظم الدرر ج۲ ص۶۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ ساتھ وہ ایمانداروں کے بھی دشمن ہیں اس لئے کہ ایمان دار لوگ اللہ کے دوست ہیں حدیث شریف میں ہے "مَنْ عَادَىٰ لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ" جس شخص نے میرے دوست کو دشمن سمجھا میں اسے لڑائی کا چیلنج کرتا ہوں "(ابن کثیر ج۱ ص۱۹۹)

یہودیوں کا بہت بڑا عالم دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ابھی یہودیوں کو اس کے اسلام کا علم نہ تھا تو آپ نے ان سے عبداللہ بن سلام کے بارے میں دریافت کیا وہ کیسا شخص ہے۔ انہوں نے جواب دیا وہ بہت اچھا انسان ہے اور اچھے انسان کا بیٹا ہے آپ نے ان سے دریافت کیا اگر وہ مسلمان ہو جائے انہوں نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ کا کلمہ کہا اس کے فوراً بعد عبداللہ بن سلام کمرے سے باہر آئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا تو اسی مجلس میں انہوں نے کہا وہ شخص بہت برا ہے اور برے انسان کا بیٹا ہے انہوں نے اس کے عیوب گنوانا شروع کر دیئے۔ یہ واقعہ باعث عبرت ہے کہ یہودیوں کو اسلام کے ساتھ کس قدر بغض اور دشمنی تھی (ابن کثیر ج۱ ص۱۹۶، شرح السُّنۃ ج۱۳ ص۷۲، ۳، بخاری ج۶ ص۲۳)

وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿٩٩﴾
أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا
يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٠﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا
مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ
ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾

اور ہم نے تمہارے پاس سلجھی ہوئی آیتیں ارسال فرمائی ہیں اور ان سے انکار وہی کرتے ہیں جو بدکردار ہیں۔ ان لوگوں نے جب (اللہ سے) عہد واثق کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اس کو (کسی چیز کی طرح) پھینک دیا حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر بے ایمان ہیں۔ اور جب ان کے پاس اللہ کی جانب سے پیغمبر (آخرالزمان) آئے اور وہ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی (آسمانی) کتاب کی بھی تصدیق کرتے ہیں تو جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

سابقہ آیات میں قرآن پاک کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے کہ قرآن پاک اللہ پاک کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے نیز قرآن پاک یہودیوں کی کتاب تورات کی بھی تصدیق کرتا ہے نیز جبریل علیہ السلام جو حامل وحی فرشتہ تھے وہ اللہ کے حکم کے ساتھ قرآن پاک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر پیش کرتے رہے تو یہودیوں کو ڈرایا گیا تھا کہ تم جبریل علیہ السلام حامل وحی فرشتہ کے ساتھ دشمنی نہ رکھو اس سے دشمنی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے پیغمبروں' فرشتوں تمام ایمانداروں کے دشمن ہو۔ آئندہ آیت مبارکہ میں قرآن پاک کے بارے میں وضاحت پیش کی جا رہی ہے کہ قرآن پاک کی آیات واضح ہیں حق و صداقت کے متلاشیوں کے لئے اس میں کچھ ابہام نظر نہیں آئے گا لیکن جو لوگ قرآن پاک کی صداقت سے اعراض کریں گے اس کا انکار کریں گے خواہ وہ یہودی ہوں یا کوئی اور جماعت ہو وہ فاسق ہیں حق و صداقت کے لحاظ سے قرآن پاک ایسے بلند مقام پر ہے کہ کسی بھی شخص پر اس کی صداقت مخفی نہیں ہو سکتی اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اعور بن صوریا یہودی نے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو کوئی واضح احکام لے کر نہیں آیا جسے ہم پہچان سکیں کہ یہ احکام سچے ہیں تو اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا آیات سورج کی مانند روشن ہیں ان میں ہرگز کوئی پوشیدگی نہیں ہے پس ان پر ایمان نہ لانا کسی اشتباہ کے پیش نظر نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو واضح اور روشن ہیں اور وہ لوگ جو فاسق اور سرکش ہوتے ہیں انہیں واضح چیز مخفی معلوم ہوتی ہے ان کے دل کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں نیز ان کو فاسق کہہ کر ان کو کافر کہا ہے۔

عربی زبان میں فسق کا اطلاق اس کام پر ہوتا ہے جو کسی حد سے نکل کر کیا جاتا ہے اس فعل کو کہا جاتا ہے جو کفر کے آخری حدود تک پہنچ چکا ہو اس سے بعد والی آیت میں انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ کی جانب سے بھیجے گئے پیغمبروں کی اطاعت کرو ان کے احکام کو نہ ٹھکراؤ تم عجیب ہو کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی پیغمبر اللہ پاک کے احکام لے کر آئے اور تم ان پر عمل پیرا رہنے کا عہد کرتے ہو پھر تم عہد شکنی کرتے ہو اور ان پر ایمان نہیں لاتے ہو نہ ان کی جانب التفات کرتے ہو چونکہ اکثریت کا یہ حال ہے اس لئے واضح کیا کہ اکثر یہودی ایمان نہیں رکھتے ہیں ان کے انکار کا ذکر کرنے کے بعد اس سے اگلی آیت میں قرآن پاک اور جس عظیم شخصیت پر قرآن پاک نازل کیا گیا ان کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ لوگ تو عہد و پیمان کی پاسداری کرنے والے نہیں ہیں عہد شکنی کے واقعات ان سے بار بار سرزد ہو رہے ہیں اب عہد شکنی ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے ان کے بارے میں عہد شکنی کی وضاحت سے دراصل رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطمئن کرنا مقصود ہے آپ نہ گھبرائیں ان میں سے اکثریت کا مزاج ایک جیسا ہے انہیں عہد شکنی کرتے ہوئے ذرہ برابر خیال نہیں آتا ہے ان کے پاس آخرالزمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی جانب سے تشریف لائے اور اس نے ان کی کتاب کی تصدیق بھی کی کہ ان کی کتاب کا مضمون جن حقائق پر مشتمل ہے قرآن پاک بھی اس کی تصدیق کر رہا ہے تو ایسی صورت میں یہودیوں میں سے کوئی نہ کوئی فریق قرآن پاک کا استخفاف کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونے سے پیش و پیش کرتے ہیں۔

حالانکہ ان کے پیغمبر نے اس کتاب کے بارے میں ان سے ان کے پیغمبروں کی وساطت سے پختہ عہد لیا تھا کہ آخرالزمان امی پیغمبر کی اطاعت کرنا ہوگی یعنی تورات کے احکام کے مطابق عمل پیرا نہیں ہوتے اگرچہ بظاہر تورات کے احترام کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے ہیں اس کی جلد پر سونے کا پانی چڑھاتے ہیں اور نہایت قیمتی غلاف میں اسے لپیٹ کر نہایت باعزت بلند مقام پر رکھتے ہیں امام شعبی کا قول ہے کہ وہ تورات کی تلاوت کرتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے سفیان ثوری فرماتے ہیں ریشم کے غلاف میں اسے لپیٹ کر اور سونے کی پتیوں کے ساتھ غلافوں کو مزین تو کرتے ہیں لیکن اس پر عمل سے گریزاں ہیں یعنی تورات نے جن کاموں کو مستحب قرار دیا ہے اس پر عمل نہیں کرتے اور جن کاموں کو ناجائز قرار دیا ہے اسے ناجائز نہیں سمجھتے ہیں۔

كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ گویا کہ وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ انہیں ان کی کتاب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ آپ کو سچا پیغمبر تسلیم نہیں کرتے ہیں اور شائد وہ قرآن پاک، تورات، انجیل کو اللہ کی جانب سے نازل کردہ کتابیں نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ان پر عمل پیرا ہونے کو بھی ضروری نہیں سمجھتے جب کہ ان تینوں کتابوں کو برحق تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اور ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے نظم الدرر ج ۲ ص ۷۱-۷۲

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ
وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَا اُنْزِلَ
عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ
اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا
مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ
اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا
شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۚ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اور وہ ان ہزلیات کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ اور سلیمان نے ہرگز کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ان باتوں کی بھی جو بابل (شہر) میں دو فرشتوں (یعنی) ہاروت اور ماروت پر اتری تھیں اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک (یہ) نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعہ) آزمائش ہیں تم کفر میں نہ پڑو غرض لوگ ان سے (ایسا) جادو سیکھتے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں اور اللہ کے حکم کے سوا وہ اس (جادو) سے کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تھے اور کچھ (ایسے) منتر سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہو گا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا' بری تھی کاش وہ (اس بات کو) جانتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا اے کاش وہ اس سے واقف ہوتے۔

اس سے پہلی آیت میں ذکر ہوا ہے کہ یہودیوں کے ایک فریق نے تورات کو پس پشت ڈال دیا اور اسے عمل کے قابل نہ سمجھا تو پھر اس کے بعد ان کی مشغولیت کس علم کے ساتھ وابستہ ہوئی تو جس آیت کی تفسیر کی جا رہی ہے اس میں وضاحت ہے کہ انہوں نے تورات سے روگردانی کرنے کے بعد جادو کو اپنا مطمع نظر بنایا اور شیاطین الانس والجن کثرت کے ساتھ جادو کے علم کا پرچار کر رہے تھے وہ دور سلیمان علیہ السلام اللہ کے پیغمبر کا دور تھا۔ جب کہ جادو کفر ہے

عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ جملہ میں لفظ علی اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے عہد سلطنت میں جادو کے علم کا خاصا چرچا تھا اور شیاطین الانس والجن اس کی اشاعت میں سرگرم عمل تھے انہوں نے اللہ کی جانب سے نازل کردہ تورات اور انجیل کو پس پشت ڈال دیا جن میں ان کی سعادت کے وسائل و احکام کا ذکر تھا اور ان کی ترغیب موجود تھی اور جادو کے علم کو اپنا مطمع نظر بنا لیا جب کہ جس قدر اس علم میں انسانیت کے شرف کو پارا پارا کرنے کے ناجائز وسائل موجود ہیں اس قدر شائد کسی دوسرے علم میں ہوں انہیں خوب معلوم تھا کہ فرعون کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ نہ کر سکے بلکہ وہ پسپا ہو گئے تھے لیکن انہوں نے اپنی ماضی کی تاریخ کو پس پشت ڈال کر شیطان [illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم کو جس کے نقصانات اظہر من الشمس تھے جو اللہ کی ناراضگی کا باعث تھا اس کی اشاعت اور ترویج میں خود کو شیاطین کا ساتھی بنایا۔

مزید برآں سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد یہودیوں نے محسوس کیا کہ سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کا انتظام و انصرام جادو کے علم کے سبب تھا اسی علم کے سبب وہ انسانوں' جنوں' حیوانات' پرندوں' وحشی جانوروں بلکہ ہوا تک پر ان کی حکومت تھی اللہ پاک نے ان کے اس باطل خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہرگز نہیں سلیمان علیہ السلام کی مملکت کے قیام کا انحصار ہرگز یہ علم نہیں ہے سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے پیغمبر ہیں وہ کس طرح کفر کا کام کر سکتے تھے وہ اس کفر کے گناہ سے بالکل محفوظ تھے اللہ پاک نے تو انہیں جس قدر اقتدار عطا فرمایا تھا اس پر وہ اللہ کا تشکر و امتنان ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں

هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ۔ (النمل ۴۰)

" یہ میرے رب کا فضل و کرم ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکریہ ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔"

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ پاک نے نبوت کے بلند مقام سے نوازا ہو وہ صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بھی محفوظ ہوتا ہے چہ جائیکہ اس سے کفر سرزد ہو یا وہ جادو کے علم کے ساتھ مشغول ہو جو منصب نبوت کے بالکل منافی ہے البتہ شیاطین ان لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے جو پختہ ایماندار نہ تھے ابھی وہ گومگو کی کیفیت میں تھے اور انہیں یقین دلاتے کہ جادو کا علم زوداثر زبردست قوت والا ہے ان کے خلاف انبیاء علیہم السلام اپنے پیروکاروں کو حق و صداقت سے ان کے دامن کو بھرتے اور ان کے دلوں کو ایمان و توحید کی روشنی سے منور کرتے تھے اور انہیں پختہ کرتے کہ جادو کے ساتھ بظاہر تبدیلی نظر آتی ہے جبکہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے اللہ پاک کے ذکر کرنے سے جادو کے اثرات زائل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان کہ معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سورتوں کی تلاوت سے جادو کے اثرات ہباء ا منثورا ہو جاتے ہیں (نظم الدرر ج ۲ ص ۷۶)

قرآن پاک میں جادو کے علم کا تذکرہ متعدد آیات میں ہے البتہ اکثروبیشتر تذکرہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات میں ہے اس مقام پر یہودیوں کی دسیسہ کاریوں کے ضمن میں اس کا ذکر ہوا ہے دراصل عربی زبان کے لحاظ سے سحر وہ علم ہے جس کا ماخذ اتنا لطیف ہے کہ اس کا اصل آنکھوں سے پوشیدہ ہی رہتا ہے چنانچہ دھوکہ بازی کے مفہوم میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جن جادوگروں نے اپنے جادو کے فن کا مظاہرہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام ان کی کرشمہ سازی سے کسی حد تک حیران ہوئے جس کا تذکرہ ذیل کی آیت میں موجود ہے۔ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ" ان کے جادو سے اسے ایسے خیال گزرتا تھا جیسے وہ بھاگ رہی ہوں۔" جادوگروں نے رسیوں اور لاٹھیوں پر اس انداز کے ساتھ پارہ لگایا کہ وہ یوں دکھائی دیتی تھیں جیسے سانپ متحرک ہیں خوبصورت آنکھ کے بارے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا جاتا ہے کہ فلاں کی آنکھ میں جادو ہے یعنی زبردست کشش ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کچھ باتیں جادو کی طرح باعث کشش ہوتی ہیں اس کا اصل مادہ السحر ہے جس کا معنی پھیپھڑا ہے وہ پوشیدہ ہوتا ہے جبکہ جادو کا اصل بھی نظروں سے بظاہر اوجھل ہوتا ہے نیز جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے جادو کا کرشمہ دکھایا تو اللہ پاک نے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ

" جب انہوں نے (جادو کی چیزیں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔ (یعنی نظربندی کر دی) اور لاٹھیوں اور رسیوں کی سانپ بنا بنا کر انہیں ڈرا دیا اور بڑا بھاری جادو دکھایا۔ " ان نصوص مبارکہ کے مفہوم پر غور وفکر کرنے سے بدیہی طور پر یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ جادو حیلہ سازی شعبدہ بازی یا لطیف فنی علمی چیز کا نام ہے جس کی حقیقت کو بہت کم لوگ پہچان سکتے ہیں جب کہ اکثریت کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے چونکہ اس فعل کا سبب مخفی ہوتا ہے اور اس کا ماخذ نہایت لطیف ہوتا ہے اس لئے اس کا نام سحر یعنی جادو ہوتا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا آپ کو خیال آتا کہ آپ نے فلاں کام کیا ہے جب کہ آپ نے نہیں کیا ہوتا تھا ایک دن آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے بتایا میرے پاس دو فرشتے آئے ایک فرشتہ میرے سرہانے جبکہ دوسرا فرشتہ میرے پاؤں کی جانب بیٹھ گیا ایک نے استفسار کیا اس شخص کو کون سی بیماری لاحق ہے دوسرے نے بتایا کہ یہ سحرزدہ ہے پہلے شخص نے دریافت کیا اس پر کس شخص نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا لبید بن اعصم نے اس پر جادو کیا ہے اس نے ایک کنگھی میں آپ کے کچھ بال نر کھجور کے گابے کے درمیان رکھے اور کنگھی کو ذی اروان نامی کنویں میں پتھر کے نیچے دبا دیا گیا۔ (بخاری شریف تَيْسِيْرُ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ فی شرح کتاب التوحید ص ۳۸۳)

معتزلہ جادو کو تسلیم نہیں کرتے ہیں لیکن ان کا قول حقیقت کے خلاف ہے۔

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ :۔ اس مختصر عبارت میں واقعہ کو اجمالا" بیان کیا گیا ہے اس میں جادو کی حقیقت کا بیان نہیں ہے کہ جادو شعبدہ اور طلسماتی چیز کا نام ہے یا طبعی خصوصیتوں کے اثرات کا نام ہے بلکہ نفسیاتی تاثرات کو اس نام سے تعبیر کیا گیا ہے اگر غور کیا جائے تو قرآن پاک کا یہ اسلوب اعجاز کا انداز ہے اور اس قسم کا عجیب انداز قرآن پاک کے ساتھ ہی خاص ہے مقصود ہے کہ شیاطین لوگوں کو اس جادو سے بھی خبردار کرتے تھے جیسے ہاروت' ماروت نامی دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا لوگوں کی آزمائش کے لئے انہیں جادو کا علم عطا کیا گیا تھا کہ جس شخص نے بھی اس کو سیکھا اور اس پر عمل پیرا ہوا وہ کافر ہو گیا اور جو شخص اس سے بچاؤ اختیار کر گیا وہ ایماندار ہے اور وہ دونوں فرشتے جب بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی کو اس کی تعلیم دیتے تو اسے بتا دیتے اس کی خیر خواہی کرتے ہوئے کہتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں تجھے جادو کا علم حاصل کر کے کافر نہیں ہونا چاہیے اس طرح اس پر عمل کرنا بھی باعث کفر ہے یا اس کے بارے میں اعتقاد رکھنا کہ جادو خود بذاتہ موء ثر ہے چنانچہ لوگ ان فرشتوں سے جادو کی تعلیم حاصل کرتے کہ اس کے ساتھ خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف پیدا کر دیتے تھے کچھ نہیں کیا جا سکتا کہ تعلیم سے مقصود تعویذ ہے یا دم ہے یا نفسیاتی تاثیر ہے بہرحال جو بھی صورت ہے وہ درست نہیں ہے اگر اس کی وضاحت میں ہمیں کچھ مزید فائدہ حاصل ہوتا تو اللہ پاک ضرور وضاحت فرماتے عمومیت پر اکتفا نہ کرتے۔

وَمَاهُمْ بِضَارِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ جادوگروں کے پاس اسباب کے ماسوا کوئی غیبی طاقت نہیں کہ وہ ایسے افعال کر سکیں جو انسانی استعداد سے زیادہ ہو بلکہ وہ کسی شخص کو اپنے جادو کے فن سے اللہ کی اجازت کے بغیر کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے جب بھی کسی شخص کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اللہ کی اجازت کے ساتھ ہے اسی طرح کسی قسم کا فائدہ بھی اللہ کے حکم کے ساتھ ہے اسی کا نام توحید ہے دین اسلام کے جملہ مقاصد میں سے یہ مقصد بہت اونچا اور اعلیٰ ہے قرآن پاک ضرورت کے وقت اس مقصد کو بیان فرماتا ہے حقیقت یہ ہے کہ تمام امور میں موثر اللہ کی ذات ہے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ۔ علم سحر کے ساتھ نقصان ہی کا اندیشہ رہتا ہے کسی فائدہ کی توقع عبث ہے صرف سحر کرنے والا ہی نقصانات نہیں اٹھاتا بلکہ سیکھنے والا بھی نقصانات سے دوچار ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا زمانہ حال اور مستقبل دونوں کو شامل ہے یہودیوں کو خوب علم ہے (درحقیقت یہ لوگ انتہائی احمق ہیں) کہ جس شخص نے بھی جادو کے علم کو ایمان پر ترجیح دی وہ آخرت میں بالکل محروم رہے گا آخرت میں اس کے لئے کچھ حصہ حاصل نہیں ہو گا انہوں نے خود کو فروخت کر کے جادو کے علم کو حاصل کیا ان کا یہ سودا نہایت ہی برا ہے کہ انہوں نے جادو کے عوض قرآن پاک یا تورات کو چھوڑا اس قسم کا نقصان والا کاروبار وہی شخص کرتا ہے جس میں ہرگز علم کا شائبہ تک نہ ہو۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا۔ جادو کے عمل سے معاشرہ میں جنگ وجدال علاوہ ازیں دیگر قباحتیں بھی رونما ہوتی ہیں بلکہ جادو سیکھنا اور جادو کرنا شرعاً" کفر ہے اور جادوگر سے فوائد حاصل کرنے والا شخص بھی کفر کا مرتکب ہوتا ہے ان مضرتوں سے آگاہ کرنے کے بعد ان فوائد دینی و دنیوی سے آگاہ کیا جا رہا ہے جو جادو کے علم سے اعراض کرنے میں مضمر ہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتے ہیں اگر لوگ قرآن پاک پر ایمان لائیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے اور جادو بھی اللہ کی مشیت کے بغیر نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ اس سے کسی کو مضرت پہنچ سکتی ہے اور ان کاموں سے خود کو بچائے جس سے عقائد پر زد آتی ہو اور خود کو جادو کی تعلیم اور اس پر عمل پیرا ہونے سے تحفظ عطا کریں تو انہیں اس کے چھوڑنے سے جو ثواب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہو گا وہ ان فوائد سے کہیں بہتر ہے جن کی جادو کے علم سے انہیں امید ہے۔ یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ جو شخص کسی ناجائز کام کو جب اللہ کی رضا کے لئے چھوڑ دیتا ہے تو اللہ پاک اس کو اس کے بدلے میں اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور اس کی ضرورتوں کو پورا فرماتا ہے

قرآن پاک میں اس کے چھوڑنے پر جس عطیہ الہی سے اسے نوازا جاتاہے اسے اللہ پاک نے جملہ اسمیہ کے اسلوب میں ذکر کیا جب کہ اس کی شرط جملہ فعلیہ ہے اس میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جملہ اسمیہ میں دوام اور استمرار کا پہلو موجود ہوتا ہے گویا کہ ہمیشہ ہمیشہ اسے عطیات سے نوازتا رہتا ہے نیز دنیا و آخرت میں اس عطیہ سے ان ایمانداروں کو نوازا جاتا رہتا ہے جو جادو' ٹونے ٹوٹکے' علم رمل' نجوم ہندسوں والے تعویذات وغیرہ سے خود کو محفوظ رکھتے ہیں اور سورۃ فاتحہ' آیتہ الکرسی' معوذتین' دیگر ازکار مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ سے خود کو شاد کام رکھتے ہیں ان کے اثرات سے وہ لوگ اللہ کی توفیق کے ساتھ نہ صرف یہ کہ شیاطین سے محفوظ رہتے ہیں بلکہ دجال' کاھن' عراف جادوگروں کے اثرات سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے جو شخص کسی کاہن کے پاس جاتا ہے اور اس کی کہانت کی تصدیق کرتا ہے اس نے قرآن پاک کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اس طرح تَبَرُّک بِآثَارِ الصَّالِحِيْن سے بھی بچاؤ ضروری ہے شیطان نہایت پوشیدہ مخفی راستوں سے انسان کو جادہ حق سے برگشتہ کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس میں حقیقت کا اظہار ہے کہ کتاب و سنت کے علم کا مقام کس قدر بلند ہے جب کہ جادو کے ساتھ تصرفات کرنا بدترین قسم کا علم بلکہ کفر ہے پس اچھے کاموں کے حصول میں کوشش جاری رکھی جائے اور اس کے حصول کے لئے اللہ پاک کے ننانوے ناموں کا ورد قرآن پاک کی کثرت کے ساتھ تلاوت حدیث کی متداول صحیح کتابوں میں کتاب الدعوات اور کتاب الاستغفار کے ضمن میں ازکار مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ کے ورد سے ظاہر باطن کو پاکیزہ بنایا جائے اور جادو کے اثرات سے تحفظ حاصل کیا جائے کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ عصائے موسی نے جادوگروں کے جادو کا صفایا کر کے رکھ دیا لاٹھیوں اور رسیوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا پس معوذ تین سورتیں جادوگروں کے جادو ھو ھباء ا منثورا بنا دینے کے لئے عصائے موسی ثابت ہوں گی (نظم الدرر ج ۲ ص ۵۴-۵۵)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جادو کیا گیا تھا جس حدیث میں جادو کی تفصیل ہے وہ حدیث پہلے ذکر کی جا چکی ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جادو جہاں مادی اشیاء کو کسی خاص انداز سے کسی کنوئیں کسی شخص کے بال وغیرہ کسی کنگھی میں ڈال کر رکھے جاتے ہیں جیسا کہ رسول اکرم ﷺ پر کیا گیا چنانچہ ان چیزوں کو نکالا گیا تو آپ تندرست ہو گئے اور جادو اتنا زبردست تھا کہ جادو کے اثر سے کنوئیں کا پانی سرخ مہندی کے رنگ جیسا ہو گیا تھا لیکن بعض دفعہ اوٹ پٹانگ بے جوڑ کلمات منتر اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیاطین کے نام کے ساتھ مدد طلب کر کے بھی کیا جاتا ہے بہرحال جو بھی صورت ہو اس کا علاج جہاں معوذتین کے ساتھ دم کرنے سے جادو کا اثر زائل ہو جاتا ہے وہاں مدینہ منورہ کی عجوہ کھجوروں میں اللہ پاک نے کچھ ایسی خاصیت ودیعت کی ہے کہ ان کے استعمال سے جادو کے اثرات زائل ہو جاتے ہیں اور انسان جادو کی گرفت سے نکل آتا ہے اور بوجھ اس کے جسم سے زائل ہو جاتا ہے اور انسان خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے نبی ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص روزانہ سات عجوہ کھجوریں صبح نہار استعمال کرے اس پر اس روز رات تک زہر۔ جادو کا اثر نہیں ہو گا نسائی شریف میں مرفوع حدیث کے الفاظ ہیں کہ عجوہ کھجوریں جنت سے ہیں ان کا استعمال زہر سے شفاء عطا کرتا ہے بعض دیگر احادیث میں سات عدد کھجور عجوہ کا ذکر ہے چونکہ آپ نے عجوہ کھجور کے بارے میں یہ دعا کی تھی اس لئے آپ کی دعا کا نتیجہ ہے ورنہ کھجور میں بظاہر کوئی خاصیت معلوم نہیں ہوتی ہے (فتح الباری ج۱۰ ص۲۳۸)

علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے ہمارے علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اس بات کا انکار کرنا ممکن نہیں کہ جادوگر کے ہاتھ سے خرق عادت واقعات رونما ہوں جو بظاہر انسان کی قدرت سے اوپر ہیں مثلاً" کسی شخص کو بیمار کر دینا دو انسانوں کے درمیان دشمنی ڈال دینا کسی شخص کی عقل کو سلب کرنا کسی کے عضو کو ٹیڑھا کر دینا یہ ایسے حیران کن افعال ہیں کہ کسی انسان کو ان پر قدرت حاصل نہیں ہے البتہ جادو کے علم میں یہ بھی ممکن ہے کہ جادوگر کا جسم اس قدر حجم میں کم ہو جائے کہ کسی چھوٹی سی کھڑکی سے گزر جائے اور سرکنڈے پر کھڑا ہو جائے اور باریک دھاگے پر چل کر دکھائے فضا میں اڑ کر دکھائے اور پانی پر چل سکے' کتے وغیرہ پر سواری کرے لیکن ہر وقت ان کاموں کو سر انجام پانا ضروری نہیں ہوتا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک بعض اوقات جادو کے اثر انداز ہونے پر ان چیزوں کو پیدا فرما دیتا ہے جیسا کہ خوراک کے تناول سے انسان سیر ہو جاتا ہے اور پانی نوش کرنے سے سیرابی حاصل ہو جاتی ہے عمار دھنی بیان کرتے ہیں ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر تھا جو رسی پر چلتا اور گدھے کی دبر میں داخل ہو کر اس کے منہ کی جانب سے باہر آ جاتا تھا چنانچہ جندب بن کعب ازدی نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا البتہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جادو کے ساتھ ٹڈی دل کو اتارنا جوؤں کو پیدا کرنا مینڈکوں کو اتارنا سمندر کو پھاڑ دینا اور راستہ بنا دینا لاٹھی کی ہیئت کو بدلنا مردوں کو زندہ کرنا جانوروں کو بولنے کی قوت عطا کرنا وغیرہ ہرگز ممکن نہیں (تفسیر قرطبی ج۲ ص۴۷-۴۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقُولُواْ رَٰعِنَا وَقُولُواْ ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُواْ ۗ وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ مَّا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ وَلَا ٱلْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَٱللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿١٠٥﴾

اے ایمان والو ! (اللہ کے پیغمبر سے گفتگو کے وقت) راعنا نہ کہا کرو انظرنا کہا کرو اور خوب سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ جو لوگ کافر ہیں اہل کتاب یا مشرک وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے خیروبرکت نازل ہو اور اللہ تو جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

جب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما ہوئے تو وہاں یہودیوں کے تین قبائل آباد تھے یہودی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے وہ اسلام دشمنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر آج تک تاریخ ان کی دسیسہ کاریوں اور اسلام دشمنی سے بھری پڑی ہے قرآن پاک میں ان کی دشمنی کو نہایت تہدید و توبیخ کے انداز میں اللہ پاک نے بیان فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ ٱلنَّاسِ عَدَٰوَةً لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلْيَهُودَ وَٱلَّذِينَ أَشْرَكُواْ (المائدہ ۸۲)
" (اے پیغمبر) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔"

چنانچہ قرآن پاک نے مختلف مقامات میں انہیں ملعون قرار دیا ہے اور ان کی اسلام دشمنی سے اہل ایمان کو باخبر کیا ہے جس آیت کی تفسیر کی جا رہی ہے اس میں بھی اللہ پاک نے ایمانداروں کو مخاطب کر کے آگاہ کیا ہے کہ تمہاری گفتگو اور تمہارے معاملات میں اس قدر احتیاط کی ضرورت ہے کہ دشمن کو کسی موڑ پر بھی موقعہ نہیں ملنا چاہیے کہ وہ دشمنی میں کامیاب ہو بلکہ گفتگو میں بھی نہایت محتاط پہلو اختیار کیا جائے چنانچہ صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کو جب مخاطب فرماتے تو رَاعِنَا کے جملہ کا استعمال فرماتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ اس جملہ میں انہیں اس کا غلط اور قبیح مفہوم پہنانے کا موقعہ میسر آتا تھا اس لئے ایمانداروں کو اس جملہ کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کرانے سے روک دیا اس لئے کہ اس جملہ میں اپنی خباثت کو تسکین پہنچانے کے لئے اور اللہ کے پیغمبر کے ساتھ گستاخانہ انداز اختیار کرنے میں کچھ راہ نکلتا تھا جب کہ انہوں نے اس جملہ کو اس معنی کا مفہوم پہنایا کہ آپ ہمارا خیال کریں ہم آپ کا خیال رکھیں گے گویا کہ ادب و احترام کے انداز سے آگے نکل گئے اور خود کو آپ کے برابر لا کھڑا کیا ہم تیرا خیال تب رکھیں گے جب تو ہمارا خیال رکھے گا۔

ایک دوسرے اسلوب سے جب کہ وہ لفظ راعنا کہتے تو (رعونت) سے اس کا اشتقاق کر کے (معاذاللہ) رسول اکرم ﷺ کو بے وقوف کم علم کہہ کر پکارتے نیز اس لفظ کو بگاڑ کر وہ بجائے رَاعِنَا کے رَاعِیْنَا کہہ کر پکارتے اس سے ان کا مقصود آپ کی تضحیک اور آپ کے ساتھ استہزا تھا اس لئے کہ اس لفظ سے ان کا مقصود یہ ہوتا کہ (اے ہمارے چرواہے) نَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ ان کی ان خباثتوں اور بدتمیزیوں کے پیش نظر اللہ پاک نے صحابہ کرام کو ایسا لفظ استعمال کرنے سے روک دیا جس میں تنقیص اور آپ کی حقارت کا پہلو نکلتا تھا اور حکم دیا گیا کہ آپ انہیں (انظرنا) کے کلمات کے ساتھ اپنی جانب متوجہ کریں تاکہ وہ اپنی شقاوت قلبی کو تسکین پہنچانے کی سازش نہ کر سکیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس حکم میں آپ کے وقار اور آپ کے ادب کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کلمات کے ساتھ آپ کو اپنی جانب متوجہ کرنے سے قطعاً روک دیا گیا ہے جس سے گستاخی بے ادبی اور تنقیص کے پہلو کا شائبہ موجود تھا یہودیوں کی دشمنی، چیرہ دستی اور انتہائی گستاخانہ مضحکہ خیز پہلو کو نہایت زوردار الفاظ میں اللہ پاک نے ان کی رعونت گستاخی اور اسلام دشمنی کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا

مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ (النساء ۴۶)

اور یہ جو یہودی ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانا۔ اور سنئے نہ سنوائے جاؤ اور زبان کو مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے (تم سے گفتگو کے وقت) راعنا کہتے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا ہر حالت میں ادب و احترام ملحوظ رکھا جائے ہرگز کوئی گستاخانہ کلمہ زبان پر نہ لایا جائے بلکہ کسی گفتگو کرنے والے کی آواز آپ کی آواز سے پست ہو بلند نہ ہو ارشاد باری ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ (الحجرات ۲)

" اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زور سے بولتے ہو۔ (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو۔"

مقصود یہ ہے کہ تمہیں ان درشت مزاج لوگوں کی طرح خود کو نہیں بنانا چاہیے جن کا واقعہ ہم نے بیان کیا ہے یا جن کی بے ادبی اور گستاخی کو تم پہچانتے ہو کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ گستاخانہ لہجہ اختیار کیا تمہیں نہایت ادب و احترام کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کرنی چاہیے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کرنا چاہیے کہ شرعاً" آپ ﷺ کی ذات کے بارے میں گستاخانہ کلمات کہنا یا آپ کی بے ادبی کرنا کبیرہ گناہ ہے بلکہ وہ شخص وَاجِبُ الْقَتْل ہے جو رسول اکرم ﷺ کی شان میں بے ادبی اور گستاخانہ کلمات کا مرتکب ہو خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک نابینا نے اپنی ام ولد کو اس لئے موت کے گھاٹ اتار دیا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی اور آپ کا ادب و احترام نہ کرتی تھی تو رسول اکرم ﷺ نے اس کے قتل کو جائز قرار دیا اور نابینا صحابی کو بتایا کہ ام ولد کا خون رائیگاں ہے (اَلصَّارِمُ الْمَسْلُوْل تَالِیف شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۳۶)

ذکر کردہ آیات قرآنیہ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ سے ان آیات تک کچھ آیات وعید الٰہی کا پتہ دے رہی ہیں اور بعض کے آخر میں فساق و فجار لوگوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں نیز یہود کی عہد شکنی، تورات کے احکام کو پس پشت ڈال دینا۔ شیاطین کی اتباع کرنا اور مضرت رساں جادو کے علم کو حاصل کرنا اور ان کے بارے میں ڈرانا کہ ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اس کے بعد وہ آیات جو اس مفہوم کو واضح کرتی ہیں کہ ایماندار پرہیزگار لوگوں کے لئے اللہ پاک نے جو وعدہ فرمایا ہے وہ ان کے حق میں نہایت اچھا ہے پس مذکورہ آیات قرآنیہ میں جہاں اللہ پاک کے عہد و مواعید کا ذکر ہے وہاں کفار اور یہودیوں کو وعید الٰہی سے خبردار کیا گیا ہے ایمان والوں کے لئے ترغیب کا سامان اور کفار کو دوزخ کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا ہے ساتھ ساتھ ڈرانے اور خوشخبری عطا کرنے کو بیان کیا گیا ہے اور ایک نعمت کے ساتھ دوسری نعمت کا ذکر ہے اور ماضی کے واقعات کو نہایت عمدہ ترتیب کے ساتھ یوں پیش کیا گیا کہ انہیں محسوس کرتے ہوئے گمان گزرتا ہے جیسے موتیوں کو دھاگوں میں نہایت خوش اسلوبی اور بہترین ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔

مزید برآں انہیں نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جیسے آبدار موتیوں کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ مرتب شکل میں رکھا گیا ہے کہ آنکھیں ان کا حسن بھانپتے ہوئے تحیر زدہ ہو جاتی ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس اللہ کے پیغمبر نے ان کو پیش کیا ہے اس کی صداقت میں ہرگز کچھ شک و شبہ نہیں ہے حالانکہ وہ پیغمبر امی ہے لکھنا پڑھنا نہیں جانتا ہے۔ کسی مدرسہ میں اس نے داخلہ نہیں لیا ہے نہ اس نے علم کے حصول کے لئے سفر کئے ہیں اس کا اہل علم و دانش کے ساتھ کچھ رابطہ بھی نہیں رہا ہے جب کہ وہ اپنی خواہش سے زبان پر ایک لفظ بھی نہیں لاتا ہے جو کچھ کہتا ہے وہ اللہ کی جانب سے وحی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی جبریل علیہ السلام آپ کو تعلیم دیتے ہیں۔ (نظم الدرر ج ۲ ص ۸۶)

چونکہ جملہ رَاعِنَا میں بے ادبی کا پہلو نکلتا تھا اس لئے انہیں روک دیا گیا کہ تم اللہ کے پیغمبر ﷺ کو اُنظُرنَا کے جملہ کے ساتھ مخاطب کرو جس سے مقصود یہ ہے کہ آپ ہم پر نظر رکھیں اس کے بعد فرمایا کہ تم وہ جملہ کہو جس کا تمہیں حکم دیتا ہوں اور وہ جملہ اِسْمَعُوْا ہے یعنی تم میرے جملہ احکامات پر عمل پیرا رہو تم نے یہودیوں کی طرح نہیں بننا ہو گا جنہوں نے زبان سے کہا کہ ہم نے احکامات کو سنا لیکن ہم ان پر عمل پیرا نہیں ہوں گے پس عمل کرنے والوں کے لئے انعامات ہیں اور یہودیوں کے لئے جو انکار کرنے والے ہیں انہیں ڈراتا کہ انہیں عذاب سے دوچار ہونا ہو گا ارشاد الٰہی ہے

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور ۶۳)

"تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کو ڈرنا چاہیئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔"

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا الخ .. مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام نے اپنے حلیف یہودیوں سے کہا کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لاؤ انہوں نے جواب دیا اگر یہ لوگ ہم سے بہتر ہوتے تو ہم یہی پسند کرتے کہ ہم اس پیغمبر کی اتباع کرتے تو اللہ پاک نے ان کے اس قول کو جھوٹ قرار دیتے ہوئے واضح کیا کہ یہودی' عیسائی اور مشرک لوگ خواہ اہل عرب ہیں یا ان کے علاوہ دیگر ہیں وہ اس بات کو بغض اور حسد کی وجہ سے پسند نہیں کرتے ہیں کہ تمہارے حق میں تمہارے پروردگار کی جانب سے کسی قسم کی کوئی بہتر چیز اتاری جائے جب کہ قرآن پاک تو بہترین انعام ہے اس میں انسانیت کی راہ نمائی کے لئے مکمل نظام موجود ہے اور یہ کتاب منبع ہدایت ہے عظمت کا نشان ہے اس پر عمل پیرا ہونے سے اجتماعیت کی فضا جنم لیتی ہے اور تمام اختلافات کا یکسر خاتمہ ہو جاتا ہے وحدت کے نظام میں لا کر انسانوں کو دنیوی' اخروی سعادتوں سے ہم کنار کیا جاتا ہے قبائلی لسانی عصبیت کے عفریت سے نجات حاصل ہوتی ہے جاہلیت کی مزمن بیماریوں سے گلوخلاصی ملتی ہے فطرت کے اصولوں پر جادہ پیما ہونے کو کامیابی کا زینہ قرار دیا جاتا ہے اور ملت حنیفیت کے نہایت آسان اصولوں کو اپنا کر اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے ان احسانات عظیمہ کو بھانپ کر یہودیوں کے جگر اسلام کے خلاف یقیناً" حسد کے شعلہ جوالہ سے بھڑک اٹھیں گے اور وہ تمہارے خلاف اپنے غم و غصہ کو نکالنے کے لئے ناکام ہتھکنڈوں کو ہمیشہ بروئے کار لاتے رہیں گے۔

اللہ پاک اسلام کے مخالفین' یہودیوں' مشرکین اور عیسائیوں کو خبردار کر رہے ہیں کہ اللہ اپنی رحمت سے جن کو نوازنا چاہتا ہے نوازتا ہے۔ اللہ تو وسیع عریض فضل والا ہے جبکہ حاسدین خبث باطن اور حماقت کے سبب اللہ پر حسد کرتے ہیں اور اللہ پاک کے انعامات پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر انعامات کی موسلادھار بارش کیوں ہو رہی ہے اور انہیں قرآن پاک اور نبوت کی نعمت عظیمہ سے کیوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرفراز کیا گیا ہے اللہ پاک تو بڑے فضل والا ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے تم اللہ پاک کے نظام موہبت و عطیات میں دخل اندازی کرنے والے کون ہو تم اللہ پر اعتراض کر کے اللہ پاک سے لڑائی مول لے رہے ہو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾

ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے موخر کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر بات پر قادر ہے تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

ان دونوں آیات میں اللہ پاک ان لوگوں کی بات کا رد کر رہے ہیں جو احکام الٰہیہ کے بارے میں طعن لگاتے ہیں کہ اللہ تو حکیم اور علیم ہے وہ احکام شرعیہ میں کیوں تعجب خیز انداز اختیار کر رہا ہے جب کہ اللہ کے آخرالزمان پیغمبر محمد ﷺ اپنے رفقاء کو اللہ کی جانب سے آج ایک کام ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں زیادہ عرصہ نہیں گزرتا بلکہ دوسرے روز ہی اس کام کے کرنے سے روک دیتے ہیں اللہ پاک ان کے اعتراض کو کالعدم قرار دیتے ہوئے وضاحت فرما رہے ہیں کہ چونکہ پہلے جس کام کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا مسلمانوں پر دشوار تھا تو انہیں سہولت پہنچانے کے لئے دشوار کام کی ادائیگی کو بوجہ شفقت کے احساس کے منسوخ فرما دیتا ہے۔ اور بجائے اس کے ایسا حکم بھیجتا ہے جس کی ادائیگی آسان ہوتی ہے جیسا کہ پہلے حکم دیا گیا تھا کہ میدان جہاد میں ایک مجاہد دس کفار کا مقابلہ کرے لیکن بعدازاں اس حکم میں تخفیف فرما دی اور حکم دیا کہ اب ایک مجاہد دو کفار کا مقابلہ کرے یا پہلے حکم میں آسانی تھی اس کو منسوخ قرار دے کر دوسرا حکم نافذ کر دیا جو مشکل تھا جیسا کہ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت سے پہلے ۱۰ محرم کا روزہ فرض تھا بعدازاں اس کی فرضیت کو ختم کر کے مکمل رمضان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المبارک کے مہینہ کے روزے فرض قرار دیئے گئے اس لئے کہ اس مہینے میں قرآن پاک کے نزول کا آغاز ہوا تاکہ روزوں کی ادائیگی سے تقویٰ پرہیزگاری حاصل ہو یا پہلا حکم بھی اپنے اندر آسانی کا حامل تھا اس کی جگہ پر جو دوسرا حکم دیا گیا اور پہلے حکم کو منسوخ کیا گیا اس میں بھی آسانی ہے جیسے پہلے نماز کی ادائیگی کے لئے بیت المقدس کو قبلہ قرار دے کر نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا بعدازاں اسے منسوخ قرار دے کر بیت اللہ کو قبلہ مقرر کیا گیا اس لئے کہ آپ ﷺ بھی بیت اللہ کو قبلہ مقرر کئے جانے پر خوش تھے نیز بیت اللہ کی تعمیر وغیرہ میں آپ کے جدامجد ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی ان تھک مساعی کا زبردست دخل تھا اور قرآن پاک میں آپ کو ملت ابراہیمی کے اتباع کا بھی حکم دیا گیا ہے یا ایک حکم کو اصلاً" منسوخ کر دیا گیا ہے اس کی جگہ کوئی دوسرا حکم نہیں لایا گیا ہے جیسا کہ پہلے صحابہ کرام کو حکم دیا گیا تھا کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سرگوشی کرتے وقت اور آپ سے استفادہ کرنے سے پہلے جہاں دیگر آداب کو ملحوظ رکھنا ہے وہاں تمہاری آوازیں ان کی آواز سے اونچی نہ ہوں وہاں یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ تم نے ان سے سرگوشی کرنے سے پہلے ان کی خدمت میں صدقہ پیش کرنا ہے بعدازاں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا لیکن اس کے بدل کسی دوسرے عمل کی ادائیگی کا حکم نہیں دیا گیا یا قرآن پاک سے ایک آیت کی تلاوت کو منسوخ قرار دیا گیا جبکہ اس کا حکم باقی ہے جیسا کہ پہلے قرآن پاک میں اس آیت کی تلاوت ہوتی تھی اور اسے قرآن پاک میں لکھا گیا تھا آیت یہ ہے (اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا نَکَالاً مِنَ اللّٰہِ "کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جب ان سے زنا سرزد ہو جائے تو دونوں کو رجم کرو یہ سزا اللہ کی جانب سے ہے" اس حکم کے الفاظ منسوخ ہیں جبکہ اس کا حکم باقی ہے جبکہ غیر شادی شدہ مرد' عورت سے جب زنا کا فعل صادر ہو جائے تو انہیں سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا (ایسر التفاسیر)

اس سے پہلے اللہ پاک نے چونکہ ایمان والوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کے ساتھ جب گفتگو کا آغاز کریں تو انہیں رَاعِنَا کہہ کر نہ پکاریں اس انداز کو منسوخ سمجھیں اب وہ اس کے بجائے انظرنا کے جملہ کے ساتھ گفتگو کا آغاز کریں گویا کہ مسجد نبوی میں شریک ہونے والوں کو بتایا گیا ہے کہ انہیں کونسا انداز تخاطب اختیار کرنا چاہیے جس میں آپ کے احترام اور ادب کا خاص خیال رکھا جائے تو جس آیت کی تفسیر کی جا رہی ہے اس کی مناسبت سابقہ آیت سے واضح ہو گئی چونکہ آپ کے عہد مبارک میں یہودیوں کا خیال تھا کہ ان کا دین منسوخ نہیں اور تورات کے احکام بھی منسوخ نہیں ہوں گے تو یہودیوں نے اسلام پر اعتراض کیا کہ دین کے احکام کو منسوخ کرنا عقل و بینش کے خلاف ہے کہ آج کسی حکم کو نافذ کرنا اور پھر دوسرے دن اس حکم کو منسوخ کرنا مسلک کی سچائی کے خلاف ہے تو اس کا جواب اس سے بعد والی آیت میں ذکر ہو رہا ہے کہ آسمان و زمین پر اللہ کی بادشاہت ہے اس کے اختیارات میں کسی کو دخل دینے کی اجازت نہیں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اپنے نافذ کردہ احکام میں سے جس حکم کو وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منسوخ کرنا چاہتا ہے کر سکتا ہے اس کے ساتھ ساتھ تمہاری کتاب تورات میں بھی نسخ موجود ہے تورات میں اللہ پاک نے انہیں حکم دیا تھا کہ تم نے سرزمین مقدس میں داخل ہونا ہے جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم نے سرکش لوگوں سے جہاد کے لئے وہاں جانا ہے جب اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے وہ وہاں نہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام قرار دیا کہ اب وہ ارض مقدس میں نہ جائیں۔

اس حکم اور اس کے نسخ کی وضاحت سورہ مائدہ کی تفسیر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے مزید برآں انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ جمعہ کے دن کو عبادت کے لئے مخصوص کریں تو انہوں نے اللہ کے اس حکم کا انکار کیا پھر ان کے لئے ہفتہ کا دن عبادت کے لئے مقرر کیا گیا نیز یہودیوں نے مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ تم نے بیت المقدس کے قبلہ کو ختم کر کے بیت اللہ کو اپنا قبلہ بنایا ہے تمہارا اسلام کیسا ہے؟ کہ تمہارا پیغمبر آج تمہیں کوئی حکم دیتا ہے زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ دوسرا حکم بھیج دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام اللہ کی جانب سے نہیں ہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہیں وگرنہ اتنا تناقض نہ ہوتا تو اس کے جواب میں مسئلہ نسخ پر مشتمل حکم کی آیت نازل ہوئی کہ ہم جس حکم کو منسوخ کر دیتے ہیں یا جس حکم کو موخر کر دیتے ہیں جیسا کہ متعہ کی حرمت کو آپ نے موخر کیا یا جیسا کہ آپ نے قربانی کے گوشت کے بارے میں حکم دیا کہ تین دن سے زیادہ اسے استعمال میں نہ لائیں اس وجہ سے کہ جنگل سے لوگوں کا جم غفیر قربانی کے گوشت حاصل کرنے کے لئے امڈ آیا تھا تو جب یہ کیفیت نہ رہی تو آپ نے اجازت عطا کی کہ آپ تین دن سے زیادہ عرصہ تک بھی قربانی کے گوشت کی ذخیرہ اندوزی کر سکتے ہیں۔

البتہ قرآن پاک کی کسی آیت کا آپ ﷺ کے حافظہ سے اتر جانا اور آپ کا اس کو فراموش کر دینا ممکن نہیں ہاں اگر اللہ پاک کسی واقعہ میں آپ کو نسیان کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں تو ممکن ہے لیکن وہ نسیان جو انسان کی کمزوری ہے قرآن پاک کی ایک آیت بلکہ ایک حرف کے بارے میں بھی یہ تصور جائز نہیں کہ آپ کو نسیان ہوا ہو آپ تبلیغ سے پہلے اور بعد دونوں زمانوں میں قرآن پاک کے سلسلہ میں معصوم تھے جب تک کہ صحابہ کرام نے قرآن پاک صحیح طور پر حفظ نہیں کر لیا تھا اور جب صحابہ کرام کی کثیر تعداد قرآن پاک کی حفاظ ہو گئی تو پھر اگر کسی آیت کا آپ سے نسیان ہو بھی گیا ہے تو اس کو تسلیم کیا جا سکتا ہے نیز اس میں کچھ قباحت بھی نہیں ہے اس وجہ سے کہ آپ نے قرآن پاک کی امانت کو لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔

چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آپ ادائیگی نماز کی حالت میں ایک آیت چھوڑ گئے جب آپ نماز ادا کرنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے دریافت کیا نماز ادا کرنے والوں میں ابی بن کعب موجود ہیں؟ ابی بن کعب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! موجود ہوں آپ نے فرمایا تو پھر آپ نے مجھے لقمہ کیوں نہ دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے عرض کیا میں نے سمجھا کہ شائد اس آیت کو اٹھا لیا گیا ہے نبی ﷺ نے فرمایا "ہرگز نہیں بلکہ مجھ سے بھول ہو گئی" (نظم الدرر ج ۲ ص ۹۶۔۹۷)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے جب قرآن پاک کی عظمت کا بار بار اعادہ فرمایا اور واضح کیا کہ قرآن پاک نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ قرار دیا ہے اور پہلی امتوں پر جو غیر معمولی دباؤ اور بوجھ تھا آپ کو اور آپ کی امت کو اس دباؤ سے محفوظ فرمایا اور واضح کیا کہ یہودیوں کی بہت بڑی گمراہی اور ان کی شقاوت کا واضح ثبوت یہ ہے جب انہوں نے دعوی کیا کہ اللہ پاک کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ کسی حکم کو منسوخ کرے تو سختی کے ساتھ انہیں اس ادعاء سے روک دیا گیا اس اصول کو نہایت واضح انداز میں بیان کر دیا گیا اللہ پاک جو کر رہے ہیں اللہ پاک سے اس کے بارے میں سوال کرنا درست نہیں جبکہ تمام انسان اس قاعدہ کے پابند ہیں کہ وہ جو کام سرانجام دے رہے ہیں ان کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا اور انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا گیا کہ انہیں خوب علم ہے کہ اللہ کی ذات تو ہر چیز پر قادر ہے

چنانچہ اللہ پاک اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ایسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے کہ ایک چیز ایک وقت میں بہتر ہوتی ہے جبکہ دوسرے وقت میں وہی چیز فساد کا باعث ہوتی ہے اور کائنات کا نظام اللہ پاک کے علم کے مطابق جیسے وہ چاہتا ہے چلتا رہتا ہے وہی مختار کل ہے اس کے کاموں میں کسی بھی فرد کو دخل دینے کی اجازت نہیں اگر اللہ چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک وحدت کی شکل دے دیتا اور اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کے دل ایک جیسے بنا دیتا اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگ ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہو جاتے لیکن وہ شہنشاہ ہے آسمانوں زمین پر اس کی بادشاہت ہے اپنے ارادہ کے مطابق کائنات میں تصرف کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور نہ اس کے حکم میں تاخیر روا رکھی جا سکتی ہے اس پر ہرگز کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا اور کیا یہ ممکن ہے کہ انسان جو سرشت اور فطرت کے لحاظ سے واقعتاً" اللہ کا غلام ہے وہ اپنے آقا اللہ پاک پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے جس کی بادشاہت اور حکمرانی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے اور اس پر کسی کام کے کرنے کی ذمہ داری نہیں ڈالی جا سکتی کوئی بھی شخص خواہ آخرالزمان پیغمبر ﷺ ہیں وہ بھی اللہ پاک کے بارے میں اپنی زبان پر کوئی بھی ایسا کلمہ نہیں لا سکتے جو اللہ کی شان کے خلاف ہے اس کے بعد والی آیت کو اللہ پاک کی قدرت کاملہ اور شاملہ پر بطور دلیل کے ذکر کیا ہے کیا آپ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اللہ پاک جو تمام عظمتوں کا مالک ہے آسمانوں اور زمین پر اس کی بادشاہت ہے اللہ کی مشیت کے ساتھ ہی ان دونوں میں تمام کیفیات رونق افروز ہوتی ہیں اللہ پاک کی ذات ہر چیز پر قادر ہے آسمانوں و زمین کی بادشاہت اس کے قبضہ قدرت میں ہے تمام معاملات کی تدبیر صرف اور صرف وہی فرماتا ہے۔

اللہ پاک نے اپنی قدرت تامہ وسیع تر بادشاہت اور علم و فضل کی عظمت جو تمام عظمتوں سے زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلند ہے ان کو بلندی کے آخری نکتہ تک پہنچاتے ہوئے ان لوگوں کو مخاطب کیا جو اللہ پاک کے وصف علم سے کماحقہ شناسا نہیں ہیں اس لئے کہ اللہ پاک خود ہی اپنے وصف علم کی گہرائی کو جانتا ہے احکام کے نسخ کے بارے میں ان لوگوں کو مخاطب کیا جو اللہ کے علم کے بارے میں ان حقائق سے بے خبر ہیں جن حقائق کو اللہ ہی جانتا ہے تو اللہ پاک کے مخاطب کرنے پر اللہ پاک کے خطاب پر کان دھرنے والے لوگ اللہ کے خطاب کی جانب متوجہ ہوتے ہیں تو انہیں ترغیب دلاتے ہوئے لیکن ڈرانے کے اسلوب میں ڈانٹ پلا رہے ہیں (کہ اللہ کی ذات پاک کے علاوہ) جو عظمت کے تمام اوصاف کے ساتھ موصوف ہے تمہارا کوئی اور دوست نہیں ہے جو تمہارے معاملات کا خیال رکھے نیز اللہ پاک کی ذات کے علاوہ تمہارا کوئی بھی مددگار نہیں ہے بس تمہیں اسی ذات کی جانب ہی خود کو لے جانا ہے اور تم نے اس ذات پاک سے کسی اور جانب خود کو متوجہ نہیں کرنا ہے۔

أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن
قَبْلُ ۗ وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ
﴿١٠٨﴾ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا
حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ
فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا
لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ﴿١١٠﴾

بلکہ تم تو یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے پیغمبر سے اسی طرح کے سوال کرو جس طرح کے سوال پہلے موسیٰ (علیہ السلام) سے کئے گئے تھے اور جس شخص نے ایمان چھوڑ کر اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدلے کفر کیا وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ بہت سے اہل کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لا چکنے کے بعد تم کو پھر کافر بنا دیں حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے تو تم معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا (دوسرا) حکم بھیجے بے شک اللہ ہر بات پر قادر ہے اور نماز ادا کرتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جو بھلائی اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے اس کو اللہ کے ہاں پاؤ گے کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

ان لوگوں کو سرزنش کی جا رہی ہے جو رسول اکرم ﷺ سے ایسے مطالبات کر رہے ہیں جن پر آپ کو قدرت حاصل نہیں ہے انہیں اس قسم کے سوالات کرنے سے روک دیا گیا ہے بلکہ جب تک کوئی واقعہ معرض وجود میں نہ آئے اس کے بارے میں پہلے ہی سوال نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سوال کرنے کے سبب اسے حرام قرار دے دیا جائے۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے۔ مسلمانوں میں وہ شخص بہت بڑا مجرم ہے جو کسی ایسی چیز کے بارے میں دریافت کرے جو اس کے دریافت کرنے سے پہلے تو حرام نہ تھی لیکن اس کے دریافت کرنے کے بعد اسے حرام قرار دے دیا گیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی شخص کو خلوت میں دیکھتا ہے اگر وہ اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد بات کرتا ہے تو اس کا بات کرنا نہایت خطرناک ہے اس لئے کہ اس کے پاس چار گواہ نہیں ہیں اور اگر وہ خاموش ہو جائے تو اتنے بڑے حادثہ فاجعہ پر وہ خاموشی بھی کیسے اختیار کر سکتا ہے (اس کا سوال سن کر) رسول اکرم ﷺ نے اس قسم کے سوالات کرنے کو معیوب قرار دیا بعد ازاں لعان کی آیات نازل ہوئیں۔

بخاری، مسلم میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیل و قال، مال کے ضیاع اور کثرت کے ساتھ سوال کرنے سے روکتے تھے (بخاری ۸/ ۱۲۴، مسند احمد ۴/۱۲۵۰، ابن کثیر ۱/ ۲۲۷)

نیز صحیح مسلم میں ہے اس وقت تک مجھ سے دریافت نہ کرو جب تک میں تمہارے ساتھ رابطہ قائم نہیں کرتا تم سے پہلے لوگ کثرت کے ساتھ سوال کرنے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اختلافات کے سبب تباہ و برباد ہوئے جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو تم اسے سرانجام دو اور جب میں تمہیں کسی کام سے روک دوں تو تم اس سے دور رہو۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۷)

سبب نزول: اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر نے ایک اثر ذکر کیا ہے کہ رافع بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حریملہ اور وھب بن زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا اے محمدؐ! ہمارے سامنے کتاب پیش کرو جسے ہم آسمان سے اترتا دیکھیں ہم اس کی قرات کریں نیز ہمارے لئے اس سنگلاخ وادی میں نہریں جاری ہو جائیں تو ہم تجھے سچا پیغبر تسلیم کر لیں گے تو اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا اور مسلمانوں کو روک دیا کہ تم وہ انداز اختیار نہ کرو جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اختیار کیا تھا انہوں نے بھی کہا تھا کہ انہیں واضح کیفیت میں اللہ کا دیدار کرائیں (ابن کثیر)

علامہ رشید رضا مولف المنار بیان کرتے ہیں یہودیوں نے رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے بارے میں شکوک و شبہات قائم کئے ایک شبہ یہ تھا کہ نبوت کے مستحق تو صرف بنی اسرائیل ہیں جبکہ ان کا یہ خیال بالکل باطل ہے اللہ کی مشیت میں کسی کو دخل دینے کی اجازت نہیں ہے رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام افراد ایمان لے آتے آپ لوگوں کو جبراً" ایمان دار نہیں بنا سکتے (یونس ۹۹۔۱۰۰)

اس طرح بنی اسرائیل نے رسول اکرم ﷺ کی مخالفت میں یہ شوشہ چھوڑا کہ اس پیغبر کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح معجزات کے ساتھ کیوں نوازا نہیں گیا ہے چنانچہ متعدد مقامات میں ان کے اس اعتراض کو ھباء منثوراً" بناتے ہوئے فرمایا ایک مقام ملاحظہ فرمائیں اللہ پاک فرماتے ہیں اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ "کیا انہوں نے اس کا کفر نہیں کیا جو پہلے سے موسیٰ کو دیا گیا"

نیز ان میں سے یہ آیات ہیں جن کی تفسیر کی جا رہی ہے ان آیات میں خطاب ایمانداروں سے ہے جنہیں یہودی شکوک و شبہات میں ڈالنا چاہتے تھے اللہ پاک وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ کی قدرت اور اسکی مشیت کسی ایک آیت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور اللہ کا اعجاز سابقہ معجزات میں ہی بند نہیں ہے کہ اس کے علاوہ اور معجزات نہیں لائے جا سکتے بلکہ اللہ پاک کو قدرت حاصل ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے بہتر معجزات انہیں عطا فرمائے اللہ کی قدرت کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی نیز اللہ کے قبضہ اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں ہے جیسا کہ اللہ کی رحمت کسی ایک خاندان کے ساتھ خاص نہیں ہے کہ وہ اسی خاندان کے افراد کو نبوت کے منصب سے سرفراز فرماتا رہے ہرگز نہیں بلکہ اللہ کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے جیسا کہ اللہ کی قدرت ہر چیز کے تصرف میں شامل ہے کہ اس میں اللہ کا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی فرد اللہ کے ساتھ منازعت کرتے ہوئے اس شخص کی مدد کرے جو انعامات الٰہیہ کا شکر گزار نہ ہو۔

قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جن معجزات سے نوازا گیا تھا بنی اسرائیل نے ان معجزات کو کافی نہ سمجھا اور نہایت بے باکی اور دلیری کے ساتھ مزید معجزات کا سوال کیا اور برملا کہا (يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً) بالکل اسی طرح فرعون اور اس کی قوم نے جب ایک معجزہ دیکھا تو دوسرے معجزہ کا مطالبہ شروع کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے تو معجزات کو اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنکھوں سے دیکھا جیسا کہ اس کا ذکر ہے۔ اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے چنانچہ ان کے مطالبہ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے اس لئے کہ وہ معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اسلام نہیں لائیں گے تو اللہ پاک نے انہیں آگاہ کیا کہ جس شخص نے بھی ایمان کے بجائے کفر کو اختیار کیا وہ صراط مستقیم سے دور ہٹ گیا اور جب کوئی شخص اپنا منہج چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنے لیلائے مقصود سے ہم کنار نہیں ہو سکتا فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ

(المنار ج ۱ ص ۴۱۷۔ ۴۱۸)

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ :۔ بنی اسرائیل اپنے مذہب میں شدید متعصب ہیں وہ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو تسلیم نہ کریں اور دین اسلام میں داخل نہ ہوں اور اسلام کے خلاف سازش نہ کریں اور معاہدات کی پابندی نہ کریں بلکہ وہ تو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمانداروں کے ساتھ شدید حسد رکھتے ہیں حالانکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ یہ شخص وہی ہے جس کی پیشین گوئی تورات میں موجود ہے اس سے بھی بڑھ کر وہ دل و جاں سے چاہتے ہیں کہ جو لوگ اسلام لا چکے ہیں یہ سب دوبارہ اپنے پہلے دین میں داخل ہو جائیں وہ دراصل ان سے حسد کر رہے ہیں کہ انہیں کیوں اسلام کی نعمت میسر آ گئی ہے جسے وہ یقین کے ساتھ سچا دین سمجھتے ہیں اور دونوں جہانوں کی سعادت کا حصول اسلام قبول کرنے میں ہے جبکہ وہ ہرگز ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ اسلام قبول کر کے ان کے رفیق بن جائیں اس لئے ان کی انتہائی آرزو ہے کہ مسلمان دوبارہ کفر کی جانب لوٹ آئیں جیسا کہ حاسد کا وطیرہ ہوتا ہے کہ اس کے مخالف سے وہ نعمت سلب ہو جائے جس کی وجہ سے وہ اسے حاسدانہ نگاہوں سے دیکھتا ہے اگرچہ ان کے اسلام سے بظاہر انہیں کچھ تکلیف نہیں ہے لیکن ان کی اس تکلیف میں اس وقت کتنا اضافہ ہو گا جب کہ مسلمان ایسی ناقابل تسخیر قوت بن جائیں کہ انہیں بنی اسرائیل پر سیادت حاصل ہو جائے اور زمام اقتدار ان کے ہاتھ میں آجائے جیسا کہ نزول قرآن کے دوران یہودی علماء کو بھی توقع تھی چنانچہ مسلمانوں کو یہودیوں اور مشرکین کے حسد سے آگاہ کرتے ہوئے دوسرے مقام میں فرمایا۔ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ (البقرۃ ۱۰۵)
" جو لوگ کافر ہیں اہل کتاب یا مشرک وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے (خیر و برکت) نازل ہو۔"

اللہ تعالی اہل اسلام کے خلاف یہودیوں کی سازشوں اور ان کے مکروفریب کو نہایت واضح انداز میں بیان فرما رہا ہے کبھی وہ ان کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خائف ہو کر حیلہ اختیار کر کے دن کے آغاز میں اپنے مسلمان ہونے کا ادعا کرتے اور دن کے آخری حصہ میں پہلے دین میں واپس آ جاتے تا کہ ان کے اس انداز سے مسلمانوں کی وحدت تنظیم میں دراڑیں نمودار ہوں اور انہیں معاشرہ میں پسپائی حاصل ہو اور کمتر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ کے مسلمان اسلام چھوڑ کر دوبارہ کفر اختیار کر لیں یہ سب کچھ حسد کے پیش نظر ہے خبث باطن کا کرشمہ ہے انہیں اسلام کے سچا دین ہونے میں ذرہ بھر شبہ نہ تھا مزید برآں ان کی کتاب تورات میں آخرالزمان پیغمبر ﷺ کی بشارتیں موجود تھیں۔

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا:۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو حکم دیا ہے کہ تم ان کے اس رویہ کو معاف کرو حسن اخلاق کے ساتھ انہیں سازشوں سے روکنے کی کوشش کرو آیت مبارکہ میں عفوو درگزر کا حکم عام طور پر دیا گیا ہے صرف ان کے بارے میں ہی یہ حکم نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ تمام انسانوں کے ساتھ مروت اور ہمدردی کے جذبہ کو اجاگر کرو ایمانداروں کا وطیرہ یہی ہونا چاہئے ارشاد باری ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا (الفرقان ٦٣)

" جو لوگ زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل مخاطب ہوں تو انہیں سلام کر کے گزر جاتے ہیں۔ (یعنی جھگڑتے یا بحث نہیں کرتے)"

مسلمانوں کو عفوو درگزر کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں اشارہ ہے کہ ایماندار اگرچہ یہودیوں اور مشرکین کی نسبت اقلیت میں ہیں ظاہر ہے کہ درگزر کرنے کا مطالبہ اس سے کیا جاتا ہے جو اپنے مخالف پر غالب ہو گویا کہ مقصود یہ ہے مومنو ! یہودیوں کی کثرت تعداد تمہیں ان کا مقابلہ میں آنے سے مرعوب نہ کر دے جب کہ وہ باطل پر ہیں اور تم باوجود قلیل تعداد میں ہونے کے اس لئے کہ تم حق پر ہو تم ان سے زیادہ قوت رکھتے ہو پس تمہارا معاملہ ان کے ساتھ اس مضبوط جماعت جیسا ہونا چاہیے جو عدل و انصاف کے خوگر ہیں کہ وہ اپنے مضبوط دشمن کے ساتھ رواداری رکھتے ہیں جو باطل پر ہیں گویا کہ کمزور ایمانداروں کو مضبوط قوی لوگوں کے مقام پر کھڑا کیا گیا ہے اور یہودیوں کو باوجود ان کی بہتات کے کمزور گردان کر انہیں معاف کریں اور ان سے درگزر کریں اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ایمانداروں کے ساتھ نصرت الٰہی شامل ہوتی ہے اس سبب سے اگرچہ وہ قلیل تعداد میں بھی ہوں انہیں غلبہ حاصل ہوتا ہے اور جب تک حق و صداقت پر گامزن رہیں انہیں بڑی سے بڑی قوت پسپا نہیں کر سکتی اور جب حق و باطل میں آویزش ہوتی ہے تو حق کو غلبہ نصیب ہوتا ہے جبکہ باطل دم دبا کر میدان کارزار سے پسپا ہو جاتا ہے ہاں جب حق پرست لوگ غفلت کا شکار ہوں انہیں اسلام کے ساتھ ظاہری تعلق ہو تو اس وقت اگر باطل دندناتا ہے تو ممکن ہے۔

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ : اس وقت تک عفوو درگزر کو اپناتے رہو جب تک کہ اللہ کی نصرت اور تائید تمہارے شامل حال نہ ہو بعدازاں انہیں آگاہ کیا گیا ہے کہ ان اللہ علی کل شی قدیر چونکہ اللہ پاک کی قدرت کے ساتھ ہی تمام معاملات سرانجام پاتے ہیں کوئی ایک چیز بھی اللہ کی قدرت سے ماوراء نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مومنوں کے ساتھ ان کی مدد کرنے کا جو وعدہ اللہ پاک نے فرمایا ہے اس کو پورا کیا جائے گا اور جو لوگ اس اشتباہ میں ہیں کہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام کی قلیل تعداد جن کے پاس کچھ خاص قوت نہیں وہ خود کو اونچے مقام والے بادشاہوں کی صف میں کھڑا کریں اور مضبوط عددی مالی قوت کے ساتھ موصوف اشخاص کے اونچے مقام پر براجمان ہو کر خود کو نمایاں کریں۔ اس کا نتیجہ واضح ہے کہ جس ذات نے ان کو ایسے قابل رشک مقام سے نوازا ہے وہ ذات اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان کو ہر طرح کی ایسی بے مثال قوت عطا کرے کہ دیگر ان کے ساتھ مقابلہ کرنے والے ان کی قوت کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جائیں یقیناً" جو لوگ حق و انصاف کے جھنڈے کو لے کر چلتے ہیں تو اللہ پاک انہیں اپنی جانب سے خاص قوت عطا فرماتا ہے اور انہیں استقامت کی انمٹ دولت سے نوازتا ہے ارشاد باری ہے ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (الحج ۴۰) " جو (اللہ) کے دین کی) مدد کرے اللہ اس کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ضرور طاقتور غالب ہے۔"

رسول اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ ہجرت فرما ہوئے تو وہاں یہودیوں کے تین قبائل آباد تھے آپ ان کی شرارتوں پر ہمیشہ عفود درگزر کرتے رہے اور انہیں ہر قسم کی مکمل آزادی حاصل تھی بلکہ مسلک کے لحاظ سے بھی کوئی پابندی نہ تھی لیکن جب انہوں نے بار بار عہد شکنی کی اور مشرکین کے ساتھ برابر تعلقات استوار رکھے تو پھر اللہ نے آپ کو ان کے ساتھ لڑائی کرنے کی اجازت دی اور بعض کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کیا اور بعض کو تہہ تیغ کیا سیرت کی کتابوں میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ مسلمانوں کے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ کرنے کے بعد انہیں آگاہ کیا کہ تمہارے لئے ازبس ضروری ہے کہ تم اللہ کی قدرت کاملہ پر مکمل اعتماد کرو پھر اعتماد کے تحقق کے بعض وسائل سے پردہ کشائی کرتے ہوئے حکم دیا کہ تم نماز کو اس کی شرائط اور اس کی اس کیفیت کے ساتھ ادا کرو جس کیفیت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے رہے اس لئے کہ نماز کی صحیح ادائیگی ایمان کے جذبہ کو پختہ کرتی ہے اور ہمت کو بلندی عطا کرتی ہے اور نماز کی ادائیگی میں اللہ کے ساتھ سرگوشی کرتے ہوئے نفس مطمئنہ کو بلندی حاصل ہوتی ہے جبکہ باجماعت فرض نماز کی ادائیگی کی کیفیت تمام شرکائے نماز کے دلوں میں الفت و محبت کے داعیہ کو تیز کرتی ہے اور اجتماعیت کو عادت ثانیہ کا مقام عطا کرتی ہے اور مساجد میں فرض نماز کی ادائیگی سے نمازیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعارف ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے نماز کی ادائیگی کے ساتھ ہی زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اس سے مالدار اور فقراء لوگوں میں تعلقات استوار ہوتے ہیں تعلقات کے نتائج نہایت خوشگوار جلوہ افروز ہوتے ہیں وحدت امت کا داعیہ ابھرتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ تمام امت مسلمہ کے افراد ایک جسم کی مانند ہیں جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو دیگر تمام اعضا تکلیف سے متاثر ہو کر تکلیف زدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں بخار اور بیداری کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں شیخ سعدی انسانوں کی آپس میں ہمدردی اور غم خواری کو نہایت بہترین انداز میں پیش کرتے ہیں۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند کہ در آفرینش زیک جوہر اند
اگر عضوے بدرد آور روزگار دگر عضو ہارا نماند قرار

اقامت نماز اور ادائیگی زکوۃ کا حکم قرآن پاک میں متعدد مقامات پر مذکور ہے معلوم ہوتا ہے جس طرح اقامت نماز کی روح تب برقرار رہتی ہے جب اس میں اجتماعیت کی کیفیت کارفرما ہو اس طرح زکوۃ کی ادائیگی میں بھی اجتماعیت کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے بیت المال میں جمع کر کے مستحقین میں تقسیم کیا جائے اور تقریباً" ہر مقام میں ایک خاص فائدہ مطلوب ہوتا ہے جب کہ دوسرے مقام میں مزید خصوصیت کا حامل ہوتا ہے۔

اقامت نماز سے مقصود مطلقاً" نماز کی ادائیگی مراد نہیں بلکہ نماز کی ادائیگی سے مقصود اس کے روحانی فوائد کو عمل کی صورت میں اجاگر کرنا ہے کہ اللہ پاک کی ذات کی جانب مکمل توجہ ہو اللہ سے مناجات کا سلسلہ قائم کیا جائے اور اللہ کی ذات کے ماسوی سے مکمل انقطاع کی کیفیت میں نکھار پیدا کیا جائے اور دل میں اللہ کی عظمت اور اس کی کبریائی کے تصور کو جذب کیا جائے جب نماز ادا کرنے والے انسان کا شعور اس درجہ بیدار ہو جائے اور اللہ کی ذات پر اعتماد میں مزید جلا نمودار ہو جائے اور نفس امارہ بے حیائی اور منکر کاموں سے خود کو دور کرے بصیرت میں روشنی جلوہ افروز ہو جائے اس حق و صداقت کے قبول کرنے میں قوت فرمانے اور خواہشات سے کنارہ کش رہنے میں موء ثر معاون کا کردار ادا کرے۔

پس نماز کو صحیح طور پر ادا کرنے والے اس لائق ہیں کہ ان کی مدد کی جائے اس لئے کہ نماز کی صحیح ادائیگی سے باطن قوت میں اضافہ ہوتا ہے اللہ پاک کی قدرت کاملہ پر اعتماد کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے نماز کی ادائیگی سے نمازیوں کے نفس امارہ کی اصلاح ہوتی ہے جبکہ زکوۃ کی ادائیگی اجتماعی معاملات کو بیش بہا فوائد حاصل ہوتے ہیں مزید برآں زکوۃ میں بھی نماز کی طرح عبادت کا تصور کار فرما ہے اس لئے کہ انسانی روح کے ساتھ مال کا گہرا تعلق ہے یوں سمجھیں جیسے دونوں عینی بھائی ہوتے ہیں جو شخص اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرتا ہے اس کے ایمان میں مزید اضافہ جلوہ گر ہوتا ہے اور روحانیت مصفی اور مجلی ہو جاتی ہے یہاں ایک سوال ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے کہ نماز اور زکوۃ کی صحیح ادائیگی سے شائد دنیوی زندگی میں کامیابی حاصل ہوتی ہے تو اس وہم کو ذہن سے نکالتے ہوئے فرمایا

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم :۔ البتہ وضاحت کا انداز عمومیت کا حامل ہے' خیال رہے قرآن پاک کا یہ ایسا اسلوب ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ عربی عبارتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے کہ ایک حکم کے بیان سے دوسرے حکم کے بیان کی جانب منتقل ہوا جاتا ہے لیکن اس کیفیت میں کہ دوسرا بیان بذاتہ بھی ایک مکمل فائدہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوازتا ہے جب کہ عمومیت کے لحاظ سے بھی پہلے بیان کو شامل ہے اور عموم و خصوص کا یہ رابطہ عمدہ ترتیب کی عکاسی کرتا ہے یعنی دارالعمل میں جو عمل خیر تم سرانجام دو گے اس کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا۔

قرآن پاک کا یہ ارشاد دراصل اہل کتاب کو ادب و احترام کی جانب رغبت دلاتا ہے اس لئے کہ ان کے مکروفریب سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں ان سے نفرت کا داعیہ تیز ہوا پس مسلمانوں کو ادب کے قرینے سے ہم کنار کرنے اور یہودیوں کا رد کرتے ہوئے اب اہل کتاب کا عموماً" ذکر ہو رہا ہے اور یہودونصاریٰ دونوں کو خبردار کیا ہے کہ تمہیں جادہ حق سے ادھر ادھر نہیں جانا چاہئے اور ناجائز طور پر بلاسند اور بلاثبوت کوئی ادعا نہیں کرنا چاہیے (المنار ج۱ ص۴۲۱۔۴۲۳)

واللہ مواز۔ حدیث شریف میں ہے کہ انسان جب فوت ہوتا ہے تو اسے جاننے پہچاننے والے لوگ استفسار کرتے ہیں کہ وہ کتنا مال اثاثہ جائیداد چھوڑ کر فوت ہوا ہے جب کہ فرشتے استفسار کرتے ہیں کہ فوت ہونے والا شخص اپنے ساتھ کونسے اعمال لایا ہے جو وہ زندگی میں کرتا رہا نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار کیا تم میں کون ایسا شخص ہے کہ اس کو اپنے مال سے اس کے وارث کا مال زیادہ محبوب ہے صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں سے ہر شخص کو وارث کا مال نہیں اپنا مال محبوب ہے آپ نے فرمایا کہ آپ کا مال تو وہ ہے جو آپ نے آخرت میں آگے بھیجا جبکہ وارث کا مال وہ ہے جسے اس نے پیچھے چھوڑا (بخاری ' نسائی) ایک شاعر نے کہا ہے ۔

قَدِّمْ لِنَفْسِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ صَالِحًا ☆ وَاعْمَلْ فَلَيْسَ اِلَى الْخُلُوْدِ سَبِيْلُ

" موت سے پہلے اپنی ذات کے لئے عمل صالح آگے بھیجیں اور عمل صالح کرتے رہیں دنیا کی ہیشگی کی جگہ نہیں ہے۔ " اس دوسرا شاعر کہتا ہے ۔

اِذْ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ بَاكِيًا وَالْقَوْمُ حَوْلَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا ☆ فَاعْمَلْ لِيَوْمٍ تَكُوْنُ فِيْهِ اِذَا بَكَوْا فِيْ يَوْمِ مَوْتِكَ ضَاحِكًا مَسْرُوْرًا

" تیری والدہ نے جب تجھے جنم دیا تو تو رو رہا تھا اور تیرے گرد لوگ ہنس رہے تھے پس تجھے اس دن کے لئے عمل صالح کرنا چاہیے کہ جب تیری موت پر لوگ رو رہے ہوں اور تو خوش خرم اور مسکرا رہا ہو۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں' عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جائے گا یہ ان لوگوں کے باطل خیالات ہیں۔ (اے پیغمبر ان سے) فرما دیجئے کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو ہاں! جو شخص اللہ کے آگے گردن جھکا دے (یعنی ایمان لے آئے) اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی رستے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی رستے پر نہیں حالانکہ وہ کتاب (الٰہی) پڑھتے ہیں اسی طرح بالکل انہیں کی سی بات وہ لوگ کہتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے (یعنی مشرک) تو جس بات میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں اللہ قیامت کے دن اس کا ان میں فیصلہ کر دے گا۔

یہودی اس غلط فہمی کا شکار تھے کہ صرف یہودی ہی جنت کا استحقاق رکھتے ہیں جب کہ عیسائی اپنی جگہ پر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم ہی جنت میں جائیں گے اور آج تک ان دونوں فرقوں کا یہی نظریہ ہے اللہ پاک نے ان کے اس ادعاء کو باطل اور اسے ان کی خام آرزوئیں قرار دیا ہے چونکہ اس کے علاوہ بھی وہ کچھ خام خیالیوں میں مبتلا تھے اس لئے صیغہ مضارع کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً" یہ کہ وہ چالیس دن دوزخ میں رہیں گے پھر وہاں سے انہیں نکال کر جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ نیز ان بھول بھلیوں میں ایک اور بھی ہے کہ ان کے علاوہ ان کے مخالف انعامات الٰہیہ سے محروم رہیں گے اور انہیں دوزخ کا ایندھن بنایا جائے گا ان کی ان خام خیالیوں پر اللہ پاک نے ان سے دلیل کا مطالبہ کیا ہے کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اس پر دلیل پیش کرو معلوم ہوا قرآن پاک دلیل لانے کا مطالبہ کرتا ہے جس دعویٰ پر دلیل نہیں ہو گی وہ دعویٰ مسترد ہو گا چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک کی جانب سے حکم دیا جاتا ہے کہ آپ اعلان فرمائیں یہ میرا راستہ ہے۔ میں اللہ کے اس راستہ کی جانب بصیرت کے ساتھ دعوت دے رہا ہوں۔ اور میرے پیروکار بھی دلائل و براھین کی روشنی میں دعوت دیتے رہیں گے۔ جبکہ بصیرت کی تفسیر (روشن دلیل) ہے۔ کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ اللہ کی قدرت اس کا وصف ارادہ' علم' حکمت' وحدانیت پر کائناتی دلائل کے ساتھ ساتھ ادلہ نظریہ اور عقلیہ کے ساتھ استدلال نہیں کیا جاتا ہے؟ ارشاد باری ہے۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء ۲۲)

" اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک میں کائناتی دلائل کثرت کے ساتھ موجود ہیں نیز اسلامی احکام کے بارے میں غور و فکر ضروری ہے کہ وہ ہر طرح کی مضرت سے پاک ہوں اور ان کے مطابق عملی زندگی گزارنے سے دینی دنیوی سعادتیں حاصل ہوتی ہوں معلوم ہوا قرآن پاک ہمیں اس حقیقت سے روشناس کرا رہا ہے کہ عوام الناس جس راہ پر گامزن ہوں ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے اس لئے کہ قرآن پاک نے لوگوں کو صراط مستقیم پر رواں دواں رہنے کا حکم دیا ہے سلف صالحین بھی اسی راہ پر گامزن رہے وہ دلائل کی روشنی میں عمل پیرا رہے اور دیگر لوگوں سے بھی دلائل کا مطالبہ کرتے رہے اور بلادلیل کسی بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے رہے ان کے بعد ایسے غلط ذہن کے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے دلائل سے اغماض کیا اور تقلید کے مشن کو اپنایا تقلید کے مطابق بلا غور و فکر رواں دواں رہے اور تقلید کو صحیح قرار دیتے ہوئے دلائل سے روگردانی کی یہاں تک کہ دین اسلام محدثین کرام کے زاویہ نگاہ سے ہٹ کر مقلدین کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو کر رہ گیا اور وہ لوگ جن کا نظریہ تھا کہ اسلام دیگر مذاہب سے اس لئے ممتاز حیثیت کا حامل ہے کہ اس میں تقلید کفر ہے اس لئے دلائل کی روشنی میں چلا جائے۔ مسلمانوں کو آگاہ کریں کہ وہ ہر مسئلہ میں کتاب و سنت سے دلائل کا مطالبہ کریں اور نام نہاد علماء کی قیل و قال سے خود کو دور رکھیں۔

اے کاش کہ عوام الناس اہل علم سے یہ سوال کریں کہ آپ جس عمل کی جانب دعوت دے رہے ہیں اس عمل کا حکم کس نے دیا ہے اگر اللہ پاک نے اس کا حکم دیا ہے تو اسے تسلیم کیا جائے دوسرا سوال یہ کیا جائے کہ اس عمل کو کس کیفیت کے ساتھ ادا کیا جائے اگر اس کی کیفیت کے بارے میں وہ واضح محکم دلائل کی روشنی میں بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو فلاں کیفیت کے ساتھ بیان کیا ہے تو اس کیفیت کے مطابق ادا کرنا اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے اپنانے کا تمام اہل اسلام کو حکم دیا گیا ہے لیکن آج کے اس دور میں فلاں امام فلاں بزرگ فلاں مجتہد کے نام پیش کئے جاتے ہیں کہ یہ فلاں امام فلاں بزرگ کا قول ہے جب کہ ہمیں تقلید سے روکا گیا ہے۔

إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ (النجم ۲۳) "وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں۔ اللہ نے خود ان کی کوئی سند نازل نہیں کی"

بلٰی من اسلم وجہہٗ۔ اہل کتاب کے دعویٰ کا رد کیا جا رہا ہے کہ جنت میں اہل کتاب ہی داخل ہوں گے ہرگز نہیں بلکہ جنت میں اس شخص کو داخلہ نصیب ہو گا جس نے اپنی ذات کو احکام الٰہیہ کے مطابق چلایا کہ اس نے اس وحدہ لاشریک کو ہی اپنا معبود بنایا اور اللہ کے حکم کے مطابق قبلہ رخ کھڑے ہو کر نہایت تضرع و زاری کے ساتھ خشوع خضوع کا لباس زیب تن کر کے بارگاہ الٰہی میں اس کیفیت کے ساتھ عبادت کی جو کیفیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ میں منقول ہے لیکن ہر لحہ اخلاص کا جذبہ کار فرما رہا چونکہ قرآن پاک کی روشنی میں مومن کا یہ تصور پختہ ہے کہ اللہ پاک تو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اس لئے وہ بلا کسی وساطت کے بارگاہ الٰہی میں اس کی رضا کے حصول کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے کھڑا ہو گیا اور ماسوی اللہ کے تصور کو ذہن سے بالکل محو کر دیا جب اس نے ایاک نعبد و ایاک نستعین کے کلمات زبان سے ادا کئے اور معانی اس کے دل و دماغ پر چھائے رہے۔

وھو محسن:۔ اس جملہ میں واضح کیا گیا ہے کہ وہ شخص جنت میں باعزت متصور ہو گا جو توحید' ایمان خالص کے ساتھ ساتھ مقام احسان پر فائز رہا جس کی وضاحت صحیح حدیث میں وارد ہے کہ بارگاہ الٰہی میں جب بندہ ادب و احترام کے ساتھ شرائط کی تکمیل کے ساتھ حاضر ہو تو عبادت کے وقت اس کا یہ تصور اجاگر ہونا چاہئے کہ وہ ایسے مقام پر فائز ہے کہ وہ اللہ کی ذات کو دیکھ رہا ہے اگر یہ تصور اجاگر نہ ہو تو کم از کم یہ یقین تو شامل حال ہو کہ میں اللہ کی نظر میں ہوں اس کی ذات کے سامنے ہوں وہ مجھے دیکھ رہا ہے ارشاد باری ہے

لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا وَ مَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا (النساء ۱۲۳ - ۱۲۴) " (نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو شخص برے عمل کرے گا اسے (اسی طرح) کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور مدد گار اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور صاحب ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ: جب مسلمان شخص اپنی ذات کو مکمل طور پر اللہ کی رضا کے تابع کر دے اور عملی زندگی کو بہتر سے بہتر بنائے تو اس کے اعمال پر اسے اللہ کی جانب سے خوف کا وہم کافور ہو جاتا ہے۔ اور ہر قسم کے غم سے محفوظ رہتا ہے۔ بلکہ اس دنیا میں کفار اور بدکار زندگی بھر اپنی بداعمالیوں کے سبب خائف رہتے ہیں اور وہ ہمیشہ زندگی بھر حزن و ملال کے ہاتھوں پریشان رہتے ہیں۔ (المنار ج ۱ ص ۴۲۷)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ:۔ یہودیوں نے خود کو اللہ کی رحمت کے ساتھ خاص کیا جبکہ عیسائیوں نے یہودیوں کو مجرم ٹھہرایا اور خود کو محسنین کی فہرست میں شامل کیا یعنی دونوں فریقوں میں سے ہر فریق نے دوسرے فریق کو ملعون قرار دیا اور خود کو جنت کا مستحق سمجھا جبکہ ان دونوں جماعتوں کی کتابوں نے ان کے اس نظریہ کو غلط قرار دیا ان کے اس تعصب اور خبث باطن کو اللہ پاک نے غلط قرار دیتے ہوئے اولاً" ان کے غلط نظریات کو پیش کیا ان کے ان واقعات سے ان یہودیوں اور عیسائیوں کو سرزنش کی جو رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں موجود تھے اس کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کو اطمینان دلایا کہ ان کا پیغمبروں پر ایمان نہ لانا اور منزل من اللہ کتابوں کی حقانیت کا انکار کرنا نئی بات نہیں ہے یہ کوئی اچنبھا بھی نہیں ہے جبکہ ان سے پہلے بھی ان کی جماعت کے لوگوں نے پیغمبروں کو سچا نہ جانا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان پر نازل کردہ کتابوں پر ایمان نہ لائے

بعض مفسرین نے ان سے مدینہ منورہ کے یہود اور نجران کے عیسائی مراد لئے ہیں جب دونوں فریق نبی ﷺ کی مجلس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی پر آمادہ ہو گئے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ یہودیوں نے انجیل کو تسلیم نہ کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی پیغمبر تسلیم نہ کیا۔ ان کے بالمقابل عیسائیوں نے تورات اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا دونوں فریقوں نے آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں برملا اس خیال کا اظہار کیا کہ ان کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔

ان کی طرح مشرکین عرب نے بھی تعجب کا نعرہ لگایا اور خود کو حق و صداقت پر قرار دیا جبکہ حق کسی نام اور لقب کے ساتھ خاص نہیں ہے وہ ان کے خیالات سے ماوراء ایک لازوال صداقت ہے جو ایمان اور عمل صالح پر مشتمل ہے اگر لوگ اس جانب رجوع کریں تو ان کے دین میں مذہبیت اور گروہ بندی کا نشان تک باقی نہ رہے اور نہ اصولوں میں اختلافات رونما ہو جبکہ انہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا مقتدیٰ بنایا تعصب اور حزبیت کے تباہ کن سیلاب کی نذر ہو گئے ان کا شیرازہ بکھر گیا اور اتفاق کی عظیم دولت سے انہیں محرومی حاصل ہوئی چونکہ اللہ پاک کو ہر فریق کے معلومات سے آگاہی حاصل ہے کہ کون حق و صداقت پر ہے اور کون جادہ مستقیم سے اترا ہوا ہے تو اللہ پاک قیامت کے روز ان کے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ فرمائے گا۔ اس آیت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اللہ پاک کا فیصلہ کیا ہو گا؟ لیکن چونکہ دونوں فریق صراط مستقیم سے اترے ہوئے ہیں اس لئے دونوں کو دوزخ میں گرائے گا۔ البتہ قرآن پاک کے مطالعہ سے یہ حقیقت مترشح ہو رہی ہے کہ اللہ پاک حق و صداقت کے ماننے والوں کو نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ جبکہ باطل کی پاسداری کرنے والوں کو دوزخ کا ایندھن بنائے گا جس آیت کی تفسیر کی جارہی ہے اس آیت کے مفہوم سے مترشح ہے کہ یہودیوں' عیسائیوں میں سے ہر گروہ دوسرے گروہ کے بارے میں برملا اظہار کر رہا ہے کہ ان کا مذہب لا شئی ہے اسباب نزول قرآن پر مشتمل کتابیں اس مسئلہ کی تشنگی کو دور کرنے میں ناکافی ہیں ضروری ہے کہ جن جماعتوں کے بارے میں قرآن پاک نے جو تبصرہ فرمایا ہے کہ ہم اس کی روشنی میں ان کی تاریخی حیثیت کو متعین کریں بالخصوص ان کے عقائد کیا تھے؟ نیز ان کے اعمال اور معاملات کس نوعیت کے تھے کیا تمام کے تمام راہ صواب سے بھٹک چکے تھے یا ان میں ایک گروہ ایسا تھا جو منکرات اور اللہ کی ناراضگی کے کام دیدہ دلیری کے ساتھ کرتا تھا اور ان کے دل میں کائنات کے خالق کا ہرگز خوف نہ تھا دوسری رائے درست معلوم ہوتی ہے اور ایک فریق کی گمراہی کو پوری امت کی گمراہی قرار دیا گیا تھا جب کہ منکرات کے کم کرنے کی ذمہ داری سبھی پر عائد ہوتی ہے لیکن اگر کوئی فریق بھی برائی کو پسپا کرنے کے لئے میدان عمل میں نہیں نکلتا ہے تو ساری قوم مجرم قرار پاتی ہے اس لئے کہ انہوں نے منکرات کے ازالہ کے لئے کوئی کوشش نہیں کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تم بلا دلیل اور بلا غور و فکر اپنے مخالف گروہ پر کوئی حکم نہ لگاؤ جب کہ دونوں گروہ کسی حد تک حق و صداقت کے پہلو کو ملحوظ خاطر رکھ رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ کچھ اپنی جانب سے بعض بدعات کو دین بنا کر اسے دین میں شامل کر دیا ہے اس کے غلط اور باطل ہونے میں بھی کچھ کلام نہیں اور تحریف و تاویل کے کلہاڑے سے حق و صداقت پر مشتمل آیات کے معانی کو اپنی خواہشات کے مطابق مطالب پہنائے گئے ہیں جن میں ان کا تعصب اور حسد کارفرما نظر آتا ہے اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ تقلید نے اہل کتاب کو بھی (جن کا دین آسمانی دین تھا) مشرکین کی صف میں لاکھڑا کیا ہے جو علم سے بے بہرہ ہیں تقلید کی ہلاکت آفرینیوں نے انہیں جس مقام پر لاکھڑا کیا ہے کیا اہل علم کے لئے مناسب تھا کہ پیغمبروں کے دین سے انحراف کر کے رسومات کو اپنا دین بناتے۔ خیال رہے تقلید اور علم دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کے دشمن رہے ہیں جب کہ تقلید جہالت کا نام ہے اور علم روشنی بصیرت اور خود آگہی کا نام ہے۔ (المنار ج ۱ ص ۴۲۸۔ ۴۳۰)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ
وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ
اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ
اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ
بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کئے جانے کو منع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے اور ان کی ویرانی میں کوشاں رہے ان لوگوں کو کچھ حق نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے بے شک اللہ فراخی والا اور باخبر ہے۔ اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ (نہیں) وہ پاک ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ اسی کا ہے اور سب اس کے فرماں بردار ہیں (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

قبل ازیں بیان ہوا ہے کہ عیسائیوں نے یہودیوں کے بارے میں کہا کہ وہ غلط راہ پر ہیں اور یہودیوں نے عیسائیوں کو غلط قرار دیا ان کے ساتھ مشرکین مکہ کا بھی ذکر ہے کہ انہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں والی باتیں کہیں ہر فریق نے دوسرے فریق کو گمراہ قرار دیا چنانچہ مشرکین مکہ نے اپنی گمراہی اور ضلالت کا یہ ثبوت پیش کیا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا یہ واقعہ تاریخ اسلام میں عمرۃ الحدیبیہ کے نام سے متعارف ہے کہ آپ اور آپ کے رفقاء عمرہ ادا کرنے کی غرض سے احرام باندھ کر آئے تھے لیکن انہیں حدیبیہ مقام پر روک دیا گیا۔

لیکن اس مقام پر یہ اعتراض وارد ہو رہا ہے کہ مشرکین مکہ نے مسجد الحرام کی تخریب میں تو کوئی حصہ نہیں لیا اس کا جواب واضح ہے کہ مشرکین مکہ نے صحابہ کرام کو روک دیا کہ آپ عمرہ نہیں کر سکتے یعنی ان کو ذکر الٰہی سے روک دیا گیا۔ اور مسجد کی خرابی سے مقصود معنوی خرابی ہے کہ اس میں اللہ کا ذکر نہ ہو سکے۔ جب کہ مشرک رومیوں نے مسجد الحرام کی تخریب میں آگے بڑھ کر حصہ لیا گویا کہ دونوں گروہ ان برائیوں میں باہم دگر شریک ہیں اور دونوں برابر ہیں نیز اس اعتراض کو اس طرح بھی ختم کرنا ممکن ہے کہ مستقبل میں بیت اللہ کی تخریب کا نہایت بدترین منحوس فعل معرض وجود میں آئے گا غالباً" اس سے مقصود وہ صلیبی جنگیں ہیں جن میں عیسائیوں نے بیت المقدس پر حملہ کیا اور عقیدت مندوں سے مسجد کا انخلا کرایا گیا مسجد بیت المقدس کے علاوہ دیگر کثیر تعداد میں مساجد کا انہدام کیا گیا۔

نیز اس سے قرامطہ کا واقعہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ جنہوں نے کعبۃ المکرمہ کو منہدم کیا اور مسلمانوں کو اس میں داخل ہونے سے روکا گیا۔ دیگر متعدد مساجد کو بھی منہدم کر دیا قرامطہ کا فتنہ عظیم فتنہ تھا جس سے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا اسلامی ممالک کے اکثر حصوں پر وہ غالب آئے اور مساجد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو تاخت و تاراج کر دیا۔ روئے زمین پر انہوں نے فساد برپا کر دیا صلیبی جنگوں کا سلسلہ اگرچہ خاصا طویل ہے لیکن جس قدر تخریب کاری سے قرامطہ کے عہد سلطنت میں اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا اس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ارشاد ربانی ہے فاذاجاء وعدالا خرۃلیسوؤ وجوھکم ولیدخلوا المسجد کمادخلوہ اول مرۃ ولیتبروا ماعلو تتبیرا

" پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور جس طرح پہلی دفعہ بیت المقدس میں داخل ہو گئے تھے اسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ کر دیں۔"

آیت کا سیاق و سباق واضح کر رہا ہے کہ ہر مسجد اور معبد خانہ کا احترام ضروری ہے اس لئے کہ اس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے' نمازیں ادا ہوتی ہیں اللہ کی تحمید و تسبیح اور تقدیس کے کلمات کا ورد ہوتا ہے جبکہ ان کا انہدام' ان کی آبادی کے خلاف محاذ آرائی کرنا بہت بڑا ظلم ہے اس لئے کہ اس طرح ذکر الہی سے روکنے کا ایسا نقصان پہنچانے والا اقدام ہے کہ جس سے شعائر اللہ کا احترام دلوں سے محو ہو جائے گا اور معاشرہ میں اللہ پاک کے خلاف ایسا رذیل طبقہ جنم لے گا جن کا مطمح نظر منکرات اور فواحش کو پھیلانا ہو گا۔ نیز حقوق العباد کا احترام جاتا رہے گا۔

البتہ قبروں پر تعمیر کی جانے والی مسجدیں اور قبے ہرگز احترام کے قابل نہیں ہیں۔ بلکہ انہیں گرانا ضروری ہے اس لئے کہ وہ شرک کے اڈے بن جاتے ہیں اور اللہ پاک کو چھوڑ کر انہیں مشکل کشا سمجھا جاتا ہے اور وہاں کثرت کے ساتھ بدعائیں اور اللہ کی نافرمانی کا کھلے بندوں مشاہدہ دیکھنے میں آیا ہے ان مساجد کو اسی طرح منہدم کیا جائے جیسا کہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو آگ لگانے کا حکم دیا اور منافقین نے چھلانگیں لگا کر اپنی جان بچائی۔ (المنار ج ۱ ص ۴۳۲۔۴۳۳)

تفصیل کے لئے (قبروں پر مسجدیں اور اسلام) کتاب نہایت وقیع معلومات کی حامل ہے یہ کتاب علامہ البانی حفظہ اللہ کی کتاب تَحْذِیْرُ السَّاجِدُ عَنْ اِتِخَاذِ الْقُبُوْرِ الْمَسَاجِدَ کا اردو ترجمہ راقم الحروف کے قلم سے ہوا اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ بحمد اللہ سلسلہ جاری ہے۔ اُولٰئِکَ مَاکَانَ لَھُمْ:۔ مساجد کی نسبت اللہ کی جانب تشریفی ہے قرآن پاک میں ہے۔ وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ " بلاشبہ مسجدیں اللہ کی ہیں " ان پر کسی کا قبضہ اور تسلط نہیں ہے اگرچہ مساجد میں قیام' رکوع' قعدہ' اعتکاف وغیرہ متبرک کام سرانجام پاتے ہیں اور ان سب ہیئات میں خشوع' خضوع اور اللہ کی اطاعت کا پہلو غالب ہوتا ہے لیکن ان سب سے زیادہ سجدہ کی کیفیت (یہی ہے) جس میں خشوع خضوع بدرجہ اتم پایا جاتا ہے اس لئے مسلمانوں کی عبادت گاہ کا عرفی نام مسجد ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ) " بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے پروردگار کے زیادہ نزدیک تر ہوتا ہے "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید برآں سجدہ کی حالت میں انقیاد مکمل ہوتا ہے اور تمام اعضاء سے افضل عضو چہرہ زمین پر مٹی سے ہم کنار ہوتا ہے یعنی پاؤں رکھنے کی جگہ پر جب چہرہ رکھا جاتا ہے۔ تو اس کیفیت میں جو لذت اور سرشاری حاصل ہوتی ہے دیگر کیفیات میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا۔

اس آیت کے مفہوم کا تقاضا یہ بھی ہے کہ مساجد کو تالا نہ لگایا جائے بالخصوص نمازوں کے اوقات میں ان کے دروازے نمازیوں اور ذکر اذکار کرنے والوں کے لئے کھلے رہیں مساجد کے احترام کا تقاضا ہے کہ مساجد میں شور و غوغا نہ کیا جائے فضول باتوں سے احتراز کیا جائے اشعار کہنے سے بھی پرہیز کیا جائے البتہ کتاب و سنت کی تائید میں کہے جانے والے قصائد یا اشعار مستثنیٰ ہیں جیسا کہ رسول اکرم ﷺ حسان رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم دیتے کہ ان کے لئے منبر رکھو اس پر جلوہ افروز ہو کر آپ کفار کے خلاف اشعار کہتے جن سے ان کے خوفناک عزائم کافور ہو جاتے بلکہ آپ دعا فرماتے اے اللہ! حسان کو جبریل علیہ السلام کی تائید سے نوازیئے۔ خیال رہے مساجد میں داخل ہوتے وقت تواضع اور احترام کا پہلو نمایاں ہونا چاہیے اسی کے برعکس مساجد میں چوری شدہ چیز کا اعلان کرنا ممنوع ہے البتہ مساجد میں کتاب و سنت کی تعلیم کا اہتمام نہایت مبارک عمل ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اصحاب صفہ کے لئے تعلیم کا انتظام مسجد نبوی میں تھا اسلام میں یہ تعلیمی ادارہ پہلا ادارہ ہے جس کے مہتمم نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ اصحاب صفہ کے کھانے دیگر ضروریات کا خیال رکھتے ان کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی تھی جو طالب علم رشتہ زوجیت میں منسلک ہو جاتا وہ اپنی رہائش مسجد نبوی سے باہر کر لیتا تھا اس جامعہ کا عظیم طالب علم جس سے تمام صحابہ کرام سے زیادہ احادیث مروی ہیں وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ مساجد کے آداب کے بارے میں کتب احادیث کا مطالعہ کریں لھم فی الدنیا خزی :۔ جو لوگ مسجدوں میں ذکر الٰہی سے روکتے ہیں اور مسجدوں کی تخریب میں حصہ لیتے ہیں انہیں ان کے اس جرم کے عوض دنیوی زندگی میں رسوائی ہے اور ذلت کے ساتھ ہم کنار ہونا ہے جبکہ آخرت میں بہت بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے جب انہیں دوزخ میں گرایا جائے گا وہاں بہت بڑے عذاب سے انہیں واسطہ پڑیگا ان کے ڈھانچے آگ کی تپش سے کوئلہ ہو جائیں گے اور ان کی شکلیں بھی تبدیل ہو جائیں گی قرآن پاک کی ایک دوسری آیت میں وضاحت ہے۔

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ (النساء ۵۶)

" جب ان کی کھالیں گل اور (جل جائیں گی) تو ہم کھالیں بدل دیں گے تاکہ (ہمیشہ) عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔"

چونکہ انہوں نے مساجد کی آبادی کے خلاف مساجد کی تخریب اور ان کے انہدام میں حصہ لیا تو انہیں ان کے گناہ کا عذاب بالمثل دیا جائے گا کہ ان کی شکلیں تبدیل ہو جائیں گی۔ میرے بزرگ دوست مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں: مسجدوں کے بارے میں اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی نوع انسان کے لئے یہ آزاد عبادت گاہیں ہیں ان کا تعلق کسی بھی گروہ' فرقہ اور جماعت کے ساتھ مخصوص نہیں ہر شخص جو اللہ کو پوجنا چاہتا ہے اللہ کا نام لینا چاہتا ہے اور اس کے سامنے طلب و سوال کا دامن پھیلانا چاہتا ہے اس بات کا مجاز ہے کہ مسجدوں میں آئے اور اپنے آقا و مولا کے آگے عقیدت و نیاز کے نذرانے پیش کرے (لسان القرآن ۲ ۲ ص ۵۹۳)

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ :۔اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ وہ شخص بہت بڑا ظالم ہے جو مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکتا ہے اور مساجد کی آبادی کی بجائے مساجد کے انہدام اور اس میں تخریب کاری کی کوشش کرتا ہے تو جس آیت کی تفسیر کی جارہی ہے اس میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر بفرض محال مساجد کا انہدام ہو جائے وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ

تو اس کا مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اب نمازوں کی ادائیگی سے رکا جائے اور اللہ کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ فرمایا مشرق' مغرب اللہ کے ملک و تصرف میں ہے جس جہت کی جانب متوجہ ہو کر تم نماز ادا کرو گے نماز قبول ہو گی اور اس کی ادائیگی پر ثواب حاصل ہو گا نماز کی ادائیگی مسجد کے ساتھ ہی خاص نہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا) " میری خصوصیت ہے کہ میرے لئے تمام زمین مسجد کا حکم رکھتی ہے " اور پانی کی عدم موجودگی میں مٹی کے ساتھ تیمم کر کے نماز ادا کی جائے امت محمدیہ پر اللہ پاک کا احسان ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر جہاں چاہیں نماز ادا کریں تمام زمین اللہ کی ہے مشرق' مغرب دو افق ہیں مشرق سے سورج چاند مغرب کی جانب خاص رفتار کے ساتھ رواں دواں رہتے ہیں مشرق و مغرب سے مقصود تمام آفاق ہیں وہ اللہ کی قدرت کے تحت مسخر ہیں مقصود تمام جہات ہیں جبکہ نفل نماز جب سواری پر ادا کرنا مقصود ہو تو نماز کے آغاز میں قبلہ کی جانب رخ کیا جائے اس کے بعد سواری کا جدھر رخ ہو جائے پ نماز ادا کرتے رہیں آپ کی نماز درست ہے نیز اس آیت سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جن کا لریہ ہے کہ اللہ پاک کسی جہت میں ہے اس لئے کہ جب اس آیت میں اختیار دیا گیا ہے کہ جس جہت کی نب تم منہ کرو گے اسی طرف اللہ ہے یعنی اللہ پاک کے لئے ہرگز جہت کا تعین درست نہیں کہ جب تمام ات کی جانب منہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے تو معلوم ہوا اللہ پاک کسی خاص جہت اور حیز میں نہیں ۔ تسلیم کیا جائے کہ اللہ کسی خاص جہت میں ہے تو اس جہت کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا زیادہ بہتر ، لیکن جب اللہ کو کسی مکان کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ کسی جہت اور حیز میں ں ہے بلکہ تمام جہات اس کی بادشاہت کے تحت ہیں تو جس جہت کی جانب بھی ہم خضوع کے ساتھ منہ یں گے ہم اس کی اطاعت کرنے والے اور اس کے حکم کو تسلیم کرنے والے ہوں گے۔ مشرق کے ے میں ایک حدیث میں مشرق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ادھر سے شیطان کا سینگ طلوع ہو گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کی وضاحت ایک اہم رسالہ میں موجود ہے جسے مولانا محمد اشرف سندھو رحمہ اللہ نے مرتب کیا ہے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے

وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا:۔ قرآن پاک کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ اس سے پہلے اہل کتاب اور مشرکین کی غلط کاریوں کو طشت از بام کیا جا رہا ہے ان کا رد اور ان کی ناروا جسارتوں پر حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ پاک کے احترام میں ان کی بے ہودگیوں اور یاوہ گوئی پر ناراضگی کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ پاک کی ذات کو ان الزامات سے مبراء قرار دیا ہے اس آیت میں انہوں نے کہا کہ اللہ کی اولاد ہے جیسا کہ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا اور عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا (اللہ کی ان پر لعنت ہو) جب کہ عرب کے بعض مشرکین (اللہ کی ان پر لعنت ہو) نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت تامہ وسیع تر بادشاہت اور علم و فضل کے اوصاف کا ذکر ہوا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ اس قدر جامعیت والے اوصاف کے ساتھ موصوف کو ہرگز کسی کی احتیاج نہیں جب کہ اولاد کے تصور میں والدین عام طور پر کہتے ہیں کہ بچے بڑے ہو کر میرے بڑھاپے کا سہارا ثابت ہوں گے' لیکن اللہ کی ذات تو ہرگز کسی کی محتاج نہیں ہے تعجب ہے کہ اس کے باوجود اللہ پاک کے لئے اولاد کو ثابت کیا جا رہا ہے پس بطور تعجب اللہ پاک ان کا قول ذکر کر رہے ہیں حالانکہ اللہ کی ذات ہی صرف ایسی ذات ہے جس کا کوئی جزء نہیں ہے۔

نیز اللہ کے اوصاف میں شہوت ہر لحاظ سے معدوم ہے اس آیت سے پہلے اہل کتاب کی افترا پردازیوں کا ذکر ہو رہا تھا ابھی یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوا بلکہ مزید ان کے اس الزام کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے اللہ پاک کے بارے میں کہا کہ اس کی اولاد ہے معاذاللہ ان کا یہ قول چونکہ ان کی دریدہ دہنی کا واضح ثبوت تھا اور اس کے محال ہونے پر ذرہ بھر شبہ نہ تھا تو ان کے اس افترا پر اللہ پاک نے اپنی پاکیزگی اور ایسے فاسدانہ اوصاف سے اپنی برات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی ذات تو پاک ہے ان کا ادعا غلط ہے انہوں نے اللہ پر ایسا الزام لگایا ہے جس سے اللہ پاک ہے' نہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے اور نہ کوئی اس کا باپ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کے بیٹے نے مجھے جھوٹا کہا جب کہ اس کے لئے درست نہ تھا اور آدم کے بیٹے نے مجھے گالی دی جب کہ اس کے لئے لائق نہ تھا اس نے مجھے جھوٹا کہا جب اس کا خیال ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا اس نے مجھے گالی دی جب اس نے میرے لئے لڑکا ثابت کیا جب کہ میں بیوی اور لڑکے سے پاک ہوں (ابن کثیر ج اص ۲۳۹ بخاری کتاب التفسیر)

ان کا یہ کہنا ظن و تخمین پر مبنی ہے اور اس کی ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے۔ اللہ کی ذات جنسیت سے پاک ہے اس کا کوئی مماثل نہیں ہے بلکہ آسمان و زمین اور ان میں جو کچھ ہے اللہ کے ملک اور اس کے تصرف میں ہے ہر چیز کا قیام اللہ پاک کی ذات کے ساتھ ہے اللہ کی قدرت کے تحت مسخر ہے اس کے ارادہ کے تابع ہیں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ ان سب سے کسی ایک کو اللہ کی جانب نسبت کی تخصیص حاصل ہو اور وہ اللہ کا بیٹا ہو اس کا ہم جنس ہو مزید بر آں اولاد دو جنسوں کی ملاقات سے ہوتی ہے جب کہ اللہ ایک ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (مریم ۹۳) " تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ تعالیٰ کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ اللہ پاک جس کو چاہے کسی خصوصیت کے ساتھ نوازے تو نواز سکتا ہے جیسا کہ اللہ پاک نے انبیاء علیہم السلام کو وحی کے ساتھ خاص کیا لیکن اس اختصاص کا ہرگز یہ اقتضاء نہیں ہے کہ اس وجہ سے اسے خالق کا مرتبہ حاصل ہو یا واجب الوجود کا مقام ہو آسمان و زمین کی تمام چیزیں طبعاً" اللہ کی ذات کے لئے مسخر ہیں انہیں کچھ اختیار حاصل نہیں ہے اس آیت سے واضح ہے کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں اللہ کے قبضہ میں ہیں اللہ کے ارادہ اور مشیت کے تابع ہیں۔ ذوی العقول' غیرذوی العقول سب برابر ہیں۔

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:۔ لفظ بدیع سے مقصود یہ ہے کہ اللہ پاک نے آسمان و زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے لغت عرب میں نئے کام کو بدعت کہا جاتا ہے صحیح حدیث میں وارد ہے (كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ) " دین اسلام میں بھی نئے کام کو بدعت کہا جاتا ہے " بدعت کی دو قسمیں وارد ہے ایک بدعت شرعی ہے دین اسلام میں جس نئے کام کو داخل کیا جائے گا وہ کام بدعت شرعیہ کہلائے گا۔ بدعت کی دوسری قسم بدعت لغویہ ہے جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب نماز تراویح کی جماعت کا اہتمام فرمایا اور لوگ باجماعت نماز تراویح ادا کرنے لگے۔ تو ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر فرمایا (نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ) اگرچہ کیفیت کے لحاظ سے یہ عمل نیا ہے لیکن یہ نیا کام بہت اچھا ہے اس جملہ میں بدعت سے مراد بدعت لغویہ ہے اسی مناسبت سے وہ شخص جو دین اسلام میں کسی نئے کام کو داخل کرتا ہے اسے مُبْتَدِعٌ کہا جاتا ہے پس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو اللہ تو آسمان و زمین کا مالک ہے تمام کائنات اللہ کی وحدانیت پر دلالت کر رہی ہے اور اس کے حکم کے تابع ہے اسی نظریہ کے عیسیٰ علیہ السلام بھی قائل تھے جس کو انہوں نے اللہ کا بیٹا قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ عظیم قدرت والا ہے جس طرح اس نے بلا نمونہ آسمان و زمین کو پیدا فرمایا ہے اسی طرح اس نے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر والد کے پیدا فرمایا اور جب بھی اللہ پاک کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک بار ہی کلمہ کن فرماتا ہے تو وہ چیز معرض وجود میں آجاتی ہے نیز فرمایا

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (القمر ۵۰) " اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بار ہوتا ہے نیز فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران ۵۹) " عیسیٰ علیہ السلام کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ ان سے پہلے مٹی سے ان کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے " (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۴۰)

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو لوگ (کچھ) نہیں جانتے (یعنی مشرک) وہ کہتے ہیں اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی اسی طرح جو لوگ ان سے پیچھے تھے ان ہی سی باتیں کیا کرتے تھے اورلوگوں کے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں جو لوگ صاحب یقین ہیں ان کے (سمجھانے کے) لئے ہم نے نشانیاں بیان کر دی ہیں (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو سچائی کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور دوزخیوں کے بارے میں تم سے کچھ پرسش نہ ہوگی۔

اللہ پاک کے وحدہ لا شریک ہونے پر ایسی آیات کا ذکر ہوا جن کو ابتدا" بلا نمونہ پیدا فرمایا جن کو سمجھنے سے تم قاصر ہو بلکہ تمہاری فہم و فراست کے دریچے ان کی حقیقت معلوم کرنے سے ناکام ہو چکے ہیں اس کے باوجود تمہاری جہالت کا یہ عالم ہے کہ تم اہل کتاب کے اہل علم سے مشورہ کر کے ایسے سوالات پیدا کر رہے ہو جو کہ نہ صرف یہ کہ مضحکہ خیز ہیں بلکہ تمہاری جہالت کا واضح ثبوت ہیں مزید بر آں اہل علم بھی علم کی بلندی سے نیچے اتر کر تمہارے ساتھ شریک ہو کر اس لئے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ بھی خواہشات نفسانی کے دلدادہ ہو چکے ہیں اور مطالبہ کر رہے ہیں کہ اگر تو اللہ تعالی کا سچا پیغمبر ہے تو اللہ بلا واسطہ ہم سے گفتگو کرے اور تیری نبوت کے بارے میں ہمیں بتائے جب کہ اللہ کی ذات کمالیت کے تمام اوصاف کے ساتھ موصوف ہے یا کوئی نشانی بھیجے جس کو دیکھنے کے بعد ہم آپ کو اللہ کا پیغمبر تسلیم کرلیں گے جب ان کے اس ناممکن مطالبہ پر غور کیا جائے تو ان کا یہ مطالبہ اس مطالبہ کی عین مثال ہے جب بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے مطالبہ کیا جس کا تذکرہ قرآن پاک میں وارد ہے ملاحظہ فرمائیں و اذ قلتم یا موسی لن نومن لک حتی نری اللّٰہ جھرۃ (البقرہ ۵۵) " اور جب تم نے (موسیٰ علیہ السلام سے) کہا کہ اے موسیٰ جب تک ہم اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں گے ہم ایمان نہیں لائیں گے تو تم کو بجلی نے آ گھیرا اور تم دیکھ رہے تھے "

نیز فرمایا وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا (الفرقان ۲۱) " اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کیے گئے یا ہم اپنی آنکھ سے اپنے پروردگار کو دیکھ لیتے "

نیز فرمایا وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا (الاسراء ۹۰) " اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ (عجیب و غریب باتیں نہ دکھاؤ یعنی یا تو) ہمارے لیے زمین میں سے چشمہ جاری کر دو "

ذکر کردہ آیات سے مشرکین عرب کا کفر، عناد، سرکشی اور بے فائدہ سوالات کرنے کا پتہ لگتا ہے اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاک فرماتے ہیں ان سے پہلے بھی اہل کتاب وغیرہ نے اسی قسم کے سوالات کئے تھے چنانچہ عرب کے مشرکین کے دل ان سے پہلے گزرے ہوئے اللہ کے باغیوں کے دلوں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں یعنی سوچ میں یکسانیت ہے اس جملہ میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اس قسم کے احمق، معاند لوگ پہلے بھی گزرے ہیں جنہوں نے بالکل اسی انداز کے ساتھ اپنے انبیاء علیہم السلام سے سوالات کئے اس لئے آپ پریشان نہ ہوں ان کے لئے لازم تھا کہ وہ آپ کا احترام کرتے اور آپ سے اس طرح کے معاندانہ انداز کے ساتھ اس قسم کے سوالات نہ کرتے لیکن سرکشی نے ان سب کو ایک صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

ارشاد باری ہے أَتَوَاصَوْا بِهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ (الذاریات ۵۳) "کیا یہ ایک دوسرے کو ایسی بات کی وصیت کرتے ہیں بلکہ یہ شریر لوگ ہیں"

حقیقت یہ ہے کہ کفر ملت واحدہ ہے جیسا کہ حق پرست لوگ بھی ایک ہیں اور ان کے مخالفین بھی ایک اکائی ہیں اگرچہ اسباب مختلف کیوں نہ ہوں غور کیجئے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اللہ کی رویت کا مطالبہ کیا جب کہ نبی ﷺ سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ ہمارے سامنے آسمان کی طرف چڑھتے چلے جائیں وہاں سے جب آئیں تو آپ کے پاس کتاب ہو جس کی ہم قرأت کر سکیں جب کہ ان کا یہ مطالبہ عناد، ضد، ہٹ دھرمی پر مبنی ہے وہ حق و صداقت کی معرفت نہیں چاہتے ہیں اسی لئے فرمایا

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ (الانعام ۷) "اور اگر ہم تم پر کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے اور یہ اسے اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیتے تو جو کافر ہیں وہ یہی کہہ دیتے کہ یہ تو (صاف اور) صریح جادو ہے"

حقیقت یہ ہے کہ جو پیغمبر بھی مبعوث ہوا اس نے اپنی صداقت پر ایک دلیل کائنات سے نقلی یا عقلی ضرور پیش کی ہے باوجود اس کے لوگوں نے پیغمبروں کو جادوگر ہونے کا الزام لگایا۔ قد بينا الايات لقوم يوقنون "اے محمد ﷺ ہم آپ کو بلا معجزہ نہیں رکھیں گے بلکہ ہم نے تو آپ کو واضح آیات سے نوازا ہے کہ ان پر غور و فکر کے بعد ہرگز شک و ارتیاب کا شائبہ نہیں رہتا تبیین کا لفظ بیان ہوا ہے اعطاء کا لفظ نہیں لایا گیا۔ معلوم ہوتا ہے آیات قرآنیہ جنہیں اللہ کا علم کہنا چاہیے اور جو کہ اللہ کا کلام ہے ان کے سبب نہایت معقولیت کے ساتھ حق و صداقت واضح ہوتا ہے کچھ اشتباہ نہیں رہتا ذہن سکون محسوس کرتا ہے جب کہ کائناتی دلائل سے عقل متاثر ہوتی ہے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہے اور یہ احساس غالب رہتا ہے کہ اس کا مقابلہ مشکل ترین ہے بلکہ ممکن نہیں بالآخر تسلیم کرنا ہوتا ہے کہ اس میں قوت غیبیہ ہے جو انسانی شعور سے برتر ہے اسی لئے اللہ نے فرمایا ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ "قرآن پاک میں ہرگز شک کی گنجائش نہیں" کوئی بھی عقل مند انسان قرآن پر جب غور کرے گا تو ہرگز راہ اعتدال سے دور نہیں ہوگا یقین اس کے دل و دماغ پر حاوی رہے گا جب کہ کائناتی معجزات میں اس قسم کی قوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔

لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ :۔ علمی معجزہ کو وہی لوگ صحیح طور پر سمجھیں گے جن میں علمی استعداد ہوگی اسی لئے وضاحت کی گئی ہے کہ اس پر یقین رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو ہر قسم کی رائے اور تقلید سے کنارہ کش ہوں گے۔ اور حق کی جستجو میں پوری قوت کے ساتھ کوشاں رہیں گے اور اس یقین کے ساتھ امور اعتقادیہ کی جانب متوجہ ہوں گے کہ وہ بلا دلیل کسی حکم کو تسلیم نہیں کریں گے۔

لیکن وہ لوگ جو اولاً کسی چیز کا اعتقاد رکھتے ہیں جب کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بعد ازاں اس کی دلیل تلاش کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اس لئے کہ ان کے معتقدین ان سے دلیل کا مطالبہ کر رہے ہیں اس لئے کہ دلیل کا ہونا ضروری ہے تو جب انہیں ان کے اعتقاد کے مطابق دلیل میسر آجاتی ہے اگرچہ دلیل ظنی کیوں نہ ہو تو اس پر قناعت اختیار کرتے ہیں اور جب کوئی شخص ان کی مخالفت کرتا ہوا میدان میں آتا ہے تو اپنے مسلک کو خیرباد کہہ دیتے ہیں اور حیلے، بہانے بنا کر عوام سے رستگاری حاصل کرتے ہیں دراصل یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ہر دعوت کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیتے ہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ کبار صحابہ کرام کو جب تک دلیل کے ساتھ قائل نہیں کیا جاتا تھا وہ دلیل کا مطالبہ کرتے رہتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے احکام شریعت نازل ہوتے رہے اگر ان میں ان کے سمجھنے کی استعداد نہ ہوتی تو احکام کی تشریعی کیفیت ظہور پزیر نہ ہوتی صحابہ کرام کے بعد پوری امت کے اہل علم اور عوام ان کے تابع ہیں اور ان کی عیال ہیں (المنار ج ۱ ص ۴۴۱۔۴۴۲)

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا:۔ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو اطمینان دلانا مقصود ہے اپنے گرد و پیش کفار کی سرگرمیوں، چیرہ دستیوں اور بحر ضلالت میں ان کی نشاط انگیزیوں سے آپ ہرگز دل برداشتہ نہ ہوں اس لئے کہ ہم نے آپ کو واضح، روشن آیات سے بہرہ ور فرما کر بھیجا ہے جو رشد و ہدایت کے اونچے مقام پر پہنچانے والی ہے وہ صرف احکام پر ہی مشتمل نہیں ہے بلکہ صداقت کی روشن دلیل ہے اور ایسی باریکیوں سے آگاہ کیا ہے جن سے کسی حد تک اہل کتاب کے سربر آوردہ علماء ہی واقف تھے۔

مزید برآں وہ کتاب ہر لحاظ سے کامل اکمل ہے اس کی سچائی پر ہرگز کسی کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ کتاب اس سے پہلے منزل من اللہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے احکام و مسائل میں یگانگت ہے ان اوصاف کے ساتھ موصوف کتاب کو ہم نے اے محمد ﷺ آپ کی وساطت سے عوام الناس تک پہنچایا ہے جس طرح آپ سے پہلے پیغمبر اللہ کی اطاعت کرنے والوں کو خوشخبری سے نوازتے رہے اسی طرح آپ نے بھی تمام لوگوں کو فطرت انسانیہ کی جانب دعوت دینا ہے جو لوگ ہدایت کی باتوں کو قبول کر کے انہیں اپنی زندگی کا مشن بنائیں انہیں جنت کی خوشخبری سے نوازنا ہے اور راہ ہدایت پر استقامت کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلتے رہنا ہے اور انکار کرنے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا ہے آپ کی ذمہ داری تو پہنچانا ہے آپ کسی شخص کے دل میں ہدایت کو داخل نہیں کر سکتے اس لئے خیر و شر کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے البتہ فاعل انسان ہے جس پر گناہ اور ثواب مرتب ہوتا ہے آپ سے دوزخیوں کے بارے میں ہرگز پرسش نہیں ہوگی نہ ان کے اعمال کے بارے میں آپ سے باز پرس ہوگی اگر وہ ایمان نہیں لا رہے ہیں تو آپ افسردگی کے عالم میں کہیں ایسا نہ ہو آپ کی روح متاسف ہو کر قفص عنصری سے پرواز کر جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (البقرة ۱۴۱) " اور تم سے ان کے اعمال کی پرسش نہیں ہوگی آپ کی کیفیت ہمارے اور ان کے لحاظ سے یکساں ہے اس لئے کہ آپ نے ان تک وہ تمام احکام پہنچا دیئے جن کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا تھا تو ان کے اعمال کا محاسبہ ہم آپ سے نہیں کریں گے لیکن اگر آپ نے بعض احکام ان تک اس احساس کے ساتھ نہ پہنچائے کہ ان کے ساتھ مدارات کا انداز اختیار کیا جائے تو آپ یقین کریں کہ وہ اس وقت تک آپ سے ہرگز مجاملت کا انداز اختیار نہیں کریں گے جب تک آپ دین اسلام کے احکام پر رواں دواں رہیں گے۔ پس آپ کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ذمہ داری کو پورا کریں اور ان کے ساتھ غلط انداز میں خیر خواہی نہ کریں۔ آپ انہیں حقیر سمجھیں وہ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ ان کی طرف التفات بھی کیا جائے آپ مکمل احکام شرعیہ ان تک پہنچائیں وہ آپ کو صرف اس وقت اچھا سمجھیں گے جب آپ مکمل طور پر دین اسلام کے اصولوں اور احکام سے دستکش ہو جائیں گے ان کو صراحتاً" دوزخی اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے لئے دوزخ کے عذاب کی نفی کی تھی کہ ہمیں چالیس روز دوزخ میں رہنا ہے نیز ان کے اس دعویٰ کی نفی ہے جب انہوں نے اپنے لئے جنت کو خاص کیا ملاحظہ فرمائیں وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ (البقرة ۱۱۱) " اور (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جانے کا ان لوگوں کے خیالات باطل ہیں"

لَا تُسْئَلُ :۔ کی نہی خوفناک حد تک کی غمازی کرتی ہے آپ بالکل دریافت نہ کریں کہ ان سے کس قدر خوفناک انتقام لیا جائے گا اللہ کے ہاں عدل ہے اور مکافات عمل ہے جب تک کسی شخص کا عقیدہ صحیح نہیں اس وقت تک نجات ممکن نہیں غیر صحیح عقیدہ شخص کے اعمال ضائع جائیں گے انہیں ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا عقائد درست ہوں تو اعمال صالحہ کا وزن ہوتا ہے وگرنہ نہیں ان کے بارے میں آپ مسئول نہیں ہیں اس لئے ان کا کفر پر جمے رہنا آپ کو غم زدہ نہ کرے آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ ان تک ہمارا پیغام پہنچائیں ارشاد ربانی ہے

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (القصص ۵۶) " (اے محمد ﷺ) تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو دوست کہتے ہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے"

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ
قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا
نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ
یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع

اور تم سے نہ تو کبھی یہودی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو (ان سے) کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی اسکی نازل کردہ وحی کے آجانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو اللہ کے (عذاب) سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو (ایسا) پڑھتے ہیں جیسااس کے پڑھنے کا حق ہے یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں اور جو لوگ اس کو نہیں مانتے وہ خسارہ پانے والے ہیں

قبل ازیں بیان ہوا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نےتمہیں خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے پہلے خوشخبری کا ذکرہے آپ نے محسوس کیاہوگا جیساکہ کلام کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ اہل کتاب راہ صواب اختیار کریں گے لیکن اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیاکہ اہل کتاب تو ان لوگوں کی فہرست میں ہیں جنہیں عذاب الہٰی سے ڈرانا ضروری ہے وہ آپ کے مخالف ہی نہیں ہیں بلکہ ان کے دلوں میں آپ کی دشمنی گھر کرچکی ہے وہ ہرگز آپ سے کسی قیمت پر خوش نہیں ہوں گے ہاں ایک ہی صورت ہے کہ آپ انہیں خوشخبری سنائیں آپ انہیں اس وقت تک کسی خوشی سے ہم کنار نہیں کرسکتے جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک کہ آپ ان کی خواہشات کی اتباع نہ کریں ان کے پاس جوکتاب ہے اس میں اپنی خواہشات کے موافق تبدیلی کی جاچکی ہے مِلَّتَهُمْ کے اشارہ سے معلوم ہورہا ہے کہ ان کا دین تبدیل شدہ ہے اس لئے لفظ ملت کی اضافت ان کی جانب ہے (ابراہیم علیہ اسلام کی جانب نہیں ہے اس لئے کہ وہ معصوم عن الخطاء تھے اوران کے بعد آنے والے تمام پیغمبروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ملت ابراہیمی کا اتباع کریں جو باطل راہ سے الگ ہوکر اس راہ پر چلتے رہے جو اللہ پاک کا بتایا ہوا تھا۔

مزید برآں لفظ تتبع باب افتعال سے ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ انتہائی رغبت کے ساتھ ان کے وضع کردہ دین پر رواں دواں ہوجائیں پھر اسی پر بس نہیں بلکہ تجھے اس کتاب سے اعراض کرنا ہوگا جو آپ پر نازل کی گئی ہے حالانکہ آپ پر نازل ہونے والی کتاب نے ان کے دین کی فروعات کو منسوخ قرار دیا ہے خیال رہےاس سے پہلے کفار کے اعتقادات کا رد ہورہا تھا اور اب پھر اہل کتاب کا ذکر ہورہا ہے دراصل قرآن پاک کا اسلوب مصنفین کے اسلوب سے خاصہ مختلف ہے کسی دقیق مناسبت کا خیال کرتے ہوئے اسلوب کلام کوتبدیل کردیا جاتا ہے قرآن پاک میں کسی ایک موضوع پر ایک ہی جگہ مکمل بحث نہیں ہے جیساکہ عام طور پر کتب کو مرتب کرنے والے مصنفین ابواب اور فصلوں پر اپنی معلومات کو مرتب کرتے ہیں اور موضوع بھی معین ہوتا ہے جب کہ قرآن پاک کے اغراض ومقاصد ان کے اسلوب بیان سے مختلف ہیں پھرانہیں مناسبات کے لحاظ سے مختلف صورتوں میں پیش کیا جاتا ہے جب کسی حکم کے بیان کرنے کی مناسبت سیاق وسباق سے ظاہر ہورہی ہوتی ہے یاکسی حکم کے خلاف تردید یاکسی اغراض کا دفاع مقصود ہوتو اسے اتنے دلکش اسلوب میں پیش کیاگیا ہے کہ اس کا ملاحظہ کرنے سے فرط مسرت سے دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے ترتیب بلاغت اور اسلوب کی کشش پر قاری داد تحسین دیئے بغیر رہ نہیں سکتا جب ایک حقیقت کو مختلف اسالیب میں بلاغت و فصاحت کے لطائف اور مناسبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیش کیا جاتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

یوں محسوس ہوتا ہے کہ روح ایک ہے جسے متنوع اشکال میں پیش کرکے پرکشش بنا دیا گیاہے نفسیاتی طور پر انسان ایسی چیز سے درد و کرب محسوس کرتا ہے جس کی قباحت میں کچھ شک نہ ہو لیکن جب اس قسم کا قبیح کام ایسے شخص سے سرزد ہو جس کے اس سے سرزد ہونے کی توقع نہ ہو تو پھر انسان اس کی شدت سے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے۔

چنانچہ نبی ﷺ اہل کتاب کے بارے میں پر امید تھے کہ وہ سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں گے اور وہ ہرگز آپ سے کچھ جھگڑا نہ کریں گے آپ سے دشمنی اور مخالفت کا تو تصور بھی نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اہل کتاب نے آپ کی دعوت سے نہ صرف اعراض کیاہے بلکہ کھلے انداز میں آپ کے ساتھ دشمنی کررہے ہیں غالبا" مشرکین عرب بھی آپ کی دشمنی میں اس قدر اگلی صفوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نہ تھے جس قدر وہ ہراول دستہ میں دکھائی دے رہے تھے کون نہیں جانتا کہ مشرکین عرب تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے دشمن تھے انکا نام سب سے پہلے تھا اس لئے کہ آپ ان کے دین کو محو کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے جبکہ توحید وغیرہ بنیادی مسائل میں آپ کی اہل کتاب کے ساتھ موافقت تھی اسی لئے آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے ملاحظہ کریں قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (آل عمران ۶۴) "کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں"

یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہودی ' عیسائی دونوں ایک ہیں اور متعصب ہیں وہ ہرگز آپ کے دین کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے بلکہ آپ کو اپنے دین پر لانے کے لئے بیکار کوششوں میں مصروف رہتے ہیں لیکن ان کا دین محرف ہو چکا ہے انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق اس میں تبدیلی کرلی ہے یہاں تک کہ دین کا حلیہ بگاڑ دیا ہے بلکہ ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى "اے محمد ﷺ حق وصداقت کو کھل کر پیش کریں" یقیناً" وہ باتیں حق ہیں جن کو اللہ پاک نے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمایا وہ باتیں صحیح نہیں ہیں جن کو یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی خواہشات کے مطابق دین میں داخل کردیا ہے اور ان میں مختلف فرقے بن گئے ہیں ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر گمراہ قرار دے رہاہے اور کہتا ہے کہ ہم صحیح ہیں ہمارے مخالفین راہ صواب سے دور ہیں اے محمد !صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ انہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں تو ان کی موافقت کریں لیکن اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی جب کہ آپ کے پاس علم ویقین وحی الٰہی آچکی ہے جس نے ان کی تلبیسات اور تحریفات سے آپ کو آگاہ کردیا ہے تو اللہ پاک آپ کی ہرگز مدد نہیں کرے گا توجب اللہ ہی آپ کی مدد نہیں کریگا اور آپ کی حمایت سے دستکش ہو جائے گا۔ تو پھر کون آپ کا مددگار ہوگا اور آپ کا سہارا بنے گا۔

ذکر کردہ آیات کا مفہوم یہی ہے جیساکہ اس مفہوم کی دیگر آیات سے واضح ہو رہاہے کہ آپ اللہ کی ہدایت پر ڈٹے ہوئے ہیں اور آپ خوب جانتے ہیں بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ میرا جادہ استقامت پر خود کو قائم رکھنا اس بات کا سبب ہے کہ اللہ پاک میرا متولی رہے گااور مجھے ان پر غلبہ عطا کرے گا لیکن ان شرطیہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ کاان کی اتباع کرنا متوقع ہے ہرگز نہیں اس کا وقوع بطور محال چیز کے فرض کرنے کے مترادف ہے معلوم ہوا کہ اللہ پاک کی سنت جاریہ ہے کہ جو لوگ حق وصداقت کی پیروی کرتے ہیں ان کی مدد اللہ پاک کی جانب سے ہوتی رہتی ہے انہیں فتح ونصرت کے ساتھ ہم کنار کیا جاتا ہے اور انہیں ان کے مخالفین پر غلبہ اور برتری حاصل ہوتی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراصل رسول اکرم ﷺ جن کا لقب رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِيۡنَ ہے جنہیں اللہ پاک نے توقیر و عظمت سے نواز ہے بظاہر انہیں زبردست انداز میں ڈرایا گیا ہے جب کہ مقصود امت محمدیہ کے علماء اور عوام کو باور کرانا ہے کہ جب تم علم وعرفان کی روشن شمع کو چھوڑ کر لوگوں کی خواہشات کے مطابق چلو گے تاکہ انہیں خوش کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم نصرت الٰہی سے محروم ہوجاؤ گے

اللہ پاک نے رسول ﷺ کو جو مقام عطا فرمایا اس پر غور کرنے کے بعد ہرگز باور نہیں کیا جاسکتا ہے کہ آپ سے اس انداز کا کبیرہ گناہ سرزد ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! آپ تو بالکل معصوم تھے البتہ تہدید اس قدر خوفناک ہے کہ اس کا صحیح تصور کرنے کے بعد دل کانپ جاتے ہیں اور جسم پر اس قدر اللہ کا خوف طاری ہوجاتا ہے کہ اللہ کے عذاب کے خوف سے اجسام لرزہ بر اندام ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص جب کہ وہ لوگ جو حق و صداقت کی تائید بوجہ معاشرہ کی مخالفت کے نہ کریں حالانکہ اسلام کے اصول تقاضا کرتے ہیں کہ مخالفین خواہ کتنے ہی مضبوط کیوں نہ ہوں ان کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے سے رکنا جائز نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص حق و صداقت کی معرفت رکھتا ہے اسے یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ پاک اس کا محافظ اور مددگار ہے وہ کلمہ حق کی تائید کرنے میں کسی ملامت سے خائف نہ ہو اور کسی شخص کو اس دھوکہ میں نہیں آنا چاہیے کہ بعض علماء جن کو ان کے عوام الناس نے محراب و منبر عطا کیا ہوا ہے وہ حق و صداقت کو بیان نہیں کرتے ہیں بلکہ خود بھی اس میدان میں خاموش رہتے ہیں رسم و رواج کے خلاف زبان پر کوئی کلمہ نہیں آتا ہے اندھا دھند تقلید کو ہی دین اسلام کا نام دے رکھا ہے ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر صحیح اسلامی تعلیمات کو اجاگر نہ کرنا اور خاموشی اختیار کرنا گمراہی کے پھیلانے میں اس کے ساتھ تعاون کرنا ہے تقلید کی جس زبان میں وہ وعظ کرتے ہیں یہ وہ علم نہیں ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا تھا ان کا وعظ اہل کتاب اور مشرکین کے وعظ سے ملتا جلتا ہے جب کہ تقلید کو تو علم نہیں کہا جا سکتا اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ (النجم ۲۳) "وہ تو بس ظن و تخمین کی پیروی کر رہے ہیں" نیز فرمایا لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ (البقرۃ ۷۸) "وہ کتاب کا علم نہیں رکھتے ہیں صرف آرزوئیں ہیں اور وہ صرف خیال اور ظن ہی رکھتے ہیں"

پس جو شخص ہر واعظ اور خطیب کے وعظ کو بلا دلیل کتاب و سنت صحیحہ قبول کرتا ہے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر رواں دواں رہتا ہے حق و باطل کے امتیاز میں کوئی کوشش نہیں کرتا حالانکہ قرآن پاک ہر شخص کے سامنے ہے احادیث صحیحہ کا مجموعہ بھی نظر کے سامنے ہے لیکن ان کی جانب توجہ نہیں کرتا ہے اپنی خواہشات کی تابعداری کرتا ہے حالانکہ نبی ﷺ جس دین اسلام کو لے کر آئے ہیں وہ صحیح شکل میں موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔ تو دنیا میں اسے رسوائی حاصل ہوگی اور آخرت تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیطان کا ان پر تسلط رہتا ہے۔ وہ زندگی بھر اس کے دام فریب سے باہر نہیں آتے ہیں۔

دوسری رکاوٹ' کسی امام کی تقلید پر بلا دلیل زندگی بھر چلتے رہنا جو کچھ وہ سنتا ہے اسے شریعت سمجھتا ہے اور اس پر قائم رہتا ہے تعصب کی حد تک اس میں جمود کار فرما ہوتا ہے بصیرت سے محروم ہوتا ہے شیطان نے اس کے سوچ کے دریچوں کو بند کر رکھا ہے اور تقلید سے ادھر ادھر کسی جانب وہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا اس لئے کہ اس کے استاد اور مرشد نے اسے پختہ کر دیا ہوتا ہے کہ وہ اس راہ سے ادھر ادھر نہ جائے' اگر اتفاقاً" کہیں اس کے کانوں میں حق و صداقت کی بات پہنچتی ہے جو اس کے ذہن کی معلومات کے خلاف ہوتی ہے تو شیطان فوراً" اس شخص کو اپنی گرفت میں لیتا ہے اور اسے بار بار کہتا ہے کہ تو اپنا مسلک چھوڑ کر کدھر جا رہا ہے تجھے اپنے مسلک پر قائم رہنا چاہیے اور اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کے خلاف کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے تو فوراً" شیطان کے اکسانے سے دھوکے میں آجاتا ہے اور حق و صداقت سے دامن چھڑا لیتا ہے اسی بنیاد پر صوفیا کا قول ہیکہ علم تو اللہ کی جانب رسائی حاصل کرنے میں رکاوٹ ہے اپنے مرشد کی تقلید پر تعصب اور محبت کے ساتھ جمے رہو۔

جب ہم اہل کتاب کے ان واقعات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ واقعتاً ان کے واقعات اور ان کی زندگی ہمارے لئے باعث عبرت ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک فرماتے ہیں لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (یوسف ۱۱۱) " بلا شبہ ان کے واقعات عقل والوں کے لئے درس عبرت ہیں نیز تقلید کے ہلاکت آفریں جراثیم سے تحفظ عطا کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها(محمد ۲۴) " یہ قرآن پاک میں تدبر کیوں نہیں کرتے بلکہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں "

نیز فرمایا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ (ص ۲۹) " قرآن پاک کو ہم نے آپ کی جانب نازل کیا جو برکت والا ہے تاکہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں "ایک حدیث میں امت محمدیہ کو آپ ﷺ نے خبردار کیا ہے کہ قرآن مجید آپ کے حق میں دلیل ہے اگر آپ نے اسے سمجھا اور اس کی روشنی میں زندگی بسر ہوتی رہی لیکن قرآن پاک آپ کے خلاف دلیل ہے جب آپ قرآن پاک کے مامورات اور منہیات کے مطابق زندگی بسر نہ کریں پس قرآن پاک کا فہم ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے لیکن قرآن پاک کے معانی کا علم نہیں رکھتا ہے اللہ کے ڈرانے اور خوشخبری سے بے خبر ہے گویا کہ وہ اپنے پروردگار کے ساتھ استہزاء کر رہا ہے ۔ استاذ مکرم شیخ محمد عبدہ صاحب کے درس میں شریک ایک مقلد شخص نے سوال اٹھایا کہ علماء کا قول ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت عبادت کا درجہ رکھتی ہے آپ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے وضاحت کی کہ علماء کا یہ قول نہیں کہ قرآن پاک صرف تلاوت کی غرض سے نازل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہے۔ اور کس طرح علماء کرام اس طرح کا جملہ زبان پر لا سکتے ہیں جب کہ اللہ پاک جس نے قرآن پاک کو نازل فرمایا ہے اس نے قرآن پاک کے نازل ہونے کا سبب بتایا ہے لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ (ص ۲۹) " تاکہ اس کی آیات میں تدبر کرے اور عقل مند لوگ نصیحت حاصل کریں "

چنانچہ بعض احادیث میں آپ نے ایسے لوگوں کی کیفیت کو واضح کیا ہے جو آپ کے بعد آئیں گے۔ آپ نے فرمایا يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ اَوْ تَرَاقِيَهُمْ وَقَدْ سَمَّاهُمْ شِرَارَ الْخَلْقِ "یعنی قرآن پاک کی تلاوت کریں گے لیکن اس کے اثرات ان کے حلق سے نیچے نہیں جائیں گے۔ اس طرح کے لوگ تمام مخلوق سے بد تر ہیں" ان سے مقصود بدترین لوگ ہیں جو قرآن پاک کو گانے کے انداز میں مختلف سروں میں پڑھتے ہیں اگر آپ ان سے ان آیات کے مطالب اور معانی دریافت کریں تو وہ متکبرانہ انداز میں بگڑ جاتے ہیں اور اپنی عزت کا مسئلہ ذہن میں رکھ کر ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ اور مزاحیہ انداز میں استخفاف پر اتر آتے ہیں۔ مشہور مثال ہے کھسیانی بلی کھمبا نوچے

استاذ مکرم مفتی محمد عبدہ نے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص اپنے کسی دوست کی جانب خط بھیجتا ہے چنانچہ مرسل الیہ اس خط کو ترنم سے پڑھتا ہے یا مزاحیہ انداز میں اس کی تلاوت کرتا ہے لیکن اس کے مفہوم کی جانب توجہ نہیں کرتا نہ یہ معلوم کرتا ہے کہ اس نے کس کام کے لئے خط بھیجا ہے۔ تو مکتوب بھیجنے والے کے تاثرات کیا ہوں گے۔ کیا وہ مرسل الیہ سے خوش ہو گا یا اس کے اس رویہ کو استہزاء پر محمول کرے گا غور کریں مکتوب بھیجنے سے صرف کاغذ کا پرزہ مقصود نہیں نہ الفاظ کے نقوش مقصود ہیں اور نہ یہ مقصود ہے کہ مکتوب کی عبارت کو خوبصورت آواز سے ادا کیا جائے اصل مقصود بھیجنے والے کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ اس نے کن وجوہات کے پیش نظر مکتوب بھیجا ہے تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

یاد رکھو! قرآن پاک کے مطالب معلوم کر کے ان سے ہدایت حاصل کرنا ہر مکلف کے لئے ہر دور میں اور ہر جگہ میں ضروری ہے خواہ مرد ہو یا عورت پس قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے معانی پر بھی غور کرے اور قرآن فہمی کی کوشش کرے اور اس کے مطابق عملی زندگی بسر کرے اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جس شخص کو عربی زبان کے ساتھ کچھ تعلق ہے اور وہ کچھ سمجھتا بھی ہے تو وہ قرآن پاک سے اپنی ضرورت کے مطابق روشنی حاصل کرے لیکن جو شخص عربی زبان کا فہم نہیں رکھتا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ درس قرآن کی مجلس میں حاضر ہو کر قرآن پاک کے مطالب سے آگاہ ہوتا رہے۔ (المنار ج ۱ ص ۴۴۹۔۴۵۰)

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اے بنی اسرائیل ! میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمکو اہل عالم پر فضیلت بخشی اور اس دن سے ڈر جاؤ جب کوئی شخص کسی شخص کے کام نہ آسکے گا اور نہ اس سے بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو کسی کی سفارش کچھ فائدہ دے گی۔ اور نہ لوگوں کو (کسی اور طرح کی) مدد مل سکے گی۔

بنی اسرائیل پر اس نعمت کا ذکر پہلے بھی گزر چکا ہے اب دوبارہ ایک مناسبت کے پیش نظر ذکر کیا جا رہا ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ان کا تورات پر غور و فکر کی بجائے اس سے اعراض کرنا دراصل اس کا انکار کرنا ہے اور انہیں خیر خواہانہ انداز میں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ نے تمہیں عزت عطا کی دیگر تمام قوموں پر برتری عطا کی جبکہ اللہ نے تمہاری رہنمائی کے لئے تورات کو نازل کیا تو تم نے کتاب کے احکام کے مطابق اپنی عملی زندگی میں نکھار پیدا نہ کیا بلکہ تمہاری کیفیت یہ رہی کہ جس طرح گدھے پر کتابیں لادی ہوئی ہوں اسے کچھ علم نہیں کہ اس کی پشت پر کیسا بوجھ ہے اسی طرح تم نے بھی اس نعمت عظیمہ کی ناقدری کی اگرچہ اس آیت کی تفسیر بیان ہو چکی ہے اب اس آیت کو کسی نئے فائدے کے پیش نظر ذکر کیا جارہا ہے اس سے بعد والی آیت میں اس واقعہ کا جو نتیجہ پیش کیا جارہا ہے اس کی یہ تمہید ہے مقصود ان پر حجت قائم کرنا ہے۔

واتقوا یوما۔ قیامت کے دن تمہارا کوئی عذر مسموع نہیں ہوگا' جب تم سے دریافت کیاجائے گا کہ تم نے کتاب اللہ سے کیوں اعراض کیا تھا جب تمہارے اسلاف نے کتاب کے مفہوم کو سمجھا تھا تو تم نے انکے تدبر کو کافی سمجھا تم نے خود تدبر نہ کیا تو قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ اس میں کوئی شخص کسی شخص کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ صحیحین کی ایک حدیث اسکی تائید کر رہی ہے

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے فرمایا یَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مِنْ مَّالِيْ مَا شِئْتِ اِنِّيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا " فاطمہ محمد ﷺ کی لخت جگر! تو مجھ سے مال طلب کرلے جس قدر تو چاہے لیکن میں تجھے اللہ کے عذاب سے کچھ فائدہ نہیں پہنچاسکتا" پس جب تمہارے اسلاف کافہم تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچاسکتا کہ تم نے کتاب کی راہ نمائی سے اعراض کیا۔ تو ان کی سفارش تمہیں کچھ فائدہ نہ دے سکے گی۔ اور تمہاری کوتاہیوں کے بدلے میں کسی قسم کا جرمانہ ' معاوضہ ' فدیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول کر کے تمہاری کوتاہیوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ اور کوئی سفارش بھی کام نہیں آئے گی۔ اور انہیں کسی جانب سے بھی ہرگز تعاون نہ ہوگا۔ اس آیت کی تفسیر کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے اللہ نے کہا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ (پروردگار) میری اولاد سے بھی پیشوا بناؤ۔ اللہ نے فرمایا کہ ہمارا اقرار ظالموں کے لئے نہیں ہوا کرتا۔

اس آیت کے مخاطب مشرکین مکہ اور اہل کتاب ہیں اس لئے کہ مشرکین عرب اپنے اسلاف ابراہیم علیہ السلام اور اس کے خاندان کا تذکرہ کرتے ہوئے اہل کتاب پر اپنی برتری کا اظہار کیا کرتے تھے بالکل اسی طرح اہل کتاب بھی اپنی نسبت بواسطہ اسحاق علیہ السلام کے کہ وہ ان کی اولاد سے تھے اپنی برتری کا اظہار کرتے تھے۔ مشرکین مکہ مزید کہا کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ مقدس معبد خانہ کی تعمیر کرنے والے ابراہیم علیہ السلام اور انکے بیٹے اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اور ہمارا انکے ساتھ نسبی تعلق ہے۔

یہ آیات دونوں فریقوں کے خلاف حجت ہیں اس لئے کہ تمام اہل کتاب ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کا راگ الاپتے رہتے تھے۔ اور ان کو اللہ کا پیغمبر سمجھتے تھے جب کہ اسرائیلی بھی خود کو حضرت اسحاق کی وساطت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت اور عظمت کا چرچا کرتے تھے۔ لیکن بنیادی طور پر یہاں خطاب اولاً اہل عرب کو ہے قرآن پاک کے دلائل اہل کتاب کی اصلاح کے پیش نظر ہیں اس لئے کہ قرآن پاک کا نزول رسول اکرم ﷺ پر ہوا اور آپ کا تعلق خاندانی لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھا اہل عرب کے ساتھ ساتھ اہل کتاب کی بھی اصلاح مطلوب ہے جب کہ دین اسلام جو بنیادی طور پر روئے زمین سے کفر و شرک کو مٹانے اور توحید کے قائم کرنے اور قیامت کے قائم کئے جانے کے دلائل کو زور دار انداز میں ثابت کر رہا ہے چنانچہ توحید اور قیامت کے وقوع پر عقلی اور کائناتی دلائل کو متعدد مقامات میں ذکر کیا گیا ہے بالخصوص مکی سورتوں میں ان کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ ہے ان تمہیدی کلمات کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کو مختلف اسالیب کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے جنہیں بالخصوص خلیل اللہ کے لقب کے ساتھ ملقب کیا گیا ہے قرآن پاک میں ان کی زندگی کے خاص خاص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوائف کا تذکرہ بار بار ہوا ہے۔ مقصود ان کی مکمل سیرت بیان کرنا نہیں ہے۔ چنانچہ اب اس آیت کی مختصر وضاحت پیش کی جا رہی ہے ۔ غور فرمائیں۔

اِبتَلٰی :۔ کا لفظ آزمائش کے معنیٰ میں ہے اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اس آزمائش سے لوگوں کو آگاہ کر دیں جس سے اللہ پاک نے انہیں دوچار کیا تھا۔ اللہ پاک نے چند احکامات کے بارے میں ان پر ذمہ داری عائد کی کہ فلاں فلاں کام آپ نے سر انجام دینے ہیں۔ اور فلاں فلاں کاموں سے آپ نے دور رہنا ہے یعنی انہیں شریعت الٰہیہ کا پابند کیا چنانچہ وہ اللہ کے احکام کی ادائیگی میں کامیاب رہے تو اس کامیابی پر اللہ پاک نے انہیں عظیم انعام سے نوازا کہ انہیں رہتی دنیا تک تمام لوگوں کا پیشوا اور امام بنا دیا۔

اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام پر جو ذمہ داریاں عائد کی تھیں ان میں سب سے عظیم محنت طلب ذمہ داری یہ تھی کہ آپ بت پرستوں کے خلاف میدان عمل میں کود پڑیں اور ان کے معبودوں کو جو پتھروں سے بنائے گئے ہیں انہیں توڑ پھوڑ دیں چنانچہ انہوں نے اللہ پاک کے حکم کے مطابق معبد خانہ میں رکھے ہوئے تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا بعد ازاں انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان کے ملک سے ہجرت کر جائیں اور اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ہمارے حکم پر ذبح کر دیں۔

پھر بیت اللہ کی تعمیر اور اس کے حج کے بارے میں لوگوں کو دعوت دیں۔ یہ سب ایسے کٹھن اور مشکل امور ہیں جن میں وہ کامیاب ثابت ہوئے اس کا تذکرہ مختصر انداز میں اس آیت میں ہوا ہے۔ تو اس کامیابی پر اللہ پاک نے انہیں پوری دنیا کی امامت کے لقب کے ساتھ ملقب فرمایا دراصل اس اعزاز کے عطا کرنے میں مشرکین عرب یہود و نصاریٰ کو ڈانٹ پلائی جا رہی ہے۔ اور انہیں خاموش کرانا مقصود ہے۔ کہ تم اپنے تعلق کا ادعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کس طرح کر سکتے ہو جب کہ تمہاری زندگی کے کوائف ان کی سیرت کے خلاف ہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام رئیس الموحدین کے لقب کے ساتھ ملقب ہیں اور تم شرک و کفر میں سربرآوردہ ہو۔ وہ عادل اور منصف مزاج انسان تھے ۔ جب کہ تم ظالم اور فسادی ہو وہ اللہ کی وحی کے مطابق زندگی بسر کرتے رہے اور تم وحی کو تسلیم کرنے سے منکر ہو بلکہ آخر الزمان پیغمبر محمد ﷺ کی نبوت کی تکذیب کر رہے ہو۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے آپ کے بارے میں اللہ پاک سے دعا کی تھی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرۃ ۱۲۹) " اے پروردگار (ان لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان کے دلوں کو پاک صاف کیا کرے بے شک تو غالب اور صاحب حکمت ہے"

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا اَنَا دَعْوَةُ اَبِی اِبْرَاہِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بُشْرٰی عِیْسٰی وَ رُؤْيَا اُمِّیْ " میرا وجود میرے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہے اور میری نبوت کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی کہ میرے بعد آنے والے پیغمبر کا نام احمد ہوگا۔ نیز میری والدہ کو میرے بارے میں خواب میں آگاہ کیا گیا۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

مزید برآں اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام اپنی اس خواہش کا اظہار فرما رہے ہیں کہ میری اولاد میں بھی امامت کو جاری و ساری فرمایا جائے جب کہ ان کی یہ خواہش نہایت بہتر ہے تو اللہ پاک نے آپ کی خواہش کو پورا فرمایا البتہ اللہ پاک نے ظالم لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا کہ وہ خلافت کا استحقاق نہیں رکھیں گے خلافت کے مستحق تو وہ لوگ ہوتے ہیں جن میں خیر کا داعیہ غالب ہو نیز عدل و انصاف کے ساتھ موصوف ہوں ان پر اللہ کی رحمت سایہ افگن ہوتی ہے ۔ لیکن سرکش، ظالم اللہ کے نافرمان اس سے محروم رکھے جاتے ہیں۔

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ :۔ کلام میں ایجاز ہے اس قسم کا ایجاز صرف قرآن پاک ہی کی خصوصیت ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے بھی امامت کے عطیہ کا سوال کیا تو اللہ پاک نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ منصب امامت پر فائز افراد کن اوصاف کے ساتھ موصوف ہونے چاہئیں، بلکہ منفی وصف کا ذکر کیا ہے کہ امامت کے لئے شرط یہ ہے کہ اس منصب پر کسی ظالم انسان کو متعین نہیں کیا جاسکتا اس وصف کی نفی سے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو ظلم سے دور رہنے کا اشارہ مل رہا ہے کہ وہ خود بھی ظلم سے کنارہ کش رہیں اور اولاد کی تربیت بھی اس انداز سے کریں کہ ان میں ظلم کے وصف کا شائبہ تک موجود نہ ہو ورنہ انہیں منصب امامت پر متمکن نہیں کیا جائے گا جب کہ یہ منصب اہم اور اجل ترین منصب ہے۔

دور نبوت اور خلافت منہاج نبوت کے دور کے بعد ظلم و ستم سے کوئی ہی حکمران ایسا ہوگا جو محفوظ رہا ہو جب کہ ظلم کی شدید قباحت والی صورت شرک کی ہے اور شرک کے بارے میں ارشاد باری ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان ۱۳) " شرک تو بہت بڑا ظلم ہے"

چنانچہ امامت کے منصب کا اس شخص کو اہل سمجھا گیا جس میں عدالت کا وصف بدرجہ اتم موجود ہو جب کہ ظالموں کو منصب امامت ہرگز سپرد نہیں کیا جانا چاہیے قرآن پاک میں ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا (النحل ۱۲۰) " بے شک ابراہیم علیہ السلام (لوگوں کے) امام اور اللہ کے فرمانبردار تھے۔ جو ایک طرف کے ہو رہے تھے "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز فرمایا اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ (ھود ۷۵) "بے شک ابراہیم بڑے حلم والے نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے" کہیں بھی اس کی شکل و صورت اس کے لباس اس کے کھانے پینے کے بارے میں تفصیل مذکور نہیں ہیں ہاں ظلم سے خود کو بھی دور رکھے اور لوگوں پر بھی ظلم نہ کرے۔ معلوم ہوا امامت عظمی کے منصب پر ہرگز کسی ظالم کو نہیں بٹھانا چاہیے جبکہ منصب امامت کے لئے علم' عدل کی شرط ہے۔

منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہ درپردہ منصور عباسی خلیفہ کے خلاف بغاوت کرنے کا فتوی دیا کرتے تھے۔ جب کہ علی بن حسن کی موافقت کرتے تھے۔ غالبا یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ کرام نے منصور کے عہد سلطنت میں منصب قضا پر متمکن ہونے سے انکار کر دیااس لئے کہ ان کی امامت صحیح نہیں تھی ان کے انکار پر انہیں جیل بھیج دیا گیا پھر انہیں مجبور کیا گیا کہ وہ منصب قضا سنبھال لیں۔ اس لئے کہ امام صاحب جمہور کی توجہ کا مرکز تھے جبکہ انہوں نے انکار کیا انکار پر انہیں پیٹا گیا اور ان پر ظلم و ستم روا رکھا گیا لیکن ان کے پائے استقلال میں کچھ لغزش نہ آئی یہی کیفیت امام مالک کی تھی انہوں نے وقت کے حاکم کے اصرار پر بھی انکے موافق فتوی نہ دیا تو فتوی نہ دینے کی پاداش میں انہیں کوڑے لگائے گئے۔ اسی طرح ہارون الرشید کے مجبور کرنے کے باوجود امام شافعی رَحِمَہ اللّٰہ نے منصب قضاء کو قبول نہ کیا بعد ازاں وہ بھاگ گئے اور روپوش ہو گئے۔ ان سب سے زیادہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللّٰہ پر مظالم کے پہاڑ گرائے گئے۔ ان پر کوڑے برسائے گئے انہیں جیل میں محبوس کردیا گیا تاکہ وہ قرآن پاک کے مخلوق ہونے کا فتوی صادر کریں لیکن امام صاحب رحمہ اللّٰہ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی چنانچہ راقم الحروف نے ایک عربی کتاب محنة الامام احمد بن حنبل رحمہ اللّٰہ تالیف ڈاکٹر غش کی کتاب کو اردو کالباس پہنایا اور اس کو (امام احمد بن حنبل رحمہ اللّٰہ کا دور ابتلاء) کے نام سے شائع کیا اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں بعض سعودی اداروں نے ہزاروں کی تعداد میں خرید کر اسے اردو دان اصحاب کے لئے مفت تقسیم کیا۔ والحمد للہ علی ذالک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ
اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا
بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ
اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ
مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ
قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور (حکم دیا) کہ جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنالو اور ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔ اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے پروردگار! اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں ان کے کھانے کو میوے عطا کر تو اللہ نے فرمایا کہ جو کافر ہوگا۔ میں اس کو بھی کسی قدر فوائد سے ہم کنار کرتا رہوں گا۔ (مگر) پھر اس کو (عذاب) کے بھگتنے کے) لئے ناچار کردوں گا اور وہ بری جگہ ہے

ابراہیم علیہ السلام کو منصب امامت پر سرفراز فرمانے کے بعد تمام لوگوں کو اس کی اتباع کرتے ہوئے بیت اللہ کے حج کرنے کا حکم دیا جس کی تعمیر کا شرف ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا تو اللہ پاک رسول اکرم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے مطلع فرما رہے ہیں کہ ہم نے بیت الحرام کی عظمت اور محبت کو تمام لوگوں کے دلوں میں پیوست کر دیا ہے کہ وہ بار بار دور دراز سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے بیت اللہ کی زیارت سے شرف باریابی حاصل کرتے رہیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ بیت اللہ کی عظمت اور احترام کا تقاضا یہ ہے کہ جتنے حصہ کو بیت اللہ کے ارد گرد حرم قرار دیا ہے اس میں کسی انسان کا خون نہ گرایا جائے۔ گویا کہ اس شہر کو قتل و غارت اور ڈاکہ زنی سے تحفظ حاصل رہے گا۔ جب کہ اس کے ارد گرد دوسرے شہروں کا حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ کہ ان میں کسی شخص کا مال و جان محفوظ نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ (العنکبوت ٦٧)

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے اور لوگ اس کے اردگرد نواح سے اچک لیئے جاتے ہیں کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں"

بیت اللہ کے سبب مکہ شہر اور اس کے اردگرد حرم پاک کو دارالامن قرار دیئے جانے میں بنیادی طور پر ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو دخل ہے چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو ملت ابراہیمی کی دعوت دی اور بیت اللہ کی عظمت اور احترام کو از سر نو لوگوں کے دلوں میں اجاگر کیا۔ اگرچہ قریش مکہ اور عرب کے دیگر قبائل آپ کی آمد سے پہلے بھی کعبتہ اللہ کی عظمت اور احترام کے قائل تھے۔ اور عملاً بھی احترام کرتے تھے۔ "مَثَابَةً" میں بار بار زیارت کے لئے دیوانہ وار سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے وہاں حاضری دینا ہے اور دلوں کی اجڑی ہوئی بستیوں کو وہاں حاضری دینے سے آباد کرنا ہے اور جو لوگ اس کی زیارت کے اسباب مہیا نہ کرسکیں تو ان کی کیفیت یہ ہو کہ بظاہر ان کا جسم تو ان کے وطن میں ہو لیکن دل کا تعلق بیت الحرام سے وابستہ رہے بیت اللہ کی عظمت اور محبت کی یہ کیفیت ہر دور میں اسی طرح سے ہے جیسا کہ آج کل بھی اسی جذبہ' کشش دیوانگی' بر فروختگی کی کیفیت دیکھنے میں آتی ہے بلکہ کون ہے جس نے ایک بار بیت اللہ کی زیارت کی ہے وہ دوسری بار وہاں حاضری دینے کے لئے بے تاب نہ ہو پس جو لوگ کسی رکاوٹ کی وجہ سے وہاں حاضر ہو کر زیارت نہیں کر پاتے ہیں تو ان کی تمنائیں' آرزوئیں اور ان کی مجنونانہ کیفیت دیکھنے والوں کو حیرت و استعجاب میں مستغرق کر دیتی ہے۔

"وَ اَمنًا"۔ ہم نے حرم پاک کو بیت اللہ کی نسبت سے امن کا گہوارہ بنا دیا ہے۔ حرم پاک کا سہارا حاصل کرنے والے کمزور لوگ جو دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں جب تک حرم میں رہیں انہیں ان کا دشمن بھی تکلیف پہنچا نہیں سکتا بلکہ بسا اوقات وہ صلح پر آمادہ ہو جاتا ہے اور لڑائی سے نفرت کرتا ہے اور صلح کو ترجیح دیتا ہے جب کہ دنیائے عالم کے تمام شہر خطرات سے بھرے پڑے ہیں لوگوں کو وہاں امن چین نصیب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا ہے جب کہ حرم پاک امن و سکون کا گہوارہ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص جب اپنے باپ کے قاتل کو حرم میں گھومتے ہوئے دیکھتا ہے۔ تو وہ اسے قتل نہیں کرتا بلکہ اس کے اعصاب میں تناؤ تک رونما نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کے جرم کو معاف کر دیتا ہے لیکن جب کوئی شخص حرم میں کسی کو قتل کرتا ہے تو قاتل کو اس کے جرم کی پاداش میں قتل کرنے پر تمام علماء کا اجماع ہے بلکہ حرم پاک میں کسی پرندے اور وحشی جانور کا شکار بھی ممنوع ہے۔ ارشاد نبوی ہے

عَنْ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِاَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ يُحِلَّ لِي اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ (بخاری، مسلم)

" عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلا شبہ مکہ شہر کو اللہ پاک نے اس وقت سے حرم پاک قرار دیا ہے جب اللہ پاک نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا پس اس کی حرمت اللہ پاک کے اس کو حرم پاک قرار دینے سے قیامت تک قائم رہے گی۔ اس میں ہرگز شک و شبہ نہیں کہ مجھ سے پہلے کسی شخص کے لئے اس شہر میں لڑائی برپا کرنا جائز نہیں تھا اور میرے لئے اس میں جنگ و جدال کرنا جائز نہیں البتہ صرف ایک ساعت کے لئے مجھے لڑائی کی اجازت عطا ہوئی تھی اس کے بعد اس کی حرمت قیامت کے وقوع تک برقرار رہے گی پس حرم پاک کے کسی کانٹے دار درخت کو بھی کاٹنا درست نہیں حرم پاک میں کسی جنگلی جانور کا شکار کرنا بھی درست نہیں ہے اسی طرح حرم پاک کی حدود میں کسی شخص کے گرے ہوئے مال و متاع کو اٹھانا بھی جائز نہیں البتہ اس شخص کو اجازت ہے جو اس کا اعلان کرے اور اس کے مالک کو تلاش کر کے اس کے سپرد کرے نیز حرم پاک کی حدود سے گھاس کاٹنا بھی درست نہیں ہے عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت مرحمت فرمائیں اس لئے کہ وہ لوہار پیشہ لوگوں کی ضرورت ہے نیز گھروں کی ضرورت ہے تو آپ نے بطور خاص اس کی اجازت مرحمت فرمائی (بخاری، مسلم)

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى :۔ ایک قرات میں (اِتَّخَذُوا) فعل ماضی ہے۔ اس کا معطوف علیہ وَاِذْ جَعَلْنَا ہے جبکہ دیگر قراء اس کو صیغہ امر قرار دیتے ہیں قرآن پاک اپنے مخاطبین کو اس حکم سے آگاہ کر رہا ہے کہ تم مقام ابراہیم کو نماز ادا کرنے کی جگہ قرار دو جیسا کہ تمہارے اسلاف نے ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں مقام ابراہیم کو نماز ادا کرنے کی جگہ قرار دیا بلکہ جو شخص بھی بیت اللہ کا حج کر رہا ہے اسے حکم دیا جا رہا ہے کہ اسے ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اپنانا چاہیے انہوں نے مقام ابراہیم کو مصلّٰی قرار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا تھا تو ان کی اقتداء کی جائے

مقام ابراہیم کی وضاحت :۔ مقام ابراہیم سے مقصود وہ پتھر ہے جو کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت جس پتھر پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی تعمیر فرما رہے تھے چنانچہ مسلم شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا لَمَّا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهٖ عَمَدَ اِلٰی مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ فَصَلّٰی خَلْفَهٗ رَكْعَتَيْنِ وَ قَرَأَ الْاٰيَةَ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ۔

رسول اکرم ﷺ مقام ابراہیم کے قریب تشریف لے گئے وہاں اس سے نیچے آپ نے دو رکعت نفل طواف ادا کیں اور یہ آیت تلاوت فرمائی ۔ اور فرمایا

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى: "مقام ابراہیم کے قریب دو رکعت نفل ادا کرو" (مسلم)

چونکہ ازدحام کے سبب سبھی حجاج کو اس کے قریب جا کر نفل ادا کرنا ممکن نہیں تو جس قدر قریب جگہ میسر آسکے وہاں دو رکعت نفل ادا کئے جائیں البتہ فرض نماز باجماعت کی ادائیگی کے وقت امام مقام ابراہیم کے پاس کھڑا ہو گا ۔

مقام ابراہیم کے بارے میں ایک حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ تین معاملات میں میرے پروردگار سے میری موافقت ہوئی ۔ ان میں سے ایک معاملہ یہ ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ! میں چاہتا ہوں کہ آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنائیں تو میری چاہت پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۲)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام پتھروں سے دیوار تعمیر فرماتے تھے ۔ جب دیوار ذرا بلند ہوئی تو اسماعیل علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام کو پتھر پہنچاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام پتھروں سے دیوار تعمیر فرماتے تھے ۔ ان کے قدموں کے نشانات اس پر نظر آتے رہے ۔ اب تک وہ آثار موجود ہیں ۔ چنانچہ ابو طالب نے ایک شعر میں اس کا ذکر کیا ہے ۔

وَ مُوْطِئُ اِبْرَاهِيْمَ فِی الصَّخْرِ رَطْبَةٌ
عَلٰی قَدَمَيْهِ حَافِيًا غَيْرَ نَاعِلٖ

" پتھر پر ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشانات موجود ہیں جب کہ ان کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا "

جب کہ لوگوں کے ہاتھوں کے بار بار مساس سے اب نشانات کچھ مدہم پڑ گئے ہیں ۔

خیال رہے عہد رسالت اور خلافت ابو بکر صدیق کے عہد میں مقام ابراہیم بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ ملحق تھا ۔ جب کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم کو دیوار سے دور ہٹا دیا ان کا یہ عمل لائق اتباع ہے اس لئے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ۔

اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ (ترمذی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"میرے بعد تم نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنی ہے"
مزید برآں کچھ ایسے احکامات ہیں جو عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئے۔ اس لحاظ سے ان کا یہ عمل بھی درست معلوم ہوتا ہے۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۴)

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ:۔

اللہ پاک نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ وہ اس جگہ کو پاک صاف رکھیں جس کی نسبت میں نے اپنی جانب کی ہے اور اسے اپنا گھر قرار دیا ہے جیسا کہ نَاقَةُ اللّٰهِ اور روح اللہ کی ترکیب خاص خصوصیت کے باعث ہے دراصل وہ صحیح عبادت کا مقام ہے' اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس گھر کو کس سے پاک کیا جائے؟ جواب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ناپاک ہے خواہ حسی لحاظ سے ہو یا معنوی لحاظ سے مثلاً" شرک' بتوں کا وجود' لغویات' آپس میں جھگڑا کرنا وغیرہ سے پاک ہو۔ جب اللہ کی ذات جسم کے وصف سے منزہ ہے تو اس گھر کو اللہ کا گھر' اس کی دیواروں کے سبب اور چھت کے سبب قرار نہیں دیا گیا ہے دراصل حقیقت یہ ہے کہ تمام لوگ ایسی پوشیدہ موجود چیز کی جانب توجہ کرنے سے عاجز ہیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات مکان اور جہت سے منزہ ہے جب کہ انہیں اللہ کی جانب متوجہ ہونے کی ضرورت تھی' جو ان کا خالق ہے اس کا شکریہ بھی ادا کرنا تھا' اس سے استمداد کرنا تھا' جب کہ وہ تقیید کے دائرہ سے مستثنیٰ تھا' اس لئے اس کے لئے ایک جگہ بیت اللہ کا تعین کر دیا گیا اس سے اشارہ ملتا ہے کہ اللہ قبلہ کی جانب میں ہے جب کہ حقیقی وجود کے لحاظ سے اللہ پاک عرش پر مستوی ہے بلکہ جب آپ ﷺ نے ایک لونڈی سے استفسار کیا کہ اللہ کہاں ہے تو اس نے اشارہ کر کے بتایا کہ اللہ آسمانوں میں ہے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ یہ لونڈی ایمان دار ہے اسے آزاد کر دو چنانچہ اسے آزاد کر دیا گیا۔ اگر اللہ پاک اپنے بندوں کو مطلقاً" اپنی عبادت کا حکم دیتا تو ظاہر ہے کہ شریعت کے واضح نصوص کے مطابق اللہ کی ذات بے مثل ہے تو لوگ حیران ہو جاتے کہ اللہ کی ذات کی جانب کس طرف متوجہ ہوا جائے۔ اس لئے قبلہ کی جانب کو متعین کر دیا گیا لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا بیت اللہ میں حلول ہے جب کہ اللہ پاک نے حلول کی نفی کی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ "اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کا چہرہ ہے"

بیت اللہ میں اللہ کی عبادت بصورت بیت اللہ کا طواف' سعی بین الصفا والمروہ' مسجد الحرام میں اعتکاف' حالت رکوع اور حالت سجود میں اللہ کا ذکر کرنا ہے اور اس سے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا ہے۔ جملہ طَهِّرَا بَيْتِيَ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ تعمیر ہو چکا تھا۔ اسی لئے اس کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر کی بنیاد طہارت اور تقویٰ پر رکھی جائے نیز اسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر اللہ کی عبادت سے بھی پاک رکھا جائے۔
وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا:۔ اس آیت کا عطف پہلی آیت پر ہے اہل حرم پر اللہ پاک کے احسانات ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے سبب ہیں کہ مکۃ المکرمہ کو امن والا شہر بنا دیجئے۔ اس سے پہلے بیت اللہ کو امن والا قرار دیا جا چکا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ مکہ مکرمہ دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہے گا۔ دشمن اس شہر کا اور اس کے باشندوں کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ چنانچہ اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ ان کی دعا کا نتیجہ ہے کہ بیت اللہ پر زیادتی کرنے والے انسان کی زندگی ظلم و تعدی کی صورت میں کچھ زیادہ طویل نہ رہی اور حملہ آور بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ بلکہ حملہ کے اثرات عارضی رہے۔ جلد ہی ان کا خاتمہ ہو گیا دعا کا دوسرا جملہ یہ ہے کہ اس شہر میں سکونت اختیار کرنے والے ایمانداروں کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔ چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ اس خبر کی تصدیق کر رہا ہے کہ سورہ قصص میں اس کی وضاحت موجود ہے ارشاد باری ہے۔

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (القصص ۵۷)

"کیا ہم نے ان کو حرم میں جو امن کا مقام ہے جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں اور یہ ہماری طرف سے ہے" چنانچہ روئے زمین کے جس خطہ میں جو پھل بھی پائے جاتے ہیں وہ مکہ مکرمہ کے بازاروں میں آسانی کے ساتھ ہر وقت دستیاب رہتے ہیں۔ کسی خاص شہر یا کسی خاص فروٹ کی تخصیص کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ابراہیم علیہ السلام نے تو انعامات کے ساتھ نوازنے کا خاص طور پر ایمانداروں کا ذکر کیا تھا۔ جیسا کہ ان کے لئے یہی مناسب تھا جب کہ اللہ پاک کی رحمت بہت وسیع ہے اس نے دنیا میں تو رزق مومن، کافر سبھی کے لئے عام کیا ارشاد باری ہے۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (الاسراء ۲۰)

"ہم ان کو اور ان سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رکی ہوئی نہیں ہے۔ جب کہ کافر محدود انداز میں مختصر عمر میں فوائد سے نوازا جاتا ہے موت کے بعد اسے اضطراری طور پر دوزخ کے عذاب کی جانب لے جایا جائے گا اس وقت وہ محسوس کرے گا کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کفر مجھے اس دردناک عذاب کی جانب دھکیل دے گا اس وقت وہ محسوس کرے گا کہ دنیوی زندگی میں بھی اسباب اور مسببات کا آپس میں گہرا ربط ہے جس کی بنا پر اعمال کے اثرات اچھے اور برے وجود میں آتے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ شہوت میں حد اعتدال سے تجاوز کرنے والے افراد دنیوی زندگی میں بھی بعض بیماریوں کی زد میں آجاتے ہیں اسی طرح جسمانی تھکاوٹ یا رات دن سونے والے اور کوئی کام نہ کرنے والے اشخاص بھی بیماریوں کے حملوں سے محفوظ نہیں رہتے ہیں، اس وضاحت کی روشنی میں جو کفار اور فساق لوگ کفر اور فسق اختیار کرنے میں خود مختار ہوتے ہیں تو انہیں ان اعمال کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزا ملے گی جن کے کرنے میں وہ صاحب اختیار تھے بالکل اسی طرح آیات الٰہیہ کا انکار کرنا انسان کو اللہ کے عذاب کی جانب دھکیل دے گا۔ جب کہ انسان کو خیر اور شر کے دونوں پہلوؤں کے دلائل کی روشنی میں آگاہ کیا جا چکا ہے بنیادی نقطہ نظر یہ ہے کہ ہر انسان کا علم اور اس کے اعمال جو اس کے اعضاء اور جوارح سے صادر ہوتے ہیں ان کے اثرات سے انکار ممکن نہیں ہے۔ یعنی اچھے اعمال اسے اضطراری طور پر سعادت ابدیہ کے مقام کی جانب دھکیل دیتے ہیں جب کہ برے اعمال بھی اسے اضطراری طور پر شقاوت ازلیہ کی جانب دھکیل دیتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ کی تقدیر کے تابع ہے تو اس وضاحت کی روشنی میں یہ کہنا نہایت مناسب ہے کہ اللہ نے کافر کو عذاب کی جانب دھکیل دیا ہے اس لئے کہ عقائد فاسدہ اور اخلاق مذمومہ کے ساتھ روحانیت کو مکدر کرنا آخرت میں اللہ کی ناراضگی اور اس کے انتقام کو دعوت دینا ہے بالکل جیسا کہ دنیوی زندگی میں میلے کچیلے رہنے والے صحت کا خیال نہ رکھنے والے خود کو بیماریوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ چونکہ انسان کے عقائد، اخلاق، اعمال اس کے کسب اور اختیار سے وجود پذیر ہوتے ہیں تو جب انسان حق و صداقت سے روگردانی کرتے ہوئے باطل کو پسند کرتا ہے حالانکہ اللہ نے اسے عقل بھی عطاء کی تھی اور اللہ کی جانب سے وحی بھی نازل ہوئی جس نے حق و باطل میں امتیاز قائم کیا پھر اگر وہ باطل کو پسند کرتا ہے تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس نے خود پر ظلم کیا اور اپنے اعمال سے جو اس کے کسب کا نتیجہ ہیں خود کو عذاب الٰہی کے سپرد کیا (المنار ج ۱ ص ۴۶۴ - ۴۶۵)

بیت اللہ کی حرمت کے بارے میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو حرم پاک اور اس کو امن والا ٹکڑا بنانے کی دعا کی جب کہ میں مدینہ منورہ کو حرم قرار دیتا ہوں اس کے حرم کی حدود میں شکار کرنا اور درختوں کو کاٹنا ممنوع ہے لڑائی کرنا ہتھیار اٹھانا ممنوع ہے۔

نیز ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام باغات کا پھل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پھلوں کو ہاتھ پر رکھتے ہوئے دعا فرماتے، اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت فرما ہمارے مدینہ شہر میں برکت نازل فرما ہمارے صاع، اور مد (پیمانوں) میں برکت فرما۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے تیرے خلیل اور تیرے پیغمبر تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے دعا کی تھی اور جس طرح انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے دعا کی تھی اسی طرح کی دعا میں مدینہ منورہ کے لئے کرتا ہوں بلکہ اس سے زائد بعد ازاں کسی چھوٹے بچے کو بلاتے اور پھل اس کے ہاتھ میں تھما دیتے مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کے بارے میں فرمایا یہ ایسا پہاڑ ہے ہمیں اس کے ساتھ محبت ہے اور اسے ہمارے ساتھ محبت ہے بلکہ ایک حدیث میں اضافہ ہے کہ مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ سے دوگنا زائد برکت فرما۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ ایک حدیث میں مکہ مکرمہ کی حرمت کا ذکر آسمان و زمین کی تخلیق سے بھی پہلے کا ہے لیکن ان دونوں احادیث میں تضاد نہیں ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے تو جب آسمان اور زمین پیدا فرمائے اسی وقت مکہ مکرمہ کو حرم قرار دے دیا تھا ۔ البتہ ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حرمت کا ذکر لوگوں تک پہنچایا اس لحاظ سے مکہ مکرمہ کی حرمت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے بہت پہلے سے ہے ۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ پاک کے ہاں خاتم النبیین کے وصف کے ساتھ موصوف تھے جبکہ آدم علیہ السلام کا ابھی ڈھانچہ ہی تھا اس کے باوجود ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پیغمبر مبعوث ہونے کی دعا کی تھی ۔ آپ نے فرمایا :۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ (البقرۃ ۱۲۹)

" اے پروردگار ان (لوگوں) میں انھیں میں سے پیغمبر مبعوث فرما " (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۸)

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾

اور جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کئے جاتے تھے کہ) اے پروردگار ہم سے یہ خدمت قبول فرما بے شک تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے اے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھیو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہو اور (پروردگار) ہمیں ہمارے طریق عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما بے شک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے پروردگار ان لوگوں میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیو جو ان کو تیری آیات پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحب حکمت ہے۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اہل عرب پر اللہ پاک نے بیت اللہ کا انعام فرمایا کہ بار بار لوگ اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور وہ امن کا نشان ہے اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لئے جس میں اللہ کا گھر ہے اس کے مامون و مصون ہونے کی دعا کی تھی ۔ نیز اس کی جانب دور دراز شہروں سے عمدہ قسم کے پھل بھیجے جاتے ہیں۔ تو اس شہر کے باشندے ان سے متمتع ہوتے ہیں ۔ ان انعامات الہیہ کا کوئی بھی انکار کرنے کی جرات نہیں پاتا تھا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ بیت اللہ کو طواف کرنے والوں کے لئے ہمیشہ پاک صاف رکھا جائے۔ اس میں بتوں کو ہرگز نہ رکھا جائے۔ چونکہ وہ اللہ کا گھر ہے اس لئے وہاں پہنچ کر ہرگز غیراللہ کی عبادت نہ کی جائے اور دور جاہلیت کے انداز کے مطابق بیت اللہ کا کپڑے اتار کر طواف کرنا ممنوع ہے۔

اس کے بعد بیان ہو رہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ہی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے تعاون کے ساتھ بیت اللہ کو تعمیر فرمایا اور باپ بیٹا دونوں نے بیت اللہ کی تعمیر کرتے وقت اللہ پاک سے دعا کی کہ اے اللہ ہماری اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرما۔ تو اے مکہ والو! تمہیں اپنے اسلاف کے نقوش پر چلنا چاہیے۔ بالخصوص قریش قبیلہ کے لوگ اپنی نسبت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے تھے اور ملت ابراہیمی پر رواں دواں رہنے کے مدعی تھے۔ جبکہ عرب کے تمام باشندے قریش قبیلہ کے ساتھ اپنی نسبت رکھتے تھے۔ اور انہیں اپنا سردار تسلیم کرتے تھے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما الصلوۃ و السلام دونوں بیت اللہ کے معمار تھے۔ اور انہوں نے اللہ کی عبادت کے لئے اس کو تعمیر کیا تھا۔

جبکہ واعظ قسم کے مفسرین نے اس کی تعمیر کے بارے میں ایسے واقعات ذکر کئے ہیں جن میں ذرہ بھی صداقت موجود نہیں ہے۔ نہ ان واقعات کو اللہ پاک نے بیان فرمایا ہے انہوں نے بیت اللہ کو بہت قدیم بتایا ہے۔ اور ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام نے بیت اللہ کا حج کیا پھر طوفان نوح کے دوران اسے اٹھا لیا گیا۔ اس کے بعد دوبارہ اسے زمین پر لایا گیا۔ ان تمام واقعات کے سلسلہ میں جو روایات منقول ہیں وہ اسانید کے لحاظ سے صحیح نہیں ہیں ان میں تناقض اور تعارض بھی موجود ہے سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ وہ مشمولات قرآن پاک کے ظاہر کے خلاف ہیں تعجب ہے کہ جن مفسرین نے ان واقعات کو اس آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے انہیں خیال نہ آیا کہ کیوں ہم قرآن پاک کی تفسیر میں جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعات کو ٹھونس رہے ہیں۔ ان کا کچھ ثبوت نہیں۔ مزید یہ کہ قرآن پاک کے بیان کے بالکل منافی ہیں۔ اس سے بھی زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کے دور میں کعبہ کو آسمان سے دنیائے زمین پر اتارا گیا آدم علیہ السلام نے اس کا حج کیا اور عرفہ میں مائی حوا کے ساتھ ان کا تعارف ہوا۔ قبل ازیں جب اسے جنت سے زمین پر اتارا گیا تھا تو وہ آدم علیہ السلام سے بچھڑ گئی تھیں۔ مزید اس واقعہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے انہوں نے جدہ کے قرب و جوار میں مائی حوا علیھا السلام کی مصنوعی قبر بھی بنا ڈالی۔

نیز ان مفسرین نے ذکر کیا کہ جب طوفان نوح کے ختم ہونے کے بعد کعبہ مکرمہ کو زمین پر لایا گیا تو اسے حجر اسود کا زیور پہنایا گیا۔ جب کہ حجر اسود سفید یاقوت کا تھا۔ یا ایک روایت میں زمرد کا تھا۔ جنت کے یاقوت یا زمرد سے اسے لایا گیا تھا۔ اور اسے ابو قبیس پہاڑ کے اندر رکھا گیا۔ جب پہاڑ زلزلہ کے سبب متحرک ہوا تو پتھر پہاڑ سے باہر نکل آیا پہلے اس کا رنگ سفید تھا۔ جب حائضہ عورتوں نے اسے ہاتھ لگایا تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا ایک قول یہ ہے کہ گناہ گار لوگوں کے ہاتھ لگانے کے سبب اس کا رنگ سیاہ ہو گیا۔خیال رہے یہ سب اسرائیلی خرافات ہیں۔ ان میں صداقت کا شائبہ تک بھی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کے دشمن یہودیوں نے ان بے بنیاد کہانیوں کو مسلمانوں میں پھیلایا تا کہ دین اسلام کے تاب ناک چہرے کو داغ دار بنایا جائے اور اہل کتاب کو ان سے متنفر کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ان جھوٹے افسانہ تراشنے والوں کو اس دور میں ہیرے کا علم ہوتا تو وہ اس بات کی شہرت کرتے کہ حجر اسود تو اصل میں ہیرا تھا اس لئے کہ ہیرا منظر کے لحاظ سے نہائت پر کشش ہوتا ہے اور نہائت قیمتی پتھر ہوتا ہے در اصل ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ دین کو نہائت پر کشش دلفریب روایات کے ساتھ پیش کریں لیکن جو لوگ عقل و شعور سے خالی ہیں حماقت ان کا اوڑھنا بچھونا ہے وہ تو اس قسم کی چمکدار اور تعجب خیز باتوں سے متاثر ہوتے ہیں جب کہ عقل سلیم رکھنے والے اہل علم خوب جانتے ہیں کہ بیت اللہ کو تو معنوی شرف سے مزین کیا گیا تھا جب اللہ نے اس گھر کا نام اپنے نام کی جانب نسبت کرتے ہوئے رکھاتو اس سے بڑھ کر اس کے لئے اور کیا شرف باقی رہ جاتا ہے پھر اس میں عبادت کو جو فضیلت حاصل ہو گی وہ دنیائے عالم کے کسی ٹکڑے کو حاصل نہیں ہے' یاد رکھیں بیت اللہ پتھروں کے لحاظ سے دیگر پتھروں پر فضیلت کا حامل نہیں ہے اور نہ وہ پتھر آسمان سے اتارے گئے ہیں نہ ان میں چمک دمک ہے جو دیکھنے والوں کی نظر کو خیرہ کر دیتی ہو بالکل اسی طرح انبیاء علیھم السلام کو دیگر انسانوں پر شرف کسی جسمانی خصوصیت کے لحاظ سے نہیں ہے نہ لباس کی عمدگی کا اس میں دخل ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ پاک نے ان کا انتخاب فرمالیا ہے اور انہیں منصب نبوت کے اعزاز سے نوازا ہے جب کہ نبوت کا منصب معنوی چیز ہے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں حسن و جمال زیب و زینت مال و متاع کے لحاظ سے ہے وہ لوگ جو منصب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت پر فائز نہیں ہیں وہ ان لوگوں سے فائق تر دکھائی دیتے ہیں جو منصب نبوت کے عظیم اعزاز سے نوازے گئے ہیں۔

غور فرمائیں عمر رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو کس قدر واشگاف الفاظ میں واضح کیا ہے جب انہوں نے حجر اسود کا بوسہ لیا تو اس سے مخاطب ہو کر یوں گویا ہوئے أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ ثُمَّ دَنَا فَقَبَّلَهُ (ابو بکر ابن شیبہ، مسند احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اس کے بیان کرنے والے بہت زیادہ ہیں)

"خبردار! اللہ کی قسم! بلاشبہ میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے تجھ میں نقصان، فائدہ پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ تیرا بوسہ لیا کرتے تھے تو میں تیرا بوسہ نہ لیتا یہ کہہ کر اس کے قریب گئے اور اس کا بوسہ لیا"

بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حجر اسود کے پاس کھڑے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَ لَا تَنْفَعُ ثُمَّ قَبَّلَهُ ثُمَّ حَجَّ أَبُوْبَكْرٍ وَ وَقَفَ عِنْدَ الْحَجَرِ ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ)

"میں جانتا ہوں بلا شبہ تو پتھر ہے۔ تو نفع نقصان کا مالک نہیں ہے یہ کہہ کر انہوں نے اس کا بوسہ لیا۔ بعد ازاں ابو بکر نے حج کیا وہ بھی حجر اسود کے سامنے کھڑے ہوئے اور اس کو مخاطب کر کے کہا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تو پتھر ہے تو نفع، نقصان نہیں دے سکتا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ وہ تیرا بوسہ لیتے ہیں تو میں تیرا بوسہ نہ لیتا"

خیال رہے عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہے جب کے مرفوع حدیث کی اسناد ضعیف ہے لیکن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل مرفوع حدیث کی تائید کر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ حجر اسود ذاتی طور پر کسی فضیلت کا حامل نہیں ہے۔ دوسرے پتھروں کی مانند ہے، حجر اسود کا بوسہ لینا، اس کو ہاتھ لگانا بالکل اسی طرح کا تعبدی عمل ہے جس طرح کہ نماز ادا کرتے ہوئے قبلہ کی جانب رخ کرنا تعبدی حکم ہے، اور قبلہ کی جانب متوجہ ہونا گویا کہ اللہ کی جانب متوجہ ہونا ہے، جو مکان، جہت سے منزہ ہے، البتہ انسان کی سرشت میں بیت اللہ کی محبت مرکوز ہو چکی ہے۔ جیسا کہ عشاق کے دل میں محبوب کی رہائش گاہ اس کے آثار اس کے مشاہد کا اکرام و احترام حیران کن حد تک جاگزیں ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر نہائت محبت بھرے عالم میں مستی، جذب اور شوق کی کیفیت کے ولولوں کو ان الفاظ کے ساتھ دہراتا ہے۔

وَلَقَدْ أَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى أُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَ ذَا الْجِدَارَ
وَ مَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِي وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" لیلی محبوبہ کی رہائش گاہ کے علاقہ سے جب میرا گزر ہوتا ہے تو میں جذب' مستی' وارفتگی کے عالم میں وہاں کی کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اس دیوار کا بوسہ لیتا ہوں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ محبوبہ کی رہائش گاہ کی محبت میرے دل پر حاوی نہیں ہے۔ البتہ وہاں رہائش رکھنے والوں کی محبت میرے دل میں پیوست ہو چکی ہے"

در اصل وہ علاقہ جس سے محبوب ترک سکونت کرکے چلا جاتا ہے تو عاشق کے دل میں اس علاقہ کی عظمت اور محبت گھر کر جاتی ہے۔ اور جب اس مقام کے مشاہدہ سے عاشق کچھ عرصہ تک محروم رہتا ہے تو اس کے دل میں عشق و محبت کی آگ مشتعل ہوجاتی ہے ۔ اور محبوبہ کے وصال اور قرب کی لذت کے احساسات بیدار ہوجاتے ہیں۔ عشق کی آگ جو مشتعل ہوتی ہے اس کو مزید فروزاں کرنے کے لئے محبوبہ کے کھنڈرات کا تذکرہ کرکے عشق و وارفتگی کی آگ کو مزید مشتعل کرتا ہے۔

جب کہ عام طور پر واعظ لوگ اصل حقائق اور اسرار شریعت سے نابلد ہوتے ہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بیت الحرام' مشاعر حج' حجر اسود میں دیگر مقامات سے ذاتی طور پر کچھ امتیاز ہے۔ مثلاً" کہ وہ حجر اسود کو جنت کے پتھروں سے شمار کرتے ہیں۔ جب کہ جنت کی کیفیات کا تعلق عالم غیب سے ہے۔ جن کیفیات کی وضاحت کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں مذکور ہے۔ ان کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ ہم فرض کرتے ہیں کہ حجر اسود جنت کے پتھروں سے ہے۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو اس پتھر کی کیفیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہی رہتی جو ابتداء میں تھی'حالانکہ تاریخ کے نشیب و فراز اور حوادثات سے حجر اسود بھی محفوظ نہیں رہا' بالخصوص جب قرامطہ بیت اللہ پر حملہ آور ہوئے۔

"مِنَ الْبَيْتِ" سے مقصود وہ خالی جگہ ہے جہاں بیت اللہ کی تعمیر کے لئے ابراہیم علیہ السلام بنیادیں کھڑی کر رہے ہیں اور اسماعیل علیہ السلام انہیں پتھر اٹھا اٹھا کر دے رہے ہیں' چونکہ بیت اللہ کی تعمیر کا حکم ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ اسی لئے غالبا اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نہیں ہے۔ پہلے اَلْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ کے الفاظ ہیں۔ اس کے بعد اسماعیل علیہ السلام کاذکر ہے۔ اس کی تعمیر کرتے وقت دونوں باپ بیٹا تعمیر کعبہ میں بھی مصروف ہیں اور ان کی زبان پر دعائیہ کلمات جاری ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہمارے اس عمل کو شرف قبولیت عطا فرما۔ جب کہ قبولیت سے مقصود اللہ کی رضاہے کچھ شبہ نہیں کہ تو ہماری باتوں کو سنتا ہے ہمارے اعمال اور ہماری نیات کو جانتا ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنا اطاعت گزار' وفا شعار بنا ہمارے اعتقاد اور عمل میں خلوص کو جلوہ افروز فرما کہ ہم ظاہری اسباب کے ساتھ ساتھ ماوراء الاسباب کیفیت میں صرف تجھ سے ہی استعانت کریں اور تیری رضا ہی ہمارا مقصود ہو خواہشات کی پیروی سے مکمل طور پر ہمیں دور فرما' حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اللہ پاک کو خوش کرنا چاہتے ہیں تو ہم خود کو اچھے اخلاق کے ساتھ مزین کریں اور صحیح عقائد کی روشنی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم رواں دواں رہیں اس کیفیت کے اختیار کرنے سے ہم اللہ کی عنایات اور افضال کا مھبط ہوں گے اور ہمارے دل اللہ کی معرفت سے منور ہوں گے اور ہمیں بارگاہ الٰہی میں عزت و کرامت حاصل ہوگی' جب کہ اگر کوئی شخص اعمال صالحہ کی ادائیگی کے ساتھ اپنی شہوت کو تسکین پہنچاتا ہے اور خواہشات نفسانی کو مزید مشتعل کرتا ہے تو اس کا نفس امارہ مزید خباثتوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور وہ اسلام سے کوسوں دور ہوجاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِ وَكِيۡلًا (الفرقان ۴۳) "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا تو کیا تم اس پر نگہبان ہو سکتے ہو"

وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام دونوں باپ بیٹا دعا کر رہے ہیں کہ ہماری اولاد سے بھی ایک جماعت کو اپنا اطاعت گزار اور وفا شعار بنا جس طرح ہم تیری اطاعت میں محو ناؤ نوش ہیں تاکہ جماعتی صورت میں اسلام کی تحریک جاری و ساری رہے اور باہمی تعاون سے اسلام کو قوت اور مقبولیت حاصل ہو۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے عزم بالجزم کیا۔ کہ اسماعیل علیہ السلام کو عرب کے علاقہ میں بحیثیت داعی کے آباد کیا جائے تاکہ وہ اللہ کی توحید کی جانب لوگوں کو دعوت دیں۔ خود وہ شام کے ملک کی جانب واپس چلے گئے۔ چنانچہ اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور ان کی اولاد میں ان کے پروانوں کی ایک جمعیت معرض وجود میں آئی۔ پھر آخر میں اللہ پاک نے ان میں ایک پیغمبر بھیجا جو خاتم النبیین کے لقب کے ساتھ ملقب ہوئے۔

مناسک :۔ سے مقصود معالم حج' مسجد الحرام' منیٰ' مزدلفہ' عرفات' صفا مروہ' چاہ زمزم وغیرہ ہیں جب کہ اعمال حج عمرہ میں احرام باندھنا' بیت اللہ کا طواف ' صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا' منیٰ' مزدلفہ' عرفات میں وقوف کرنا' منی میں قربانیوں کو ذبح کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

تُبۡ عَلَيۡنَا:۔ سے مقصود اللہ پاک سے توبہ کی توفیق طلب کرنا ہے۔ تاکہ ہم گناہوں سے خود کو باز رکھیں اور تیری بارگاہ میں بصد عجز و نیاز کے ساتھ پہنچیں۔ اس میں ہرگز کچھ تردد نہیں کرنا چاہیے کہ جو شخص گناہوں سے آلودہ بارگاہ رب العزت میں عفو و مغفرت کی درخواست کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ گناہ کا ارتکاب اللہ کی ذات سے روگردانی کے باعث ہوتا ہے گویا کہ اللہ کی رحمت اس شخص سے دور ہو جاتی ہے جو اللہ کی ناراضگی کے اسباب مہیا کرتا ہے یعنی سیاہ کاریوں کی جانب رغبت رکھتا ہے' جب اس کی رغبت بارگاہ الٰہی کی جانب ہو جاتی ہے تو وہ شخص خلوص قلب کے ساتھ توبہ کرنے کے بعد اس کیفیت میں ہو جاتا ہے گویاکہ اس سے کوئی گناہ سرزد ہی نہیں ہوا۔ بلکہ جب اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے تو اللہ پاک اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل فرمادیتاہے۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ۔ اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو بھی شرف قبولیت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوازا کہ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں وارد ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام نے میرے پیغمبر ہونے کی خوشخبری دی اور میری والدہ نے میری پیدائش کے سلسلہ میں خواب دیکھا۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ آیات سے مقصود وہ آیات ہیں جو اللہ پاک کی وحدانیت' اس کی ذات کو منزہ اور اس کی شان کو عظمت عطا کرنے والی ہیں۔ نیز پیغمبروں کی صداقت پر شاہد ہیں۔ نیز ان سے مقصود آیات کونیہ اور عقلیہ بھی ہیں جیسے سورج' چاند' ستارے وغیرہ اور سورج کی متعین انداز کی گردش جس سے رات دن ظہور پذیر ہوتے ہیں یہ سب اللہ کی وحدانیت کو ثابت کرتے ہیں' یا آیات سے مقصود قرآن پاک کی آیات ہیں جن کی آپ کی جانب وحی کی گئی ہے وہ آیات آپ ﷺ کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں ان میں اللہ کی توحید اور اس کو بے عیب ثابت کرنے والی آیات کے علاوہ نبوت کے دلائل اور قیامت کے دلائل پر بھی آیات موجود ہیں جب کہ تلاوت سے مقصود ان کو بار بار دہراناہے تا کہ وہ ذہن میں راسخ ہو جائیں اور دل کو روشنی بہم پہنچائیں۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ کتاب سے مقصود قرآن پاک ہے جو آپ ﷺ پر وقتا فوقتا زمانہ رسالت میں نازل ہوتا رہا۔ اس کو اللہ پاک نے آپ پر نازل فرمایا اور اللہ پاک نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ ارشاد ربانی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر ۹) بلا شبہ ہم نے تدریجا" قرآن پاک کو نازل کیا اور یقینا" ہم اس کو تحفظ عطا کرنے والے ہیں"

جب کہ حکمت سے مقصود رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی زندگی تمام مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ارشاد باری ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱) "بلاشبہ اللہ کے رسول کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے" نیز آپ کے ارشادات' احکامات مقصود ہیں۔ جنہیں سنت صحیحہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِيْ " میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اللہ کی کتاب قرآن پاک اور میرے فرمودات' معمولات ہیں"

پس کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں البتہ اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کے بارے میں آپ ﷺ سے صراحت موجود نہ ہو تو اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے اور اجتہاد کی اجازت درست ہے تو دوگناہ ثواب ہوگا اور غیر صحیح ہونے میں ایک ثواب ضرور ہوگا۔

و یزکیھم ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو معلوم تھا کہ کتاب اللہ اور سنت کی تعلیم سے لوگوں کی اصلاح ممکن نہیں جب کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ فضائل اور اعمال-صالحہ پر ان کی تربیت نہ کی جائے تا کہ وہ معاشرہ میں دیگر لوگوں کے لئے اسوہ حسنہ ہوں۔ پس تزکیہ سے مقصود ان کو مذموم اخلاق سے دور کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بری عادات سے نفرت دلانا اعمال صالحہ کی جانب رغبت دلانا ان کی ادائیگی پر مداومت رکھتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اعمال قبیحہ سے کنارہ کش رہا جائے (المنار)

امام بخاری کتاب التفسیر میں وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰہٖمُ الْقَوَاعِدَ :۔ کے ضمن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث لائے ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں' رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کیا' عائشہ تیری قوم پر مجھے تعجب ہے جب انہوں نے کعبہ مکرمہ کی تعمیر شروع کی تو ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر وہ اسے تعمیر نہ کر سکے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! آپ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر درست کر دیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا اگر تیری قوم کا زمانہ کفر کے زیادہ قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ مکرمہ کو گرا کر ابراہیمی بنیادوں پر اسے استوار کرتا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اس وضاحت کو سنا تو کہا اگر عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو میں سمجھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کی ان دو جوانب کو طواف کرتے وقت ہاتھ نہیں لگاتے تھے اس لئے کہ بیت اللہ کی تعمیر ابراہیمی بنیادوں پر استوار نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے کہ اخراجات کی استطاعت ان میں نہ تھی۔

وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰھٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۳۰﴾
اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۳۱﴾
وَ وَصّٰی بِهَاۤ اِبْرٰھٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ﴿۱۳۲﴾
اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِسْحَٰقَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۴﴾

اور ابراہیم علیہ السلام کے دین سے کون روگردنی کر سکتا ہے۔ بجز اس کے جو نہایت نادان ہو۔ ہم نے ان کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ صلحاء کے زمرہ میں ہوں گے۔ جب ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کیا میں رب العالمین کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی وصیت کی اور یعقوب علیہ السلام نے بھی (اپنے فرزندوں سے بھی کہا) کہ بیٹا اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کے معبود کی عبادت کریں گے۔ جو معبود یکتا ہے۔ اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔ یہ جماعت گزر چکی ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ اور تم کو تمہارے اعمال کا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہوگی۔

ان آیات کا اتصال ما قبل کے ساتھ واضح ہے اِذِ ابتَلٰی سے ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہو رہا ہے اور ان کی سیرت کو بیان کیا جا رہا ہے اولاً: اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کو چند احکامات پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا کہ جن کو انہوں نے ٹھیک ٹھیک ادا کیا تو انہیں تمام لوگوں کا امام بنا دیا اس کے ساتھ ساتھ ان کی اولاد سے بھی کچھ لوگوں کو منصب امامت سے سرفراز فرمایا پھر انہیں بیت اللہ کی تعمیر اور عبادت کے لئے اس کی تطہیر کا حکم دیا کہ اس کو شرک کی آلودگی سے بچانا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے تمام احکامات پر عمل کیا ملت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیمی کے منشور کو واضح کیا کہ اللہ کی توحید اور دل کو اللہ پاک کے سپرد کرنا اور اعمال صالحہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس اخلاص کو برقرار رکھنا' بیت اللہ کی تعظیم کے ساتھ ساتھ اس کی تطہیر اور مناسک حج کی ادائیگی کرنا اس طرح کہ ان تمام اعمال کے اسرارورموز نمایاں ہوں اور احساسات اتنے روشن ہوں کہ ان کی جلوہ گری سے دل و دماغ روشن ہوں۔

ذکر کردہ تمہید کی روشنی میں آیات کی تشریح ملاحظہ فرمائیں گویا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرما رہے ہیں جب تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت یہ ہے جس کی جانب تم اپنی نسبت کرتے ہو اور اس نسبت پر تمہیں فخر ہے تو پھر تم اس سے روگردانی کیوں کرتے ہو اور تم بلا دلیل خود کو ایسے پیشواؤں کی جانب منسوب کرتے ہو جو تمہارے نفع' نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ نہ وہ زندگی ' موت کا بالواسطہ یا بلا واسطہ اختیار رکھتے ہیں۔ تو پھر تم کیوں ملت ابراہیمی سے روگردانی کرتے ہو' جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے مسئلہ کو مدلل اور مبرھن انداز میں پیش کیا انہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو بھی حاجت روا نہ سمجھا بلکہ لمحہ بھر بھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا اللہ کے ما سوا تمام معبودان باطلہ سے برات کا اظہار فرمایا اس مسئلہ میں اپنی قوم کی مخالفت کو برداشت کیا یہاں تک کہ اپنے والد سے برات کا اظہار کیا اور کھلے الفاظ میں اعلان کیا اے میری قوم! میں تمہارے شرک سے بری ہوں چونکہ وہ مقام توحید پر فائز تھے اللہ پاک کے ہر لحظہ فرمانبردار تھے اس لئے اللہ پاک نے اس آیت میں اعلان فرمایا جو شخص بھی ان کی ملت سے روگردانی کرے گا وہ نافرمان اور ظالم ہے' کہ وہ حق و صداقت سے روگردانی کرکے گمراہی کے عمیق گڑھے میں جا گرا پس اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا' اس سے زیادہ بے عقلی اور کیا ہوگی کہ ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کو چھوڑ کر جو اللہ کے ہاں خلیل اللہ کے لقب کے ساتھ ملقب ہیں گمراہی کے راہ پر چلنا شروع کر دیں اور توحید کی عظیم نعمت سے دست بردار ہوکر شرک کر کے ظلم عظیم کے مرتکب ہوں جبکہ ابراہیم علیہ السلام رئیس الموحدین کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ پاک نے دنیا میں بھی ان کا انتخاب فرمایا اور آخرت میں بھی ان کا شمار سعادت مند صلحاء سے ہوگا پس غور سے سن لو تم خود کو ابراہیمی کہتے ہو تو تم اپنا کردار دیکھو تمہیں تمہارے پیشوا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کچھ بھی نسبت ہے ؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

زبردست تعجب ہے کہ تم ان کی جانب اپنی نسبت کرتے ہو اور اس نسبت پر تم فخر بھی کرتے ہو۔ تو تم ان کی سیرت سے کیوں روگردانی کرتے ہو اور تم اولیاء کرام کی جانب خود کو منسوب کرتے ہو جو تمہیں ہرگز کوئی فائدہ نقصان نہیں پہنچا سکتے زندگی موت پر ان کا تصرف نہیں ہے نہ بالذات انہیں کچھ اختیارات حاصل نہ کسی واسطہ سے تمہیں دنیوی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصانات سے تمہیں تحفظ عطا کر سکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذ قال لہ ربہ اسلم :۔ ابراہیم علیہ السلام چونکہ فطرت سلیمہ رکھتے تھے یہ اس کا نتیجہ ہے کہ جب ان کے پروردگار نے انہیں فرمانبردار اطاعت گزار وفا شعار بننے کا حکم دیا تو انہوں نے بلا تردد اپنی اطاعت گزاری کا اعلان فرمایا کہ میں رب العالمین کے احکامات کی اطاعت کروں گا' حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کی جس قوم میں نشوونما ہوئی تھی وہ ستاروں کی پرستش کرتے تھے بلکہ انہوں نے ستاروں کے نام پر بت تراش رکھے تھے لیکن جب اللہ نے انہیں اپنی خالقیت اور وحدانیت کے دلائل سے آگاہ کیا تو ان کی بصیرت ایمانی نے انہیں صراط مستقیم کے راہ پر گامزن فرمایا انہوں نے دلائل کونیہ کے مطالعہ کی روشنی میں اعتراف کیا کہ اس کائنات کا خالق ' پروردگار اور مدبر ایک ایسی ذات ہے جس کا مقابلہ کرنے کی کسی میں سکت نہیں اور مسئلہ توحید پر جب ان کی قوم نے ان سے مباحثہ کیا تو ناقابل تردید آفاقی دلائل پیش کر کے انہیں حیران کر دیا اور قوت بیان کے زور دار انداز کے عالم میں انہیں خاموش کرا دیا' نیز انہوں نے بارگاہ الٰہی میں اپنی وفا شعاری ' سپردگی اور فریفتگی کی ایسی مثال قائم کر دی کہ رہتی دنیا تک استسلام' انقیاد' اطاعت گزاری' جاں فروشی کی ایسی مثال قائم کرنے سے دنیا عالم کے افراد عاجز و درماندہ ہیں

ما قصہ دارا و سکندر نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

اس حقیقت کے واضح ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام کا دین اسلام تھا اسی طرح اس کی اولاد کا بھی یہی دین تھا جیسا کہ اس سے بعد والی آیات میں اس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

وَ وَصّٰی بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ :۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں اور یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد کو ملت اسلام پر قائم دائم رہنے کی وصیت کرتے وقت کہا کہ اے میری اولاد ! بلا شبہ اللہ نے تمہارے لئے دین اسلام کا انتخاب فرمایا ہے یعنی ہر شخص نے اپنی اولاد کو دین اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی وصیت کی

اس کے ساتھ ساتھ انہیں زور دے کر کہا کہ تمہاری موت صرف اسلام پر ہو یعنی تم نے اسلام کے احکام کی مخالفت نہیں کرنا ہوگی بلکہ اخلاص کے ساتھ اسلام کے احکام کی اطاعت کرنا ہوگی لحظہ بھر تم نے اسلام کے احکامات سے روگردانی نہیں کرنا ہوگی کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری موت اسلام پر نہ ہو' اس جملہ میں نہایت عمدہ بلاغت کا اسلوب ہے ظاہر ہے کہ موت پر کسی انسان کا کنٹرول نہیں ہے کہ اس کو روک سکے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ موت کے وقت تمہاری حالت اسلام کے خلاف نہ ہو۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ کو خشوع کی کیفیت کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے یعنی نماز ادا کرنے کی حالت میں خشوع نہ ہو یہ کیفیت درست نہیں ہے جبکہ نماز ادا کرنے سے روکا نہیں گیا ہے مقصود یہ ہے کہ جس شخص کی موت اسلام پر نہیں ہے اس میں خیر کا پہلو نہیں ہے اور جس نماز میں خشوع نہ ہو وہ نماز نہیں ہے' اپنی زندگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے احکام کی روشنی میں بسر کرو اور اس کا التزام رکھو تاکہ تمہاری وفات اسلام پر ہو اکثر و بیشتر انسان کو اسی کیفیت پر موت آتی ہے جو اس کی عادت ثانیہ بن چکی ہو' مزید پھر اسی حالت پر اٹھایا جائے گا اللہ پاک کی سنت ہے کہ جو شخص اچھے کام کا ارادہ کرتا ہے اس کو اس کی توفیق عطا ہوتی ہے اور اسے آسانی ملتی ہے البتہ یہ نظریہ اس حدیث کے مخالف نہیں ہے جس کا مضمون ہے کہ ایک شخص زندگی بھر جنتیوں والے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ دوزخیوں والے اعمال کرنے شروع کردیتا ہے تو اس کا داخلہ دوزخ میں ہوتا ہے اس کے خلاف ایک شخص دوزخیوں والے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کی مسافت کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کی تقدیر اس پر غالب آجاتی ہے تو وہ جنتیوں والے اعمال کرنا شروع کر دیتا ہے تو اس کا داخلہ جنت میں ہوجاتا ہے۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۷) بخاری' ۴/۴۵/۵/۱۶۹)

لیکن بعض احادیث میں وارد ہے کہ بظاہر لوگوں کے خیال کے مطابق اس کے اعمال جنتیوں والے ہوتے ہیں حقیقت میں نہیں ہوتے اسی طرح بظاہر لوگوں کے خیال کے مطابق اس کے اعمال دوزخیوں والے ہوتے ہیں جبکہ حقیقت اس کے بر عکس ہوتی ہے۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ :۔ جب یہودیوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا کہ ان کے باپ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اسلام اختیار کرنے کی وصیت کی تھی تو انہیں ان کے اس نظریہ پر ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ تم کیسے دعوی کرتے ہو کہ تمہارے باپ دادا کا دین اسلام نہیں بلکہ یہودیت تھا۔ کیا تم ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی وصیت کے وقت موجود تھے اور کیا تم بالخصوص یعقوب علیہ السلام کی وصیت کے وقت موجود تھے جب تم نے اپنے بارے میں بالخصوص جنتی ہونے کا فیصلہ کیا اگر تم ان کی وصیت کے وقت موجود ہوتے تو کبھی بھی تم یہ فیصلہ نہ کرتے کہ تم جنت کے حق دار ہو۔ بہر حال اگر تم کو علم بھی نہ ہو تب بھی تم معذور نہیں ہو جب کہ تمہارے پاس منزل من اللہ کتاب ہے جس سے تمہیں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں' اور وہ کتاب تمہیں اس قسم کے غلط فیصلہ کرنے سے روک رہی ہے' کلام کا سیاق و سباق خبردار کر رہا ہے کہ آباؤ اجداد کی تقلید کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اللہ پاک جو منعم حقیقی ہے اس کے ارشادات کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے خواہ وہ تمہارے آباؤ اجداد کے مخالف ہوں یا موافق کسی بھی انسان کی نجات کا دارو مدار نسب پر نہیں ہے بلکہ اعمال صالحہ پر ہے ارشاد ربانی ہے

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَاءَ الْاَوْفٰى (النجم ۳۹۔۴۰۔۴۱)

"اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس جب انہوں نے اپنے اباؤ اجداد کی پیروی نہیں کی ہے تو کسی تعلق سے انہیں کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا دینی تعلق نسبی تعلق سے کہیں برتر و اعلی ہے۔ اہل کتاب کے اس ادعا پر کہ جنت ان کے لئے خاص ہے' اللہ پاک نے اس کا رد فرمایا کہ جنت کا مستحق وہ شخص ہے جو اسلام لاتا ہے اعمال صالحہ کرتا ہے تو ان کے اس دعوی کا رد کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں کیا تم اس وقت موجود تھے جب تمہارے جد اعلی یعقوب علیہ السلام پر موت کی کیفیت طاری ہوئی تھی کہ اس نے اپنے بیٹوں کو کیا وصیت کی تھی' اس نے ان سے استفسار کیا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے تو انہوں نے جواب دیا کہ تیرے معبود کی عبادت کریں گے جو تیرا خالق ہے اور تیرے باپ دادوں کے معبود کی عبادت کریں گے کہ ان کا خالق بھی وہی ہے' باپ دادوں سے مقصود ابراہیم علیہ السلام ان کے بیٹے اسحاق علیہ السلام ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام ہیں اور ہم اپنے باپ دادوں کی نہیں' صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے ہمیں ذاتی طور پر کچھ اختیار نہیں ہم تو اس کی اطاعت کے پابند ہیں ہماری کیفیت تو اس اونٹ کی ہے جس کے ناک میں نکیل ہے اس کی مہار پکڑ کر جو شخص جدھر اس کو لے جانا چاہے گا وہ ادھر ہی کا رخ کرے گا۔

ام کنتم شھداء :۔ میں استفہام انکاری ہے کہ تم ہرگز اس وقت موجود نہیں تھے۔

تِلْکَ امۃٌ قَدْ خَلَتْ :۔ امت سے مقصود لوگوں کا گروہ ہے اس گروہ میں یعقوب علیہ السلام اسحاق علیہ السلام 'اسماعیل علیہ السلام ' ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یوسف علیہ السلام کا شمار بھی ہوتا ہے۔ یہ لوگ عالم دنیا میں اپنی مستعار زندگی گزار کر عازم راہی ملک بقا ہوئے انہوں نے جو اعمال صالحہ کئے انہیں ان کا بدلہ دیا گیا اور تم جو اعمال کرو گے تمہیں ان کا بدلہ دیا جائے گا کسی بھی شخص کو کسی دوسرے کے اعمال کا بدلہ نہیں ملے گا۔ اور جزا و سزا کے دن تم سے ان کے اعمال کے بارے میں پرسش نہیں ہوگی جبکہ تمہارے اعمال کے بارے میں ان سے پرسش نہیں ہوگی' جب کہ ہر شخص سے اس کے اعمال کے بارے میں دریافت کیا جائے گا اور اس کے اعمال کا اسے بدلہ دیا جائے گا کسی دوسرے کے عمل کا اس پر بوجھ نہیں ہوگا۔ پس کوئی شخص کسی دوسرے کے عمل سے فائدہ حاصل نہ کر سکے گا اور نہ کسی دوسرے کے عمل سے اسے نقصان پہنچے گا۔ البتہ کسی دوسرے کے عمل کا ثواب یا جزاء اس شخص کو حاصل ہوگا جو اس کے اچھے یا برے عمل کا سبب بنا جب کہ اس نے اس کی جانب اس کی رہنمائی کی حدیث نبوی ہے من دل علی خیرا فلہ اجر فاعلہ "جو شخص کسی اچھے کام پر کسی کی رہنمائی کرتا ہے تو اس کو اتنا ہی ثواب حاصل ہوگا جتنا کرنے والے کو حاصل ہوگا"

اس سے سابقہ آیت کریمہ میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں' اسماعیل ' اسحاق' یعقوب علیہم السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اس خدشہ کے پیش نظر کہ کہیں ان اولوالعزم پیغمبروں کی اولاد کے دل میں یہ خیال جاگزیں نہ ہو جائے کہ چونکہ ان کے آباؤ اجداد پیغمبروں کا اللہ کے ہاں ایک مقام ہے تو وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی سفارش کریں گے تو ان کی سفارش کے سبب انہیں اللہ کے عذاب سے نجات حاصل ہو گی بلکہ ان کی نسبت کے سبب نہ صرف یہ کہ ان کی نجات ہو جائے گی بلکہ انہیں سعادتوں سے ہم کنار فرما کر ان کی عزت میں اضافہ ہو گا بلکہ ان کے اس خیال کو غلط ثابت کرتے ہوئے اللہ پاک نے واضح فرمایا ہے کہ اللہ کے بندوں میں سنت اللہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور ہر شخص سے اس کے اعمال کے بارے میں سوال ہو گا۔ چنانچہ سورہ نجم میں اس کو ایک اصول کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے اور یہ ایسا اصول ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کو شامل ہے اس سے کسی پیغمبر کو بھی مستثنی نہیں کیا گیا ارشاد باری ہے۔

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ (النجم ۳۸۔۳۹۔۴۰) "کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اس کو ان کی خبر نہیں پہنچی اور ابراہیم کی جنہوں نے حق اطاعت اور رسالت پورا کیا یہ کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"

علاوہ ازیں متفرق سورتوں میں کثرت کے ساتھ اس مضمون کی آیات موجود ہیں کہ پیغمبروں کو تو اس لئے بھیجا گیا کہ وہ لوگوں کو خوشخبری دیں اور انہیں ڈرائیں جو شخص ان پر ایمان لائے گا اور ان کی رہنمائی کے مطابق عمل پیرا رہے گا اسے نجات حاصل ہوگی اگرچہ نسبت کے لحاظ سے اس کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بہت دور کا تعلق کیوں نہ ہو اور جو شخص ان کی تعلیمات سے روگردانی کرے گا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا اگرچہ اس کا تعلق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کتنا ہی قریبی ہی کیوں نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (ھود ۴۶) "اے نوح بلا شبہ وہ آپ کے اہل سے نہیں اس کے تو اعمال غیر صالح ہیں"

تو جب انبیاء کی اس اولاد کو انکے سبب کچھ فائدہ نہیں ہوگا جنہوں نے انکی پیروی نہیں کی تو کیسے ان لوگوں کو فائدہ پہنچ سکے گا جو نسبی لحاظ سے تو ان سے دور ہیں جب کہ عملی لحاظ سے بھی ان کا ان کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ اس آیت کی تائید میں کثرت کے ساتھ آیات مبارکہ موجود ہیں یہ نظریہ دین الٰہی کا عظیم بنیادی قانون ہے جس کو کسی تاویل سے ختم نہیں کیا جا سکتا

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٣٥﴾ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنْزِلَ إِلَىٰٓ إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
وَالْأَسْبَاطِ وَمَآ أُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ أُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ
رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا
هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾
صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۖ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

اور (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی ہو جاؤ تو سیدھے رستے پر لگ جاؤ گے۔ (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو (نہیں) بلکہ (ہم) دین ابراہیمی (اختیار کئے ہوئے ہیں) وہ ایک اللہ کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ (مسلمانوں) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتری اس پر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتاب) موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں۔ ان پر اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان پر (سبھی) پر ایمان لائے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (اللہ واحد) کے فرماں بردار ہیں۔ تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے تو ہدایت یاب ہوجائیں گے۔ اور اگر روگردانی کریں اور نہ مانیں تو وہ (تمہارے) مخالف ہیں اور ان کے مقابلہ میں تمہیں اللہ ہی کافی ہے ۔ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (کہہ دو کہ ہم نے) اللہ کا رنگ اختیار کرلیا ہے) اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ پاک نے واضح فرمان دیا ہے کہ بنی اسرائیل نے جب اپنی تعلیم و تربیت کی جانب توجہ نہ کی انہوں نے اپنے اسلاف ہدایت یافتہ کی اقتدا نہ کی جبکہ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر اپنی روحانیت کو مجلی و مصفی کرتے لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اپنا محاسبہ نہ کیا اور اپنی کیفیات کے بارے میں کبھی غور نہ کیا اگر وہ غور کرتے تو انہیں احساس ہوتا کہ وہ جس راہ پر چل رہے ہیں وہ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے تو ان کو سزا دیتے ہوئے مزید انہیں ضلالت و گمراہی کے عمیق گڑھے کے سپرد کیا اور انہیں کفر، شرک اور فسق و فجور کی جانب دعوت دینے کے ناراضگی کے مقام پر لا کھڑا کیا اللہ پاک کی عادت مستمرہ ہے کہ جو شخص سنت الٰہیہ کو ختم کرنے میں کوشاں رہے اس کے ہاتھوں بدعات کی اشاعت کرواتا ہے۔

در اصل اللہ کی جانب سے بطور سزا کے اس کی حالت میں تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے برملا اعلان کیا کہ جنت میں صرف یہودی اور عیسائی داخل ہوں گے مزید انہوں نے زبردست قوت کے ساتھ لوگوں میں یہودی عیسائی مذہب اختیار کرنے کی تحریک کو چلایا اور کھلے لفظوں میں اعلان کیا کہ ہدایت کا سرچشمہ بس یہودیت اور عیسائیت ہے تو اللہ پاک نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ انہیں کھلے لفظوں میں بتا دیں، کہ میں تو اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے سرمو بھی ادھر ادھر ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں وہ نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی تھے بلکہ راہ ہدایت پر فائز رہے، جبکہ تم بھی اتفاق کرتے ہو کہ وہ ہدایت یافتہ تھے بلکہ ہدایت کے داعی تھے۔

چنانچہ اللہ پاک رسول اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر حکم دیتے ہیں آپ کھلے لفظوں میں اعلان فرما دیں ہم تو بس ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے پیرو کار ہیں جس کے ہدایت یافتہ ہونے میں ہرگز کچھ اختلاف نہیں ہے۔ اس بنیاد پر ملت حنیفیت صراط مستقیم پر قائم و دائم رہنے کا نام ہے۔ جو بت پرستی اور ہر قسم کے شرک سے محفوظ ہے۔ خیال رہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا لقب حنیف اس لئے ہے کہ حنیف سے مقصود وہ شخص ہے جو سبھی لوگوں سے دور ہے ایک جانب جھکا ہوا ہے تو آپ کو اس لقب سے اس لئے ملقب کیا گیا کہ آپ کے زمانہ میں سب لوگ کفر کے راستہ پر چل رہے تھے آپ ان سب کے مخالف تھے آپ کا راستہ ان سے الگ تھا بلکہ جو شخص ہر قسم کے اعوجاج اور ٹیڑھے پن سے دور ہو کر صراط مستقیم پر رواں دواں رہا ہو۔ اور اہل عرب کے دین سے مطلق طور پر برات کا اظہار کیا ہو وہ صحیح معنی میں ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے مشرکین خود کو ملت حنیف کی جانب کیوں منسوب کرتے تھے تو اس کی وضاحت پیش کی جا رہی ہے اس پر غور فرمائیں اہل عرب میں سے کچھ لوگ خود کو حنیفیت کی جانب منسوب کرتے تھے وہ ابراہیم علیہ السلام کی جانب اپنی نسبت کرتے تھے اور خود کو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دین پر چلنے والے کہا کرتے تھے ان کو اس لئے حنیفیت کی جانب منسوب کرتے تھے کہ ان کے آباؤ اجداد حقیقتاً" ملت ابراہیمی کے پابند تھے کچھ عرصہ بعد ان کے عقائد میں تبدیلی رونما ہونی شروع ہوئی اور ان کے عقائد میں اضمحلال آنا شروع ہو گیا۔

جیسا کہ موجودہ دور کے نام نہاد مسلمان باوجود اس کے کہ قرآن پاک کے حفاظ ہوتے ہیں دین اسلام کا نام لے کر جو اعمال کرتے ہیں جہلاء سمجھتے ہیں کہ جو اعمال وہ کر رہے ہیں وہ دین اسلام کے عظیم ارکان ہیں حالانکہ ان کا دین اسلام کے ارکان کے ساتھ معمولی سا بھی تعلق نہیں ہوتا بلکہ وہ بدعات ہوتی ہیں جن کو اسلام کے نام کے ساتھ سادہ لوح مسلمانوں میں پھیلایا جاتا ہے جب کہ ان کے بدعت ہونے میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہے۔

غور فرمائیں میلاد کی محافل' معراج کی رات میں معراج کی محافل' پندرہ شعبان کی رات میں عبادت الٰہی کے نام پر جو مجالس قائم کی جاتی ہیں ان میں رقص ' ڈھول بجانا اور اجتماعی شکل میں غیر شرعی نظمیں' قوالیاں اس انداز سے منعقد کی جاتی ہیں کہ ایک شریف سادہ لوح مسلمان اس شرمناک منظر کو دیکھ کر سر پیٹنے لگتا ہے اور تعجب کے ساتھ بار بار کہتا ہے کہ کیا اس قسم کی مجلسیں اسلام کا نشان ہیں۔

یاد رکھو ! اگر قرآن پاک محفوظ نہ ہوتا' نیز رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی زندگی کی سیرت اور سلف صالحین کی زندگی کے حالات محفوظ نہ ہوتے تو آج ہم یقیناً" دین اسلام کے احکام کو نسیاً منسیاً کر چکے ہوتے اور رسول اکرم ﷺ کی سنت اور سلف صالحین کے کارہائے نمایاں کا ہمیں کچھ علم نہ ہوتا ان کی جگہ پر ہم بدعات کو ہی دین اسلام سمجھتے ۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آج لاکھوں کی تعداد میں نام کے مسلمان اہل بیت کے مزارات کا ' شیخ عبد القادر جیلانی کے مزار کا عراق میں حج کرتے دکھائی دے رہے ہیں' اور یہی حال پاک وہند کے بزرگوں کے مزارات کا ہے۔ سال میں ایک بار لوگ شدرحال کرکے نہایت ادب و احترام کے ساتھ وہاں اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں اور ان کی پرستش کی جاتی ہے قوالی کی مجالس کا انعقاد ہوتا ہے رقص و سرود ' فحاشی ' عریانی عصمت فروشی کا بازار گرم ہوتا ہے اگر جائزہ لیا جائے کہ ان کے مزارات پر ذوق شوق کے ساتھ شدرحال کر کے جانے والے لوگ کیا اس انداز کے ساتھ قبر پرستی اور جشن منانے کے علاوہ نمازوں کی ادائیگی ' زکوٰۃ ادا کرنے اور بیت اللہ کا حج کرنے کی بھی رغبت رکھتے ہیں۔ تو شاید دو فیصد لوگ اس قسم کے جذبات والے مل جائیں جو کہ دین اسلام کے ساتھ محبت کے پیش نظر اسلامی اصولوں کو اپناتے ہوئے جذب کی کیفیت کے ساتھ کرتے ہیں' لیکن بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہوتے وقت ان کے دل و دماغ پر ہی نہیں بلکہ ظاہری طور پر بھی نہایت ادب و احترام کی کیفیت کے ساتھ ڈرتے ڈرتے اشکبار آنکھوں کے ساتھ یا دیدہ و دل گریاں کانپتے ہوئے مکمل توجہ اور یکسوئی کے ساتھ حالت سجدہ میں یا حالت قیام میں سینے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہتے ہیں' لیکن اللہ کی بارگاہ میں نماز ادا کرنے کے لئے اولا تو مسجد کا رخ ہی نہیں کرتے اگر کبھی وہاں پہنچ بھی جائیں تو ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جس قدر جلدی ممکن ہو نماز ادا کریں جس سے خشوع خضوع غائب ہوتا ہے ان کی کوشش ہوتی ہے کہ جس قدر جلدی ہو سکے مسجد سے باہر نکلیں اور اپنے ضروری امور سرانجام دیں۔

لیکن اللہ پاک نے رہتی دنیا تک دین اسلام کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس کام کے لئے اللہ پاک ہر دور میں ایسے لوگوں کا انتخاب کرتا ہے اور کرتا رہے گا جو دین اسلام کے احکامات کے ابلاغ کے لئے کوشاں رہیں گے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی جانب لوگوں کی عنان توجہ کو پھیرتے رہیں گے اور شرعی علوم کے چشمہ صافی کی جانب مسلمانوں کو لے جاتے رہیں گے تاکہ وہ اپنی پیاس کو تسکین دے کر خود بھی کتاب و سنت کے علوم سے روشنی حاصل کریں اور لوگوں میں بھی اس کا شوق پیدا کرتے رہیں اگرچہ نام نہاد مقلدین اور مشرکین نام کے مسلمان ان کے اس انداز کو بنظر حقارت کیوں نہ دیکھتے رہیں ان کی مساعی جمیلہ سے یقیناً کفر و شرک کے اندھیرے کافور ہوں گے اور دین اسلام کا سورج اپنی پوری تابانی اور جوبن کے ساتھ روشن رہے گا جس کی کرنوں سے مشرق و مغرب میں روشنی پھیلے گی۔

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ :۔اللہ پاک نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو ملت ابراہیمی کی جانب دعوت دیں مقصود یہ ہے کہ تمہاری دعوت کسی مخصوص انداز کی نہ ہو جس سے تمہارے اور دیگر ساوی اہل ادیان کے درمیان افتراق کی خلیج حائل ہو بلکہ سبھی کو ایک دین' ملت' شریعت پر لانے کی کوشش کرو' جس سے دین اسلام کی روح اجاگر ہو اور تمام اختلافات حل ہو جائیں۔ دراصل وہ ایسا دین الٰہی ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو تسلیم کرنے کا حکم دیتا ہے اور تمام نزاعات اور جھگڑوں کو ختم کرنے کی پر زور دعوت دیتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو تسلیم کیا جائے اور بارگاہ رب العالمین میں اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے صرف اللہ کو ہی معبود تسلیم کیا جائے اور پیغمبروں کی اطاعت میں ہرگز کسی قسم کا فرق روا نہ رکھا جائے' ان پیغمبروں کے اسماء ذکر کئے گئے ہیں ابراہیم علیہ السلام ' اسماعیل' اسحاق' یعقوب علیہم السلام ان کے ساتھ اسباط کا لفظ ذکر ہوا' جس سے یعقوب علیہ السلام کی اولاد مقصود ہے یا بارہ قبائل مراد ہیں ارشاد باری ہے ملاحظہ فرمائیں۔ وَ قَطَّعۡنٰہُمُ اثۡنَتَیۡ عَشۡرَۃَ اَسۡبَاطًا(الاعراف ۱۶۰) " اور ہم نے ان کو (یعنی بنی اسرائیل کو) الگ الگ کرکے بارہ قبیلے (اور) بڑی بڑی جماعتیں بنا دیا"جبکہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے صرف یوسف علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر تھے۔ (المنار) جب کہ سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے مریم علیہاالسلام تھیں جو عمران کی بیٹی اور عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں اور لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام تھے۔ (نظم الدرر ج ۲ ص ۱۹۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری (رحمہ اللہ) قُولُوا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ :۔ آیت کے عنوان میں اس کی تفسیر کرتے ہوئے ایک حدیث لائے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھ کر عربی زبان میں اس کی وضاحت کرتے تھے تاکہ صحابہ کرام کو اس کا علم ہو جائے ان کے اس انداز پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اہل کتاب کی تصدیق ' تکذیب نہ کرو تم کہو' امنا با اللّٰہ 'یعنی تفسیر کردہ آیت کی آپ نے تلاوت فرمائی۔ (فتح الباری ج۸ ص۱۷۰)

مقصود یہ ہے کہ تم توقف اختیار کرو جب کہ اہل کتاب کے علماء تورات میں تحریف معنوی کے ساتھ ساتھ تحریف لفظی کے بھی مرتکب ہوئے۔

وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ :۔ اللہ پاک کی جانب سے پیغمبروں پر جو وحی آتی رہی کبھی اس کو انزل جبکہ کبھی اوتی کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ در اصل نہایت دقیق فرق ہے غور کریں لفظ انزل کے ساتھ وحی کی تعبیر ان انبیاء علیہم السلام کی جانب ہے جنہیں کوئی کتاب عطا نہیں کی گئی اور پیغمبر سے بھی مقصود نبی ہے ' رسول نہیں ہے۔ جبکہ رسول کی جانب وحی کا انداز خاص قسم کا ہوتا ہے اور وہ لوگوں کو آگاہ کرتا ہے کہ اگر ان کی جانب کوئی رسول مبعوث ہوا تو اس کی شریعت پر عمل کرنا ہوگا وگرنہ وہ لوگوں کو نیکی کے کاموں کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور لوگوں کو کسی رسول کی بعثت کے لئے تیار کرتا ہے' جبکہ رسول لوگوں تک اللہ کے احکام پہچاتا ہے اور اسے ایسی کتاب سے نوازا نہیں جاتا ہے جو محفوظ رہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ وحی کو تحریر کر لیتا ہے جبکہ اس کے بعد وہ محفوظ بھی نہیں رہتی تو جن پیغمبروں کے نام اس آیت میں ذکر ہوئے ہیں یہ تمام رسول تھے لیکن ان کی جانب کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے پیغمبر تھے اور جس دین کو ان کی جانب نازل کیا گیا وہ سچا دین تھا اور وہ اصولی طور پر اپنی جوہریت کے لحاظ سے اس دین کے بالکل موافق ہے جو ان کے بعد نازل کیا گیا جبکہ جملہ (ملت ابراہیم) مکمل وحی کی روح ہے جیسا کہ سورہ نجم اور سورہ اعلی میں ابراہیم علیہ اسلام کے بارے میں کسی صحیفہ یا کتاب کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ اس وجہ سے ہم نے ان کی جانب جو کچھ بھی نازل کیا ہے اجمالا" اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ اسی کا نام ملت ابراہیم ہے۔ نیز اس میں اس حقیقت کی جانب بھی اشارہ موجود ہے کہ ان کی جانب جو وحی کی گئی اس کا وجود ہے اس کو دیکھا جا سکتا ہے اس کی جانب رجوع کرنا ممکن ہے جب کہ ان انبیاء علیہم السلام کے پیروکاران سے کتابوں کا ذکر کرتے ہیں۔ بہر حال ہمیں اجمالا ان پر ایمان لانا چاہیے۔ ہم تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں ان کے درمیان تفریق کے قائل نہیں ہیں خواہ کسی کو کتاب عطا کی گئی ہو یا عطا نہ کی گئی ہو جب کہ ہم ان کی تفصیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے بصورت قرآن پاک اور آپ کے فرمودات کی روشنی میں معلوم کر رہے ہیں ہم تو اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں جب کہ اہل کتاب کی کیفیت ہم جیسی نہیں ہے تم تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہشات کے پجاری ہو ان سے ذرہ برابر ادھر ادھر ہونے کے لئے تیار نہیں ہو۔

فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ :۔ اس آیت میں اہل کتاب کو ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ اہل کتاب اللہ اور ان کتابوں پر ایمان تو رکھتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں جب کہ ان کے ایمان میں بت پرستوں کے انداز کے مطابق خدشات موجود ہیں وہ اخلاص اور توحید کی نعمت سے محروم ہیں۔ بلکہ تزکیہ نفسانی اور آپس میں میل جول اور محبت سے بھی یکسر عاری ہیں۔ انہوں نے ظاہری رسومات کو دین قرار دے دیا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے دین اسلام میں کمی بیشی کر رہے ہیں آپس میں مروت ہمدردی کے بجائے بغض دشمنی کے اثرات کار فرما ہیں دین اسلام کے مقاصد سے بیگانہ ہو چکے ہیں دین اسلام کے اصولوں پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ دین اسلام کی تعلیمات میں کمی بیشی بھی کر رہے ہیں۔

جبکہ اللہ پاک نے واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام دین اسلام پر قائم و دائم رہے ان میں ہرگز اختلاف اور تفریق کا داعیہ موجود نہ تھا۔ لیکن اہل کتاب اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی اتباع کر رہے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ راہ ہدایت کو چھوڑ کر راہ ضلالت پر رواں دواں ہیں تو اللہ پاک نے ہمیں حکم دیا کہ ہم انہیں صحیح طور پر ایمان باللہ کی دعوت دیں اور ان کتابوں پر بھی وہ ایمان رکھیں جو پیغمبروں پر نازل ہوئیں ان کا ایمان صحابہ کرام کے ایمان جیسا ہو' جب کہ ان کا ایمان یہ ہے کہ اللہ کی ذات بعض انسانوں میں حلول کر جاتی ہے اور وہ انسان جو فی الحقیقت اللہ کا فرستادہ پیغمبر ہے اس کو اللہ کے مقام پر بٹھاتے ہیں یا اسے اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں تو اللہ پر ان کا ایمان اس طرح کا نہیں ہے جس طرح کا ایمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے صحابہ کرام اللہ پاک کو مثلیت اور نقص سے منزہ قرار دیتے ہیں' جب کہ اہل کتاب اللہ پاک کو بعض انسانوں کے مشابہ قرار دیتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں اگر ان کا ایمان اللہ پاک پر اسی طرح کا ہوتا ہے جس طرح کہ صحابہ کرام کا ہے تو پھر انہیں سرٹیفکیٹ دیا جا سکتا ہے کہ وہ راہ ہدایت پر گامزن ہیں پھر وہ صحابہ کرام سے جھگڑا کر سکتے تھے کہ ہم صحیح ایماندار ہیں تمہارا ایمان صحیح نہیں ہے لیکن اگر وہ تمہارے ایمان کے برابر ایمان لانا پسند نہیں کرتے ہیں بلکہ اس سے روگردانی کرتے ہی تو پھر آپ کو باور کرنا چاہیے کہ اہل کتاب دشمن' ایذا پہنچانے 'اختلاف کی خلیج کو وسیع کرنے اور تعصب کو ابھارنے میں پیش پیش ہیں۔ پس تمہیں نا امیدی کو خیر باد کہہ کر امید کو تھام کر اللہ پاک پر بھروسہ کرنا چاہیے یقیناً اللہ پاک تمہیں ان کے مکر و فریب اور ان کی ایذا رسانی سے محفوظ فرمائے گا اور تمہیں غلبہ عطا کرے گا اور انہیں پسپا اور ذلیل کرے گا۔

چنانچہ اللہ پاک نے اس وعدہ کو پورا فرمایا یہودیوں کے بنو قینقاع' بنو نضیر قبیلہ کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کر دیا گیا اور بنو قریظہ قبیلہ کے بالغ افراد کو تہ تیغ کر دیا گیا جبکہ باقی ماندہ یہودیوں' عیسائیوں پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزیہ لگا دیا گیا جیسا کہ تاریخ اسلام کے اوراق ان واقعات پر شہادت دے رہے ہیں متعدد طرق سے یہ روایت مروی ہے کہ جب مصریوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے انہوں نے ان پر تلوار کے ساتھ پے در پے کئی وار کئے تو ان کے خون کے چھینٹے قرآن پاک کی اس آیت پر واقع لفظ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر گرے' نتیجتہ" حملہ آوروں میں سے کوئی بھی شخص زندہ سلامت نہ رہا جلد ہی اپنے انجام کو پہنچے' عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں آپ کی پیش گوئی موجود ہے آپ نے فرمایا تھا۔ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "کہ تیرا قتل باغی لوگوں کے ہاتھوں سے ہوگا"

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً :۔ لفظ صبغۃ یہ فعل محذوف صبغۃ اللّٰہ "کہ اللہ نے ہمیں دین اسلام کے ساتھ رنگ دیا ہے" کا مفعول مطلق ہے اور لفظ صبغـۃ کے بعد لفظ اللہ مضاف الیہ مجرور ہے 'یا فعل محذوف کا مفعول ہے فعل محذوف تتبع ہے مفہوم یوں ہوگا " ہم اللہ کے رنگ یعنی اللہ کے دین کی تابعداری کرتے ہیں " یا فعل امر الزموا کا مفعول ہے یعنی تم اللہ کے رنگ کو لازم کرو دراصل ایمان کا بھی روحانی طور پر ایک رنگ ہے' جیسا کہ ظاہری طور پر ایک رنگ کو کسی پانی میں ڈالیں تو پانی میں اس کا رنگ نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کفر چھوڑ کر اسلام قبول کرتا ہے تو اسلام لانے کے بعد اس کے چہرے پر ایمان کی روشنی کے اثرات نمایاں دکھائی دیتے ہیں جس طرح رنگ کپڑے کے ایک ایک دھاگے کو رنگ دیتا ہے اسی طرح ایمان کی جلوہ فرمائی انسان کے تمام اعضاء میں کار فرما نظر آتی ہے' دراصل اس کلام میں استعارہ تحقیقیہ تصریحیہ ہے جس طرح رنگ کا اثر کپڑے پر نمایاں ہوتا ہے اسی طرح ایمان انسان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا ہے اور وہ ایمان دار کا زیور دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے غسل کرنے کا حکم دیتے تاکہ اس کے شرک کی گندگی دھل جائے اور وہ پاک صاف ہو جائے اور اس کا چہرہ اسلام کے زیور کے ساتھ چمک اٹھے' خیال رہے صبغتہ سے مقصود فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو پیدا کیا اسی لئے یہ آیت دین حنیفی پر بھی دلالت کرتی ہے۔ دین حنیفی کا رنگ ایسا ہے جو فطرتی ہے ایک حدیث میں الفاظ ہیں كَذَالِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَةَ الْقُلُوْبُ "مومن کا دل روشن ہوتا ہے جبکہ ایمان کی بشاشت سے دل رنگین ہوتا ہے" چنانچہ اہل عرب کسی انسان کی دیانت کو بھی صبغۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ عیسائی جس پانی میں نومولود بچے کو ڈبوتے اور اسے عیسائی بناتے تھے اس پانی کو معمودیہ کہا کرتے تھے تو بلحاظ مشاکلت کا لفظ صبغہ استعمال ہوا ہے (نظم الدرر ج ۲ ص ۱۹۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَ
لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ
اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ
كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ
اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ
وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

اے یہود و نصاری کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے (اے محمد ﷺ ان سے) کہہ دو کہ بھلا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ! اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی شہادت جو اس کے پاس کتاب میں موجود ہے چھپائے اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں یہ جماعت گزر چکی ان کو وہ (ملے گا) جو انہوں نے کیا اور تم کو وہ جو تم نے کیا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہو گی۔

ذکر کردہ آیات سے یہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے کہ صحیح مسلک ابراہیم علیہ السلام کا ہے ان کا مسلک یہودیت اور عیسائیت کے خلاف تھا ان کا مسلک اللہ پاک کی جانب سے ایسی روشن اور واضح فطرت ہے جس کی روشنی مصنوعی نہیں ہے۔ وہ تو اللہ پاک کا عطا کردہ ایسا رنگ ہے کہ اللہ کی ذات کے علاوہ اس رنگ کے نکھار میں کسی کا کچھ دخل نہیں ہے' ان کا مسلک عوام کی حد بندیوں اور لیڈروں کی موشگافیوں سے الگ ایک بلند مقام کا حامل ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب کہ لیڈروں کی دیدہ دلیریوں اور عوام کی حماقتوں نے ابراہیم علیہ السلام کے مسلک کے نشانات کو بھی مٹا دیا حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت بھی ان کے مسلک کی اشاعت میں کوشاں رہی عوام کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حماقتوں کی حوصلہ افزائی کے سبب مسلک حقہ ملت ابراہیمی کے باقی ماندہ نشانات ان کی حماقتوں کے سبب ناپید ہو گئے' تو اللہ پاک نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا آپ نے ملت ابراہیمی کی شعاعوں سے بقعہ عالم کو روشن کرنے کے لئے دعوت و ارشاد کے پروگرام کو ایسے دلکش انداز میں پیش کیا کہ مخالفین نے جب اپنے اقتدار کے محل میں دراڑیں محسوس کیں تو وہ میدان عمل میں کود پڑے۔

اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ مخالفین کو حق کی دعوت دیں اور حق سے کنارہ کش رہنے والوں کے شبہات کو ختم کرنے کی کوشش کریں چنانچہ آپ نے کھلے لفظوں میں انہیں مخاطب کر کے للکارا تم اللہ کی ذات کے بارے میں ہمارے ساتھ جھگڑا کر رہے ہو تم اس بات کے مدعی ہو کہ تم ہی اللہ کے قریب ہو اور تم اس خیال میں خود کو اونچا سمجھتے ہو کہ تم اللہ کے بیٹے اور اس کے محب ہو۔

مزید برآں تمہارا ادعاء ہے کہ جنت میں صرف یہودی' عیسائی داخل ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ آپ بتائیں ! کہ اس ادعاء پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ اس اختصاص کے ساتھ تمہیں موصوف کرنے کا تذکرہ اللہ کی کس کتاب میں مذکور ہے؟ جب کہ اللہ پاک صرف آپ ہی کا پروردگار نہیں وہ ہمارے سب کے پروردگار بھی ہیں بلکہ دونوں جہانوں کے پروردگار ہیں ہم سب کی نسبت اسی کی جانب ہے وہی اکیلا خالق ہے ہم سب اس کی مخلوق ہیں وہی پروردگار ہے ہم سب اس کے پروردہ ہیں البتہ اعمال صالحہ کے لحاظ سے ہم میں بعض کو دیگر افراد پر تفاضل حاصل ہے ہمارے اعمال کے اثرات ہم پر اثر انداز ہوں گے اگر اعمال صالحہ ہوں گے تو اثرات خوش کن ہوں گے لیکن اگر اعمال برے ہوں گے تو ان کے نتائج سے ہم محفوظ نہیں رہ سکتے بالکل اسی انداز کے ساتھ تمہیں تمہارے اعمال کا ثواب یا عقاب تمہیں حاصل ہوگا لیکن اس حقیقت کو ذہن نشین کرلیں کہ تمام اعمال کی روح اخلاص ہے اگر اخلاص کار فرما ہو گا تو ان کے اعمال صالحہ کے سبب انسان اللہ کے مقربین میں داخل ہوگا اور اعمال صالحہ رضائے الٰہی کا وسیلہ بنیں گے جب کہ صرف ہم اخلاص کے ساتھ اللہ کی اطاعت پر گامزن ہیں لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ تم حسب' نسب پر بھروسہ کرتے ہو تم اس دھوکہ میں مبتلا ہو کہ تمہارے آباؤ اجداد نیک اور صالح انسان تھے۔ تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری سفارش کریں گے تم ان کے جاہ و منصب پر اعتماد رکھتے ہو جب کہ تم ان کے راستہ سے انحراف کرتے ہوئے گمراہی کے راستہ پر رواں دواں ہو۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اعمال صالحہ ضروری ہیں ان کے ساتھ اخلاص اور ایمان کی شرط ہے ہم تمہیں اسی راہ پر چلنے کی دعوت دے رہے ہیں' لیکن حیرت ہے کہ تم کیوں سلف صالحین کی جانب حسب نسب کے لحاظ سے رشتہ استوار کر رہے ہو۔ اور ان کا وسیلہ اختیار کر رہے ہو جب کہ ان کے صراط مستقیم پر استقامت اختیار کرنا اور اللہ کا توسل ان اعمال صالحہ کے ساتھ کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے' جیسا کہ انہوں نے اعمال صالحہ کا وسیلہ اختیار کیا اور اخلاص کو ہمیشہ اپنی زندگی کا جزو بنایا۔ غور کیجئے تمہارے اسلاف اللہ کے ہاں پسندیدہ افراد ہیں۔ وہ اعمال صالحہ کے سبب شمار ہوتے ہیں آپ بتائیں کیا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آذر' شرک کے سبب مقرب تھے یا ان کا تقرب ان کے اخلاص اور اللہ کی جانب ان کا مکمل طور پر خود کو سپرد کر دینا تھا تو جس طرح اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کو منصب نبوت کے مقام پر سرفراز فرمایا اور اسے تمام لوگوں کی امامت کے شرف سے مشرف فرمایا بالکل اسی طرح اللہ پاک نے محمد ﷺ کو بھی نہایت بلند مقام پر متمکن کیا تو جب تم محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہو کہ ان سے پہلے عرب میں انبیاء کا سلسلہ نہیں ہے تو اسی قیاس کی روشنی میں تم ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کا بھی انکار کرو جب کہ علت ایک ہے تو معلول میں اتحاد تسلیم کیوں نہیں کرتے ہو خلاصہ یہ ہے کہ اہل کتاب کے اس شبہ کو باطل قرار دینا ضروری ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اللہ کے دوست ہیں اس بنیاد پر جو ان کے راہ پر گامزن نہ ہو گا وہ نجات حاصل نہ کر سکے گا اگرچہ اس کے اعمال اچھے ہوں اور اس کی نیت میں اخلاص ہو گا صرف ان کو ہی نجات حاصل ہو گی اور وہی کامیاب ہوں گے اگرچہ ان کے اعمال برے ہی کیوں نہ ہوں اور ان کی نیت بھی فاسد ہی کیوں نہ ہو۔

در اصل ان کے پیغمبر اپنے مقام و مرتبہ کے سبب انہیں نجات دلوا دیں گے۔ گویا کہ کامیابی کا اصل محور ان کے نزدیک ان کے بزرگوں کے اعمال ہیں ان کی اپنی نیکی اور ان کے اپنے اعمال انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ جب کہ ان کا یہ عقیدہ اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے مترادف ہے جس اسلام کی تبلیغ کے لئے اللہ پاک نے تمام انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اس میں کچھ شک نہیں کہ دین الٰہی کی روح مسئلہ توحید اور اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا رہنا ہے اسلام نے جس عمل کے کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مقصود دل کی اصلاح ہے اور اعتقاد کی درستگی ہے اگر مقصود ناپید ہو جائے اور بلحاظ شکل و صورت کے اعمال درست بھی ہوں ان سے کچھ فائدہ نہیں ہے بلکہ ضرر کے پہلو کے ساتھ ساتھ انسان کی مشغولیت افادیت سے خالی رہ جاتی ہے' اس میں ہرگز شک نہیں ہے کہ اہل کتاب نے اپنے دین سے اس کی روح کو بالکل نکال دیا ہے جن اعمال و عادات کو انہوں نے محفوظ کر رکھا ہے خواہ وہ انبیاء علیہم السلام سے منقول ہوں یا نہ ہوں ان کے لحاظ سے ہرگز انہیں نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اللہ کے دین پر ہیں' ان میں سے جو شخص بھی صاحب بصیرت ہے وہ ٹھیک ٹھیک سمجھتا ہے کہ جس دین کو آپ ﷺ نے پیش کیا ہے اس نے دین اسلام کی روح کو زندگی عطا کی ہے جس پر تمام انبیاء کرام اور پیغمبر چلتے رہے ہیں اور ہر دور اور ہر خطہ میں تمام بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے آداب اور شرائع کی تکمیل ہوتی رہی۔

پس جو شخص بھی ان وضاحتوں پر غور و فکر کرے گا' اور مسلمانوں کے احوال کا مطالعہ کرے گا' اس کے سامنے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ وہ اپنے سے پہلے اسلاف کے نقش قدم پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھیک ٹھیک چل رہے ہیں لیکن اللہ پاک کا ارادہ جس شخص کے ساتھ بہتری کا ہو اسے اللہ تعالی دین اسلام کی جانب پلٹ لائے گا۔ وہ اللہ تعالی کی کتاب کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے گا جس نے ان پر لوگوں کی تقلید کو حرام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صدیوں میں جب اسلام کا ظہور ہوا تو اہل کتاب سے لاکھوں کی تعداد میں اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے اور اگر اللہ نے چاہا تو مستقبل میں بھی کثیر تعداد میں اسلام کی آغوش میں آئیں گے تو پوری دنیا پر مسلمانوں کا طوطی بولتا دکھائی دے گا۔ وَ لَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِیۡنٍ " تم کچھ عرصہ کے بعد اس کی شان کو معلوم کرو گے "

اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ کَانُوۡا هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰی :۔ اللہ پاک یہودیوں ' عیسائیوں کو مخاطب کرکے ان سے استفسار کر رہے ہیں تم دعوی کرتے ہو کہ تمہیں ہم پر امتیاز حاصل ہے کہ تم اللہ پاک کے قریب ہو ہم نہیں ہیں کیا تم ابراہیم' اسماعیل ' اسحاق' یعقوب اور ان کی اولاد کو یہودی کہتے ہو لیکن تم جھوٹ کہہ رہے ہو جب کہ یہودیت عیسائیت کا ظہور ذکر کردہ پیغمبروں کے بعد ہوا تو تعجب ہے کہ تم انہیں کس طرح یہودی اور عیسائی کہتے ہو۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

قُلۡ ءَاَنۡتُمۡ اَعۡلَمُ اَمِ اللّٰهُ :۔ تم اعتراف کرتے ہو کہ اللہ نے لوگوں کے لئے ملت ابراہیمی کو پسند فرمایا ہے اور تمہاری کتاب بھی اس کی تصدیق کر رہی ہے ظاہر ہے کہ ان کا زمانہ یہودیت عیسائیت سے بہت پہلے کا تھا تو تم ملت ابراہیمی کو اپنے لئے کیوں پسند نہیں کرتے کیا تمہیں اللہ کی پسندیدہ چیز کا زیادہ علم ہے یا اللہ کو زیادہ علم ہے کہ کون اس کو پسند ہے اور کون ناپسند ہے کچھ شبہ نہیں کہ اللہ جانتا ہے تمہیں علم نہیں ہے۔

وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ کَتَمَ شَهَادَةً عِنۡدَهٗ مِنَ اللّٰهِ :۔ جس گواہی کو یہودیوں نے چھپایا وہ ان کی کتاب میں رسول پاک کی آمد کی بشارت ہے کہ اللہ پاک ان میں ان کے چچا زاد بھائیوں یعنی اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے پیغمبر مبعوث فرمائے گا۔ وہ ہمیشہ اس کو چھپاتے رہے اور ان کا خیال باطل تھا کہ نبوت بنی اسرائیل کی اولاد میں محصور ہے وہ حق و صداقت کے عیاں ہونے کے باوجود اختلاف کر رہے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں محض قبائلی تعصب کی بنا پر آپ کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں۔

تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ :۔ تم سے صرف تمہارے اعمال کے بارے میں پرسش ہو گی۔ یہ قاعدہ حق وصداقت کا شاہکار ہے عقل سلیم بھی اس کو قبول کرتی ہے' قاعدہ یہ ہے کہ سعادت کا حصول عمل صالح پر ہے انبیاء صالحین کی سفارش پر نہیں ہے۔ پس ان پر فخر نہ کرو اپنے اعمال کا جائزہ لو سب کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا' کسی دوسرے شخص کا عمل اس کو کچھ فائدہ نہ دے سکے گا' ہر شخص اپنے اعمال کا محاسبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے اور جزا و سزا کے قاعدہ پر ایمان رکھے کسی قسم کے دھوکے میں نہ آئے کچھ شبہ نہیں کہ فوت ہونے والے شخص کے اعمال اس کے فوت ہونے پر ختم ہو جاتے ہیں' ظاہر ہے کہ آخرت تو دارالعمل نہیں وہ تو دارالجزاء ہے وہاں تو مکمل اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہوں گے۔ ارشاد باری ہے یَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ (الانفطار ۱۹) "جس روز کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا اور حکم اس روز اللہ کا ہی ہوگا۔

ارشاد نبوی ہے يَا فَاطِمَةُ سَلِيۡنِي مِنۡ مَالِي مَا شِئۡتِ فَاِنِّي لَا اُغۡنِي عَنۡكِ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔا وَ اعۡمَلِي " اے فاطمہ ! تو نے جس قدر مال طلب کرنا ہے کرلو اور عمل کرو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکوں گا۔

سَيَقُوۡلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِيۡ
كَانُوۡا عَلَيۡهَا ؕ قُلۡ لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ؕ يَهۡدِيۡ مَنۡ يَّشَآءُ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا ؕ وَمَا
جَعَلۡنَا الۡقِبۡلَةَ الَّتِيۡ كُنۡتَ عَلَيۡهَآ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يَّتَّبِعُ الرَّسُوۡلَ
مِمَّنۡ يَّنۡقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيۡهِ ؕ وَاِنۡ كَانَتۡ لَكَبِيۡرَةً اِلَّا عَلَى
الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۴۳﴾

احمق لوگ کہیں گے کہ مسلمان جس قبلہ پر (پہلے سے چلے آتے) تھے (اب) اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے۔ تم کہہ دو کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ جس کو چاہتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے سیدھے راستے پر چلاتا ہے اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخرالزماں) تم پر گواہ بنے اور جس قبلہ پر تم (پہلے) تھے اس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کہ کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور یہ بات (یعنی تحویل قبلہ لوگوں کو) گراں معلوم ہوئی مگر جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے (وہ اسے گراں نہیں سمجھتے ہیں) اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو یونہی کھو دے اللہ تو لوگوں پر بڑا مہربان (اور) صاحب رحمت ہے۔

یہودیوں کا دعوی تھا کہ ان کے اسلاف کا وہی دین تھا جس پر وہ رواں دواں ہیں وہ مدعی تھے کہ جنت میں صرف وہی داخل ہوں گے ان کے سوا دوسرے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جبکہ ان کے اس دعوی پر ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی اس کے ساتھ ساتھ وہ احکام الٰہیہ میں نسخ کے قائل نہ تھے اللہ پاک ان کے اس قول کو باطل قرار دے رہے ہیں اور ان پر طعن لگا رہے ہیں کہ انہوں نے از خود بعض چیزوں کو دین میں داخل کر دیا اس سلسلہ میں انہیں ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ انہوں نے اپنے لئے تو ممنوع چیزوں کو جائز قرار دے دیا ہے جب کہ اللہ پر اعتراض کر رہے ہیں کہ اس نے بیت المقدس قبلہ کو منسوخ قرار دے کر بیت اللہ کو کیوں قبلہ مقرر کر دیا ہے جب کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُونَ (الانبیاء ۲۳) " وہ جو کام کرتا ہے اس کی پرسش نہیں ہوگی اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی ان سے پرسش ہوگی " اللہ پاک کے احکام کو خود تسلیم نہ کریں بلکہ اللہ پاک پر اعتراض کریں کہ اس نے فلاں حکم ہمارے خلاف کیوں دیا ہے ان کی اس شرمناک جسارت پر اللہ پاک نے انہیں بے وقوف اور احمق قرار دیا ہے اگر انہیں کسی حکم کی حقیقت سے آگاہی نہیں تھی تو اس حکم کو تسلیم نہ کرتے جب کہ انہوں نے دیدہ دلیری کے ساتھ اللہ پاک کی ذات پر اعتراض کر دیا کہ اس نے پہلے حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم کیوں دیا ہے اور واضح طور پر انہیں احمق بے وقوف قرار دیا ہے اسلوب بتا رہا ہے کہ اللہ پاک پیشگی اطلاع دے رہے ہیں کہ عقل کے اندھے عنقریب اس پر اعتراض کریں گے جب کہ اھل کتاب کا لفظ صراحتا" مذکور نہیں ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ اتفاق کرنے والے کچھ اور لوگ بھی ہیں جو ان کی موافقت میں پیش پیش ہوں گے۔ اور بیک زبان ہو کر کہیں گے کہ انہوں نے بیت المقدس قبلہ کو کیوں ترک کیا اس کو منسوخ کر کے دوسرا قبلہ کیوں اختیار کیا اللہ پاک نے محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آپ وضاحت فرمائیں لیکن یہودیوں کو مخاطب نہیں کیا گیا جیسا کہ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا (البقرہ ۸۰)"ان سے پوچھو کیا تم نے اللہ سے اقرار لے رکھا ہے" اور قُل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ میں انہیں مخاطب کیا ہے اور انہیں لاجواب کیا ہے صرف مستقبل کے بارے میں مطلع کیا ہے کہ وہ مستقبل میں یہ اعتراض کریں گے جب کہ اس وقت اللہ پاک نے ابھی قبلہ کی جانب منہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی آپ ﷺ کی رسالت پر واضح دلیل ہے کہ آپ دشمنوں کے بارے میں جو خبر دے رہے ہیں آپ کی وہ خبر مستقبل میں من و عن درست ثابت ہوتی ہے جب کہ شدید عداوت کے باوجود اور آپ پر شدید نکتہ چینی کا موقع ملنے کے باوجود آپ کی اس پیشین گوئی کی تکذیب نہ کر پائے بلکہ انہوں نے مستقبل میں یہ اعتراض کیا اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کو اس پیشین گوئی کی صداقت کے سبب تسکین حاصل ہوئی اور ان کی قدرو منزلت میں اضافہ ہوا' جب کہ اس وقت بھی کعبۃ اللّٰہ کی جانب استقبال کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

خیال رہے سورہ بقرہ میں ان منافقین کو سفہاء قرار دیا گیا ہے جو بظاہر اچھی باتیں کہا کرتے تھے اور دل میں قبیح باتیں چھپاتے تھے تو جو لوگ ظاہر باطن دونوں حالتوں میں قباحت کی باتیں ہی کرتے ہیں تو انہیں تو صیغہ تفضیل کے ساتھ زیادہ بے وقوف کہنا چاہیے تھا نیز پہلے ذکر ہو چکا ہے' ارشاد باری ہے وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (البقرہ ۱۳۰) " ابراہیم کے دین سے کون رو گردانی کرتا ہے بجز اس کے جو نہایت نادان ہو " جب کہ وہ بظاہر موافقت اور درپردہ مخالفت کرتے تھے۔

لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ :۔ اللہ پاک بادشاہ ہے اس کی عظمت اور اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے پس مشرق ' مغرب اللہ کے ملک اور تصرف میں ہیں ' مشرق مغرب کی تخصیص سے یہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے کہ مشرق' مغرب آفاق کے سنگم ہیں اللہ جس جہت کو چاہے خاص کر سکتا ہے سب اس کی ملکیت اور حاکمیت کے تابع ہیں بلکہ تمام جہات اللہ تعالی کی قدرت اور تصرف کے لحاظ سے برابر ہیں اس لئے سبھی اس کے ملک ' قبضہ اور تصرف میں ہیں وہ اپنے بندوں کے لئے جس جہت کا چاہے تعین کر سکتا ہے جبکہ ابراہیم علیہ السلام کو بالخصوص اکمل اور افضل جہت کی جانب ادائیگی نماز میں متوجہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ کعبۃ المکرمہ ہے جو تمام روئے زمین کے سنٹر میں ہے اور جب کوئی شخص کعبۃ اللّٰہ کی جانب بظاہر متوجہ ہو گا تو وہ گویا کہ دل کے ساتھ اللہ کی جانب متوجہ ہو رہا ہے چونکہ بیت المقدس کے ساتھ آپ سے پہلے پیغمبروں کا تعلق رہا ہے اور آپ کو بھی بیت المقدس سے معراج کرایا گیا اس سبب سے آپ بھی چند ماہ بیت المقدس کی جانب منہ کرکے نماز ادا کرتے رہے بعد ازاں کعبۃ المکرمہ مستقل طور پر مسلمانوں کا قبلہ قرار دیا گیا۔

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ :۔ اس آیت میں کعبۃ المکرمہ کو صراط مستقیم قرار دیا گیا ہے خیال رہے صراط مستقیم نکرہ کی صورت میں اس سے مقصود شریعت اسلامیہ کی جزئیات ہیں جبکہ سورہ فاتحہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں الصراط المستقیم معرف باللام کی شکل میں مکمل شریعت مراد ہے اَلصِّرَاط کا الف لام اس پر دلالت کررہا ہے (نظم الدرر ج ۲ ص ۲۰۵ - ۲۰۶)

وضاحت کے لئے حدیث ملاحظہ فرمائیں براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو قبلہ بنا کر سولہ یا سترہ ماہ نماز ادا کرتے رہے جب کہ آپ کو پسند یہ بات تھی کہ آپ بیت اللہ کو قبلہ بنا کر نماز ادا کریں چنانچہ آپ نے پہلی نماز جس میں آپ نے بیت اللہ کی جانب منہ کر کے نماز ادا کی وہ عصر کی نماز تھی' آپ کی امامت میں صحابہ کرام نے بھی نماز ادا کی تو جن صحابہ کرام نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی تھی ان میں سے ایک شخص کسی دوسری مسجد کے پاس سے گزرا جب کہ اس مسجد میں لوگ رکوع کی حالت میں تھے صحابی نے اعلان کیا میں اللہ کو حاضر سمجھ کر گواہی دیتا ہوں کہ میں ابھی ابھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کر کے آیا ہوں آپ نے بیت اللہ کی جانب منہ کیا تھا چنانچہ نماز میں شرکاء صحابہ کرام نماز کی ادائیگی کی حالت میں ہی قبلہ کی جانب پھر گئے اور جو لوگ تحویل قبلہ سے قبل شہید ہو چکے تھے ہم ان کے بارے میں کیا حکم لگائیں تو اس پر اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ "یعنی اللہ ہرگز تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا" (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۲)

چونکہ اس مسجد میں ایک نماز دو قبلہ کی جانب منہ کر کے ادا کی گئی تھی اس لئے بنو سلمہ قبیلہ کی اس مسجد کا نام مسجد القِبلتین مشہور ہوا۔ معلوم ہوا نماز میں چلنے پھرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اگرچہ عمل کثیر ہو البتہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ عمل کثیر کی تحریم سے پہلے کا ہو یا بوجہ مصلحت کے اس کو معاف کر دیا گیا ہو اس تبدیلی میں عورتیں مردوں کے مقام پر اور مرد عورتوں کے مقام پر چلے گئے دو رکعت بیت المقدس کی جانب منہ کرکے اور دو رکعت بیت اللہ کی جانب منہ کر کے ادا کی گئیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۷)

فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے سفہاء کے بارے میں مختلف اقوال ذکر کئے ہیں ایک قول میں یہودی ہیں دوسرا قول منافقین ہیں تیسرا قول کفار ہیں تو ان لوگوں کی تنقید پر اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا (البقرہ ۱۰۶)" ہم جس آیت کو منسوخ کردیتے ہیں یا اسے فراموش کرادیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں" (فتح الباری ج ۸ ص ۱۷۱)۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا :۔اسی طرح ہم نے تمہارے قبلہ کو زمین کے درمیان یعنی سنٹر میں بنایا ہے تمہاری بھی اس قبلہ کی جانب راہ نمائی کی ہے اور تم بھی تمام امتوں میں سے بہتر ہو چنانچہ وادی کے درمیانی حصہ کو بہتر مقام سمجھا جاتا ہے اس میں پانی اور گھاس کی بہتات ہوتی ہے عربی زبان میں مشہور قول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے فُلَانٌ مِن اَوسَطِ قَومِہِ "یعنی فلاں شخص اپنی قوم سے بہتر شمار ہوتا ہے "یعنی حسب نسب کے لحاظ سے بہتر ہے اسی طرح جو شخص راستہ کے درمیان چلتا ہے وہ بھول اور غلطی سے محفوظ رہتا ہے۔ اور جب درمیانی راہ سے ادھر ادھر ہوتا ہے تو خدشہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقصود تک نہیں پہنچ سکے گا پس جب یہودیوں نے اپنی اس خصوصیت کا ذکر کیا کہ وہ افضل اور بہتر ہیں تو اللہ پاک نے انہیں جھوٹے قرار دیا اور ان کی دلیل کو قبول نہ کیا بعد ازاں یہ خصوصیت امت محمدیہ کو عطا کی گئی بہر حال وسط سے مقصود دائرہ کا مرکز ہے تمام جوانب کی طرف اس کی مسافت مساوی ہو اگر مطلوب پر زیادتی ہو تو اس کو افراط اور کمی کو تفریط کہا جاتا ہے چنانچہ افراط و تفریط دونوں جادہ مستقیم سے دور ہوتے ہیں اس لئے اس راہ کو مذموم قرار دیا جاتا ہے جب کہ جادہ مستقیم کو محمود سمجھا جاتاہے یعنی مسلمانوں میں غلو نہیں ہوتا نہ کمی ہوتی ہے یعنی وہ افراط ' تفریط دونوں سے دور رہتے ہیں عقائد اخلاق ' اعمال میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔

اسلام کے ظہور سے قبل دو قسم کے لوگ تھے یہودی اور مشرکین مادیت کے دلدادہ تھے انہیں روحانیت سے کچھ تعلق نہ تھا جبکہ عیسائی' صابی' ہندوستان کے بت پرست جو جسمانی ریاضت کے قائل تھے کہ اس سے انسانیت میں نکھار آتا ہے یہ خود تارک الدنیا تھے اور لذات جسمانیہ سے خود کو دور رکھتے تھے جب کہ امت اسلامیہ میں انسانیت کے حقوق کا تحفظ موجود تھا اور روحانی لحاظ سے وہ اس درجہ پر فائز تھے کہ خود کو حیوانیت کے مقام سے بلند کر کے روحانیت کے ایسے مقام پر کھڑا کیا جائے کہ ان کی کیفیات کو دیکھ کر فرشتے بھی رشک کرنے لگیں اس تشریح کے ساتھ اُمَةً وَسَطاً" کی حقیقت کو دل و دماغ میں جاگزین کیا جائے تا کہ جہاں مخلوق کے حقوق کا خیال رکھا جائے وہاں خالق کائنات کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کسی قسم کی کوتاہی کو نہ روا رکھا جائے۔

لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيكُم شَهِيدًا :۔ تا کہ تم لوگوں کے بارے میں گواہی دو کہ جو لوگ صراط مستقیم سے دور افتادہ ہیں وہ کون ہیں اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی سعادت سے کون خوش قسمت لوگ بہرہ ور ہوئے ہیں چنانچہ معاشرہ میں کچھ لوگ وہ ہیں جو مادہ پرست ہیں ان کا منتہائے نظر یہ ہے کہ دنیوی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی تگ و دو میں لگے رہنا چاہیے وہ اس مقام کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں قرآن پاک کی اس آیت اِن هِيَ اِلاَّ حَيَاتُنَا الدُّنيَا نَمُوتُ وَ نَحيَا وَمَا نَحنُ بِمَبعُوثِينَ (المومنون ۳۷) زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے کہ ہم اس میں مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم پھر نہیں اٹھائے جائیں گے یہ لوگ اللہ کے قائل نہیں ' بہیمیت ان پر غالب ہے جسمانی راحت و آسائش اور دنیا کے حصول کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں ان کا مطمع نظر دنیا کا مال و متاع ہے آخرت پر ان کا ایمان نہیں ہوتا وہ اس کائنات کے خالق اور مالک کے تصور سے بھی کوسوں دور ہیں مادیت پرستی نے ان کی عقل پر دبیز پردے لٹکا رکھے ہیں اور راہ تفریط پر چلنے والوں کے بارے میں ان کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ جسمانی آسائشوں کے حصول سے محروم ہیں وہ خود کو عذاب میں مبتلا رکھتے ہیں حقوق نفسانی سے خود کو محروم رکھتے ہیں جب کہ اسلام کی آغوش میں زندگی بسر کرنے والے دونوں فریقوں کے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ وہ جادہ اعتدال سے نیچے اترے ہوئے ہیں ایک فریق خود کو ہر قسم کی جائز لذات جسمانی سے محروم کرنے پر خود کو چلا رہا ہے جب کہ دوسرے فریق نے انسانیت کی حدود سے تجاوز کر کے بھیڑیے کا روپ دھار لیا ہے اور شفقت انسانی کے تقاضوں سے وہ سراسر غافل ہیں۔

جب کہ امت محمدیہ کے افراد جو کتاب و سنت کے لائحہ عمل کے مطابق زندگی گزارتے ہیں وہ حد اعتدال سے ہرگز ادھر ادھر نہیں جاتے۔ امت محمدیہ دونوں گروہوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ ایک فریق افراط کے راہ پر چلتا رہا اور دوسرا فریق تفریط کے راہ پر نہایت بے پرواہی اور بے خوفی کے ساتھ براجمان رہا ان دونوں جماعتوں کے خلاف کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والے افراد نے حد اعتدال سے ادھر ادھر التفات تک بھی نہیں کیا وہ نہایت محبت اور نشاط کی کیفیت کے ساتھ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے صراط مستقیم پر رواں دواں رہتے ہیں ان عظمتوں کے سبب وہ کمال انسانی کے درجہ پر فائز ہوئے جس سے بلند مقام کوئی اور نہیں ہے اگر انسان میں انسانیت کا جذبہ ہی کارفرما ہو تب بھی وہ تمام انسانوں کے ساتھ عدل و انصاف محبت و آشتی کا سلوک رکھے گا اور ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرے گا اپنے پروردگار کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے جسمانی ذاتی حقوق کو ادا کرے گا بلکہ ذوی القربیٰ اور دیگر تمام لوگوں کے حقوق کی نگہداشت کرے گا۔

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا :۔ اس حقیقت میں ذرہ بھر شبہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام اعتدال کا مکمل نمونہ تھے جب کہ آپ کی امت کو بھی آپ کی پیروی کے سبب بہترین امت قرار دیا گیا ہے۔ آپ کی سیرت اور آپ کی شریعت لوگوں کے درمیان فیصل کی حیثیت رکھتی ہے کہ کون شخص آپ کے اسوہ حسنہ کے مطابق زندگی گزار رہا ہے اور کون ہے جس نے اپنی جانب سے نئے انداز اختراع کر لئے ہیں یا مبتدعین کے نقش قدم پر چل رہا ہے جیسا کہ امت محمدیہ لوگوں کی سیرت اور ان کے کردار کے بارے میں گواہی دے گی کہ وہ راہ مستقیم سے منحرف ہو گئے اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی امت محمدیہ کے لئے گواہی دیں گے جنہوں نے آپ کے اسوہ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کی اور وہ صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ گویا کہ اس انداز کے ساتھ اعلان کیا جا رہا ہے کہ اس شخص کو صراط مستقیم پر چلنے کا سرٹیفکیٹ دیا جائے گا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے ارشادات کے مطابق زندگی بھر عمل پیرا رہا لیکن جب جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو گا کہ وہ آپ کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں چلتا رہا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ' دین اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اس شخص کے خلاف گواہی دے گی کہ وہ امت محمدیہ میں سے نہیں ہے جب کہ امت محمدیہ کی مدح و ستائش بیان کرتے ہوئے اللہ پاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (ال عمران ۱۱۰) " تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو "

چونکہ امت محمدیہ نے آپ ﷺ کی پیروی کی آپ کو صادق اور امین سمجھا اور آپ ﷺ زندگی بھر اللہ کے پیغامات پہنچاتے رہے جب وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تو انہوں نے اپنے پیچھے کتاب چھوڑی جو وصف اعجاز کے ساتھ موصوف ہے تواتر کے ساتھ ثابت ہے ہرگز اس میں تبدیلی نہیں ہوگی پانی کے دھونے سے اگرچہ الفاظ کاغذوں سے دھل جائیں گے لیکن جم غفیر تعداد کے سینوں میں قرآن پاک محفوظ رہے گا۔ کثرت کے ساتھ ہمیشہ اہل اسلام قیامت تک اس کی تلاوت کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگی۔

خوشی کی بات ہے کہ امت محمدیہ کو عظیم عطیہ کے ساتھ نوازا گیا ہے اور اس پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے جب اسے تمام امتوں سے بہتر امت کے لقب کے ساتھ متعارف کرایا گیا ہے لیکن بار بار ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ قبلہ کے بارے میں کلام کو ملتوی کرتے ہوئے امت محمدیہ کو یہ اعزاز عطا کرنے کا سبب کیا ہے؟ آغاز کلام میں ہی اس نعمت عظیمہ کا بھی ذکر کر دیا جاتا یا جب کہیں انعامات الٰہیہ کا ذکر ہوا تو ان میں اللہ کی اس نعمت کا بھی ذکر کر دیا جاتا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ پاک کو علم تھا کہ قبلہ کا مسئلہ عظیم فتنہ کی حیثیت اختیار کر جائے گا اور اہل کتاب نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ اس بات کا اظہار کریں گے کہ محمد ﷺ کو اس کے پروردگار کی جانب سے کوئی واضح ہدایت نہیں دی گئی ہے جب کہ اس نے اپنا قبلہ تبدیل کرلیا ہے جب اللہ نے ہی بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم دیا تھا تو بعد ازاں اس سے اس کو روکا کیوں ہے؟ اور تمام پیغمبروں کے قبلہ سے کس لئے پھیرا ہے جب کہ منافقین نے یہ شوشہ چھوڑا کہ اس کا اولا بیت المقدس کو قبلہ بنانے سے اہل کتاب کے دلوں کو اپنی جانب مائل کرنا تھا۔ آپ کا یہ طرز عمل ان کے ساتھ مداہنت پر مبنی معلوم ہوتا ہے بعد ازاں اس شخص پر اس کے وطن کی محبت کا غلبہ ہوا اور وطن کی عظمت نے اس کے جذبات کو بیدار کیا تو اس نے بیت اللہ کو دوبارہ اپنا قبلہ متعین کر دیا نتیجہ ظاہر ہے کہ یہ شخص اپنے دین میں اضطرابی کیفیت کا شکار ہے اس قسم کے شبہات سے مترشح ہو رہا ہے کہ اس کے افکار میں توازن نہیں ہے۔ چنانچہ عام مسلمانوں پر بھی اس کے اثرات ہیں حقیقت یہ ہے کہ مطمئن شخص جس کا ایمان راسخ ہو لوگوں کے شکوک و شبہات سے وہ غم زدہ ہو جاتا ہے ۔ جب کہ کمزور شخص جس کی پالیسی اطمینان سے عاری ہو اس کا ذہن اضطرابی اور بے چینی کی آغوش میں تلملاتا رہتا ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً" مسلمانوں کو ان حالات سے خبردار کیا ہے جو تحویل قبلہ کے بعد رونما ہوں گے۔ شبہات اور شکوک کی تیز آندھی چلے گی اس لئے انہیں دلیل کی تلقین کی ہے اور انہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضاحت کے ساتھ بتا دیا ہے کہ تحویل قبلہ میں کیا حکمت ہے مزید برآں واضح کر دیا ہے کہ دیگر امتوں میں ان کا مقام کیا ہے امت محمدیہ تو صراط مستقیم پر رواں دواں ہے وہ غلو سے دور ہیں اور ظاہری معاملات پر توقف اختیار نہیں کرتے ہیں بلکہ انہیں تو لوگوں پر گواہ کی حیثیت عطا کی گئی ہے ' انہیں لوگوں پر غلبہ حاصل ہے کہ وہ تمام معاملات میں راہ اعتدال سے ادھر ادھر نہیں بدکتے ۔ وہ دین اسلام کے حقائق اور اسرار شریعت کا فہم رکھتے ہیں ان تمام اسرار میں سے اہم حقیقت یہ ہے کہ قبلہ جس کی جانب متوجہ ہو کر نماز ادا کی جاتی ہے قبلہ میں ذاتی طور پر کچھ عظمت نہیں البتہ اس کی عظمت کا یہ پہلو نمایاں ہے کہ تمام ادیان والے افراد اجتماعی طور پر ایک جہت ایک حالت میں اللہ پاک کی جانب متوجہ ہیں۔

اللہ پاک کی جانب تمام جہات کی نسبت ایک اکائی ہے اللہ پاک کو کوئی ایک جہت حصر نہیں کر سکتی نہ محدود کر سکتی ہے لیکن رسول اکرم ﷺ کے حکم کی اتباع کے سوا کسی جہت کا التزام خواہشات کی بنیاد پر ہے یا اس کی تخصیص کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے یہ دونوں صورتیں ایسی ہیں کہ کوئی عاقل معتدل مزاج شخص اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا ہے اصل پسندیدہ صورت تو یہ ہے کہ ایک ملت والے ایک ہی جہت کی جانب ایک ہی انداز کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں متوجہ ہوں البتہ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ تحویل قبلہ کی حکمت کیا ہے بالخصوص جب کہ یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے ظاہر ہے آپ کسی کام کے کرنے کا حکم تب ہی دے رہے ہیں جب اس پر کاربند ہونے والوں کا فائدہ واضح ہو مزاج کی اصلاح اسے نیکی کے کام پر برانگیختہ کرے اور اچھائی کی جانب متوجہ کرے جس پر واضح دلیل ہو کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی تائید ہو رہی ہے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ اور ایمانداروں کو معلوم کرایا کہ مستقبل میں کفار اور منافقین جو کچھ کہیں گے اس کے ساتھ ساتھ انہیں دلیل کی تلقین فرمائی اور انہیں گواہوں کے مقام پر کھڑا کیا بعد ازاں انہیں تاویل کی حکمت سے آگاہ کیا یہ سب انداز ان کو صحیح راہ پر قائم رکھنے کی کوشش تھی اور فتنے کے اندھیرے میں ان کے آگے روشنی تھی۔ میں حلف اٹھا کر کہتا ہوں کہ یہ انداز کلام بلاغت کی ایسی قسم ہے جس پر بلاغت کی انتہا ہے اور انہیں خبردار کرنا مقصود ہے کہ بے وقوف لوگ مستقبل قریب میں پریشان حال ہو کر استفہامی شکل میں آپس میں گفتگو کریں گے کہ تحویل قبلہ کا سبب کیا ہے؟ اور دلیل کو مختصر کرتے ہوئے بتایا کہ جس طرح تمام جہات اللہ کے لئے ہیں اسی طرح مشرق اور مغرب بھی اللہ کے ملک اور اختیار میں ہے ۔ جس جہت کو وہ چاہے قبلہ بنا دے اور اس کی تخصیص فرمائے۔ نیز امت محمدیہ کے مقام و مرتبہ کو واضح کیا ہے جسے دین کے اصولوں کے دلائل اور اس کی حکمتوں سے نوازا ہے اور تمام معاملات میں راہ اعتدال پر قائم رہنے کو ضروری قرار دیا ہے انہیں بے وقوف مذبذب لوگوں کی تنقید کی کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت محمدیہ کی شہادت کا اثبات حدیث نبوی ﷺ سے ملاحظہ فرمائیں : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ ان سے استفسار ہوگا آپ نے احکام الٰہیہ کو لوگوں تک پہنچایا تھا؟ وہ عرض کریں گے بالکل پہنچایا تھا۔ پھر نوح کی قوم کو بلایا جائے گا ان سے دریافت کیا جائے گا کیا نوح علیہ السلام نے تمہارے پاس اللہ کے احکام پہنچائے تھے؟ وہ جواب دیں گے ہمارے پاس کوئی بھی ڈرانے والا نہیں آیا' پھر نوح علیہ السلام سے دریافت کیا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے میرا گواہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہے" چنانچہ تفسیر کردہ آیت میں امت محمدیہ ﷺ کی شہادت کا جو ذکر ہے اس حدیث سے اس کی وضاحت ہو رہی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۴' بخاری ۸ / ۱۷۱

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا :- اللہ پاک فرماتے ہیں اے محمد ﷺ ہم نے پہلے آپ کا قبلہ بیت المقدس قرار دیا بعد ازاں ہم نے قبلہ تبدیل کیا اور کعبہ مکرمہ کو قبلہ قرار دیا تاکہ معلوم ہو کون تیری پیروی کرتا ہے اور کون آپ کی بات پر کان نہیں دھرتا ہے بلکہ مرتد ہو جاتا ہے۔ اس میں ہرگز شک نہیں کہ قبلہ کی تبدیلی بعض لوگوں کو دشوار محسوس ہوئی ہے البتہ وہ لوگ جن کو اللہ پاک نے نور ہدایت سے نوازا ہے اور جنہوں نے آپ کو سچا سمجھا ہے ان پر دشوار نہیں اللہ پاک کو تمام اختیارات حاصل ہیں وہ جس حکم کو چاہے ثابت رکھے اور جس کو چاہے منسوخ قرار دے' البتہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق ہے اس قسم کی تبدیلی سے ان کے شبہات میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے وہ راہ استقامت سے ادھر ادھر نہیں ہوتے اس آیت کے مفہوم سے بعض جہلاء اس وہم میں مبتلا ہیں کہ ان کی آزمائش کے بعد اللہ کو علم ہوتا ہے پہلے نہیں تھا جب کہ اللہ پاک کو مستقبل' حال ماضی سبھی ادوار کا علم ہے۔ ارشاد باری ملاحظہ فرمائیں وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (آل عمران ۱۰۴) " اس سے غرض یہ تھی کہ اللہ تمہارے سینوں کی باتوں کو آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو خالص اور صاف کر دے اور اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔"

اس آیت میں وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ کا لِيَبْتَلِيَ کے بعد آنے کا تقاضا یہ ہے کہ آزمائش کے ساتھ اللہ پاک کو ایسا علم حاصل نہیں ہوتا جس کا علم اللہ کو پہلے نہیں تھا ظاہر ہے کہ جس ذات کو سینوں کے بھید کا علم ہے وہ ذات آزمائش کی محتاج نہیں ہے۔

إِلَّا لِنَعْلَمَ :- سے مقصود تو وہ علم ہے جس پر ثواب اور عذاب مرتب ہوتا ہے اس کا مفہوم اس حقیقت کے منافی نہیں ہے کہ اللہ پاک کو پہلے سے ہر چیز کا علم ہے یا علم سے مقصود تمیز ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرنے والوں اور مرتدین میں امتیاز حاصل ہو جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ :۔ اللہ پاک کی رحمت کا ہرگز یہ تقاضا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے تم نے اللہ پاک اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے بیت المقدس کو قبلہ بنا کر جو نمازیں ادا کی ہیں وہ ہرگز ضائع نہیں ہیں یا ایمان سے مقصود نماز ہی ہے جب کہ نماز ایمان کی علامت ہے اس کی ادائیگی کے لئے دل میں اخلاص ہونا ضروری ہے۔ صحیحین میں براء بن عازب سے ایک حدیث مروی ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے کچھ صحابہ کرام شہید ہوئے اور کچھ فوت ہوئے ہم حیران تھے کہ ان کے بارے میں کیا رائے قائم کریں تو اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی۔

إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ :۔ رافت کا لفظ رحمت کے آثار سے ہے جب کہ رحمت کا لفظ عام ہے صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ اس سے اس کے بچے کو جدا کر دیا گیا ہے تو وہ عورت جب اپنے بچے کو دیکھ پاتی اسے اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگالیتی تھی چنانچہ دیکھنے میں اس کی یہ کیفیت معلوم ہوئی کہ وہ اپنے بچہ کو دیکھنے کے لئے چکر کاٹ رہی ہے آرام سے نہیں بیٹھتی ہے جب بھی گھومتے پھرتے ہوئے اسے دیکھ پاتی ہے تو اس کو اٹھا کر اپنی چھاتی سے چپکا لیتی ہے اور اس کے منہ میں اپنا پستان ڈال دیتی ہے (اس کی اس کیفیت کو دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں گرانے پر آمادہ ہو سکتی ہے جب کہ اسے قدرت حاصل ہو کہ وہ گرانے نہیں دے گی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہرگز نہیں آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! اللہ پاک اپنے بندوں پر اس عورت سے زیادہ مہربان ہے جس قدر یہ اپنے بچے پر شفقت کر رہی ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۶، بخاری ۸، ۹)

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَّكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِينَ ﴿۱۴۵﴾

اے محمد ﷺ! ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ خوب جانتے ہیں کہ نیا قبلہ ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ ان سے بے خبر نہیں اور اگر تم ان اہل کتاب کے پاس تمام نشانیاں بھی لے کر آؤ تو بھی یہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں اور تم بھی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے نہیں ہو اور ان میں سے بھی بعض بعض کے قبلہ کے پیرو نہیں اور اگر تم باوجود اس کے کہ تمہارے پاس (دانش یعنی اللہ کی وحی آچکی ہے ان کی خواہشوں کے پیچھے چلو گے تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے۔

غور و فکر کرنے کے بعد معلوم ہو رہا ہے کہ جس آیت کی تفسیر کی جا رہی ہے اس آیت کا نزول سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ سے پہلے کا ہے اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ نے بیت المقدس کو قبلہ بنا کر سولہ یا سترہ ماہ نماز ادا کرتے رہے جیسا کہ صحیح حدیث میں اس کا ذکر ہے لیکن آپ ﷺ ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی جانب رخ فرما کر نماز ادا کرنے کو محبوب سمجھتے تھے چنانچہ آپ اللہ پاک سے دعا بھی فرماتے رہے اور آپ کی نگاہ مبارک آسمان کی جانب بھی اٹھتی رہی تو اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

اللہ پاک آپ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کا دل چاہتا ہے کہ کعبہ مکرمہ بیت اللہ قرار پائے وہ کعبہ جو تمام لوگوں کے قیام اور وجود کے بقا کا سبب ہے اور آپ بھی تمام لوگوں کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور پھر آپ ملت ابراہیمی کا اتباع کرنے والے تھے اللہ پاک کو معلوم تھا کہ آپ زبردست محبت کے پیش نظر بیت اللہ کی جانب نماز ادا کرنے کی شدید رغبت رکھتے ہیں ایک فرق سمجھنے کی کوشش کریں کہ دعا کرنے والا شخص آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے ہوئے دعا کرتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو مبالغہ کی حد تک دراز کرتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے دعا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہوئے اس قدر مبالغہ کی حد تک ہاتھ لمبے کئے ہوتے تھے کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی تو اللہ پاک نے آپ کی شدید حرص کے پیش نظر آپ کی دعا قبول فرماتے ہوئے حکم دیا کہ ہم آپ کو یقیناً قبلہ کی جانب پھیرنے والے ہیں گویا کہ حکم دینے سے پہلے اس کے وعدہ کا ذکر فرمایا کہ ہم آپ کو اس کی جانب منہ پھیرنے کا حکم دیں گے۔ تاکہ آپ کو خوشی حاصل ہو کہ آپ کی دعا کو شرف قبولیت حاصل ہو چکا ہے بعد ازاں وعدہ کا ایفا کر دیا گیا اس انداز سے آپ دوبار مسرت سے محظوظ ہوئے نیز وعدہ کے بعد مطلوب کا حاصل ہونا اس کے وصال سے مانوسیت کہیں زیادہ ہوتی ہے بنسبت اس کے کہ مطلوب سے اچانک رسائی حاصل ہو جائے۔

لفظ "قِبلَۃً" کو نکرہ لایا گیا ہے اس لئے کہ اس سے پہلے اس کا کچھ ذکر نہیں اگر ذکر ہوتا تو پھر اصولی طور پر اس کو معرفہ ذکر کیا جاتا مزید الفاظ میں کسی متعین قبلہ کا ذکر نہیں ہے البتہ قبلہ کا وصف بیان ہوا ہے کہ ہم آپ کو ایسے قبلہ کی جانب منہ پھیرنے کا حکم دیں گے جو آپ کو پسند ہے آپ کا مقصود ہے جس سے آپ کے دل کو ٹھنڈک نصیب ہوگی اصل خوشی اور ٹھنڈک کا مقام دل ہے جب کہ آپ کا دل ایک عرصہ سے بے تاب تھا کہ اس کو مطلوب سے ہم کنار کیا جائے اگرچہ آپ نے زبان کے ساتھ اس کا اظہار نہیں کیا اگر غور کیا جائے تو آپ ﷺ کا کمال ادب ہے جو آپ بارگاہ رب العالمین کے بارے میں ملحوظ خاطر فرما رہے ہیں۔ ۔

ادب گاہ ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
کہ گم کردہ راہ مے آید جنید و بایزید اینجا

" یہ بارگاہ رب العزت میں توجہ کا ایسا مقام ہے جو اللہ پاک کو محبوب ہے اور جو شخص اس مقام پر فائز ہو گیا اللہ پاک کی محبت کا وہ مستحق ہو گیا اور اس کا دل اس کی امیدوں کی جانب جھکاؤ اختیار کر لیتا ہے "

چنانچہ اللہ پاک نے آپ کی اس بے مثال کیفیت کے پیش نظر حکم نازل فرمایا کہ آپ اپنے منہ کو مسجد حرام کی جانب پھیر دیں چونکہ آپ کو یہ حکم مدینہ منورہ میں دیا جا رہا ہے اس لئے حکم یہ ہوا کہ آپ مسجد حرام کی جانب منہ کریں اگر آپ مکہ مکرمہ میں ہوتے تو مسجد حرام کی جگہ پر قبلہ کی جانب منہ پھیرنے کا ذکر ہوتا معلوم ہوا مسجد الحرام میں نمازیں ادا کرنے والے قبلہ کی جانب رخ کریں اور مسجد الحرام کی حدود سے دور لوگ کعبہ کی جہت کی جانب منہ کریں عین کعبہ کی جانب منہ کرنے کا تو صرف ان لوگوں کو حکم ہے جو کعبہ مکرمہ کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یا اس کو ہاتھ یا بدن لگا رہے ہیں دور دراز رہنے والے لوگوں کے لئے یہ حکم نہیں ہے اس لئے کہ اس میں امت اسلامیہ کو دشواری تھی جب کہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے اِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ (الحدیث) " ہم پڑھے لکھے نہیں ہیں ہم لکھنا، حساب کا علم نہیں رکھتے ہیں " اس لئے آگے حکم فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو تم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنا منہ مسجد الحرام کی جانب کرنا ہوگا امت مسلمہ کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ روئے زمین کے جس مقام پر بھی آباد ہو،تم نے نماز میں مسجد الحرام کی جانب منہ کرنا ہے معلوم ہوا روئے زمین پر بسنے والے مسلمان جب مسجد الحرام کی جانب منہ کریں گے تو مجموعی لحاظ سے مسلمانوں کا منہ چاروں جہات کی طرف ہوگا اس لئے کہ کعبہ مکرمہ، مسجد الحرام زمین کے سنٹر میں ہے جب کہ عیسائی صرف مشرق کی جانب منہ کرتے ہیں پس کعبہ کی سمت معلوم کرنے کے لئے علم جغرافیہ سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے۔

قرآن پاک کا اسلوب بتا رہا ہے کہ یہ حکم آپ کے لئے خاص نہیں ہے جیسا کہ نماز تہجد کے بارے میں آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ آپ کے لئے خاص ہے ملاحظہ فرمائیں ۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل ۸۹) "بعض حصہ شب میں بیداری ہوا کرو اور تہجد کی نماز پڑھا کرو یہ شب خیزی تمہارے لئے" اس سے ذرا آگے فرمایا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ (الاحزاب ۵۰) "یہ اجازت (اے محمد ﷺ) خالص تم ہی کو ہے سب مسلمانوں کو نہیں ۔"

جب کہ اس آیت میں اللہ پاک نے ایمانداروں کو بھی وہی حکم دیا ہے جس حکم سے رسول اکرم ﷺ کو باخبر فرمایا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ قبلہ کا واقعہ عظیم واقعہ تھا جو بہت بڑے فتنہ کا پیش خیمہ ہو سکتا تھا تو اللہ پاک نے چاہا کہ ایمانداروں کو بھی بالخصوص آگاہ کرے کہ وہ خود کو اس حادثہ میں محتاط رکھیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرنا کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ نزاکت حال کے سبب ایمانداروں کو بھی بالخصوص الگ حکم دیا گیا ہے کہ وہ قبلہ کے بارے میں محتاط رہیں اور ان کے دل میں اس کا شدید احساس ہو اور نہایت پختگی اور یقین کے ساتھ ثابت قدمی کا ثبوت دیں اس سلسلہ میں منافقین اور کفار فتنہ برپا کرنے کی کوشش کریں تو حزم و احتیاط کے ساتھ اس حکم کو سر تسلیم خم کرنا ہے اور ثابت قدم رہنا ہو گا ۔ خیال رہے بیت اللہ مسجد الحرام والوں کا قبلہ ہے جب کہ مسجد الحرام حرم پاک والوں کا قبلہ ہے اور حرم پاک تمام روئے زمین والوں کا قبلہ ہے اس لئے ایک حدیث میں وضاحت ہے (مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ)" مشرق مغرب کے درمیان کی جہت قبلہ ہے ۔"

روئے زمین کے تمام مسلمان، مشرق ، مغرب ، شمال ، جنوب میں رہنے والے حرم پاک کی جانب منہ کر کے نماز ادا کریں البتہ سفر میں نفل نماز جب سواری پر ادا کی جائے تو ابتداء میں رخ حرم پاک کی جانب کیا جائے اگر بعد میں رخ ادھر نہ رہے تب بھی نماز درست ہو گی یہی کیفیت میدان جہاد کی ہے اور جس شخص کو قبلہ کی جہت معلوم نہ ہو وہ اجتہاد کے ساتھ رخ متعین کر کے نماز ادا کرے اگر اجتہاد غلط بھی ہو گا تب بھی نماز درست متصور ہوگی ارشاد باری ہے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا نماز ادا کرنے کی مختلف حالتیں ہیں قیام میں نظر سینے پر یا سجدہ کی جگہ پر اس سے آگے متجاوز نہ ہو رکوع کی حالت میں پاؤں کی جگہ پر سجدہ کی حالت میں ناک کے مقام پر اور بیٹھنے کی حالت میں بائیں پہلو کی جانب لیکن مسبحہ انگلی سے متجاوز نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ :۔ نماز ادا کرتے وقت مسجد حرام کی جانب منہ کرنا صحیح ہے اللہ پاک کی جانب سے رسول اکرم ﷺ پر اس کا حکم نازل ہوا چونکہ تحویل کعبہ کے بارے میں اعتراض کرنے والے اکثر کا تعلق اہل کتاب سے تھا جو حجاز میں اقامت پزیر تھے اگر وہ اس فتنہ کو مشتعل کرنے میں دلچسپی نہ لیتے تو شاید یہ فتنہ اس قدر خطرناک حد اختیار نہ کرتا جب کہ مشرکین چونکہ اہل علم نہ تھے وہ وحی اور شریعت کے بارے میں کچھ زیادہ دل چسپی نہیں لیتے تھے لیکن اہل کتاب چونکہ اہل علم بھی تھے وہ نبی ﷺ کو مطعون کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے عوام الناس کو اپنی جانب مائل کرنے کے لئے من گھڑت باتیں ان کے سامنے پیش کرکے اختلاف کی خلیج کو وسیع کرنے کے لئے کوشاں رہتے در اصل وہ دھوکہ باز تھے کذب بیانی ان کا وطیرہ تھا انبیاء علیہم السلام نے جناب محمد ﷺ کی نبوت کے بارے میں جو بشارتیں دی تھیں ان کو وہ چھپائے ہوئے تھے جبکہ آپ ﷺ کی نبوت کے بارے میں انہیں اسی طرح یقین تھا کہ آپ سچے پیغمبر ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کے بارے میں ان کا علم ناقابل تردید ہے اسی طرح تحویل کعبہ کو بھی حق سمجھتے تھے عمداً کتمان حق کرتے تھے۔

وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ :۔ سابقہ اوراق میں ذکر ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ مبالغہ کی حد تک یہ آرزو رکھتے تھے کہ اہل کتاب اسلام کی آغوش میں داخل ہو جائیں آپ بنسبت مشرکین کے ان سے زیادہ پر امید تھے اس لحاظ سے جب ان کی جانب سے اسلام کے بارے میں شبہات پیش کئے گئے تو آپ کو ان کے اس رویہ کے باعث سخت صدمہ ہوا اور غم ناک ہو گئے یہاں تک کہ آپ اس بات پر شدت کے ساتھ آرزو مند تھے کہ کاش مجھے ایسے دلائل عطا کئے جائیں جن کے سبب ان کے تمام شبہات کافور ہو جائیں جب تحویل قبلہ کے فتنہ نے سر نکالا انہوں نے لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کی کوشش کی تو اللہ پاک نے اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ انہیں اشتباہ نہیں ہے وہ اسلام کی حقانیت کو خوب سمجھتے ہیں البتہ وہ اسلام کے زبردست معاند ہیں علم و یقین کے باوجود انکار کی راہ پر چل رہے ہیں دلائل کسی ضدی ہٹ دھرم پر اثر انداز نہیں ہوا کرتے نہ وہ ضلالت و گمراہی کی پر پیچ گلیوں سے نکل کر صراط مستقیم پر چلنے کو پسند کرتے ہیں۔

وَ لَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا لْکِتٰبَ :۔ اللہ کی قسم ! اپنی نبوت کی صداقت پر جو دلیل بھی آپ ان کے سامنے پیش کریں گے تو وہ لوگ آپ کے قبلہ کو تسلیم نہیں کریں گے یعنی آپ کا اتباع نہیں کریں گے کجا کہ وہ آپ کے دین میں داخل ہوں اس لئے آپ کو ان کے اعراض پر غمگین نہیں ہونا چاہیے کوئی بھی دلیل بلکہ معجزہ ان کو آپ کی دشمنی سے باز نہیں رکھ سکتا یہ لوگ تو تقلید کے سبب غور و فکر اور دلائل کی جانب التفات ہی نہیں کرتے اس لئے آپ ناامید ہو جائیں کہ وہ آپ کے قبلہ کو صحیح قبلہ سمجھیں گے تو آپ کی جانب سے بھی انہیں مایوس ہونا ضروری ہے کہ آپ قبلہ کے بارے میں ہرگز لمحہ بھر بھی مداہنت نہیں کریں گے۔ آپ کا قبلہ تو اَبًا عَنْ جَدٍّ ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے جسے وہ بھی جلیل القدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان گردانتے ہیں اور ملت ابراہیمی کے حق و صداقت کے ساتھ ہم کنار ہونے میں ان میں سے کسی کو بھی کچھ شک نہیں ہے تو ان کے لئے بھی مناسب یہی ہے کہ وہ آپ کے ساتھ اتفاق کریں اختلاف کو بالائے طاق رکھ دیں ان سے آپ استفسار کریں تمہارے پاس کون سی دلیل ہے جو تمہیں ابراہیمی قبلہ سے رو گردانی کرنے پر اکسا رہی ہے آپ کے مخالفین یہودی' عیسائی اور مشرکین ہیں وہ سبھی تقلید کی راہ پر چل رہے ہیں مقلد انسان کا وطیرہ ہوتا ہے کہ وہ کسی آیت قرآنی یا کسی دلیل پر غور و فکر نہیں کرتا ہے وہ تو اندھا ہوتا ہے دیکھتا نہیں ہے وہ سماعت سے محروم ہوتا ہے اس کا دل احساسات سے خالی ہوتا ہے گویا کہ وہ مردہ ہے اس میں زندگی کے آثار ناپید ہوئے ہیں (المنار)

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ :۔ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد چونکہ یہودیت' عیسائیت کا دین منسوخ ہو چکا ہے تو ان کا اپنے قبلہ پر جمود اختیار کرنا محض خواہش نفس کا نشان ہے چنانچہ اللہ پاک بظاہر آپ ﷺ کو مخاطب فرما رہے ہیں جب کہ مقصود خطاب سے امت مسلمہ ہے انہیں گمراہ فرقوں سے نفرت دلاتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اگر بفرض محال آپ ان کی خواہشات کی پیروی کریں گے جب کہ اس کا ہرگز امکان نہیں ہے اس کو ایک مثال سے سمجھیں کہ ایک شخص اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر تو آسمان پر چڑھ گئی تو تجھے طلاق واقع ہو جائے گی جب کہ کسی بھی شخص کا آسمان پر چڑھنا محال ہے اور کسی بھی محال چیز پر کسی چیز کو معلق کرنا محال ہوتا ہے پس قرآن پاک کی آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ ﷺ ظالم نہیں ہیں نہ آپ کا شمار ظالموں سے ہوگا اس لئے کہ آپ ان کی خواہشات کے نقش قدم پر چلنے والے نہیں ہیں بالکل اسی طرح آپ کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا اس لئے کہ آپ کا شرک کرنا ممنوع ہے پس بظاہر آپ کو مخاطب کرکے جو کہا گیا ہے وہ اس امر کی ہولناکی کے سبب ہے جبکہ آپ تو اس سے کوسوں دور ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ تو معصوم ہیں آپ ﷺ کے مخاطب کرنے سے مقصود امت مسلمہ ہے اور وہ لوگ جن سے اس کا امکان ہو سکتا ہے (البحر المحیط ۱ / ۴۳۲)

ہم تشدید اور وعید کے انداز پر جب غور کرتے ہیں تو ہمیں خود کو اس راہ پر چلانے سے دور رکھنا چاہیے لیکن ہم عوام الناس کی پیروی میں خواہشات نفسانی کے مطابق خود کو چلاتے رہتے ہیں اور بدعات کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جب ہم سمجھتے ہیں کہ فلاں کام بدعت ہے تو پھر دیدہ دلیری کے ساتھ اس کام کو عادتاً کر گزرتے ہیں ہم سے اللہ کا ڈر غائب ہوتا ہے جب ایک (متدین) شخص انہیں ملامت کرتا ہے تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم کیا کریں ہم میں قوت نہیں ہے ہم عوام کالانعام کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے ہیں اس قسم کے عذر لنگ پیش کرکے وقتی طور پر خود کو بچا لیتے ہیں لیکن ہماری غیرت اسلامی کا جنازہ نکل چکا ہوتا ہے تعجب ہے کہ بدعات کا ارتکاب کرنے والے خود کو اہل علم کے زمرہ سے شمار کرتے ہیں وہ اس قدر عوام الناس کے ساتھ گڈ مڈ ہو چکے ہیں کہ وہ منکرات کو معروف اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معروف کو منکرات سمجھتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تعجب خیز اور مضحکہ انگیز یہ حقیقت ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ منکرات کا مقابلہ کرنا در اصل دین اسلام پر ظلم کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ معاشرہ میں جو اتفاق نظر آتا ہے اس سے نکل کر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانا ہرگز درست نہیں ہے بس عوام الناس جس کو دین اسلام سمجھتے ہیں ان کی مخالفت نہ کی جائے اگر مخالفت کی جائے تو عوام کا اعتماد ان پر نہیں رہے گا میلاد کی مجالس ذکر و اذکار سے تو خالی نہیں ہوتی جب کہ اسلام کے نقطہ نظر سے میلاد کی محافل بدعات ہیں اور منکر کام ہیں ان میں جو ذکر کیا جاتا ہے اس کا بھی شریعت میں کچھ ثبوت نہیں ہے علماء سوء صرف عوام الناس کو خوش کرنے کے لئے نصوص صریحہ کی تاویل ہی نہیں بلکہ تحریف کے بھی مرتکب ہوتے ہیں در اصل اس قماش کے علماء نے ان کے تحائف اور نذرانوں سے اپنی تجوریوں کو بھر رکھا ہے وہ عوام کے خلاف کیسے اپنی زبان سے کوئی کلمہ کہہ سکتے ہیں ارشاد ربانی ہے اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا (التوبہ ۹) " یہ اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں ۔ " تعجب ہے کہ اس قسم کے دین فروش علماء بھی اہل کتاب کے علماء کے بارے میں تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ کیسے انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور قرآن پاک کو اللہ کی کتاب نہ سمجھا لیکن اپنے بارے میں انہوں نے کبھی لحظہ بھر بھی یہ خیال نہ کیا کہ ہم کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے عوام کی خواہشات اور امنگوں کے مطابق فتاوی دے رہے ہیں ان کی رضا مندی کے لئے شرعی حیلے نکال رہے ہیں اور کتاب و سنت سے الگ عوام کی خواہشات کے مطابق انہیں چلا رہے ہیں اور زبان پر ایک کلمہ بھی نہیں لاتے کہ تم گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہو حقیقت یہ ہے کہ بدعات ' شرک پر خاموش رہنے والے علماء اگرچہ خود کو منصب افتاء ' شیخ الحدیث ' شیخ القرآن پر بٹھاتے ہیں لیکن شاید ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہ ہو جنہوں نے کتاب و سنت کے خلاف امراء اور حکام کو خوش کرنے کے لئے دین اسلام کو تبدیل کر کے اسے ایسے روپ میں پیش کیا ہے کہ موازنہ کرنے سے معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی پکار اٹھتا ہے کہ یہ دین وہ نہیں ہے جسے محمد ﷺ نے پیش کیا اور جس پر صحابہ کرام' تابعین عظام اور آئمہ کرام زندگی بھر چلتے رہے ۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان (پیغمبر ﷺ) کو اس طرح پہچانتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں مگر ان میں سے ایک فریق سچی بات کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے (اے پیغمبر یہ نیا قبلہ) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

اس سے پہلی آیت میں ذکر ہوا تھا کہ اہل کتاب کو اس حقیقت کا خوب علم ہے کہ قبلہ کے بارے میں نبی ﷺ نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے البتہ بظاہر وہ اس کا انکار کرتے تھے جب کہ اس آیت میں قبلہ کے بارے میں بھی اور قبلہ کے بارے میں خبر دینے والے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں بھی انہیں یقین تھا کہ وہ وہی پیغمبر ہیں جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اس کی وضاحت سورہ الاعراف کی آیت ۱۵۶ میں ذکر ہو گی انشاء اللہ نیز آپ کی صفات کا بھی ان کی کتب میں ذکر ہے جن کا انطباق آپ کی ذات کے علاوہ کسی پر ممکن نہیں پس آپ کی علامات سے آپ کی صداقت کا انہیں اتنا ہی یقین ہے جیسا کہ باپ کو اپنے بیٹے پر یقین ہوتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اہل عرب کسی چیز کی صحت کی مثال اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس چیز کا صحیح ہونا بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ باپ اپنے بیٹے کو صحیح سمجھتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے چنانچہ حدیث میں ہے "کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص سے استفسار کیا جس کے ساتھ چھوٹا بچہ تھا کیا یہ تیرا بیٹا ہے اس نے جواب دیا اے اللہ کے رسول ﷺ' یہ میرا بیٹا ہے میں اس کے اپنے بیٹے ہونے کے بارے میں گواہی دیتا ہوں آپ نے فرمایا بلا شبہ وہ تجھ سے پوشیدہ نہیں اور تو اس پر پوشیدہ نہیں" (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۹ مسند احمد ۴ - ۱۶۴' شرح السنہ ۱۳ - ۲۳۰)

بلکہ جم غفیر بچوں میں سے ہر شخص اپنے بچے کو فورا بھانپ لے گا کہ یہ میرا بیٹا ہے ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ وہ بیت اللہ کے قبلہ ہونے کو اسی طرح درست قرار دیتے جس طرح باپ اپنے بیٹوں کو فوراً پہچان لیتے ہیں البتہ اہل کتاب سے ایک گروہ ایسا ہے جو کتمان حق سے باز نہیں آتا جب کہ اسے خوب علم ہے کہ قبلہ کعبہ ہے یا محمد ﷺ وہی اللہ کے پیغمبر ہیں جن کی بشارت ان کی کتاب انجیل میں موجود ہے جب کہ ایک دوسرا گروہ آپ کی صداقت کا قائل تھا آپ پر ایمان لایا اور اسلام کی نعمت سے مالا مال ہوا جب کہ بعض نے جہالت کے سبب انکار کیا۔

اَلْحَقُّ مِن رَّبِّکَ :۔ اے اللہ کے پیغمبر ﷺ جس دین کو آپ نے پیش کیا ہے وہ سچا دین ہے یا وہ وحی جو آپ کی جانب کی جاتی ہے وہ درست ہے آپ اس سے رخ نہ پھیریں اور حق و صداقت کا انکار کرنے والوں کے توھمات کی جانب ہرگز التفات نہ کریں اس لئے کہ واضح' روشن اور سچے دین میں ہرگز کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

اس آیت میں بظاہر اگرچہ خطاب نبی کریم ﷺ کی جانب ہے جب کہ مقصود اس سے امت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمدیہ کے وہ لوگ بھی ہیں جو ہر دور اور ہر جگہ میں دھوکہ بازوں کے دھوکے میں آکر دین اسلام کو خیرباد کہہ دیتے ہیں چنانچہ بعض کمزور ایمان والے تحویل قبلہ کے فتنہ کی نذر ہوئے اور مرتد ہو گئے ۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذَالِکَ

فائدہ :۔ تمام مسلمانوں کو نماز ادا کرتے وقت ایک قبلہ کی جانب منہ کرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ امت مسلمہ کا وطنیت، جنسیت اور زبان کے اختلاف کے باوجود ایک معبود، ایک دین ایک رسول ایک قبلہ ہے بعد ازاں ان تمام وحدتوں کے ساتھ ساتھ عقیدہ اور قبلہ کی وحدت ہے (اعراب القران ج۱ ص۳۰۱)

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

اور ہر ایک (فرقے) کے لئے ایک سمت مقرر ہے جدھر وہ (عبادت کے وقت) منہ کیا کرتے ہیں تو تم نیکیوں میں سبقت حاصل کرو تم جہاں ہو گے اللہ تم سب کو جمع کرے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور تم جہاں سے نکلو (نماز میں) اپنا منہ مسجد محترم کی طرف کر لیا کرو بلا شبہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں اور تم جہاں سے نکلو مسجد محترم کی طرف منہ (کرکے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھا) کرو' اور مسلمانو' تم جہاں ہوا کرو اسی (مسجد) کی طرف رخ کیا کرو (یہ تاکید اس لئے کی گئی ہے) کہ لوگ تم کو کسی طرح کا الزام نہ دے سکیں مگر ان میں سے جو ظالم ہیں (وہ الزام دیں تو دیں) سو ان سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا اور یہ بھی مقصود ہے کہ میں تم کو اپنی تمام نعمتیں بخشوں اور یہ بھی کہ تم راہ راست پر چلو۔

اہل کتاب کا قبلہ کے بارے میں رویہ معاندانہ ہے وہ اس قبلہ کی اہمیت کو بھی خوب جانتے ہیں اس لئے کہ اہل کتاب جس طرح آخر الزماں پیغمبر ﷺ کے سچے ہونے کا دل سے یقین رکھتے ہیں اسی طرح اللہ پاک کی جانب سے جو آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے وہ بھی صحیح ہے لیکن قبلہ کے بارے میں خوامخواہ شور و شغب ڈال رہے ہیں پس ہر امت نماز کی ادائیگی میں ایک سمت کی جانب منہ کرتی ہے جب کہ قبلہ کی حیثیت دین اسلام میں رکن کی نہیں ہے جیسا کہ اللہ کی وحدانیت اور قیامت کے وقوع کا اقرار کرنا رکن کی حیثیت کا حامل ہے چنانچہ ابراہیم' اسماعیل علیہما السلام کعبہ مکرمہ کے متولی تھے جب کہ بنو اسرائیل بیت المقدس کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں اور عیسائی مشرق کی جانب منہ کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ قبلہ کو کسی بھی دین میں رکن کی حیثیت عطا نہیں کی گئی تو اب بیت اللہ کو قبلہ متعین کرنے میں اس قدر شور و شغب کرنے کا کیا سبب ہے اور کیوں اس سلسلہ میں شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے اور حیرانی کی کیفیت پیدا کر کے اسلام سے لوگوں کو دور کرنے کی بے کار کوششیں کی جا رہی ہیں پس جب قبلہ کا مسئلہ اصولی نہیں ہے نہ اس کو اس قدر جوہریت حاصل ہے کہ اس میں تبدیلی ممکن نہ ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ تو فروعی ہے یہی وجہ ہے کہ مختلف حالات میں اس میں تبدیلی رونما ہوتی رہی ہے تو اصل بنیادی حقیقت یہ ہے کہ وحی الٰہی کا اتباع ضروری ہے اور اس کو تسلیم کیا جائے اگرچہ اس کی حکمت سے آگاہی نہ بھی حاصل ہو جیسا کہ نماز فجر کی دو رکعات مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی چار رکعات ہیں یا ایک رکعت میں رکوع ایک کیوں ہے اور سجدے دو کیوں ہیں اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اللہ پاک کے حکم کو من و عن تسلیم کرنا ضروری ہے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ :۔ پس اعمال صالحہ کے بجا لانے میں دوڑ لگانی چاہیے سستی کاہلی کو بالائے طاق رکھنا ضروری ہے غالباً یہ جملہ اس حقیقت کی جانب اشارہ کر رہا ہے کہ جب تمہارا قبلہ بیت اللہ ہے تو جس طرح تم روئے زمین پر آباد مسلمان نماز ادا کرتے وقت اس کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرتے ہو اسی طرح جب تم اس کی زیارت' حج' عمرہ کی استطاعت سے باریاب ہو جاؤ تو نہایت جوش و خروش دیوانہ وار حج عمرہ کے ان تمام فرائض' مستحبات کو نہایت شغف' شفقت' محبت' فریفتگی' یکسوئی کے ساتھ بھاگ دوڑ کر سر انجام دو کہ تمہاری اس کیفیت کا جائزہ لینے والے لوگ محسوس کریں کہ شاید اس انداز کا ولولہ' جوش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

' محبت ' اشتیاق' رعنائی' جاں سپاری' جانفشانی بلکہ دیوانگی اور حواس باختگی کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے جیسا کہ بیت اللہ کا طواف ' صفا مروہ کے درمیان سعی ' منیٰ ' مزدلفہ' عرفات کی جانب نہایت محبت اور فرط جذبات کے عالم میں آہوں سسکیوں نم آلود' اشکبار آنکھوں سے مردوں عورتوں کے مسلسل قافلوں کو بھاگتے ' کانپتے فرط جذبات سے سرگرداں دیکھنے کی کیفیت سے ایمان میں پختگی اور استقامت جلوہ افروز ہوتی ہے۔

اَیۡنَمَا تَکُوۡنُوۡا :۔ اس جملہ کو فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ کے بعد ذکر کرنے سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا دن جزا و سزا کا دن ہے اعمال صالحہ کرنے والے جنت کے مستحق ٹھہریں گے جب کہ بدکاروں کو دوزخ میں گرایا جائے گا کسی بھی شخص کو کسی شہر میں سکونت اختیار کرنے یا کسی سمت کی جانب منہ کرنے سے کچھ امتیاز حاصل نہیں ہوگا تم جہاں کہیں بھی رہائش پذیر ہو تم سب کو اللہ حشر کے میدان میں محاسبہ کے لئے اکٹھا کرے گا وہاں تو اعمال صالحہ کرنے والے مسلمان کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزارنے والوں کو اللہ پاک کی مہمانی حاصل ہو گی پس تمہیں دنیوی زندگی میں اللہ کی اطاعت کی جانب سبقت لے جانے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اس حکم کا تقاضہ ہے کہ نمازیں اول وقت میں با جماعت ادا کی جائیں البتہ عشاء کی نماز کو تاخیر سے ادا کرنا افضل ہے چنانچہ آپ ﷺ کبھی عشاء کی نماز کو ثلث رات کبھی نصف رات تک بھی تاخیر سے ادا کرتے تھے جب کہ ظہر کی نماز میں اگر معمولی تاخیر بھی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں اس لئے کہ وہ وقت غفلت کا ہوتا ہے بالخصوص جب گرمی شدت کی ہو رسول ﷺ کا فرمان ہے' اِذَا شۡتَدَّ الۡحَرُّ فَاَبۡرِدُوۡا بِالصَّلٰوۃِ " شدید گرمی کے وقت نماز کو ٹھنڈی کرکے ادا کرو " البتہ موسم سرما میں نماز کی ادائیگی اول وقت میں کی جائے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ :۔ اللہ پاک تم سب کو اکٹھا کرنے پر قادر ہے خواہ تم کتنی دور مسافت پر مدفون ہو گے اللہ پاک ان لوگوں کو ڈانٹ پلا رہے ہیں جو قبلہ کے متعلق چہ میگوئیاں کر رہے ہیں اور فتنہ انگیزی کو مشتعل کرکے مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں یاد رکھو دین اسلام کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ تم اعمال صالحہ کی جانب مسابقت اختیار کرو تم دیکھتے نہیں ہو کہ محمد ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام اچھے کاموں کی جانب کتنی تیزی کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہیں وہ کون سی خوبی ہے جس سے وہ محروم ہیں مقصود اہل کتاب کی جانب اشارہ کرنا ہے کہ انہوں نے اعمال صالحہ کی جانب پیش قدمی سے رخ موڑ لیا ہے ان کی بد عنوانیاں شرارتیں اور خباثتیں نمایاں ہیں وہ ہمہ وقت آپ ﷺ کے پیروکاروں سے بے فائدہ بحث و جدال کرتے رہتے ہیں اور جو لوگ صراط مستقیم پر رواں دواں ہیں انہیں مطعون کرتے رہتے ہیں۔

وَ مِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ :۔ جس جگہ سے آپ باہر جانے کا قصد کریں اور جس مقام پر آپ ٹھہرنے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارادہ کریں تو آپ کو حکم ہے کہ آپ عبادت کی حالت میں منہ مسجد الحرام کی جانب کیا کریں یہ حکم آپ ﷺ کے ساتھ خاص تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے زماں' مکاں' حضر' سفر کی کچھ قید نہیں ہر حالت میں یہی حکم ہے چنانچہ تحویل قبلہ کا جب حکم نازل ہوا تو آپ نماز کی ادائیگی میں مصروف تھے مقصود یہ تھا کہ حکم عام ہے اس نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے نہ اس جگہ کے ساتھ خاص ہے بلکہ آپ کے لئے ضروری ہے کہ جب بھی آپ گھر سے باہر جائیں اور جدھر جائیں ہر حالت میں اس حکم پر عمل پیرا رہیں خیال رہے کہ بیت اللہ کے قبلہ قرار دینے میں ایک ایسی خصوصیت پنہاں ہے جو کسی دوسرے قبلہ میں نہیں وہ یہ ہے کہ بعض مسلمانوں کا قبلہ مشرق ' بعض کا مغرب بعض کا شمال جب کہ بعض کا جنوب کی طرف قبلہ ہے یہ ایک ایسی خوصیت ہے جس سے دوسرے ادیان والے محروم ہیں بالخصوص اس لئے کہ بیت اللہ روئے زمین کے سنٹر میں ہے دیگر قبلے اس خصوصیت سے عاری ہیں۔

وَمَا اللّٰهُ بِغٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ :۔ لوگو! تم سب اللہ کی نظر میں ہو تمہارے اعمال پر بھی اس کی نظر ہے در اصل پہلے نبی ﷺ مخاطب تھے اب کلام میں التفات ہے اور خطاب تمام مسلمانوں کو ہے جو مکلف ہیں جب کہ منافقین کو ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ اللہ کو تمہاری تمام کارستانیوں کا علم ہے ان کی فساد انگیزیوں اور فتنوں سے وہ بے خبر نہیں ہے سبھی کو ان کی کرتوتوں کی سزا مل کر رہے گی ارشاد باری ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور' ۶۳) " تو جو لوگ ان (نبی کریم ﷺ) کے حکم کی نا فرمانی کر رہے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔"

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ :۔ (البقرہ ۱۰) " اور تم جہاں سے نکلو مسجد محترم کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرو۔" وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ میں صیغ امر کے ساتھ رسول کریم ﷺ اور امت مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نماز کی ادائیگی میں مسجد الحرام کی جانب منہ کریں اس حکم پر تین علتوں کو مرتب کیا گیا ہے وگرنہ یہ سمجھنا درست نہیں کہ فقط تاکید کے لئے تکرار ہے عربی زبان کے فصیح و بلیغ دانشوروں کے ہاں یہ اسلوب متعارف ہے پہلی علت یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی کتاب کے مطالعہ کی روشنی میں اس نظریہ پر تھے کہ آخر الزماں پیغمبر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے مبعوث ہوگا اور کعبتہ مکرمہ اس کا قبلہ ہوگا لیکن اگر بیت المقدس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا قبلہ مقرر کر دیا جاتا تو پھر ان کے ہاں دلیل موجود تھی کہ یہ وہ پیغمبر نہیں ہے جس کی بشارت ان کی کتاب میں موجود ہے جب تحویل قبلہ ہوا کہ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو قبلہ قرار دیا گیا تو انہوں نے معلوم کیا کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس کی بشارت موجود ہے جب مشرکین سمجھتے تھے کہ وہ پیغمبر ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے پیدا ہوگا اور ملت ابراہیمی کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احیاء کرے گا وہ ہرگز بیت اللہ کے سوا کسی دوسرے قبلہ کو اپنا قبلہ نہیں بنائے گا اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام اس کے معمار تھے اور اسماعیل علیہ السلام اس کی تعمیر میں ایک مزدور کی حیثیت سے کام کرتے رہے تو تحویل قبلہ جہاں اہل کتاب ، مشرکین کی حجت معدوم ہو گئی وہاں منافقین نے بھی خاموشی اختیار کر لی اور ان کی زبانیں خاموش ہو گئیں البتہ ان میں سے وہ جو حق کے قبول کرنے سے پس و پیش کرتے ہیں وہ اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے واویلا اور شور و شغب مچاتے رہے اور لوگوں کو صراط مستقیم سے دور ہٹانے کے لئے دشمن کا پارٹ ادا کرتے رہیں گے۔ چنانچہ تحویل قبلہ پر یہودیوں نے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ اس شخص نے جس طرح اب اپنی قوم کے قبلہ کو اپنا لیا ہے زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ وہ ان کا دین بھی اختیار کر لے گا جب کہ منافقین نے یہ شوشہ چھوڑا کہ یہ شخص مستقل مزاج نہیں ہے متردد ہے آج ایک راہ اختیار کرتا ہے زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ اس کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کر لیتا ہے اس میں استقلال نہیں ہے اس قماش کے لوگوں نے فتنہ کی آگ کو مشتعل کیا اور قبلہ کے بارے میں شکوک و شبہات دائر کر کے فضا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کشیدہ کردیا جب کہ ان کی کسی بات میں کچھ وزن نہ تھا انہیں پہلے بھی احمق بے وقوف قرار دیا جا چکا تھا۔

فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ :۔ ان کی غلط باتوں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے ان کی باتوں میں ہرگز صداقت نہیں ہے اور نہ ان کی باتوں سے کوئی عقل مند شخص متاثر ہو سکتا ہے ان کی باتیں عقل، نقل دونوں کے خلاف ہیں۔

وَاخۡشَوۡنِیۡ :۔ تم نے میری مخالفت نہیں کرنا ہے میرا پیغمبر جو کچھ تمہارے سامنے پیش کر رہا ہے تم نے اس کی نافرمانی نہیں کرنی ہوگی میں نے تم سے جو وعدہ کر رکھا ہے اس کا ایفا کروں گا اور میرا وصف ہے کہ میں وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہوں۔

وَلِاُتِمَّ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکُمۡ :۔ اس جملہ میں تحویل قبلہ کی دوسری علت کا ذکر ہو رہا ہے کہ جس بیت اللہ کو تمہارے جد امجد نے اللہ پاک کے حکم سے تعمیر فرمایا تھا وہ اب تمہارا مستقل قبلہ ہے دیگر تمام لوگ تمہارے تابع ہیں اس کی وضاحت یہ ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں ان پر جو کتاب نازل ہو رہی ہے اس کی زبان عربی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی زبان بھی عربی ہے آپ کی دعوت کا ظہور ان میں ہوا اور ان کے بعد دیگر اقوام تک آپ کی تعلیمات پہنچیں ان میں سے جو لوگ آپ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے اسلام لے آئے ہیں وہ دل و جان سے پسند رکھتے ہیں کہ عبادت کے وقت ان کے منہ بیت اللہ کی جانب ہوں اور وہ نہایت خوشی کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا احیاء چاہتے ہیں وہ نہایت سرگرم عمل ہیں کہ بیت اللہ کو بتوں کی عبادت سے پاک کریں وہ بیت اللہ کی عظمت اور شرف کے قائل ہیں اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر کی تکمیل بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ہاتھوں ہوئی اللہ پاک نے ان کو عظیم نعمت سے نوازا اور تمام لوگوں کی توجہات کو اس کی جانب پھیر دیا چنانچہ بیت اللہ کے مادی اور معنوی فوائد بے شمار ہیں ۔

چنانچہ مفتی محمد عبدہ نے اس حکم کی حکمت سے آگاہ کیا ہے کہ پہلے بیت المقدس کو کیوں قبلہ قرار دیا گیا ' وہ وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں آغاز اسلام میں کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا اس کا اقتدار مشرکین کے ہاتھوں میں تھا اس لئے کہ کعبہ پر کفر و شرک کا تسلط تھا اور ان کے اقتدار کے ختم ہونے کی ابھی امید نہ تھی ' اس سبب سے اللہ پاک نے بیت اللہ کو قبلہ نہ بنایا کہ وہ اس وقت مشرک کی آماجگاہ تھا اور شرک کی آغوش سے نکلنے کی امید ابھی مفقود تھی ' اس لئے بیت المقدس کو وقتی طور پر قبلہ متعین کر دیا گیا اس لئے کہ اہل کتاب بنسبت مشرکین مکہ کے توحید کے قریب ہیں لیکن جب وہ وقت تقریبا آن پہنچا جب بیت الحرام کو بتوں اور ان کی عبادت سے پاک کرنا تھا اور بت پرستوں کی سیادت اور قیادت سے بیت الحرام کو تحفظ عطا کرنا تھا تو بیت الحرام کو ہی موحدین کا قبلہ قرار دیا گیا تا کہ وہ موحدین کی توجہ کا مرکز بنے اور بیت اللہ کی تطہیر اور اس پر اقتدار کا پیش خیمہ بنے بلکہ اس جملہ میں فتح مکہ کی بشارت کا اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے توحید کو غلبہ عطا کیا اسلام کی نشر و اشاعت میں اضافہ ہوا اور شرک اور مشرکین کی پسپائی میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔

وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ :۔ تحویل قبلہ کی تیسری علت بلکہ حکمت کا اس میں بیان ہو رہا ہے تحویل قبلہ تمہیں حق و صداقت پر استقامت اختیار کرنے کی تربیت سے نواز رہا ہے جب کہ جھگڑوں اور تنازعات میں باطل کی کمزوری عیاں ہو جاتی ہے اور حق و صداقت کو غلبہ اور تفوق حاصل ہوتا ہے باہم مباحثہ سے دلائل کی چمک دمک میں نکھار نمودار ہوتا ہے۔ اور شبہات ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی مانند بالاخر بجھ جاتے ہیں۔ اللہ پاک کی سنت ہے کہ فتنوں کی بھرمار اور ان کے نمودار ہونے سے حق و صداقت کی روشنی میں معتد بہ اضافہ ہوتا ہے' جب کہ شکوک و شبہات میں مستغرق لوگوں کے دل پر اندھیروں کے سائے امڈ آتے ہیں ' ایمان کی دولت سے مالا مال افراد کا سر اللہ پاک کی چوکھٹ پر سجدہ کناں ہوتا ہے اور کفر کی آغوش میں زندگی گزارنے والوں کا بالاخر اسلامی معاشرہ سے نام و نشان تک مٹ جاتا ہے۔

اس حقیقت سے مفر نہیں کہ ہر شخص خود کو فی الجملہ حق و صداقت کے گروہ سے شمار کرتا ہے جبکہ حق و صداقت کی معرفت اور اس پر استقامت اور ثابت قدمی اکثر و بیشتر اس وقت تک نمایاں کیفیت کے ساتھ اجاگر نہیں ہوتی۔ جب تک کہ حق و صداقت کا مدعی اس راہ میں کسی مخالف شخص سے مڈ بھیڑ نہیں رہتا اور جب اس کا مخالف اسے مقابلہ کے لئے للکارتا ہے تو اس وقت اس کی روحانی قوت میں مزید روشنی نمودار ہوتی ہے اور اس کی قوت میں اس قدر اشتعال نمودار ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخالف کے مقابلہ میں لرزہ بر اندام نہیں ہوتا بلکہ ثابت قدمی اور اولوالعزمی کے ساتھ باطل کو مسلسل شکست سے ہم کنار کرکے اسے میدان سے بھاگنے پر مجبور کر دیتا ہے یا وہ حق و صداقت کی آغوش میں آکر باطل کے دبیز پردوں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجات حاصل کرلیتا ہے۔ نتیجۃً حق و صداقت کے علم بردار کے علم میں روحانیت مزید اجاگر ہوتی ہے اور اس کے علم میں غیبی طور پر بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔ وہ درجہ کمال پر استوار ہو جاتا ہے ایمان و یقین کی دولت نے اسے اس اعزاز سے ہم کنار کیا جب کہ شکوک و شبہات کی دلدل میں گھرے ہوئے لوگ جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتے ہیں۔ چنانچہ کسی صاحب معرفت کا قول ہے اللہ پاک ہمارے دشمنوں کو ہماری جانب سے جزائے خیر سے نوازے اس لئے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو ہم قرب الٰہی کی ادنی منزل تک رسائی تک تو کجا بلکہ ہم قرب الٰہی کے وصال سے ہمیشہ محروم رہتے۔ ایک شاعر کا قول اسی نظریے کی تائید کر رہا ہے ۔

عُدَاتِي لَهُم فَضلٌ عَلَيَّ وَرِفعَةٌ فَلَا أَذهَبَ الرَّحمَانُ عَنِّي الأَعَادِيَا
هُم بَحَثُوا عَن زَلَّتِي فَاجتَنَبتُهَا وَهُم نَافَسُونِي فَاكتَسَبتُ المَعَالِيَا

"میرے دشمنوں کا مجھ پر فضل اور احسان ہے، رحمان مجھ سے میرے دشمنوں کو کبھی دور نہ کرے انہوں نے میری لغزشوں پر بحث کا دروازہ کھولا تو میں ان سے دور رہا انہوں نے میرا مقابلہ کیا تو میں نے بلندیوں کے مقام پر پہنچ کر عظمتوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا" علامہ اقبال کا شعر ملاحظہ فرمائیں ۔

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

حقیقت یہ ہے کہ دشمن لغزشوں کا متلاشی رہتا ہے اور بے ہودگیوں کی تلاش میں کرید کرتا رہتا ہے جب کہ حق کا متلاشی ہمیشہ ہر چیز سے فائدہ حاصل کرنے پر توجہ مرکوز رکھتا ہے اور ہر قسم کے معاملہ میں اس کی نظر عبرت کا سامان فراہم کرنے میں مرکوز رہتی ہے۔ وہ ہمیشہ حقیقت کے راستہ پر چلتا رہتا ہے جب بھی دشمن کی گفتگو میں صحیح عیب جوئی محسوس کرتا ہے تو اس سے پرہیز کرتا ہے، یا کسی راہ میں ٹھوکر کھانے کا احساس ہو تو اس سے کنارہ کش رہتا ہے اور جب باطل اس کی آنکھوں کے سامنے واضح ہوتا ہے تو وہ حق و صداقت پر گامزن رہتا ہے اور جب طعن و تشنیع کی پر پیچ راہوں سے آشنا ہو جائے تو ان کو بند کرنے کی جستجو کرتا ہے، ان اوصاف کے مالک شخص کا شمار کامل اکمل پختہ کار لوگوں سے ہوتا ہے ان تمام تمہیدات سے مقصود یہ ہے کہ بے وقوف لوگوں نے قبلہ کے مسئلہ میں جس فتنہ کو ایمان داروں کے خلاف کھڑا کیا حقیقت یہ ہے کہ وہ فتنہ ہدایت و سعادت کا سرچشمہ ثابت ہوا قبلہ کے بارے میں واضح آیات اور مضبوط دلائل کے نازل ہونے کے بعد راہ حق پر رواں دواں رہنے اور ثابت قدمی کا مضبوط ذریعہ ثابت ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿١٥٢﴾

جس طرح (من جملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیات پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے ہیں اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔

اللہ پاک نے تم پر اپنے انعامات کو مکمل کر دیا جب تمہیں بیت اللہ پر تسلط حاصل ہو گیا جو تمہارا قبلہ ہے اور تمہیں بت پرستی سے تحفظ عطا کیا گیا بیت اللہ کا محل وقوع بالکل درمیان میں ہے بیت اللہ کے ساتھ تمہارا فخر اور شرف وابستہ ہے اس کے ساتھ ساتھ تمہیں مزید ایک اور شرف سے نوازا کہ تم سے رسول مبعوث فرمایا۔ کیا اس شرف سے انکار ممکن ہے کہ قبلہ بھی تمہارے علاقہ میں اور پیغمبر بھی تم میں سے ہی مبعوث کیا گیا۔

يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا :۔ رسول اکرم ﷺ کے ان اوصاف کا ذکر ہو رہا ہے جن کے سبب آپ مجسمہ نعمت اور رحمت ہیں وہ پیغمبر تم کو ہماری آیات سے باخبر کر رہا ہے جن میں توحید اور ہدایت کا خزانہ مستور ہے آیات سے مقصود آیات قرآنیہ بھی ہو سکتی ہیں اصول دین کے واضح دلائل بھی مراد لئے جا سکتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے ضمن میں آیات سے مقصود آیات کونیہ عقلیہ کا ذکر گزر چکا ہے لیکن آیات کو عمومیت پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے چنانچہ اللہ پاک کی جانب سے نازل کردہ آیات اس کے بندوں پر احسان ہے اس لئے کہ آیات کا مفہوم لوگوں کو حق کی دعوت دے رہا ہے جب کہ دعوت کے ساتھ ساتھ دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں محض تقلید کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور جہاں آیات میں عقائد کے اصول اور قواعد کا بیان ہے وہاں رسالت اور نبوت پر بھی وہ آیات واضح دلائل سے ہم کنار ہیں جن میں اعجاز کا پہلو نمایاں ہے۔

استقبال کعبہ کے بعد دوسری بڑی نعمت آخر الزماں پیغمبر ﷺ کو مبعوث کرنا تھا اس کا بھی آپ سے ہی انتخاب کر کے کیا گیا مزید بر آں انہیں تمام لوگوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہے پس جس طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب بیت اللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کا قبلہ متعین قرار دیا گیا ہے اسی طرح رسول اکرم ﷺ بھی اللہ کی جانب سے آخری پیغمبر ﷺ ہیں آپ کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوگا آپ کو خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ کے لقب کے ساتھ نوازا گیا ہے ان دونوں عظیم نعمتوں کے بارے میں جب غور کیا جائے تو ان کے سبب عرب دنیا کو عزت' سیادت اور شرف سے ہم کنار کیا گیا ہے اور عرب دنیا کا میلان ان کی جانب ہونا چاہیے جب کہ آپ ان میں سے ہی ایک فرد ہیں اور بیت اللہ جسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبلۃ الصلوۃ کا اعزاز عطا کیا گیا جس کے حج کا حکم دیا گیا اور جس کی تعظیم اور حرمت کو فرض قرار دیا گیا وہ بھی ان کے شہر میں واقع ہے اس کے ساتھ ساتھ آخرالزماں پیغمبر ﷺ کا تعلق بھی عرب دنیا کے ساتھ ہے تم ان کے اعلی اوصاف سے شناسا ہو تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے مقاصد نہایت اعلی اور بلند ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی پیروی کی جائے اور اس کی رائے کے مطابق معاشرہ کو امن و سکون کی نعمت سے مالا مال کیا جائے اس لئے کہ تم خوب جانتے ہو کہ تم میں اس سے زیادہ فہم و فراست کا مالک کوئی دوسرا شخص نہیں ہے دور جاہلیت سے لے کر اب تک تمہارا مشغلہ شعر گوئی اور قصائد بلیغہ سے مجالس کو رونق بخشنا تھا جب کہ وہ پیغمبر ان کے بجائے تمہیں آیات قرآنیہ پڑھ پڑھ کر سنا رہا ہے جو لوگ ان کے مفہوم کی جانب مکمل توجہ دیں گے وہ انہیں صراط مستقیم پر پہنچا کر انہیں ہر قسم کا تحفظ عطا کرتی ہیں اس پیغمبر کی تشریف آوری سے پہلے تم اپنے اشعار اور قصائد میں اللہ کی مخلوق کی تعریف میں رطب اللسان دکھائی دیتے ہو جب کہ اس کا مشن یہ ہے کہ وہ اپنے فصیح و بلیغ کلام میں اللہ پاک کی مدح و توصیف جس خوبصورتی اور تعلیماتی انداز میں پیش کر رہا ہے تم میں اس کا مقابلہ کرنے کی جسارت نہیں ہے مزید برآں وہ کلام جو در اصل اللہ کا کلام ہے جسے آپ ﷺ پیش کر رہے ہیں اس کو دوام و استمرار حاصل رہے گا اس کو ختم کرنا معدوم کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ قرآن پاک کے علوم نے انہیں کسی بھی دوسرے علم کی تحصیل سے بے نیاز کر دیا ہے اس پر جس قدر غور و فکر کریں گے اور اس بحر بے کنار میں جس قدر غواصی کریں گے انہیں ایسے قیمتی موتی میسر آئیں گے جن کی روشنی سے تمام ظلمتیں اور اندھیرے کافور ہو جائیں گے۔

قرآن پاک دلائل باری پر مشتمل ایسی کتاب ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی یہ تمام کتابوں سے مستغنی کر دینے والی کتاب ہے رسول اکرم ﷺ بحیثیت معلم کے خود کو پیش کرتے ہیں جن تلامذہ نے آپ سے شرف علم کا اکتساب کیا انہیں اس علم کے سبب معاشرہ میں وہ بلند مقام حاصل ہوا جس پر رہتی دنیا تک انہیں فخر حاصل رہے گا اور اس کے شرف کے سبب دنیا اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کا سر افتخار سے اونچا رہے گا اس لحاظ سے اہل عرب علماء کا مقام دیگر ملکوں کے علماء سے بلند ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا مقام تمام معلمین سے بلند ہے اس لئے کہ آپ بواسطہ جبریل علیہ السلام اللہ کے شاگرد ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ وَاَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ "میرے پروردگار نے مجھے احسن تعلیم سے نوازا ہے اور مجھے بہترین ادب عطا کر کے مجھے مودب بنا دیا ہے"۔

اگرچہ کلام کے سیاق و سباق میں بیت اللہ کے بارے میں اس کی عظمت کو اجاگر کرنا مقصود ہے اور نماز ادا کرنے کی حالت میں چونکہ بیت اللہ کی جانب منہ کرنا صحت نماز کے لئے ضروری ہے اور نماز ایک ایسا عمل بلکہ ایسی عبادت ہے جس سے دلوں کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے روحانیت مجلّٰی اور مصفّٰی ہوتی ہے ہر قسم کی روحانی بیماریاں کالعدم ہوجاتی ہیں تو اس مناسبت سے آیات قرآنیہ کی تلاوت کے حکم کے بعد دلوں کو شرک' خصائل ذمیمہ' قبیحہ کی آلودگیوں سے تحفظ عطا کرنے کے لئے یُزَکِّیْکُمْ کا جملہ ذکر ہوا کہ وہ پیغمبر ﷺ تمہارے اقوال' افعال کو معنوی آلودگیوں سے پاک کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور اس پیغمبر کا تعلق عرب سے ہے ان کے علاوہ عرب کے ملک سے کوئی دوسرا رسول مبعوث نہیں ہوا اور منہم کا لفظ اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ چونکہ نسب' پیدائش' نشوونما کے لحاظ سے اس کا تعلق عرب سے ہے اس لئے وہ آپ کے بارے میں خوب معرفت رکھتے ہیں ذاتی طور پر آپ کے بارے میں علم رکھتے ہیں آپ ﷺ جہاں انہیں اخلاق حمیدہ' اعمال صالحہ کی ترغیب دیتے ہیں وہاں انہیں ان خباثتوں سے پاک صاف کر رہے ہیں جن کے مسلسل ارتکاب سے یہودی انسانوں کی نسل سے الگ شمار ہونے لگے اور ان کے دل اللہ کی نافرمانی کے سبب تاریکی میں ڈوب گئے ان کے دلوں کی بیماری نے انہیں مسئلہ نسخ کے انکار پر مجبور کیا' کتمان حق کیا اور لوگوں کو گمراہی سے ہم کنار کرنے کے لئے' باطل کے پھیلانے میں سارا زور صرف کیا۔ اس جملہ نے خبردار کیا کہ جس طرح بدن کا بقا غذا کے ساتھ ہے بالکل اسی طرح قرآن پاک دلوں کی بیماریوں کا معالج ہے اور بالکل جس طرح جسمانی توانائی کا انحصار پانی پر ہے اسی طرح روحانی تازگی کا انحصار آیات قرآنیہ کے ساتھ تمسک اختیار کرنے سے ہے' ان کی جانب زیادہ توجہ اور رغبت کی ضرورت ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ:۔ آخرالزماں پیغمبر ﷺ تمہیں کتاب یعنی قرآن پاک اور حکمت یعنی حدیث کی تعلیم دیتا رہتا ہے در اصل فعل مضارع کے صیغہ کے ساتھ ان صفات کو لانا لحظہ بلحظہ ان کی ہیشگی پر دلالت کرتا ہے چنانچہ قرآن پاک جہالت کے اندھیروں سے نجات دلا کر علم کی روشنی عطا کرتا ہے جب کہ حکمت سے مقصود وہ علم ہے جس میں احکام کے اسرار و رموز سے پردہ کشائی ہوتی ہے۔ جن کے سبب ان پر عمل کرنے کا داعیہ متحرک ہوتا ہے بعض علماء نے حکمت سے مراد سنت لیا ہے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے حسد کرنا ممنوع ہے البتہ دو انسانوں پر حسد کرنا قابل ستائش ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ پاک نے مال و دولت سے نوازا ہے اس کے ساتھ ساتھ اسے راہ حق پر لٹانے کا جذبہ بھی عطا کیا ہے اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے (کتاب اللہ کے علم کے ساتھ ساتھ) سنت کا علم عطا کیا ہے وہ اس کی روشنی میں فیصلے نافذ کرتا ہے نیز اس کی تعلیم دیتا رہتا ہے اگر غور کیا جائے تو سنت سے مقصود وہ علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس سے نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر کہ آپ کی زندگی صحابہ کرام کے ساتھ حضر، سفر، صلح، جنگ کمزوری اور قوت کی حالت میں کس کیفیت کے ساتھ گزری ۔ حقیقت یہ ہے کہ سنت نبویہ قرآن پاک کی شرح اور تفصیل ہے قرآن پاک کے مجمل اور مبہم مقامات کو سنت مطہرہ کی روشنی میں حل کیا گیا ہے در اصل سنت نے ہی صحابہ کرام کی ایسی تربیت فرمائی کہ انہوں نے قرآن پاک سے بواسطہ سنت راہ نمائی حاصل کی اگر صحابہ کرام کی عملی تربیت شامل حال نہ ہوتی تو صرف آپ ﷺ کے ارشادات امت عربیہ کو افتراق، دشمنی، جہالت کی خلیج سے نکال کر محبت، اتحاد، حلم، ہمدردی، غم خواری بالخصوص سیاست کے پلیٹ پر نہ لاسکتی۔

یہ حقیقت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص حلال، حرام، فضائل و رذائل سے باخبر ہے جب کہ نہایت قلیل تعداد میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو علم کے تقاضوں کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر لوگ احکام اسلامی سے تو شناسا ہوتے ہیں لیکن ان کی حکمت اور اسوہ رسول ﷺ سے آشنا نہیں ہوتے۔ انہیں کچھ علم نہیں ہوتا کہ حرام کی حرمت کا سبب کیا ہے؟ نیز انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ حرام چیز کو کس ضرر کے لاحق ہوجانے کی بنا پر حرام کیا گیا ہے اگر انہیں ان چیزوں کا علم حاصل ہو جائے جیسا کہ صحابہ کرام نے رسول اکرم ﷺ سے حاصل کیا تو وہ اجمال، ابہام کے اندھیرے سے نکل کر تفصیل کی روشنی سے خود کو مطمئن کر لیتے اس کا نام دین اسلام کی فقاہت اور احکام کے اسرار و رموز سے واقف ہونا ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ :۔ اس سے مقصود کتاب و سنت سے علوم و معارف کا استنباط کرنا ہے یا عالم غیب کی خبریں، انبیاء علیہم السلام کی سیرت، گزشتہ امتوں کے احوال و واقعات جن سے تم واقف نہ تھے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ :۔ اللہ پاک فرماتے ہیں میں نے تم پر جن کاموں کو فرض کیا ہے تم ان کی ادائیگی کرتے ہوئے مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا کہ میں نے تمہارے لئے اپنی ذات پر کیا واجب کیا ہے تم میری فرمانبرداری کرو میں تمہاری مغفرت کروں گا اور تم پر اپنی رحمت نازل کروں گا صحیح حدیث میں ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے فرمایا جو شخص اپنے دل میں میرا ذکر کرے گا میں اس کا ذکر اپنے نفس میں کروں گا اور جس نے میرا ذکر کسی مجلس میں کیا، میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کروں گا۔ بلکہ دوسری حدیث میں ہے اے آدم کے بیٹے! اگر تو مجھ سے ایک بالشت کے برابر قریب ہوگا تو میں تجھ سے ایک ہاتھ کے برابر قریب ہوں گا۔ اور اگر ایک ہاتھ کے برابر میرے قریب ہو گا تو میں دو ہاتھ یعنی کلاوے کے برابر تجھ سے قریب ہوں گا اگر تو میرے پاس چل کر آئے گا تو میں تیرے پاس دوڑتے ہوئے آؤں گا (بخاری، ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۲)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ تم میرا ذکر کرتے رہو اس لئے کہ میں نے تمہارے لئے تم سے آخرالزماں پیغمبر ﷺ مبعوث کیا جو تمہیں تعلیم سے ہم کنار کر رہا ہے تمہیں پاکیزہ بنا رہا ہے تم نے اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہیں کرنا ہے کہ میں نے تم پر اپنے انعامات کا فیضان کیا ہے تمہارے ذکر کرنے پر میں تمہیں یاد رکھوں گا کہ تم پر ہمیشہ ہمیشہ انعامات کرتا رہوں گا۔ تم میرے اسماء حسنیٰ کا ورد کرو اور میرے بے شمار احسانات کا چرچا کرتے رہو سرا'' جہرا'' میری حمد و ثنا میں رطب اللسان رہو میں تمہارا تذکرہ ملأ اعلیٰ میں کروں گا کہ میں ان سے خوش ہوں اس حقیقت کو ذیل کے انداز کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں جس طرح کا معاملہ تم میرے ساتھ کرو گے اسی قسم کا معاملہ میں تمہارے ساتھ کروں گا غور فرمائیں حالانکہ اللہ پاک پروردگار ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں وہ بے پرواہ ذات ہے اس کو کسی کا احتیاج نہیں جب کہ ہم ہر لحہ اس کے محتاج ہیں لیکن اگر ہم اللہ پاک کو فراموش کر دیں گے تو اللہ پاک بھی ہمیں فراموش کر دے گا اور اپنے عدل و انصاف کے ساتھ ہم سے برتاؤ کرے گا۔

وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ :۔ میرے انعامات پر میرا شکر ادا کرو ناشکری نہ کرو اس جملہ کے ساتھ امت مسلمہ کو ڈرایا گیا ہے کہ جب تم سے پہلی امتوں نے انعامات الہیہ کی ناقدری کی تو میں نے بھی انہیں انعامات سے محروم کردیا اللہ پاک نے ان سے سکون و آرام کو سلب کر لیا شائد وہ صراط مستقیم کی جانب پلٹ آئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (ابراہیم ۷) " اور جب تمہارے پروردگار نے تم کو آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو (یاد رکھو) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔ "

بلکہ نہ صرف زبان سے اللہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے بلکہ شکریہ کے اثرات بھی نمایاں ہوں' ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیں' ابو رجاء عطارد رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے انہوں نے ریشم کی چادر زیب تن کر رکھی تھی اس دن سے پہلے اور اس دن کے بعد ہم نے وہ چادر ان کے جسم پر نہ دیکھی اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس شخص کو اللہ پاک فراخی عطا فرمائے اللہ محبوب جانتا ہے کہ فراخی کے اثرات اس پر نمایاں نظر آئیں یعنی اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَن يُقْتَلُ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتٌۢ ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٤﴾

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔

اس آیت کی مناسبت ما قبل کے مفہوم کے ساتھ دو طرح سے واضح ہے اولا " جب صحابہ کرام نے کعبۃ اللہ کی جانب منہ کرکے نمازیں ادا کرنا شروع کیں تو کفار نے انہیں ملامت کرنا شروع کردیا اور مطعون کیا کہ ان میں استقامت نہیں ہے تو اللہ پاک نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ تم کفار کے طعن کی جانب کچھ خیال نہ کرو ان کے مطاعن اور ان کی عیب جوئی پر تم صبر اور نمازیں ادا کرنے کے ساتھ استعانت حاصل کرو تمہیں صبر سے کام لینا چاہیے اور نماز ایسی عبادت ہے جس کے ادا کرنے سے پریشانی کا خاتمہ ہوجاتا ہے حدیث شریف میں ہے كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَى الصَّلٰوةِ "رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تو نماز نفل ادا کرنے کی جانب شدت کے ساتھ رغبت فرماتے۔"

ثانیا" جب سابقہ آیت میں انہیں شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا تو شکریہ ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ اللہ کی عبادت میں انہماک اختیار کیا جائے ظاہر ہے کہ انہماک کا حق ادا کرنے کے لئے صبر کے دامن کو تھامنا ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مقام استقامت سے انسان پھسل جائے اور اس کے صبر کا پیانہ لبریز ہو جائے "حقیقت بین نگاہ سے اگر غور کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی کیفیت کے مطابق اگر خشوع خضوع اور ٹھہر ٹھہر کر اعتدال کے ساتھ نماز کی تمام کیفیات کوتوجہ کے ساتھ ادا کیا جائے تو پھر صبر کے دامن کو تھامنے کے بغیر چارہ نہیں اس لئے جو شخص جلدی جلدی رکوع سجود کرکے نماز ادا کرتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی نماز کے جملہ ارکان اور کیفیات میں اطمینان اور اعتدال ضروری ہے عہد رسالت میں ایک شخص نے جلدی جلدی نماز ادا کی آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اس شخص نے نماز سے فارغ ہوکر آپ کی خدمت میں السلام علیکم کہا آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "تم واپس جاؤ نماز ادا کرو تمہاری نماز نہیں ہوئی"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث بخاری، مسلم کے علاوہ دیگر حدیث کی کتب میں مروی ہے اور اس صحابی کو علمی دنیا میں مُسِیْئُ الصَّلٰوۃ کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جس نے سنت نبوی کے مطابق نماز ادا نہ کی (نماز نبوی کی کیفیت تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک احادیث صحیحہ کی روشنی میں) کتاب اس لائق ہے کہ تمام مسلمان اہل علم اور عوام اس کو حاصل کرکے اس کا مطالعہ کریں۔ دراصل یہ کتاب فضیلۃ الشیخ علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللّٰہ کی کتاب کا اردو ترجمہ راقم الحروف نے کیا۔ ان کی کتاب کا نام ہے صِفَةُ صَلٰوۃِ النَّبِیِّ ﷺ مِنَ التَّکْبِیْرِ اِلَی التَّسْلِیْمِ فِیْ ضَوْءِ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَةِ بحمد اللہ اللہ پاک نے میری اس حقیر خدمت کو اعزاز عطا کیا کہ اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور ہر وقت اس کی طلب رہتی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ

صبر کا مفہوم کافی وسیع ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں صبر کا لفظ ستر بار ذکر ہوا ہے اور جس قدر صبر کے فضائل کا ذکر ہے شائد اس کثرت اور اہمیت کے ساتھ کسی دوسری خصلت کے فضائل کا ذکر نہیں ہے اس سے اس کی عظمت آشکارا ہوتی ہے سورہ عصر میں صبر کی وصیت کے حکم کو حق و صداقت کی وصیت کے ساتھ ملا کر ذکر کیا گیا ہے ہر دور میں ہر داعی کے لئے صبر کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ تھامنا اور اپنے مطلوب کے حصول میں مسلسل کوشاں رہنا کامیابی کی کلید ہے نیز اللہ کی نا فرمانیوں سے جن میں بشری تقاضوں کے مطابق زبردست کشش اور حلاوت سایہ افگن ہوتی ہے ان سے نفس امارہ کو لگام دینا اور اللہ کے تقرب کی جانب خود کو دھکیلنا کچھ معمولی عظمت نہیں ہے بلکہ اس کو اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے اسی طرح طاعات کی ادائیگی پر کماحقہ رواں دواں رہنا اور مداومت اختیار کرنا ناقابل تردید عظمت کا نشان ہے جس کا حصول توفیق الٰہی سے ہی ممکن ہے بلکہ ہر فضیلت کے کام کا حصول صبر کے بغیر ممکن نہیں اگر اس کو ام الفضائل کے لقب کے ساتھ ملقب کر دیا جائے تو شائد اس سے کسی کو بھی اختلاف نہ ہو خیال رہے کہ صابر ایسا وصف ہے جس میں صبر کی کیفیت میں وہ ثبات نہیں جو صبور اور صبار کے صیغوں میں ہے دین اسلام میں سب سے زیادہ مشکلات سے انبیاء علیہم السلام دوچار رہے لیکن وہ توفیق الٰہی کے ساتھ مشکلات کو اپنے راہ سے ہٹا کر صراط مستقیم پر رواں دواں رہے ارشاد نبوی ہے اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاۤءً الْاَنْبِیَاۤءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ "تمام بندوں میں سب سے زیادہ مصائب کے ساتھ ہم کنار اللہ کے پیغمبر ہوتے رہے" بعد ازاں درجہ بدرجہ اپنے اپنے مقام کے مطابق امت مسلمہ کے صلحاء لوگ اس راہ میں ہر قسم کی قربانی سے کر سرخرو ہوئے اور ان کے پائے استقامت میں ضعف رو نما نہیں ہوا اور اپنی پیاری جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت راہ

جس طرح مشکلات اور پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے صبر کے دامن کو تھامنا ضروری ہے اسی طرح نماز ایک ایسی جامع عبادت ہے جس میں کمال توجہ کے ساتھ جب انسان بارگاہ الٰہی میں مودب اور متواضع ہو کر اپنی عبودیت کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ پاک کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے تو یہ ایک ایسا نسخہ کیمیا ہے جس سے سکون حاصل ہوتا ہے پریشانیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں امید کی روشن کرن سے مایوسیوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور اطمینان قلب کی عظیم نعمت سے انسان بہرہ ور ہوتا ہے نماز کی اہمیت کا واضح نشان یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک پر مرض الموت میں ذیل کا جملہ جاری ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مقصود یہ تھا کہ تم نے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی اہمیت کو سمجھنا ہوگا اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرنا ہے جب کہ لفظ اَلصَّلٰوۃ میں حقوق اللہ کی جانب اور مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ میں حقوق العباد کی طرف اشارہ ہے۔

صبر کے ساتھ مدد طلب کرنا تو ظاہر ہے لیکن نماز کے ساتھ مدد طلب کرنا بظاہر ناقابل فہم ہے جب کہ ان لوگوں سے اس کی حقیقت ہرگز پردہ میں نہیں ہے جو نماز کی ادائیگی میں اس کی شرائط آداب اور اس کی کیفیت کا خاص خیال رکھتے ہیں نماز میں خشوع خضوع کے داعیہ کا اجاگر کرنے کی سعی بلیغ کرتے ہیں اللہ پاک کی جانب مکمل توجہ ہو اللہ کی ہیبت جلال اور اس کی بادشاہت اور کبریائی کا تصور تمام اعضاء پر حاوی ہو یہ ایسی نماز ہے جس کے بارے میں ذکر ہوا ہے وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (البقرہ ۴۰) "اور بے شک نماز گراں ہے مگر ان لوگوں پر (گراں نہیں) جو عجز کرنے والے ہیں" نیز فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ "بلا شبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے" وگرنہ بظاہر رکوع، سجود، قیام، قعدہ کی کیفیت زبان کے ساتھ تلاوت کرنا نماز نہیں ہے جب کہ ہم روز مرہ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ جن لوگوں کو نماز ادا کرنے کی عادت ہے وہ بے حیائی اور منکر کاموں سے نہ صرف یہ کہ دور نہیں رہتے بلکہ بار بار ان کا ارتکاب کرتے ہیں جب ان نمازیوں کی یہ کیفیت ہے تو پھر بظاہر ان حرکات کی کیا قیمت باقی رہ جاتی ہے کہ نماز کی ادائیگی بوجھل ہے البتہ اللہ پاک سے ڈر اختیار کرنے والوں پر بوجھل نہیں ہے نماز اس شخص کی صحیح ہے جو اللہ اکبر کے کلمات کہنے کے ساتھ ساتھ اپنے آقا اور سید اللہ پاک کو ہر چیز سے بڑا سمجھے اس کے علاوہ کوئی دوسری قوت اس کے تصور میں اس جیسی نہ ہو وہ محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے نماز ادا کرے اور تمام حوادثات اور مصائب میں اللہ پاک کو ملجاء و ماوی سمجھے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ :۔ اللہ پاک کی مدد کے لائق وہ لوگ اس وقت ہیں جب کہ صبر کا وصف ان کی زندگی کے ساتھ لازم ہو تو ان کے صبر پر اللہ کی مدد بھی ان کے ساتھ لازم ہوگی اور جس شخص کا معاون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مددگار اللہ ہو اس کو کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی لیکن صبر کا وصف استمرار اور دوام کے ساتھ موصوف ہونا ضروری ہے مشہور قول ہے اَلصَّبْرُ وَسِيلَةُ الظَّفرِ "صبر کامیابی کی کلید ہے" ارشاد الٰہی ہے اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ اَجرَهُم بِغَيرِ حِسَابٍ "بلاشبہ صبر کرنے والوں کو لامحدود بدلہ ملے گا"

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ :۔ دعوت الی اللہ کے میدان میں اللہ پاک کے راستہ میں جان قربان کرنے سے زیادہ کسی چیز کو عظمت حاصل نہیں ہے مقام شہادت پر فائز انسانوں کے بارے میں اعلان کیا گیا ہے کہ انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں جب کہ تم ان کی زندگی کی کیفیت معلوم نہیں کر سکتے۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا شہیدوں کی روح عالم برزخ میں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہوگی وہ جہاں چاہیں گے جنت میں چلیں پھریں گے بعد ازاں وہ ان قندیلوں میں چلے جائیں گے جن کو عرش الٰہی کے نیچے معلق کیا گیا ہوگا پروردگار عالم ان کی جانب ایک بار جھانکیں گے اور ان سے استفسار کریں گے تم کیا چاہتے ہو؟ وہ جواب دیں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں تو کسی چیز کی خواہش نہیں ہے جب کہ تو نے ہمیں اس قدر نوازا ہے کہ کسی دوسری مخلوق کو نہیں نوازا ہے پھر اللہ پاک ان سے دوبارہ یہی استفسار فرمائیں گے جب وہ محسوس کریں گے کہ ان سے بار بار استفسار ہو رہا ہے اور استفسار کا سلسلہ ختم نہیں ہو رہا ہے تو وہ عرض کریں گہ (اے اللہ) ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمیں واپس دنیا کی طرف لوٹا دے (وہاں) ہم تیرے راہ میں جہاد کریں تاکہ ہم دوبارہ تیری راہ میں شہید ہو جائیں یہ مطالبہ اس وقت کریں گے جب وہ شہادت کے اعزاز اور ثواب کا مشاہدہ کر لیں گے اللہ پاک فرمائیں گے۔ میں نے اس حکم کو لازم قرار دیا ہے کہ شھداء کو دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جائے گا (ابن کثیر ج ا ص ۲۹۳، صحیح مسلم مشکوۃ ۱۳۲۵)

برزخی زندگی کی کیفیات ہماری نظر سے اوجھل ہیں جب کہ شہداء کی ارواح کو دیگر ارواح کی بنسبت امتیازی حیثیت حاصل ہوگی انہیں رزق اور انعامات سے نوازا جائے گا۔ لیکن حقیقت سے ہم بے خبر ہیں رزق کی حقیقت کا بھی ہمیں علم نہیں ہے یہ سب عالم غیب کی باتیں ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے ان کی کیفیات کا ہمیں علم نہیں ہے اللہ پاک کو ہی ان کا علم ہے وَاللّٰهُ اَعلَمُ بِحَقِيقَةِ الحَالِ۔

ابو حیان اندلسی کا قول نظم الدرر میں مذکور ہے کہ کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ شہید شخص جسم اور روح کے لحاظ سے زندہ ہے لیکن زندہ انسانوں میں سے کوئی بھی شخص ان کی زندگی کا شعور نہیں کر سکتا خود انہیں تو اپنی زندگی کا شعور ہے جیسا کہ اللہ پاک کا قول ہے وَتَرَى الجِبَالَ تَحسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (النمل ۸۸) "آپ پہاڑوں کو دیکھتے ہیں تو ان کے بارے میں آپ کا خیال ہوتا ہے کہ وہ مرکوز ہیں جب کہ وہ (وقوع قیامت) پر بادلوں کی مانند گردش کریں گے۔ جیسا کہ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص نیند میں محسوس کرتا ہے کہ مجھے فلاں نعمت حاصل ہے یا فلاں موذی چیز مجھے ایذا پہنچا رہی ہے بَل احیاء میں بلاغت کے لحاظ سے ایجاز ہے لفظ اَحیَاءٌ سے پہلے ھم مسند الیہ محذوف ہے اس لئے کہ خبر کی شان اہم تھی کہ وہ زندہ ہیں جب کہ انہیں اس کا علم نہ تھا تو فورا بلا تاخیر مبتدا حذف کرکے خبر کا ذکر کیا ہے۔ (اعراب القرآن ج ۱ ص ۳۱۱)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾

اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے رستے پر ہیں۔

دعوت الی الحق اور مدافعت عن الحق کے میدان میں ہر ایماندار شخص کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اگر میدان میں مدافعت کرتے ہوئے مجھے شہادت نصیب ہوجائے تو میرے جیسا خوش نصیب کون ہے اگر شہادت میرے حصہ میں نہیں آتی ہے تو اس مشن کے احیاء میں جس قدر تکالیف کا مجھے سامنا کرنا پڑا تو ان سے ہرگز گریز پائی اختیار نہیں کروں گا۔ تو اللہ پاک ان آزمائشوں کا ذکر فرما رہے ہیں جن سے ہم کنار ہونے کے بغیر چارہ کار ہی نہیں ہے اولاً دشمن کا خوف ہے جو ہر وقت اس گھات میں رہتا ہے کہ کس طرح اپنے مخالف کو اپنے راہ سے دور کروں جو میرا کانٹا بنا ہوا ہے اللہ پاک نے مختلف آزمائشوں کا ذکر بصورت قسم تاکید کے حرف سے کیا ہے کہ یقیناً ہم تمہیں دشمن کے خوف سے آزمائیں گے کہ تم ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہتے ہو یا شکست سے دو چار ہو کر میدان سے رخ موڑ کر بھاگ جاتے ہو مزید برآں ضروری نہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان کی دولت کے ساتھ ساتھ فراخی رزق بھی میسر ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ رزق کی تنگی بھی زبردست رکاوٹ کی صورت اختیار کر جائے اور پائے استقلال میں لغزش آجائے نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ ایمان کی موجودگی میں کسی قسم کے خوف حزن کا بھی مزاحم ہونا ناممکن ہو بلکہ اللہ پاک کا اس کی مخلوق میں جو اسلوب ہے وہ یہ ہے کہ مصائب بھی امڈ آتے ہیں جن سے مفر ممکن نہیں قحط سالی کے امکان کا رد کرنا بھی ایک محال چیز کا دعوی کرنا ہے حقیقت یہ ہے کہ ایماندار شخص جس کے ساتھ توفیق الٰہی شامل حال ہے اسے بھی زندگی کے ہر موڑ پر مصائب و خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ ابتلاء کی بھٹی سے جب باہر آئے تو تمام آلائشوں سے پاک صاف ہو جیسے سونے کو آگ میں رکھا جاتا ہے تو وہ میل کچیل سے مصفی ہوجاتا ہے بالکل اسی طرح مومن شخص جب مصائب ' حوادثات ' پریشانیوں کی بھٹی سے نکلتا ہے تو وہ کندن بن جاتا ہے اور جو ایمان دار شخص مصائب اور حوادثات سے دوچار نہیں ہوا یقین کیجئے کہ وہ شخص دین اسلام کی صحیح راہ پر ابھی گامزن نہیں ہو سکا خیال رہے جنگ احزاب میں مسلمانوں کو دشمن سے کس قدر خوف تھا ملاحظہ فرمائیں۔ اِذۡ جَآءُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ وَمِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ وَاِذۡ زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَبَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ (الاحزاب ۱۰)" جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے " رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں لَقَدۡ اُوۡذِيۡتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤۡذٰى اَحَدٌ وَلَقَدۡ اُخِفۡتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ " حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جس قدر مجھے تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے اس قدر کسی کو بھی سامنا نہیں کرنا پڑا ہوگا اور جس قدر اللہ کی محبت و اطاعت سے مجھے ڈرایا گیا ہے اس قدر کسی شخص کو بھی نہیں ڈرایا گیا ہوگا "

بلکہ دنیا تو مومن کے لئے جیل ہے جب کہ کافر کے لئے دنیا سدا بہار جنت ہے آیت میں خوف کے بعد بھوک اور مال کی کمی کی آزمائش کا ذکر ہوا ہے چنانچہ جب خندق کھودی گئی تو میں نے نبی ﷺ کی کیفیت کا اندازہ لگایا کہ آپ شدید بھوک میں تھے بلکہ تمام صحابہ کرام بھوک کی شدت سے نڈھال تھے بعض اوقات رسول اکرم ﷺ مسلسل تین رات سے خالی پیٹ رہتے اور جانوں کے نقصان سے مقصود اللہ کے راستہ میں کفار سے جنگ کرتے ہوئے کثیر تعداد میں صحابہ کرام شہید ہوئے جیسا کہ میدان احد میں ستر صحابہ کرام شہید ہوئے اور قحط سالی کے سبب بارشوں کے بر وقت نہ ہونے سے یا کسی وائرس کے سبب پودوں کا پھل متاثر ہوتا ہے اور کبھی جہاد کی جانب شدت کے ساتھ توجہ کے پیش نظر باغات اور اجناس کی جانب توجہ نہ ہونے سے کمی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات دشمن کے ساتھ مزاحمت کے سبب ذرائع آمدن کی جانب توجہ کم ہوجاتی ہے تو آمدن میں ناقابل برداشت حد تک کمی آجاتی ہے اور بجٹ غیر متوازن ہوجاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ جس شخص کا ایمان پختہ ہوتا ہے وہ ہر لمحہ آزمائش کی زد میں رہتا ہے ایک پریشانی ختم نہیں ہوتی کہ دوسری پریشانی سے سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مومن انسان کی دنیوی زندگی کے بارے میں کس قدر صحیح تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا اَلدُّنیَا سِجنُ المُؤمِنِ وَ جَنَّۃُ الکَافِرِ " دنیا مومن شخص کے لئے جیل ہے جب کہ کافر کے لئے جنت ہے "

اسی لئے مصائب اور مشکلات کے دباؤ کے باوجود جو لوگ صراط مستقیم پر رواں دواں رہتے ہیں بطیب نفس پریشانیوں کے جھمیلوں میں گھبراتے نہیں ہیں انہیں بشارت دی ہے جب وہ مصائب کے حملوں سے گھبراتے نہیں ہیں صبر اختیار کرتے ہیں جزع فزع کا اظہار نہیں کرتے ہیں اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں تقدیر کے فیصلہ کو بخوشی قبول کرتے ہیں ان کی زبان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ کے کلمات ہوتے ہیں کہ ہم نے اپنے تمام معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے ان کا ایمان اللہ کو قادر مطلق باور کراتا ہے اس کی مشیت میں ہرگز کسی کو دخل نہیں بہر حال اس کے فیصلے ہمارے لئے بہتر ہیں وہ اللہ کے بارے میں اپنی زبان سے اللہ کی بے ادبی اور گستاخی کا کوئی کلمہ نہیں نکالتے ہیں صبر شکر کا مظاہرہ کرتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی ایک بیٹی نے آپ کے نواسے کی موت سے آپ کو مطلع فرمایا تو آپ کی زبان پر ذیل کے کلمات جاری ہو گئے' اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعطٰی وَ کُلُّ شَیئٍ عِندَہٗ بِمِقدَارٍ فَلتَصبِر وَلتَحتَسِب (صحیح بخاری کتاب الجنائز) " بلاشبہ اللہ کے ملک میں ہے جس کو اس نے فوت کرلیا ہے اور اسی کے ملک میں ہے جو اس نے عطا کیا ہر چیز کا اللہ کے ہاں وقت مقرر ہے ایک سیکنڈ کی کمی بیشی ممکن نہیں اسے صبر کے دامن کو تھامنا چاہیے اور طلب ثواب کی جانب رجوع کرنا چاہیے اللہ پر ناراضگی کا اظہار کرنا جزع فزع کی کیفیت اختیار کرنا اللہ پاک کے ساتھ جنگ و جدال کی بھونڈی شکل ہے جب کہ صبر کرنے والوں کو اللہ پاک کی معیت حاصل ہو گی "

ابو حیان اندلسی مشہور مفسر قرآن صبر کے بارے میں رقم طراز ہیں صبر انسان کی ایک ایسی خصوصیت ہے جس سے عقل اور شہوت متصادم ہوتی رہتی ہے جسم کے صبر کا مظاہرہ اس وقت دیکھنے میں آتا ہے جب انسان مشقت والے کاموں سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ جب کسی بھاری پتھر کی زد میں اس کا جسم واقع ہو جائے صبر کی ایک قسم نفسیاتی ہے کہ طبیعت جس کام کی جانب رغبت کرتی ہے بلکہ اشتہاء میں غلبہ زور دار ہوتا ہے تو ایسی حالت میں نفس کو اس کی جانب میلان سے شدت کے ساتھ روکنا نفسیاتی ہے اگر شرم گاہ اور پیٹ کی شہوت سے خود کو باز رکھتا ہے تو اس کا نام عفت ہے اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے اس شخص کو جنت کی ضمانت دی ہے جو شرم گاہ اور پیٹ کی ضمانت دے لیکن جب کسی ناپسند قول یا فعل سے خود کو باز رکھتا ہے تو اس کا نام صبر ہے اور ناپسند چیز کو جو شخص پسند کرتا ہے اس کے اس وصف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو جزع کہتے ہیں اگر مال و دولت کی کثرت کے باوجود راہ اعتدال اختیار کرے تو اس کا نام ضبط نفس ہے لیکن راہ اعتدال سے تجاوز کرنے والے کے وصف کو بطر اور تکبر کا نام دیا جاتا ہے میدان جہاد میں صبر کا نام شجاعت ہے اور بزدلی کا نام جبن ہے اگر مصائب کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرے تو اس کا نام فراخ دلی ہے اور اس کے مخالف کا نام اکتاہٹ ہے اور اگر کسی بات کے چھپانے میں مصلحت ہے تو اس کا نام احتیاط ہے جب کہ وہ شخص جو چھپاتا نہیں ہے اسے غیر محتاط کہا جاتا ہے اگر دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے تو اس کا نام زہد ہے اور اس کے مخالف وصف کا نام حرص ہے۔

اگر قلیل مال پر صبر کرتا ہے تو اس کا نام قناعت ہے اور اس کے مخالف وصف کا نام لالچ ہے ان تمام اقسام کو صبر کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے لیکن کسی مصیبت پر غمگین ہونا صبر کے منافی نہیں ہے جب کہ مصیبت نزول رحمت کا سبب بھی ہوتی ہے اور مصیبت کے وقت آنکھوں کا اشک بار ہونا اور دل کا غمگین ہونا اور زبان سے اللہ کی ناراضگی کے کلمات کو نہ لانا بھی صبر کا مظاہرہ ہے۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا بیٹا ابراہیم جب فوت ہوا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا آپ ﷺ نے رونے سے منع نہیں کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا موت پر آنکھوں کا اشک بار ہونا تو رحمت کا نشان ہے آپ نے فرمایا آنکھ اشک بار ہے دل غم ناک ہے لیکن ہماری زبان سے وہی کلمہ نکلے گا جس کو تو پسند جانتا ہے ابراہیم ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں۔ (بخاری، مسلم)

www.KitaboSunnat.com

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ " جو مسلمان مصائب و آلام کی زد میں آتے ہیں تو وہ صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہ اس صدمہ سے معاف ہوتے ہیں ان پر اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں "

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ

بے شک (کوہ) صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے (بلکہ طواف ایک قسم کا نیک کام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے) اور جو کوئی نیک کام کرے تو اللہ قدر شناس اور دانا ہے۔

گزشتہ وضاحت سے یہ حقیقت الم نشرح ہو رہی ہے کہ تحویل قبلہ کا مسئلہ مشرکین ' اہل کتاب جو نبی ﷺ کے ساتھ شدید عناد رکھتے تھے ان کے ساتھ گفتگو کے دوران اس کا ذکر ہوا تھا چنانچہ جہاں وہ اسلام کے بارے میں دیگر شبہات کا تذکرہ کرتے رہتے تھے ' وہاں تحویل قبلہ کا مسئلہ بھی ان کی جانب سے بطور اشتباہ کے پیش پیش تھا ' نیز پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بیت الحرام کی جانب تحویل قبلہ کے حکم کے لوازمات سے تھا کہ ایمان داروں کے دلوں میں اس رجحان کو پیوست کر دیا جائے کہ تم بیت اللہ کی تولیت کے عنقریب وارث بنو گے جب کہ ابھی تو تم عبادت کی حالت میں اپنے منہ اس کی جانب کرتے ہو اور اسے قبلہ قرار دے رہے ہو تاکہ تم اس کو شرک کی آلودگی اور دیگر گناہ کے کاموں سے پاک صاف رکھو جیسا کہ اللہ پاک نے تمہارے باپ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ تم بیت اللہ کا طواف کرنے والوں ' اعتکاف بیٹھنے والوں رکوع سجود کرنے والوں کے لئے اس کو پاک صاف رکھو اور تم نے ہرگز بتوں کی جانب منہ کرکے عبادت نہیں کرنا ہوگی نہ اس کو پسند کرنا ہوگا نیز وَلِأُتِمَّ نِعۡمَتِي کے جملہ میں اس پر تمہارے اختیارات قائم ہونے کی جانب بشارت کا اشارہ ملتا تھا جس سے امید کی کرن نمودار ہو رہی تھی اس خوشخبری کے بعد اللہ پاک نے ایمانداروں کو خبردار کیا کہ کن ذرائع کو بروئے کار لاکر وہ اس مقصود سے ہم کنار ہو سکتے ہیں انہیں صبر کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے اور نمازوں کی ادائیگی پر مداومت کا حکم دیا۔

نیز انہیں خبردار کیا کہ اس راہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اس کے بعد ضروری تھا کہ ایسی چیز کو بیان کیا جائے جو اس بشارت کو پختہ کرے اور امید کو بارآور بنائے اس لئے حج ' عمرہ ' کے شعائر سے صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا ہے گویا کہ ضمنی طور پر اس وضاحت کا ذکر کر دیا کہ مسلمان عنقریب مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے اور حج کے وہ مناسک جن کو ابراہیم علیہ السلام نے جاری فرمایا تھا تمہیں بھی ان کی ادائیگی کا شرف حاصل ہوگا اسی طرح اللہ کی نعمت تکمیل پذیر ہوگی اس لئے ہرگز ذہن میں یہ خدشہ رونما نہ ہو کہ اس آیت کا سیاق و سباق کے لحاظ سے ما قبل کے ساتھ کچھ تعلق باقی نہیں ہے بلکہ اس کا ماقبل کے ساتھ زبردست ربط ہے جب کہ یہ آیت بشارت کی تائید کر رہی ہے اور اس لحاظ سے بھی کہ مناسک حج جس کا آغاز ابراہیم علیہ السلام سے ہوا نبی ﷺ ملت ابراہیمی کا احیاء فرمائیں گے اور ابراہیمی قبلہ کی جانب منہ کرکے نمازیں ادا کریں گے گویا کہ صحابہ کرام کو زور دے کر کہا کہ تم نے اس بات سے ہرگز خوف زدہ نہیں ہونا ہے کہ مکہ مکرمہ میں مشرکین کا ہولڈ ہے اور کعبۃ اللّٰہ کے ارد گرد کثرت کے ساتھ بت موجود ہیں تو ہم ان کی مزاحمت سے کیسے کامیابی کے ساتھ عہدہ بر آ ہو سکتے ہیں اور بیت الحرام کو ان آلودگیوں سے کیوں کر پاک صاف کر سکتے ہیں اور حج کے شعائر کی عظمت کو دوبارہ کیسے اجاگر کر سکتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح تمہیں بیت اللہ کی جانب استقبال کرنے یہودیوں اور مشرکین کی لن ترانیوں سے گھبرانا نہیں چاہیے ' اور منافقین جن کے دل بیمار ہیں ان کے بہکانے سے تمہیں اپنے مقصود سے روگردانی نہیں کرنی چاہیے تم اللہ پاک کے وعدہ پر اعتماد کرو صبر اور نماز کے ساتھ اللہ پاک سے مدد طلب کرو (المنار)

آیت کا شان نزول عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شاگرد عروہ سے دریافت کیا ' اللہ پاک کے اس فرمان إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ سے کیا مقصود ہے ؟ عروہ نے جواب دیا اللہ کی قسم اگر حج عمرہ کرنے والا ان دونوں کے درمیان سعی نہیں کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے عائشہ نے کہا میرے بھانجے تیرا کہنا درست نہیں تو نے جو بیان کیا ہے اگر اسے صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر کلام کا اسلوب یوں ہونا چاہیے تھا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ انصار اسلام قبول کرنے سے پہلے منات بت جو مشلل مقام کے قریب واقع ہے اس کا حج کرنے کے لئے احرام باندھا کرتے تھے اور جو لوگ اس کے لئے احرام باندھتے تھے وہ گناہ سمجھتے تھے کہ صفاء مروہ کے درمیان سعی کریں انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں استفسار کیا کہ ہم دور جاہلیت میں صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے کو گناہ سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اب کسی کے لئے درست نہیں کہ وہ ان کے درمیان سعی نہ کرے۔

(بخاری' مسلم باب الحج ابن کثیر ج۱ ص۲۹۶ تفسیر ثنائی ج۱ ص۱۹۹)

چنانچہ حجة الوداع میں جب رسول اکرم ﷺ بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے حجر اسود کا بوسہ لیا بعد ازاں باب الصفا سے نکلے اور آیت ان الصفا تلاوت کرتے ہوئے فرمایا میں اس سے آغاز کروں گا جس کا اللہ نے پہلے ذکر کیا (مسلم) آپ ان دونوں کے درمیان دوڑ لگا رہے تھے اور آپ حکم دے رہے تھے لوگو ! سعی کرو اللہ نے تم پر سعی کو فرض قرار دیا ہے معلوم ہوا صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا حج کا رکن ہے آپ نے سعی کے بعد فرمایا تم مجھ سے احکام حج کی تعلیم حاصل کرو پس۔ آپ نے حجة الوداع میں جو عمل کیا وہ واجب ہے سَعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ کی مشروعیت کا اصل یہ ہے کہ مائی حاجرہ نے پانی کی تلاش میں جب بار بار چکر لگائے تاکہ اپنے بیٹے اسماعیل کو پانی پلائے اس وقت ماں بیٹے کے سوا وہاں کوئی فرد نہ تھا جب اسے اپنے بیٹے کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا تو وہ اللہ سے مدد طلب کر رہی تھی چنانچہ وہ اس پریشانی میں بار بار دونوں پہاڑوں کے درمیان چکر لگاتی رہی خوفزدگی ' پریشانی ' اضطراری کیفیت میں اپنی پریشانی کا تذکرہ بار بار تواضع انکساری کی کیفیت میں اللہ کے حضور پیش کرتی رہی نتیجةً اللہ نے اس کی پریشانی کو دور فرمایا اور زمزم پانی کا چشمہ ابلنے لگا مائی ھاجرہ کو کہا گیا زمزم کا پانی خوراک بھی ہے اور بیماروں کے لئے شفا بھی ہے آب زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے نوش کیا جائے گا وہ مقصد حاصل ہوگا لیکن تواضع ' مسکنت' ذلت کا مکمل اظہار ہو جو شخص سات چکروں سے زیادہ چکر لگائے تو اللہ پاک اس کے اس عمل کی قدر فرماتا ہے اس کی نیت کے مطابق اس کو ثواب ملتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۸)

شَعَآئِرِ اللّٰہِ :۔ سے مقصود معالم الحج ہیں شعیرۃ کا معنی علامت ہے کہا جاتا ہے اَشْعَرَ الْھَدْیَ جب قربانی کی کہانوں میں نیزہ سے خون نکالا جائے تو وہ جانور اس علامت کے لحاظ سے قربانی کا جانور کہلاتا ہے اس علامت کے سبب کوئی شخص اس جانور سے تعرض نہیں کرتا تھا' شَعَائِرُالحَربِ لڑائی کی علامت ہے ایک شخص نے جمرہ کو کنکر مارا وہ عمر رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر لگا کنکر مارنے والے نے کہا میں نے امیرالمومنین کی پیشانی کو زخمی کر دیا ہے وہاں ایک شخص ' لھب قبیلہ سے کھڑا تھا جو بد فالی میں مشہور تھا اس نے بد فالی لیتے ہوئے کہا عنقریب امیرالمومنین قتل ہو جائیں گے چنانچہ ایسے ہی ہوا اس کی بات درست ثابت ہوئی (المنار ج ۲ ص ۴۳)

جن احکام کو اللہ پاک نے مشروع قرار دیا ہے ان میں سے ایک کا نام شَعَائِرِاللّٰہِ ہے ان میں کمی بیشی کی اجازت نہیں اللہ پاک نے جن احکام کو اس نام کے ساتھ موسوم فرمایا ہے ان پر کسی دیگر چیز کا قیاس کرنا اور اس کو شَعَائِرِاللّٰہِ کی فہرست میں شامل کرنا ممنوع ہے اس میں کسی شخص کی رائے اور کسی کے اجتہاد کا کچھ دخل نہیں ہے اگر ان میں اضافہ کرنے کی اجازت دے دی جائے تو پھر شعائراللہ کی تعداد آج ان شَعَآئِرِاللّٰہِ کی تعداد سے کئی گنا زیادہ ہو جاتی اور اکثر لوگ امتیاز بھی نہ کرپاتے کہ اصل شعائر کون ہیں اور وہ کون ہیں جنہیں بعد میں ان میں داخل کیا گیا ہے نتیجتہً مسلمانوں کی کیفیت بھی عیسائیوں جیسی ہو جاتی چنانچہ شعائراللہ میں جو لوگ دیدہ دلیری یا اپنی خواہشات کے پیش نظر اپنی جانب سے اضافہ کرتے ہیں انہیں اللہ کی ناراضگی کا کچھ خیال نہیں ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (الشوری ۲۱) "کیا ان کے وہ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا" نیز فرمایا اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبہ ۳۱) "انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنا لیا چنانچہ خانقاہی نظام کا مشاعر حج' عمرہ پر قیاس کر کے اس کی جانب لوگوں کو رغبت دلانا کہ اس سے روحانیت میں نکھار رونما ہوتا ہے شیطانی فریب سے کم نہیں اللہ پاک نے اپنی رحمت اور حکمت کے ساتھ جن افعال کو مشروع قرار دیا ہے ان میں ہماری بھلائی اور بہتری مضمر ہے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اگر خانقاہی نظام میں کچھ بھی ہدایت اور فلاح فی الدارین کا معمولی تصور بھی موجود ہوتا تو اللہ پاک ضرور اس کا حکم فرماتے اسلام کامل مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے شعائر اللہ میں کسی بھی بظاہر بہتر سے بہتر چیز کو اپنی جانب سے داخل کرنا مداخلت فی الدین اور اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ
مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُ
هُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ
اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَا
تُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ
لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾

جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسدہ) سے چھپاتے ہیں با وجود یہ کہ ہم نے ان کو لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے ایسوں پر اللہ اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں، ہاں جو توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کرتے ہیں اور (احکام الٰہی کو) صاف صاف بیان کر دیتے ہیں تو میں ان کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا (اور) رحم کرنے والا ہوں جو لوگ کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ایسوں پر اللہ کی، فرشتوں کی لوگوں کی، سب کی لعنت وہ ہمیشہ اسی (لعنت) میں (گرفتار) رہیں گے ان سے نہ تو عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں کچھ مہلت ملے گی اور (لوگو) تمہارے معبود اللہ واحد ہے اس بڑے مہربان (اور) رحم کرنے والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اہل کتاب کے علماء اکثر و بیشتر حق و صداقت کو چھپاتے تھے اسی سورہ میں ایک آیت پہلے گزر چکی ہے جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں علماء یہود کو روکا گیا ہے کہ تم باطل کے ساتھ حق و صداقت کو نہ ملاؤ نہ حق و صداقت کو چھپاؤ لیکن جن آیات کی تفسیر کی جا رہی ہے ان میں مخاطب علماء کے ساتھ دیگر عوام بھی ہیں انہیں زور دار انداز میں سرزنش کی جا رہی ہے اور سابقہ آیت میں اللہ کا وصف علیم ذکر ہوا تھا جس کا تقاضا یہ معلوم ہو رہا ہے کہ تمہاری سازشوں کا اللہ کو علم ہے تم اپنے اقتدار کو تحفظ دینے کے لئے حقائق کو منظر سے دور ہٹانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہو لیکن حق و صداقت تو ایک سورج ہے جس کی شعاعوں سے حقائق اجاگر ہوں گے دلائل کو تسلیم کرنا ہوگا اللہ پاک کو علم ہے کہ معاشرہ میں نہ صرف علماء سوء بلکہ ان کے عقیدت مند حق و صداقت کو پس پردہ لیجانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں۔ ان کو خبردار کرتے ہوئے بتایا کہ وہ جن شرارتوں میں مستغرق ہیں اللہ کو ان کا خوب علم ہے وہ ان دلائل اور پیش گوئیوں کا لوگوں کے سامنے اظہار نہیں کر رہے ہیں جن سے آپ کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے تورات میں ذکر ہے اللہ پاک موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان سے تیرے جیسا پیغمبر مبعوث کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا وہ لوگوں کو اللہ کے احکامات سے آگاہ کرے گا نیز اہل کتاب کے علماء نے زانی کی سزا رجم کو چھپایا اور رکھا کہ زانی کی سزا رجم نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اس کے منہ کو کالا کیا جائے اور اسے بازاروں میں گھمایا جائے اسے رسوا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ (المنار ج۲ ص۴۹)

حافظ ابن کثیر رقم طراز ہیں انبیاء علیہم السلام نے جن دلائل واضحہ حقہ کو پیش فرمایا جو شخص بھی ان کو چھپائے گا خواہ اس کا تعلق اہل علم سے ہو یا عوام الناس سے ہو وہ نہ صرف اللہ کی لعنت کے مستحق ہوئے بلکہ کائنات کی ہر چیز ان پر لعنت کرتی ہے جیسا کہ عالم شخص کے لئے ہر چیز مغفرت طلب کرتی ہے یہاں تک کہ پانی میں مچھلی اور فضا میں پرندے بھی اس کے لئے استغفار کرتے ہیں جب کہ حق و صداقت کو چھپانے والوں پر اللہ کی ہی لعنت نہیں ہوتی ہے بلکہ سبھی کی لعنت ہوتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا جس عالم سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا جائے وہ اس کو نہ بتائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے اگر اللہ کی کتاب میں اس آیت کا ذکر نہ ہوتا تو میں ہرگز کسی کو کسی بات سے آگاہ نہ کرتا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ میں رسول اکرم ﷺ کی معیت میں تھے آپ نے فرمایا کافر شخص کو اس کی آنکھوں کے درمیان اس زور سے مارا جائے گا کہ جنوں اور انسانوں کے علاوہ سبھی کائنات اس پر لعنت کرے گی جن کو اس کی آواز سنائی دے گی۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا :۔البتہ وہ لوگ جو تائب ہوئے اور ان کی توبہ کو اللہ پاک نے قبول کیا جب کہ پہلی امتوں میں سے ان جیسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی تھی چونکہ آپ ﷺ کا ایک نام نَبِیُّ التَّوبَۃِ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَبِیُّ الرَّحمَۃِ بھی ہے اس لئے امت محمدیہ کے لوگوں کی توبہ قبول ہوگی بالخصوص احکام اور حدود کا چھپانا اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے البتہ جب کسی عالم دین سے کسی مسئلہ کے بارے میں استفسار کیا جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بلا خوف و جھجک کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی روشنی میں اس کی وضاحت کرے کسی مصلحت کے پیش نظر چھپانا جرم عظیم ہے اور ذکر کردہ وعید سے اس کو بچاؤ حاصل نہیں ہوگا رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اَفضَلُ الجِہَادِ کَلِمَۃُ حَقٍّ عِندَ سُلطَانٍ جَائِرٍ' (الحدیث) "افضل جہاد تو یہ ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کو نہ چھپایا جائے" ارشاد ربانی ہے وَ لتَکُن مِنکُم اُمَّۃٌ یَّدعُونَ اِلَی الخَیرِ (آل عمران ۱۰۴) اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔ معلوم ہوا جب کچھ اہل علم تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہوں تو دیگر مسلمانوں سے ابلاغ کی ذمہ داری ساقط ہو جائے گی جو اس علاقہ میں رہائش پزیر ہوں ۔ مزید تفصیل وَلتَکُن مِّنکُم اُمَّۃٌ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا وَ مَاتُوا وَ ھُم کُفَّار :۔ کفر کی حالت میں فوت ہونے والے افراد پر اللہ کی لعنت ہو گی' فرشتوں اور لوگوں سے مقصود ایماندار لوگ ہیں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی رسوائی تو اس حالت میں بھی کچھ معمولی نہیں جب اللہ پاک ان پر لعنت فرماتے ہیں تو فرشتوں کے ذکر میں کیا نکتہ ہے اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ عالم علوی' سفلی سے جس کو بھی ان کے بارے میں معلومات ہیں وہ انہیں لعنت کا مستحق گردانتے ہیں ان کے بارے ہرگز کسی نرمی کا داعیہ نہیں ہوگا نہ ان کی سفارش ہوگی وہ اس لعنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ انہیں دوزخ سے نکالا جائے گا نہ عذاب میں تخفیف ہوگی نہ ان کی جانب نظر رحمت ہوگی اور نہ انہیں مہلت ملے گی در اصل ان کی وفات کفر پر ہوئی اور جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں جس کیفیت پر اس کی موت ہوئی اسی پر ہمیشہ رہے گا۔

وَ اِلٰھُکُم اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَالرَّحمٰنُ الرَّحِیم :۔ اس آیت سے ما قبل والی آیات کے مفہوم سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ جو لوگ اللہ کی توحید کے دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں وہ ملعون ہیں ان کو اللہ کی رحمت سے نا امید ہوجانا چاہیے جب تک کہ اس گناہ سے تائب نہ ہوں اگر اسی حالت پر انہیں موت نے آلیا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ لعنت میں رہیں گے ان کے عذاب میں تخفیف نہ ہو گی نہ ہی ان سے جرمانہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے گا نہ سفارش کام آئے گی آخرت میں تمام فرشتے اور ایماندار لوگ ان پر لعنت بھیجتے رہیں گے سبھی لوگوں کے سامنے اس حقیقت سے پردہ کشائی ہو گی کہ وہ ہرگز کسی رحم و کرم کے مستحق نہیں ہیں اس کے بعد اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا کہ دین اسلام کا اصل شارع اللہ ہے وہ اکیلا ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے نیز اس کی ہدایت کا کتمان نہ کیا جائے نہ کسی کے کلام کو اللہ کے کلام کے برابر سمجھا جائے وہ احسان اور رحمت کا فیضان کرتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتا ہے اور گمراہ لوگ جو دلائل واضحہ کو چھپا رہے ہیں ان کے مقابلہ میں اپنے بزرگوں اور مقتداؤں کی سفارش پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں ترجیح دے رہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے مقتدا اور پیشوا انہیں ہرگز اللہ کے عذاب سے تحفظ عطا نہیں کر سکیں گے تو انہیں اللہ پاک کی جانب دعوت دیتے ہوئے کہا کہ تمہارا حقیقی معبود جو اکیلا ہی عبادت کے لائق ہے وہ اکیلا معبود ہے اس کے سوا کوئی بھی تمہاری عبادت کا مستحق نہیں ہے لہذا تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ شرک کی دو اقسام ہیں پہلی قسم کا تعلق الوہیت یعنی عبادت کے ساتھ ہے اس میں شرک یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اللہ پاک کے وصف الوہیت میں اس کا کوئی شریک ہے یا اللہ کے افعال میں کوئی شخص اس کا معاون ہے یا وہ اللہ کو بعض کاموں پر مجبور کر دیتا ہے اور اپنی سفارش کے ساتھ بعض کاموں کے ادا کرنے سے اللہ کو روک لیتا ہے اس لئے کہ اس کو اللہ پاک کے ساتھ خاص قسم کا قرب ہے جیسا کہ بادشاہوں کے وزراء رازدار اور ان کے اعوان اور دربان ان سے سفارش کے ساتھ کام کروالیتے ہیں۔

دوسری قسم کا تعلق ربوبیت کے ساتھ ہے یعنی وصف خلق اور تدبیر کی نسبت اللہ کے ساتھ ساتھ اس کے غیر کی جانب بھی کی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ لازم و ملزوم ہے یا ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ کی عبادت اور حلال و حرام کے بارے میں دین اسلام کے احکام کو اللہ کی کتاب ' وحی سے حاصل نہ کیا جائے اس عذر کے پیش نظر کہ جن سے ہم دین کے احکام حاصل کر رہے ہیں وہ اللہ کی وحی کے مقاصد کو خوب جانتے تھے پس کتاب اللہ اور وحی سے بلا واسطہ مسائل کو حاصل کرنا درست نہیں اس رجحان کی نشاندہی کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا اِتَّخَذُوا اَحبَارَهُم وَرُهبَانَهُم اَربَابًا مِن دُونِ اللّٰهِ جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کا فہم رکھنے والے علماء کے لئے از بس ضروری ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کے احکام کو اسی طرح وضاحت کے ساتھ بیان کریں جس سے اصل مقصد کے ساتھ ہرگز تصادم نہ ہو نہ اضافہ کیا جائے نہ کمی کی جائے نہ کسی حکم کو چھپایا جائے جیسا کہ اہل کتاب نے وحی سے زائد بعض عبادات اور احکام کو شریعت کا حصہ بنا دیا اور ان کی تاویلات میں تحریف کا کردار ادا کیا پس جب اللہ پاک ایک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا معبود برحق نہیں ہے تو اس کے ساتھ ہرگز عبادت ' اطاعت ' احکام میں کسی کو شریک نہ بنایا جائے اللہ کا وصف رحمان ' رحیم ہے کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اللہ کی رحمت کے اسباب کو چھوڑ کر اللہ کے غیر کی رحمت پر بھروسہ کرے خواہ مقربین سے کیوں نہ ہوں اس لئے ایمان دار شخص اللہ کی وسیع رحمت سے استغنا اختیار کرکے اللہ کے سوا کسی کی رحمت پر بھروسہ نہ کرے وگرنہ اس کا شمار ان لوگوں سے ہوگا جو ناکام ہوئے اور جو اخروی خسارہ سے دوچار ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ
أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَا
بِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ ﴿۱۶۴﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (جہازوں) میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور بارش میں جس کو اللہ آسماں سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقل مندوں کے لئے (اللہ کی) قدرت کی نشانیاں ہیں۔

ذکر کردہ آیت ان آیات قرآنیہ کی وضاحت کررہی ہے جن میں کائنات کا ذکر ہے۔ جب کہ کائنات اللہ کی وحدانیت' اس کی وسعت رحمت کا اثبات کر رہی ہے' چنانچہ اس آیت کے آغاز میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر موجود ہے جن کا خالق اللہ وحدہ لا شریک کی ذات ہے ان دونوں پر گہرے غور و فکر کے بعد

www.KitaboSunnat.com

انسان اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ ان میں اللہ کی وحدانیت پر کثرت کے ساتھ گوناگوں قسم کے دلائل ہیں جن کے ظواہر پر غور وفکر کے بعد انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ لیکن جب محقق علماء کے انکشافات کا جائزہ لیا جائے تو ان کے عجائبات کا ادراک کر کے ہر ذی شعور انسان پکار اٹھتا ہے کہ میں جن مناظر قدرت کا مشاہدہ کر رہا ہوں ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن مناظر قدرت تک ابھی تک رسائی حاصل نہیں ہو سکی ہے وہ کس قدر حیرت و استعجاب کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں ؎

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

جب ہم اجرام ساویہ پر غور کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کا ایسا محکم اور مکمل نظام ہے کہ اس میں ہرگز کسی قسم کا نقص رونما نہیں ہوتا ہے ایک کا نظام دوسرے کے نظام پر اثر انداز نہیں ہے نظام میں اس قدر وحدت اور اکائی ہے جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگتی ہے کہ یہ مکمل نظام ایسی بے مثال ذات کے تابع ہے جو خالقیت ' مالکیت کے لحاظ سے اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ اپنی حکمت عملی کے ساتھ اس نظام کو نہایت ربط و ضبط اور نپے تلے انداز کے ساتھ روز ازل سے چلا رہا ہے آپ نظام شمسی پر غور کریں جس کے سبب روشنی کا زمین پر فیضان ہوتا ہے اس کے ساتھ نباتات' حیوانات کی زندگی میں نکھار رونما ہوتا رہتا ہے فضائے آسمانی میں جن بے شمار ستاروں کا ہم روز مرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں وہ بھی نظام شمسی کے تابع ہیں۔ حجم اور فاصلہ کے لحاظ سے ان سب میں اختلاف نمایاں ہے البتہ ہر سیارہ اپنے مدار سے باہر گردش نہیں کرتا ہے ان سب کا آپس میں سنت الہیہ کے مطابق گہرا نظم و ربط استوار ہے اگر اللہ پاک کا یہ محکمہ نظام کار فرما نہ ہوتا تو سیارے باہم متصادم ہو کر اپنی بقا کو دوام نہ بخشتے اور عالم رنگ و بو ناپید ہوجاتا پس شمسی نظام جس طرح اللہ کی رحمت کا نشان ہے اسی طرح اللہ کی وحدانیت' اس کی عظمت کی محکم دلیل بھی ہے۔ اسی طرح زمین اس کی پہنائی' مادہ' شکل اور زمین جن مختلف قسم کے جہانوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اس سے مقصود حیوانات ' نباتات' جمادات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ عجیب قسم کا نظام ہے اور سبھی میں سنت الہیہ کار فرما ہے وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلاً (الاحزاب ۶۲) " اور تم اللہ تعالٰی کی عادت میں ہرگز تغیر و تبدل نہ پاؤ گے اگر کوئی شخص جمادات میں سے مختلف قسم کے پتھروں اور متعدد خاصیتوں اور مختلف قسم کے جواہرات پر غور کرے تو قدرت کے اس نظام میں اللہ کی قدرت کی جلوہ آفرینیوں اور متنوع قسم کے فوائد کا مشاہدہ کرے گا اور اللہ پاک کی معرفت کے بحر بے کنار میں غوطہ زن ہونے پر یقین محکم کی نعمت سے اپنے دامن کو بھر لے گا۔ نتیجہ کے طور پر اللہ پاک کی بے مثال صنعت کا ملاحظہ کرنے پر اللہ پر اس کا ایمان استدلالی نوعیت کا ہوگا اور بلا تردد وہ اللہ کی عظمت کا اقرار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے پکار اٹھے گا کہ وہ ذات حکیم بھی ہے اور رافت و رحمت کے ساتھ بھی موصوف ہے کائنات کی تخلیق اور تدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں ۔

مُنَزَّہٌ عَن شَرِیکٍ فِی مَحَاسِنِہٖ
فَجَوہَرُ الحُسنِ فِیہِ غَیرُ مُنقَسِمٖ

" اللہ پاک اپنے محاسن کے لحاظ سے ہر طرح کے شریک سے منزہ ہے اسؐ کے حسن و کمال کا جوہر انقسام سے مبرا ہے "

خیال رہے کہ جمادات میں بھی زندگی کی رعنائی کار فرما ہے اگرچہ نباتات کی زندگی سے اس کی زندگی میں جلوہ فرمائی کم ہے۔

وَاختِلَافِ اللَّیلِ وَالنَّھَارِ :۔ رات سایہ فگن ہوتی ہے سورج کی بادشاہت زوال پذیر ہوجاتی ہے اور رات مقرر وقت تک دراز رہتی ہے اس کے اختتام پر سورج اپنی پوری تابانی اور کروفر کے ساتھ فضائے بسیط کو روشن کر دیتا ہے کبھی رات طویل ہوتی ہے کبھی دن کے برابر ہوتی ہے اور کبھی اس سے کم وقت اس کی حکومت رہتی ہے اسی کیفیت کے ساتھ دن ظہور پزیر ہوتا رہتا ہے نظام شمسی اس قدر محکم ہے کہ خاص مقدار کے ساتھ روزانہ کی کمی بیشی میں ہرگز تفاوت راہ نہیں پاتا وَلَن تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبدِیلاً :۔ بے اختیار اعتراف کرنا ہوتا ہے وہ اللہ اکیلا اس مربوط اور منظم نظام کو ایسی بے مثال باقاعدگی اور رحمت کے ساتھ چلا رہا ہے کہ عام شخص بھی جو ابجد سے واقف نہیں ہے وہ بھی بے ساختہ اللہ کی بے مثال کاریگری کا معترف نظر آتا ہے۔ ایک سیکنڈ کے تفاوت کے بغیر ازل سے دن رات معرض وجود میں آرہے ہیں اور مستقبل میں بھی جب تک مشیت ایزدی اس نظام کو چلانا چاہے گی وہ چلتا رہے گا اگرچہ وہ شخص اسباب سے شناسائی نہیں رکھتا ہے قرآن پاک میں متعدد ایسے مقامات ہیں جن سے یہ حقیقت الم نشرح ہورہی ہے ملاحظہ فرمائیں ۔

وَجَعَلنَا اللَّیلَ وَالنَّھَارَ اٰیَتَینِ فَمَحَونَا اٰیَۃَ اللَّیلِ وَجَعَلنَا اٰیَۃَ النَّھَارِ مُبصِرَۃً لِّتَبتَغُوا فَضلاً مِّن رَّبِّکُم وَلِتَعلَمُوا عَدَدَ السِّنِینَ وَالحِسَابَ وَکُلَّ شَیئٍ فَصَّلنٰہُ تَفصِیلاً (الاسراء ۱۲) " اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو تاریک بنایا (مٹا دیا گھٹا دیا) اور دن کی نشانی کو روشن تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو اور برسوں کا شمار اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز کی (بخوبی) تفصیل کر دی ہے" ذکر کردہ آیت رات اور دن کے اختلاف کو نمایاں کر رہی ہے اور ان میں جو فوائد پوشیدہ ہیں ان کی جلوہ گری کر رہی ہے اس مضمون کی دیگر آیات بھی قرآن پاک میں موجود ہیں نیز ارشاد ربانی ہے وَھُوَ الَّذِی جَعَلَ اللَّیلَ وَالنَّھَارَ خِلفَۃً لِّمَن اَرَادَ اَن یَّذَّکَّرَ اَو اَرَادَ شُکُورًا (الفرقان ٦٢) " اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا (یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات) اس شخص کے لئے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرنے سوچنے اور سمجھنے کی ہیں " اس میں دینی منفعتوں کی جانب رہنمائی کا ذکر ہے علاوہ ازیں بعض دیگر آیات بھی موجود ہیں جو اختلاف کے اسباب کی نشاندہی کرتی ہیں ارشاد ربانی ہے یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّہَارِ وَیُکَوِّرُ النَّہَارَ عَلَی الَّیْلِ (الزمر ۵) " (اور) وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے " نیز فرمایا یُغْشِی الَّیْلَ النَّہَارَ یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا (الاعراف ۵۴) " وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے " آخری دونوں آیات زمین کے گول ہونے اور سورج کے گرد اس کے چکر کاٹنے پر دال ہیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ رات ' دن کا اختلاف نظام شمسی کے اثرات کا نتیجہ ہے ۔ جب کہ نظام شمسی اللہ پاک کی توحید پر دلالت کر رہا ہے ۔

وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ :۔ چونکہ خشکی اور سمندری سفر کرنے والے رات دن کے اختلاف میں اوقات کی تحدید کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہیں تاکہ انہیں سفر میں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے سمندر کے سفر میں اوقات کی واقفیت کا ہونا ضروری ہے اوقات کی عدم واقفیت اور تحدید کے علم سے بے بہرہ ہونا سمندر کے مسافر کو خطرات بلکہ ہلاکت کے قریب کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ بحری جہاز کے کپتان' جہاز چلانے والوں کے لئے علم نجوم سے واقفیت ضروری ہے ۔ ارشاد ربانی ہے وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَھْتَدُوْا بِھَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الانعام ۹۷) " اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان سے رستے معلوم کرو "

سمندر کے سفر میں تجارتی فوائد ہیں اور موجودہ دور میں خاص طور پر جب کہ بحری جہاز جو پٹرول اور برقی رو کے ساتھ مسافروں اور تجارتی سامان کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچاتے ہیں ان میں سفر کرنے والوں کے لئے وہ تمام سہولتیں میسر ہوتی ہیں جو خشکی میں بادشاہوں اور کاروباری متمول لوگوں کو حاصل ہوتی ہیں آرام دہ پلنگ پر لیٹ کر سفر کرتے ہیں کھانے پینے نہانے کی ماڈرن سہولتیں بھی میسر ہیں۔ دشمن کے حملہ سے تحفظ کے لئے قلعہ نما کمرے بھی ہوتے ہیں جن میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے جدید تباہ کن برقی ہتھیاروں کا بھی خاطر خواہ انتظام ہوتا ہے یہ سب نعمتیں اللہ نے اپنے بندوں کو آرام پہنچانے کے لئے عطا کی ہیں اور انسان کو ان کے بنانے اور تیار کرنے کی سمجھ عطا کی ہے انسان کو پانی کے خواص قانون ثقل سے ہواؤں کی خاصیات سے بھی آگاہ کیا ہے اسی طرح برقی رو کے اصولوں اور ان کی کیفیات سے بھی بہرہ وافر علم عطا کیا ہے ۔ یہ سب جدید اور قدیم انعامات اللہ پاک کی جانب سے انسانوں کے لئے خاص عطیات ہیں ۔

وَمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ :۔ اَلسَّمَآءَ سے مقصود فضا یا بادل ہیں اس لئے کہ ' بارش کا اترنا محسوس ہے اس کے لئے نقل' عقل کا احتیاج نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ (الروم ۴۸)
" اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر اللہ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور تہہ بتہہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکلنے لگتا ہے فضا کی گرمی سے پانی بخارات کی شکل اختیار کر کے ہوا کے دباؤ سے کثیف ہو کر بادل کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو فضا میں پھیل جاتا ہے اس سے بارش کے قطرات ٹپکنے شروع ہو جاتے ہیں "

چونکہ بارش کے قطرہ میں ثقل ہوتا ہے اس لئے قطرات نیچے گرتے ہیں چنانچہ ملک شام کے پہاڑوں میں ہمارا مشاہدہ ہے کہ پہاڑ کے نیچے بخارات بادل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ان سے بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے جب کہ پہاڑ کے اوپر سورج چمک رہا ہوتا ہے وہاں بارش کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ پس آیت مبارکہ میں آسمان سے مقصود متعارف آسمان نہیں ہے بلکہ فضا کی اونچائی مراد ہے تو بارش کے سبب اللہ نے زمین کو روئیدگی عطا کی اور اس میں انگوری کے اگانے کی قوت نامیہ رکھ دی اور روئے زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلا دئے جو بے شمار ہیں۔ ارشاد باری ہے کہ أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیاء ۳۰) " کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے جدا جدا کر دیا اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے " اس آیت میں وضاحت موجود ہے کہ ہر چیز کی زندگی پانی کی مرہون منت ہے نیز فرمایا تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ (حم السجدہ ۳۹) " جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور پھولنے لگتی ہے " نیز فرمایا أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ (الزمر ۲۱) " کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے پھر اس کو زمین میں چشمے بنا کر جاری کرتا ہے۔ پھر اس سے کھیتی اگاتا ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں "

بارش کی شکل میں جو پانی زمین پر گرتا ہے وہ ندی نالوں کی صورت اختیار کرتے ہوئے دریاؤں میں پہنچ کر اس کی طغیانی کا باعث بنتا ہے اور سیلاب کے خطرات امڈ آتے ہیں یہی پانی رحمت بھی ہے عذاب بھی بن جاتا ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب بن کر نازل ہوا وہ سب پانی میں ڈوب کر مر گئے۔ جب نوح علیہ السلام کے بیٹے نے سرکشی اختیار کرتے ہوئے اپنے والد نوح علیہ السلام سے مخاطب ہوا سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (ہود ۴۳) " اس نے کہا کہ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا۔ وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ انہوں نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں (اور نہ کوئی بچ سکتا) " پانی ایسی نعمت ہے جس سے ہر چیز کو زندگی اور زندگی کے ساتھ حسن ' نکھار ' جاذبیت اور قوت حاصل ہوتی ہے اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مختلف قسم کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نباتات ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں جب کہ نباتات اپنے ذائقہ رنگ اور خوشبو کے لحاظ سے مختلف ہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ زمین کی ایک ہی کیاری میں تربوز اور حنظل کی کاشت ہوتی ہے پانی ایک سا ہے لیکن تربوز کا پھل شیریں ہے جب کہ حنظل کا پھل کڑوا ہے تعجب ہے دونوں شکل کے لحاظ سے ملتے جلتے ہیں اسی طرح ایک کھیت میں لیموں کے پودے کے ساتھ کھجور کا درخت ہے ایک کا پھل ترش ہے جب کہ دوسرے کا پھل میٹھا ہے قریب ہی گلاب کا پودہ ہے اس کے پھول سے خوشبو فضا کو معطر کر رہی ہے لیکن کھجور کے پھل میں خوشبو کا فقدان ہے اور قدرت کی جانب سے یہ تفاوت' کرشمہ سازیاں پانی کی مرہون منت ہیں اس لحاظ سے پانی اللہ کی وحدانیت کاملہ پر دلالت کرتا ہے اور اللہ کی مخلوق کو پانی سے جو بے شمار فوائد حاصل ہو رہے ہیں وہ اللہ پاک کی رحمت کاملہ کا نتیجہ ہے اسی طرح زمین پر جو بھی جانور پھیلے ہوئے ہیں ان سب کی زندگی پانی کی محتاج ہے یہ سب اللہ کی وحدت کے دلائل ہیں اور اس کی رحمت جو تمام کائنات کو شامل ہے اس کی علامات ہیں۔

وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ :۔ بارش کی نعمت کے ذکر کے بعد ہوا کی نعمت کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے کہ ان دونوں میں سبب اور مسبب کا تعلق ہے۔ اس لئے کہ ہوائیں بادلوں کو فضا میں ایسی جگہ لے جاتی ہیں جہاں ان کا دھواں تحلیل ہو کر بارش کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو اللہ پاک ایک خاص نظام کے مطابق اپنے ارادہ اور حکمت کے مطابق انہیں چلاتا ہے اکثر و بیشتر ایک جانب سے چلتی ہیں کبھی بین بین کبھی ہر جانب سے اور کبھی ایسی ہوا چلتی ہے جس سے پھل دار درختوں کا پھل گر جاتا ہے یا ان میں بیماری سے پھل کھانے کے قابل نہیں رہتا اور کچھ ہوائیں ایسی عمدہ ہوتی ہیں کہ ان کے چلنے سے نباتات پر شباب آجاتا ہے بلکہ اس طرح کی ہوائیں بادلوں کے نمود کا ذریعہ ہوتی ہیں بعض علاقوں میں جب کسی وقت گرم ہوائیں چلتی ہیں تو اس کے بعد کبھی لطیف گرم یا لطیف ٹھنڈی ہوا کے جھونکے موسم میں بہار کا سماں پیدا کر دیتے ہیں لیکن یہ سب کچھ اللہ پاک کی ایک سنت کے مطابق ہوتا ہے جس میں حکمت اور فائدہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ :۔بارش برسانے والے بادل فضا میں مختلف علاقوں میں بارش برساتے رہتے ہیں ہواؤں کے بعد بادلوں کے ذکر سے اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور انہیں وہاں لے جاتی ہیں جہاں اللہ کے حکم کے ساتھ بارش برسنا ہوتی ہے اور کبھی بادل پھیل جاتے ہیں تو بارش کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں ۔ خیال رہے کہ بادل کی نعمت کا تذکرہ پانی کے تذکرہ کے ساتھ نہیں کیا جب کہ بادلوں کی نشئات کا سبب ہے اس لئے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر الگ الگ نعمتیں ہیں جب کہ بادل تو ایک خاص نظام کے ساتھ ظہور پذیر ہوتے ہیں اور آسمان زمین کے درمیان ایک خاص انداز کے ساتھ پھیل جاتے ہیں تو بادل بظاہر اللہ کی وحدت کی ایسی علامت ہیں جو عوام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الناس کو بالخصوص حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کا سبب ان کے علم میں نہیں ہوتا ان کے حقائق سے تو وہ شخص ہی بہرہ ور ہوتا ہے جو اللہ پاک کے اصول و ضوابط سے کما حقہ معرفت رکھتا ہے کہ کب اجسام لطیفہ کا اجتماع ہوتا ہے اور کب ان میں افتراق نمودار ہوتا ہے اور کب وہ فضائے بسیط میں بلندی کی جانب رخ کرتے ہیں اور کب نچائی کی جانب اترتے ہیں اس فن کے ماہرین اس کو جاذبیت کے نام سے جانتے ہیں ۔ جاذبیت کی کچھ اقسام ہیں جَاذِبِيَّةُ الثِّقَلِ' جَاذِبِيَّةُ الْعَامَّه' جَاذِبِيَّةُ الْمُلَاصِقَه وغیرہ ہیں ۔ لیکن جو شخص کائنات کے اسرار و رموز سے شناسائی نہیں رکھتا ہے صرف ظاہر پر اس کی نظر رہتی ہے اس میں اور جمادات میں کچھ فرق نہیں اس لئے کہ جمادات میں عقل کا فقدان ہے ۔ اسی لئے وضاحت ہے کہ ان مظاہر قدرت میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو عقل و شعور کے ساتھ موصوف ہیں وہ نہ صرف اسباب پر نظر رکھتے ہیں بلکہ اسرار کائنات پر بھی ان کی نظر ہوتی ہے۔ منفعت' مضرت سے باخبر ہوتے ہیں خیال رہے کہ علم و عرفان میں عقل کے ارتقاء کے ساتھ توحید کی تکمیل ہوتی ہے ۔ جب کہ اللہ پاک کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے کم عقل اور جہالت میں مستغرق لوگ ہوتے ہیں۔ پس کائنات کا وجود اللہ پاک کے وجود اور اس کے وحدہ لا شریک ہونے پر دلالت کررہا ہے جب کہ قرآن پاک مضبوط دلائل کے ساتھ اللہ پاک کی توحید اور اس کے صفات پر کامل ' مکمل ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اور ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں لیکن جو ایمان والے ہیں وہ اللہ ہی کے سب سے زیادہ دوست ہیں ۔ اور اے کاش ظالم لوگ جو بات عذاب کے وقت دیکھیں گے اب دیکھ لیتے کہ سب طرح کی طاقت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے اس دن (کفر کے) پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور (دونوں) عذاب (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ (یہ حال دیکھ کر) پیروی کرنے والے (حسرت سے) کہیں گے کہ اے کاش ہمیں پھر دنیا میں جانا نصیب ہو تاکہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں ہم بھی ان سے بیزار ہوں ۔ اس طرح اللہ ان کے اعمال انہیں حسرت بنا کر دکھائے گا۔ اور وہ دوزخ سے نکل نہیں سکیں گے۔

ان آیات مبارکہ میں ان لوگوں کی کیفیت کو اجاگر کیا گیا ہے جو سابقہ ذکر کردہ آیت کے مفہوم اور مدعی پر غور نہیں کرتے جس میں توحید الٰہی کی واضح انداز میں دلیل ذکر کی گئی ہے۔ بلکہ اللہ پاک کے ساتھ شریک بناتے ہیں ان شرکاء سے فوائد دنیوی کے حصول کی درخواست کرتے ہیں۔ اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کی برکت کے طفیل ہمارے مقاصد کمال پذیر ہوں گے۔ اور مصائب سے ہمیں نجات حاصل ہو سکے گی۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کی ہر بات کو دین اور شریعت قرار دیتے ہیں اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ لوگ جن کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں۔ ان کو اللہ کے، اوصاف قدرت' علم' بادشاہت میں اللہ کے مماثل سمجھتے ہیں۔ البتہ وصف خلق اور تدبیر میں اللہ کو منفرد کہتے ہیں ان میں اللہ کا کوئی شریک نہیں مانتے ۔ جب کہ یہ شرکاء اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ بندوں کو اللہ کے قریب کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اور اللہ پاک کی بارگاہ میں بندوں کی سفارش کرتے ہیں اللہ پاک ان کے ذریعہ سے ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ یا ان کی کرامات کے اثرات ہوتے ہیں چنانچہ وہ اللہ کو خالق تسلیم کرتے ہیں ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالٰی کے قریب لے جانے کا واسطہ ہیں۔ ارشاد ربانی ہے وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَ مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ ۔ (الزمر ۳) " اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنْدَادًا کا واحد (نِدٌّ) ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ جو کچھ اللہ سے طلب کیا جاتا ہے اس کو اللہ کے سوا کسی بت، انسان، خانقاہ، قبر وغیرہ سے طلب کیا جائے۔ کائنات میں اسباب اور مسببات کا ایک نظام قائم ہے۔ پس مسببات کو اسباب کے ذریعہ طلب کرنا اللہ کے شرکاء سے طلب کرنا نہیں ہے۔ چنانچہ فطرت سلیمہ اور دین اسلام کی راہ نمائی میں اسباب کی تلاش کریں ۔ لیکن عجز اور تحیر کی کیفیت میں اسباب کو مسبب الاسباب ذات سے طلب کریں تاکہ وہ اپنی وسیع رحمت کے پیش نظر انہیں اسباب کی راہ نمائی عطا فرمائے۔ یا ان سے بہتر بدل مہیا کرے البتہ اسباب کو بروئے کار لانے میں امکانی حد تک انہیں بھرپور کوشش اور ہمت سے کام لینا چاہیے ۔

اسلام ہمیں یہ تعلیم نہیں دیتا ہے کہ ہم خوردونوش کے اسباب مہیا کرنے سے خاموش بیٹھ جائیں اور صرف اللہ سے دعا کرتے رہیں کہ وہ ہماری محنت اور کوشش کے بغیر ہمارے اوپر من و سلوی نازل فرماتا رہے گا۔ ہرگز نہیں ! دین اسلام ہمیں ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ ہم کھیتوں میں ہل نہ چلائیں، بیج کاشت نہ کریں، پانی کا بھی انتظام نہ کریں گوبر بھی نہ ڈالیں صرف اللہ پر بھروسہ کریں کہ کھیت سے ہماری خوراک کو از خود مہیا ہو جائے گی ہرگز نہیں ! بلکہ استطاعت کے مطابق تمام اسباب کو مہیا کیا جائے ۔ اور امکانی مساعی کو بروئے کار لانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ اس کے بعد اللہ کی ذات پر ان چیزوں کے بارے میں توکل اختیار کریں۔ جو ان کے تصرف میں نہیں اور نہ انہیں اس کے حاصل کرنے کے اسباب کی راہ نمائی کی ہے جیسے بارش کا نازل فرمانا، قدرتی نہروں میں پانی کا رواں دواں ہونا وغیرہ ہیں۔ ہاں اگر کسی تصرف کی ان میں استطاعت موجود ہے تو محنت کے ساتھ تصرف کر کے اس کے حصول کو یقینی بنائیں۔ صرف زبانی دعویٰ کرنےاور دل میں پروگرام بنانے سے اس کا حصول ممکن نہیں ہوگا۔ اور جب اللہ پاک انہیں اسباب کی راہ نمائی سے آگاہ فرمائیں تو وہ اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان مقاصد کے حصول کے لئے محنت کریں۔

اس کے ساتھ ساتھ دین اسلام انہیں منع کرتا ہے کہ وہ ملک و ملت کی مدافعت کے لئے جہاد کے لئے نہ نکلیں۔ جب کہ ان کے پاس دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے اسلحہ نہیں ہے یا اسلحہ موجود ہے لیکن دشمن کے اسلحہ سے کم درجہ کا اسلحہ ہے تو ایسی صورت میں وہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہو جائیں ۔ اللہ پاک کی ذات سے دعا کریں اور توفیق طلب کریں کہ ان کے دلوں اور ان کے اقدام کو استقامت عطا فرمائے۔ پس جو شخص اسباب مہیا کرنے میں اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے وہ شخص قانون قدرت سے ناواقف ہے اور جو شخص اللہ کے سوا ایسی ہستی کی آڑ بنا کر جس کو بظاہر سبب قرار نہیں دیا جا سکتا اقدام کرتا ہے وہ اللہ کے ساتھ اس کو شریک بناتا ہے کبھی وہ ایسے شخص کی پناہ میں آتا ہے جو عنداللہ فی الواقع مقرب ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اور امت محمدیہ کے صالحین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افراد ہیں یا مقربین فرشتوں سے کسی فرشتے کو ذریعہ بناتا ہے یا کسی بھی مخلوق کو اپنی امیدوں کا مرکز بنا کر اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے اور اللہ کے سوا اس سے نسبت قائم کر کے اپنی ضرورت کے پورا کرنے کی امید رکھتا ہے تو وہ اس کو اللہ کے علاوہ اپنا معاون قرار دے کر اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔

خیال رہے اسباب سے آنکھیں بند کر کے اللہ کے سوا دیگر ذرائع سے امیدیں وابستہ رکھنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسباب کی دنیا پر اعتماد نہیں کرتے یا وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں زیادہ مشقت اٹھانے سے خود کو بچانا ہے تو اس کی آسان شکل یہ ہے کہ فلاں شخص کو وسیلہ سفارش تسلیم کریں تو ہمارا مقصد جلد حل ہو جائے گا۔ جیسا کہ ایک بیمار شخص جس کا علاج حکیم اور ڈاکٹر صاحبان کر رہے تھے تو مریض نے یا اس کے کسی قریبی نے محسوس کیا کہ کیوں نہ فلاں شخص کے ہاں جائیں جسے پوشیدہ طور پر اللہ کے کاموں میں تصرف حاصل ہے تاکہ جلد شفایاب ہو جائے۔ اس عقیدہ کے دوسرے افراد بھی یوں اپنی ضرورتوں کے بر آمد ہونے میں اللہ کے غیر کو اپنا دوست بناتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ انہیں اسباب مہیا کرنے کی کلفت نہ اٹھانا پڑے۔

ایک دوسری قسم اللہ کے شرکاء کی بھی ہے جو دین کے راہنما کہلاتے ہیں۔ عوام الناس ان کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ وہ شخص اپنے پیروکاروں کو اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کے بیان کردہ احکام سے تو آگاہ نہیں کرتا لوگ اس کے قول پر عمل کرتے ہیں اگرچہ وہ دلیل سے آشنا نہیں ہوتے۔ اس کی رائے کو دین تصور کرتے ہیں۔ اگرچہ معلوم بھی ہو جائے کہ اس کی رائے اس کے دین کے خلاف ہے۔ جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیش کیا ہے۔ اس شخص کے بارے میں ان کی یہ رائے ہوتی ہے کہ اسے کتاب و سنت کی واقفیت ہم سے زیادہ ہے اور فہم و فراست کے لحاظ سے بھی اس کی شخصیت مسلم ہے۔ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہی درست ہے اس قسم کے لوگوں کے بارے میں ہی اللہ پاک کا یہ فرمان نازل ہوا

اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (التوبہ ۳۱)

"انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا اللہ بنا لیا۔"

اللہ کے علاوہ شرکاء کے ساتھ فتح و نصرت طلب کرنے والوں کا فتنہ عظیم فتنہ ہے۔ ان کے ساتھ ان کی محبت اسی نوعیت کی ہے جس طرح کی محبت کا اظہار وہ اللہ پاک کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ان کے اس فتنہ کو عظیم گردانتے ہو۔ اللہ پاک نے فرمایا:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا

کچھ لوگ اللہ کی بعض مخلوق کو اللہ کا مثل قرار دیتے ہیں کہ جن خصوصیات کے ساتھ اللہ کی ذات موصوف ہے وہی خصوصیات ان میں بھی موجود ہیں۔ ان کے ساتھ اس طرح کی محبت کا اظہار کرتے ہیں جس طرح کی محبت کا اظہار اللہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک شخص جب کسی دوسرے شخص سے محبت کرتا ہے اور اس کی ملاقات پر راحت محسوس کرتا ہے۔ جبکہ ان دونوں کے درمیان بعض امور میں مشاکلت اور مشارکت ہے گویا کہ انسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی دوسرے انسان سے جب محبت کرتا ہے تو وہ اپنے آپ سے محبت کرتا ہے جبکہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ہرگز کسی طرح کی مشاکلت نہیں ہے۔ اللہ پاک کی ذات ہر لحاظ سے مستغنی ہے جب کہ ہر انسان لمحہ بھر بھی احتیاج سے مستغنی نہیں ہے ایک شخص جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ محبوب میں اپنے سے بڑھ کر قدرت کا احساس کرتا ہے اسی لئے وہ ذہنی طور پر اپنے دل میں اس احساس کو اجاگر پاتا ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس نے محبت کا اظہار کرے گا بلکہ اس کے معاملات میں اس کا معاون ثابت ہو گا اور ضرورت کے وقت وہ اس کی جائے پناہ ہو گا اس کی مدد کے بغیر وہ فلاں کام سرانجام نہ دے سکے گا اس رجحان کے سبب دوسرے انسان کی جانب جذب و کشش کا ظہور فطری طور پر ہوتا رہتا ہے جہاں وہ اس سے فوائد کی توقع رکھتا ہے۔ وہاں مصائب کے نزول کے وقت اسے اپنی پناہ گاہ بھی سمجھتا ہے یہ سب کچھ اسباب اور مسببات کے دائرہ میں محبوس ہیں۔ جب کہ خالق کائنات کی قوت اور اللہ پاک کی صفات کاملہ' مشیت' رحمت نیز اسباب اور مسببات کی تسخیر میں تصرف اور اس کی بادشاہت ایسے اوصاف ہیں کہ جو اللہ کی محبت کو تمام اوصاف سے بلند کرتی ہے۔ اللہ پاک جیسی محبت اللہ کے غیر کے لئے جائز نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر کام میں جس طرح اللہ کی پناہ کو حاصل کیا جاتا ہے۔ اللہ کے سوا سے پناہ طلب نہیں کی جاتی ہے جب کہ مشرک لوگ اپنے معبودان باطلہ کو اس محبت میں اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

چنانچہ ان کے شرک کے بعد اللہ پاک اعلان فرماتے ہیں۔

وَ الَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔

"ایمان دار لوگ اللہ کے ساتھ اللہ کے سوا سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔"

ان کی محبت تو اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ وہ اس محبت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ان کی محبت درجہ کمال کی ہے اس لئے کہ ان کا محبوب اللہ پاک ہر قسم کے کمالات کے ساتھ موصوف ہے اور سرچشمہ حیات ہے اس سے سبھی کمالات کی تقسیم ہوتی ہے جب کہ اللہ کے سوا اللہ کے شرکاء کے ساتھ محبت کرنے والوں کی محبت میں تزلزل ہے مزید برآں وہ منقسم ہے اور اس میں استقرار نہیں ہے۔ مومن انسان کا بس ایک ہی محبوب ہے اس کا اعتقاد ہے کہ ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے ہر چیز پر اس کی بادشاہت ہے تمام کائنات پر اس کو تسلط اور غلبہ حاصل ہے جس کسی کو کوئی نعمت ملتی ہے وہ اللہ کی توفیق اور راہنمائی کے سبب ہے جبکہ مشرک انسان کے بے شمار معبود اور مشکل کشا ہیں۔ جب اس پر کوئی آفت نازل ہوتی ہے تو وہ کسی انسان' بت کی پناہ ڈھونڈتا ہے یا کسی جانور' قبر یا کسی کی سفارش تلاش کرتا ہے وہ پریشانی میں کبھی کوئی راہ اختیار کرتا ہے اور کبھی کسی دوسرے آستانے پر حاضری دیتا ہے۔ سکون و اطمینان کی دولت سے محروم رہتا ہے۔ البتہ پختہ عقائد رکھنے والے ایمان دار اللہ پاک کو وحدہ لا شریک تسلیم کرتے ہیں اور اسی ایک کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں وہ صرف وحی الہٰی سے استناد کرتے ہیں جب کہ آئمہ کرام اور علماء حقہ کا وہ احترام کرتے ہیں۔ انہیں وحی الہٰی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ناقلین سمجھتے ہیں اور اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَ اَنزَلنَا اِلَیکَ الذِّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیهِم۔ (النحل ۴۴)

" اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تا کہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوتے ہیں انہیں (وضاحت سے) کھول کر بیان کرو۔"

پس ایمان والوں کے لئے ضروری ہے کہ علماء کے ارشادات جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں ان کی پیروی کریں عقائد اور عبادات میں ان کی تقلید نہ کریں ان کی آراء کو قابل التفات نہ سمجھیں۔ اس سے آگے والی آیت میں اللہ پاک نے شرکاء کو معبود قرار دینے والوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَلَو یَرَی الَّذِینَ ظَلَمُوا :۔ (ولو یری) کی دوسری قرأت (ولو تری) ہے اس قرأت میں نبی ﷺ مخاطب ہیں ۔ اس کا جواب (لَرَاَیتَ اَمرًا فَظِیعًا) محذوف ہے آیت کی تبیین یہ ہے کہ ظالم لوگ جنہوں نے خود کو شرک و کفر کی آلودگی کے ساتھ ملوث کر رکھا ہے اور عوام الناس کو دھوکہ دے رہے ہیں حقائق کو بیان نہیں کرتے ہیں۔ خود بھی کفر و شرک کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں عوام کو بھی اپنے ساتھ چلا رہے ہیں۔ انہیں بھی شرک و کفر کی راہ پر چلنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ جب یہ لوگ قیامت کے دن عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو ان کے آپس میں جو تعلقات دنیوی زندگی میں قائم تھے وہ ختم ہو جائیں گے۔ اور وہ اللہ کے سوا جن معبودان باطلہ کی عبادت کیا کرتے تھے وہ انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ ان کو عذاب الٰہی سے نجات دلانے سے انکار کر دیں گے اور تسلیم کریں گے کہ عالم آخرت میں تمام تر قوت کا سرچشمہ صرف اللہ کی ذات ہے ۔ پوری کائنات پر اس کا تصرف ہے۔ عالم دنیا پر بھی صرف اسی کا تصرف تھا وہ ایک ہی قوت ہے کسی دوسری طاقت کا آج بھی اس کے نظام میں ہرگز دخل نہیں ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم نے دنیا میں اللہ کی قوت کے علاوہ کسی دوسری قوت کو پناہ گاہ سمجھ کر گمراہی کو خریدا چنانچہ ہمارے عذاب کا سبب جادہ اعتدال سے ہمارا ہٹ جانا تھا اس روز اللہ کے عذاب کی شدت اور فظاعت کا ملاحظہ کرتے ہوئے ندامت سے سر جھکائیں گے لیکن اس روز ندامت انہیں اللہ کے عذاب سے بچا نہ سکے گی۔

اِذ تَبَرَّءَ الَّذِینَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِینَ اتَّبَعُوا۔ قیامت کے دن کفر و شرک کے لیڈر اور ان کے پیروکار جو دنیوی زندگی میں ایک دوسرے کی گمراہی کا سبب بنے تو وہ قیامت کے دن دونوں ایک دوسرے سے برات کا ہی اظہار نہیں کریں گے بلکہ مبالغہ کی حد تک ایک دوسرے سے شدید نفرت کا اظہار کریں گے جب عذاب الٰہی کا چشم دید ملاحظہ کریں گے۔ لیکن شدید نفرت اور برأت بلکہ چھٹکارا حاصل کرنا انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ اور ان کے آپس کے روابط اور تعلقات جو دنیوی زندگی میں قائم رہے۔ اور ان تعلقات کی وجہ سے دنیوی فوائد حاصل کرتے رہے ان سے دونوں فریق محروم ہو جائیں گے۔

کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی جانب التفات نہ کرنے والے لوگوں کو جو تقلید کی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور و فکر سے کام لینا چاہئے اور قرآن پاک کی رہنمائی میں تقلید سے توبہ کرکے راہ ہدایت اختیار کرنا چاہئے جس آیت کی تفسیر کی جا رہی ہے اس پر گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے کہ اللہ پاک نے کس قدر غضب آلود اسلوب کے ساتھ ان لوگوں کو دھمکی دی ہے جو لوگوں کے اقوال اور ان کی آراء کو دین اسلام قرار دیتے ہیں خواہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں خواہ ان کی تقلید عقائد اور عبادات کی حد تک تھی یا احکام میں تھی اس لئے کہ مکمل دین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے ہے۔ کسی شخص کی رائے اور قول کو دین قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ جو تنازعات معاشرہ میں ظہور پذیر ہوں ان کے فیصلوں میں اگر قاضی مجتہد کو نص کا علم نہیں تو اولی الامر کو شرعاً اجتہاد کی اجازت ہے حقیقت یہ ہے کہ علماء کرام شریعت کے ناقل ہیں۔ انبیاء علیھم السلام نہیں نہ اللہ کے شریک ہیں اور معصوم بھی نہیں ہیں ان کے اجتہاد میں غلطی کا بھی امکان ہے راہ صواب پر بھی ان کا فتویٰ مبنی ہو سکتا ہے۔ ان کے فہم و اجتہاد پر عمل کرنا چاہئے۔ اگرچہ ان کا اجتہاد فی الحقیقت غلط کیوں نہ ہو۔ صحیح حدیث میں ہے۔

اِذَا اجتَهَدَ الحَاکِمُ فَاَصَابَ فَلَهُ اَجرَانِ وَ اِذَا اجتَهَدَ فَاَخطَاَ فَلَهُ اَجرٌ وَّاحِدٌ۔

" فیصلہ کرنے والا جب اجتہاد کرے اور وہ صحیح ہو تو اس کو دوگنا اجر و ثواب حاصل ہو گا جب کہ غلط ہونے کی صورت میں بھی اس کو ایک ثواب حاصل ہو گا۔ "

چنانچہ متبوعین اور تابعین کی کیفیت کو جو قیامت کے دن ہو گی ۔ اس کی نقشہ کشی سورہ اعراف کی آیات میں ملاحظہ کریں۔

كُلَّمَا دَخَلَت اُمَّةٌ لَّعَنَت اُختَهَا حَتّٰى اِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَت اُخرٰاهُم لِاُولٰاهُم رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ اَضَلُّونَا فَاٰتِهِم عَذَابًا ضِعفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعفٌ وَّلٰكِن لَّا تَعلَمُونَ وَ قَالَت اُولٰاهُم لِاُخرٰاهُم فَمَا كَانَ لَكُم عَلَينَا مِن فَضلٍ فَذُوقُوا العَذَابَ بِمَا كُنتُم تَكسِبُونَ۔ (الاعراف ۳۸ ۔ ۳۹)

" جب ایک جماعت (وہاں) جا داخل ہو گی تو اپنی (مذہبی) بہن (یعنی اپنے جیسی دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب سب اس میں داخل ہو جائیں گے تو پچھلی جماعت پہلی کی نسبت کہے گی کہ اے پروردگار ان ہی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا۔ تو ان کو آتش جہنم کا دگنا عذاب دے اللہ فرمائے گا کہ (تم)سب کو دگنا عذاب دیا جائے گا مگر تم نہیں جانتے اور پہلی جماعت پچھلی سے کہے گی کہ تم کو ہم پر کچھ بھی فضیلت نہ ہوئی تو جو (عمل) تم کیا کرتے تھے۔ اس کے بدلے میں عذاب کے مزے چکھو۔"

قیامت کے دن ہر شخص کا اس کے اعمال پر مواخذہ ہو گا جب ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اسے اپنی پیروی کی دعوت دیتا ہے یا کسی دوسرے انسان کے مذہب کی دعوت دیتا ہے جس کی وہ تقلید کر رہا ہے تو اس کا شمار گمراہ آئمہ سے ہو گا اس کے گناہ کا بوجھ تو اس پر ہو گا ہی جب کہ ان لوگوں کا گناہ بھی اس پر ہو گا جن کو اس نے گمراہ کیا جبکہ ان کے گناہوں میں بھی کچھ کمی نہیں ہو گی اس لئے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام قرار دیا تھا کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک بنائیں جب کہ انہوں نے ان کو اللہ کا شریک بنایا البتہ وہ شخص جو دین اسلام میں سے ایک مسئلہ پیش کرتا ہے اس کے فہم کے مطابق جو دلیل اسے معلوم ہوتی ہے۔ اس کے مطابق وہ فیصلہ کرتا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے فقہ کا دروازہ وا کرے تاکہ ان کو مسائل معلوم کرنے میں آسانی رہے اس کے ساتھ ساتھ وہ وضاحت کرتا ہے کہ اس کے قول کو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ پر پیش کرو اگر موافقت ہو جائے تو اسے صحیح سمجھو مزید برآں وہ لوگوں کو روکتا ہے۔ کہ میرے قول پر دلیل کی روشنی میں عمل کرو تو وہ شخص راہ ہدایت پر گامزن ہے اس کو ہرگز کچھ نقصان نہیں اگر کوئی شخص اس کی اس کے علم کے بغیر تقلید کرتا ہے اور اس شخص کو اس کی وفات کے بعد اللہ کا شریک بنائے پس وہ لوگ جو امر' نہی 'حلال 'حرام میں کسی امام کی تقلید کرتے ہیں جبکہ اس نے ان کو زندگی میں روکا تھا تو وہ قیامت کے دن بری ہوں گے البتہ ان کی تقلید کرنے والے اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

وَ قَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً:۔ غلط کار گمراہ لیڈروں کی پیروی کرنے والے قیامت کے دن آرزو کریں گے کاش ہم دنیا میں واپس جائیں اور ان گمراہ لیڈروں کی اطاعت سے برات کا اظہار کریں اور خالص توحید کے ساتھ تمسک اختیار کریں۔ کتاب اللہ اور اسوہ رسول اللہ کے مطابق راہ ہدایت پر گامزن رہیں۔ ان سے برات کا اعلان کریں گے جیسا کہ انہوں نے آج ہم سے برات کا اظہار کیا ہے جب کہ وہ اس بات کے کہنے میں جھوٹے ہیں اس لیے کہ اگر بالفرض انہیں دنیا میں واپس بھیج بھی دیا جائے تو پھر بھی وہ ان برے افعال میں ہی مستغرق رہیں گے جن سے انہیں روکا گیا تھا۔

كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِم :۔ بلاشبہ اللہ پاک ان کی بداعمالیوں کے تکلیف دہ اثرات کو ان کے سامنے لائیں گے کہ انہوں نے غیر اللہ کے سامنے خود کو ذلیل کیا جبکہ غیر اللہ کی عبادت کی اس کا نتیجہ ذلت' حسرت بدبختی کی شکل میں ظہور پذیر ہو گا۔

وَ مَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ :۔

انہیں ہرگز دوزخ سے نکال کر دنیا کی جانب نہیں بھیجا جائے گا کہ وہ اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور مقتدا لیڈروں سے اپنے غیظ و غضب کو دور کریں کہ کیوں انہوں نے ہمیں گمراہی کی راہ پر چلایا؟ اس کے ساتھ ساتھ نہ انہیں جنت کی جانب بھیجا جائے گا جب کہ دوزخ میں ان کے گرانے کا سبب اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور باطل معبودوں کے ساتھ محبت کرنا ہے دراصل یہ حکم کفار کے ساتھ خاص ہے کہ انہیں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے کبھی انہیں دوزخ سے نکالا نہیں جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا۟
خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم
بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُوا۟ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُوا۟ بَلْ نَتَّبِعُ مَآ
أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ ۗ أَوَلَوْ كَانَ ءَابَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْـًٔا
وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾

لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تو تم کو برائی اور بے حیائی ہی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور یہ بھی کہ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں (کچھ بھی) علم نہیں اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے۔ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے رستے پر ہوں (تب بھی وہ انہیں کی تقلید کئے جائیں گے)

ان آیات سے قبل ذکر کردہ آیات میں ان لوگوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے جو اللہ پاک کے ساتھ مخلوق کو اس کا شریک بناتے ہیں اور واضح کیا گیا تھا وہ عنقریب عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے خیال رہے اللہ کے شریک دو قسم کے ہیں ایک قسم شریکوں کی وہ ہے جن کو شارع علیہ اسلام کے منصب پر بٹھایا جاتا ہے۔ حلال ' حرام میں ان کی رائے کو شریعت قرار دیا جاتا ہے۔ جب کہ ان کی رائے اللہ پاک اور اللہ پاک کے آخری پیغمبر محمد ﷺ کے فرمودات کے خلاف ہے ان کی رائے کو ہی دلیل سمجھا جاتا ہے اور اس کے بارے میں ضرورت محسوس نہیں کی جاتی ہے کہ اس کا ماخذ کیا ہے مزید یہ بھی استفسار نہیں کیا جاتا ہے کہ وہ رائے پروردگار عالم کے احکام سے ماخوذ ہے یا نہیں دوسری قسم میں اللہ کے شرکاء وہ لوگ ہیں جن کا احترام کیا جاتا ہے اور مضرتوں کے دفاع ' فوائد کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصول کے لئے ان کو پکارا جاتا ہے کہ وہ ظاہری اسباب سے ہٹ کر خفیہ انداز میں ان کی مدد کریں ان کے بارے میں ان کی عقیدت و احترام کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ان کے فوت ہونے کے بعد بھی ان سے تعاون کی بھیک مانگتے ہیں عوام کالانعام میں ان سے غیبی طور پر فریاد رسی کرنے کا یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ جبکہ عذاب الٰہی کے مشاہدہ پر وہ شخصیات جن کو اللہ کے مقام پر بٹھایا گیا تھا وہ ان کی پیروی کرنے والوں سے برات کا اظہار کریں گے اور دنیوی تعلقات کی عمارت زمین بوس ہو جائے گی جبکہ جن آیات کی ہم وضاحت کر رہے ہیں ان میں بھی اللہ پاک واضح فرما رہے ہیں کہ پیری مریدی کا یہ گھناؤنا انداز حلال' حرام میں تمیز نہ کرنے کا شاخسانہ ہے۔ بظاہر عقیدت و احترام کی اس خوبصورت راہ سے وہ مشائخ گدی نشین رزق حرام کو آنکھیں بند کرکے وصول کرتے رہیں۔ تجوریوں کو بھرتے رہیں اور عیش و عشرت کی زندگی گزاریں بہرحال شیطان ملعون متنوع انداز سے اللہ کی مخلوق کو دوزخ کا ایندھن بنانے کی فکر میں ہمیشہ رہتا ہے اور اس کا لاؤ لشکر بھی رات دن انسانوں کو صراط مستقیم سے بھکانے میں مصروف عمل رہتا ہے ۔ اس وضاحت کی روشنی میں ذکر کردہ آیات کی تشریح ملاحظہ فرمائیں جن میں روئے زمین پر حلال چیزوں کے تناول کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ حرام چیزوں کا ذکر اس آیت مبارکہ میں موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُۥٓ إِلَّآ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُۥ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِۦ (الانعام ۱۴۶)

"کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں میں ان میں کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا بجز اس کے کہ وہ مرا ہوا جانور ہو یا بہتا لہو یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔"

طیب سے مقصود وہ چیز جو لذت والی ہے نیز کسی انسان کا حق غصب کرنا بھی طیب کے خلاف ہے۔ البتہ جائز طریق سے اپنا حق حاصل کرنا درست ہے جبکہ معاشرہ میں اونچے منصب پر فائز لوگ نچلے طبقہ سے انہیں مرعوب کرکے ان سے جو دولت حاصل کرتے ہیں یا پیر قسم کے لوگ اپنے مریدوں سے جو دولت' شیرنی وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔ اسے طیب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ آخر وہ کس چیز کے عوض وصول کرتے ہیں اسی طرح سودی روپیہ' رشوت' حرام چیز کسی انسان کا مال چھیننا' چوری کرنا ڈاکہ زنی سے مال حاصل کرنا یہ سب مال خبیث ہیں۔ پکا ہوا کھانا جو خراب ہو جائے اس کا ذائقہ بدل جائے تو وہ طیبات کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے اس طرح وہ ماکولات' مشروبات جو صحت کو خراب کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ شیطان کے راہوں پر چلنے سے منع کیا ہے۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث قدسی مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے فرمایا جو مال میں نے اپنے بندوں کو عطا کیا ہے وہ ان کے لئے حلال ہے اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو توحید کی جانب جھکاؤ رکھنے والے پیدا فرمایا لیکن شیطانوں نے ان کے گرد اپنا آنا جانا جاری رکھا۔ نتیجۃً انہوں نے ان پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ چیزیں حرام ٹھہرا دیں جن کو میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۰۳، مسلم - ۶۴)
نیز عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یَا اَیُّهَا النَّاسُ كُلُوا آیت کی تلاوت کی گئی تو حاضرین مجلس میں سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے مستجاب الدعوات کا منصب عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا اے سعد! پاکیزہ حلال کھانا تناول کر تجھے مستجاب الدعوات کا منصب حاصل ہو جائے گا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کچھ شبہ نہیں جو شخص حرام کا لقمہ اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔ چالیس دن تک اس کے اعمال صالحہ قبول نہیں ہوتے اور جس انسان کا گوشت حرام لقمہ اور سود کے مال سے بڑھا تو دوزخ کا وہ مستحق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۰۳)
خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ:۔ سے مقصود اللہ کی نافرمانی کرنا ہے۔ نیز شیطان کے وسوسے ہیں۔ اس کا واحد خُطوَۃٌ ہے دونوں قدموں کے درمیان کی جگہ کو خطوۃ کہا جاتا ہے۔ شیطان کے فتنوں سے ڈراتے ہوئے اور نفرت دلاتے ہوئے اعلان فرمایا کہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ارشاد ربانی ہے۔
وَ كَذَالِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْاِنسِ وَ الْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُم اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا... (الانعام - ۱۱۲)
" اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔ وہ دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔"
ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ دل میں نمودار ہونے والے خیالات اور وسوسوں کا جائزہ لیتا رہے اور ایک میزان کی روشنی میں ان کے بارے میں فیصلہ کرے ایک مثال سے اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں اگر کسی شخص کے دل میں مصلحت عامہ کے شعبہ میں مال خرچ کرنے کا داعیہ ابھرتا ہے یا اس کی توجہ اس بات کی طرف منعطف ہوتی ہے کہ وہ اس شخص کی معاونت کرے جو کسی اچھے کام میں مصروف ہے یا کسی غمزدہ محتاج شخص پر صدقہ کرے تو اس دوران اگر اس کے ذہن میں یہ خدشہ جنم لیتا ہے کہ اس طرح کہیں صدقات میں ہی مال صرف نہ ہو جائے اور میری اقتصادی حالت میرے لئے پریشانی کا باعث نہ بن جائے تو سمجھ لیجئے کہ یہ وسوسہ شیطان ملعون کی جانب سے ہے وہ شیطان کے وسوسہ کو قبول کرکے دھوکہ میں نہ آ جائے کہ وہ اپنے ہاتھ کو عطیہ دینے سے روکے یا اس وسوسہ کے پیش نظر کہ اس مقام سے کسی دوسرے بہتر مقام میں خرچ کرے گا یا اس سے جو شخص زیادہ مستحق ہے اس کی ضرورت کو پورا کیا جائے گا دراصل یہ بھی شیطان کی جانب سے ایسی گہری سازش اور چال ہوتی ہے کہ انسان اس وقت اس کو محسوس نہیں کر سکتا اس سے بھی بڑھ کر شیطان کی وحی تحلیل و تحریم کے بارے میں ہوتی ہے ان میں انسان کے دل و دماغ میں ان فوائد کی نقشہ کشی کرتا ہے جن کے بارے میں اسے علم تک نہیں ہوتا اور جب وہ اس کے بارے میں غور کرتا ہے تو شیطان کی وحی کو اپنے کاروبار کے لئے بہتر قرار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے کر اس پر قدم زن ہو جاتا ہے شیطان کی مزید دشمنی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْءِ وَ الْفَحْشَآءِ "شیطان تو تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے نیکی' پاک بازی کا مشورہ نہیں دیتا ہے۔"

سوء :۔ سے مقصود ہر وہ کام ہے جس کا واقع ہونا انسان کو برا لگتا ہے یا انجام کار اس کے غلط ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا بالخصوص جب شیطان کسی برائی کو ایسے خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہے کہ انسان پوری کوشش کے ساتھ اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہے جب وہ اسے کر گزرتا ہے تو فورا اس کا بدترین انجام اس کی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگتا ہے اور تیزی کے ساتھ نقصانات اس کا احاطہ کر لیتے ہیں بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اس کام کے آغاز میں تو بظاہر وہ عمل مستحسن ہوتا ہے جیسے ایک شخص دینی علم کے حصول کے لئے کسی مسجد' مدرسہ کا رخ کرتا ہے وہاں کچھ عرصہ ٹھہرتا ہے تو اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ کتنی تعداد میں ایسے افراد معاشرہ میں موجود ہیں جنھوں نے ان اداروں میں داخل ہو کر اپنا وقت ضائع کیا اور مال بھی خرچ کیا لیکن انہیں کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا تو اس قسم کا شیطانی وسوسہ اسے عملی جامہ پہنانے سے روک دیتا ہے اور وہ انسان تعلیم سے متنفر ہو کر آوارہ ہو جاتا ہے اور وہ تباہی کے کنارے پہنچ جاتا ہے۔

وَ الْفَحْشَآءِ :۔ سے مقصود وہ گناہ کے کام ہیں جو عوام الناس کی نظر میں معیوب ہیں جیسے زنا اور چوری وغیرہ کے جرم ہیں لیکن آغاز اور انجام کے لحاظ سے سب سے زیادہ برے کام وہ ہیں جن میں اسباب اور مسببات سے قطع نظر کر کے انسان ایسے زندہ یا فوت شدہ انسانوں کے بارے میں عقیدت رکھے کہ انہیں غیبی طور پر کائنات میں تصرف کا استحقاق حاصل ہے۔ اسباب ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے بالکل اسی طرح دین اسلام میں جن لوگوں کو دینی راہنما بتایا جائے ان کے قول اور فتویٰ کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کا قول اور فتویٰ کتاب و سنت کی وضاحت اور روشنی میں صحیح ہے یا گمراہی ہے یہ دونوں قسمیں ایسی ہیں جن کی شناعت اور برائی اسقدر واضح ہے کہ دین اسلام کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اس کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ انداز عقل شرعی کے خلاف ہے نیز کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کا انکار کرنا ہے اللہ پاک کے بیان کردہ صراط مستقیم سے انحراف ہے بلکہ ایسے شخص کی مثال تو اس شخص کی ہے جو سراب سے پانی کی جستجو کر رہا ہے یا وہ ایسا پلید جانور ہے جو صرف آواز تو سنتا ہے سمجھ بوجھ سے عاری ہے۔ ارشاد باری ہے۔

اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (الفرقان ۔ ۴۴)

یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

نیز فرمایا : وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (الرعد ۔ ۳۳)

" اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔"

شیطان کی دسیسہ کاریوں کی وضاحت ایک حدیث کے مفہوم سے ملاحظہ کریں۔

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابلیس (مردود) اپنا شاہی تخت پانی پر سجاتا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے کارندوں کو بھیجتا ہے کہ وہ لوگوں کو صراط مستقیم سے دور کریں انہیں مختلف فتنوں میں مبتلا کریں۔ شیطان کا وہ کارندہ جس کا مقام اس کے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ ہے جو فتنہ انگیزی میں سب سے زیادہ تیز ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا ایک کارندہ اس کے پاس آکر رپورٹ دیتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں برائی کی اشاعت میں عظیم کردار ادا کیا ہے۔ ابلیس ملعون اس کا بیان سن کر اسے کہتا ہے کہ تیرا کردار اتنا موثر نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرا شیطانی کارندہ آتا ہے وہ اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے کہ میں نے حیران کن کردار ادا کیا ہے جب کہ میں نے خاوند بیوی کے درمیان جدائی کرا دی ہے تو ابلیس ملعون اس کو اپنا مقرب بناتا ہے اور اسے شاباش دیتا ہے کہ تیرا کردار واقعی قابل ستائش ہے۔ (مسلم)

وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ :۔ اللہ پاک تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم دین اسلام کے بارے میں اللہ کی جانب ایسی بات نہ کہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ پاک نے اپنے بندوں کے لئے کچھ عقائد' اوراد' عبادات' شعائر دینیہ کو بیان فرمایا ہے تو تم نے ان کو اپنانا ہو گا جن چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا انہیں حلال قرار دینا ناجائز ہے اور جن کو اللہ نے جائز قرار دیا انہیں حرام نہیں کہنا ہو گا۔ لیکن کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے صراط مستقیم سے اتر کر رائے' اجتہاد' قیاس' استحسان سے کسی کام کو مباح یا حرام قرار دینا بالکل اسی طرح ہے کہ اللہ کی جانب ایسی بات کی نسبت کر دی جو اس نے فرمائی نہیں ہے بلکہ اللہ کے حق ربوبیت پر زیادتی ہے جبکہ احکام کی مشروعیت کو اللہ پاک سے چھین کر کسی انسان کا اپنے ہاتھ میں لینا اللہ کے ساتھ صریح شرک ہے۔ شیطان سب سے زیادہ جس بات پر اپنا زور صرف کرتا ہے وہ عقائد میں دراڑیں ڈالنا ہے اور شریعت میں تحریف جیسے گناہ کا ارتکاب کرنا ہے اور بہتر چیز کے بدل میں ادنی چیز کو اختیار کرنا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کچھ ایسے لوگ ہیں جو واسطہ کی حیثیت رکھتے ہیں اللہ پاک نے جو کچھ کرنا ہوتا ہے ان کی وساطت سے کرتا ہے ان کی وساطت کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں پاتا ہے۔ اس قسم کی خلاف شریعت باتیں بنانے سے اللہ کے بندوں کے دلوں کو اللہ پاک کی جانب سے دور کر رہے ہیں جبکہ انہیں فوت شدہ لوگوں کے مزارات کی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور ایسے پاگل مخبوط الحواس بیمار بندوں کی جانب ان کی راہنمائی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ خدا رسیدہ ہیں ان کی خدمت میں نذر و نیاز پیش کرنے سے مشکلات کا حل ہو جائے گا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اتنے کمزور ہیں کہ وہ خود کو نفع نقصان پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھتے تو کسی کی بگڑی ہوئی تقدیر کیسے بدل سکتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے :

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجن - ۱۸) "اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔"

نیز فرمایا : بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ (الانعام - ۴۱) "بلکہ (مصیبت کے وقت) تم اسی کو پکارتے ہو۔"

کیا ان گمراہ لوگوں نے اسلام کے رکن زکوۃ کے انہدام کے لئے کتاب الحیل سے ایسا حیلہ نہیں نکال لیا ہے۔ جس سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے کہ سال مکمل ہونے سے ایک دن پہلے خاوند اپنا اندوختہ بیوی کے نام ھبہ کر دیتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں کتاب الحیل کے عنوان سے باب موجود ہے۔
کیا یہ دین اسلام کی اصلی شکل کو مسخ کرنا نہیں ہے ؟ کیا عبادت' حلال' حرام کے احکام میں اپنی جانب سے کمی بیشی کرنا مداخلت فی الدین نہیں ہے؟ اور اللہ کے غیظ و غضب کو دعوت دینا نہیں ہے؟ پس کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی تصریحات کے ہوتے ہوئے دین اسلام کے عقائد اور احکام میں اضافہ کرنے والے لوگ اللہ پاک کے مقام پر خود کو بٹھا رہے ہیں مزارات پر شرک و بدعت' خرافات کے جو مناظر دیکھنے میں آ رہے ہیں کیا اسلام میں ان کے جواز کی کچھ بھی گنجائش ہے۔ ان عورتوں کو اللہ پاک کے پیغمبر ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے۔ جو مزارات پر آتی جاتی رہتی ہیں۔ ان کے علاوہ اولیاء اللہ کی قبروں پر آنا جانا رکھتے ہیں اور آتے جاتے ہوئے غیر مسنون وظائف دلائل الخیرات' حزب البحر کے وظائف کا ورد کرتے ہیں لیکن نمازوں کی ادائیگی کا کچھ خیال نہیں رکھتے ہیں۔ جب اسلامی معاشرہ میں بالعموم مسلمانوں کی دینی کیفیات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو اکثریت ان لوگوں کی ہے جو بدعات سے مانوس ہیں لیکن اسلامی شعائر سے انہیں دور کا بھی واسطہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ ابھی ابھی جس آیت کی تفسیر پیش کرنے کی راقم الحروف کو سعادت حاصل ہو رہی ہے اس کا وہ عملی نمونہ ہوتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں :
وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ آمِنُوا بِمَا اَنزَلَ اللّٰهُ: جب شیطان لعین کے نقش قدم پر چلنے والوں سے (جو اللہ کے خلاف بلا دلیل الزامات اور اعتراضات کرنے میں ذرہ بھر بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ انہیں کہا جاتا ہے کہ تم ان احکامات کی تابعداری کرو جن کو تمہاری راہ نمائی کے لئے نازل کیا گیا ہے اور اللہ کے علاوہ دیگر کسی شخصیت کو اپنا مطاع نہ سمجھو تو وہ اس کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں بلکہ نہایت بے باکی اور دیدہ دلیری کے ساتھ کہتے ہیں ہم نہیں جانتے ہیں کہ اللہ نے کون سے احکام اتارے ہیں ہم تو اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر ہی چلتے رہیں گے ہم اپنے بزرگوں' پیروں اور گدی نشینوں کے مقلد ہیں ان کی تقلید سے سرمو ادھر ادھر التفات بھی نہیں کریں گے۔ قارئین غور فرمائیں کیا ان کے عقائد کو ہدف بنا کر انہیں غلط قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کی شناعت کو طشت ازبام کیا گیا ہے ؟ بالکل نہیں جبکہ صرف اور صرف ان کی مذہبیت کی نقشہ کشی کرتے ہوئے ان کی مذہبیت کے فاسد ہونے کو واشگاف الفاظ میں واضح کیا گیا ہے اور انہیں ان لوگوں کے مقام پر بٹھا کر ان سے گفتگو کی جا رہی ہے جو کسی بھی بات کے فہم کی صلاحیت سے عاری ہیں۔ دلائل پر غور کرنے اور سمجھنے کی بات تو بہت دور کی ہے اس کی مکمل وضاحت تو اس تمثیل سے ہو گی جسے عنقریب آسان الفاظ میں پیش کرنے کی سعادت ہمیں حاصل ہو گی۔
(ان شاء اللہ)

تاہم اصولی بات یہ ہے اگر مقلدین میں کچھ بھی غور و فکر کرنے کی صلاحیت ہوتی تو جس انداز سے ہم نے تمہید پیش کرکے حقیقت کی عکاسی کی ہے تو اس کے نتیجہ میں وہ یقیناً تقلید سے نہ صرف نفرت کا اظہار کرتے بلکہ عملی طور پر بھی گریز پائی اختیار کرنے میں پیش قدمی کرتے لیکن مصیبت یہ ہے کہ معاشرہ میں ہر قسم کے لوگ بلا استثناء اللہ پاک کے نازل کردہ احکام مبارکہ سے روگردانی کرتے ہیں۔ دوسری جانب ان کے آباؤ اجداد جس راہ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلتے رہے ان کے نقوش پر رواں دواں رہنے میں عافیت سمجھتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ عافیت نہیں بلکہ ایسا عظیم گناہ ہے جس کی شناعت اظہر من الشمس ہے۔ اس لئے کہ کوئی بھی ذی شعور انسان احکام الٰہیہ کے مقابلہ میں کسی بھی انسان کی تقلید کو گوارا نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ تقلید کو احکام الٰہیہ پر برتری اور فوقیت عطا کرے ظاہر ہے کہ ہر شخص جو ادنیٰ سا شعور رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہر شخص کی سوچ جہاں صحیح ہونے کا احتمال رکھتی ہے وہاں اسکے غلط ہونے سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا اس لئے دین اسلام میں صرف ان احکام پر ایمان لانا اور ان کے مطابق رواں دواں رہنا ضروری ہے۔ جن کو اللہ پاک نے نازل فرمایا اور خطا سے معصوم صرف وہ شخص ہے جس کو اللہ پاک معصوم ہونے کی توفیق عطا فرمائے تو کیسے کوئی عقلمند انسان احکام الٰہیہ سے روگردانی کرکے آباؤ اجداد کے نقوش پر چلنے کو گوارا کر سکتا ہے۔ مزید برآں اگر وحی الٰہی پر بھی اس کا ایمان نہ ہو تو بھی اس کا شعور اگر بیدار ہے تو تقلید کی گمراہی سے دور کرنے کے لئے آئندہ ذکر ہونے والا جملہ ہی اس کو متنفر کرنے میں مہمیز ثابت ہو سکتا ہے۔

اَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ :۔ ھمزہ انکار اور تعجب کے مفہوم کو واضح کر رہا ہے اس کے بعد فعل محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے۔ اَيَتَّبِعُونَ مَا اَلفَوا عَلَيهِ اٰبَائَهُمْ فِي كُلِّ حَالٍ وَّ فِي كُلِّ شَيْئٍ۔ تعجب ہے کہ وہ ہر حالت اور ہر چیز میں اس طریق پر چل رہے ہیں جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اگرچہ ان کے آباؤ اجداد عقائد دینیہ کے بارے میں کچھ بھی واقفیت نہیں رکھتے تھے جب کہ وہ تو عقل کی راہ نمائی میں رواں دواں رہے۔ وہ اپنے آباؤ اجداد کے عقائد و عبادات کو عقلاً" صحیح قرار دیتے رہے۔ جبکہ انہوں نے احکام اور اعمال میں منزل من اللہ وحی سے راہ نمائی حاصل نہ کی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ عقلی، نقلی دلائل سے کورے ہیں۔

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں اگر ان کے آباؤ اجداد علم سے کورے تھے۔ دینی معاملات میں سوچ و بچار سے محروم تھے اور حق و صداقت کے طالب نہ تھے تو یہ ان اوصاف کے ساتھ موصوف آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ جو شخص غور و فکر کی صلاحیت سے موصوف ہے یا اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے ہر گز جائز نہیں کہ وہ آنکھیں بند کرکے تقلید کے گڑھے میں خود کو گرائے۔ البتہ دینی امور میں ایسے شخص کی پیروی کرنا جو دلیل کی روشنی میں رواں دواں ہے تو وہ شخص صراط مستقیم پر گامزن ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی کی تقلید نہیں کر رہا ہے بلکہ اللہ پاک کے نازل کردہ احکام کی پیروی کر رہا ہے۔ لیکن تقلید کے اثبات میں بعض لوگ ذیل کی آیت مبارکہ پیش کرتے ہیں۔

" فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ " (النحل ۔ ۴۳)

" اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔"

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ جو کتاب و سنت کے محتویات سے شناسائی نہیں رکھتے وہ ان لوگوں سے راہنمائی حاصل کریں جو نہ صرف یہ کہ وہ کتاب و سنت کا علم رکھتے ہیں بلکہ مسند اجتہاد پر بھی فائز ہیں ان سے اس انداز کے ساتھ دریافت کیا جائے کہ فلاں مسئلہ میں آپ مجھے کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کے ذخیرہ سے راہنمائی فرمائیں ظاہر ہے کہ اس کا نام تقلید نہیں ہے دریافت کرنے والا تو اتباع سنت کی بات کر رہا ہے اگر وہ شخص اسے کسی مذہبیت کی روشنی میں جواب دیتا ہے تو مجرم وہ شخص ہے جس نے صراط مستقیم سے ہٹ کر مذہبیت کا ٹیڑھا راستہ اختیار کیا جو کہ تقلید کا پیش خیمہ ہے حقیقت یہ ہے کہ مقلدین حق و صداقت کی معرفت سے کوسوں دور ہیں جبکہ وہ بحث و تمحیص کو گستاخی قرار دیتے ہیں اور دلائل کی روشنی سے محروم ہیں علم و فہم کی روشن تاباں وادی سے ان کا معمولی سا تعلق بھی نہیں ہے مقلد شخص تو اس قدر علم رکھتا ہے کہ فلاں امام نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ۔ اس کا مبلغ علم ائمہ کرام کے اقوال تک محدود ہے چنانچہ اس سے اگلی آیت میں ایک تمثیل بیان کر کے انہیں گمراہی کا سرٹیفکیٹ عطا کیا گیا ہے جبکہ وہ تقلید پر قناعت اختیار کرتے ہیں اور علم و استدلال کی آگہی سے محروم ہیں ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

" قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي " (یوسف ۔ ۱۰۸)

" کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں از روئے یقین و برہان سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیروکار بھی ۔"

جبکہ بصیرت سے مقصود روشن دلیل ہے جس کی آیت مبارکہ نے وضاحت کر دی ہے کہ بصیرت کا لفظ تقلید کے مفہوم کے خلاف ہے پس آپ کی تابعداری کرنے والے سبھی لوگ بصیرت کے ساتھ موصوف ہیں ان میں سے کسی کو بھی مقلد نہیں کہا جا سکتا ۔

لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا :۔ " تعجب ہے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادوں کی پیروی کر رہے ہیں خواہ وہ جس طرح کے تھے یہاں تک کہ اگر وہ عقل و فکر سے عاری تھے اور حق و باطل کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔ خیر و شر سے انہیں واقفیت نہ تھی تو ان کے نقوش پر چلتے رہیں گے ان کا یہ انداز کتنا تعجب انگیز اور احمقانہ ہے ۔ ذہن نشین کر لیجئے کہ اتباع اور تقلید میں نمایاں فرق ہے کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ میں کہیں بھی تقلید کا لفظ اس انداز سے نہیں ہے جہاں تقلید کو اتباع کے مترادفات سے قرار دیا گیا ہو تقلید کے بارے میں امام طحاوی ؒ کا قول ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" لَا یُقَلِّدُ اِلَّا عَصَبِیٌّ اَوْ غَبِیٌّ " متعصب یا غبی کے سوا کوئی تقلید نہیں کرتا ۔ (رسم المفتی لابن عابدین ج ۱ ص ۳۲)

تعجب ہے کہ مفتی محمد شفیع " معارف القرآن ج ۱ ص ۴۱۳ پر اسی آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں ۔ "
تو وجہ ان کے اتباع و تقلید کے عدم جواز کی یہ ہے کہ نہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کئے ہوئے احکام ہیں اور نہ اس کی صلاحیت کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے احکام نکال سکیں اس میں اشارہ پایا گیا کہ جس عالم کے متعلق یہ اطمینان ہو جائے کہ اس کے پاس قرآن و سنت کا علم ہے اور اس کو درجہ اجتہاد بھی حاصل ہے کہ جو احکام صراحۃً قرآن و سنت میں نہ ہوں ان کو نصوص قرآن و سنت سے بذریعہ قیاس نکال سکتا ہے تو ایسے عالم مجتہد کی تقلید و اتباع جائز ہے اللہ پاک ان کے اس سہو کو معاف فرمائے ۔ "

خیال رہے تقلید کے رد میں علامہ ناصر الدین البانی نے نہایت مبسوط معلوماتی اور فیصلہ کن مقدمہ صِفَةُ صَلٰوةِ النَّبِیِّ ﷺ مِنَ التَّکْبِیرِ اِلَی التَّحرِیمِ فِی ضَوءِ الاَحَادِیثِ الصَّحِیحَةِ میں تحریر فرمایا ہے اس کتاب کا اردو ترجمہ بحمد اللہ و توفیقہ راقم الحروف کے قلم سے عرصہ ہوا اشاعت پذیر ہوا ہے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور مسلسل شائع ہو رہے ہیں قارئین کی خدمت میں نہایت خلوص اور محبت کے ساتھ گزارش کرتا ہوں کہ ان کا یہ مقدمہ تقلید کے مسئلہ پر حرف آخر ہے کوئی وجہ نہیں کہ اس کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی شخص تقلید کو بنظر استحسان دیکھتا ہو۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٧١﴾

" جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی ایسی چیز کو آواز دے جو (پکار) اور آواز کے سوا کچھ سن نہ سکے (یہ) بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں کہ (کچھ) سمجھ ہی نہیں سکتے۔"

مقلدین کی شر انگیزی کی وضاحت کرتے ہوئے بیان ہوا تھا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر بلا سوچے سمجھے رواں دواں ہیں کسی دلیل سے ان کا کچھ واسطہ نہیں ہے تو ان کے عیوب اور قباحتوں کوالم نشرح کرنے کیلئے ایک تمثیل پیش کی جا رہی ہے اس تمثیل میں ایک چرواہا جانوروں کے ریوڑ کوضرورت کے مطابق بلاواز بلندپکارتا ہے کہ وہ چراگاہ کی جانب روانہ ہو جائیں کبھی انہیں پانی پینے کی آواز دیتا ہے کبھی انہیں کسی چراگاہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے تو وہ اس کی پکار کے مطابق عمل پیرا ہو جاتے ہیں اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روکنے سے رک جاتے ہیں دراصل اس کے بار بار چیخنے سے وہ اس کے مقصد کو محسوس کر لیتے ہیں تو اس آیت میں کفار کی صفت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ یہ صورت تمثیل کی ہے جس میں مشبہ کے ایک جز کو مشبہ بہ کے جز کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود نہیں ہے۔

پس غور کریں کفر اور ضلالت میں فرق ہے پہلے اس کو سمجھیں کفر سے مقصود حق کا انکار کرنا ہے اور دلیل سے روگردانی کرنا ہے جبکہ ضلالت کے ساتھ موصوف وہ شخص ہے جو متلاشی راہ حق سے تجاوز کر جاتا ہے یا اس سے بالکل ناواقف ہے نہ خود راہ حق کو معلوم کرتا ہے نہ کسی کی راہنمائی سے راہ حق کو معلوم کرتا ہے اس لحاظ سے کافر شخص حق کو معلوم کرنے کے باوجود اس سے اعراض کرتا ہے اور حق کے دلائل اور علامات سے روگردانی کرتا ہے تو اس کی مثال اس حیوان کی سی ہے جس کو پسند ہے کہ وہ علم اور فہم کے ساتھ موصوف نہ ہو بلکہ اس کی باگ ڈور کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور وہ جہاں چاہے اسے کھینچ کر لے جائے وہ اپنے قائدین کی معیت میں رہتا ہے جیسا کہ بکریاں بھیڑیں جانور چرواہے کی معیت میں رہتی ہیں جب وہ انہیں بلاتا ہے تو وہ اس کے قریب آ جاتی ہیں اور جب انہیں ڈانٹ پلاتا ہے تو وہ اس سے دور چلے جاتی ہیں وہ اس کے ارادہ اور فیصلے کی پابند ہوتی ہیں لیکن انہیں ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیوں بلا رہا ہے اور کیوں ڈانٹ رہا ہے وہ مذبح کی جانب بھی اس طرح تیز تیز آتی ہیں جس طرح وہ چراگاہ کی جانب تیز تیز بھاگتی ہیں انہیں ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ مذبح میں انہیں ذبح کیا جائے گا بالکل یہی کیفیت اس انسان کی ہے جو بلا دلیل تقلید کرتے ہوئے اعتقادی مسائل کو تسلیم کرتا ہے اور بغیر غور و فکر اور سبب معلوم کرنے کے کسی حکم کو تسلیم کرتا ہے چنانچہ اس تمثیل میں وضاحت ہے کہ بلا غور و فکر تقلید کرنا کفار کا طریق ہے اور کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا جب تک کہ دین اسلام کو سمجھتا نہیں ہے اور اس کی مکمل معرفت اس کو حاصل نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ مزید ضرورت محسوس نہ کرے۔

پس جس شخص کی تربیت بلا عقل و شعور، تسلیم و وفا پر ہے اور اس کا عمل صالح بلا سوچ سمجھ کے ہے اسے مومن نہیں کہا جا سکتا ظاہر ہے کہ ایمان سے مقصود صرف یہی کافی نہیں کہ انسان اچھے کاموں کیلئے مجسمہ تسلیم و وفا بنا رہے جیسا کہ حیوان کی وفا شعاری میں مکمل تذلل پایا جاتا ہے جبکہ ایمان سے مقصود یہ ہے کہ اس کی عقل میں بالیدگی نمودار ہو اور اس کے نفس امارہ میں اللہ کے علم و معرفت کی روشنی میں پاکبازی جلوہ افروز ہو جس کے نتیجہ میں جب وہ عمل صالح کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ عمل صالح منفعت بخش اور رضائے الٰہی کی علامت ہے اور جب وہ کسی برے کام کو چھوڑتا ہے تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے بدترین انجام پر نظر رکھتا ہے اور دین و دنیا میں اس کی مضرتوں سے باخبر ہوتا ہے مزید برآں وہ بصیرت کی روشنی میں رواں دواں رہتا ہے اور عقائد کے بارے میں فرحت محسوس کرتا ہے وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آباؤ اجداد کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مجسمہ تسلیم و رضا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ تمثیل بیان کرنے کے بعد کفار کو بہرے قرار دیا ہے کہ وہ بات کو غور و فکر کے آئینہ سے نہیں سنتے ہیں ۔ گونگے ہیں جب کہ وہ اس کا نام عقیدت و یقین سے ہٹ کر لیتے ہیں اندھے ہیں جب کہ آیات کونیہ ان کی اپنی ذات میں انعامات ہیں ان کی جانب نہیں دیکھتے ہیں تا کہ ان کے سامنے حق واضح ہو جائے وہ تو سمجھ بوجھ سے بالکل عاری ہیں اپنی ابتداء اور انتہاء سے انہیں کچھ واسطہ نہیں وہ دیگر لوگوں کے اس طرح مطیع ہیں جیسا کہ حیوان انسان کے ہاتھوں میں فرمانبردار اطاعت گزار ہوتا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ کوئی عقل مند شخص کسی دوسرے عقل مند کا مقلد نہیں ہوتا تو پھر ازحد ضروری ہے کہ کسی جاہل گمراہ اپنے سے کمتر شخص کی تقلید نہ کرے (المنار ج ۲ ص ۹۳ ۔ ۹۴)

علامہ ابن القیم ؒ اس تمثیل کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ان لوگوں کی مثال جو اپنے معبودوں کو پکار رہے ہیں جو ان کی پکار کو سمجھتے نہیں ہیں اس شخص کی ہے جو بکریوں کو آواز دیتا ہے جبکہ اس کی آواز سے بکریوں کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح مشرک انسان کو بھی بتوں کے پکارنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا صرف تھکاوٹ حاصل ہوتی ہے ۔

انہوں نے اس تمثیل کو تشبیہ مرکب قرار دیا ہے کفار کو ان کے نہ سمجھنے کے سبب بکریوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے جن کو چرواہا پکارتا تو ہے جبکہ بکریوں کو صرف اس کی آواز سنائی دیتی ہے جبکہ تشبیہ مفرق کی صورت میں کفار کی تشبیہ چارپائیوں سے ہے اور جو شخص انہیں ہدایت کی جانب دعوت دے رہا ہے وہ بمنزلہ چرواہا کے ہے جبکہ کفار بھی چارپایوں کی طرح صرف آواز ہی سنتے ہیں ۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۴۰ ۔ ۱۴۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١٧٢﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٧٣﴾

اے اہل ایمان جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ ہی کے بندے ہو تو اس (کی نعمتوں) کا شکر بھی ادا کرو اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے ہاں جو ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور حد (ضرورت) سے باہر نہ نکلے اس پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

قبل ازیں آیات مبارکہ میں ان لوگوں کی کیفیت کو بیان کیا گیا تھا جو اللہ کے سوا اللہ کے شرکاء کو اللہ کا مقام دیتے ہیں صرف دنیوی مال و متاع انکا مقصود ہے اور ان کے آپس میں تعلقات دنیوی مفادات کے پیش نظر ہیں اب ان آیات میں تمام لوگوں کو مخاطب کیا ہے کہ وہ زمین کی حلال پاکیزہ چیزیں تناول کریں اس کے بعد کفار مقلدین کی جہالت کا ذکر کیا جن کو ان کے لیڈر اس انداز سے اپنے پیچھے لگائے ہوئے ہیں جیسا کہ بھیڑ بکریاں چرواہے کے ساتھ قدم بقدم رواں دواں رہتی ہیں وہ فہم و ادراک سے عاری ہوتی ہیں اسی طرح مقلدین بھی غیر شعوری طور پر اپنے پیشواؤں کی تقلید میں جمود کی حد تک گھرے ہوئے ہیں تو صرف ایمان والوں کو مخاطب کیا ہے کہ تم نے حلال پاکیزہ چیزوں کو تناول کرنا ہے اور کسی حلال چیز کو حرام قرار دینا رھبانیت اور تدین کے پیش نظر درست نہیں جیسا کہ نفس امارہ کو عذاب میں گرفتار کر کے اسے حلال چیزوں کے استعمال سے بھی روکے یا عمدہ مرغن سالن میں پانی انڈیل دے تا کہ اس کی لذت غت ربود ہو جائے یا حلال چیزوں میں سے کسی کو شیطانی وسوسہ یا کسی پیر و مرشد کے کہنے پر حرام قرار دے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبکہ انہیں ایک ترازو عطا کر دیا گیا ہے جس نے حلال و حرام میں امتیاز کر دیا ہے لیکن انہوں نے شریعت کی راہنمائی سے آنکھیں بند کر کے طیبات کو بھی حرام قرار دے دیا ہے تمہیں تو اللہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے تمہارے لئے پاکیزہ چیزوں کو پیدا فرمایا اور ان کے حصول کے اسباب آسان فرمائے کہ تم ان اسباب کو اختیار کرو جن سے تمہیں حلال پاکیزہ چیزیں میسر آ سکیں تمہارا اعتقاد یہ ہو کہ پاکیزہ حلال چیزوں کا دستیاب ہونا اللہ پاک کے فضل و کرم سے ہے اللہ پاک کے ساتھ جن کو لوگوں نے اللہ کا شریک بنایا ہوا ہے ان کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔

اس لئے فرمایا ! اِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ" اگر تم خالص اللہ کی عبادت کرتے ہو اور اس کی بادشاہت اور حکمت تدبیر پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کا شکریہ ادا کرو جس نے ان نعمتوں کو پیدا فرمایا اور ان کو تمہارے لئے حلال قرار دیا تمہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنانا ہے کہ تم ان سے رزق طلب کرو یا حلت و حرمت کے مسائل ان کی جانب تفویض کرو جب کہ صرف اللہ وحدہ ہی وہ ذات ہے جو حلت ' حرمت کو مشروع قرار دے سکتا ہے اگر تم نے اللہ کے سوا کسی کو حلت ' حرمت کا اختیار دیا تو تم نے اس کو اللہ کا شریک بنایا اور اس کے انعامات کا انکار کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اللہ کی عبادت کے تصور سے آنکھیں بند کیں اور منفعت کے حصول اور مضرت سے بچاؤ کے لیے اپنے اور اللہ کے درمیان کچھ واسطے قائم کر لئے انہوں نے ان کیلئے ایسی چیزوں کو شریعت بنا دیا جس کو اللہ نے شریعت نہیں بنایا تھا اور اللہ پاک کے شکریہ کی صورت یہ ہے کہ ان قوی کو جنہیں پاکیزہ غذاؤں سے قوت عطا ہوئی انہیں اپنے امت مسلمہ کے فوائد میں صرف کیا جائے لیکن وہ تحائف جو مشائخ طریقت اپنے مریدوں سے حاصل کرتے ہیں انہیں طیبات حلال مال کی فہرست میں شامل نہیں کیا جا سکتا ان کی حیثیت حرام مال کی ہے قبل از اسلام اور بعد از اسلام جب ہم مختلف مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس قسم کے مشرکین سے واسطہ پڑتا ہے جنھوں نے خود ہر معین چیزوں کو حرام قرار دیا تھا ان کا رد کرتے ہوئے اللہ پاک نے یہ آیت نازل کی

" مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا " (المائدہ - ۱۰۳)

" اللہ نے نہ بحیرہ کو کچھ چیز بنایا ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام بلکہ کافر اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں - "

ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! اللہ کی ذات پاک ہے وہ پاک چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے اللہ پاک نے جہاں پیغمبروں کو پاک حلال چیزیں تناول کرنے کا حکم دیا ہے وہاں ایمان والوں کو بھی یہی حکم دیا ہے اس کے بعد آپ نے ایک شخص کا تذکرہ فرمایا جو دور دراز کے سفر کرتا ہے پراگندہ خاک آلود ہے اپنے ہاتھ آسمان کی جانب اٹھا کر پکارتا ہے اے میرے پروردگار ! حالانکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا کھانا ' پینا ' لباس حرام کا ہے بلکہ غذا بھی حرام مال سے ہے تو ایسی حالت میں تیری دعا کیسے قبول ہو گی (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۵ مسلم الزکوٰۃ ص ۶۵)

جبکہ عیسائیوں کے نزدیک نفس امارہ کو زیادہ سے زیادہ تکلیف میں رکھنا اور اسے پاکیزہ اور لذیذ کھانوں سے محروم رکھنا تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے روحانی زندگی اس کے بغیر ناممکن ہے جب کہ اصل زندگی کا جوہر روح کی بالیدگی ہے چنانچہ گوشت ' مچھلی ' گھی انڈے وغیرہ کو اس لئے حرام سمجھتے ہیں کہ اس سے روحانیت پر مادیت کا غلبہ نہ ہو جائے لیکن راہبانہ زندگی کا یہ تصور ان کے پادریوں اور راہبوں نے انہیں تفویض کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید ۲۷)

" اور لذات سے کنارہ کشی تو انہوں نے خود ایک نئی بات نکال لی تھی ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر انہوں نے اپنے خیال میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (آپ ہی آپ ایسا کر لیا تھا) پھر جیسا ان کو نباھنا چاہیے تھا نباہ بھی نہ سکے ۔ " نیز فرمایا۔

" اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ " (التوبہ ۳۱)

" انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا اللہ بنا لیا ۔ "

جب کہ اللہ پاک نے امت محمدیہ کو بہترین امت قرار دیا ہے جو افراط و تفریط سے بالا تر ہو کر راہ اعتدال پر گامزن ہے امت مسلمہ کی تعلیم میں جہاں روحانیت کو مصفٰی مجلّٰی کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے وہاں انسانی جسم کے بھی کچھ حقوق ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ۔

فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا (الحدیث)

" تیرے جسم کے تجھ پر حقوق ہیں تیری آنکھ کے بھی تجھ پر حقوق ہیں " اللہ پاک کا کتنا بڑا انعام ہے کہ اس نے پاک لذیز عمدہ چیزوں کو امت مسلمہ کے لئے حلال قرار دیا مقصود جسمانی نعمتوں سے انہیں نوازا گیااور نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا تاکہ روحانیت میں نکھار رونما ہو پس امت مسلمہ کے افراد نہ جسمانی دائرہ میں ہیں جیسے چارپایوں کی کیفیت ہوتی ہے اور نہ خالص روحانی مزاج رکھتے ہیں جیسے فرشتوں کا مزاج ہے انہیں کام و دھن کی لذتوں اور سرشاریوں سے کچھ ادنیٰ سا تعلق بھی نہیں ہے

لذت ایں بادہ بخدا ندانی تا نہ چشی

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ : ۔ سے مقصود حلال چیزیں ہیں ان کے ذکر کے بعد حرام چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے سب سے پہلے مردار جانور کا ذکر کیا ہے جو ذبح کرنے سے پہلے طبعی موت مر جاتا ہے جبکہ سمندر کا مردار حلال ہے قرآن پاک میں صراحتاً" حکم وارد ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ " تمہارے لیے دریا (کی چیزوں) کا شکار اور ان کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔"

ارشاد نبوی ﷺ ہے " سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا جانور جو طبعی موت مر جائے وہ بھی حلال ہے۔" نیز ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا" حدیث میں ذکر ہے۔ ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال ہیں مرداروں سے مقصود مچھلی اور مکڑی ہے اور دو قسم کے خون سے مقصود جگر اور تلی ہے (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۵)

محرمات کے ذکر میں طبعی موت مرنے والا حلال جانور کا گوشت تناول کرنا حرام ہے طبع سلیم اور ذوق سلیم کے ساتھ موصوف لوگ بھی اس سے نفرت کرتے ہیں مزید برآں اس کے تناول کرنے سے بیمار ہونے کا بھی خدشہ ہے اچانک فوت ہو جانے والے جانور کے جسم میں مضرتساں اجزاء ہوتے ہیں خاص طور پر ایسا جرثومہ ہوتا ہے جس سے گلا بند ہو جاتا ہے اور موت و حیات کی کشمکش میں کچھ عرصہ رہ کر اس کو تناول کرنے والا موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے جبکہ خون سے مقصود وہ خون ہے جو جانور کے ذبح کے وقت اس کی رگوں سے باہر نکلتا ہے اس کے نقصان دہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں وہ بھی مردار کی طرح ہے اس کے ساتھ خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے خنزیر کا گوشت تجربہ کی روشنی میں زبردست مضر ہے اور اس میں گندگی ہے اس لئے کہ خنزیر کی پسندیدہ خوراک گندگی اور نجاستوں کو تناول کرنا ہے اس کے گوشت میں ایسا جرثومہ ہوتا ہے جو ذی روح جانور بلکہ انسان کے لئے بھی مہلک ہے نیز چونکہ اس میں بدمعاشی اور بے غیرتی کا زبردست داعیہ ہے اس لئے اس کے گوشت کو جو شخص بھی تناول کرے گا اس میں بدمعاشی اور بے غیرتی کا داعیہ تیز ہو گا کچلی والے درندے چیتا ' شیر ' بھیڑیا وغیرہ اور پنجے کے ساتھ شکار کرنے والے پرندے حرام ہیں جیسے باز وغیرہ پرندے ہیں بلی کی حرمت کے بارے میں صحیح حدیث موجود ہے خچر گھریلو گدھے حرام ہیں (ارواء الغلیل ج ۸ ص ۱۳۹) البتہ سمندر کا مردار حلال ہے (الحدیث)

وَ مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ:۔ وہ جانور جنہیں بتوں کے نام یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے جن کی عبادت کی جاتی ہے مسئلہ توحید کی حفاظت کے تقاضا کے پیش نظر اسے حرام قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ جو شخص غیر اللہ کے نام پر کسی جانور کو ذبح کرتا ہے وہ اس کو اللہ کے ساتھ شریک بناتا ہے اگرچہ اس پر اللہ کے نام کا بھی ذکر کرے اسی طرح ذبح کے وقت رسول اللہ ﷺ کا نام لینا یا مخلوق میں سے کسی پیر و مرشد کا نام لینا اس کے نام کی نذر ماننا کہ وہ نذر قبول کرے اور ہماری ضرورت پوری کرے سب شرک کا شاخسانہ ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ :۔ جس شخص کو کھانے کیلئے کوئی چیز میسر نہیں آ رہی ہے خطرہ ہے اگر اسے کوئی چیز دستیاب نہ ہو گی تو چند لمحات کے بعد وہ موت سے ہم کنار ہو جائے گا تو ایسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں زندگی کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے بقدر ضرورت ان محرمات میں سے کسی کو حلق سے نیچے اتارنے کی اجازت ہے لیکن حرام کا جو لقمہ ' نوالہ منہ میں ڈالا ہے وہ بخوشی اسے نہ ڈالے اور جان کی حفاظت کی حد تک اسے تناول کرنے کی اجازت ہے اس سے زیادہ مقدار میں کھانے کی اجازت نہیں ہے اس لئے کہ بھوک کے سبب زندگی کو ختم کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے زندگی نہایت قیمتی چیز ہے اس کو بچانے کے لئے اگر اس قدر حرام نوالہ منہ میں ڈالنے سے زندگی کا تحفظ ہو سکتا ہے تو زندگی کا تحفظ مقدم ہے اور اس کو ترجیح ہے اللہ پاک اس گناہ کو معاف کر دے گا اور انسانی جان پر ترس کھاتے ہوئے اجازت دی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿١٧٦﴾

جو لوگ (اللہ کی) کتاب سے ان (آیتوں اور ہدایتوں) کو جو اس نے نازل فرمائی ہیں چھپاتے اور ان کے بدلے تھوڑی سی قیمت (یعنی دنیوی منفعت) حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھرتے ہیں ایسے لوگوں سے اللہ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کریگا اور انکے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے یہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی اور بخشش چھوڑ کر عذاب خریدا یہ (آتش) جہنم کیسے برداشت کرنے والے ہیں یہ اس لئے کہ اللہ نے کتاب سچائی کے ساتھ نازل فرمائی اور جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا وہ ضد میں (آ کر نیکی سے دور) ہو گئے ہیں۔

محرمات کی وضاحت میں ان عرب لوگوں کو مورد طعن ٹھہرایا گیا ہے۔ جو ان کو حلال کر دانتے تھے لیکن عمدہ حلال چیزوں سے جہالت و تقلید کے پیش نظر خود کو دور رکھتے تھے ان کے بعد ان لوگوں کو معیوب قرار دیا گیا ہے جو حق و صداقت کو چھپاتے تھے اس لئے کہ ان کے پاس جو منزل من اللہ کتاب ہے اس میں جہاں محرمات اور طیبات کا ذکر ہے وہاں نبی کریم ﷺ کا وصف خاتم النبیین بھی موجود ہے حج ' قبلہ کے احکام بھی موجود ہیں جن سے قرآن پاک کی تصدیق ہوتی ہے لیکن اپنی حکومت اور جاہ جلال کے ختم ہو جانے کے خدشہ کے پیش نظر وہ ان چیزوں کو پوشیدہ رکھتے تھے گویا کہ واضح ہدایت اور روشنی کا کتمان کر کے وہ حرام مال فراہم کرنے میں لگے ہوئے تھے تو انہیں دو طرح سے مذموم قرار دیا ہے ایک یہ کہ وہ حلال رزق کو چھوڑ کر حرام روزی کو فراہم کر رہے ہیں اور دوسری یہ کہ وہ حق و صداقت کو چھپا رہے ہیں اس میں یہودیوں ' عیسائیوں کے ساتھ وہ لوگ بھی داخل ہیں جو ان کے نقش قدم پر چل کر شریعت کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور ایسی چیزوں کو شریعت قرار دیتے ہیں جن کو اللہ نے شریعت قرار نہیں دیا ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

تَجۡعَلُوۡنَهٗ قَرَاطِيۡسَ تُبۡدُوۡنَهَا وَ تُخۡفُوۡنَ كَثِيۡرًا (الانعام ۹۱) " اور جسے تم نے علحیدہ علحیدہ اوراق (پر نقل) کر رکھا ہے ان (کے کچھ حصے) کو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو۔"

اسی طرح ان کے حکم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اپنے اغراض خبیثہ کے پیش نظر علم کی بعض باتوں کو چھپاتے ہیں اور بعض کا اظہار کرتے ہیں یعنی وہ لوگ جو منزل من اللہ کتاب کے کسی بھی حکم کو چھپاتے ہیں خواہ اس کا موضوع کچھ بھی ہو پہنچاتے نہیں ہیں یا تاویل اور تحریف کرتے ہیں اس کے مفہوم کو چھپاتے ہیں یا اپنی رائے کو اس میں داخل کرتے ہیں اس طرح دنیوی مال و متاع جو انہیں ملتا ہے وہ معمولی اور فانی ہے بظاہر متدین لوگوں میں جو درحقیقت جادہ اعتدال سے دور ہیں وہ دین فروشی کے کاروبار میں ہر طرح کا مکرو فریب دھوکہ بازی کرنے سے نہیں رکتے جس طرح کہ اس آیت کے مصداق یہودی اور عیسائی علماء ہیں اسی طرح اس آیت کے مصداق امت محمدیہ کے وہ علماء بھی ہیں جو حق و صداقت کو چھپاتے ہیں اس کے بدل انہیں جو مالی معاوضہ ملتا ہے اگرچہ وہ کتنا زیادہ کیوں نہ ہو لیکن حق صداقت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ میں اس کی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہے وہ اس کو حاصل کر کے کیا کرے گا جب کہ اس کی روحانیت ہر قسم کی سعادتوں سے محروم ہوگئی ہے بلکہ آخرت کی ابدی نعمتوں اور اللہ پاک کے دیدار سے محرومی ہو گئی ہے ارشاد ربانی ہے ۔

وَ مَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْآخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ :۔چنانچہ حجاز کے یہودی جو نبی کریم ﷺ کی ایذاء رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے اور آپ کے ان اوصاف کو چھپاتے تھے جن کا ذکر ان کی کتاب میں موجود تھا آپ کی مخالفت میں وہ مشرکین کی معاونت کرتے تھے انہوں نے حق کا مقابلہ کیا بالاخر انہیں ان کی بدکرداریوں کا بدلہ ملا کہ انہیں مکمل طور پر حجاز سے نکال دیا گیا بعد ازاں آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں جو وصیت فرمائی اس میں یہ جملہ بھی تھا کہ یہودیوں عیسائیوں سے جزیرۃ العرب کو پاک صاف کرو ۔

اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ اِلَّا النَّارَ :۔کتاب الٰہی کے احکام کو چھپانے والے کتاب الٰہی کی تجارت میں دنیوی منفعت حاصل کرنے والے اپنے پیٹوں میں آگ داخل کر رہے ہیں اس لئے کہ حق چھپانے کے عوض انہیں جو مالی فائدہ حاصل ہوا ہے وہ ان کے دوزخ میں داخل ہونے کا سبب بنا ہے مقصود یہ ہے کہ ان کا لالچ اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ ان کے لالچ کو اگر کوئی چیز ختم کر سکتی ہے تو وہ آگ ہے جیسا کہ ابن آدم کے لالچ کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ۔

لَا یَملأُ جَوفَ ابنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ

" لالچی انسان کے پیٹ کو تو قبر کی مٹی ہی بھر سکے گی ۔ "

وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ : ۔ ان سے اعراض مقصود ہے بلکہ اللہ پاک کی ان پر ناراضگی ہے مشہور کنایہ کی صورت ہے جس کا استعمال روز مرہ ہوتا رہتا ہے ۔

وَ لَا یُزَکِّیْہِمْ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ : ۔ ان کے کِتمانِ علم کا جرم اتنا گھناؤنا ہے کہ اللہ پاک انہیں قیامت کے دن اس گناہ سے پاک نہیں کرے گا یعنی ان کے اس گناہ کو معاف نہیں کرے گا جب کہ ان کی وفات اس گناہ کے اصرار پر ہوئی ہے اور ان کو دردناک عذاب سے دوچار ہونا ہو گا جب کہ انہوں نے علم کو چھپا کر عوام الناس کو نہ صرف یہ کہ پریشان رکھا بلکہ انہیں صراط مستقیم پر قائم رہنے سے باز رکھا ارشاد نبوی ہے ۔ (جس شخص نے کتاب و سنت کے علم کو چھپایا اسے قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی)

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْہُدٰی : ۔ یہ لوگ جنھوں نے کتاب سنت کے علم کو چھپایا انہوں نے دنیا میں اللہ کی کتاب کے بدلہ میں لوگوں کی آراء کو ترجیح دی جب کہ دین اسلام میں کسی کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں کتاب و سنت منضبط ہیں لوگوں کی آراء کسی ضابطہ کے تحت نہیں ہیں جو شخص اعتقادات ' عبادات ' حلال ' حرام میں لوگوں کے اقوال کی اتباع کرتا ہے تو اس نے روشن ہدایت کے مینار سے روشنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل نہ کی وہ اندھیرے میں رواں دواں ہے ۔

وَالعَذَابَ بِالمَغفِرَةِ: ۔ انہوں نے آخرت میں مغفرت کے بدلے میں عذاب کو خرید لیا اس نے خود پر ظلم کیا جب کہ اس نے بہتر چیز کے بدلہ میں ادنیٰ چیز کو پسند کیا ۔

فَمَآ اَصبَرَهُم عَلَى النَّارِ : ۔ ان کا دوزخ کی آگ پر صبر کرنا بظاہر ناممکن ہے تو اس پر تعجب کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ وہ کتنے دلیر ہیں جب کہ دوزخ کی آگ پر وہ صبر کریں گے یا توبیخ کا معنی مقصود ہے کہ کیوں انہوں نے خود کو دنیا میں دوزخیوں کے عمل پر برقرار رکھا دوزخیوں کے بارے میں یہ حکم کہ وہ آگ تناول کریں گے یا یہ کہ ان کا آگ پر صبر کرنا تعجب انگیز ہے دراصل ان دونوں صورتوں میں ان کی حالت کی نقشہ کشی اور ان کے انجام کی ایک تمثیل پیش کی ہے جب آپ ان لوگوں کی حالت کی نقشہ کشی کریں گے جن کے پاس کتاب الٰہی ہے جس کتاب پر ان کا ایمان ہے کہ وہ منزل من اللہ ہے قیامت کے دن اللہ کی ملاقات پر بھی وہ ایمان رکھتے ہیں اس کے باوجود انہوں نے اللہ کی کتاب میں تحریف اور تاویل کا شاخسانہ بنا کر اس کی آیات کو چھپایا جیسا کہ یہودیوں نے رسول اکرم ﷺ کے ان اوصاف کو چھپایا جن کا ذکر تورات میں تھا اس پر جب انہیں دلائل عقلیہ کے ساتھ دھمکی دی جاتی ہے اور آیات قرآنیہ کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو اس وقت دو متقابل قوتوں کی کشاکش کو محسوس کرتے ہیں ایک قوت انہیں حق و صداقت کی جانب کھینچتی ہے جس کی انہیں معرفت حاصل ہے جبکہ دوسری قوت کی کشش باطل کی جانب ہے جس سے وہ مانوس ہیں ان کی عقول پر حق کا غلبہ ہے جس کی وہ معرفت رکھتے ہیں جبکہ ان کے دلوں پر اس کا غلبہ ہے جس سے وہ مانوس ہیں تو وہ تحریف پر ثابت قدمی سے جمے رہتے ہیں لیکن عقل اور وجدان کے درمیان برابر لڑائی اور تصادم جاری رہتا ہے جب وہ ان خطرات کا ملاحظہ کرتے ہیں جن کے آنے میں ابھی وقت ہے تو وہ ایسی منفعت کے حصول میں جلدی کرتے ہیں جو دنیا میں حاصل ہونے والی ہے اور دنیوی لذتوں کے حصول میں سرشاری اختیار کرتے ہیں تو اس کو اس پر ترجیح دیتے ہیں جو تاخیر سے حاصل ہونے والی ہے کیا ان کا یہ شعور حق سے روگردانی اور باطل کے ساتھ وابستگی نہیں ہے اور جو چیز فنا ہونے والی ہے اس کو اس چیز پر ترجیح نہیں ہے جو باقی رہنے والی ہے حق و صداقت کے بدلے جو دولت وہ حاصل کر رہے ہیں اس کی مثال تلخ ذائقہ بدبو دار تھوہر درخت کی نہیں ہے ؟ جس سے نہ جسم میں توانائی حاصل ہوتی ہے نہ بھوک دور ہوتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پوشیدہ عذاب ظاہری عذاب سے زیادہ شدید ہے جیسا کہ اس فرق کی وضاحت شاعر کے ایک شعر سے ہو رہی ہے ۔

دُخُولُ النَّارِ لِلمَهجُورِ خَيرٌ مِّنَ الهِجرِ الَّذِي يَتَّقِيهِ
لِاَنَّ دُخُولَهُ فِي النَّارِ اَدنٰى عَذَاباً مِن دُخُولُ النَّارِ فِيهِ

" عاشق کے جسم میں آگ کا داخل ہونا محبوب کی اس جدائی سے بہتر ہے جس سے وہ ہر لمحہ بچنا چاہتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے کہ اس کے جسم میں آگ کا داخل ہونا اس عذاب سے کہیں کم ہے جو معشوق کی جدائی کے سبب عشق کی آگ اس کے رگ و ریشہ میں مشتعل ہے"

دوزخیوں کے آگ کھانے کی وضاحت نہایت عمدہ توجیہہ سے ہو رہی ہے پھر آگ پر ان کا صبر کرنا کتنا تعجب خیز ہے وحی الٰہی کا ظہور رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ہو رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ بلند روحانیت والے لوگ جن کے دل آئینہ کی مانند صاف شفاف ہیں ان کے دلوں پر معانی نہایت اکملیتؒ کے انداز میں متمثل ہوتے ہیں۔

کچھ تعجب نہیں جب نبی ﷺ کی خدمت میں ایمان کا انکار کرنے والے معاندین جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو خریدا اور خواہشات کو اپنا خدا بنایا حق و صداقت کے خلاف برسرپیکار ہو گئے جبکہ حق و صداقت نے بھی ان کے خلاف معرکہ آرائی کو جاری رکھا ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جو آگ میں چھلانگیں لگاتے ہیں اور خود کو صبر پر مجبور کرتے ہیں اس کی مثال ان کھوٹے سکوں کی ہے جس کے عوض انہوں نے حق و صداقت کو فروخت کر دیا نتیجۃً وہ آگ کو اپنے گلے سے گزار رہے ہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ عقلمند شخص اس بات کو تو برداشت کر سکتا ہے کہ وہ خود کو کام و دہن کی لذتوں اور سرشاریوں سے محروم رکھے لیکن وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ خود کو علم اور فہم سے کنارہ کش کرے مشہور حکایت ہے (ڈیو جین) فلسفی سے کہا گیا آپ اپنے کان بند کر لیں ہماری بات نہ سنیں اس نے فوراً کانوں کو بند کر لیا پھر اسے کہا گیا آپ اپنی آنکھیں بند کریں تو اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اس طرح جب اسے کہا گیا کہ آپ زبان کی لذتوں سے خود کو محروم کریں تو اس نے اقرار کیا لیکن جب اس سے کہا گیا کہ آپ عقل و فہم کو استعمال نہ کریں اس نے جواب دیا یہ ممکن نہیں ہے (المنار ج ۲ ص ۱۰۷)

ذَالِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ نَزَّلَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ: ۔ جو حکم ان کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ کتاب الٰہی نے تو حق و صداقت کو پیش کیا ہے اس لئے حق و صداقت کو دبایا نہیں جا سکتا نہ اسے مغلوب کیا جا سکتا ہے بلکہ جو شخص بھی اس کو مغلوب کرنے کی کوشش کرے گا وہ خود مغلوب ہو کر رہ جائے گا اور جو اس کو ذلیل کرنا چاہے گا وہ خود ذلیل ہو کر رہے گا۔

وَاِنَّ الَّذِینَ اخْتَلَفُوا فِی الْکِتَابِ لَفِی شِقَاقٍ بَعِیدٍ: ۔ اس میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ جو لوگ قرآن پاک کے بارے میں اختلاف کریں گے جس کو تو اللہ پاک نے اختلاف ختم کرنے کے لئے ہی نازل فرمایا کہ سبھی لوگ صراط مستقیم پر جمع ہو جائیں تو جو لوگ شدید عداوت اور تنازعات میں مبتلا ہیں وہ کیسے صراط مستقیم پر رواں دواں رہ سکتے ہیں جب کہ ان میں سے ہر فرد دوسرے فرد کا مخالف ہے ہر ایک کا الگ الگ مذہب ہے اور جداگانہ رائے ہے یہاں تک کہ وہ کتاب جو تمام اختلافات کو مٹانے کیلئے نازل کی گئی تھی وہی اختلاف کا عظیم سبب بن گئی ہے ہر شخص کا راستہ دوسرے سے مختلف ہے اور اختلاف کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیج روزمرہ زیادہ سے زیادہ بڑھ رہی ہے جیسا کہ اس کا مشاہدہ دیکھنے میں آرہا ہے ۔

خیال رہے قرآن پاک کے کسی حکم کو چھپانا بیان نہ کرنا الگ گناہ ہے اور حق سے اختلاف کرنا بھی حق کے چھپانے کے برابر ہے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ حق صرف ایک ہے جس کی دعوت اللہ کی کتاب دے رہی ہے جبکہ اختلاف کرنے والے کسی ایک چیز کی جانب دعوت نہیں دے رہے ہیں نہ ایک راستہ پر رواں دواں ہیں ارشاد ربانی ہے ۔

" وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِی مستَقِیمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ (الانعام - ۱۵۳)

" اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے ۔"

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ کتاب اللہ قرآن پاک پر ایمان لانے والے لوگ دین اسلام میں اختلاف برپا نہ کریں مختلف گروہوں میں نہ بٹ جائیں ارشاد ربانی ہے ۔

اِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ (الانعام - ۱۵۹)

" جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہوگئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں ۔"

لیکن فہم کے اختلاف سے انکار ممکن نہیں بشری تقاضوں کو رد نہیں کیا جا سکتا پس اختلاف کو دور کرنے کے لئے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی جانب رجوع کیا جائے تاکہ اختلاف ختم ہو جائے اس لئے کہ اختلاف پر قائم رہنا تو جائز نہیں ارشاد ربانی ہے ۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ (النساء ۵۹) " اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو"

اس وضاحت کے بعد مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی ہرگز گنجائش نہیں ہے امت مسلمہ میں اختلاف کا رونما ہونا تقلید کا پیش خیمہ ہے نیز علماء کے ساتھ تقلید کی حد تک وابستگی نے ان علماء کی حمیت میں جب ان کے عقیدت مند اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو اختلاف کی خلیج وسیع ہوتی جاتی ہے اگر تقلید کے جراثیم نہ ہوتے تو ہرگروہ کیلئے آسان تھا کہ وہ ہر دور میں مجتہدین علماء کے اقوال کو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ پر پیش کریں جس کا قول کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے مطابق ہو اس کو تسلیم کیا جائے اس کو ایک مثال کی روشنی میں سمجھیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں وضاحت ہے کہ کسی عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے اور ولی بھی پہلے اس لڑکی کی رضا حاصل کرے بعد ازاں صحابہ کرام کا بھی اس مسئلہ پر اجماع ہے جب کہ فقہاء احناف کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول نص صریح کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف ہے کہ بالغہ صاحب رشد لڑکی اپنا نکاح خود کرا سکتی ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لئے اس طرح نکاح کرانا درست نہیں ہے کیا مسلمانوں پر فرض نہیں ہے (جب کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے) کہ وہ اس مسئلہ کو کتاب اللہ سنت صحیحہ اوراجماع صحابہ پر پیش کریں مخالف اقوال کو چھوڑ کر موافق اقوال پر عمل پیرا ہوں کہ نکاح جائز نہیں ہے لیکن ستیاناس ہو تقلید کا جس نے اختلاف کی خلیج کو وسیع کر دیا ہے جب کہ وہ لوگ جو ائمہ کی تقلید میں پیش پیش رہتے ہیں وہ ایک دوسرا عذر پیش کرتے ہیں کہ اگر ہم ائمہ کرام کے قول کو چھوڑ دیں گے تو اس سے ان کے احترام میں کمی آئے گی انکا یہ ذہن بالکل غلط ہے بلکہ ان کے قول کو چھوڑنا عین ان کی تعظیم ہے کیا کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو مقدم کرنا ضروری نہیں ہے یا کسی امام کے قول کو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے مقدم کرنا ضروری ہے حقیقت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے کسی امام کے قول کو مقدم کرنا کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی توہین ہے بلکہ صریح گمراہی ہے (المنار ج ۲ ص ۱۰۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ
الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ
الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَ
اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ
وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کریں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔

جب اللہ پاک نے اہل کتاب کے کفر کو واضح کیا جو قبلہ کے حکم کی منسوخی پر طعن و تشنیع کرنے لگے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر اتر آئے مزید برآں انہوں نے حق و صداقت کو بھی چھپایا ان کے کفر کا یہ نتیجہ ہے کہ انہوں نے کتاب اللہ میں اختلاف کیا اور اس میں ان ذکر کردہ دلائل کو چھپایا جو اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے موید تھے اس کے بعد اشارہ کیا کہ فروع کا معاملہ اصول شریعت جیسا نہیں ہوا کرتا ظاہر ہے کہ فروع شریعت تو مقصود بالذات نہیں ہوا کرتے اور استقبال قبلہ کا مسئلہ جو ان کی بدبختی اور بدنصیبی پر دلالت کر رہا ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں بھی صداقت کو چھوڑدیا ہے اور اس مسئلہ کے سبب پرہیز گاروں کو نشانہ بنایا ہے جب کہ استقبال قبلہ کا مسئلہ تو مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ اصل مقصود بالذات تو ایمان ہے جب کہ نماز دیگر عبادات' شرائط عبادات توایمان کے تابع ہیں ان میں استقبال قبلہ کا مسئلہ بھی ہے عیسائی نماز ادا کرتے وقت مشرق کی جانب جبکہ یہودی بیت المقدس کی جانب منہ کرتے تھے انہوں نے شدت کے ساتھ محسوس کیا جب مسلمانوں کو اللہ پاک نے حکم دیا کہ وہ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو قبلہ بنائیں جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے انہوں نے اس مسئلہ میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لی بے فائدہ بحث و تمحیص کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی توجہ کو بھی اس جانب پھیر دیا اہل کتاب نے کھل کر کہا کہ اگر ان کے قبلہ کی جانب منہ کر کے نماز ادا نہ کی جائے گی تو وہ نماز عنداللہ قابل قبول نہ ہو گی جبکہ مسلمان اس نظریہ پر قائم تھے کہ مسجد الحرام کو قبلہ بنا کر نمازیں ادا کرنا بنیادی مسئلہ ہے جبکہ وہ ابراھیمی قبلہ ہے اور وہ پہلا گھر جسے اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا تو اللہ پاک نے تمام لوگوں کو متنبہ کیا کہ کسی قبلہ کی جانب منہ کر کے عبادت کرنا ایسا نیک کام نہیں ہے جو دین اسلام سے مقصودہو جبکہ کسی جہت کی جانب منہ کر کے عبادت کرنا اس لئے مشروع قرار دیا گیا ہے تا کہ نماز ادا کرنے والا اس حقیقت کو ذہن نشین کرے کہ وہ نماز ادا کرتے وقت اللہ پاک کے علاوہ ہر چیز سے روگردانی کر رہا ہے اس کی مناجات کا مرکز و محور صرف ایک اللہ ہے وہی اس کی تمناؤں کا ملجا و ماوئی ہے نیز امت اسلامیہ کی اجتماعیت کا شعار ہے اور دل کو باور کراتا ہے کہ قبلہ ایسی جہت ہے جو ہر مسلمان کی امنگوں آرزوں کا ملجاو ماوئی ہے ۔ جبکہ نماز یا کسی عبادت کی صحیح ادائیگی کے لئے رکن کی حیثیت نہیں رکھتا ہے ۔

لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ :۔ مشرق' مغرب کی جانب منہ کر کے عبادت کرنا ہی نیکی نہیں ہے بلکہ فی نفسمیہ کوئی عمل صالح نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہ شخص نیکوکار ہے جس کا ایمان اللہ کی ذات آخرت کے دن ' فرشتوں 'کتاب الٰہی اور پیغمبروں پر ہو ۔ دراصل کلام کا یہ اسلوب فصاحت و بلاغت پر مبنی ہے جبکہ آپ اپنے مقصود کو مخاطب کے ذہن میں نہایت واضح انداز میں پیش کریں جو مخاطب کواپیل کرے اور وہ اس حکم کی تعمیل میں غیر شعوری طور پر متحرک نظر آئے یہ ایسا پر کشش اسلوب ہے جو اہل عرب کے ہاں فصاحت و بلاغت کے بلند معیار پر ہونے کی وجہ سے مانوس تھا جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے کریم وہ شخص نہیں ہے جو مالداروں اور اپنے احباب کو دسترخوان پر کھانے کی دعوت دے البتہ کریم وہ شخص ہے جو فقیروں بے کسوں بے سہارا لوگوں کو کھانے کی دعوت دے کر خوش ہوتا ہے بلکہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیکی کے کاموں میں سے ایمان باللہ کا ذکر سب سے مقدم ہے اس لئے کہ تمام اچھے کاموں کی بنیاد اللہ پر ایمان لانا ہے لیکن کسی اچھے کام کے کرنے میں ایمان باللہ کا تصور اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک کہ ایمان باللہ کا وصف تمام جسم کے رگ ریشہ میں دلائل کے ساتھ جاگزیں نہ ہو اس کے ساتھ ساتھ عجزو انکسار بھی کار فرما رہے ۔ کبرو نخوت اور تعلی کا شائبہ تک محسوس نہ ہو یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں میں نشوونما پاتا ہے اور اس کے کانوں میں مسلسل اللہ کے نام کی آواز پہنچتی رہتی ہے جبکہ لوگ اللہ کے نام کی قسم اٹھاتے ہیں (نیز) چونکہ معاشرہ اسلامی ہے اس لئے ان کی گفتگو میں بار بار آخرت کے دن کا تصور نمایاں رہتا ہے گویا کہ وہ لوگ اس حقیقت کو دل کی گہرائیوں سے قبول کرتے ہیں کہ ایک ذات ضرور موجود ہے جس نے اس تمام کائنات کو پیدا فرمایا ہے اور پھر تمام کائنات میں سے انسان کو اشرف المخلوقات کا اعزاز عطا کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہیں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ تمہیں بے فائدہ پیدا نہیں کیا گیا ہے اور دنیا دارالعمل ہے اس میں جو عمل کیا جائے گا بالاخر اس کا بدلہ بھی ملے گا تو وہ دن قیامت کا دن ہے جہاں دنیامیں کیے ہوئے اعمال کا وزن کرنے کیلئے ترازو رکھا جائے گا ۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

" وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ " (الانبیاء ۴۷)

" اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہو گا تو ہم اس کو لا حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔"

یہ حقیقت کس قدر واضح ہے کہ اگر جزاء سزاء کے دن پر یقین نہ ہو تو کوئی شخص بھی اپنے آپ کو اچھے کاموں کے سرانجام دینے پر مجبور نہیں کر سکتا ہم دیکھتے ہیں کہ اہل کتاب کو اس لئے گمراہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ زبان کے ساتھ اللہ کا اقرار کرتے اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے تھے لیکن ایمان کے تقاضوں کے مطابق ان کی زندگی نہیں تھی شریعت اسلامیہ میں جس ایمان کو صحیح قرار دیا گیا ہے وہ ایسی معرفت ہے جس معرفت کے ساتھ دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے روحانیت میں روشنی نمودار ہوتی ہے وسوسوں کا نہ ختم ہونے والا طوفان فوراً" کافور ہو جاتا ہے اس وصف کے ساتھ موصوف شخص کو جب کسی عظمت کا عطیہ نصیب ہوتا ہے تو اس میں کبرونخوت راہ نہیں پا سکتی ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ " (الرعد ۔ آیت ۲۸)

" یعنی جولوگ ایمان لائے اور جن کے دل یاد اللہ سے آرام پاتے ہیں (ان کو) اور سن رکھو کہ اللہ کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اس کا ایمان اس درجہ کا ہو کہ اگر کسی مصیبت کے لاحق ہونے پر اس کا ایمان دین اسلام کی وجہ سے زیادہ مضبوط ہو بنسبت اس مصیبت کے جس کا تعلق اس کے اپنے مال اور اولاد کے ساتھ ہے اور وہ شخص دین کے لحاظ سے جس مصیبت سے دوچار ہوا ہے اس کی تلافی کرنے میں زیادہ متحرک ہو۔ بنسبت اس مصیبت کے جس سے اس کے رزق میں کمی آئی ہے ۔

ایمان باللہ کا تصور مومن انسان کو فرعون مزاج روساء کی غلامی اور ان کے سامنے جھکنے سے روکتا ہے ۔ وہ ہرگز ان لیڈروں کے سامنے خود کو نہیں جھکاتے ہیں جو خود کو منصب شریعت پر سرفراز کر کے اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں جن کی اللہ پاک نے اجازت نہیں دی ہے (نیز) دنیاوی لحاظ سے بھی ان کے ظلم و استبداد کے سامنے سر نہیں جھکاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک انسان کا اللہ کے سوا کسی انسان کے سامنے عبودیت کا اظہار کرنا انسان کو انسانیت کے اونچے مقام سے گرا کر اس حیوان کے نچلے مقام پر اتار دیتا ہے جس حیوان کی باگ ڈور اس کے مالک کے قبضہ میں ہے ۔ آخرت کے دن پر ایمان لانا اور فرشتوں پر ایمان لانا اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی اس جہاں میں جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے اس دنیاوی جہان سے کہیں بلند اور برتر ہو گی تو اس اعتقاد کی پختگی جب کسی انسان کے دل میں موجود ہوتی ہے تو وہ ہرگز پسند نہیں کرتا ہے کہ اس کی تمام تر مساعی اور کوششیں صرف جسم کی حد تک محدود ہوں اس کا نتیجہ تو ظاہر ہے کہ اس وصف کا انسان تو چارپائیوں کے زمرہ میں شمار ہو گا جب کسی انسان کو اللہ نے ایمان کی دولت سے نوازا ہے تو وہ کسی موڑ پر بھی ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ اپنے جیسے انسان کے سامنے ایک ذلیل غلام کی حیثیت میں زندگی بسر کرے جب کہ اللہ نے تو اسے ایمان کی دولت سے نوازا ہے وہ تو یہ استحقاق رکھتا ہے لیکن انسان کو تو اللہ کا مقام ہرگز نہیں دیا جا سکتا پس ہر قسم کا خشوع و خضوع اور ہر قسم کی ذلت اور اطاعت صرف اللہ کی ذات کیلئے سزا وار ہے اور اللہ کی جانب سے جس شریعت کو پیغمبروں نے پیش کیا ہے اس کی اطاعت نہایت خشوع خضوع سے کی جائے ۔

چونکہ فرشتوں پر ایمان لانا اللہ کی وحی پر ایمان لانے کی بنیاد ہے وحی کو لانے والے فرشتے جبریل علیہ السلام ہیں جو اللہ کے حکم کے ساتھ نبی ﷺ کی روح پر دینی علم کا فیضان کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ کتاب اللہ اور انبیاء علیہم السلام کے ذکر سے پہلے فرشتوں کا ذکر کیا ہے اس لئے کہ انبیاء علیہ السلام کو کتابیں عطا کرنے والے فرشتے ہی تو ہیں (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ (القدر ۴ ۔ ۵)

" اس میں روح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لئے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں یہ (رات) طلوع صبح تک (امان اور) سلامتی والی ہے ۔"

خیال رہے فرشتوں کی تخلیق نور سے ہے وہ اجسام اور روح رکھتے ہیں ان کے پروں کا ذکر بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک میں موجود ہے ۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے)
اُولِيٓ اَجنِحَةٍ مَّثنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ (الفاطر۔ ۱) " جن کے دو دو تین تین اور چار چار پر ہیں "
چنانچہ ایک حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار جبریل علیہ السلام کا مشاہدہ کیا تو اس کے چھ سو پر تھے جن سے افق بھرا ہوا معلوم ہو رہا تھا فرشتے کھانے پینے بول و براز سے پاک ہیں بلکہ انہیں نکاح کی ضرورت نہیں ہے ان کی خوراک روحانی ہے وہ اللہ پاک کی تسبیح تحمید اور تحلیل میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں (ارشاد باری تعالیٰ ہے)
لَا يَعصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُم وَ يَفعَلُونَ مَا يُؤمَرُونَ ۔ (التحریم ۶)
" جو ارشاد اللہ ان کو فرماتا ہے اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔ "
کچھ فرشتے وحی لانے پر مقرر ہیں ان کا رابطہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے برابر رہتا تھا البتہ ان کے مراتب میں فرق ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے)
عِندَ ذِي العَرشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِينٍ (التکویر ۲۰ ۔ ۲۱)
" وہ مالک عرش کے ہاں اونچے درجے والا سردار (اور) امانت دار ہے "
کچھ فرشتے دوزخ پر مامور ہیں جنہیں قرآن پاک میں خزنۃ النار کے لقب سے متعارف کرایا گیا ہے البتہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کا مقام فرشتوں سے اونچا ہے ۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۷۳)
والکتب :۔ اس سے مقصود وہ سبھی کتابیں ہیں جن کو اللہ پاک نے انبیا علیہم الصلوۃ و السلام پر نازل فرمایا یا صرف قرآن پاک ہے اس لئے کہ قرآن پاک پر ایمان رکھنا دیگر منزل من اللہ کتابوں پر ایمان لانے کو مستلزم ہے البتہ اللہ کا کلام اللہ کا وصف غیر مخلوق ہے جس طرح قرآن پاک پر ایمان رکھنا کہ وہ اللہ کا کلام ہے ضروری ہے اسی طرح اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے' لیکن موجودہ دور میں کتاب اللہ پر ایمان کے مدعی لوگ قرآن پاک کے احکامات کے مطابق عمل کرنے سے دور دکھائی دیتے ہیں لیکن قرآن پاک کی تحفیظ کو جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بہتر قرار دیتے ہیں اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ تحفیظ قرآن پاک کے فضائل سے کتب حدیث بھری پڑی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن پاک کا حفظ انہیں جہاد فی سبیل اللہ سے روکے اور وہ اسی نعمت پر قناعت اختیار کریں بلکہ جہاں عوام مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں مال و جان کے ساتھ شریک ہوں وہاں حفاظ اور علماء کا بھی فرض ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ میں مالی و جانی قربانی سے دریغ نہ کریں اور مصیبت زدہ لوگوں کی اعانت سے خود کو محروم نہ کریں اور بخل کے بدترین وصف سے خود کو دور رکھنے کی کوشش کریں ۔
وَالنَّبِيّٖنَ :۔ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے سے مقصود ان کی سیرت کو زندگی میں مشعل راہ بنا کر اس کے مطابق چلنا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی سیرت سے مستغنی ہو کر جو لوگ ائمہ اور فقہاء امت کو اپنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتدا سمجھتے ہیں اور ان کے اقوال کوقابل عمل قرار دیتے ہیں اور پیغمبروں کی سنت سے استغناء کا اظہار کرتے ہیں قیامت کے دن ان کا کوئی عذر قبول نہیں ہو گا کیا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے استغناء ممکن ہے ؟ ہرگز نہیں ! ارشاد ربانی ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ (الممتحنة ٥) "تم (مسلمانوں) یعنی جو کوئی اللہ (کے سامنے) اور روز آخرت کے آنے کی امید رکھتا ہے ان لوگوں کی نیک چال چلنی (ضرور) ہے "

موجودہ معاشرہ اس کیفیت کی عکاسی کر رہا ہے کہ کچھ جاہل صوفیا جن کا ادعا ہے کہ ان کا ایمان اور ان کی محبت اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ ہے جبکہ ان کے وظائف ایسی کتابوں کی تلاوت کرنا ہے جو ایسے اشعار پر مشتمل ہوتی ہیں جن میں غلو کی آمیزش سے اسلام کے روشن اور تابناک چہرے کو داغدار کیا گیا ہوتا ہے اور صلوٰۃ وسلام پر مشتمل ایسی کتابیں ہوتی ہیں جن میں درود شریف کے مسنون الفاظ کی بجائے ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن سے شرک مترشح ہوتا ہے اس قسم کے لوگوں کے بارے میں حدیث مروی ہے کہ وہ قیامت کے دن حوض کوثر کی جانب جا رہے ہوں گے لیکن انہیں روک دیا جائے گا رسول اکرم ﷺ حوض کوثر پر تشریف فرما ہوں گے آپ ان کے بارے میں فرمائیں گے یہ لوگ میری امت ہیں آپ کو بتایا جائے گا یہ لوگ آپ کی امت سے نہیں ہیں

إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَيَقُولُ سُحْقًا لِّمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي (الحديث)

" آپ کو علم نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین اسلام میں اپنی جانب سے احکام وضع کر کے داخل کر دیئے تو اس وقت آپ کی زبان پر ذیل کے الفاظ وارد ہوں گے وہ لوگ دور ہو جائیں ان کیلئے ہلاکت اور بربادی ہے جنہوں نے میری رحلت کے بعد میری تعلیمات کو تبدیل کیا "

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ محبت میں غلو کر کے انہیں اللہ کے مقام پر اتارنا اور انہیں مشکل کشا قرار دینا اللہ کے ساتھ ان کو شریک بنانا ہے جب کہ اللہ پاک شرک سے پاک ہے بلکہ اللہ پاک کی ذات بے مثال ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا جیسا کہ یہودیوں کے بارے میں قرآن پاک گواہی دیتا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کو قتل کیا کبیرہ گناہوں سے ہے ۔

وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ : ۔ ایمان کے بعد مال سے صدقہ نکالنے کا ذکر ہے اس کا سبب یہ ہے کہ صدقہ کرنا مومن شخص کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے نتیجہ ظاہر ہے کہ اگر بخیل شخص اپنے مومن ہونے کا مدعی ہے تو اس کا دعویٰ بلا دلیل ہے مال کے صدقہ کرنے میں انسان مال کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے ارشاد باری ہے ۔

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن ١٥)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہیں " ۔

معلوم ہوا مومن شخص ایمان لانے کے بعد جب مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو گویا اس نے اپنی روح اور مال جو کہ روح کے برابر ہے اللہ کی راہ میں لٹا دیا نتیجۃً" وہ شخص صحیح معنی میں اللہ کا بندہ کہلانے کا مستحق ہے نیز اس میں اشارہ ہے کہ اللہ سبحانہ کے علاوہ ہر محبوب چیز کو اللہ کے حکم کے مطابق اپنے سے جدا کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے ظاہر ہے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کی ضرورت کو پورا کرتا ہے وہ شخص نیکو کار نہیں ہے جبکہ فی الحقیقت وہ شخص نیکو کار ہے جو یقین رکھتا ہے کہ اس کی ضرورتوں کو اس کا پروردگار نہایت مخفی راستوں سے مکمل فرماتا ہے مزید برآں صرف اللہ کی محبت کے پیش نظر مال خرچ کیا جائے ریا کاری کسی شخص کو خوش کرتے ہوئے خرچ کرنا نیکی نہیں کہلاتا ہے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کون سا صدقہ افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا بحالت صحت اور بوقت اپنی ضرورت کے تیرا صدقہ کرنا زیادہ افضل ہے دونوں پہلو موجود ہوں تجھے غناء کی بھی امید ہو اور تجھے فقروافلاس کا بھی خطرہ ہو (فتح الباری شرح بخاری ۱۰ ر ۴۰۱)

جب کہ سب سے افضل مال کا خرچ کرنا اس وقت متحقق ہوتا ہے جب خود کو مال کی شدید ضرورت ہو اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ (الحشر ۹)

" اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں " ۔

اسی قسم میں وہ مال بھی ہے جو انسان کو ازحد محبوب ہو اس کو صرف اللہ کی رضا اور محبت کے لئے خرچ کرنا ہے ارشاد باری ہے :۔

لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ (العمران ۹۲)

" مومنو جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (راہ اللہ میں) صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے "

جبکہ مال خرچ کرنے میں فخر کا شائبہ تک بھی نہیں ہونا چاہیے ۔مساکین سے وہ محتاج لوگ مراد ہیں جن کی گزران باوجود محنت اور کسب کے کم رہ جاتی ہے اور وہ نان جویں اور کم خوراک پر صبر کرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں دست سوال دراز نہیں کرتے ہیں جبکہ صاحب استطاعت لوگوں پر ان کی مساعدت اور مواسات ضروری ہے۔

ابنِ السَّبِيلِ :۔ سے مقصود وہ لوگ ہیں جو سفر میں ہیں ان کے قرابت دار ان کے ساتھ نہیں ہیں گویا کہ سفر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ان کا ماں باپ اور ان کا قرابت دار ہے اس لئے انہیں سفر کے بیٹے کے لقب کے ساتھ بیان کیا ہے جبکہ اسلوب کلام میں شفقت اور مروت کا جو نہایت پر کشش داعیہ موجود ہے کسی دیگر انداز میں اس کا تصور بھی ممکن نہیں پھر جہان سفر کرنے والوں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ بیدار کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں سفر کرنے کی ترغیب کا بھی کسی حد تک داعیہ مترشح ہو رہا ہے۔

وَالسَّائِلِينَ :۔ سے مقصود وہ لوگ ہیں جن کو ہنگامی ضرورت سوال کرنے اور ہاتھ پھیلانے پر مجبور کر دے جبکہ بلا ضرورت سوال کرنا شرعاً حرام ہے ضرورت سے تجاوز کر کے عادت بنانا اللہ پاک کو پسند نہیں ہے البتہ کسی ضرورت مند کی خیر خواہی کرتے ہوئے اس کے لئے کسی دوسرے شخص کا سوال کرنا اس کی سفارش کرنا درست ہے۔

وَفِي الرِّقَابِ : ۔ سے مقصود غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا ہے اور مکاتب غلاموں کی اقساط کی ادائیگی میں ان کے ساتھ تعاون کیا جائے اس طرح قیدیوں کے ساتھ بھی ہمدردی کی جائے اس حکم کی مصلحت یہ ہے کہ انسان تو پیدائشی طور پر آزاد ہے جب وہ کسی عارضہ کے سبب غلامی کے بندھن میں جکڑا ہوا ہے تو اسے آزادی کی نعمت سے ہمکنار کرنے کیلئے بھی مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے خیال رہے ان تمام صورتوں میں خیر خواہی کے جذبہ کے پیش نظر مال زکوٰۃ کے علاوہ مال کو خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں کتنا مال خرچ کیا جائے کیا صاحب نصاب ہی مالی تعاون کرے یا کوئی شخص کتنا مال خرچ کرے اس کے بارے میں صراحت موجود نہیں ہے صرف انسانیت پر احسان کرنا مقصود ہے جس قدر بخوشی کوئی انسان اس میں حصہ لے سکتا ہے اسے لینا چاہیے اسی طرح اس میں اس شخص کی حالت کا جائزہ لینے کا بھی کہیں ذکر نہیں ہے جس کو غلامی کی زندگی سے آزادی کی نعمت سے بہرہ ور کرنا ہے اس حقیقت کو ذہن نشین کریں کہ جن مصارف کو اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے ان میں سے جس صنف کا ذکر سب سے آخر میں ہے وہ اپنے سے پہلی صنف سے کم درجہ احتیاج کی حامل ہے۔

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ :۔ حقوق العباد کے بارے میں ترغیب دلانے کے بعد حقوق الٰہیہ کے اہتمام کی ترغیب کا ذکر ہو رہا ہے نماز تمام بدنی عبادات سے افضل ہے اقامت نماز کے لئے ان تمام شرائط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور اوقات مقررہ پر باجماعت اس کی ادائیگی بالکل اس کیفیت کے ساتھ ہو جس کیفیت کے ساتھ نبی ﷺ نے نماز ادا کی ارشاد نبوی ﷺ

صَلُّوا كَمَا رَاَيْتُمُونِي اُصَلِّيْ (الحدیث بخاری شریف)

”تم نے اسی کیفیت کے ساتھ نماز کو ادا کرنا ہے جس کیفیت کے ساتھ تم مجھ کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو“

اس کیفیت کے ساتھ خشوع خضوع کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جو شخص پانچوں نمازوں کو ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوقات پر شرائط و آداب کے مطابق ادا کرے گا اس کی نماز یقیناً" بے حیائی اور منکر کاموں سے اسے منع کرے گی جبکہ نماز کی ظاہری شکل جو مناجات الٰہی سے خالی ہو اس کا شمار ان نیک کاموں سے نہیں ہو گا جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں اقامت نماز کے ساتھ ساتھ ادائیگی زکوٰۃ کا حکم عام طور پر اکٹھا کیا گیا ہے اس لئے کہ نماز کی ادائیگی سے روحانیت اجاگر ہوتی ہے جبکہ مال کی حیثیت ہر شخص کے نزدیک بہت زیادہ اہم ہے۔ بلکہ اگر مال ہے تو زندگی ہے اگر مال نہیں تو زندگی نہیں ہے تو روحانیت کو مزید اجاگر کرنے کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کو فرض قرار دیا گیا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ مومن شخص جب بخل کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مال کی محبت پر حکم الٰہی کو مقدم کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو اس کا دل مسرت و انبساط سے اچھلنے لگتا ہے اور ایسی لذت سے دوچار ہوتا ہے جس کی کیفیت کو الفاظ سے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

چونکہ زکوٰۃ ادا کرنا اسلام کا ایک رکن ہے اسی لئے تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ دینے سے انکار کریں ان سے جنگ کی جائے تو واضح نصوص کی موجودگی میں کتاب الحیل سے استدلال کرتے ہوئے ایسے حیلے اختیار کرنا جن سے زکوٰۃ کی فرضیت ساقط ہو جائے ' اللہ پاک کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا :۔ اعمال صالحہ کے بعد اخلاقیات کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ نماز اور دیگر اعمال کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ عہد کی پاسداری بھی کرتے ہیں لیکن اعمال کا ذکر صیغہ فعل کے ساتھ کیا گیا ہے اس لئے کہ اعمال افعال ہیں اور اخلاق کو صیغہ وصف کے ساتھ بیان کیا اس لئے کہ اخلاق اوصاف ہیں دراصل اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اخلاق میں تکلف اختیار کرنے والے شخص کو ہرگز اس وصف کے ساتھ نہیں سمجھا جاتا ہے جب تک کہ تکلف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے وصف کو عادت ثانیہ کی حیثیت نہیں دی جاتی ہے عہد کی دو اقسام ہیں ایک وہ عہد ہے جو اللہ کی ذات کے ساتھ کیا جائے کہ احکام الٰہیہ کے مطابق داخلی اور خارجی زندگی گزار ی جائے گی اس کی دوسری قسم وہ ہے جو ایماندار اپنے دوسرے بھائی سے عہد کرتا ہے لیکن وہ عہد ہرگز کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی تصریحات کے خلاف نہ ہو یعنی کسی نافرمانی کے ارتکاب کا عہد نہ ہو ایسا عہد کرنا ممنوع ہے اور اس کا ایفا کرنا بھی معصیت ہے لیکن جائز کام کے عہد کرنے کا پاس کرنا ضروری ہے اس لئے کہ عہد شکنی اور اس کا ایفانہ کرنا نفاق کی علامت ہے بلکہ عہد شکنی بعض اوقات خطرناک نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے اور اختلاف کی خلیج اتنی وسیع ہو جاتی ہے جس کا تدارک ممکن نہیں رہتا ہے۔

وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ :۔ اگرچہ الصابرین کا معطوف علیہ من امن ہے اس لحاظ سے اس پر اعراب کی رفعی حالت مناسب تھی لیکن کلام میں چونکہ زیادہ طول کار فرما ہو گیا تو ایسی صورت میں اہل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب کی عادت ہے کہ وہ اعراب میں تبدیلی کر دیتے ہیں اس کی امثلہ ملاحظہ فرمائیں ۔ سورۃ مائدہ میں اَلصّٰبِئُوْنَ' سورۃ نساء میں وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ

ابوعبیدہ نحوی کا یہی قول ہے جبکہ خلیل نحوی اس کے منصوب ہونے کو مدح پر محمول کرتے ہیں مدح کا فعل (امدح) محذوف ہے وہ عطف سے گریز کرتے ہیں اس لئے کہ صبر ایک وصف ہے جس کو تمام اعمال پر فضیلت حاصل ہے ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ افضل عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے اور مداومت بلا صبر ممکن نہیں اس طرح جملہ کا عطف جملہ پر ہو گا (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۷۷)

اَلْبَاْسَآءِ: ۔ سے مقصود فقروفاقہ ہے جبکہ الضراء سے مقصود بیماری اور زخم وغیرہ ہے یا کسی محبوب چیز کا گم ہو جانا یا مال کا ضائع ہونا جبکہ الباس سے مقصود شدید قسم کی جنگ ہے ۔ ظاہر ہے کہ جو شخص ان تین پریشانیوں میں صبر سے کام لیتا ہے وہ ان کے علاوہ دیگر مصائب میں بالاولیٰ صبر کر سکتا ہے ان تینوں صورتوں میں جہاں انسان شدید دباؤ کی زد میں آتا ہے وہاں انسان کا دل بھی بے چینی کی کیفیت اختیار کر لیتا ہے بلکہ فقروفاقہ جب شدت اختیار کر لیتا ہے تو اس کے سبب انسان کفر تک پہنچ جاتا اور جسمانی بیماری سے انسان ضعف محسوس کرتا ہے تو اطمینان قلب مفقود ہو جاتا ہے اخلاق فاضلہ کو خیرباد کہہ دیا جاتا ہے جبکہ میدان جنگ میں ہر لحہ موت کا خطرہ منڈلا رہا ہو تا ہے اور بہادر انسان جہاد کے جذبہ صادقہ سے موصوف ہوتے ہوئے موت کی بھیانک وادیوں میں بلا خوف خطر داخل ہو جاتا ہے خود کو موت کے آہنی پنجوں کے سپرد کر دیتا ہے اس صورت میں جس قدر صبر لائق ستائش ہے اس قدر دیگر صورتوں میں نہیں ہے جبکہ صبر کامیابی کی کلید ہے اور کامیاب ہونے کی صورت میں دین اسلام کو غلبہ حاصل ہوتا ہے جس کے لئے مجاہد انسان اپنی زندگی کی قربانی پیش کر کے کامیابی سے ہم کنار ہوتا ہے لیکن اس میں وہ داخل نہیں ہیں جو دنیوی لالچ یا کسی بلد منصب کے حصول کے لئے میدان جہاد کی ہولناکیوں میں خود کو سپرد کر دیتے ہیں صحیح حدیث میں ہے کہ میدان جہاد سے بھاگ جانا بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے ان اوصاف کے ساتھ موصوف مسلمانوں کے بارے میں فرمایا یہ لوگ ایمان کے ادعاء میں سچے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے اعمال ان کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ وہ مقام تقویٰ پر فائز ہیں دنیوی زندگی میں بھی خذلان الٰہی سے محفوظ رہے اور آخرت میں بھی عذاب الٰہی سے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تحفظ حاصل رہے گا (المنار ج ۲ ص ۱۲۱)

خیال رہے (الباساء) اور (الباس) کا مادہ ایک ہے جب بئس علم سے استعمال ہوتا ہے تو افتقار کا معنی ہے لیکن (البئوس) کا معنی شجاعت اختیار کرنا ہے (الثعالبی ج ۱ ص ۱۳۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡقِصَاصُ فِي ٱلۡقَتۡلَىۖ ٱلۡحُرُّ
بِٱلۡحُرِّ وَٱلۡعَبۡدُ بِٱلۡعَبۡدِ وَٱلۡأُنثَىٰ بِٱلۡأُنثَىٰۚ فَمَنۡ عُفِيَ لَهُۥ مِنۡ
أَخِيهِ شَيۡءٞ فَٱتِّبَاعُۢ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيۡهِ بِإِحۡسَٰنٖۗ
ذَٰلِكَ تَخۡفِيفٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٞۗ فَمَنِ ٱعۡتَدَىٰ بَعۡدَ
ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٞ ﴿١٧٨﴾ وَلَكُمۡ فِي ٱلۡقِصَاصِ حَيَوٰةٞ يَٰٓأُوْلِي
ٱلۡأَلۡبَٰبِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴿١٧٩﴾

مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح پر کہ) آزاد کے بدلے آزاد مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارث مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرار داد کی) پیروی (یعنی مطالبہ خون بہا) کرنا اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے آسانی اور مہربانی ہے جو اس کے بعد زیادتی کرے اس کے لئے دکھ کا عذاب ہے اور اے اہل عقل (حلم) قصاص میں (تمہارے لئے) زندگانی ہے کہ تم (قتل و خونریزی سے) بچو۔

ان آیات کی ماقبل کے ساتھ مناسبت یہ ہے قبل ازیں حلال و حرام چیزوں کے بیان کے بعد ان لوگوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر ہوا جو ناجائز طور پر لوگوں سے مال چھین کر کھاتے ہیں کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ داخل کر رہے ہیں تو محرمات کے ذکر کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہوا تھا جو مستحسن افعال سرانجام دیتے ہیں ان کی تعریف کی گئی تھی اس کے بعد ناحق کسی شخص کے خون گرانے کا ذکر ہے کہ وہ حرام ہے بلکہ انسانی جان کی حفاظت کی جائے اس کی حفاظت کیلئے قصاص کو مشروع قرار دیا گیا اس لئے کہ قصاص کے ساتھ انسان کے خون کا تحفظ ممکن ہے لیکن ایک مسلمان جب کسی دوسرے مسلمان کو قتل کر دیتا ہے تو کیا اس کا یہ گناہ اسے ایمان سے خارج کر دے گا؟ ہرگز نہیں ! اسی لئے اس آیت میں ان لوگوں کو ایمان کے ساتھ موصوف گر دانتے ہوئے خطاب کیا گیا ہے کہ تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے ۔جبکہ کوئی شخص ظلماً" قتل ہو جائے ۔

قصاص سے مقصود قتل میں مساوات ہے جس آلہ کے ساتھ قاتل نے اپنے بھائی کو قتل کیا ہے اسی طرح کے آلہ کے ساتھ قاتل کو قتل کیا جائے یا مصلحت کی صورت میں اس سے دیت وصول کی جائے چونکہ دور جاہلیت میں کسی شخص کے قتل ہونے پر مقتول کے ورثاء قاتل اور اس کے متعلقین پر ناروا ظلم و تعدی کے مرتکب ہوتے تھے جس سے معاشرہ کا امن و سکون برباد ہو جاتا تھا اور اگر ایک قبیلہ کے کسی غلام کو قتل کیا گیا ہے تو اس قبیلہ کے لوگ اس کوشش میں ہوتے تھے کہ فریق مخالف کے کسی آزاد شخص کو قصاصا" قتل کیا جائے ظلم و ستم کے اس انداز کو ختم کرتے ہوئے اور معاشرہ کو امن و سکون عطا کرنے کے لئے قصاص کی آیت نازل ہوئی جس کی تفسیر کی جا رہی ہے کہ آزاد شخص کے بدلہ میں آزاد غلام کے بدلہ میں غلام عورت کے بدلہ میں عورت کو قصاصا" قتل کیا جائے اس حکم سے تجاوز نہ کیا جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے تجاوز کیا اور احکام الٰھیہ میں تبدیلی کے مرتکب ہوئے جیسا کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر میں دور جاہلیت میں جب بنو نضیر کا کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو اسے قصاصا" قتل نہیں کیا جاتا تھا فدیہ دے کر معاملہ ختم کر دیا جاتا تھا اس کے برعکس جب بنو قریظہ کا کوئی شخص بنونضیر قبیلہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو اسے قتل کر دیا جاتا یا اس کی دیت بنو قریظہ قبیلہ کی دیت سے دو گنا وصول کی جاتی عدم مساوات کی اس کیفیت کو ختم کرتے ہوئے اللہ پاک نے قصاص کی یہ آیت نازل فرمائی لیکن جب مرد قاتل کو مقتول عورت کے قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا تھا بلکہ مرد کے بدلہ میں مرد اور عورت کے بدلہ میں عورت کو ہی قتل کیا جاتا تھا تو اللہ پاک نے سورہ مائدہ میں آیت نازل فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ نفس کے بدلہ میں نفس کو قصاصا" قتل کیا جائے گا اس حکم کے لحاظ سے آزاد لوگ قتل عمدمیں مرد اور عورت برابر ہیں اسی طرح غلام لونڈی دونوں قتل عمد میں برابر ہیں لیکن غلام کے بدلہ میں آزاد کو قصاصا" قتل نہیں کیا جائے گا اس مضمون کی حدیث کہ جس شخص نے اپنے غلام کو قتل کیا اس کو قصاصا" قتل کیا جائے ضعیف ہے اسی طرح سورہ مائدہ کی روشنی میں یہ کہنا کہ چونکہ نفس کے بدلہ میں نفس کو قتل کیا جائے اس لئے عمومیت کے لحاظ سے مسلمان قاتل کو کافر کے بدلہ میں قصاصا" قتل کیا جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست نہیں جب کہ فتح مکہ کے دن رسول اکرم ﷺ نے فرمایا" کسی ایماندار شخص کو کافر کے بدلہ میں قصاصاً" قتل نہ کیا جائے " بلکہ ذمی کافر کے قصاص میں بھی مسلمان قاتل کو قتل نہ کیا جائے اور جس حدیث میں مسلمان کو قصاصاً" قتل کرنے کا حکم ہے وہ اسناد کے لحاظ سے قوی نہیں ہے جمہور محدثین کا مسلک صحیح ہے ارشاد ربانی ہے۔

" وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا" (النساء ۱۴۱)

" اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا"۔

نیز حدیث نبوی ﷺ ہے۔ الاسلام یعلو و لا یعلی علیہ اسلام کو بلندی حاصل ہے اس پر کسی دوسرے مسلک کو بلندی نہیں دی جا سکتی اگرچہ اس حدیث میں کچھ ضعف ہے لیکن امام ابن بخاری" نے اس حدیث کو تعلیقات میں ذکر کیا ہے البتہ مرد کو عورت کے بدلہ میں قصاصاً" قتل کیا جائے (نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۵۔)

خیال رہے اہل کتاب کے لئے صرف قصاص کا حکم تھا قتل کا فدیہ دیت ' عفو کا حکم نہیں تھا اللہ پاک کا امت مسلمہ پر احسان ہے کہ اگر مقتول کے ورثاء قصاص کا مطالبہ نہ کریں اور قتل کے جرم کو معاف کر دیں یا قصاص کو معاف کر کے دیت وصول کریں تو بھی انہیں اجازت ہے قصاص کو معاف کرنے سے اسلامی معاشرہ میں اخوت و مودت کا جذبہ کار فرما رہتا ہے لیکن اگر معاف کر دیا جائے تو اس جذبہ میں مزید نکھار ہوتا ہے اور محبت و رافت سے معاشرہ جنتِ نظیر بن جاتا ہے۔

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ :۔ جب مقتول کے ورثاء جن کو ایمانی اخوت کے رشتہ کے پیش نظر قرآن پاک کی زبان میں بھائی کے نام سے ذکر کیا گیا ہے وہ قتل معاف کر دیں قصاص چھوڑ کر مکمل دیت یا کچھ دیت بھی معاف کر دیں تو قاتل کے اولیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نہایت لطیف انداز میں دیت مقتول کے ورثاء کو حسب وعدہ وقت پر ادا کریں ٹال مٹول سے گریز کریں بھائی چارے کا ثبوت مہیا کرتے ہوئے اسلامی معاشرہ کو کسی قسم کی عہد شکنی اور بدمزگی سے آلودہ نہ کریں جہاں تک ممکن ہو احسن انداز سے معاملہ کو انجام تک پہنچائیں اس طرح مقتول کے ورثاء بھی دیت یعنی فدیہ کی وصولی میں بداخلاقی کا مظاہرہ نہ کریں صبر اور برداشت کے پہلو کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مطالبہ کرتے رہیں حقیقت یہ ہے اللہ پاک کی جانب سے قتل عمد میں قصاص کی جگہ پر دیت کا حکم امت محمدیہ کے لئے باعث رحمت ہے اس سے معاشرہ میں فساد انگیزی کا خاتمہ ہو گا اور اخوت اسلامیہ کا جذبہ کار فرما رہے گا بغض ' نفرت کی فضا میں ایک حد تک تبدیلی رونما ہو گی اور معاشرہ سکون کی عظیم دولت سے مالا مال ہو کر محبت اخوت و رحمت کی فضا کو مزید رعنائی عطا کرے گا۔

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ :۔ جب مقتول کے ورثاء نے قصاص معاف کر کے دیت وصول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لی ہے یا دیت کو بھی معاف کر دیا ہے تو اس کے بعد ان کے قاتل کو قتل کرنا یا قاتل کے کسی عزیز سے عداوت کا اظہار کرنا یا اسے کسی طرح کا نقصان پہنچانا ہرگز جائز نہیں ہے جو شخص بھی اس کا مرتکب ہو گا وہ آخرت میں درد ناک عذاب سے دو چار ہو گا۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ :۔ اس کلام میں انتہا درجہ کا اختصار اور نہائیت اونچے مقام کا بلیغانہ انداز ہے اس لئے کہ اہل عرب کے ہاں اس معنی کو ایک ایسے جملہ میں بیان کیا گیا ہے جو ان کے نزدیک نہایت اختصار کا حامل ہے وہ ہے القتل انفی للقتل کہ قتل تو قتل کو نہایت قوت کے ساتھ ختم کر دیتا ہے جبکہ قرآن پاک کے اس جملہ کو اہل عرب کے قول پر چند وجوہ کی بنا پر فوقیت حاصل ہے

(پہلی وجہ) " فِي الْقِصَاصِ حَيٰوة" :۔ کے حروف دس ہیں جبکہ اہل عرب کے قول کے حروف ۱۴ ہیں۔

(دوسری وجہ) اہل عرب کا قول کہ قتل قتل کی نفی کرتا ہے درست نہیں اس لئے کہ یہ تو ممکن نہیں ایک چیز خود اپنے وجود کی نفی کرے جبکہ آیت قرآنیہ میں قتل کی ایک مخصوص قسم کا ذکر ہے جو قتل بطور قصاص کے ہے وہ یقیناً" زندگی کی ایک قسم کا سبب ہے کہ اگر قصاص نہ لیا جائے گا تو نہیں معلوم ایک قتل کے سبب کتنے قتل رونما ہوں گے۔

(تیسری وجہ) ان کے قول میں لفظ قتل کا تکرار ہے جبکہ آیت قرآنیہ لفظ کے تکرار سے خالی ہے۔

(چوتھی وجہ) ان کا قول قتل کو روکتا ہے۔کسی دشمن کو زخمی کرنے سے نہیں روکتا جبکہ آیت مبارکہ قتل نیز کسی کو زخمی کرنے سے بھی روکتا ہے۔

(پانچویں وجہ) ان کے قول میں زندگی کا حصول تبعا" ہے جبکہ آیت مبارکہ میں زندگی کا حصول اولین مقصود ہے۔

(چھٹی وجہ) کس شخص کو ظلم کے ساتھ قتل کرنا قتل ہے وہ قتل کی نفی نہیں کرتا ہے بلکہ وہ مزید لوگوں کے قتل کا موجب ہو سکتا ہے البتہ قصاص کی صورت والا قتل مطلق طور پر قتل کی نفی کرتا ہے۔

(ساتویں وجہ) لفظ حیاۃ کی تنوین نوعیت یا تعظیم کے لئے ہے کہ قصاص میں ایک قسم کی زندگی ہے اس لئے کہ قصاص کے بعد دشمنی ختم ہو جاتی ہے اگر قصاص نہ لیا جاتا تو اس دوران جن لوگوں نے اس دشمنی کی بھینٹ چڑھنا تھا وہ قتل ہونے سے محفوظ ہو گئے گویا انہیں زندگی عطا ہو گئی۔

(آٹھویں وجہ) آیت قرآنیہ میں صنعت طباق موجود ہے یعنی دو متقابل الفاظ ہیں اس لئے کہ قصاص سے مقصود زندگی کو ختم کرنا ہے اور لفظ حیوۃ سے مقصود زندگی ہے۔

(نویں وجہ) آیت قرآنیہ میں مطلوب بالذات کا ذکر صراحتا" ہے جبکہ ان کے قول میں زندگی کا ذکر صراحتا" نہیں ہے۔

(دسویں وجہ) آیت قرآنیہ میں غرابت ہے جبکہ زندگی کا حصول قصاص میں ہے حالانکہ قصاص زندگی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ظالم کی زندگی کو ختم کرنا ہے ۔

(گیارھویں وجہ) آیت قرآنیہ میں القصاص پر الف لام جنسی ہے جو کسی کو پیٹنے ' زخمی کرنے اور قتل کرنے کا پتہ دیتا ہے جب کہ ان کا قول صرف قتل پر ہی دال ہے (اعراب القرآن ج ۲ ص ۳۶۱ المنار ج ۲ ص ۱۳۱)

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨٢﴾

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق وصیت کر جائے (اللہ سے) ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے جو شخص وصیت کو سننے کے بعد بدل ڈالے تو اس (کے بدلنے) کا گناہ انہیں لوگوں پر ہے جو اس کو بدلیں اور بے شک اللہ سنتا جانتا ہے اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی وارث کی) طرفداری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اگر وہ (وصیت کو بدل کر) وارثوں میں صلح کرا دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا اور) رحم کرنے والا ہے ۔

ان آیات کا ربط ما قبل کی آیات سے واضح ہے جبکہ قصاص سے مقصود کسی شخص کی زندگی کو موت سے ہمکنار کرنا ہے اور اس آیت میں اس شخص کا تذکرہ ہے جس پر موت طاری ہورہی ہے کہ وہ موت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے وصیت کرے جب کہ وہ کثیر مال چھوڑ کر عالم آخرت کی جانب سدھار رہا ہے تاکہ اس کی زندگی کے آخری اوقات میں اس سے صدقہ وغیرہ کا عمل وقوع پذیر ہو بالخصوص ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے بارے میں اپنے مال سے اچھے انداز کے ساتھ وصیت کرے وصیت کا مال نہ اتنا قلیل ہو کہ اس کے ترکہ کے لحاظ سے اتنا قلیل مال دینا قابل ملامت ہو نہ اتنی کثرت اور بہتات کے ساتھ وصیت کرے کہ اس سے ورثاء کو اتنا مالی نقصان ہو جس کو معاشرہ میں ناپسندیدہ قرار دیا جاتا ہو اور اس کے سبب نفرت کی فضا رونما ہو۔ بہرحال ثلث مال سے زیادہ کی وصیت نہ ہو وراثت کی آیات کے نزول سے پہلے یہ حکم لازمی تھا۔ لیکن وراثت کے احکام کے نازل ہونے کے بعد وارثوں کے لئے وصیت کا حکم منسوخ ہو گیا ہے اور وہ اقرباء جو وارث نہیں ہیں ان کے لئے وصیت کا حکم باقی ہے ان کے لئے ثلث مال کی وصیت کا حکم باقی ہے اس کی تائید عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث سے ہو رہی ہے۔

ہر وہ شخص جو مسلمان ہے اس کے پاس مال و دولت ہے وہ زندگی اس حالت میں نہ بسر کرے کہ اس کے پاس وصیت کی تحریر نہ ہو اقارب رشتہ داروں کے ساتھ احسان اور مروت کے احکام کی احادیث کثرت کے ساتھ موجود ہیں ثلث مال کی وصیت کے بارے میں سعد رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس مال بہتات کے ساتھ ہے جبکہ میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے کیا مجھے دو تہائی مال کی وصیت کی اجازت ہے آپ نے نفی میں جواب دیا انہوں نے دریافت کیا آدھا مال دے سکتا ہوں آپ نے فرمایا یہ بھی زیادہ ہے پھر انہوں نے ایک تہائی کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا ایک تہائی کی وصیت کی اجازت ہے اگرچہ ایک تہائی مال بھی زیادہ ہے یاد رکھیئے اگر آپ اپنے ورثاء کو مستغنی چھوڑیں کہیں زیادہ اچھا ہے کہ انہیں فقیر چھوڑیں اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں (بخاری ص ۱۰۳ جلد ۲)

اس آیت کے حکم کو منسوخ کرنے کی ضرورت نہیں ہے غور کریں جب فوت ہونے والا مسلمان ہے اور اس کے والدین کافر ہیں تو ان کی تالیف قلبی کے لئے وہ ان کے لئے اپنے مال کی تہائی کی وصیت کر سکتا ہے جب کہ اللہ پاک نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں پھر وہ ضرورت مند ہیں وصیت کرنا واجب ہے اسلئے کہ جو شخص وصیت کرنے والے انسان کی وصیت میں تبدیلی کا مرتکب ہو اس کے بارے میں آئندہ آیت میں وعید موجود ہے کہ جو شخص اس وصیت میں تبدیلی کا مرتکب ہو گا تو تبدیلی کرنے والا تبدیلی کے گناہ کا مستحق ہو گا جبکہ وصیت کرنے والے کے نامہ اعمال میں وصیت کا ثواب ثبت ہو گا۔

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوصٍ جَنَفًا" اَوْ اِثْمًا الآیۃ :۔ اگر وصیت کرنے والا وصیت میں جادہ اعتدال سے خطاء یا عمداً" دور ہو جائے جن کے بارے میں وصیت کی گئی ہے ان میں اختلاف رونما ہو جائے یا جن کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں وصیت کی گئی ہے ان کا وارثوں کے ساتھ اختلاف ہو جائے تو مناسب یہ ہے کہ جس شخص کو اس کا علم ہے اور وہ ان میں اصلاح کرانے کا ملکہ رکھتا ہے تو اگر تبدیلی کے ساتھ ان میں اصلاح کا راستہ نکلتا ہے تو وہ مناسب انداز سے وصیت میں تبدیلی کرنے کا مجاز ہے اس میں ہرگز شبہ نہیں کہ تبدیلی اصلاح کے پیش نظر باعث اجر و ثواب ہے گناہ کا کام نہیں ہے آیت کا اختتام اس معنی پر واضح دلالت کر رہا ہے کہ جو شخص کسی مصلحت کے پیش نظر وصیت میں خلوص کے ساتھ کسی تبدیلی کا مرتکب ہوتا ہے تو اللہ پاک اس کے گناہ معاف کر دیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٤﴾

مومنو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو (روزوں کے دن گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔

اس آیت سے روزہ کی فرضیت اور اس کے احکام بیان ہو رہے ہیں اس حکم پر عمل کرنے والا انسان اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدن کو کمزور کرتا ہے قوت شہویہ کو مغلوب کرتا ہے دن بھر جس غذا کو تناول کرتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے۔ روزہ کی حالت میں اس سے محروم رہتا ہے اگرچہ اس لحاظ سے یہ عمل مشکل ہے لیکن اس سے پہلے ثلث مال کی وصیت کا حکم دیا گیا اس پر عمل کرنا اس سے زیادہ دشوار تھا اس لئے کہ مال و دولت کا مقام انسان کے ہاں اتنا بلند ہے کہ مال خرچ کرتے وقت انسان زیادہ حساس ہوتا ہے گویا کہ اس کی روح اس کے جسم سے الگ ہو رہی ہے اس لئے ایک ضرب المثل میں کہا گیا ہے (اَلْمَالُ عَدِيْلُ الرُّوْحِ) یعنی مال کا مقام و مرتبہ زندگی کے برابر ہے لیکن اس سے بھی زیادہ دشوار حکم کا ذکر ان دونوں سے پہلے کیا گیا ہے یعنی قصاص کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ قاتل خود کو قصاصاً" قتل کئے جانے کیلئے پیش کرے یہ انتہائی دشوار ہے قصاص سے پہلے سورہ بقرہ کے آغاز سے ایمان ' نماز ' زکوٰۃ ارکان اسلام کا ذکر ہو چکا ہے اب اسلام کے رکن روزہ کا ذکر ہو رہا ہے (نظم الدرر ج ۳ ص ۴۱ ' البحرالمحیط ۲ ر ۲۸)

خیال رہے الصیام ' الصوم دونوں مصدر ہیں باب نصر سے صام یصوم ' صوم کا مفہوم رکنا ہے اور صائم سے مقصود وہ شخص ہے جس نے خود کو کھانے پینے ' شہوت سے روکا ہوا ہے اور (صوم فی الکلام) سے مقصود کلام سے رکنا ہے قرآن پاک میں ہے۔

اِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا" " میں نے اللہ کے لئے زبان سے کچھ نہ کہنے کی نذر مان رکھی ہے "۔ کہا جاتا ہے (صامت الریح) ہوا رک گئی ہے۔

اللہ پاک امت مسلمہ کے ایمانداروں کو مخاطب فرما کر انہیں روزہ رکھنے کا حکم دے رہے ہیں کہ وہ دن بھر کھانے پینے ' مجامعت وغیرہ سے خود کو بند رکھیں لیکن دل کی کیفیت خالصۃً" رضائے الٰہی سے معمور ہو اس کی حکمت یہ ہے کہ اس عمل سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے ردی اخلاط اور رذیل اخلاق سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور پھر نہ صرف یہ کہ اس حکم کو تم پر فرض قرار دیا گیا ہے بلکہ تم سے پہلی امتوں پر بھی اس کو فرض قرار دیا گیا تھا ان کی زندگی تمہارے لئے نمونہ ہے آپ اس فریضہ کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کرو۔ حدود الٰہیہ کا خیال رکھو تاکہ تم تقویٰ اور پرہیز گاری کے منصب پر ڈٹے رہو۔

بخاری ' مسلم میں ارشاد نبوی ہے۔

نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کرنے کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا استحقاق رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ رشتہ ازدواج میں خود کو منسلک کرے اور جو شخص ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے سے خود کو قاصر سمجھتا ہے تو وہ قوت شہویہ کو کچلنے کیلئے روزے رکھے نتیجۃً" اس کی قوت شہویہ میں ابھار رونما نہیں ہو گا۔ (بخاری ۴ ر ۱۶۲)

لیکن روزہ نہ رکھنے کا حکم نہیں ہے تاکہ تکلیف ما لا یطاق سے انسانوں کو تحفظ حاصل رہے البتہ آیت مذکورہ میں الفاظ کے ذکر سے کہ روزہ کی فرضیت صرف تم پر ہی عائد نہیں کی گئی ہے بلکہ تم سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے جو امتیں گزریں ہیں ان پر بھی روزہ کی فرضیت کا حکم دیا گیا تھا اس وضاحت کے بعد ذہن اس حکم کو خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے کہ اس کا حکم صرف امت محمدیہ کو ہی نہیں دیا گیا تا کہ اس کی ادائیگی میں دشواری کا احساس نہ ہو اس عبادت کی فرضیت تو قدیم دور سے چلی آ رہی ہے ہر دور میں ہر پیغمبر کی امت پر اس عبادت کو فرض قرار دیا گیا تھا صرف تم پر ہی اس عبادت کو فرض قرار نہیں دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ جب بظاہر کسی تکلیف دہ عبادت کی ادائیگی کو فرض قرار دیا جائے اور اس میں یہ وضاحت کر دی جائے کہ صرف تم پر ہی یہ بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے تو اس عبادت کی ادائیگی میں آسانی کار فرما ہو جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ روزہ کی فرضیت کے فوائد سے آگاہ کیا ہے کہ اس ریاضت سے شہوت نفسانی کے انبعاث میں فتور آ جاتا ہے اور روزہ جیسی عبادت سے موصوف انسان کی مشابہت فرشتوں سے ہو جاتی ہے جبکہ وہ کھاتے پیتے نہیں ہیں مزید (ایام معدودات) کی تقیید سے آسانی کا پہلو نمایاں ہے کہ چند دن ہیں جن کے روزے کا حکم دیا گیا ہے کچھ زیادہ دن نہیں ہیں کہ ان کا شمار نہ ہو بلکہ وہ بہت قلیل ایام ہیں جن کو شمار کیا جا سکتا ہے چنانچہ قرآن میں قلیل ایام کو معدودات کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے۔

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا" معدودة" (البقرہ ۸۰) " اور کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔ " نیز ارشاد ربانی ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَة (یوسف ۲۰)

" اور اس کو تھوڑی سی قیمت (یعنی) معدودے چند درہموں میں بیچ ڈالا "۔

پس رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے ہر ماہ کے تین روزے فرض تھے ایام کا لفظ جہاں اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا تعلق دن کے ساتھ ہے رات کے ساتھ نہیں ہے۔ وہاں اس حقیقت کو بھی منکشف کر رہا ہے کہ روزوں کی فرضیت کے دائرہ کی وسعت مکمل مہینہ کے ساتھ نہیں ہے ورنہ لفظ (شہر) کا ذکر ہوتا جس کا معنی مہینہ ہے ہر ماہ کے تین دن کے روزوں کو رمضان المبارک کے روزوں کو فرض قرار دینے کے بعد منسوخ کر دیا گیا خیال رہے روزہ کے احکام میں تین احوال کا ذکر صحیح حدیث میں مروی ہے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما ہوئے تو آپ ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرتے تھے مزید برآں عاشورہ ۹ محرم الحرام کا روزہ رکھتے تھے۔

بعد ازاں اللہ پاک نے اس آیت میں جس کی تفسیر ہو رہی ہے حکم دیا کہ تم پر ہر مہینہ سے تین دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے البتہ اگر کوئی شخص روزہ نہیں رکھتا ہے تو اس کی بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلائے تیسری حالت کا ذکر آئندہ ذکر ہونے والی آیت میں ہے کہ تم پر رمضان کے روزے فرض قرار دیئے گئے ہیں البتہ بیمار اور ضعیف لوگ **مستثنٰی** ہیں ایسا ضعیف انسان جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اس کیلئے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم ہے جبکہ سفر کرنے والے اور بیمار کو دوسرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنوں چھوڑے گئے روزوں کی قضا دینی ہو گی ان دو حالتوں کے بعد ایک تیسری حالت کا ذکر ہے کہ روزہ کھولنے کے بعد لوگ اس وقت تک کھانے پینے اور بیویوں سے ہم بستر ہوتے تھے جبتک کہ سوتے نہیں تھے سونے کے بعد ان کے لئے کھانا پینا اور بیویوں سے ہم بستر ہونا ممنوع تھا اس دوران ایک شخص جس کا نام صرمہ تھا وہ دن بھر روزہ کی حالت میں کام کرتا رہا غروب شمس کے وقت گھر آیا عشاء کی نماز ادا کی اسے نیند آ گئی اس نے کھانا نہ کھایا اسی طرح روزہ رکھا دن میں رسول اکرم ﷺ کی نظر اس شخص پر پڑی آپ نے محسوس کیا کہ وہ سخت تکلیف میں ہے آپ ﷺ نے اس تکلیف کے بارے میں اس سے استفسار کیا اس نے اپنا تمام واقعہ بیان کر دیا تو اس واقعہ میں نیز عمر رضی اللہ عنہ روزہ افطار کرنے کے بعد نیند میں چلے گئے بیدار ہونے پر اپنی بیوی سے مجامعت کی جب کہ اس کی اجازت نہ تھی وہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ پاک نے آسانی عطا کرتے ہوئے یہ آیت نازل کی

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (البقرہ ۱۸۷)

" وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو اللہ کو معلوم ہے کہ تم (ان کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے سو اس نے تم پر مہربانی کی اور تمہاری حرکات سے درگزر فرمایا اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو اور اللہ نے جو چیز تمہارے لئے لکھ رکھی ہے (یعنی اولاد) اس کو (اللہ سے) طلب کرو اور کھاؤ اور پیؤ یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو "۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۰)

بلکہ بیماری یا سفر کی حالت میں ضرورت کے پیش نظر فرض روزہ افطار کیا جا سکتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ جب آپ ﷺ فتح مکہ کے لئے رمضان میں روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا جب آپ کدید مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے روزہ افطار کر دیا آپ ﷺ کے رفقاء نے بھی روزہ افطار کیا اس کا جواز تو ہے روزہ افطار کرنا ضروری نہیں احادیث صحیحہ میں کثرت کے ساتھ اس مفہوم کی احادیث مروی ہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر کرنے والے صحابہ کرام کچھ روزہ سے ہوتے جبکہ کچھ کا روزہ نہیں ہوتا تھا ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہیں کرتے تھے البتہ مشقت کے باوجود روزہ رکھنا اور روزہ ترک نہ کرنا مناسب نہیں ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (البقرہ ۱۸۴) جو لوگ مشقت کے ساتھ روزے رکھیں وہ روزے نہ رکھیں ان کا فدیہ ادا کریں ایک روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو درمیانے درجہ کا کھانا کھلانا ہے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے مصداق بوڑھے لوگ ہمیشہ کے بیمار کمزور انسان حاملہ عورت بچے کو دودھ پلانے والی عورت جب وہ روزہ رکھنے کی ہمت نہ پائے تو ان کیلئے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور ایک روزہ کے بدل ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ کے دیں ہاں اس قسم کے لوگ اگر روزہ رکھیں تو ان کیلئے بہتر ہے ۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اول اول) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کل نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کر لے اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کر لو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو ۔

رمضان المبارک قمری سال کا نواں مہینہ ہے قرآن پاک نازل کرنے کا اہتمام اس ماہ میں کیا گیا ہے ۔ رسول اکرم ﷺ پر پہلی وحی کانزول غار حراء میں ہوا جبریل علیہ السلام تشریف لائے انہوں نے سورہ اقرا کی آیات کو نازل فرمایا ۔ رمضان المبارک میں غالباً" ۲۴ کی رات جبریل علیہ السلام اپنی اصلی شکل میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظہور پذیر ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے ساتھ معانقہ کیا اور عرض کیا اے محمد ! آپ قرات فرمائیں آپ نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا دوبارہ مزید دباؤ ڈال کر عرض کیا آپ قرات فرمائیں اس بار بھی آپ نے جواباً فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا تیسری بار جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ دباتے ہوئے قرات کرنے کا حکم دیا آپ نے فرمایا میں نے خود کو ان کی گرفت سے نکالنے کے لئے کہا میں کیا پڑھوں اس پر پہلی وحی کا نزول ہوا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (العلق ۔ ۵۱)

" (اے محمد ﷺ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا ۔ "

بعد ازاں قرآن پاک کے نزول کی تکمیل تقریباً تئیس سال میں ہوئی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ لیلۃ القدر میں مکمل قرآن کو لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر بیت العزۃ مقام میں محفوظ کر دیا گیا پھر وہاں سے حسب ضرورت قرآن پاک کا نزول ہوتا رہا اور جب کفار نے اعتراض کیا

لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْہِ الْقُرْآنُ جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً "کہ اس پر قرآن پاک ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا"۔ (الفرقان ۳۲) تو اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا کہ

کَذَالِکَ لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنَاہُ تَرْتِیْلاً" (الفرقان ۳۲)

" اسی طرح (آہستہ آہستہ) اس لئے اتارا گیا کہ اس سے تمہارے دل کو ہم قائم رکھیں اور اسی واسطے ہم اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں "۔

مزید برآں قرآن پاک کے نزول کی برکت کا نتیجہ ہے کہ خاص طور پر اس ماہ میں جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں جب کہ دوزخ کے دروازے مقفل رہتے ہیں بلکہ سرکش جنوں کو پابہ زنجیر کر دیا جاتا ہے ۔

ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنَاتٍ مِنَ الْھُدٰی : ۔ قرآن پاک کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب تمام لوگوں کی راہ نمائی کرتی ہے خواہ زمانہ کس قدر ترقی کے مراحل طے کر جائے ہر دور میں ہر جگہ قیامت تک اس کی راہنمائی افادیت کی حامل ہو گی بلکہ قرآن پاک تو روشن دلائل کا مجموعہ ہے جو شخص جس قدر مستغرق ہو کر اس میں غوطہ زن ہو گا اسی قدر اس کا دامن نہایت قیمتی موتیوں سے مالا مال ہو گا راہ نمائی کے لحاظ سے وہ چمکتا ہوا سورج ہے جس کی شعاعوں سے پورا عالم روشن ہے ۔ اسی طرح قرآن پاک کے علوم اور معارف کا خزانہ موجود ہے ضرورت ہے کہ غور و فکر کے زاویوں کو مکمل سمیٹ کر پوری توجہ کی جائے تو تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجھنیں دور ہوں گی اور ہر قسم کی پریشانی کا مداوا آئے گا بلکہ قرآن پاک حق و باطل اور حلال و حرام کے درمیان تفریق کرنے والے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ : ۔ اس سے پہلی آیت میں رمضان المبارک کے روزوں کے رکھنے کا حکم موجود ہے لیکن جو لوگ روزہ رکھنے میں مشقت محسوس کریں وہ روزہ نہ رکھیں اور ایک روزہ کے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں لیکن اس آیت میں اس حکم کو منسوخ قرار دیا ہے جب کہ مریض اور مسافر لوگ دوسرے دنوں میں روزہ کی قضا دیں گے شمسی سال کے کسی ماہ کا تعین غالباً" اس لئے نہ کیا گیا کہ شمسی سال کے جس ماہ کا بھی تعین ہوتا وہ ہمیشہ موسم کے لحاظ سے یکسانیت کا حامل ہوتا جب کہ قمری سال کا ہر ماہ کبھی موسم گرما کبھی موسم سرما کبھی ربیع اور کبھی موسم خریف بدل بدل کر آتا رہے گا جب رمضان المبارک کا مہینہ بدل بدل کر آتا رہے گا تو ہر موسم میں روزہ رکھنے کی سعادت میسر آتی رہے گی لیکن شمسی سال کے کسی بھی ایک ماہ میں صرف گرمی یا صرف ٹھنڈک یا موسم ربیع یا موسم خریف کو ہی خصوصیت حاصل ہوتی اس سے پہلی آیت میں چند دنوں کا ذکر تھا جن کے روزے فرض قرار دیئے گئے اب اس آیت میں ماہ رمضان کا تعین کر دیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ رمضان کا مادہ (ر م ض) میں جلانے کا مفہوم موجود ہے گویا کہ اس ماہ کے روزوں سے جہاں روحانیت میں نکھار رونما ہوتا ہے وہاں نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے۔ قوت شہویہ غضبیہ کا اشتعال روبہ زوال ہو جاتا ہے اور کسی حد تک انسان جب اس ماہ میں قوت بہیمیت کو لگام دیتا ہے اور قوت ملکیہ کا یک گونہ ظہور ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے والا نہ صرف کھانے پینے سے دن بھر خود کو محفوظ رکھتا ہے بلکہ قوت شہویہ کے اشتعال میں کمی آتی ہے ایک حدیث میں ہے فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ " کہ جو شخص نکاح کرنے کے لئے مالی وسائل نہیں پاتا ہے وہ روزے رکھے " اس سے شہوت میں ٹھراؤ ظہور پذیر ہوگا یقین کیجئے قرآن پاک کا نازل کرنا اللہ پاک کی عظیم نعمت ہے اس لئے سورہ رحمان میں جب متعدد انعامات کا ذکر فرمایا تو وہاں قرآن پاک جیسی عظیم نعمت کا تذکرہ سب سے پہلے کیا گیا ہے اور جس ماہ میں اس کے نزول کا آغاز ہوا ہے اس میں پورا مہینہ دن بھر روزہ رکھنا فرض قرار دیا گیا اور رات کا قیام نفل قرار دیا گیا ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (الحديث)

" جس شخص نے رمضان المبارک میں دن بھر ایمان اور طلب ثواب کے جذبہ سے سرشار ہو کر روزہ رکھا اور اسی جذبہ کے ساتھ رات کا قیام کیا اور لیلۃ القدر کا بالخصوص قیام کیا اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"

لیکن اس آیت میں اس شخص کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے جو اپنے گھر میں اقامت پذیر ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیماری سے محفوظ ہے اب وہ روزہ چھوڑ کر اس کا فدیہ نہیں دے سکتا البتہ اگر بیمار ہے تو وہ روزہ نہ رکھے تندرست ہونے پر روزہ کی قضا دے اگر سفر میں ہے تو اس کو بھی روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے وہ بھی جب سفر سے واپس گھر پہنچے تو قضا دے لیکن اگر کوئی شخص سفر میں بھی روزہ ترک نہیں کرتا تو اس کو روزہ ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا رسول اکرم ﷺ کے دور میں صحابہ کرام رمضان المبارک میں آپ کی معیت میں سفر کرتے تو کچھ صحابہ کرام روزہ سے ہوتے اور کچھ کا روزہ نہیں ہوتا تھا تو ایک دوسرے پر طعن و تشنیع روا رکھا نہیں جاتا تھا اگر سفر میں روزہ ترک کرنا ضروری ہوتا تو روزہ رکھنے والوں پر اعتراض کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا!

چنانچہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ " ماہ رمضان المبارک میں شدید گرمی و حبس کے دور میں ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سفر پر روانہ ہوئے ہم گرمی کی شدت کے سبب اپنے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھتے اور مجھے معلوم ہے کہ ہم میں سے سوائے رسول اکرم ﷺ اور عبداللہ بن رواحہ کے کسی اور شخص کا روزہ نہیں تھا " بہرحال اختیار ہے البتہ اگر روزہ رکھنا مشکل ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

لَیسَ مِنَ الۡبِرِّ الصَّومُ فِی السَّفَرِ " سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ " (بخاری، مسلم) رمضان المبارک میں جتنے روزے بوجہ عذر کے نہیں رکھے جا سکے ان کی قضا دی جائے۔(تفسیر ابن کثیر ج۱ ص ۳۲۴)

قرآن چونکہ ہر دور میں پوری دنیا کے لوگوں کے لئے ہدایت ہے تو رمضان المبارک کے روزے بھی سب لوگوں پر فرض ہیں جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اب کچھ ایسے مقامات ہیں جہاں چھ ماہ دن چھ ماہ رات ہے تو وہ لوگ چھ ماہ میں ایک روزہ نہیں رکھیں گے بلکہ وہ دیگر ملحقہ ممالک کے انداز پر روزے رکھیں گے اور نمازیں ادا کریں گے اور وقت کا اندازہ لگائیں گے۔ اوقات کا تعین قریب ترین ملکوں سے کیا جائے گا جہاں دن رات عام انداز سے ہوتے ہیں نہ یہ کہ وہ چھ ماہ روزے سے رہیں گے۔ (تفسیر المنارج ۲ ص ۱۶۲)

محترم مفتی محمد شفیع ؒ نے معارف القرآن میں وضاحت کی ہے کہ جہاں چھ مہینے کا دن ہے وہاں چھ مہینے میں صرف پانچ نمازیں ہوں گی اور رمضان وہاں آئے گا ہی نہیں اس لئے روزے بھی فرض نہ ہوں گے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ نے امداد الفتاویٰ میں روزے کے متعلق اسی قول کو اختیار فرمایا ہے تفسیر معارف القرآن ج۱ ص ۴۵۰ لیکن ان کا یہ فیصلہ دجال والی حدیث کے خلاف ہے جس میں ذکر ہے کہ دجال کا زمین پر ٹھہرنا چالیس دن تک ہو گا۔ پہلا دن سال کے برابر ہو گا صحابہ کرام نے عرض کیا اس میں ایک دن کی نمازیں کفایت کریں گی؟ آپ ﷺ نے نفی میں جواب دیا اور فرمایا کہ تم نے اندازہ لگانا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گا ۔ دو نمازوں کے درمیان عام طور پر جو فاصلہ ہے اس کے مطابق نمازیں ادا کریں ۔ (مشکوٰۃ المصابیح علامہ البانی ج ص ۲۷)

قمری سال کا ہر مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی مکمل تیس دن کا ہوتا ہے جب شعبان کا چاند نظر آجائے تو ہر بالغ مرد عورت پر روزے فرض ہیں مستثنیٰ افراد کا ذکر آیت مبارکہ میں بیان کیا جا چکا ہے اسلام میں تکلیف مالا یطاق سے احتراز کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام میں آسانیاں موجود ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جائے بلاوجہ کسی مشقت کے ساتھ خود کو دو چار کرنا درست نہیں ہے ۔ ارشاد ربانی ہے مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج ۷۸) " دین اسلام میں تمہیں کسی مشقت سے ہمکنار ہونے کا حکم نہیں دیا گیا ہے ۔ "

www.KitaboSunnat.com

رمضان کے چاند کی رویئت اسی مقام کے لئے معتبر ہو گی جہاں چاند دیکھا گیا ہے دور دراز کی رویئت معتبر نہیں ہو گی البتہ اس مقام سے قریب مکان کی رویئت معتبر ہو گی ۔

کریب رضی اللہ عنہ شام سے مدینہ منورہ آئے تو عبداللہ بن عباس نے استفسار کیا تم نے چاند کب دیکھا تھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کیا تم نے بھی دیکھا تھا ؟ توانہوں نے اثبات میں جواب دیا بلکہ اور لوگوں نے بھی دیکھا مزید برآں معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھا سب نے روزہ رکھا ابن عباس نے فرمایا ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا تھا اس لئے ہم تو تیس روزے مکمل کریں گے کریب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویئت اور ان کے روزہ رکھنے پر کفایت نہیں کرتے ہیں ابن عباس نے نفی میں جواب دیا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۰) رویئت ہلال کی تفصیلی بحث دیکھنے کے لئے مفتی صدیق صاحب" سرگودھا والوں کا رسالہ نہایت وقیع اور قیمتی معلومات کا حامل ہے ۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ :۔ بہر حال رمضان المبارک کی انتیس یا تیس دن کی گنتی کو مکمل کرو جو شخص تندرست ہے اور سفر پر نہیں ہے وہ رمضان میں ہی تکمیل کرے جس کے روزے سفر یا بیماری کے سبب نہیں رکھے گئے وہ دیگر دنوں میں گنتی کی تکمیل کرے اور جب اللہ پاک نے اس قدر سہولت عطا کی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا ذکر زبان پر آنا چاہیے ۔ چنانچہ عیدالفطر میں تکبیر کی مشروعیت کا اثبات اس مذکورہ آیت سے ہو رہا ہے اس کی وضاحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک سے ثابت ہے کہ عیدالفطر کی نماز کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں مشروع ہیں بلکہ جب عید الفطر کا چاند نظر آ جائے اس وقت سے لے کر عید کی نماز سے فراغت تک اور عید الاضحیٰ کا چاند نظر آنے سے لے کر چوتھے روز تک عصر کی نماز مکمل کر کے تکبیرات کہی جائیں اس کے بعد مسنون نہیں ہیں !

تکبیرات کے مشہور الفاظ یہ ہیں اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکبیرات کا کہنا مستحب ہے گویا کہ تم اللہ پاک کا شکریہ ادا کر رہے ہو کہ جس نے تمہیں اپنے انعامات سے نوازا ہے دراصل احکام الٰھیہ کی اطاعت کا نام شکریہ ادا کرنا ہے مزید برآں رمضان المبارک میں دن بھر کھانے شہوت نفسانی سے کنارہ کش رہنے سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے بہیمیت کا جوش و خروش تھم جاتا ہے۔ اس طرح ملکیت کی کیفیت ظہور پذیر ہوتی ہے تو اس کیفیت کے ظہور پذیر ہونے سے انسان میں کہیں شیطان کے القاء سے یہ خیال ظہور پذیر نہ ہو جائے کہ مجھے تو اب بلند مقام حاصل ہو گیا ہے اور تکبر اور غرور کا داعیہ کار فرما نہ ہو جائے اس لئے کثرت کے ساتھ بار بار زبان پر اللہ اکبر اللہ اکبر کے کلمات کا ورد جاری رہے اور اس حقیقت کا اعتراف ہو کہ اے اللہ تیری ذات ہی کبریائی والی ہے میں تو تیرا بندہ ہوں تیری توفیق سے ہی تیرے احکام کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہو رہا ہوں مجھ میں کچھ قوت نہیں میں تو تیری ہی کبریائی کا باربار اقرار کر رہا ہوں یہ تواضع کا ایسا انداز ہے جو اللہ پاک کو بہت پسند ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾

اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں پس ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔

اس آیت سے پہلے اور بعد میں رمضان المبارک کے روزوں اور اس کے احکام کو بتایا جا رہا ہے درمیان میں اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ جب اللہ کا بندہ اللہ پاک کے حکم کے مطابق رمضان المبارک کو اس پابندی کے ساتھ گزارتا ہے جس کی وضاحت کتاب اللہ اور سنت صحیحہ پر مشتمل کتب حدیث میں موجود ہے کہ دن بھر کھانے پینے اور شہوت نفسانی کے جائز مقامات سے بھی خود کو دور رکھتا ہے اور رات کو نوافل ادا کرنے اور ذکر و اذکار میں محو ناؤ نوش رہتا ہے اس لئے قوت بہیمیہ کا زور ٹوٹ جاتا ہے قوت مردی بھی اضمحلال کی زد میں آجاتی ہے قوت غضبیہ میں ٹھہراؤ آجاتا ہے صحیح حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص روزے دار کو گالیاں دے یا اس کے ساتھ برسرپیکار ہو تو اس کی زبان پر یہ الفاظ ہوں کہ میں روزے کی حالت میں تجھ سے ہرگز الجھنا نہیں چاہتا ہوں تو روزے دار انسان کی روحانی کیفیت میں نکھار رونما ہو جاتا ہے جس سے انسان خود کو اللہ پاک کے زیادہ قریب محسوس کرتا ہے اللہ کی محبت کا داعیہ ابھرتا ہے اور جب اس داعیہ میں جوش و خروش کی کیفیت نمودار ہوتی ہے تو انسان کی زبان پر یہ جملہ گردش کرنے لگتا ہے کہ جس اللہ پاک کے ارشادات کی تعمیل کرتے ہوئے دن بھر بھوکا پیاسا رہتا ہوں اور نفس امارہ کو جائز مقام سے بھی تحفظ عطا کر رہا ہوں تو کیا مجھے اللہ کا قرب حاصل ہے؟ تو اللہ پاک کی جانب سے اسے مطلع کیا جا رہا ہے کہ میں تیرے بالکل قریب ہوں۔ ایک دوسرے مقام میں وارد ہے کہ ہم تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ (وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ)

عجیب نکتہ! خیال رہے قرآن پاک میں جب لوگوں نے چاند کے بڑھنے اور کم ہونے کے بارے میں سوال کیا اور جب لوگوں نے مال خرچ کرنے کے بارے میں سوال کیا کہ کون لوگ ہیں جن پر مال خرچ کیا جائے اور جب شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب میں رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان کے سوالات کا جواب دیں لیکن جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو اسی وقت بندوں کے سوال کا جواب دینے کے لئے رسول اکرم ﷺ کے توسط کو ختم کر کے براہ راست اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ میں تو بالکل قریب ہوں میرے اور میرے بندوں کے درمیان کچھ پردہ نہیں ہے براہ راست مجھ سے مخاطب ہوں کسی وکیل یا سفارشی کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں ہے میں ان کے احوال سے باخبر ہوں ان کی باتوں کو سن رہا ہوں ان کی دعا کو شرف قبولیت عطا کرتا ہوں اسی حقیقت کی جانب ایک دوسری حدیث میں اشارہ موجود ہے کہ اللہ پاک کی عبادت کرتے وقت تیرا تصور یہ ہو کہ نہ صرف یہ کہ تو اللہ کے قریب ہے بلکہ یہ تصور اجاگر ہو کہ تجھے اللہ پاک کی رویئت حاصل ہے اگر کسی وجہ سے تجھ میں یہ داعیہ اس حد تک ظہور پذیر نہیں ہوتا ہے تو اس تصور کا پختہ ہونا تو ضروری ہے کہ تو ہر لمحہ اللہ پاک کی ذات کے سامنے ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے سلف صالحین کا موقف یہ ہے کہ صفات الٰھیہ کو ظاہر پر محمول کیا جائے نہ ان کا انکار کیا جائے نہ ان کو کسی کے ساتھ تشبیہ دی جائے اور نہ تاویل کا دروازہ کھولا جائے نہ اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار دیا جائے اس کی کیفیت کے بیان سے خاموش رہا جائے اس بحث سے دور رہا جائے کہ کیا اللہ ذات کے لحاظ سے قریب ہے یا علم کے لحاظ سے قریب ہے۔ اس قدر کہنا درست ہے کہ اللہ پاک بندے کی پکار کو سنتے ہیں۔ اور سوال کرنے والے کے سوال کو اگر وہ چاہتا تو پورا کرتا ہے اور ضروری نہیں کہ جو شخص جو مانگتا ہے وہی اس کو عطا کیا جائے۔

چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ دعا کی قبولیت کے تین مظاہر ہوتے ہیں۔ اولاً" فوراً" اس کی دعا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبولیت کے اعزاز کے ساتھ مشرف ہو کر اس کے دل دماغ کو مسرت حاصل ہوتی ہے ثانیاً" اس کی دعا کی قبولیت کو موخر کر دیا جاتا ہے اس کے لئے مستقبل میں اس کو جب اللہ پاک چاہتے ہیں اپنے خاص فضل و کرم سے نوازتے ہیں تیسری صورت میں تقدیر میں اس کے لئے مستقبل میں پریشانی ' تکلیف ' مصیبت تحریر ہوتی ہے اسے ختم کر دیا جاتا ہے تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ ہر حالت میں صرف اللہ پاک کی بارگاہ میں اپنی ہر حاجت کا ذکر کریں اور اسی سے درخواست کریں وہی ذات ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے لیکن ہر دعا کو اللہ پاک قبول فرماتے ہیں ضروری نہیں البتہ یہ عقیدہ ضرور ہو کہ اللہ پاک ہی وہ واحد ذات ہے جس سے درخواست کی جائے درمیان میں وسائط کو لانا درست نہیں بلکہ شرک ہے ارشاد باری ہے۔

وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" (الجن ـ ١٨) " اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کیلئے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو"۔ نیز ارشاد باری ہے۔

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ (الانعام ۴۱)

" بلکہ (مصیبت کے وقت تم) اسی کو پکارتے ہو تو جس دکھ کے لیے اسے پکارتے ہو وہ اگر چاہتا ہے تو اس (مصیبت) کو دور کر دیتا ہے ۔ "

بلکہ ایک حدیث میں دعا کو ہی عبادت قرار دیا گیا ہے جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے اَلدُّعَا هُوَالْعِبَادَةُ ـ " دعا ہی عبادت ہے۔ "(المنار ۲ ص ۱۷ ـ ۱۷۲)

پس اللہ پاک کے قرب کا سبب یہ ہے کہ اللہ پاک کی دعوت پر لبیک کہا جائے اور اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی جائے ۔ مامورات کے مطابق زندگی بسر کی جائے منہیات اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے دور رہا جائے ۔ علمی اور عملی قوت میں کمال پیدا کیا جائے تاکہ دامن رشد و ہدایت سے مالا مال ہو جائے ۔ لیکن علم ' عمل کی محرومی سے وہ شخص موصوف ہوتا ہے جو نہ صرف یہ کہ راہ ہدایت سے دور ہے بلکہ گمراہ ہے اور خود کو دنیوی اخروی سعادتوں سے محروم کرنے والا ہے ۔

ایسر التفاسیر میں علامہ ابوبکر جابر الجزائری نے اللہ تعالٰی کے قرب کو اس کے بندوں کے ساتھ بیان کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ تمام عالم اللہ پاک کے قبضہ اور اس کی سلطنت کے تحت ہے ۔ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی چیز اللہ پاک سے بعید نہیں ہے اللہ پاک کی تمام کائنات پر نظر ہے اور ان کی باتوں کو سنتا ہے اور پوری کائنات اللہ پاک کی قدرت کے ماتحت ہے ۔ اور استجابت سے مقصود ایمان اور اعمال صالحہ ہیں ۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۳۷) جس کے حسین امتزاج کے نتیجہ میں ان کے ایمان میں نکھار رونما ہوتا ہے اور اعمال صالحہ کے نتیجہ میں رشد و ہدایت کا سرٹیفکیٹ عطا ہوتا ہے ۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۳۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾

روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو اللہ کو معلوم ہے کہ تم (ان کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے سو اس نے تم پر مہربانی کی اور تمہاری حرکات سے در گزر فرمایا اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو اور اللہ نے جو چیز تمہارے لئے لکھ رکھی ہے (یعنی اولاد) اس کو (اللہ سے) طلب کرو اور کھاؤ اور پیؤ یہاں تک کہ صبح سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جانا اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیز گار بنیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" احل " کا جملہ اس حقیقت کو اجاگر کر رہا ہے کہ روزہ کی رات کو بیوی کے ساتھ مباشرت اور مجامعت جائز نہ تھی اس آیت مبارکہ کے ساتھ اس حکم کو منسوخ قرار دے دیا گیا ہے پہلے کیفیت یہ تھی کہ روزہ افطار کرنے کے بعد اگر کوئی شخص کھانا تناول کرنے کے بعد محو خواب ہو جاتا تو پھر آئندہ دن بھر اسے بھوکا پیاسا رہنا پڑتا اور افطاری کے وقت کھانے پینے کی اجازت ہوتی تھی۔

چنانچہ قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ وہ دن بھر روزے کے ساتھ کھجوروں کے باغیچہ میں کام کرتے رہے اور وہ روزے سے تھے افطاری کے وقت گھر پہنچے انہوں نے اپنی بیوی سے استفسار کیا کھانا موجود ہے ؟ اس نے نفی میں جواب دیتے ہوئے عرض کیا البتہ میں آپ کے لئے کھانا مہیا کرتی ہوں وہ دن بھر محنت کرنے کے سبب تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے اس دوران ان پر نیند غالب آ گئی اور محو خواب ہو گئے جب ان کی بیوی ان کے ہاں واپس آئی تو وہ نیند میں تھے انہیں اس حالت میں پا کر وہ افسردہ ہوئیں اب انہوں نے دوسرے دن کا روزہ اسی کیفیت میں رکھا دوپہر کے وقت ان کی حالت دگرگوں ہو گئی ۔ بھوک کے سبب نڈھال ہو کر ان پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی ۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے مطلع کیا گیا تو ذکر کردہ آیات نازل ہوئیں کہ روزے کی رات تم اپنی بیویوں سے رشتہ زوجیت استوار کر سکتے ہو اور صبح صادق کے ظہور سے پہلے تمہیں خورد و نوش کی بھی اجازت ہے ۔ اس حکم کے نازل ہونے پر صحابہ کرام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ۔ نیز بخاری شریف میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جب رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام رمضان بھر اپنی بیویوں سے دور رہتے تھے جب کہ بعض صحابہ کرام سے تساہل ہوا جس کے نتیجہ میں اللہ پاک نے تنبیہہ کی اور بتایا کہ اللہ کے علم میں ہے کہ تم خیانت کے مرتکب ہو رہے ہو اس لئے اللہ پاک نے تمہاری توبہ کو قبول فرما کر تمہیں معاف کر دیا ہے اور اب روزے کی رات بیویوں کے ساتھ شب باشی کی اجازت عطا کر دی ہے ۔ چنانچہ ذکر کردہ آیت میں (الرفث) سے مقصود مجامعت کرنا ہے ۔ چنانچہ مجامعت کی اجازت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ خاوند بیوی کے تعلقات کو لباس سے تعبیر کیا ہے کہ ہر بیوی اپنے خاوند کے لیے لباس ہے اور خاوند بیوی کے لیے لباس ہے ۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح لباس جسم کے ساتھ ملا ہوتا ہے اس طرح خاوند بیوی کا لباس ہے اور بیوی خاوند کا لباس ہے ۔ نابغہ ذبیانی کے ایک شعر کے مفہوم سے اس کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں ۔

(إِذَا مَا الضَّجِيعُ ثَنٰى جِيدَهَا تَدَاعَتْ فَكَانَتْ عَلَيْهِ لِبَاسَا)

" جب خاوند بیوی کی گردن کو پکڑتے ہوئے اپنی جانب جھکاتا ہے تو وہ خاوند کے جسم پر اس طرح جھکاؤ کرتی ہے اور ملاپ کرتی ہے جیسے لباس بدن کے ساتھ ملا ہوتا ہے ۔ گویا کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے فراش ہوتے ہیں ۔ " (قرطبی ج ۱ ص ۳۱۴ ۔ ۳۱۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنسی تعلق کے لحاظ سے خاوند بیوی سے اور بیوی اپنے خاوند سے ہرگز مستغنی نہیں رہ سکتے جس طرح لباس جسم کو چھپاتا ہے جسم کے عیوب پر پردہ ڈالتا ہے بلکہ انسان کے جسم کو زینت عطا کرتا ہے اور قدرتی حسن و جمال میں مزید کشش پیدا کرتا ہے اسی انداز کے مطابق خاوند اپنی بیوی کے لیے پردہ بنتا ہے خاوند کے سبب اس کے عیوب نمایاں نہیں ہوتے عورت کو خاص قسم کا کیف اور سرور حاصل ہوتا ہے اسی طرح خاوند بھی خود کو بیوی کی موجودگی میں ہشاش بشاش سمجھتا ہے ۔ بیوی خاوند کے لئے جنت اور خاوند بیوی کے لئے جنت ثابت ہوتے ہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ اسلام نے عورت کو وہ مقام عطا کیا ہے جو اس سے پہلے اسے حاصل نہ تھا!

اسلام عورت کی آزادی اور بے راہروی کو بنظر استحقار دیکھتا ہے اس کے رقص و سرود اور اس کی جسم فروشی کو ناجائز قرار دیتا ہے اسلام غیرت کی تلقین کرتا ہے اور یورپ کی بے حیائی بے شرمی کے انداز سے زندگی بسر کرنے کو بے غیرتی قرار دیتا ہے خاوند بیوی کا رشتہ ایسا اونچا رشتہ ہے جس کے سبب دونوں کو سکون میسر آتا ہے اور زندگی کا ایک ایک لمحہ ناقابل فراموش خوشیوں مسرتوں سے معمور ہوتا ہے جب کہ دونوں کا ایک دوسرے سے الگ زندگی بسر کرنا خاصا مشکل ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ جب سفر فرماتے تو قرعہ اندازی فرماتے جس بیوی کا قرعہ نکلتا اسے سفر میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے ۔

روزہ کی رات کو مباشرت کی اجازت عطا کرنے میں بھی یہی حکمت پوشیدہ ہے ۔ مباشرت سے مقصود انسانی نسل میں اضافہ کرنا ہے اس کے ساتھ حصول لذت بھی ہے بلکہ زنا سے تحفظ ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ " بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا صدقہ ہے "صحابہ کرام نے استفسار کیا شہوت اور لطف اٹھانے میں بھی صدقہ ہے ؟ آپ نے فرمایا اگر حرام جگہ شہوت رانی ہو تو کیا گناہ نہیں ہے صحابہ کرام نے جواب دیا بالکل گناہ ہے آپ نے فرمایا جب وہ حلال طریق سے اپنی شہوت کو پورا کرتا ہے تو اسے اجر و ثواب حاصل ہو گا ۔ خیال رہے کہ بیوی کے ساتھ مجامعت کا تعلق صرف لذت اندوزی کی حد تک نہیں ہونا چاہیے بلکہ (ارشاد ربانی ہے۔

وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (البقرہ ـ ۱۸۷) " جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے تقدیر میں ثبت فرمایا ہے اس کو تلاش کرو" ۔

یعنی نسل آدم کی بقا کے لئے بھی ذہن میں جذبہ موجود رہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تم ایسی عورتوں سے نکاح کرو جن سے زیادہ بچے پیدا ہوں اور وہ خاوند کے ساتھ محبت و الفت کے ساتھ رہیں ۔ اس لئے کہ امت محمدیہ کی کثرت کے سبب دیگر انبیاء علیہم السلام پر میں فخر کروں گا ۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ضبط ولادت کا بھی رد ہو رہا ہے اس کا مقصد تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں جس قدر اضافہ ہو کم ہے !

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ كُلُوا وَ اشْرَبُوا :۔ روزے کی رات نہ صرف یہ کہ بیوی کے ساتھ مباشرت کی اجازت ہے بلکہ صبح صادق کے ظہور سے پہلے تک کھانے پینے کی بھی اجازت ہے قرآن پاک میں سیاہ دھاگے سے صبح کاذب اور سفید دھاگے سے مراد صبح صادق ہے چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ صبح کاذب کے وقت میں جب کہ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی ہوتا اذان کہتے تاکہ لوگ نیند سے بیدار ہوں اور قیام کرنے والے حضرات قیام بند کر کے سحری اور نماز فجر کی تیاری کریں ۔ اور فجر کی اذان جس کے ساتھ کھانے پینے کی بندش ہوتی تھی وہ اذان عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صحابی دیا کرتے تھے ۔ ان کی اذان پر کھانا پینا ممنوع قرار پاتا تھا ۔ افطاری اور سحری میں محتاط ہونے کی ضرورت ہے ۔ افطاری میں چند سیکنڈ تاخیر کرنا اور سحری میں بھی چند سیکنڈ تقدیم کرنا مناسب ہے یاد رہے ! جب صبح صادق سے پہلے کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونے کی اجازت ہے تو ظاہر ہے کہ وہ صبح صادق کے وقت جنبی ہے اور جنبی حالت میں بلا غسل کے اس کو روزہ رکھنے کی اجازت ہے ۔ وہ اگر صبح صادق کے بعد غسل جنابت کرتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے ۔ بخاری شریف میں وارد ہے ۔

عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجامعت کے سبب (احتلام کے سبب نہیں) صبح کاذب کے وقت جنبی ہوتے سحری تناول فرماتے اور غسل فرماتے ۔

ثُمَّ اَتِمُّو الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ :۔ رات آنے پر روزہ افطار کیا جائے ۔ روزہ افطار کرنے میں جلدی کی جائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "لَنْ یَزَالَ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ " اس وقت تک لوگوں میں خیر رہے گی کہ جب تک وہ روزے کے افطار میں جلدی کریں " دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں جو روزے کے افطار میں تاخیر نہ کریں معلوم ہوا کہ دو روزے یا اس سے زیادہ روزے اس کیفیت کے ساتھ رکھے جائیں کہ ایک دن سحری تناول کر کے دوسرے دن سورج کے غروب ہونے پر روزہ افطار کیا جائے اس کا نام شریعت کی زبان میں وصال ہے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہاں آپ کے لئے ایسا کرنا جائز تھا اور آپ اس طرح کیا کرتے تھے آپ نے وضاحت کی ہے کہ میں رات گزارتا ہوں اگرچہ بظاہر کھانے پینے سے کنارہ کش رہتا ہوں لیکن اللہ پاک مجھے کھلاتے پلاتے ہیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے ۔ ہاں سحری سے سحری تک کا وصال کرنا درست ہے ۔ (بخاری)

وَلَا تُبَاشِرُوْ هُنَّ وَاَنتُمْ عَاكِفُونَ فِی الْمَسَاجِد :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر اعتکاف بیٹھتے رہے یہاں تک کہ اللہ پاک نے آپ کو فوت فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی بیویاں بھی اعتکاف بیٹھا کرتی تھیں ۔ اعتکاف کی حالت میں معتکف کی بیوی اپنے خاوند سے ملاقات کر سکتی ہے جیسا کہ صفیہ ام المومنین رضی اللہ عنہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آنے کا واقعہ بخاری و مسلم میں مذکور ہے ۔ آپس میں گفتگو کرنے کی اجازت ہے لیکن معانقہ اور بوس و کنار کی اجازت نہیں ہے تاکہ شہوت میں اشتعال نہ آ جائے اور اعتکاف کے فاسد ہونے کا خدشہ ظہور پذیر نہ ہو جائے ۔ البتہ صحیح حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر میرے نزدیک کرتے ۔ میں آپ ﷺ کے سر مبارک کی کنگھی کرتی جب کہ میں حائضہ ہوتی تھی اور آپ ﷺ میرے حجرہ میں قضائے حاجت وغیرہ کے لئے آ جایا کرتے تھے ۔

جب کہ مباشرت بوس و کنار وغیرہ سے روکا گیا ہے اور انہیں (حدود اللہ) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۵ ـ ۳۳۷)

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۸﴾

اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوت) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھاجاؤ اور اسے تم جانتے بھی ہو ۔

اس سے پہلے رمضان کے روزوں کا ذکر تھا جس میں ایک متعین وقت میں حلال کھانوں اور پاکیزہ مشروبات کے تناول نیز دن بھر ازدواجی تعلقات سے منع کیا گیا تھا اب اس کے بعد کسی دوسرے شخص کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا اور رشوت لینے سے روکا گیا ہے تاکہ رمضان المبارک میں روحانیت جس قدر پاکیزہ اور بہتر ہوئی ہے اس میں فساد رونما نہ ہو بلکہ مستقبل میں اس میں اضافہ ہو دل میں روشنی نمودار ہو اور اللہ کی عبادت کی جانب کشش زیادہ ہو اگرچہ قرآن پاک میں لا تاکلوا کا جملہ مذکور ہے جب کہ مقصود صرف کھانا پینا ہی نہیں بلکہ مال ناجائز طریقہ سے حاصل نہ کیا جائے اس سے اللہ پاک ناراض ہوں گے پھر جس قدر کسی شخص کی تقدیر میں ثبت ہو چکا ہے کہ اسے اتنا مال میسر آئے گا اس سے زیادہ تو اسے کسی صورت میں نہیں مل سکتا! تو پھر ناجائز ' ذرائع سے کیوں مال و دولت کے جمع کرنے میں دوڑ دھوپ کی جائے ؟

چونکہ بعض اوقات حکام وقت کے توسط سے انسان کو مال میسر آتا ہے جب انسان بظاہر واضح دلائل پیش کرتا ہے لیکن چونکہ مخالف فریق اس کا جواب دینے سے عاجز آ جاتا ہے اس طرح ناجائز مال اس کی ملکیت میں آ جاتا ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا " کبھی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ دو شخص مال و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دولت کے بارے میں اپنا فیصلہ کرانے کے لئے میرے پاس آتے ہیں جب کہ ان میں سے ایک فریق اپنا کیس نہایت خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہے میں اس کی چرب لسانی سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں لہٰذا سن لیں میں جس شخص کے حق میں اس کی موثر گفتگو کے سبب فیصلہ دیتا ہوں تو گویا میں اس کو دوزخ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔" اس صورت میں گناہگار حاکم نہیں ہو گا بلکہ وہ شخص ہو گا جس نے اپنی ہوشیاری اور چرب لسانی سے مجھے متاثر کیا اور میں نے اس کے حق میں فیصلہ کیا۔ نیز اس آیت میں تدلوا کا جملہ اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ جس طرح ڈول کنوئیں میں پوشیدہ انداز سے لٹکایا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کنوئیں سے پانی حاصل کیا جائے اسی طرح حاکم وقت اور منصف کو رشوت پیش کر کے اس سے غلط فیصلہ کرواتا ہے گویا کہ اس نے بھی حاکم کی جانب رشوت کا ڈول پھینکا ہے۔ مقصود ناجائز انداز سے اپنے دیگر بھائی کے مال کو اپنی تحویل میں لینا ہے۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر ہوتا ہے۔ اس کے ناجائز ہونے میں ہرگز شک و شبہ نہیں ہے۔ معلوم ہوا قاضی کا فیصلہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار نہیں دے سکتا۔ قاضی کے فیصلہ کو ظاہر پر محمول کیا جائے اس نے بظاہر گواہوں کی گواہی کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ جب کہ قاضی انسان ہے اس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے اور وہ کبھی صحیح سمت کے مطابق بھی فیصلہ کر پاتا ہے۔ غلط فیصلہ کی صورت میں قیامت کے دن حشر کے میدان میں ان کے درمیان اللہ پاک مالک مطلق شہنشاہ صحیح فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ حق دار کو اس کا حق عطا ہو گا اور قاضی کی غلط فہمی سے جس نے مال کو اپنا سمجھا اس کو حسرت اور ندامت حاصل ہو گی۔ (نظم الدرر ج ۳ ص ۹۵ - ۹۶، ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۸)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِھَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝١٨٩

(اے محمد ﷺ) لوگ تم سے نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی میعادیں) اور حج کے وقت معلوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا ذریعہ ہے اور نیکی اس بات میں نہیں کہ (احرام کی حالت میں) گھروں میں ان کے پچھواڑے کی طرف سے آؤ بلکہ نیکوکار وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ نجات پاؤ

روزوں کے احکام کے بعد مال کے احکام ذکر ہوئے ان کے درمیان مناسبت سے آگاہ کیا جا چکا ہے رمضان کے روزے متعین وقت کے ساتھ ہیں اس سے تجاوز نہیں کرتے ہیں جب کہ مال حج کی ادائیگی کے لئے وسیلہ ہے اور حج کا فریضہ حرمت والے مہینوں میں ادا ہوتا ہے اگر حرمت والے مہینوں میں مسلمانوں پر زیادتی کی جائے تو مدافعت کے لئے جواباً" ان سے لڑائی کی اجازت ہے۔ اس مناسبت سے روزوں اور مال کے مسائل ذکر کرنے کے بعد حج کی عبادت اور مسلمانوں پر حرمت والے مہینوں میں زیادتی کرنے پر لڑائی کی اجازت عطا کرتے ہوئے آغاز میں چاند کے اختلاف کے سبب کو واضح کیا ہے۔

خیال رہے پہلی رات سے تیسری رات اور آخر ماہ کی تین رات کے چاند کو ہلال کہا جاتا ہے۔ چاند کا عام نام قمر اور چودھویں رات کے چاند کا نام البدر ہے ہلال کا لفظ اھل سے ماخوذ ہے۔ جس کا مفہوم آواز بلند کرنا ہے چونکہ جب پہلی رات کا چاند نمودار ہوتا ہے تو جو لوگ چاند دیکھ لیتے ہیں وہ اونچی آواز کے ساتھ چاند دیکھنے کی خبر دیتے ہیں اس لئے اس کا نام ہلال رکھا گیا چاند کے بارے میں ان کا سوال یہ نہیں تھا کہ چاند کے کم وبیش ہونے کا سبب کیا ہے اس لئے کہ اس سوال کا تعلق سائنس اور علوم فلکیات سے ہے بلکہ وہ جاننا چاہتے تھے کہ چاند کے کم و بیش ہونے سے کیا فوائد مرتب ہوتے ہیں ہمیں ان سے آگاہ کیا جائے غور کیا جائے تو قرآن پاک میں اس انداز کے چودہ سوالات موجود ہیں آیت مذکورہ میں جواب دیا گیا ہے کہ اسلام میں قمری مہینہ کی تاریخوں سے تمام معاملات طے ہوں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی کہ کبھی چاند انتیس کا اور کبھی تیس کا ہوتا ہے چنانچہ رمضان المبارک کے روزے عورتوں کی عدت حج و عمرہ کے احکام حرمت والے چار ماہ کا تعین چاند کے حساب سے ہی ہے بلکہ خرید و فروخت میں لین دین کی تواریخ کا تعلق بھی چاند کی تاریخ سے وابستہ ہے۔

اسلام میں ہجرت کے سال سے اسلامی کیلنڈر مرتب ہوتے ہیں اور اسلامی ڈائریاں طباعت پذیر ہوتی ہیں زکوٰۃ کے مسائل کا تعلق بھی قمری ماہ کے ساتھ وابستہ ہے ہر شخص خواہ تعلیم یافتہ ہو یا جاہل ہو وہ قمری حساب کے معلوم کرنے میں دشواری محسوس نہیں کرتا لیکن شمسی حساب سے آگاہی حاصل کرنا ہر کس و ناکس کے لئے مشکل ہے جبکہ بعض اوقات قمری تاریخ کا علم نہ ہو تو چاند کے حجم سے اندازہ لگا کر تاریخ کا پتہ چل سکتا ہے۔ چاند کے کم و بیش ہونے کا سبب کیا ہے؟ اس کا جواب تو اسی انداز کا ہے جس طرح کا انداز اس سوال کے جواب میں اختیار کیا گیا کہ وہ آپ ﷺ سے روح کے بارے میں سوال کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اللہ پاک نے فرمایا اے محمد ﷺ ! آپ ان کو بتائیں کہ روح کی حقیقت کو معلوم کرنا آسان نہیں تم اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہو اسی طرح ان کے سوالوں کا جواب علم ریاضی اور فلکیات سے جس کو معلوم کرنے سے وہ کورے تھے بلکہ ان کا یہ سوال بالکل اسی انداز کا ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ دور جاہلیت میں حج کا احرام باندھنے والے لوگ جب دوران حج یا ادائیگی حج کے بعد گھر کے دروازے سے گھر داخل ہونے کے بجائے گھر کی عقبی جانب سے دیوار گرا کر یا دیوار پھاند کر داخل ہوتے تھے بالکل اسی طرح ان کو یہ سوال کرنا چاہیے تھا کہ چاند کے کم و بیش ہونے سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن اس سبب کے بارے میں ان کا سوال گھر کے عقبی دروازے سے داخل ہونے کے مترادف ہے جیسا کہ جب رسول اکرم ﷺ نے کھجور کے درخت کا پیوند کرنے سے اشارۃً منع فرمایا نتیجۃً پھل پہلے سے کم آیا تو صحابہ کرام نے شکوہ کیا کہ پھل کم آیا ہے تو آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں جواب دیا کہ اَنتُم اَعلَمُ بِاُمُورِ دُنیَاکُم " دنیوی معاملات کو تم بہتر جانتے ہو " اور مزید برآں اگر کوئی کام صحیح طریقہ سے سرانجام دیا جائے تو اہل عرب کہتے ہیں انه اتی البیت من بابه "کہ وہ گھر میں دروازے سے داخل ہو" یعنی اس نے کام نہیں کیا اس نے صحیح کام کیا لیکن اگر کام غلط طریقہ سے کیا جائے تو کہتے ہیں اِنَّهٗ لَم یَاْتِ البَیتَ مِن بَابِهٖ " وہ گھر میں دروازے سے داخل نہیں ہوا " یعنی اس نے صحیح کام نہیں کیا پس ان کا یہ سوال بھی کہ سبب کیا ہے ؟ اسی قبیل سے ہے اس وضاحت سے باہم ربط اور مناسبت بھی واضح ہے ۔ (المنار ج۲ ص ۲۰۶)

واتقوا اللّٰہ :۔ اللہ پاک جو شہنشاہ ہے تمام افعال میں اس سے ڈرو خواہ تم نے کوئی کام کرنا ہے یا کسی کام کو چھوڑنا ہے اور اطمینان رکھو کہ اللہ پاک کے ارشادات اور اس کے افعال کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں ہرگز شک و شبہ نہ کرو نہ کسی قسم کا اعتراض کرو اسی میں تمہاری کامیابی ہے البتہ سوالات کے سلسلہ سے بچاؤ اختیار کرو ارشاد نبوی ﷺ ہے " اُترُکُونِی مَاتَرَکتُکُم " "کہ یعنی جب تک میں تمہیں کسی حکم کے بارے میں وضاحت نہ کروں اس وقت تک تم سوال نہ کرو تم سے پہلی امتوں کو زیادہ سوالات کرنے نے تباہ و برباد کر دیا "۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَ
أَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ
وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن
قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾ فَإِنِ انتَهَوْا
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٢﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَ
يَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٩٣﴾

اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۔ اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکے سے) وہاں سے تم بھی ان کو نکال دو ۔ اور (دین سے گمراہ کرنے کا) فساد قتل و خونریزی سے کہیں بڑھ کر ہے ۔ اور جب تک وہ تم سے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس نہ لڑیں تم بھی وہاں ان سے نہ لڑنا ۔ ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان کو قتل کر ڈالو ۔ کافروں کی یہی سزا ہے ۔ اور اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابود ہو جائے اور (ملک میں) اللہ کا ہی دین چھا جائے اور اگر وہ (فساد سے) باز آجائیں تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں (کرنی چاہیئے)

مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمانے کے بعد جہاد کے بارے میں یہ پہلی آیت ہے جو نازل ہوئی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان لوگوں سے رسول اکرم ﷺ برسرپیکار رہے جو آپ ﷺ کے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے میدان جنگ میں اترے یہاں تک کہ سورہ برات نازل ہوئی اس آیت کے مفہوم سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں جو لوگ میدان جنگ میں کود پڑے تھے ان کے خلاف مسلمانوں کو برانگیختہ کرنا تھا جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لڑائی کررہے تھے ۔ جس طرح تمام مشرکین تمہارے خلاف مقابلہ کر رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ تمام کے تمام مقاتلہ کرو اور جس طرح انہوں نے تمہیں ملک سے نکالا ہے تم بھی انہیں ان کے ملک سے نکالو مقصود یہ ہے کہ تم اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بھرپور مساعی کے ساتھ ان کے مقابلہ میں نکلو لیکن زیادتی نہیں کرنی ہو گی یعنی عورتوں ' بچوں ' بوڑھوں راھبوں کو قتل نہیں کرنا ہو گا ان کی لاشوں کا مثلہ بھی نہیں کرنا ہو گا کہ ان کے ناک ' کان ' ہونٹ کاٹ کر ان کی لاش کو خراب کرو صحیح مسلم میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں اللہ کے راستہ میں جہاد کرو غنیمت کے مال میں خیانت سے خود کو بچاؤ کسی کو امان دینے کے بعد اس کے ساتھ دھوکہ نہیں کرنا ہو گا کسی کی لاش کا مثلہ نہیں کرنا ہو گا بچوں اور گرجا گھروں کے پادریوں کو قتل نہیں کرنا ہے (مسلم باب الجهاد) بخاری مسلم میں ہے کسی جنگ میں ایک عورت کو آپ ﷺ نے دیکھا کہ اسے قتل کیا گیا ہے تو آپ نے اس کا بُرا منایا اور فرمایا کفار کی عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے ۔ ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۰

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ یاد رکھیں ! زیادتی کرنا برا کام ہے اللہ کو ہرگز پسند نہیں لیکن احرام کی حالت میں حرم کی سرزمین میں اور حرمت والے مہینوں میں اس کی شناعت میں کتنا قدر مزید اضافہ ہو گا!!

وَاقْتُلُوْا هُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ :۔ (جب ان کے ساتھ جنگ کا آغاز ہو جائے تو) جہاں بھی تم انہیں دیکھو اور پاؤ انہیں موت کے گھاٹ اتار دو ۔ (تمہیں ہرگز یہ خیال نہ آئے کہ تم حرم کی سرزمین میں ہو)۔

وَاَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ جب انہوں نے تمہیں مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء مہاجرین کو مکہ مکرمہ سے جلا وطن کیا ۔ ان پر مصائب و مظالم کے پہاڑ توڑے گئے ۔ انہیں نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ یہاں تک کہ پھر تمہیں عبادت ادا کرنے کی نیت سے بھی مکہ میں داخل ہونے میں شدت کے ساتھ مزاحم ہوئے ۔ ان کی مزاحمت کے جواب میں رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام اس شرط کو بصورت مجبوری تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آئندہ سال عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئیں گے ۔ تین روز اقامت کر کے عمرہ کی ادائیگی کے بعد واپس مدینہ منورہ چلے جائیں گے ۔ لیکن مشرکین مکہ نے صلح حدیبیہ کو پاش پاش کرنے میں اقدام کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام نے مصالحت کی روش کو اختیار کیا۔ ان کا مقابلہ نہ کیا اور اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے کہ انہوں نے دین اسلام کو تلوار کے زور کے ساتھ نہیں پھیلایا بلکہ دعوت و ارشاد کے انداز کو اپنایا۔ صحابہ کرام کے بارے میں ان کا دشمن ہی شاید یہ ڈھنڈورہ پیٹے کہ انہوں نے صلح امن و آتشی کو خیرباد کہہ کر تلوار کے زور کے ساتھ اسلام کی اشاعت کی۔

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ :- کفار مکہ کا تم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا اور گوناگوں اذیتوں میں مبتلا کرتے ہوئے حرم پاک سے نکالنا مال و متاع پر ناجائز قبضہ کرنا یقیناً" قتل کرنے سے بھی زیادہ شنیع ہے کسی انسان کو اس کے عقائد سے باز رہنے کے لئے اسے گوناگوں مصائب سے دو چار کرنا اذیتوں سے ہم کنار کرنا تا کہ وہ اپنے ان عقائد سے تائب ہو جائے جن کو وہ اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے اور اس کا ذہن اور اس کی عقل اس کو اس کے چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہونے دیتی ہے واقعتاً" مصائب کا یہ پہاڑ قتل سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے۔ سورۃ حج کی ایک آیت میں اس کی وضاحت موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْر اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (الحج ۔ ۳۸ تا ۳۹)

" جن مسلمانوں سے (خوامخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت دی گئی ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی (مدد کریگا) یقیناً" اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

بعض مفسرین نے فتنہ کو شرک کے معنی میں ذکر کیا ہے کہ ان کا حرم پاک میں شرک کرنا صحابہ کرام کے مقاتلہ سے زیادہ ہے جب تک شرک کا سنگین قلع قمع نہ ہو جائے تم نے حرم پاک اور حرمت والے مہینوں میں کفار کے ساتھ لڑائی کو جاری رکھنا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

" مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" جو شخص اس لئے لڑائی کرتا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو اس کا لڑائی کرنا فی سبیل اللہ ہے۔" بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَقُوْلُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

" مجھے اس وقت تک لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ لا اللہ کا اقرار نہ کرلیں جب وہ اس کا اقرار کریں تو ان کا خون اور مال محفوظ ہو گا۔"

لیکن اگر وہ شرک و کفر سے تائب ہو جائیں تو ان سے ہرگز مزاحمت نہ کی جائے اس کے باوجود جو ان پر ظلم کرے گا اسے ظالم سمجھا جائے گا اور ان کے مقاتلہ کو فتنہ قرار دیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۖ وَاَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

ادب کا مہینہ ادب کے مہینے کے مقابل ہے اور ادب کی چیزیں ایک دوسرے کا بدلا ہیں۔ پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے اور اللہ کی راہ میں (مال) خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ذوالقعدہ سن ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ مشرکین مکہ نے انہیں آگے جانے سے روک دیا حدیبیہ مقام پر گفت و شنید کے بعد اس بات پر اتفاق ہوا کہ چند شرائط کے ساتھ آئندہ سال حرمت والے مہینہ میں آپ عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ کا سفر کر سکتے ہیں چنانچہ آپ ﷺ اور کچھ صحابہ کرام آپ ﷺ کی معیت میں اس مقصد کے لیے نکلے تو صحابہ کرام نے خدشہ محسوس کیا کہیں ایسا نہ ہو کہ گزشتہ سال کی طرح اس دفعہ بھی وہ مزاحم ہو جائیں تو اللہ پاک نے فرمایا اگر وہ حرمت والے مہینوں کا احترام نہ کریں اور تم سے برسرپیکار ہوں تو تم بھی ان سے برسرپیکار ہونے میں کچھ خدشہ محسوس نہ کرو اصل مقصد یہ ہے کہ آپ کی جانب سے آغاز نہیں ہونا چاہیے اگر وہ حرمت والے مہینوں میں حملہ آور ہوں تو تم دفاع کر سکتے ہو اس کے بعد ایک قانون کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر مشرکین مکہ حرمت والے مہینوں کی حرمت کو پامال کر رہے ہیں تو تم بدلے میں ان کے ساتھ وہی انداز اختیار کر سکتے ہو جو وہ کر رہے ہیں گویا کہ تم بصورت قصاص حرمت والے مہینوں کی حرمت کو پامال کر رہے ہو اور یہ اضطراری صورت ہے اس کے بغیر چارہ کار ہی نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ جملہ میں اختصار بھی ہے اور حسن بھی کار فرما ہے بعد ازاں اسی حکم کی تائید ہو رہی ہے کہ جو شخص تم پر زیادتی کرتا ہے اس کے برابر اگر تم قصاصا" اس پر زیادتی کر رہے ہو تو اس میں کچھ قباحت نہیں ہے لیکن اس کو زیادتی کے ساتھ علم بدیع کی اصطلاح میں مشاکلت کے لحاظ سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ جَزاء سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا میں بدلے کو بھی سئیة کے لفظ کے ساتھ بطور مشاکلت کے ذکر کیا ہے جب کہ حقیقت میں برائی کا بدلہ برائی نہیں ہے بلکہ یہ تو انصاف کی ایک صورت ہے ! نیز اس حقیقت کی جانب بھی اشارہ ہے کہ دشمن نے جن آلات کے ساتھ تم پر حملہ کیا ہے ان آلات سے ہی تمہیں ان پر حملہ آور ہونا چاہئے قصاص میں زیادتی نہ کی جائے اللہ کا ڈر ملحوظ خاطر رہے اس حقیقت پر یقین رکھیں کہ تقویٰ اختیار کرنے والوں پر اللہ کی مدد نازل ہوتی ہے ۔

وَاَنْفِقُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ :۔ حقیقت یہ ہے کہ کفر کے خلاف محاذ آرائی کے لئے جہاں عددی قوت ضروری ہے وہاں مال خرچ کرنے کی بھی ضرورت ہے جس سے اسلحہ خرید کیا جائے تاکہ صحیح معنی میں دفاع ہو سکے تو اللہ پاک نے مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اگر تم نے مال کو خرچ نہ کیا دشمن کے مقابلہ میں عددی قوت کے ساتھ ساتھ ہتھیاروں کے حصول میں بھی نہایت بے باکی کے ساتھ خرچ کرنے میں ایثار کا طریقہ اختیار نہ کیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا دشمن مادی لحاظ سے مضبوط ہو اور تم محض اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے میدان جہاد میں نکل آؤ تو دشمن اسلحہ کی قوت سے کہیں تمہیں موت کے گھاٹ نہ اتار دے نیز جس طرح کی جنگی چالبازوں سے دشمن آشنا ہے تمہیں بھی ان کا علم ہونا چاہیے لیکن بلا ضرورت مال ضائع کرنے سے دور رہو اسراف جائز نہیں ہے نیز اس وقت دشمن کے مقابلہ میں اترو جب تمہیں بجا طور پر کامیابی کی امید واثق ہو ناکامی کا اندیشہ نہ ہو اس آیت کی تشریح ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے جس کو حافظ ابن حجر نے (اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) کی تفسیر کے ضمن میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ روایت مسلم نسائی ' ابو داؤد ' ترمذی ' حاکم ابن حبان میں موجود ہے ۔

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قسطنطینیہ رومیوں کا عظیم لشکر میدان کارزار میں اترا تو مسلمانوں کی فوج سے ایک شخص نے رومیوں پر حملہ کر دیا اور شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھاتے ہوئے ان میں گھس گیا کچھ دیر بعد واپس اپنے لشکر کی جانب لوٹا اس کو اس کیفیت میں دیکھتے ہوئے مسلمانوں نے بلند آواز کے ساتھ بطور تعجب کے سبحان اللہ کا کلمہ کہا اور اس بات کا اظہار کیا کہ یہ شخص خود کو ہلاکت کے سپرد کر رہا ہے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن کر کہا اے لوگو ! تم قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر اس طرح کر رہے ہو حالانکہ یہ آیت انصار کے بارے میں اتری تھی مختصر" وضاحت سن لیں جب اللہ پاک نے دین اسلام کو غلبہ عطا کیا اور اسلام کے جاں نثاروں میں اضافہ ہوا تو ہم نے دبے لفظوں میں اس بات کا اظہار کیا کہ ہم نے خود کو میدان جہاد میں جس انداز سے جھونک دیا ہے اس کے نتیجہ میں ہماری مالی قوت کمزور ہو گئی ہے ہمیں اپنی مالی قوت کو بہتر بنانا چاہیے اس خیال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو غلط قرار دیتے ہوئے اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا کہ ہماری ہلاکت اور بربادی اس بات میں ہے کہ ہم اپنے گھروں میں بند ہو کر رہ جائیں اور میدان جہاد کو خیر باد کہہ دیں (فتح الباری ج ۸ ص ۱۸۵) صحیح ترمذی میں اضافہ ہے۔

بعد ازاں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہے وہیں شہید ہوئے روم کی سرزمین میں دفن ہوئے۔ (صحیح ترمذی علامہ البانی حفظہ اللہ تعالیٰ ج ۳ ص ۲۵) اسی حقیقت کو (اعراب القرآن) کے مؤلف نے نہایت عمدہ انداز میں پیش کیا ہے کہ ہماری تباہی بربادی کا پیش خیمہ یہ ہے کہ ہم نے جہاد کو ترک کیا اور اپنے اہل و عیال کی بود و باش کو ترجیح دی اور مال کے جمع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا (اعراب القرآن ج ۱ ص ۴۰۰) (تفسیر ثعالبی ج ۱ ص ۱۵۱)

وَ اَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ :۔ علامہ رشید رضا فرماتے ہیں کہ اسلام میں حق و صداقت کا دفاع شروع ہے نیز دعوت الی اللہ کی نشر و اشاعت میں کوشاں رہا جائے اسلام کی تاریخ میں یہ حقیقت مسلم ہے کسی شخص کو انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ اسلام امن ' آشتی ' حلم ' انسانیت کے ساتھ ہمدردی کا درس دیتا ہے وہ آغاز میں تلوار اٹھانے کو صحیح نہیں سمجھتا اسلم کے دشمنوں کا یہ کہنا ناانصافی پر مبنی ہے کہ اسلام تلوار کے ساتھ پھیلا ہے ہرگز نہیں اسلام کے پہلے راہ نما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا رحمت تھے اور آپ رحمۃ للعالمین کے لقب کے ساتھ جانے پہچانے جاتے ہیں چنانچہ مؤرخ فیلسوف غوستاف لوبان فرانسیسی جو متعدد کتب کے مصنف ہیں ان کا قول ہے۔ مَا عَرَفَ التَّارِیۡخُ فَاتِحًا اَعۡدَلَ وَلَا اَرۡحَمَ مِنَ الۡعَرَبِ تاریخ میں اہل عرب کے فاتحین سے زیادہ عدل و انصاف اور انسانیت کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے (المنار ج ۲ ص ۲۱۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾

اور اللہ (کی خوشنودی) کے لئے حج اور عمرے کو پورا کرو اور اگر (راستے میں) روک لئے جاؤ تو جیسی قربانی میسر ہو (کر دو) اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے سر نہ منڈاؤ اور اگر کوئی تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ہو تو (اگر وہ سر منڈالے تو) اس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔ پھر جب (تکلیف دور ہو کر) تم مطمئن ہو جاؤ تو جو (تم میں) حج کے وقت تک عمرے سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ جیسی قربانی میسر ہو کرے اور جس کو (قربانی) نہ ملے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات جب واپس ہو یہ پورے دس ہوئے۔ یہ حکم اس شخص کے لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کے اہل و عیال مکہ میں نہ رہتے ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ۔

بیت اللہ کا حج کرنا اس مسلمان شخص پر فرض ہے جو زاد راہ کے ساتھ ساتھ تندرست ہو سفر کی استطاعت رکھتا ہو حج زندگی میں ایک بار فرض ہے صحیح قول یہ ہے کہ سن ۶ ہجری میں حج فرض ہوا جن آیات کی تفسیر کی جا رہی ہے انکا نزول بھی سن ۶ ہجری میں ہے پہلی آیت میں اللہ پاک حج و عمرہ کی ادائیگی کا حکم دیتے ہوئے وضاحت فرما رہے ہیں کہ حج و عمرہ کے احکام کی مکمل ادائیگی اللہ کی رضا کے لئے ہو احرام باندھنے کے لئے تمام ملکوں کے الگ الگ میقات مقرر ہیں جہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھا جائے ۔ احرام سے مقصود غسل کے بعد دو ان سلی چادریں زیب تن کی جائیں اور احادیث صحیحہ میں جن کاموں سے "روکا گیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے ایک حدیث میں آپ ﷺ سے استفار کیا گیا حج کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا بلند آواز کے ساتھ لبیک کی صدائیں بلند کی جائیں اور ۱۰ ذوالحجہ کو کم از کم ایک جانور کی قربانی دی جائے اس سے زیادہ بھی جانوروں کی قربانی کرنا مستحب ہے چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے سن دس ہجری میں ایک ہی حج فرمایا تو آپ ﷺ نے سو اونٹ کی قربانی دی ۶۳ اونٹ کا آپ ﷺ نے نحر کیا اور باقی ۳۷ قربانیوں کا نحر علی رضی اللہ عنہ نے کیا ایک دوسری روایت میں مذکور ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے استفار کیا حج کرنے والے انسان کی کیفیت کیا ہونی چاہیے ؟ تو آپ نے فرمایا الشعث التفل اس کے سر' داڑھی کے بال بکھرے ہوئے پراگندہ ہوں اور کپڑے میلے کچیلے ہوں مسلسل سفر کی وجہ سے کپڑوں اور جسم سے بدبو آ رہی ہو حج میں عظیم رکن ذوالحج کی نویں تاریخ کو عرفات کی وادی میں حاضر ہونا ضروری ہے آپ ﷺ نے فرمایا الحج عرفة) حج اس شخص کا درست ہے جو ذوالحجۃ کی نویں تاریخ کو عرفات حاضر ہوا اور ظہر' عصر کی نمازیں ظہر کے وقت میں جمع تقدیم کے ساتھ ادا کیں مزید وضاحت سورہ حج میں ملاحظہ فرمائیں جبکہ عمرہ میں میقات سے احرام باندھنے کے بعد بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے جائیں اور مقام ابراھیم کے قریب دو نفل ادا کئے جائیں اگر ممکن ہو تو حجر اسود کا بوسہ لیا جائے وگرنہ اشارہ کافی ہے ہاتھ سے یا جو چیز ہاتھ میں ہو عصا وغیرہ اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے جائیں اور صفا کی جانب سے آغاز کرتے وقت اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ " کے ساتھ دعا کی جائے اس کے بعد وہ انسان حلال ہو جائے گا اور اس کا عمرہ مکمل ہے ۔

خیال رہے عمرہ سال بھر میں جب آپ چاہیں ادا کر سکتے ہیں لیکن حج کے لئے ذوالحجہ کا مہینہ مقرر ہے ۔ بہرحال ۹ ذوالحجۃ کو عرفات پہنچانا رکن ہے ان دونوں کی ادائیگی رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں کی جائے اور خالصتا" اللہ کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہو حج کے دوران بیہودہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضول باتوں اور باہم دگر تصادم اور تنازعات سے گریز ضروری ہے لیکن اگر عمرہ کی ادائیگی میں دشمن رکاوٹ بن رہا ہے یا بیماری کا اتنا زور دار حملہ ہوا کہ اس کے لئے مکہ مکرمہ جانا ممکن نہیں ہے تو پھر بکری ' گائے ' اونٹ جس جانور کی قربانی آسانی کے ساتھ ممکن ہو اس کی قربانی کرے قربانی کے بعد حجامت بنوا کر حلال ہو جائے گا تو اسے فدیہ دینا ہو گا تین کاموں میں سے اسے اختیار ہے جس کا وہ فدیہ دینا چاہتا ہے دے سکتا ہے اولاً" تین دن کے روزے رکھے یا چھ مساکین کو کھانا کھلائے ہر مسکین کو دو پیالے کھانے کے مہیا کرے یا بکری ذبح کرے جیسا کہ انہیں بتایا ہے کہ جو شخص حج تمتع کرے جب کہ اس کی رہائش حرم پاک میں نہیں ہے تو وہ بکری ' گائے اونٹ کی قربانی کرے جس کی اسے سہولت ہے وہ کرے اگر قربانی کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو ذوالحجۃ کے آغاز میں ۹ ذوالحجۃ تک تین دن روزے رکھے اور گھر پہنچ کر سات دن روزے رکھے مزید انہیں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے احکام الٰہیہ پر عمل کرنے شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرنے نیز اللہ کے احکام کی ادائیگی میں غفلت سے احتیاط کرے اور شریعت اسلامیہ کو حقیر نہ سمجھے۔

کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی روشنی میں حج کی تین قسمیں ہیں

۱۔ ایک قسم حج افراد ہے کہ حرمت والے مہینوں میں صرف اکیلے حج کا احرام باندھ کر ادا کیا جائے

۲۔ دوسری قسم حج قران ہے اس میں حج ' عمرہ دونوں کا احرام باندھا جاتا ہے عمرہ کے احکام ادا کرنے سے حلال نہیں بلکہ حج کے ارکان ادا کرنے کے بعد دس ذوالحجہ کو حلال ہونا ہوتا ہے رسول اکرم ﷺ نے زندگی میں ایک ہی حج ادا کیا ہے جسے حجۃ الوداع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے آپ ﷺ کا یہ حج حج قران تھا اس میں عمرہ کے مناسک ادا کرنے کے بعد حلال نہیں ہو سکتا چونکہ آپ ﷺ اپنے ساتھ قربانی کے جانور لائے تھے اس لئے آپ ﷺ دس ذوالحجہ سے پہلے حلال نہیں ہو سکتے تھے البتہ آپ نے تمتع کو افضل قرار دیتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا ہے۔ " لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً " اگر مجھے پہلے علم ہو جاتا جس کا علم مجھے بعد میں ہوا تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور میں عمرہ کر کے حلال ہو جاتا گویا کہ آپ ﷺ نے حج تمتع کی خواہش فرمائی ہے لیکن آپ تمتع نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ آپ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔

خیال رہے حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا دور جاہلیت میں معیوب سمجھا جاتا تھا دور جاہلیت میں ان کا مشہور قول ہے۔ إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ وَعَفَا الْوَبَرْ وَانْسَلَخَ صَفَرْ فَقَدْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ " حج کے سفر کے سبب جب سواری والے جانوروں کی پشت کے زخم مندمل ہو جائیں گے جانوروں کے بال کچھ بڑھ جائیں گے اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے گا تو تب عمرہ کرنے والوں کیلئے عمرہ کرنا درست ہو گا " لیکن ذکر کردہ آیت میں حج کے ساتھ عمرہ کرنے کی بھی اجازت دی ہے اگر عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کر لیا جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلال ہونے کے بعد حج کا احرام باندھا جائے تو اس کا نام شریعت کی اصطلاح میں حج تمتع ہے اس میں حلال ہونے کی سہولت موجود ہے جو حج قران میں نہیں ہے اسی میں دونوں سے دس ذوالحجہ کو ہی حلال ہوا جاتا ہے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمَاسُقْتُ الْھَدْیَ "اگر مجھے ان باتوں کا پہلے علم ہو جاتا جن کا بعد میں علم ہوا ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا اور میں عمرہ کی ادائیگی کے بعد حلال ہو جاتا پھر حج کا احرام باندھ لیتا "گویا کہ اب اسلام میں تمتع کرنا افضل ہے جس کی خواہش کا اظہار رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ۫ وَ اتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۹﴾

حج کے مہینے (معین ہیں جو) معلوم ہیں تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرلے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی برا کام کرے نہ کسی سے جھگڑے اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا اور زاد راہ (یعنی رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر (فائدہ) زاد راہ (کا) پرہیز گاری ہے اور اے اہل عقل مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ اس کا تمہیں کچھ گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بذریعہ تجارت)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے پروردگار سے روزی طلب کرو ۔ اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (یعنی مزدلفہ) میں اللہ کا ذکر کرو ۔ اور اس طرح اس کا ذکر کرو جس طرح اس نے تم کو سکھایا اور اس سے پیشتر تم لوگ (ان طریقوں سے) محض ناواقف تھے ۔

پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا (اور) رحمت کرنے والا ہے ۔

گذشتہ اوراق میں حج ' عمرہ کے احکام بیان ہو رہے تھے اب اس بات سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ حج کی ادائیگی کے لئے شوال ' ذوالقعدہ ' ذوالحجۃ کے دس دن مقرر ہیں ان میں ہی حج کا احرام باندھا جا سکتا ہے جو شخص حج کا ارادہ کرے اور میقات سے احرام کا لباس زیب تن کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جماع اور اس کے مقدمات بوس و کنار قوت شہویہ میں اشتغال سے خود کو مکمل روک لے مزید برآں فسق و فجور سے اجتناب کرے فرماں برداری کے امور سے غفلت نہ کرے نیز محرمات سے خود کو تحفظ عطا کرے آپس میں گالی گلوچ اور تنازعات سے دور رہے تاکہ کہیں اس کا حج فاسد نہ ہو جائے یا اس کے اجر و ثواب میں کمی واقع ہوجانے کے برعکس اس کی توجہ اچھے کاموں کی جانب مبذول رہے صدقات خیرات سے روحانی قوت کو مزید تابندہ کرنے کی کوشش کرتا رہے چنانچہ عمومی انداز میں رغبت دلاتے ہوئے آگاہ کیا کہ جو کام اچھائی کے ہیں ان کی ادائیگی میں مسابقت اختیار کرو اللہ پاک جانتا ہے کہ جو نیک کام تم سرانجام دے رہے ہو اس میں تم اپنے معبود حقیقی کو خوش کر رہے ہو یا تمہارا مقصود سستی شہرت حاصل کرنا ہے رضا جوئی کی صورت میں تمہیں اجر و ثواب سے نوازا جائے گا ۔

مزید برآں حجاج کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ حج کے مبارک سفر میں کھانے پینے کا مناسب انتظام رکھیں تاکہ انہیں بنیادی ضرورتوں کے حصول کے لئے کاسہ گدائی نہ اٹھانا پڑے یاد رکھیں بہترین زاد راہ تقویٰ اختیار کرنا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ آپ اس مبارک سفر میں بالخصوص دست سوال دراز کرنے سے خود کو تحفظ عطا کریں استغناء کی کیفیت تمہارے تمام معاملات میں نمایاں نظر آرہی ہو اللہ پاک کی عظمت اور جلال کا رعب تمہارے اعصاب پر ہر وقت طاری رہے اور تم مامورات اور راہ صواب سے پھسل کر شیطان کی پگڈنڈیوں پر رواں دواں نہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے جب تمہیں عقل و فکر سے نوازا ہے تو تم عقل و فکر کے زاویوں کی روشنی میں صرف اللہ تعالیٰ کے خوف اور ڈر کو اپنے تمام حواس اور قویٰ پر غالب رکھو ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کی ذات جس کے قبضہ قدرت میں تمام کائنات ہے وہ وحدہ لاشریک ہے اوراس کو ہی غلبہ حاصل ہے وہی اس لائق ہے کہ صرف اسی کا خوف اور ڈر تمہارے دل و دماغ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے تمام اعضاء پر غالب ہو ۔
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ : ۔ حج کے مبارک سفر میں جب وہ مکہ اور منیٰ میں اقامت پذیر ہیں تو انہیں جزوی طور پر تجارت کی اجازت دیتے ہوئے آگاہ کیا کہ اگر تم رزق حلال کی تلاش میں تجارت کا شعبہ اختیار کرو تو تمہیں اللہ پاک کی جانب سے ہرگز رکاوٹ نہیں ہے بلکہ تم تجارت کرتے وقت ہو گز کسی ناجائز فعل کے مرتکب نہیں ہو رہے ہو ! رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ " عرفات کے میدان میں ۸ ذی الحجہ کے روز وقوف کرنا حج کا عظیم رکن ہے " جب تم عرفات سے غروب شمس سے پہلے روانہ ہو کر مزدلفہ میں پہنچو تو تم نے وادی مشعر الحرام میں رات بسر کرنا ہے اور وہاں اللہ پاک کے ذکر و اذکار میں محو ناؤ نوش رہنا ہو گا

اس آیت کا شان نزول یہ ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد جاہلیت میں عکاظ ' ذوالمجنہ ' ذوالمجاز کاروباری مراکز تھے لوگ وہاں خرید و فروخت کیا کرتے تھے اسلام آنے پر مسلمانوں نے ان مقامات پر حج کے ایام میں تجارت جاری رکھنے کو گناہ سمجھا تو اللہ پاک نے یہ آیت نازل کی (اعراب القرآن ج ۱ ' ص ۴۱۵)

بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے ابو امامہ تیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا ہم حج کا احرام باندھ کر سواری کے جانوروں کو کرایہ پر دیتے گویا کہ حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ کاروبار بھی کرتے ہیں تو آپ بتائیں کیا ہمارا حج صحیح ہے ؟ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔ جب تم کاروبار کے ساتھ ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہو دیگر اعمال صالحہ کر رہے ہو جمرات کو کنکر مار رہے ہو اور دس ذوالحجہ کو حجامت بنوا رہے ہو تو تمہیں ہرگز کاروبار کرنے میں گناہ نہیں ہے نیز عبد اللہ بن عمر نے وضاحت کی ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے آپ ﷺ سے وہی مسئلہ دریافت کیا جو آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا ہے آپ ﷺ خاموش رہے اسی دوران جبریل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے معلوم ہوا حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ خرید و فروخت کرایے پر جانوروں کا انتظام کرنا جائز ہے اس کاروبار کو اللہ پاک نے (فضل اللہ) کے جملہ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ نہ صرف یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے بلکہ یہ تو اللہ کے فضل کو حاصل کرنا ہے (اعراب القرآن ج ۱ ص ۴۱۵)

فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ : ۔ ۹ ذی الحجہ کو حجاج سورج غروب ہونے کے بعد مشعر الحرام کی جانب رواں دواں ہو جائیں وہاں مغرب عشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا کی جائیں یہ جمع تاخیر کی مثال ہے رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں اسی طرح مشعر الحرام میں دونوں نمازیں بصورت جمع کر کے ادا کی تھیں صبح کی نماز کے بعد مشعر الحرام میں ذکر اذکار فرماتے تکبیر و تحمید کے کلمات بار بار دہراتے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلمات کے ساتھ فضا معمور ہو جاتی لیکن سورج طلوع ہونے سے پہلے وہاں سے منیٰ کی جانب روانہ ہوجاتے آپ ﷺ کا بھی یہی عمل تھا۔ ارشاد ربانی ہے ثُمَّ اَفِيۡضُوۡا مِنۡ حَيۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ " پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے "

قریش بالخصوص حج ادا کرتے وقت مزدلفہ مشعرالحرام سے ہی واپس منیٰ پہنچ جاتے وہ خود کو دیگر لوگوں سے اونچا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بیت اللہ کے متولی ہیں ہم حرم پاک سے باہر نہیں نکلیں گے اور عرفات چونکہ حرم سے باہر تھا اس لئے وہ عرفات نہیں جاتے تھے اللہ پاک نے انہیں حکم دیا ہے کہ تم بھی دیگر لوگوں کی طرح عرفات پہنچو وہاں سے واپس مزدلفہ جاؤ اور اللہ سے استغفار کرو ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حج تو عرفة میں وقوف کرنا ہے یعنی یہ حج کا رکن ہے جو شخص نویں ذوالحجہ کو وہاں وقوف نہیں کرتا ہے تو اس کا حج درست نہیں البتہ مزدلفہ میں اگر کوئی شخص رات کو کسی وقت عرفات کا چکر لگا کر پہنچ جاتا ہے تو اس کا حج صحیح ہے جبکہ قریش کو استغفار کا حکم اس لئے دیا ہے کہ ان کا معمول صحیح نہ تھا جب وہ عرفات نہیں جاتے تھے اب حکم عام ہے تمام حجاج مواقف حج میں کثرت کے ساتھ استغفار کرتے ہیں پھر دس ذوالحجہ سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ کی جانب روانہ ہونے کا حکم ہے جب کہ دور جاہلیت میں لوگ سورج نکلنے کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر منیٰ میں جاتے تھے اور یہ کلمات دہراتے اشرق یا ثبیر) اے ثبیر پہاڑ سورج کو نمایاں کیجیئے تا کہ ہم منیٰ کی وادی کی جانب رواں دواں ہوں ۔ (قرطبی ج ۲ ص ۴۲۸)

فَاِذَا قَضَيۡتُمۡ مَّنَاسِكَكُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا‌ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّمَّا كَسَبُوۡا‌ؕ وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو (منیٰ میں) اللہ کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ! ہم کو (جو دینا ہے) دنیا میں عنایت کر ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور بعض ایسے ہیں دعا کرتے ہیں کہ اے پرودرگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشو اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے کاموں کا حصہ یعنی اچھا اجر تیار ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ۔

مناسک حج سے فراغت کے بعد اللہ پاک حکم دے رہے ہیں کہ تم منیٰ میں کثرت کے ساتھ اور محبت کے عالم میں اللہ پاک کے ذکر میں محو ہو جاؤ جس طرح دور جاہلیت میں کفار فراغت کے بعد جمرات کے پاس وقوف کرتے اور وہاں اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کو فخریہ انداز میں دہراتے تھے مزید وضاحت اس انداز سے بھی ہو سکتی ہے کہ جس طرح عالم طفولیت میں بچہ اپنے والد کو نہایت محبت کے ساتھ ابا ابا یا اماں اماں کا ورد بار بار کرتا ہے تمہیں بھی اسی انداز کے ساتھ وارفتگی کے عالم میں اللہ کے ذکر میں مستغرق رہنا چاہئے چنانچہ دور جاہلیت میں لوگ فخریہ انداز میں کہتے میرا والد لوگوں کو کھانے پر مدعو کرتا تھا لوگوں پر دیات وغیرہ کے بوجھ کو خود اٹھاتا اور ادا کرتا تھا بلکہ ان سے بھی زیادہ تم اللہ کی یاد میں خود کو مشغول رکھو اور کے ذکر کے بعد بارگاہ الٰہی میں نہایت مسکنت اور تضرع کے ساتھ دعا کرو ظاہر ہے کہ محبت کے عالم میں ذکر الٰہی کے بعد دعا کی قبولیت کی امید یقین کا روپ دھار لیتی ہے اس وقت لوگ مختلف قسم کے ہوتے ہیں کچھ لوگ دنیا کے حصول کے لئے بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہوتے ہیں اس جملہ میں ذکر نہیں ہے کہ وہ کس چیز کے حصول کی دعا کر رہا ہے عام ہے ہر شخص اپنے اپنے مقصود کی دعا کرے گا ایک شخص خوشحالی کی دعا کرتا ہے دوسرا شخص اولاد کی دعا کرتا ہے بہرحال دنیا کے مال و اسباب کی دعا کرتا ہے خواہ حلال سے یا حرام سے جوکہ فانی ہے آخرت کی دعا سے محروم رہتا ہے تو ایسے شخص کو آخرت میں کچھ حاصل نہیں ہو گا اس کی وضاحت کو ایک دوسری آیت میں ملاحظہ فرمائیں

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيْهَا مَانَشَاءُ لِمَنْ نُرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُوْرًا (بنی اسرائیل ۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہشمند ہو تو ہم اس میں سے جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں پھر اس کیلئے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ نفرین سنکر (اور درگاہ اللہ سے) راندہ ہو کر داخل ہو گا اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے ۔" ان سے مقصود کفار ہیں جن کا آخرت پر یقین نہیں ہوتا اس آیت میں اختصار کے سبب اس کی باریکیوں کے حصول میں انسانی عقل حیران ہے اور عام طور پر لوگ اس انداز سے گفتگو کرنے میں خود کو عاجز سمجھتے ہیں چنانچہ اس فریق کے تعین میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ ان سے مقصود کفار ہیں جن کا آخرت پر یقین نہیں ہے اسی لئے وہ صرف دنیوی نعمتوں کے حصول کی دعا کرتے ہیں بعض مفسرین نے ان سے ایماندار لوگ سرا دیئے ہیں جو دین اسلام کے اسرار و انوار سے آشنا نہیں ہیں وہ تقلید پر قناعت اختیار کرتے ہیں ان کا مطمح نظر صرف دنیوی مال و متاع کا حصول ہوتا ہے آخرت کی جانب ان کا دھیان ہی نہیں ہوتا جب مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اس قسم کے لوگ کثرت کے ساتھ موجود ہیں جن کا آخرت کی جانب کچھ خیال نہیں (المنارج ۲ ص)

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً : ۔ جب کہ کچھ لوگ اس قماش کے ہیں کہ وہ دنیوی اخروی تمام قسم کی نعمتوں کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں اور جملہ مصائب سے پناہ طلب کرتے ہیں دنیوی نعمتوں سے صحت عظیم دولت ہے اس کے ساتھ ساتھ خوش حالی میسر ہو ضرورت کے مطابق آرام دہ رہائش میسر ہو خوبصورت فرماں بردار بیوی ہو رزق فراوانی سے دستیاب ہوتا ہو منفعت بخش علم سے دامن معمور ہو سفر کے لئے آرام دہ سواری کا انتظام ہو اور معاشرہ میں ایسا ماحول میسر ہو کہ بعض لوگ اس کی مدح و ستائش میں رطب اللسان رہتے ہوں جبکہ آخرت سے مقصود جنت کا حصول ہے میدان حشر میں گھبراہٹ سے تحفظ حاصل ہو اور محاسبہ میں آسانی ہو ایک قول ہے کہ جس شخص کو دنیا میں ایسا دل عطا ہوا جو شکر گزار ہے اور ایسی زبان عطا کی گئی جو اللہ کے ذکر میں محو رہتی ہو اور ایسی طبیعت ہے جو صبر و شکر کی نعمتوں سے مالا مال ہے لیکن دنیوی زندگی میں کسی شخص کا بیماری آرزو کرنا درست نہیں ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسلمان بیمار کی پرسی کیلئے تشریف لے گئے جو مسلسل بیمار رہنے کے سبب بچہ معلوم ہوتا تھا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے استفسار کیا تو نے اللہ سے کوئی دعا کی ہے اس نے کہا میں نے اللہ سے یہ دعا کی ہے کہ اے اللہ تو نے مجھے آخرت میں میرے گناہوں کی جو سزا دینی ہے وہ دنیا میں مل جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر سبحان اللہ کے کلمات کہے اور اس کو تنبیہہ کی کہ تو اس کی استطاعت نہیں رکھ سکتا تجھے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنی چاہیے تھی ۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ چنانچہ یہی دعائیہ کلمات رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ جب رکن یمانی اور حجر اسود کے پاس طواف کرتے ہوئے گزرتے تو اپنے ان کلمات کو دہرایا

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیوی اخروی دونوں قسم کی سعادتوں کی دعا کرتے ہیں صرف دنیوی سعادتوں کے دعا کرنا اس حقیقت کو مستلزم ہے کہ آخرت میں اس کی چاہت کے مطابق کچھ آرام حاصل ہو گا ۔ جملہ کسبوااس حقیقت کی نشاندھی کر رہا ہے کہ وہ صرف دعا ہی کرتے ہیں بلکہ اس کے حصول کیلئے اسباب بھی مہیا کرتے ہیں

وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ :۔ اللہ پاک ہر اس شخص کو جو اسباب مہیا کرتا ہے اس کی کوشش کے مطابق اس کو صرف ثواب سے نوازے گا اور عمل کا بدلہ بلا تاخیر ہو گا جیسے کہ کبھی دنیا میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ جلد اس کا فائدہ اس سے حاصل ہوتا ہے اور کبھی دنیوی زندگی میں جزا میں کچھ تاخیر بھی ہو جاتی ہے تاہم ایک مومن شخص فوت ہونے کے بعد جب اس کا قدم عالم آخرت کے دروازہ میں واقع ہوتا ہے اسی وقت وہ اپنے عمل کے جزاء سزا کو فوراً محسوس کرتا ہے ۔ (المنار ج ۲ ص ۲۴۰)

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾

اور (قیام منیٰ کے) دنوں میں (جو) گنتی کے (دن ہیں) اللہ کو یاد کرو اگر کوئی جلدی کرے (اور) دوہی دن میں (چل دے) تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرا رہے اس پر بھی کچھ گنا نہیں یہ باتیں اس شخص کے لئے ہیں جو (اللہ سے) ڈرے اور تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

جملہ (ایاما" معدودات) سے مقصود ایام تشریق ہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایام التشریق کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ایام تشریق ذوالحجہ کی دسویں تاریخ اور اس کے بعد تین دن مقصود ہیں ان دنوں کے روزہ رکھنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرماتے ہوئے ان دنوں کو کھانے پینے اور ذکر الٰہی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محو رہنے کے دن قرار دیا ہے ان چار دنوں میں بالخصوص فرضی نمازوں کی ادائیگی سے فارغ ہوتے ہی اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کے کلمات بلند آواز کے ساتھ کہے جاتے ہیں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے اس آیت میں ذکر الٰہی کا حکم دیا ہے جمروں کو کنکر مارنے کا حکم نہیں دیا تو اس کا سبب یہ ہے چونکہ کفار مکہ ذکر الٰہی نہیں کرتے تھے بلکہ نسبی قبائلی مفاخرت کے قصائد کے گیت گاتے تھے اس لئے انہیں اس سے باز رکھتے ہوئے ذکر الٰہی کے ساتھ رطب اللسان رہنے کا حکم دیا اور چونکہ دور جاہلیت میں جمروں کو کنکر مارنے پر عمل تھا اس لئے اس کو واضح نہیں کیا ہے احادیث صحیحہ میں رسول اکرم ﷺ کا عمل رمی جمار کے بارے میں موجود ہے اور جمروں کو کنکر مارتے وقت بھی ذکر و اذکار میں محو رہا جائے مزید سہولت کے پیش نظر اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ جو شخص ۱۲ ذوالحجہ اور ۱۳ ذوالحجہ کو کنکر مار کر منیٰ سے کوچ کرے تو اس پر کچھ تاوان نہیں ہے البتہ ہر کنکر مارتے وقت مسنون ذکر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کے کلمات کا ورد کیا جائے۔ قرآن پاک میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ کب کنکر مارے جائیں اور کتنی تعداد میں کنکر مارے جائیں بلکہ آیت میں تو کنکروں کے مارنے کا ذکر ہی نہیں ہے آیت مبارکہ میں تو واپس سفر کرنے کا ذکر ہے اس لئے کہ ان کا ذکر احادیث میں موجود ہے نیز ان کے ہاں یہ مسئلہ واضح اور مشہور تھا نیز مکہ مکرمہ کا باشندہ ہو یا آفاقی ہو سب کے لئے اجازت ہے خیال رہے دونوں شرطیہ جملوں میں علم بدیع کے لحاظ سے صنعت مطابقت موجود ہے یعنی دو متضاد باتوں کا ذکر ہے ظاہر ہے کہ ۱۲ ذوالحجہ کو ۱۳ ذوالحجہ کے کنکر مانے میں اور سفر کرنے میں تعجیل ہے اور ۱۳ ذوالحجہ کو ۱۲ ذوالحجہ کے کنکر مارنے اور سفر کرنے میں تاخیر ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْا اَنَّکُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ حج سے واپس روانگی کے بارے میں اختیار ہے کہ وہ ۱۲ ذوالحجہ کو اپنے گھر کی جانب روانہ ہو جائیں یا ۱۳ ذوالحجہ کو روانہ ہوں البتہ دونوں صورتوں میں بنیادی مسئلہ تو تقویٰ کا ہے ہمیشہ سفر، حضر میں اسے ملحوظ خاطر رکھو اللہ کا خوف دل و دماغ پر غالب ہو اس لئے کہ تم نے میدان حشر میں ایک دن اللہ پاک کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہاں اس وقت تک کسی شخص کو بارگاہ الٰہی سے ادھر ادھر جانے کی اجازت نہیں ہو گی جب تک کہ وہ اپنی زندگی، عالم شباب، مال و متاع اور علم و عمل کے بارے میں مکمل جواب نہیں دے گا!

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

اور کوئی شخص تو ایسا ہے جس کو گفتگو دنیا کی زندگی میں تم کو دلکش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑا لو ہے اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو (برباد) اور (انسانوں اور حیوانوں کی) نسل کو نابود کر دے اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے خوف کرو تو غرور اس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے سو ایسے کو جہنم سزا وار ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے اور کوئی شخص ایسا ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جاں بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔

احکام حج کی مذکورہ آیات سے آگاہی حاصل ہوئی کہ تمام عبادات کا دارومدار تقویٰ پر ہے دلوں کی اصلاح اور روحانیت کو مجلّی کرنے کیلئے ذکر الٰہی میں محو ہونا ہے اور اللہ پاک کی عظمت اور جلال کے نقوش کو دل و دماغ پر سر تسلیم کرنا ہے جبکہ دنیوی مال و متاع کو حدود شرعیہ میں مقید رہ کر حاصل کرنا ہرگز تقویٰ کے منافی نہیں ہے بلکہ تقویٰ میں مزید قوت پیدا کرنے کے لئے معاون ہوتا ہے لیکن بعض مذاہب کے معتقدین اس نظریہ کے قائل ہیں کہ تقویٰ کے حصول کے لئے نفس امارہ کو پاکیزہ حلال چیزوں سے دور رکھنا ہے اور جو شخص دنیا کی طلب ہی دیوانہ وار دوڑ دھوپ کر رہا ہے اسے آخرت میں محرومی ہو گی جب کہ اس نے اپنی روحانیت کو بہیمیت کے انداز پر چل کر اس کی روشنی کو ختم کر دیا ہے ایسے شخص کو اللہ پاک کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب کہ ہر انسان کے اعمال اس کے دل کی کیفیات کی غمازی کرتے ہیں صرف زبان سے میٹھی میٹھی باتیں کرنا ہرگز حقائق کا آئینہ دار نہیں کہلا سکتی اصل بنیادی چیز تو دلوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاح ہے منافقین کی کیفیات کی نقشہ کشی ہو رہی ہے دراصل آیت میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا کی وضاحت کرتے ہوئے منافقین کی درپردہ دیسہ کاریوں سے پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد باری ہے کہ کچھ لوگ اس قماش کے ہوئے ہیں ان کی باتیں آپ کو اپیل کرتی ہیں حالانکہ ان کی زبان سے نکلنے والی خوبصورت باتیں ان کے دل کی آواز نہیں ہوتیں نہ ان کے کردار کا آئینہ دار ہوتی ہیں وہ چرب لسانی سے اپنی حیثیت کو معاشرہ میں تسلیم کرانے میں ہوشیاری سے کام لیتے ہیں عوام الناس کی آنکھوں میں دھواں ڈالتے ہیں وہ باور کراتے ہیں کہ وہ پکے سچے مسلمان ہیں حق و صداقت کے داعی ہیں انسانیت کے خیر خواہ ہیں ہماری کوشش تو بس عوام الناس کے مفاد کے ساتھ وابستہ ہے ۔ان کی چکنی چپڑی باتیں لوگوں کو ان کا گرویدہ بناتی ہیں ان پر بار بار یہ جملہ آتا ہے اللہ جانتا ہے اللہ گواہ ہے کہ ہمارا ارادہ اصلاح کا ہے تو بس معاشرہ کی اصلاح محبوب ہے خیال رہے اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے کسی بات کو پیش کرنے سے (اللہ جانتا ہے) کے الفاظ کے ساتھ اپنی بات کا اظہار کرنا عربی زبان میں زیادہ زور دار اور وزنی ہے ایسے شخص کو اللہ پاک نے زبردست جھگڑالو قرار دیا ہے اس قسم کے بد ترین وصف کے ساتھ موصوف انسان کو رسول اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں تمام لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک اللہ کا بہت بڑا دشمن قرار دیا ہے (صحیح بخاری کتاب المظالم)

خیال رہے وہ شخص زیادہ جھگڑالو ہے جو اپنی غلط بات کو تسلیم کرانے میں پورا زور صرف کرے اور اس کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہو کہ وہ چرب لسانی سے سامعین کو اپنا گرویدہ بنا سکتا ہے اور دھوکہ بازی میں کامیاب ہو سکتا ہے جب کہ اس کی گفتگو میں حسن اور جاذبیت ہے مزید برآں اپنی راست بازی اور حسن نیت پر اللہ کی ذات کو بطور گواہ کے پیش کر رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ کلام کرنے والے کی روح اس کی باتوں سے مترشح ہوتی ہے بلکہ ظہور پذیر ہوتی ہے ارشاد باری ہے

" وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ " (محمد ۳۰)

" اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دکھا بھی دیتے اور تم ان کو چہروں ہی سے پہچان لیتے اور تم انہیں (ان کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لو گے اور اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے ۔"

فیلسوف کا قول ہے كُلُّ كَلَامٍ يَبْرُزُ وَ عَلَيْهِ كِسْوَةٌ مِنَ الْقَلْبِ الَّذِيْ عَنْهُ صَدَرَ " جو بات کسی شخص کی زبان پر آتی ہے وہ اس کے دل کی عکاسی کرتی ہے ارشاد ربانی ہے ۔

" وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا " (الاعراف ۵۸)

" جو زمین پاکیزہ ہے اس میں سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں سے جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہوتا ہے ۔ "وہ شخص جو زبان کے ساتھ اصلاح کی کوششیں بروئے کار لانے کا عہد کرتا ہے جب اسے موقعہ میسر آتا ہے تو اس کی مساعی اس کے ادعا کے خلاف ہوتی ہیں وہ اصلاح کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ شہوات و لذات اور خسیس امور کو سرانجام دینے میں تمام حدود کو پھلانگ جاتا ہے حق و انصاف کی مخالفت کرتا ہے ۔ حق و صداقت کا پرچار کرنے والوں کو تکالیف پہنچاتا ہے ۔ شدید معاند اور مخالف بن کر بلکہ حق و صداقت کے منوانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا اس کی فساد انگیزی کے نتیجہ میں مسئلہ اقتصادیات برباد ہو جاتا ہے اور وہ جانوروں کی نسل نسل کشی کا مرتکب ہوتا ہے بعض مفسرین نے لفظ (حرث) سے عورتیں اور (نسل) سے اولاد کا مفہوم لیا ہے ۔ کہ وہ نہ صرف اپنی بیوی اور بچوں کو اخلاقی لحاظ سے انسانیت سے عاری بناتے ہیں بلکہ پورے معاشرہ کو تباہی و بربادی کی لپیٹ میں لے آتے ہیں مستبد حکام لوگوں کی اصلاح کی بجائے مخرب اخلاق تعلیمات سے ان کے اسلامی شعور کو بے حیائی کے سیلاب کی نظر کر دیتے ہیں' قتل و غارت کا سلسلہ جاری رہتا ہے'امن و اطمینان مفقود ہو جاتا ہے ' آمدن کے ذرائع تباہ و برباد ہو جاتے ہیں ' قحط سالی کے باعث زراعت سے زندگی گزارنے کے مواقع معدوم ہو جاتے ہیں ' جہالت کا دور دورہ ہو جاتا ہے ۔اخلاقیات کا جنازہ نکل جاتا ہے ۔ بدعملی کی ایسی فضا نمودار ہو جاتی ہے کہ حقیقی بھائی اپنے بھائی پر اعتماد نہیں کرتا ۔ بیٹا باپ سے دور بھاگتا ہے اور معاشرہ غیرت کا سامان بن جاتا ہے ۔

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ :۔معلوم ہوا ظاہری اوصاف جبکہ وہ قابل ستائش ہیں اس وقت تک وہ قابل ستائش نہیں جب تک کہ عمل میں اصلاح رونما نہ ہو ۔ صرف زبان سے اصلاح کا اقرار کرنا کافی نہیں ' اللہ پاک انسانی صورتوں اور ان کی جانب بنظر رحمت نہیں دیکھتا بلکہ اللہ پاک کی نظر تو لوگوں کے دلوں اور ان کے اعمال پر ہے پس ہم بھی لوگوں میں امتیاز' ان کی سیرت اور ان کے اعمال کے لحاظ سے کریں ۔ عملی زندگی پر نظر دوڑائیں معلوم کریں ان کی مساعی اصلاحی ہیں یا وہ فساد فی الارض میں مستغرق ہیں مشہور مقولہ ہے کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ " برتن میں جو کچھ ہو گا وہی باہر آئے گا ۔ " نہ وہ بچاؤ اختیار کرنے کی بات پر متوجہ ہوتا ہے بلکہ وہ خود کو عقل کل سمجھتے ہے اس کے ذہن پر تکبر کا غلبہ ہوتا ہے وہ اپنے زعم میں خود کو سب لوگوں سے اونچے مقام پر سمجھتا ہے جب سرکشی اور جہالت کے سبب اس مقام پر پہنچتا ہے تو وہ خود کو اللہ پاک سے بھی اونچا سمجھتا ہے اور وہ اپنی احمقانہ باتوں کو دانشوروں کی مستحسن اور بہترین نظریات والی باتوں پر ترجیح دیتا ہے اس کے مزاج میں فرعونیت اس قدر سما جاتی ہے کہ اس کے رفقاء' مصاحبین میں سے بھی کوئی شخص اپنی زبان پر اس کے سامنے یہ جملہ دہرا نہیں سکتا کہ آپ اللہ پاک کا ڈر اختیار کریں ۔

جب ایک شخص اس حدیث کے پیش نظر الدین النصیحة للہ کہ دین اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ ' اللہ کے رسول ﷺ ' مسلمان حکمرانوں اور عوام الناس سبھی کی خیر خواہی کی جائے اس کی خدمت میں مودب ہو کر عرض کرتا ہے کہ میں آپ کی خیر خواہی کرتا ہوں اس لئے کہ آپ میرے حاکم ہیں لیکن وہ اس قسم کی باتوں کی جانب متوجہ ہی نہیں ہوتا اس سے بڑھ کر فرعونیت کا اور مظہر کیا ہو سکتا ہے کہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود کو الوہیت کے مقام پر متمکن کئے ہوئے ہے کہ اس سے کسی بات کی ہرگز پرسش نہیں ہو سکتی جو شخص ان کے سامنے ان کی ہمدردی کرتے ہوئے نہیں صحیح مشورہ دے گا تو اسے جیل خانہ بھجوا دیا جائے گا اس پر کوڑے برسائے جائیں گے اسے مختلف قسم کی اذیتوں سے دو چار ہونا ہو گا بلکہ اسے تختہ دار پر لٹکا دیا جائے گا اس قماش کے حکمرانوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے لئے جہنم ٹھکانا ہے جو سخت تکلیف دہ بچھونا ہو گا جس میں سکون کا نام و نشان نہیں ہو گا۔ (المنارج ۲ ص ۲۵۲ ـ ۲۵۳)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي :۔ منافقین کے مقابلہ میں مخلص ایمانداروں کا تذکرہ ہو رہا ہے اگرچہ مخالف فریق کے تذکرہ کی روشنی میں اس فریق کے اعمال صالحہ کا ذکر ہونا چاہئے تھا لیکن آیت مذکورہ اس وصف کو متضمن ہے اگرچہ الفاظ میں اس کا ذکر نہیں ہے ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ پاک کی رضاکے حصول کے لئے اپنی جان کو بلا معاوضہ صرف رضائے الٰہی کے لئے فروخت کر دیتا ہے وہ یقیناً" اعمال صالحہ بجا لاتا ہے جب کہ اس کے دل میں اخلاص کی دولت موجود ہے اس کی زبان ایک ہے اس کا دل ایک ہے وہ اس ثواب کے بدلہ میں جو اسے اللہ پاک کے ہاں ملے گا اس پر دینوی مال و متاع کو ترجیح نہیں دیتا ہے اللہ کے ہاں اس کے لئے عالیشان محلات ہیں حور عین ہیں اعلیٰ قسم کے مشروبات ہیں دودھ شہد شراب اور مصفٰی پانی کی نہریں ہیں البتہ جو شخص زبان کے ساتھ ایمان باللہ کا اقرار کرتا ہے جب کہ اس کے دل پر ایمان کے اثرات نہیں ہیں نہ اس کے اعمال پر ایمان کی چھاپ ہے نہ وہ حقوق دینیہ کا خیال رکھتا ہے کتاب اللہ کی وضاحت کی روشنی میں اس کے اعمال کا اللہ کے ہاں کچھ وزن نہیں ہے جب کہ ڈر ہے کہ کہیں اس طرح کے لوگوں کو یہ نہ کہا ارشاد باری ہے۔

أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ (الاحقاف ۲۰)

" تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے اور ان سے متمتع ہو چکے سو آج تم کو ذلت کا عذاب ہے (یہ) اس کی سزا (ہے) کہ تم زمین میں ناحق غرور کیا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم بدکرداری کرتے تھے۔"

اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں کہ جائز طرق سے بھی دنیا کا حصول درست نہیں توجہ فرمائیں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اپنی بیویوں سے مجامعت کرنا بھی کار ثواب ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیرانی کے عالم میں آپ سے دریافت کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جب ہم اپنی شہوت کو تسکین پہنچاتے ہیں تو اس پر بھی ہمیں ثواب حاصل ہو گا؟ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا جب تم حرام شرمگاہ سے لذت حاصل کرو گے تو تمہیں گناہ ہو گا اور اگر حلال شرمگاہ کو استعمال کرو گے تو کیا تمہیں اس پر ثواب نہیں ملنا چاہیے۔ (مسلم)

لیکن جب انسان اپنی شہوت کو تسکین عطا کرنے کے لئے حدود شرعیہ سے متجاوز ہو کر محرمات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرمگاہوں سے لطف اندوز ہو گا تو اس کے اس برے فعل سے زمین پر فساد رونما ہو گا اور انداز کے کھلنڈرے اللہ کی زمین پر فساد انگیزی کا سامان فراہم کر کے امن و اطمینان کو تاخت و تاراج کر دیں گے (المنارج ۲ ص ۲۵۲)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٢٠٨﴾ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠٩﴾

مومنو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے پھر اگر تم احکام روشن پہنچ جانے کے بعد لڑ کھڑا جاؤ تو جان جاؤ کہ اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

السلم سے مقصود اطاعت دین اسلام ہے جب قرات سین کے کسرہ کے ساتھ ہو اگر قرات سین کے فتحہ کے ساتھ ہو تو صلح کے معنی میں ہے لفظ کافة حال ہے یعنی تم اسلام کے تمام احکام میں داخل ہو جاؤ یعنی ان پر عمل پیرا رہو جب کہ سلم سین کی زبر سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کے احکامات کی اطاعت اخلاص کے ساتھ کی جائے نتیجة" تمام مسلمانوں میں صلح و آشتی کا جذبہ کار فرما ہو جائے گا آپس میں جنگ و جدال سے کنارہ کشی اختیار کی جائے گی چنانچہ اسلام میں داخل ہونے سے یہ حقیقت مترشح ہو رہی ہے کہ اسلام مضبوط قلعہ ہے جو لوگ اس میں داخل ہو جائیں گے ان کی جان و مال عزت کو تحفظ حاصل ہو گا البتہ اسلام میں کامل افراد کو ثابت قدمی کا حکم دیا گیا ہے اور جو ان سے کم درجہ کے ہیں انہیں اسلام کے احکام کے مطابق عمل کرنے اس میں درجہ کمال کے حصول کے لئے کوشاں رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب اس میں اہل کتاب بھی مخاطب ہیں تو انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ فی الحقیقت اسلام میں داخل ہوں لیکن اگر اسلام میں داخل ہوتے وقت آخر الزمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم المرسلین ہونے کے معتقد نہیں ہیں تو پھر انہیں ان کا ایمان کچھ فائدہ عطا نہیں کرے گا جب کہ ان کے دلوں میں اسلام کے بارے میں خلش باقی ہے اس طرح اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں وحدت ہو افتراق کی خلیج حائل نہ ہو اگر مسلمانوں کے تمام گروہ اختلاف کو خیر باد کہتے ہوئے اسلام کے قلعہ میں مکمل طور پر داخل ہو جائیں تاویلات کا دروازہ بند ہو جائے حقائق کو مسخ کرنے یا نسخ پر محمول کر کے ان سے بچاؤ اختیار کیا جائے اور بلا وجہ احتمالات کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دروازہ نہ کھولا جائے مذہبیت کو مکمل طور پر ختم کیا جائے صرف ایک منہج پر تمام مسلمانوں کو قائم رکھنے کا منصوبہ بنا لیا جائے وحدت امت میں اختلاف کے راہ پانے کو نا ممکن بنا دیا جائے تو یہی وہ کامیاب نسخہ ہے جس سے اسلام کے دشمنوں کی خفیہ سازشیں ناکام ہو سکتی ہیں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ڈانٹ پلائی ہے اور ان کی چالبازیوں کو خوفناک قرار دیا ہے جنہوں نے قرآن پاک کے مفہوم کو پارہ پارہ کیا ارشاد باری پر غور کریں۔

اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ (الحجر ۹۳)

" یعنی جن لوگوں نے قرآن کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان سے ضرور پرسش کریں گے۔ ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے "۔ نیز ڈانٹ پلاتے ہوئے انہیں للکارا کہ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (البقرۃ ۸۵) " (یہ) کیا (بات ہے کہ تم کتاب اللہ) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو۔ "

نیز ارشاد الٰہی ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران ۱۰۳) " اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔ " اب حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں وحدت ہو اختلاف سے کنارہ کش رہا جائے نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ " میرے بعد کفر کی طرف مت پھرو کہ تمہارا بعض بعض کی گردنیں مارتا پھرے " چنانچہ مقلدین احباب سلف صالحین کی مخالفت میں پیش پیش ہیں انہیں آئمہ کرام کا گستاخ بے ادب کہا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ صراط مستقیم سے راہ انحراف اختیار کئے ہوئے ہیں اور شیطان مردود کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں ارشاد باری ہے۔ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (الانعام ۱۵۳)

" اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے "۔

معلوم ہوا کہ حق ایک اکائی ہے اس میں تعدد نہیں ہے جب کہ شیطان کے طرق متعدد ہیں ان میں افتراق کے ساتھ ساتھ مخاصمت اور جنگ و جدال ہے شیطان لوگوں کو افتراق کی دعوت دیتا ہے اسی راہ میں ان کے فوائد سے انہیں آگاہ کرتا رہتا ہے جیسا کہ یہودی پہلے پہل ایک امت تھی ایک کتاب پر متفق تھی صراط مستقیم پر رواں دواں تھی شیطان نے انہیں اختلاف کی خلیج کے سپرد کر دیا انہوں نے نہ صرف یہ کہ تورات کے معانی میں تاویلات کا دروازہ کھولا بلکہ تحریف کے مرتکب ہوئے اپنی جانب سے اس میں اضافے کئے ان کی ان فساد انگیزیوں کے نتیجہ میں انہیں تباہ و برباد کیا گیا اور ذلت ان پر مسلط کی گئی اس طرح ان کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا اور ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔
سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ (المومن ۸۵) " (یہ) اللہ کی عادت (ہے) جو اس کے بندوں (کے بارے) میں چلی آتی ہے " (المنار ج ۲ ص ۲۶۰)

اس آیت پر غور فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس افتراق سے امت مسلمہ کو ڈرایا گیا مستقبل میں کسی وقت امت مسلمہ میں افتراق کی خلیج حائل ہو گی اور صلح و آشتی کی نعمت سے محروم ہو گی ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گی اور دور جاہلیت کی صورت حال سے واسطہ پڑے گا اس فتنے کا آغاز صحابہ کرام میں اس وقت ہوا جب رسول اکرم ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق وہ دروازہ ٹوٹ گیا جو اب فتنوں کا سد باب تھا وہ خلیفہ ثانی عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہے چنانچہ ان کی شہادت کے بعد مسلسل فتنوں کی یورش سے امت مسلمہ محفوظ نہ رہ سکی ۔

" فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ : ۔ زلل سے مقصود قدم کا پھسل جانا ہے ۔ چنانچہ کثیر عزہ اپنی محبوبہ عزہ کی عظمت کو آشکارا کرتے ہوئے کہتا ہے ولا شامت ان نعل عزة زلت " اگر میری محبوبہ عزہ نامی کا پاؤں چلتے ہوئے پھسل جائے تو میں اس پر خوش نہیں ہوں " لیکن آیت مبارکہ میں کسی رائے اور اعتقاد سے منحرف ہونا ہے تو اگر تم صحیح رائے سے انحراف کرو گے حالانکہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب ہے جس کے دلائل میں ہرگز اشتباہ کا کچھ شائبہ تک نہیں ہے اور انحراف کو حرف شرط (ان) کے ساتھ ذکر کیا ہے یعنی بفرض محال اگر تم نے انحراف کیا تو جس طرح تمہارے باپ آدم اور اماں حوا کو ان کی لغزش نے جنت سے دیس نکالا دے دیا تھا اس طرح تم بھی آپس میں جنگ و جدال کر کے مسلمانوں کے خون ' مال ' عزت ' کے ساتھ کھیلو گے چنانچہ تاریخ اسلام میں اس نوعیت کے واقعات کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں ۔

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ ذکر کردہ وضاحت سے یہ حقیقت الم نشرح ہو رہی ہے کہ تمہارے لئے از بس ضروری ہے کہ تم نے صراط مستقیم پر استقامت کو اختیار کرنا ہے لیکن اگر تمہارے قدم پھسل گئے تو پھر تمہیں یقین کرنا چاہیے کہ اللہ پاک غالب ہے اللہ پاک اس پر قادر ہے کہ تم سے اس کا انتقام لے اور وہ حکیم ہے یعنی اللہ پاک کے احکام میں تاخر نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کا انتقام حکمت سے خالی نہیں ہے اس کی حکمت کا ہی تقاضا ہے کہ اللہ کے احکام کی مخالفت کرنے والوں پر اس کا انتقام نازل ہو (البحر المحیط ج ۲ ص ۱۲۳)

شیطان اسلام میں.جہاں امت واحدہ کے درمیان افتراق کی خلیج کو بروئے کار لاتا ہے وہاں شیطان کی راہوں میں سے فواحش و منکرات کا ارتکاب بھی ہے ۔ ارشاد باری ہے۔وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (النور ۲۱) " اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیائی کی (باتیں) اور برے کام ہی بتائے گا ۔ "اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی (کی باتیں) اور برے کام ہی بتائے گا ۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ شیطان ابلیس اور اس کی فوج انسان کی ظاہر باہر دشمن ہے اس لحاظ سے شیطان جن کاموں کے ارتکاب کے لئے اکساتا ہے ان کے نقصانات واضح ہیں اگر کسی شخص کو ان افعال کے آغاز میں شیطان کی دشمنی کا احساس نہیں ہوتا تو انجام کار شدت کے ساتھ اس کی دشمنی کو محسوس کرتا ہے جب وہ فواحش و منکرات کے ہلاکت آفریں نتائج سے ہم کنار ہوتا ہے انسان کی اس کیفیت پر اللہ پاک آگاہ فرماتے ہیں کہ جب شیطان کے سنہرے ہتھکنڈوں سے متاثر ہو کر تم صراط مستقیم سے انحراف کرتے ہوئے شیطان ابلیس کی راہوں پر رواں دواں ہو جاؤ گے تو تمھاری وحدت کا شیرازہ بکھر جائے گا تم میں اختلاف رونما ہو گا آپس میں محبت صلح آشتی کا تصور بھی باقی نہیں رہے گا سب سے بڑا فتنہ امت اسلامیہ میں وحدت کا ختم ہونا ہے اس پر تم لوگ اللہ پاک کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے اللہ پاک وصف عزیز سے بھی موصوف ہیں کہ اپنے قوانین کے نفاذ میں غالب ہے اس کو مغلوب کرنا ممکن ہی نہیں ہے بلکہ محال ہے لیکن اللہ کا وصف صرف عزیز ہی نہیں ہے کہ اللہ پاک اپنے قوانین کے نفاذ غالب ہے اس کو مغلوب کرنا ممکن نہیں ہے لیکن اللہ کا وصف صرف عزیز ہی نہیں ہے بلکہ اللہ کے وصف حکیم کا بھی ذکر ہوا ہے کہ اللہ پاک اپنی مخلوق کے معاملات سے آگاہ ہے اس کی حکمت کا جو تقاضا ہے وہی کچھ ہو گا خیال رہے اللہ پاک کے اس اسلوب میں بلاغت کار فرما ہے کہ اپنے فیصلہ سے آگاہ کرتے ہوئے اس کی حکمت سے بھی آگاہ فرما دیا ہے بلکہ اللہ کا وصف عزیز اللہ کے ناراض ہونے کی دلیل ہے جب کہ تم نے وحدت امہ میں افتراق کی خلیج پیدا کی اب اس کا علاج ممکن نہیں خلیج کو ختم کرنا ناممکن ہے دین اسلام کے اصولوں میں لچک نہیں ہے آپ ہرگز اس دھوکہ میں مبتلا نہ ہوں کہ افتراق کی نہج پر رواں دواں رہ کر تم اللہ پاک کو خوش کر سکو گے بلکہ آپ نے معاشرہ میں نظام عدل کو قائم کرنا ہے وحدت ہی ایک ایسی مضبوط اکائی ہے جس کے ہوتے ہوئے تمہیں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے نظام کو قائم کرنے کا سنہری موقع میسر آئے گا ارشاد باری ہے

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ (ھود ۱۱۷) " اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جب کہ وہاں کے باشندے نیکو کار ہوں از راہ ظلم تباہ کر دے " مقصود یہ ہے کہ جب انسان اپنے روزمرہ کے اعمال اور سیاست میں راہ اصلاح پر گامزن ہوں تو اللہ پاک انہیں تباہ و برباد نہیں کرے گا اس لئے کہ ایسی کیفیت میں ان کو صفحہ ہستی سے مٹانا تو ظلم ہے جب کہ اللہ کی ذات پاک ظلم کے وصف سے منزہ ہے ارشاد باری ہے ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ : ۔ " جن لوگوں نے اپنے دین میں ۔ (بہت سے) رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے ۔ ان سے تم کو کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام نہیں ۔ "

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾

کیا یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان پر اللہ (کا عذاب) بادل کے سائبانوں میں آ نازل ہو اور فرشتے بھی (اتر آئیں) اور کام تمام کر دیا جائے اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے ۔

گذشتہ آیت مبارکہ میں جس وعید کی جانب اللہ پاک کے دونوں وصفی ناموں میں اشارہ ہے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ پاک نے انہیں مخاطب نہیں کیا ان سے صرف نظر کرتے ہوئے غائب کا صیغہ ذکر کیا ہے کہ جو لوگ بھی صراط مستقیم سے انحراف کر چکے ہیں خواہ وہ کفار ہیں یا مومن ہیں اسلام قبول کر چکے ہیں لیکن نفاق کے مرض میں مبتلا ہیں سبھی اس سے مقصود ہیں انہیں خطاب کے لائق نہیں سمجھا اسی لئے غائب کا صیغہ ذکر ہو رہا ہے ۔ استفہام نفی کا معنی ادا کر رہا ہے اور لفظ ینظرون ' ینتظرون کے معنی میں اکثر و بیشتر استعمال ہوا ہے جب کہ ارشاد الٰہی ہے هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً (الزخرف ۶۶) " یہ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ قیامت ان پر ناگہاں آ موجود ہو اور ان کو خبر تک نہ ہو " اور لفظ (اتیان) سے مقصود اللہ پاک کا آنا نہیں ہے بلکہ اللہ کے عذاب کا نازل ہونا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ (الانعام ۱۵۶) " کیا یہ (کافر) اس بات کے منتظر ہیں کہ فرشتے ان کے پاس (جان نکالنے) آئیں ۔ یا تمہارے پروردگار کا حکم (عذاب) پہنچے مقصود آخرت کے عذاب سے ڈرانا ہے اس مضمون کے اس اسلوب میں کثرت کے ساتھ آیات الٰھیہ موجود ہیں جن میں عذاب کا مفہوم لیا گیا ہے اہل عرب کے ہاں اس اسلوب کا استعمال کثرت کے ساتھ ہوتا ہے کہ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کی جانب فعل کی نسبت کر دی جاتی ہے جیسا کہ آیت واسال القریة میں لفظ (اھل) محذوف ہے مفہوم یہ ہوا کہ یہ لوگ تو بس اس انتظار میں ہیں کہ اللہ پاک نے ان سے قیامت یا عذاب کا جو وعدہ کیا ہے اس کو کب لاتے ہیں اور کس کیفیت میں لاتے ہیں کیفیت کا علم متشابھات سے ہے جیسا کہ دنیوی نظام کے کلپٹ کرنے کا ذکر متعدد آیات میں وارد ہے کہ ستاروں کا نظام درہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برہم ہو جائے گا آسمان فضا میں بادلوں کا روپ دھار لے گا سورج میں تبدیلی رونما ہو گی قیامت کا منظر ہو گا۔ جس کے ساتھ ہی دنیا کا نظام معطل ہو کر رہ جائے گا اب ذرا سوچئے کہ جس دور میں قرآن پاک کا نزول ہوا اور قرآن پاک میں دنیوی نظام کے کالعدم کرنے کی جو تفصیل ہے کیا اس وقت کسی شخص کو کشش ثقل کے فارمولے کا علم تھا؟ چونکہ قرآن پاک قیامت تک راہنمائی کرتا رہے گا اس دور میں ہمارے لئے ان آیات کے مفہوم کو سمجھنا جو کشش ثقل کے فارمولے کی تصدیق کرتی ہیں ہمارے یقین میں مزید وثوق کا آئینہ دار ہیں۔

فرشتوں کے اترنے کا ذکر ملاحظہ فرمائیں یوم تشقق السماء بالغمام و نزل الملائکه تنزیلا" والی الله ترجع الامور (الفرقان ۲۵)

" تمام معاملات اللہ پاک کی قدرت اور مشیت کے تابع ہیں اللہ کی ذات کا وصف اول ہے کہ سب سے پہلے وہ تھا اور کچھ نہ تھا سب کے بعد وہی ہو گا۔ اس وقت اور کوئی نہ ہو گا بلکہ اللہ کی ذات ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے ارشاد الٰہی ہے۔

یامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا الاتنفذون الا بسلطان فبای آلاء ربکما تکذبان (الرحمان ۳۳) " اے گروہ جن و انس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور زور کے سوا تم نکل سکتے ہی نہیں۔ "

سَلْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ كَمْ آتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

(اے محمد) ﷺ بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے ان کو کتنی کھلی نشانیاں دیں اور جو شخص اللہ کی نعمت کو اپنے پاس آنے کے بعد بدل دے تو اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

گذشتہ ذکر کردہ آیت سے یہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لانے سے انکار کیا وہ کسی بھی محیر العقول کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ جیسا کہ ذکر ہوا کہ بادلوں کے سائے میں اگر اللہ پاک بھی انہیں ایمان لانے کا کہیں یا فرشتے کہیں یا اگرچہ دنیا کا نظام ہی نابود ہو جائے تو اس قدر خوفناک منظر کے معائنہ کے بعد بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ لیکن اس حالت میں ان کا ایمان لانا انہیں اللہ کے عذاب سے تحفظ عطا نہیں کرے گا۔ ملاحظہ فرمائیں کہ یہودیوں کو اللہ پاک نے کس قدر حیرت افزا مناظر سے ہم کنار کیا۔ بحر قلزم پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچے تو فرعون کا لشکر ان کے تعاقب میں تھا ۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریا میں اپنا عصا مارا تو بحر قلزم میں بارہ قبائل کی نسبت سے بارہ راستے بن گئے پانی جس کی خصوصیت بہنا ہے اس نے اپنی خصوصیت کو چھوڑ دیا ۔ بنی اسرائیل بحر قلزم عبور کر گئے اور جب فرعونی لشکر بحر قلزم میں داخل ہوا تو اللہ پاک نے پانی کو بہنے کا حکم دیا ۔ چنانچہ فرعون سمیت تمام لشکر پانی میں ڈوب کر تباہ و برباد ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نجات پا گئی ۔ انہوں نے یہ تمام منظر جو حیران کن تھا اس کا مشاہدہ کیا لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور برابر لن ترانیوں میں مبتلا رہے اور موسیٰ علیہ السلام کے احکام کی نافرمانی کرتے رہے ۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک نے دو معجزے عطا کئے ۔ ایک ان کی لاٹھی جو سانپ کی شکل میں متشکل ہوتی تھی اور جب اس کو اٹھاتے تو وہ سانپ دوبارہ لاٹھی کی شکل اختیار کر لیتا ۔ دوسرا معجزہ یہ تھا کہ جب وہ اپنا ہاتھ فضا میں لہراتے تو وہ سورج کی مانند چمکتا تھا ۔ ان معجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود وہ ایمان نہ لائے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہا ۔ انہوں نے انعامات الٰھیہ کا مذاق اڑایا اور اللہ پاک کی نوازشات کو بنظر حقارت دیکھا ۔ توجو شخص بھی اللہ پاک کے انعامات کا استہزا کرتا ہے وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر رہتا ہے ۔

مقصود یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ پاک کو وحدہ لا شریک تسلیم نہیں کرنا ہے وہ اسقدر محیرالعقول واقعات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود صراط مستقیم کی جانب نہیں پلٹیں گے ۔ خیال رہے بنی اسرائیل پر انعامات الٰھیہ کا تذکرہ تفسیر پارہ اول آیت نمبر ۴۷ میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے ۔ بنی اسرائیل کا خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ سابقہ امتوں میں سے سب سے زیادہ انعامات سے ان کو نوازا گیا ۔ لیکن جب انہوں نے احکام الٰھیہ میں تبدیلی کی تو اللہ پاک نے انہیں ملعون قرار دیا اور اللہ پاک کے غیظ و غضب سے محفوظ نہ رہے ۔ اب بھی اگر امت مسلمہ کے مدعی شریعت اسلامیہ کے واضح نصوص میں حیلہ سازی کریں اور ان کی غلط تاویل کر کے اپنا مقصد نکالیں یا تحریف کے مرتکب ہوں تو وہ بھی ان کے زمرہ میں داخل ہوں گے ۔ ارشاد نبوی ہے :

لتتبعن سنن من کان قبلکم حذوالنعل بالنعل حتی ان منھم من اتی امه علانیة لکان فی امتی من یفعل ھذا ۔ (الحدیث)

" تم اپنے سے پہلے لوگوں کے راہ پر چلو گے ۔ کچھ فرق نہیں ہو گا ۔ جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے بالکل برابر ہوتا ہے ۔ بلکہ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی شخص نے اپنی والدہ کے ساتھ زنا کیا ہے تو میری امت میں بھی ایسا شخص ضرور ہو گا جو اس فعل شنیع کا مرتکب ہو گا" ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا ۘ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

اور جو کافر ہیں ان کے لئے دنیا کی زندگی خوشنما کر دی گئی ہے۔ جبکہ وہ ایمانداروں سے تمسخر کرتے ہیں (لیکن) جو لوگ پرہیز گار ہیں وہ قیامت کے دن ان پر غالب ہوں گے۔ اور اللہ جسے چاہتا بے شمار رزق دیتا ہے۔

اس سے پہلی آیت میں ان لوگوں کو ڈانٹ پلائی گئی جنہوں نے انعامات الٰھیہ کا شکریہ ادا نہ کیا کہ انہیں سخت عبرتناک عذاب سے دو چار کیا گیا۔اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام نعمتوں میں سے عظیم نعمت اسلام ہے۔ جو شخص اسلام کو تسلیم نہیں کرتا ہے وہ سخت قسم کے عذاب سے دوچار ہو گا۔ لیکن اس آیت میں مسلمانوں کو دنیوی زندگی کی آسائشوں اور دل فریب فتنوں سے خود کو دور رکھنا چاہئے۔ کہیں دنیوی دلفریبیوں میں پھنس کر آخرت کو بالکل فراموش نہ کر دیں۔یعنی شریعت کے احکام پر عمل کرنے سے بے رخی اختیار کریں اور آخرت کے ساتھ وابستگی کے اسباب کو بروئے کار لانے سے مداہنت کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس دنیا میں بظاہر صورت حال یہ ہے کہ مال و دولت سے محبت کرنے والے لوگ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں۔ معاشرہ میں انہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ان کی بات سننا گوارا نہیں۔

بخاری شریف میں سھل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک شخص گزرا۔ مجلس میں ایک شخص نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص سے استفسار کیا' "اس شخص کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟" اس نے بتایا یہ شخص تو معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر یہ شخص کسی کی جانب منگنی کا پیغام بھیجے تو اس کے پیغام پر عمل ہو گا۔ اگر کسی شخص کے حق میں سفارش کرے گا تو اس کی سفارش کو تسلیم کیا جائے گا۔ بعد ازاں کچھ دیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ بعد ازاں ایک دوسرے شخص کا گزر ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو مجلس میں بیٹھے ہوئے اسی شخص نے عرض کیا یہ شخص تو معاشرہ میں کمزور شمار ہوتا ہے۔ اگر یہ کسی کی جانب منگنی کا پیغام بھیجے گا تو اس پر عمل نہیں ہو گا۔ نہ اس کی سفارش کو تسلیم کیا جائے گا۔ نہ اس کی بات کی کچھ وقعت ہے۔ یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے شخص جیسے افراد سے زمین بھری ہوئی ہے ان تمام سے یہ شخص بہتر ہے۔ اس قماش کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افراد صحابہ کرام میں عبداللہ بن مسعود ' عمار ' صہیب ' بلال ' خبیب اور ان جیسے دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ کفار مکہ جنہیں اپنی تضحیک کا نشانہ بناتے اور نخوت و غرور کے عالم میں کہتے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر کرتے ہوئے ان کے پیغمبر کہہ رہے ہیں کہ وہ ان کے تعاون کے ساتھ کفار پر غالب آ جائیں گے اور ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ ان میں (بنو نضیر اور بنو قریظہ قبائل کو شکست دے کر) ان کا مال تقسیم کریں گے۔ (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۵۲)

ایماندار شخص کے نزدیک دنیوی زندگی میں عظیم نعمت ایمان ہے۔ اور کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے مطابق زندگی کے تمام شعبوں میں رواں دواں رہنا ہے۔ جب کہ کفار کا منتہائے مقصود دنیوی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانا ہے اور عیش و آرام کے حصول کے لئے مال و دولت کو زیادہ سے زیادہ فراہم کرنا ہے۔ اگر ایک مسلمان شخص جو نام کا مسلمان ہے وہ بھی مال و دولت کے ساتھ انتہائی محبت رکھتا ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے جائز و ناجائز وسائل کو بروئے کار لاتا ہے تو وہ شخص بظاہر نام کا مسلمان ہے۔ جب کہ اس کی انتہائی کوشش دنیوی زندگی کو زیادہ سے زیادہ آسودہ بنانا ہے۔ اور حلال و حرام کی تمیز کا اس کے ہاں کچھ سوال نہیں۔ دراصل مال ایک عظیم فتنہ ہے۔ اور اس کا کثرت کے ساتھ ہونا بہت بڑی آزمائش ہے۔

ایک حدیث میں ہے ہر امت کے لئے فتنے رونما ہوئے جنہوں نے ان کو صراط مستقیم سے دور کیا۔ میری امت کا عظیم فتنہ مال ہے۔ پس اللہ پاک مومن شخص کو اس فتنہ سے محفوظ رکھتے ہوئے اسے کثرت کے ساتھ مال و دولت سے نہیں نوازتا۔ تاکہ مال اس کو شیطان کی گرفت میں نہ جکڑ دے۔ جیسا کہ ایک شخص اپنے بیمار دوست کو ان اشیاء کے استعمال سے روکتا ہے جو مضر صحت ہیں۔ اس لحاظ سے کفار کو دنیوی زندگی میں وافر مقدار میں دولت میسر آتی ہے۔ وہ مختلف قسم کی عیاشیوں میں منہمک رہتے ہیں۔ حلال و حرام میں امتیاز نہیں کرتے ہیں۔ وہ نتائج سے بے خبر ہو کر جانوروں کی مانند ماکولات و مشروبات میں حرام حلال کی تمیز نہیں کرتے۔ بے حیائی و بے شرمی کا لباس زیب تن کر کے بندر ' خنزیر کا روپ دھار لیتے ہیں۔ انجام سے بے خبر ہو کر عیاشی فحاشی میں زندگی گزارتے ہیں۔ جب کہ ایماندار شخص کی دنیوی زندگی مصائب و آلام سے بھری ہوتی ہے۔ ایک پریشانی دور ہوتی ہے تو دوسری پریشانی آ دھمکتی ہے۔

صحیح حدیث میں ہے۔ اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل

" تمام لوگوں میں دشوار ترین تلخ زندگی انبیاء علیہم السلام کی گزری ہے۔ ان کے بعد ان کی جو معاشرہ میں ان کے بعد بہتر شمار ہوتے ہیں "۔

رسول اکرم ﷺ کی زندگی مصائب و آلام سے بھری پڑی ہے۔ سیرت نبوی پر مشتمل کتب کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے۔ جبکہ کفار لوگ دنیوی زندگی کو زیادہ سے زیادہ آرام دہ بنانے میں تمام اسباب کو بروئے کار لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ دنیوی زندگی محدود ہے اور اخروی زندگی جو دائمی اور غیر محدود ہے اس پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکا ایمان نہیں ۔ اس لئے اس کے بارے میں وہ سوچتے ہی نہیں ہیں ۔ البتہ زبان سے ایمان کے مدعی لوگ بھی کچھ اسی انداز سے دنیوی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے حرام حلال کی تمیز نہیں کرتے ۔ جبکہ آخرت پر ان کا ایمان لانا بھی رسمی ہوتا ہے ' حقیقی نہیں ہوتا۔ اس حقیقت سے کون بے خبر ہے کہ ناجائز وسائل سے کروڑ پتی ' ارب پتی بننے والے لوگ جب مستعار زندگی بسر کر کے موت سے ہم کنار ہوتے ہیں تو جس مال و دولت کو چھوڑ کر وہ عالم آخرت کی جانب سدھارتے ہیں ان کے ورثاء ان کے مال و دولت کو نہایت بے دردی کے ساتھ ناجائز اور غلط کاموں میں صرف کرتے ہیں ۔ لیکن مومن شخص کو جب اللہ پاک دنیوی زندگی میں کثرت کے ساتھ مال و دولت سے نوازتا ہے تو نہایت خوشی کے ساتھ اس کو صحیح مصرف پر صرف کرتا رہتا ہے ۔

حدیث قدسی ہے اے ابن آدم : مال خرچ کرو میں تجھے مزید مال سے نوازوں گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کرتے تھے اے بلال ! اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو اور یہ خطرہ محسوس نہ کرو کہ عرش والا اللہ پاک تجھے مال و دولت سے محروم کرے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے ۔ ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ۔ ایک کی زبان پر یہ دعائیہ کلمہ ہوتا ہے کہ یا اللہ جو شخص مال خرچ کر رہا ہے اس کو مزید عطا فرما۔ جب کہ دوسرا فرشتہ کہتا ہے جو شخص بخل کرتا ہے اس کے مال کو تباہ کر دے ۔ نیز صحیح حدیث میں ہے کہ انسان کہتا ہے مال میرا ہے ' مال میرا ہے ۔ جبکہ تیرا مال تو وہ ہے جس کو تو نے اپنی ضروریات میں صرف کیا یا صدقات خیرات میں خرچ کیا ۔ اور جو مال تو چھوڑ کر جاتا ہے وہ تو تیرا مال نہیں ہے ۔ وہ تو تیرے وارثوں کا مال ہے ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

پہلے تو سب لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا۔ (لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو اللہ نے ان کی طرف بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ کتابیں نازل کیں تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا ان میں فیصلہ کر دیں اس میں اختلاف بھی انہی لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی تھی۔ باوجود کہ ان کے پاس کھلے ہوئے احکام آ چکے تھے (اور یہ اختلاف انہوں نے صرف) آپس کی ضد سے (کیا) تو جس امر حق میں وہ اختلاف کرتے تھے اللہ نے اپنی مہربانی سے مومنوں کو اس کی راہ دکھا دی اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھا دیتا ہے۔

کتاب اللہ میں امت کا اطلاق ملت پر ہوتا ہے جس سے مقصود عقائد اور اصول شریعت ہیں جیسا کہ سورہ انبیاء میں ہے۔ ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ و انا ربکم فاعبدون۔ (الانبیاء ۹۲) " بلا شبہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے (جبکہ) میں تمہارا پروردگار ہوں پس تم میری عبادت کرو" یہ جملہ انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کے ذکر کے بعد ہے۔ چنانچہ اکثر مفسرین نے اسی معنی کو راجح قرار دیا ہے۔ یعنی مقصود عقائد ہیں۔ یعنی تمام انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ و السلام ایک ملت تھے اور ان سب کا ایک دین تھا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ان الدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنداللہ الاسلام ۔ (ال عمران ۱۹) " بلا شبہ اللہ کے نزدیک (سچا) دین اسلام ہے " اکثر مفسرین کا نقطہ نظر یہی ہے کہ امت سے مقصود جماعت ہے ۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے و ممن خلقنا امة یھدون بالحق وبه یعدلون۔ (الاعراف ۸۱) " اور ان سے ہم نے ایک جماعت کو پیدا فرمایا جو راہ حق کی راہنمائی کرتے ہیں اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں " ۔ نیز ارشاد ربانی ہے ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر (ال عمران ۱۰۴)" تم میں ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو بھلائی کی جانب دعوت دے " یہاں بھی امت سے مقصود جماعت ہے ۔ لیکن مطلق جماعت مقصود نہیں ۔ بلکہ ایسی جماعت مراد ہے جس میں اجتماعیت کی روح کار فرما ہو کہ مکمل جماعت فرد واحد کی مانند ہو ۔ ایک فرد کی تکلیف کا احساس سبھی افراد کو ہو اور وہ سب خود کو تکلیف میں مبتلا سمجھیں ۔ نیز امت کا اطلاق کچھ مدت پر بھی ہوتا ہے ۔ جیسے ارشاد الٰہی ہے وادکر بعد امة (یوسف ۴۵) " اور اسے مدت کے بعد وہ بات یاد آئی ۔ " نیز امت کا لفظ امام کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے ۔ ارشاد باری ہے ان ابراھیم کان امة قانتاً للہ ۔ (النحل ۱۲۰) "بلا شبہ ابراہیم (علیہ السلام) پیشوا تھے اللہ کی اطاعت کرنے والے تھے " نیز اس کا اطلاق مشہور و معروف امت محمدیہ پر بھی ہے ۔ ارشاد باری ہے کنتم خیر امة ۔ (ال عمران ۱۱۰) تم (یعنی امت محمدیہ) بہترین امت ہو ۔ پس جس آیت کی تفسیر ہو رہی ہے اس میں امت سے مقصود یہ ہے کہ سب لوگ ملت واحدہ تھے ۔ وہ صحیح دین پر تھے ۔ عقائد صحیحہ کے ساتھ موصوف تھے ۔ ان کے اعمال احکام شریعت کے مطابق تھے ۔

غالباً آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد تقریباً دس صدیاں ایسی گزری ہیں جن میں لوگ مجموعی طور پر شریعت اسلامی کے مطابق رواں دواں رہے ۔ نوح علیہ السلام کی آمد سے کچھ پہلے لوگوں کے اخلاق میں تبدیلی آئی ۔ بلکہ انہوں نے ایک اللہ کی عبادت کی بجائے بہت سے بت بنا کر ان کی پرستش شروع کر دی اور ملت اسلامی میں بگاڑ رونما ہوا جس کا تذکرہ سورہ نوح میں وارد ہے کہ انہوں نے ایک اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کو تسکین دیتے ہوئے پتھر سے بہت سے بت تراش کر ان کی پرستش شروع کر دی ۔ سورہ نوح کا مطالعہ فرمائیں ۔ بت پرستی کی جانب لوگوں کو مائل کرتے ہوئے انہوں نے جس کردار کو اپنایا قرآن پاک میں اس کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں ارشاد الٰہی ہے ۔ و قالو لا تذرن الھتکم ولا تذرن وداً ولا سواعاً ولا یغوث و یعوق ونسراً ۔

(نوح ۲۳) " انہوں نے برملا کہا تم نے اپنے معبودوں ود، سواع ، یغوث ، یعوق اور نسر کو نہیں چھوڑنا ہے "

اس وضاحت کی روشنی میں کان الناس امة واحدة آیت مذکورہ میں (فاختلفوا) فعل کو مقدر (پوشیدہ) تسلیم کرنا ہو گا جیسا کہ مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے کہ جب وہ امت واحدہ نہ رہے ان کا شیرازہ بکھر گیا ۔ ان میں اختلاف رونما ہوا ۔ توحید کی بجائے شرک و بدعت نے اپنے پنجوں کو گاڑا ۔ ابلیس نے لوگوں کو توحید کے مقام سے دور کر کے ان کے دل میں اس خیال کو پختہ کیا کہ ایک اللہ آپ کی تمام ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتا ۔ اس کے گمراہ کرنے پر بت پرستی کا آغاز ہوا ۔ تو پھر اللہ پاک نے انبیاء علیہم السلام کو انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمانا شروع کیا جنہوں نے ان لوگوں کو بشارت سے نوازا جو جادہ توحید پر رواں دواں تھے ۔ اور جو شرک کی دلدل میں پھنس گئے ان کو اس سے نکالنے کے لئے انہیں اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کیا ۔ مزید برآں اللہ پاک نے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں تاکہ جن باتوں میں لوگوں کا اختلاف ہے ان کے اختلاف کو دور کیا جائے ۔ لیکن لوگوں نے اس کے باوجود حب جاہ اور حب مال کے داعیہ کے باعث اختلاف کو ختم نہ کیا ۔ ضد اور تعصب کے باعث وہ گمراہی کے راستے پر ڈٹے رہے ۔ جبکہ اللہ نے ایمانداروں کو راہ حق پر رواں دواں رہنے کی توفیق سے نوازا ۔ اللہ پاک قادر مطلق خود مختار ہے ۔ وہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم پر چلاتا ہے

فهدی اللہ الذین آمنو :۔ امام طبری فرماتے ہیں اختلاف میں اللہ پاک ایمان والوں کو صراط مستقیم کی توفیق عطا فرماتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی روشنی میں اپنی زندگی گزارتے ہیں جسے محمد ﷺ نے پیش فرمایا ۔ جس کے تحفظ کی ذمہ داری خود اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ارشاد باری ہے ۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون ۔ (الحجر ۹) " بے شک ہم نے ہی قرآن پاک کو نازل کیا ہے اور بلا شبہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں " خیال رہے سنت صحیحہ کے تحفظ کی ذمہ داری بھی قرآن پاک کی متعدد آیات سے ثابت ہے ۔ وضاحت کے لئے ایک آیت ملاحظہ فرمائیں ۔ ارشاد باری ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة ۔ (الاحزاب ۲۱) " بے شک اللہ تعالٰی کے پیغمبر ﷺ میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے"۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت کی زندگی محفوظ ہے ۔ وگرنہ قرآن پاک میں یہ حکم نہ ہوتا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ بنانا ہو گا ۔ ظاہر ہے اگر آپ کی زندگی کے تمام احوال محفوظ نہیں تو پھر کیسے ان کو نمونہ بنایا جا سکتا ہے ۔

بخاری شریف میں وارد ہے ۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں ہم دنیا میں آنے کے لحاظ سے سب امتوں کے بعد آخر میں ہیں لیکن جنت میں جانے کے لحاظ سے سب سے پہلے ہیں ۔ البتہ یہود و نصاری ہم سے پہلے آئے ۔ انہیں کتاب اللہ سے پہلے نوازا گیا جب کہ ہمیں ان کے بعد آخر میں پیدا فرمایا اور آخری کتاب قرآن پاک کی تعلیم سے نوازا ۔ اللہ پاک نے انہیں جمعة المبارک کی عبادت کا حکم دیا ۔ انہوں نے اللہ کے حکم کو تسلیم نہ کیا تو اللہ پاک نے اس اعزاز کے ساتھ امت محمدیہ کو نوازا ۔ پھر یہودیوں کے لئے ہفتہ کا دن مقرر ہوا اور عیسائیوں کے لئے ان کے بعد اتوار کا دن مقرر ہوا ۔ پس اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم اختیار کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے ۔

(تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۴۰ فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ﴿۲۱۴﴾

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) پیش نہیں آئیں ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ صعوبتوں میں ہلا ہلا دیئے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب اللہ کی مدد آئے گی۔ دیکھو اللہ کی مدد قریب آیا چاہتی ہے۔

سابقہ آیت سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ پہلے تو لوگوں میں اتفاق و اتحاد رہا بعد ازاں مرور زمانہ کے ساتھ ان میں اختلاف رونما ہوا جس کے نتیجہ میں ان میں اختلاف اور عداوت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ظاہر ہے کہ آپس میں اختلاف اور دشمنی کے نتائج میں نہ صرف مال و دولت کو خطرہ لاحق ہوتا ہے بلکہ قتل و غارت کا بازار بھی گرم ہو جاتا ہے۔ تاریخ اسلامی میں قتل و غارت اور مال و دولت کے نقصان کو ہمیشہ سے ہی ناقابل برداشت سمجھا گیا ہے۔

صورت حال واضح ہے کہ مشکلات کے نمودار ہونے کی صورت میں صراط مستقیم پر ڈٹے رہنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں آپ کے پیروکاروں کو ان کے شرف کے پیش نظر مخاطب کیا گیا ہے کہ تکالیف و محن میں انہیں ان لوگوں کے نقش قدم پر گامزن رہنا ہو گا جو اولو العزمی اور ثابت قدمی سے مخالفین کا مقابلہ کرتے رہے۔ دراصل انہیں ابھارا گیا ہے کہ وہ نشاط کے عالم میں اپنے عزائم اور پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے میں استقامت اختیار رکھیں۔ ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے پائے اور اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ کامیابی سے ہم کنار ہونا اور سعادت سے اپنے دامن کو بھرنا تب ہی ممکن ہے جب تم محنت، کوشش، جانی اور مالی قربانی کے لئے خود کو پیش کرو گے۔ اس تمہید کی روشنی میں آیت مذکورہ کی تشریح کا مطالعہ فرمائیں۔ (نظم الدرر ج ۲)

شان نزول: یہ آیت غزوہ خندق میں نازل ہوئی جبکہ مسلمان شدید خوف میں تھے۔ مالی مشکلات سے بھی دو چار تھے۔ مزید برآں موسم سخت سرد تھا۔ گوناگوں پریشانیوں سے دو چار تھے۔ اللہ پاک نے انکی کیفیت کی نقشہ کشی بیان کرتے ہوئے فرمایا و بلغت القلوب الحناجر (الاحزاب ۱۰)" اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچ گئے "۔ قتادہ کا قول ہے کہ مذکورہ بالا آیت جنگ احد میں نازل ہوئی جس میں صحابہ کرام کثیر تعداد میں شہید ہوئے اور ناقابل برداشت مشکلات سے دو چار ہوئے ۔ یہاں تک کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے مسلمانوں کو بزدل بناتے ہوئے کہا ' تم کب تک اپنی جانوں کو قربان کرتے رہو گے اور اپنی مالی قوت کو تباہ و برباد کرتے رہو گے ۔ کیا اب اس شکست کے بعد اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ اگر یہ شخص پیغمبر ہوتا تو اس کے رفقاء اتنی کثرت کے ساتھ میدان جنگ میں قتل نہ ہوتے اور مخالفین کی قید میں گرفتار نہ ہوتے ۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مسلمانوں نے نہایت خوشی کے عالم میں اس کو خاموش کرا دیا کہ ہم میں سے جو لوگ جان کی بازی ہار گئے ہیں وہ جنت میں چلے گئے ۔ اس نے کہا ' تم کب تک خود کو قتل و غارت کے سپرد کرتے رہو گے ؟

آیت کا ربط :۔ اس کا ربط ماقبل کی آیت سے واضح ہے ۔ پہلی آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ پاک جس کو چاہتے ہیں صراط مستقیم کی راہ نمائی فرماتے ہیں ۔جبکہ صراط مستقیم پر رواں دواں رہنے والے ہمیشہ مصائب و محن سے دو چار ہوتے ہیں اور حق و صداقت کی اشاعت میں مشکلات سے دو چار ہونا پڑتا ہے ۔ معلوم ہوا کسی بھی عظمت کا حصول مالی ' جانی ' قربانی کے بغیر ممکن نہیں ۔ (نظم الدرر ج ۲)

چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لئے آسائش کی دعا فرمائیں ۔ آپ نے فرمایا تم سے پہلے دور میں کچھ ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان کے سر پر آرا رکھا جاتا اور ان کو دو ٹکڑے کر دیا جاتا ۔ ایسی زبردست اذیت بھی انہیں دین اسلام پر عمل کرنے سے باز نہ رکھ سکتی تھی اور کبھی کچھ لوگوں کے جسم کو لوہے کی کنگھیوں سے پھاڑ دیا جاتا ۔ گوشت سے ہڈیوں کو علیحدہ کر دیا جاتا ۔ لیکن اس قدر شدید قسم کی تکلیف ان کو ان ۔کہ دین اسلام سے نہ روکتی تھی ۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا اللہ کی قسم ! یقیناً" اللہ دین اسلام کو مکمل فرمائے گا اور اسے کامیابی سے ہم کنار فرمائے گا یہاں تک کہ صنعاء سے حضر موت کے ملک کی جانب سفر پر نکلنے والا انسان نہایت امن سے سفر کرے گا ۔ اسے صرف اللہ کا خوف ہی دامن گیر ہو گا ۔ نہ ہی بکریوں کے چرواہوں کو یہ خطرہ لاحق ہو گا کہ کوئی بھیڑیا ان کے ریوڑ سے کسی بھیڑ بکری کو اپنی حرص کا نوالہ بنائے لیکن تم ایسے لوگ ؓ جو عجلت کر رہے ہو (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۷) نیز ارشاد الہٰیؐ ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولو آمنا وھم لا یفتنون (العنکبوت ۲) "کیا یہ لوگ خیال کئے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائینگے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی ۔

اور جب پاپائے روم ھرقل نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا آپ بتائیں اسلام لانے سے پہلے آپ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہونے والی لڑائیاں کیسی تھیں ؟ کیا تم ان کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے یا کیا معاملہ رہا ؟ ابوسفیان نے جواب دیا ہمارے درمیان مقابلہ شدید ہوتا تھا ۔ کبھی وہ ہم پر فتح حاصل کر پاتے اور کبھی ہم انہیں شکست سے دو چار کر دیتے ۔ ابوسفیان کا یہ جواب سن کر اس کے جائزہ کو صحیح قرار دیتے ہوئے کہا یقیناً" اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے پیغمبروں کی آزمائش ہوتی ہے لیکن بالآخر انجام کار کامیابی ان کا مقدر ہوتی ہے ۔ ارشاد الٰہی ہے فان مع العسر یسرا" ان مع العسر یسرا" ○ (الانشراح ۵ ۔ ۶) ہاں ہاں مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے (اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۷)

نیز مسلم شریف میں مرفوع حدیث ابوھریرہ ' انس ' ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کو مشکلات اور آزمائشوں سے گھیرا ڈالا گیا ہے ۔ جب کہ دوزخ کو شہوات نفسانی کے ناجائز حربوں کے ساتھ پورا کرنے کے لئے ڈھانپا گیا ہے ۔ (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۵۴)

نیز ارشاد نبوی ہے : ۔ تمام لوگوں سے زیادہ دنیوی زندگی میں مصائب سے ہمکنار ہونے والے انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام ہیں ۔ ان کے بعد جو ان سے زیادہ قرب کا درجہ رکھتے ہیں ۔ (بخاری)

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۗ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کس طرح مال خرچ کریں کہہ دو کہ جو چاہو خرچ کرو لیکن جو مال خرچ کرنا چاہو وہ (درجہ بدرجہ اہل استحقاق یعنی) ماں باپ کو اور قریب کے رشتہ داروں کو یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو (سب کو دو) اور جو بھلائی تم کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے ۔

گذشتہ آیت کے مفہوم سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ مومن شخص کو آزمائشوں کے مراحل سے گزرنا ہوتا ہے ۔ جیسا کہ آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے فرمایا ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ (التوبہ ۱۱۱) " اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور اس کی عوض میں ان کے لئے بہشت تیار کی ہے "۔

پس مومن شخص سے اس کی جان اور مال کی قربانی کا مطالبہ برابر قائم رہتا ہے ۔گذشتہ آیت میں جانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی کا تذکرہ اولاً" موجود ہے۔ انسان کو سب سے زیادہ جان پیاری ہوتی ہے۔ جان کی قربانی کا تذکرہ بلکہ اس کی عظمت اور مدح و ستائش کا ذکر اس میں مذکور ہے۔ اب اس آیت میں مال کی قربانی کا ذکر ہے۔ مال کے ساتھ فطرتی طور پر ہر انسان کی محبت ہوتی ہے۔ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس آیت میں مال کو لفظ خیر سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے کہ مال کا شر ہونا معاشرہ کی بعض قباحتوں کے سبب ہوتا ہے۔ تو اللہ پاک فرماتے ہیں' آپ یہ سوال نہ کریں کہ کیا خرچ کریں بلکہ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ تم دریافت کرو کہ مال خرچ کرنے کے مصارف کیا ہیں۔ مقصود زکوٰۃ کا مال نہیں ہے۔ عام خیرات کا نفلی مال ہے۔ سب سے مقدم والدین کو کیا ہے۔ اس لئے کہ والدین تو اولاد کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ اس لئے ان کی ضرورتوں کو مدنظر رکھنا مقدم ہے۔ اس کے بعد بہن 'بھائی 'چچا' ماموں' قریبی رشتہ دار ہیں۔ اس کے بعد وہ بچے ہیں جن کے والدین فوت ہو چکے اور وہ بے سہارا ہیں ان پر خرچ کیا جائے۔ پھر مساکین سے مراد وہ معذور ہیں جو مال کمانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ آخر میں ابن السبیل کا ذکر ہے۔ اس سے مقصود وہ شخص ہے جو سفر میں ہے اور اس کے اخراجات ختم ہو گئے۔ اگرچہ وہ اپنے گھر میں مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ صحیح حدیث میں ہے۔ اے آدم کے بیٹے تو ضرورت سے زائد مال کو ضرورت مند پر خرچ کرے بہتر ہے اور اس کو خرچ نہ کرنا اچھا کام نہیں ہے۔ نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے الصدقة تطفی غضب الرب " صدقہ کرنا اللہ پاک کے غیظ و غضب کو ختم کر دیتا ہے "۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ضرورت مند پر مال خرچ کرنے سے خرچ کرنے والے انسان کو یک گونہ سکون حاصل ہوتا ہے۔ نیز بخل کا داعیہ ختم ہوتا ہے جو کہ بہت بڑی بیماری ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾

(مسلمانو) تم پر (اللہ کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہو گا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو اور ان باتوں کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس آیت کے موضوع سے جہاد کا وجوب معلوم ہو رہا ہے۔ گذشتہ آیت مذکورہ میں مال کے ان مصارف کا ذکر تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن پر مال خرچ کیا جائے ۔ اس آیت میں مالی قربانی کے ساتھ ساتھ جانی قربانی پر بھی زور دیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ اسلام کے مرکز کا دفاع کیا جائے کہ مجاہدین دشمنوں کے حملوں کو روکیں اور مرکز کو تحفظ عطا کریں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہر شخص پر فرض ہے خواہ وہ میدان جہاد میں دشمن کے مقابلہ میں نبرد آزما ہے یا گھر میں رکا ہوا ہے اور وہ مجاہدین کی اعانت کے سلسلہ میں جدوجہد کرے ۔ جب اس سے مالی قربانی کا مطالبہ کیا جائے تو وہ بخوشی مجاہدین کی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے میں جدوجہد کرے لیکن اگر ضرورت پیش آ جائے کہ وہ لوگ جو گھروں میں مالی تعاون کے لئے کوشاں ہیں وہ بھی میدان جہاد میں مجاہدین کے ساتھ مل کر جہاد کریں تو انہیں میدان جہاد میں مجاہدین کے ساتھ شریک ہونا ضروری ہے ۔ صحیح حدیث میں ہے جو شخص فوت ہوا اور وہ جہاد میں نہیں نکلا اور نہ ہی اس نے جہاد کے لئے نکلنے کے بارے میں خود کو تیار کیا ہے تو اس کی موت جاہلیت پر ہے ۔ نیز رسول اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم منسوخ ہے ۔ البتہ جہاد کا حکم باقی ہے اور اگر جہاد کا موقع میسر نہ آئے تو نیت یہ ہو کہ جب بھی مجھے جہاد کے لئے دعوت دی جائے گی تو بلا حیل و حجت میدان کارزار میں بخوشی پہنچوں گا۔

قرآن پاک کی آیت میں جہاد کے بارے میں کرہ لکم کا جملہ استعمال ہوا ہے ۔یعنی جہاد کرنا مشقت کا کام ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ کام خاصا دشوار ہے ۔اس لئے کہ میدان جہاد میں شریک ہونے والا مجاہد شہید ہو گا یا زخمی ہو گا ۔اس کے ساتھ ساتھ سفر کی مشقت کی زحمت برداشت کرنی ہوتی ہے اور دشمن کے سامنے بہادری کے ساتھ لڑائی کرنا ہوتا ہے ۔

عسٰی ان تکرھوا شیئا" : ۔ اس آیت میں لطیف اشارہ موجود ہے کہ جہاد کرنے کا نتیجہ کامیابی اور دشمن پر غلبہ حاصل کرنا اور ان کی سلطنت کو اسلامی سلطنت میں شامل کرنا ہوتا ہے ۔ نیز ان کے مال اولاد ' عورتوں کو اپنے قبضہ میں کرنا ہوتا ہے ۔

وعسٰی ان تحبوا شیئا" وھو شرلکم : ۔ یہ آیت تمام امور کو شامل ہے کبھی ایک شخص ایک چیز کو محبوب سمجھتا ہے لیکن اس کے لئے وہ چیز درحقیقت افادیت کی حامل نہیں ہوتی جیسا کہ جہاد نہ کرنا اور چھاونی میں آرام کرنا دشمن کو اس کے ملک پر غلبہ عطا کرتا ہے ۔

واللہ یعلم وانتم لا تعلمون : ۔ اللہ پاک تمام کاموں کے انجام سے خوب خبر رکھتا ہے اور اسے علم ہے کہ اس میں تمہارا دنیوی اخروی فائدہ کس قدر ہے ؟ پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اللہ پاک کے احکامات کو قبول کرو اور اس کی اطاعت سے انحراف نہ کرو ۔ (ابن کثیر ج ۱۲ ص ۳۷۷)

مفسرین بیان کرتے ہیں جہاد کی فرضیت کے بارے میں یہ آیت سب سے پہلے سن دو ہجری میں نازل ہوئی ۔ اس سے پہلے جہاد کرنا ممنوع تھا ۔ سورہ حج میں ارشاد باری ملاحظہ فرمائیں ۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علٰی نصرھم لقدیر (الحج ۳۹) ۔ " جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ۔ ان کو اجازت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے (اور اللہ انکی مدد کرے گا " اس کے بعد سن دو ہجری میں جہاد کی فرضیت کا حکم دیا گیا۔ لیکن بعض اس بات کے قائل ہیں کہ جہاد مستحب ہے ۔ وہ ذیل کی آیت سے استدلال کرتے ہیں فضل اللہ المجاهدین باموالهم و انفسهم علی القاعدین درجة وکلا" و عداللہ الحسنیٰ (النساء ۹۵) " اللہ نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گوکہ) نیک وعدہ سب سے ہے لیکن جب دشمن کی فوج مسلمانوں کے ملک میں فاتحانہ انداز میں داخل ہو تو تمام مسلمانوں پر جہاد کرنا فرض ہے ۔ (المنار ج ۲ ص ۳۱۳)

جہاد کی فضیلت میں کثرت کے ساتھ احادیث صحیحہ وارد ہیں ۔ بخاری شریف میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے دریافت کیا آپ فرمائیں کون سا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا فرض نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنا ' اس کے بعد والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ' اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ہے ۔ اگر میں آپ ﷺ سے مزید دریافت کرتا تو آپ ﷺ مجھے مزید چیزیں بتاتے (تفسیر مظہری جلد ۱ ص ۲۵۷)

عسیٰ ان تکرھوا شیئا" اور عسیٰ ان تحبو شیئا" میں علم بدیع کے محسنات کار فرما ہیں یعنی دونوں میں مقابلہ ہے ۔ کراہیت اور محبت نیز خیر اور شر میں مقابلہ ہے اور واللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون میں مطابقت سلبی ہے کہ اللہ پاک کو علم ہے اور آپ کو کچھ علم نہیں۔ کرہ مصدر مفعول کے معنی میں مبالغہ مراد ہے ۔(صفوة التفاسیر ج ا ص ۱۲۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ
ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ
اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَا
لُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ
وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

(اے محمد) لوگ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو ان میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کے راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ جانے سے روکنا اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا جو یہ کفار کرتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے اور فتنہ انگیزی خون ریزی سے بھی بڑھ کر ہے اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے (پھر کر کافر ہوا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ میں جانے والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ پاک نے جب ایمانداروں پر جہاد فرض قرار دیا تو رسول اکرم ﷺ نے ایک لشکر عبداللہ بن جحش کی قیادت میں نخلہ مقام کی جانب بھیجا تاکہ کفار کے حالات کا جائزہ لے کر ہمیں خبردار کرے لیکن مشیت ایزدی کا کرنا ہوا کہ عبداللہ بن جحش کے لشکر کی قریش کے ایک قافلہ سے مڈ بھیڑ ہوئی۔ انہوں نے ان سے لڑائی کی تو ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ایک شخص کو قتل کر دیا جس کا نام عمرو بن الحضرمی تھا اور ان سے دو انسانوں کو قید کر لیا اور قافلہ کے ساز و سامان کو لوٹ لیا ۔ پھر واپس لوٹے یہ واقعہ جمادی الاخری کے مہینہ کے آخر میں وقوع پذیر ہوا ۔ غالباً" رجب المرجب حرمت والے مہینہ کی پہلی رات تھی ۔ قریشیوں نے شورش برپا کر دی کہ محمد ﷺ حرمت والے مہینوں کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے ہیں بلکہ لڑائی کرتے ہیں ۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں نے اس واقعہ کو اپنی مجلسوں میں بار بار دہرایا اور مسلمانوں بلکہ آپ ﷺ کے خلاف بے ادبی کی زبان استعمال کی کہ یہ شخص حرمت والے مہینوں کا کچھ خیال نہیں رکھتا ہے ۔ آپ ﷺ ان کے پروپیگنڈا سے متاثر ہوتے ہیں اور قافلہ اور قیدیوں کو رہا کر دیتے ہیں ۔ چنانچہ عبداللہ بن جحش اور ان کے رفقاء اکثر لوگوں کے اعتراضات اور ملامت کا نشانہ بنتے ہیں ۔ یہ معاملہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا ۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں استفسار کرتے ہیں اے اللہ کے پیغمبر ﷺ آپ ان کے اعتراضات کا دفاع کرتے ہوئے انہیں خبردار کریں اور انہیں نہایت وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ حرمت والے مہینوں میں لڑائی کرنا یقیناً" بہت بڑا گناہ ہے ۔ جب کہ اللہ کے دین اسلام سے روکنا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا نیز بیت اللہ کی زیارت سے روکنا اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کو مکہ مکرمہ اور بیت اللہ کی زیارت سے محروم کرنا جب کہ وہ وہاں کے باشندے ہیں ۔ ان کا یہ فعل اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے ۔ جیسا کہ مشرکین کا شرک کرنا حرم پاک میں ۔ نیز ایمانداروں کو حرم پاک میں ان کے دین سے انہیں پھیرنے کے لئے سرگرمیاں جاری رکھنا اور انہیں مختلف قسم کی صعوبتوں اور تکالیف سے ہم کنار کرنا یہ ایسا شنیع فعل ہے جس کی شناعت حرمت والے مہینوں میں قتل کرنے سے کہیں بڑھ کر ہے ۔ مزید برآں وہ لوگ پختہ ذہن رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ پوری قوت کے ساتھ جنگ و جدال اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک وہ اپنے دین کو خیرباد نہیں کہتے ہیں ۔ بعد ازاں اللہ پاک مسلمانوں کو ارتداد سے بچاؤ کا حکم دیتے ہوئے خبردار کر رہے ہیں کہ خواہ کتنا ہی اذیت ناک عذاب کیوں نہ ہو آپ نے دین اسلام کو خیرباد نہیں کہنا ہے ۔ اس لئے کہ جو شخص دین اسلام سے مرتد ہو گیا اور اس نے اس کے بعد توبہ نہ کی یعنی وہ بحالت کفر فوت ہوا تو اس کے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کا ایندھن رہیں گے ۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۶۵)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٨﴾

جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کے لئے وطن چھوڑ گئے اور کفار سے جہاد کرتے رہے وہی اللہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا (اور) رحمت کرنے والا ہے۔

یہ آیت بھی عبداللہ بن جحش اور اس کے رفقاء سفر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ پاک انہیں اطمینان دلا رہے ہیں کہ وہ ہرگز گناہ گار نہیں ہیں۔جب کہ انہوں نے جان بوجھ کر حرمت والے مہینہ میں کسی شخص کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا ہے جیسا کہ عوام الناس ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ وہ تو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ رحمت سے مقصود جنت ہے۔ اس لئے کہ جنت کا حصول اللہ کی رحمت کے سوا ممکن نہیں۔ درست ہے کہ اعمال صالحہ اور ایمان کی دولت بھی موجود ہو اور ان سے اشتباہ کے عالم میں جو غلطی صادر ہوتی ہے اللہ پاک نے انہیں معاف کر دیا ہے اور اس نے بالخصوص انہیں اپنی بے پایاں رحمت کے ساتھ ڈھانپ لیا ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ پاک کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے اپنے وطن کو خیرباد کہا اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر آئے۔ مزید برآں وہ اللہ کی راہ میں رسول اکرم ﷺ کی معیت میں کفار کے ساتھ جہاد میں مصروف کار ہیں۔ وہ اللہ کی رحمت کے واقعی ان لوگوں کی فہرست میں داخل ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١٩﴾

(اے پیغمبر) لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑا ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں۔ مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ اور یہ بھی تم سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کون سا مال خرچ کریں کہہ دو جو ضرورت سے زیادہ ہو اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم سوچو۔

الخمر:۔ جو چیز بھی عقل کو ڈھانپ لے اس کے پینے سے انسان کی عقل قائم نہ رہے اور وہ اچھائی اور برائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں امتیاز نہ رکھ سکے ذہن نشین کرلیں لفظ خمر کا اطلاق انگور کے پانی پر ہوتا ہے۔
المیسر :۔ کا معنی جوا ہے اس وجہ سے کہ جوا کے ذریعہ اکثر و بیشتر آرام کے ساتھ مال حاصل ہو جاتا ہے جب کہ اس کا مادہ (ی س ر) آسانی کے معنی میں ہے
اثم :۔ کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جو ضرر رساں ہو خواہ اس کا نقصان بدن ' عقل ' مال یا عزت پر ہو۔ شراب پر اثم کا اطلاق اس لئے ہے کہ شراب پینا گناہ کا باعث ہے۔
عفو :۔ اس مال کو کہا جاتا ہے جو انسان کی ضرورت سے زائد ہو۔
العنت :۔ کا اطلاق زبردست مشقت پر ہوتا ہے۔ شراب پر اثم کا اطلاق اس لئے کہ شراب پینا گناہ کا باعث ہے۔
سابقہ آیت کے ساتھ مناسبت یوں ہے کہ جب اس سے پہلی آیت میں قتال فی سبیل اللّٰہ کا حکم تھا اس میں اس کے مقاصد کو بیان کیا گیل تھا۔ اولا" حق کی مدد کرنا ' دین اسلام کو غلبہ عطا کرنا اور امت مسلمہ کو ان کے دشمنوں سے تحفظ عطا کرنا ہے۔ اس کے بعد ایسی چیز کا ذکر ہو رہا ہے جس سے اسلامی معاشرہ کے داخلی نظام کو قوت عطا ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی عادات و اخلاق اعلیٰ درجہ کے ہوں۔ پس کسی اسلامی حکومت کے داخلی معاملات اور خارجی کی اصلاح ضروری ہے تا کہ حکومت کا نظام مضبوط بنیادوں پر استوار ہو اور اسلام ایک مضبوط اور نہایت بلند قلعہ کی شکل اختیار کر جائے اور فتنہ پرور لوگوں کے حملوں سے اسے تحفظ حاصل ہو۔
شان نزول :۔ انصار صحابہ کرام میں سے چند لوگ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان میں عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے بارے میں سوال کیا۔ اس لئے کہ شراب کا نقصان یہ ہے کہ اس کے پینے سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور مال کو بھی نقصان لاحق ہوتا ہے۔ تو اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ (صفوۃ التفاسیر ۱ ص ۱۳۶)
دور جاہلیت میں اہل عرب مے نوشی کیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ جوا بھی کھیلا کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اسلام نے ابتداء میں توحید کی جانب دعوت دی اور حکم دیا کہ تمہیں اس بات پر بھی یقین رکھنا ہو گا کہ قیامت کا وقوع بر حق ہے۔ اس لئے یہ دونوں چیزیں انہیں اسلام پر قائم رہنے کا سبب ہوں گی اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کی معیت میں مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرما ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں تشریف لانے سے مدینہ منورہ اسلامی سنٹر کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اسلامی سلطنت کے معرض وجود میں آنے کے فورا" بعد اسلامی احکام کا حسب ضرورت نزول شروع ہو گیا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک صحابی نے باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے بحالت نشہ شراب میں قل یا ایھا الکافرون کی جب تلاوت کی تو اس نے لا اعبد کی جگہ پر اعبد کہہ دیا اس پر سورہ نساء کی آیت نازل ہوئی یا ایھا الذین آمنو لا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاری (النساء ۴۳) " مومنو ! جب تم نشے کی حالت میں ہو (تو جب تک ان الفاظ کو جو منہ سے کہو سمجھنے نہ لگو) نماز کے پاس نہ جاؤ "
چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام صرف ان اوقات میں شراب پیتے تھے جب نماز کا وقت نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تھا۔ اس کے بعد شراب کے بارے میں صحابہ کرام کثرت سے سوال کرنے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ پاک نے انہیں مطلع کیا کہ ان دونوں میں مفاسد بھی ہیں اور کچھ فوائد بھی ہیں لیکن مفاسد کا حصہ منفعت سے کہیں زیادہ ہے۔ چنانچہ اکثر صحابہ کرام نے شراب پینا اور جوا کھیلنا ترک کر دیا۔ جب کہ کچھ لوگ شراب پیتے رہے لیکن عمر رضی اللہ عنہ شدت کے ساتھ شراب کے استعمال سے روکتے رہے اور برابر یہ دعا کرتے رہے اے اللہ : ہمیں شراب کے بارے میں واضح بیان سے آگاہ فرمائیں تو اللہ پاک نے ان کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور سورۃ مائدہ کی ذیل کی آیت نازل ہوئی یا ایھا الذین امنو انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون، انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر و المیسر و یصدکم عن ذکر اللہ و عن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون (المائدہ ۹۰۔ ۹۱)

" اے ایمان والو ! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہاری آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہئے"۔

اس آیت کے نزول کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رک گئے ' ہم رک گئے۔ اسی طرح شراب اور جوا مکمل طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا گیا اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی حد مقرر فرمائی اور اس کے پینے سے ڈراتے ہوئے اسے ام الفواحش اور ام الخبائث قرار دیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمیشہ شراب پیتا رہے گا قیامت کے دن اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہونے کے سبب اس سے ہم کلام نہیں ہو گا۔

فیھما اثم کبیر و منافع للناس۔ :۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں جس طرح اللہ پاک نے ان دونوں کے مفاسد اور منافع کا ذکر کیا ہے وہ قابل تسلیم ہے۔ سورہ مائدہ میں شراب نوشی اور جوا بازی کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں گناہ کا سبب ہیں۔ ان کے سبب مسلمانوں میں دشمنی اور بغض وقوع پذیر ہوتا ہے۔ نیز ان کی وجہ سے اللہ کا ذکر اور نماز کی ادائیگی سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ خیال رہے یہ گناہ مسلمانوں کے درمیان دشمنی اور عداوت سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس سے اللہ کے ذکر سے محرومی ہوتی ہے اور نماز کی ادائیگی درست نہیں رہتی۔

یقیناً" یہ دونوں بہت بڑے کبیرہ گناہ ہیں۔ لیکن ان دونوں کے فوائد ان دونوں کے مفاسد کے لحاظ سے عظیم ہیں۔

ان میں یہ ہے کہ شراب کی تجارت اور اس کی تیاری میں فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ نیز شراب پینے سے فرحت ' نشاط اور سخاوت کا داعیہ تیز ہوتا ہے۔ جب کہ جوا کے فوائد سے بلامشقت مال انسان کے دامن میں آگرتا ہے اور کچھ محتاج لوگ اس سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ جب کہ وہ جوا کھیلنے پر اونٹوں کو ذبح کرنے کی شرط لگاتے ہیں جن کا گوشت فقرا اور محتاج لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب شراب کی حرمت کی آیت نازل ہوئی تو اس وقت شراب ' انگور ' کھجور '

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہد، گندم اور جو سے تیار ہوتی تھی۔ لیکن ہر اس مشروب کو شراب کہیں گے جو عقل پر پردہ ڈال دے ۔ (اِرواء الغلیل ج ۸ ص ۴۱)

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے کل مسکر خمر و کل خمر حرام ہر نشہ دینے والی چیز شراب ہے اور ہر قسم کی شراب حرام ہے ۔ بلکہ ایک حدیث میں ہے جب کثیر مقدار میں شراب نشہ آور ہو تو وہ شراب اور جس قدر نشہ آور نہ ہو وہ بھی حرام ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ شراب خواہ قلیل ہو یا کثیر اس کا استعمال حرام ہے ۔ جبکہ دھوکہ باز لوگوں کی یہ بات درست نہیں کہ وہ شراب کے اس آخری گھونٹ کو حرام قرار دیتے ہیں جس سے نشہ رونما ہوتا ہے اور اس سے پہلے شراب کے جرعات کو حلال قرار دیتے ہیں ۔ اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ شراب کا صرف آخری گھونٹ ہی اس کی حرمت کو ثابت نہیں کرتا ہے بلکہ اس کا پہلا گھونٹ بھی اس طرح حرام ہے جس طرح کہ آخری گھونٹ حرام ہے ۔ نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ ج ۲ ص ۳۰۲، ارواء الغلیل ج ۵ ص ۴۳)

شراب بطور دوا کے استعمال کرنا بھی حرام ہے ۔ عکل اور عرینہ قبائل کے جن لوگوں کو جانوروں کے پیشاب اور دودھ پلانے کی اجازت دی گئی تھی وہ حدیث سورۃ مائدہ سے پہلے کی ہے ۔ جب سورۃ مائدہ میں شراب کی حرمت کا واضح ذکر ہے ۔ البتہ حرام چیز کے ساتھ علاج کرنا بھی جائز نہیں جیسا کہ سورۃ انعام میں ہے قل لا اجد فیما اوحی الی محرماً علٰی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دماً مسفوحاً او لحم خنزیر فانه رجس او فسقاً اهل لغیر اللّٰه به فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور رحیم (الانعام ۱۴۵)

" کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں میں ان میں کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا بجز اس کے کہ وہ مرا ہوا جانور ہو یا بہتا لہو یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں یا کوئی گناہ کی چیز ہو اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور اگر کوئی مجبور ہو جائے لیکن نہ تو نافرمانی کرے اور نہ حد سے باہر نکل جائے تو تمہارا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے ۔

البتہ اضطراری حالت میں جب کہ انسان اگر کوئی چیز نہ کھائے گا یا نہیں پیئے گا تو اس کی جان کو خطرہ ہے اور موجود چیز حرام یا مردار ہے ۔ تو ایسی صورت میں جان بچانے کے لئے ضرورت کے مطابق جائز ہے ۔ لیکن علاج کے لئے حرام چیز کو استعمال کرنا حرام ہے ۔ جیسا کہ مسلم شریف میں ہے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے شراب کے استعمال کے بارے میں دریافت کیا آپ نے اس کو منع کیا۔ اس نے وضاحت کی کہ میں اس کو بطور دوا کے استعمال کرنا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا بلا شبہ یہ تو بیماری ہے دوا نہیں ہے ۔ (مظہری ج ۱ ص ۲۷۱)

و یسئلونک ما ذا ینفقون :۔ جب یہ آیت نازل ہوئی انفقوا فی سبیل اللّٰه " اللہ کی راہ میں خرچ کرو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" تو صحابہ کرام نے معلوم کرنا چاہا کہ کس مال کو خرچ کیا جائے ۔ اللہ پاک نے فرمایا اس مال کو خرچ کرو جو تمہاری بنیادی ضرورتوں سے زائد ہو۔

اسی بناء پر رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو استغناء کے بعد دیا جائے ۔ (بخاری)

جس طرح اس سوال کے جواب کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔ اسی طرح اللہ پاک تمہارے لئے احکام شریعت کو بیان فرما رہے ہیں اور حلال و حرام میں حد فاصل قائم کر رہے ہیں تا کہ تمہیں اس حقیقت کے معلوم کرنے کے لئے بیدار کریں کہ تم دنیا اور آخرت کے معاملات میں غور و فکر کرو ۔ تم اپنی ضرورت کے مطابق دنیا کے حصول کی جانب متوجہ رہو اور تم آخرت کے حصول کے لئے کوشاں رہو جہاں تم سب نے ایک دن جانا ہے اور تم نے اپنے اعمال کے مطابق وہاں زندگی کو گزارنا ہے ۔ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے ۔ آپ نے فرمایا اپنی ضرورت میں صرف کیجئے اس نے کہا کہ مزید ایک اور دینار ہے آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اہل و عیال پر صرف کرو ۔ اس نے عرض کیا ایک اور دینار بھی ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد پر خرچ کرو ۔ اس نے عرض کیا ایک اور دینار بھی ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے تم غور و فکر کے بعد اہم مناسب مقام پر اس کو خرچ کرو (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۴)

لعلکم تتفکرون : ۔ اللہ پاک نے جس طرح تمہیں تفصیل کے ساتھ ان احکام سے آگاہ کیا ہے اور ان کو واضح کیا ہے اسی طرح اللہ پاک تمام آیات کی تبیین فرمارہے ہیں ۔ ان کے احکام وعدہ اور وعید کو واضح کر رہے ہیں تا کہ تم دنیا اور آخرت کے معاملات کے بارے میں غور و فکر کرو۔ ابن عباس سے دنیا کے زوال اور فنا آخرت کے بقا اور اس کے وقوع پذیر ہونے کا ذکر کیا ہے تا کہ تم غور و فکر کرتے رہو ۔

حسن بصری کا قول ہے جو شخص دنیوی امور میں غور و فکر کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ دنیا مصائب کا گھر ہے ۔ اس کو بقا حاصل نہیں ہے ۔ آخرت جزا و سزا کا گھر ہے اور اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بقا ہے (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٠﴾

اور تم سے یتیموں کے بارے دریافت کرتے ہیں کہہ دو ان کی (حالت کی) اصلاح بہت اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہنا (یعنی خرچ اکٹھا رکھنا) چاہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اس آیت میں مفسد اور مصلح دونوں محسنات بدیعیہ سے ہیں۔

سورہ نساء میں جب یہ آیت نازل ہوئی ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا و سیصلون سعیرا (النساء ۱۰) "جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے"۔

تو ایماندار مرد و زن اس سخت وعید سے خوف زدہ ہوئے اور جس شخص کے گھر میں کوئی یتیم بچہ رہ رہا تھا جس کی وہ کفالت کر رہا تھا اس نے اس کے کھانے اور پینے کو اپنے کھانے اور پینے سے الگ کر دیا۔ لیکن اس وجہ سے انہیں سخت تکلیف کا سامنا ہوا اور انہوں نے اس تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لئے سوالات کئے ان کے سوال پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا کہ اصل مقصد یہی ہے کہ یتیموں کے مال کا خیال رکھا جائے۔ یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ تم ان کے مال کو اپنے مال سے الگ کرو۔ چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا اے محمد ﷺ آپ ان سے کہیں کہ یتیموں کے مال اختلاط کی صورت میں الگ رکھنے سے بہتر ہے۔ الگ رکھنے کی صورت میں ان کے مال کا خیال نہ رکھنا اصلاح کے خلاف ہے۔ جب کہ اختلاط میں کچھ حرج نہیں ہے تو اللہ پاک نے فرمایا اگر تم ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ خلط ملط کرتے ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اس لئے کہ وہ تمہارے بھائی ہیں اور ایک بھائی اپنے دوسرے بھائی کے مال میں اختلاط کرتا ہے اور اللہ پاک نے انہیں بتایا کہ اللہ پاک کو خوب علم ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یتیم کے مال کو کون نقصان پہنچا رہا ہے اور کون اصلاح کر رہا ہے تاکہ وہ ہمیشہ احتیاط رکھیں ۔ یہ سب پابندیاں یتیم کے مال کے تحفظ کے لئے ہیں جس کا والد فوت ہو چکا ہے اور وہ اس کی کفالت سے محروم ہے ۔ بعد ازاں اللہ پاک نے ان پر اپنے مزید احسان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں دراصل مشقت میں واقع ہونے سے تحفظ عطا کیا ہے ۔ یعنی اگر اللہ پاک چاہتے تو تمہیں مشقت اور تکلیف میں ہی برقرار رکھتے یعنی کہ اللہ پاک حکم صادر فرماتے کہ تم نے ان کے مال کو الگ ہی رکھنا ہے ۔ جس میں مشقت ہی مشقت ہے ۔

ان اللّٰہ عزیز حکیم :۔ اللہ پاک جو ارادہ فرماتے ہیں اللہ کا ارادہ غالب رہتا ہے اور جو کام اللہ پاک سے وقوع پذیر ہو رہا ہے وہ حکمت سے خالی نہیں ہے ۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۸۶)

اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن (الانعام ۱۵۲) "کہ تم یتیم کے مال کے نزدیک بھی نہ جاؤ البتہ اصلاح کے نظریہ کے پیش نظر قریب جا سکتے ہو" اور دوسری آیت نازل ہوئی ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما (النساء ۱۰) "بے شک وہ لوگ جو ظلم کے ساتھ یتیم بچوں کے مال کو کھا جاتے ہیں "تو جس شخص کی کفالت میں کوئی یتیم بچہ تھا اس نے اس کے کھانے پینے کا انتظام اپنے کھانے پینے سے الگ کر دیا جب یتیم کے کھانے سے کچھ باقی رہتا تو اگر وہ استعمال میں آجاتا تو درست وگرنہ خراب ہوتا ۔ اس سے انہیں سخت کوفت ہوئی چنانچہ انہوں نے اس کا تذکرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا تو اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد انہوں نے یتیموں کے مال کو اپنے مال کے ساتھ خلط ملط کر دیا ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۴)

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

اور مومنو! مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرنا کیونکہ مشرک عورت خواہ تم کو کیسی بھلی لگے اس سے مومن لونڈی بہتر ہے۔اور (اسی طرح) مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو ان کی زوجیت میں نہ دینا کیونکہ مشرک (مرد) سے خواہ وہ کیسا ہی بھلا لگے مومن غلام بہتر ہے۔ یہ (مشرک لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ اپنی مہربانی سے بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور اپنا حکم لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ نصیحت حاصل کریں۔

ماقبل کی آیت کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے اس لئے کہ سابقہ آیت میں مخالطت کا جملہ یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کو بھی شامل ہے۔ مزید برآں چونکہ پہلے دراصل احکام بیان ہو رہے ہیں اور احکام میں مناسبت ضروری نہیں۔ (المنار ج ۲ ص ۳۴۷)

علامہ بقاعی نے مختصر ذکر کیا ہے کہ سابقہ آیت میں یتامیٰ کے مال کے ساتھ اپنے مال کو خلط ملط کرنا جائز ہے۔ پس نکاح میں بھی اختلاط ہے۔ اس لئے بیان کیا کہ آپ مشرک عورتوں سے اختلاط نہ رکھیں۔ یعنی ان کے ساتھ نکاح نہ کریں۔ البتہ "البحر المحیط" میں نسبتاً مناسبت کا پہلو زیادہ واضح ہے کہ مناکحت سے مقصود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخوت دینی ہے ۔یعنی مشرک عورت کے ساتھ نکاح جائز نہیں ۔

علامہ ابوبکر جابر الجزائری آیت کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اللہ پاک نے ایمانداروں کو مشرک عورتوں کے نکاح کرنے سے منع کیا ہے ۔ جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائیں ۔ جب ایمان لے آئیں تو ان کے ساتھ نکاح جائز ہے گویا کہ جہاں مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی رغبت دلائی ہے وہاں مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نفرت دلائی ہے ۔ چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا آزاد مشرک عورت سے مومن لونڈی کے ساتھ نکاح کرنا بہتر ہے ۔اگرچہ مشرک عورت کا حسن و جمال تمہیں اس کی جانب مائل کیوں نہ کرے ۔ جیسا کہ اللہ پاک نے ایمانداروں کو منع کیا ہے کہ وہ ایماندار عورتوں کا نکاح مشرکین کے ساتھ نہ کریں ۔ جب تک وہ دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوں ۔ ایمان لانے کی صورت میں ان سے نکاح جائز ہے ۔ ارشاد الٰہی ہے کہ تم اپنی بیٹیوں کا نکاح مشرک مردوں کے ساتھ نہ کرو ۔ ہاں اگر وہ ایمان لے آئیں تو نکاح کرنا درست ہے ۔ اور آزاد مشرک سے نفرت دلاتے ہوئے اور ایماندار کے ساتھ نکاح کی رغبت دلاتے ہوئے اس کا حکم دیا ہے ۔ اگرچہ مشرک کا حسن اور مال نکاح کی جانب مائل کیوں نہ کرتا ہو ۔ اور اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ مشرک مرد اور مشرک عورتیں دوزخ کی جانب دعوت دے رہی ہیں ۔ پس ان کے ساتھ اختلاط نقصان دہ ہے اور معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے والا ہے ۔ بالخصوص جب ان کے نکاح کا رشتہ قائم ہو جائے ۔اس کے بالمقابل اللہ جنت کی طرف دعوت دیتے ہوئے حکم دے رہے ہیں ۔ تم میں ایمان کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی ہو ۔ نیز اللہ پاک کی بخشش کی جانب بھی دعوت ہے ۔ کہ تم اللہ کی بارگاہ میں اپنی کوتاہیوں سے معافی طلب کرو ۔ پس اللہ کے احکام کو دل و جان کے ساتھ قبول کرو ۔ اور اس کے مامورات اور منہیات کے مطابق عمل پیرا رہو ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو واضح فرما رہے ہیں ۔ تاکہ انہیں نصیحت قبول کرنے کی جانب تیار کرے ۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جانب متوجہ رہیں ۔ جس سے انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو گی ۔ اور اللہ کی نافرمانیوں سے دور رہیں ۔ جو انہیں اللہ کی ناراضگی اور دوزخ کی طرف دھکیل رہی ہیں ۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۵۹)

اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے علامہ رشید رضا اپنی کتاب تفسیر المنار میں اور ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔ کہ ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیت عبداللہ بن رواحہ کے بارے میں نازل ہوئی ۔ اس کی ایک لونڈی سیاہ فام تھی غصہ میں آکر اس نے لونڈی کو طمانچہ مارا اس کے بعد وہ پریشان ہوا اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور اس واقعہ سے آپ کو مطلع کیا آپ نے اس سے استفسار کیا کہ وہ لونڈی مسلمان ہے یا نہیں ۔ اس نے جواب دیا وہ نماز ادا کرتی ہے اور روزے بھی رکھتی ہے ۔ اچھے انداز کے مطابق وضو کرتی ہے ۔ اور وہ گواہی دیتی ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک معبود ہے ۔ نیز وہ گواہی دیتی ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ۔ تو آپ نے فرمایا اے ابو عبداللہ ! وہ تو مومنہ ہے ۔ اس پر ابو رواحہ نے کہا اللہ کی قسم جس نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ۔ میں اس کو آزاد کر کے اسی سے نکاح کرتا ہوں ۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس کے اس فعل پر ناراضگی کا اظہار کر لیا۔ انہوں نے کہا عجیب بات ہے کہ اس نے اپنی لونڈی سے نکاح کر لیا ہے ۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ اس کا نکاح کسی مشرک مرد سے کرتے ۔ جو حسب نسب والا ہوتا ۔ (المنار ج ۲ ص ۳۴۷ ۔ ابن کثیر ج ۱ ص ۳۸۶)

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ ھُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۲۲۲

اور تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں ۔ کہہ دو کہ وہ نجاست ہے ۔ سو ایام حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو ۔ ہاں جب پاک ہو جائیں تو جس طریق سے اللہ نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ ۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔

لفظ اذی میں تشبیہ بلیغ ہے اس لئے کہ حرف تشبیہ اور وجہ تشبیہ کو حذف کیا گیا مقصود مبالغہ ہے ۔ جیسے کہا جاتا ہے علی اسد کہ علی شیر ہے ۔ یہاں بھی حیض کو تکلیف مستقذر قرار دیا ہے ۔ یعنی گندگی ہے ۔ لا تقربوھن سے مقصود مجامعت ہے ورنہ بلا مجامعت قرب سے روکا نہیں گیا ہے ۔

اللہ پاک رسول اکرم ﷺ کو خبر دے رہے ہیں ۔ کہ بعض ایمانداروں نے رسول اللہ ﷺ سے حائضہ عورت کے بارے میں دریافت کیا کہ دور جاہلیت میں ہم اس کے ساتھ کھانے پینے سکونت اور مضاجعت سے کنارہ کش رہتے تھے ۔ جب تک وہ حیض سے پاک نہ ہوتی ۔ اس پر اللہ پاک نے فرمایا کہ حیض بیماری ہے اگر خاوند حیض کی حالت میں بیوی سے مجامعت کرے گا تو اس کے بیمار ہونے کا خطرہ ہے ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ حیض کے دنوں میں عورت کے ساتھ مجامعت سے باز رہے ۔ البتہ اس کے ساتھ مباشرت ' مضاجعت ' کھانا پینا جائز ہے ۔ صرف شرمگاہ میں مجامعت ممنوع ہے ۔ جب تک وہ حیض سے پاک نہ ہو جائیں اور غسل نہ کریں اس لئے کہ فاذا تطھرن سے مقصود غسل کرنا ہے ۔ اس وقت اس کی شرمگاہ کو استعمال کرنا درست ہے ۔ لیکن دبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو استعمال کرنا لعنت کا باعث اور حرام ہے ۔ نیز اللہ پاک نے مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ اللہ پاک تو توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو محبوب جانتا ہے ۔ پاک صاف رہنے سے مقصود ہر قسم کی گندگی سے پہلو اختیار کرنا ہے ۔ توبہ کریں خود کو پاک صاف رکھیں ۔ تاکہ اللہ پاک کی محبت انہیں میسر آئے ۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۷۱)

خیال رہے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔ آپ اپنی بیوی سے حیض کی حالت میں ہر قسم کا فائدہ اور محبت کر سکتے ہو ۔ البتہ قُبل میں مجامعت ممنوع ہے ۔ آپ ﷺ کی یہ بات یہود تک پہنچی تو انہوں نے برملا اعتراض کیا۔ کہ یہ شخص ان تمام معاملات میں ہماری مخالفت کرتا ہے ۔ جو ہم سرانجام دیتے ہیں ۔ چنانچہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر دونوں صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں یہودیوں کے بارے میں شکایت کی ۔ کہ انہوں نے آپ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ کیا ہم ان کی مخالفت کرتے ہوئے حائضہ بیویوں سے مجامعت نہ کر لیا کریں ۔ ان کی یہ بات سن کر آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا ۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ ان دونوں صحابہ کرام پر ناراض ہو گئے ۔ دونوں صحابہ کرام وہاں سے باہر نکلے ۔ انہوں نے دیکھا کہ دودھ کا ہدیہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا ہے تو آپ نے ان کے بلانے کے لئے ان کے پیچھے پیغام بھیجا ۔ چنانچہ وہ واپس آئے ۔ آپ نے انہیں دودھ پلایا۔ اس پر انہوں نے محسوس کیا کہ آپ ان سے ناراض نہ تھے ۔ (مسلم ' مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۲۴)

خیال رہے حائضہ عورت کی شرمگاہ کو استعمال کرنا جائز نہیں ۔ تاہم شرمگاہ اور دبر کے علاوہ اس کے باقی جسم کو استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ ایک حدیث میں وارد ہے ۔ کہ حیض کی حالت میں جب رسول اکرم ﷺ اپنی حاجت نفسانی کو پورا کرنے کا ارادہ فرماتے ۔ تو اپنی بیوی کی شرمگاہ پر کپڑا رکھتے اور اس کے بعد اس کے ساتھ مباشرت فرماتے ۔ موسم سرما میں اس کے جسم کے ساتھ اپنے جسم کو گرمی حاصل کرنے کے لئے ملانا درست ہے ۔ کہ تہہ بند سے اوپر کے جسم کے ساتھ ملاعبت کرنا اور معانقہ بلکہ مضاجعت کرنا بھی درست ہے ۔ اگرچہ بہتر یہی ہے کہ حیض نفاس کی حالت میں اس سے پرہیز کیا جائے ۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٢٣﴾

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں ۔ تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو جاؤ ۔ اور اپنے لئے نیک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرتے رہو ۔ اور جان رکھو کہ ایک دن تمہیں اس کے روبرو حاضر ہونا ہے ۔ اور اے پیغمبر ﷺ ایمان والوں کو بشارت سنا دو۔

نساء کا واحد اس کے لفظ سے نہیں ہے بلکہ امرء ۃ ہے ۔ حرث کا معنی کھیتی ہے ۔عورت کی قُبل کو حرث قرار دیا ہے ۔ کہ نطفہ جب قُبل میں پہنچتا ہے تو اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے ۔ جب کہ دبر حرث کی جگہ نہیں ہے ۔ بلکہ وہ تو گوبر کی جگہ ہے ۔ پس اس سے کلی طور پر احتراز کا حکم دیا ہے ۔ البتہ قُبل محل جماع ہے خواہ آگے کی جانب یا دبر کی جانب اضطجاع کی حالت ہو یا جلوس کی ۔ یا قیام کی ۔ خواہ عورت مرد کے نیچے ہو یا اوپر ہو ۔ بہر حال ایک ہی سوراخ ہے ۔ جس میں اس عمل کی اجازت دی گئی ہے ۔ اس لئے کہ اصل مقصد نسل انسانی میں اضافہ کرنا ہے ۔ اور یہ ناممکن ہے کہ دبر میں منی گرانے سے بچہ پیدا ہو۔ محترم مولانا محمد حنیف ندوی" اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ۔

یعنی جس طرح کھیتیاں نباتات غلہ اور اناج پیدا کرتی ہیں ۔ اس طرح عورتیں اولاد کو جنم دیتی ہیں ۔ اور پروان چڑھاتی ہیں ۔ اس میں تشبیہ کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے ۔ کہ جس طرح ایک کسان زمین سے محبت رکھتا ہے ۔ اس کی دیکھ بھال اور حفاظت میں جان کھپاتا ہے ۔ اور ان تمام ضروریات کا خیال رکھتا ہے ۔ جس سے زمین کی قوت نمو میں اضافہ ہو ۔ اس طرح تمہیں بھی چاہیے کہ اپنی بیویوں سے محبت رکھو ۔ ان کی حفاظت کرو اور ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھو ۔ جن کو پورا کرنے سے یہ بہترین اولاد کی تربیت کر سکیں ۔ نیز یہ کہ جنسی التذاذ میں صرف اس بات کا خیال رکھو کہ اس سے مقصود نوع انسان کی بقاء اور افزائش ہے ۔ قرآن حکیم میں ہے

من کان یرید حرث الاخرۃ نزد لہ فی حرثہ و من کان یرید حرث الدنیا نعطہ منھا و مالہ فی الاخرۃ من نصیب (الشوری ۲۰)

" جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہے ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے ۔ اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہے ہم اسے دنیا میں سے کچھ دیں گے ۔ اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہو گا۔"

دراصل کشت حیات ایک ہی ہے ۔ اس کا ایک کنارا دنیا ہے ۔ اور دوسرا آخرت قرآن حکیم میں دونوں کو الگ الگ اس بنا پر بیان کیا ہے تاکہ زندگی کے دو واضح نقشوں کی نشان دہی کی جا سکے ۔ ایک نقشہ یہ ہے کہ انسان کی طلب وسعی کا محور و محرک صرف ادنیٰ خواہشات مادی ہوں ۔ دوسرا یہ کہ اس نقشے کو آخرت کے تصور ایمان کی ضو فشانیوں میں ترتیب دیا جائے ۔ جو شخص صرف دنیا پر ایمان رکھتا ہے ۔ وہ کوتاہ نظر ہے وہ نہ صرف دنیا کی بہت سی مسرتوں سے محروم رہتا ہے بلکہ آخرت کی نعمتوں میں سرے سے اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس جو ایمان بالاخرت کی نعمت سے مالا مال ہے ۔ اس کا دامن فکر و عمل نہ صرف اس عالم کی شادمانیوں سے پر ہوتا ہے ۔ بلکہ آخرت و عقبیٰ کی بہرہ مندیوں سے بھی اسے نوازا جاتا ہے ۔ لسان القرآن ص ۴۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ۔ یہودیوں کے ہاں یہ بات مشہور تھی کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے دبر کی جانب سے شرمگاہ میں وطی کرے ۔ تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے ۔ ان کے اس وہم کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ کہ آپ جس جانب سے وطی کرو اجازت ہے ۔ لیکن وطی کی جگہ ایک ہی سوراخ ہے ۔ جو محل حرث ہے ۔ مجامعت میں اقبال کی صورت ہو یا ادبار کی صورت کچھ حرج نہیں ۔ یہودیوں کے نظریہ کے رد میں آیت نازل ہوئی ہے ۔

ترمذی نسائی میں ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے ۔ کہ اس شخص کی جانب اللہ پاک رحمت کے ساتھ نہیں دیکھتا جو بیوی کی دبر میں وطی کرتا ہے ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۱)

وقدموا لانفسکم کی تفسیر میں ابن جریر طبری ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں ۔ کہ بیوی کے ساتھ مجامعت سے پہلے بسم اللہ اللّٰھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رزقتنا "اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ ہمیں شیطان سے محفوظ رکھنا۔ اور ہمیں جو اولاد عطا کرنا اسے بھی شیطان سے محفوظ فرمانا" ۔ (ابن جریر طبری ج ۲ ص ۵۴۳)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ" فرماتے ہیں ۔ کہ نکاح سے مقصود صرف لذت اندوزی نہیں ۔ بلکہ مقصد شرمگاہ کی حفاظت اور طلب اولاد ہو ۔ مسلم کی ایک حدیث میں وارد ہے ۔ دیندار صالح بیٹا صدقہ جاریہ ہے ۔ جو والدین کے لئے دعا کرتا ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ بیوی کے ساتھ مجامعت میں بھی ثواب ملتا ہے ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! ایک شخص اپنی شہوت کی تکمیل کر رہا ہے ۔ تو کیا اس میں بھی اجر و ثواب حاصل ہو گا ۔ آپ نے فرمایا مجھے بتائیں اگر ایک شخص حرام شرمگاہ استعمال کرتا ہے ۔ تو کیا اس کے نامہ اعمال میں گناہ نہیں لکھا جائے گا ؟ اسی بنیاد پر جب حلال شرمگاہ استعمال کرے گا تو اس کو ثواب حاصل ہو گا ۔ (مسلم) تفسیر مظہری ج ۱ ص ۲۸۵

واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ و بشر المومنین :۔ اللہ پاک کی نافرمانیوں سے بچاؤ رکھیں ۔ اللہ کا خوف ہر لحظہ دامن گیر رہنا چاہیے ۔ جلوت ' خلوت میں اللہ پاک کی عظمت و کبریائی کا پاس رکھو ۔ اور اس حقیقت کو حرز جان بناؤ کہ حشر کے میدان میں ہر شخص نے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور جواب دینا ہے ۔ کہ عمر کو کن کاموں میں صرف کیا ۔ جوانی جیسی عظیم نعمت کے وقت کیا فائدہ اٹھایا۔ یا اور مال کو کہاں خرچ کیا۔ اور کہاں سے حاصل کیا۔ جب تک اللہ پاک تعالیٰ کی جانب سے ان سوالات کا جواب نہ ملے گا۔ اس وقت تک بارگاہ الٰہی سے غائب ہونے کی اجازت نہ ہو گی ۔ اس کے ساتھ ساتھ ایمانداروں کو بشارت سے نوازا گیا ہے ۔ کہ چونکہ ہر لحظہ انہوں نے اللہ پاک کی ذات کو حاضر ناظر سمجھا اور حدود الٰھیہ سے تجاوز نہ کیا اور اس کے احکام پر عمل پیرا رہے ۔ اس لئے انہیں خوش خبری سے نوازا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۲۲۵﴾

اور اللہ (کے نام) کو اس بات کا حیلہ نہ بنانا کہ (اس کی) قسمیں کھا کھا کر سلوک کرنے اور پرہیز گاری کرنے اور لوگوں میں صلح و ساز گاری کرانے سے رک جاؤ اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

اللہ تمہاری لغو قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن جو قسمیں قصد دلی سے کھاؤ گے ان پر مواخذہ کرے گا اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔

عرضۃ :۔ رکاوٹ۔ قسم پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جب ایک مومن شخص قسم اٹھاتا ہے کہ وہ فلاں اچھا کام نہیں کرے گا۔ ایمان کا واحد یمین ہے۔ قسم اٹھاتا کہ میں فلاں کام کروں گا۔ یا نہیں کروں گا۔

اللغو۔ بے فائدہ کام۔ لغو قسم سے مقصود یہ ہے کہ کوئی شخص قسم اٹھائے کہ فلاں کام اس طرح ہے۔ لیکن وہ کام اس طرح نہ ہو یا بلا ارادہ زبان پر قسم کے الفاظ کا وارد ہونا۔

کسبت قلوبکم :۔ جس کام کے لازماً کرنے یا نہ کرنے کا قصد کرنا۔ ایمانداروں کے لئے قسم اٹھانا نیک کاموں اور صلہ رحمی سے رکاوٹ نہ بننے پائے جب ان کے چھوڑنے پر قسم اٹھائیں۔ ارشاد ربانی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفراللہ لکم " (النور ۲۲) اور جو لوگ تم میں صاحب فضل (اور صاحب) وسعت ہیں اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ خرچ پات نہیں دیں گے ۔ ان کو چاہئے کہ معاف کر دیں اور در گذر کر دیں کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تم کو بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

قسم اٹھانے کی صورت میں اچھے کام کے کرنے سے خود کو روکنا اور اس پر قائم رہنا باعث گناہ ہے ۔ جب کہ قسم کا کفارہ دے کر اچھے کام کو کرنا بہتر ہے ۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم ! جب ایک شخص اپنی قسم پر بضد رہتا ہے اور خیر کا کام نہیں کرتا تو وہ اللہ کے ہاں اس شخص سے زیادہ گناہگار ہے ۔ جو کفارہ ادا کر کے اچھے کام کو کرنے لگ جاتا ہے ۔ جب کہ ابو داؤد میں مروی حدیث میں ہے کہ غلط کام کو چھوڑنا ہی کفارہ ہے ۔ جیسے صلہ رحمی نہ کرنے پر قسم اٹھانا لیکن حدیث ضعیف ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۸ ۔ ۳۹۹)جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ وہ مسطح پر اب کبھی کچھ خرچ نہیں کرے گا تو اللہ پاک نے اچھے کام کے نہ کرنے پر قسم اٹھانے سے روک دیا۔ مسطح کے بارے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لئے قسم اٹھائی کہ وہ بھی عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگانے والوں میں شامل تھا ۔ مظہری ج ۱ ص ۲۸۶

لا یواخذکم اللہ باللغو " لغو قسم اٹھانے میں اللہ پاک تمہارا مواخذہ نہیں کرے گا" ۔ لغو قسم کی وضاحت یوں ہے ۔ کہ ایک شخص کسی بات پر قسم اٹھاتا ہے کہ وہ یوں ہے جب کہ وہ اس طرح نہیں ہے ۔ یا اس کی زبان پر قسم کے الفاظ ارادۃً" نہیں آتے ۔ بلکہ عادتاً" آتے ہیں ۔ جیسے بعض لوگ بات بات پر لا واللہ بلی واللہ کے کلمات دہراتے رہتے ہیں ۔ اس طرح کی قسم پر کفارہ نہیں ہے ۔ گناہ بھی نہیں ہے ۔ اللہ پاک نے معاف کر دیا ہے ۔ ہاں اللہ پاک کی جانب سے اس وقت مواخذہ ہو گا جب زبان کے ساتھ دل کی موافقت بھی ہو ۔ اور قسم جھوٹی ہو یعنی خلاف واقعہ ہو۔ اس لئے کہ اس شخص نے جھوٹی قسم اٹھا کر اپنے دوسرے بھائی کے حق کو غصب کیا ہے ۔ شریعت اسلامیہ میں اس قسم کا نام یمین غموس ہے۔ یعنی ایسی قسم جو قسم اٹھانے والے کو گناہ میں ڈال دیتی ہے۔ بالآخر دوزخ میں جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔اس قسم پر توبہ کی جائے زبان کے ساتھ اقرار کیا جائے کہ میں نے جھوٹی قسم اٹھائی ہے ۔ اور جھوٹی قسم کے سبب جس مال کو اپنے قبضہ میں کیا ہے ۔ اسے واپس کیا جائے عین ممکن ہے کہ اس انداز کے ساتھ تائب ہونے کے بعد اس کی توبہ قبول ہو جائے ۔ السیر التفاسیر ج ۱ ص ۱۷۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے سے قسم کھالیں ان کو چار مہینے تک انتظار کرنا چاہیے۔ اگر (اس عرصہ میں قسم سے) رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر طلاق کا ارادہ کرلیں تو بھی اللہ سنتا جانتا ہے۔

یوء لون۔ الایلاء۔ بیوی سے ملاپ نہ کرنے پر قسم اٹھانا جبکہ مجرد سے (الو) کا معنی کوتاہی کا ہے۔ قرآن پاک میں لا یالونکم خبالا" وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے ہیں۔ تربص انتظار، مہلت اختیار کرنا۔ الفئی قسم اٹھانے کے بعد بیوی سے وطی کے لئے لوٹنا۔ الطلاق رابطہ زوجیت کو ختم کرنا۔ مثلاً" خاوند جب بیوی کو مخاطب کر کے کہے کہ تجھے طلاق ہے۔ یا بلا مخاطب کہے وہ مطلقہ ہے۔ یا اسے طلاق ہے۔ اصل معنی آزادی کا ہے۔ اس کے بالمقابل لفظ قید ہے۔

بیوی سے قسم اٹھانے والے شخص کے بارے میں بیان ہو رہا ہے۔ کہ جو شخص اپنی بیوی کے بارے میں قسم اٹھاتا ہے۔ کہ وہ اس کے ساتھ جنسی تعلقات قائم نہیں کرے گا۔ اس شخص کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں۔ کہ قسم اٹھانے کی صورت میں چار ماہ انتظار کیا جائے۔ اگر وہ اس عرصہ میں اپنی بیوی سے رجوع کر لیتا ہے۔ یعنی اس سے مجامعت کر لیتا ہے۔ تو وہ اس کی بیوی ہے۔ بہتر صورت یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اختلاف سے دور رہا جائے۔ اور وہ قسم کا کفارہ ادا کرے۔ لیکن اگر وہ رجوع نہ کرے۔ اور رجوع نہ کرنے پر بضد ہو۔ تو قاضی اس کو عدالت میں طلب کرے اور اس سے رجوع کا مطالبہ کرے۔ اگر وہ رجوع سے انکار کرے تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۷۴)

فقہاء کا قول :۔ چار ماہ کی مناسبت کے پیش نظر فقہا نے امام مالک سے ایک اثر نقل کیا ہے۔ جو موطا امام مالک میں عبداللہ بن دینار" سے منقول ہے۔ ایک بار کا ذکر ہے۔ کہ عمر رضی اللہ عنہ رات کے وقت گشت کے لئے باہر نکلے۔ تو ان کے کان میں ایک عورت کی آواز پہنچی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

تطاول ھذا اللیل و اسود جانبہ ۔ وارقنی ان لا خلیل الاعبہ
فواللّٰہ لو لا اللّٰہ انی اراقبہ ۔ لحرک من ھذا السریر جوانبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"آج کی رات طویل ہوتی جا رہی ہے ۔ اور تاریکی میں برابر اضافہ ہو رہا ہے ۔ جب کہ میں اس وجہ سے بیدار ہوں مجھے نیند نہیں آ رہی ہے ۔ کہ میرا خاوند گھر میں موجود نہیں ۔ جس سے میں ملاعبت کروں ۔ اللہ کی قسم ! اگر اللہ مجھے نہ دیکھ رہا ہوتا تو چارپائی کے کنارے حرکت میں آتے۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کئے ۔ اور ان سے استفسار کیا ۔ کہ بیوی کتنی مدت تک اپنے خاوند سے صبر کر سکتی ہے ۔ اس نے چھ ماہ زیادہ سے زیادہ اور کم از کم چار ماہ کا عرصہ بتایا۔ اس واقعہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے حکم نافذ کر دیا ۔ کہ ملازمین جو گھر سے دور ہیں ۔ انہیں چار ماہ کے بعد گھر واپس آنے کی سہولت دی جائے ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۳)

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾

اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے تئیں روکے رہیں اور اگر وہ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ۔ تو ان کو جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ ان کے شکم میں پیدا کیا ہے ۔ اس کو چھپائیں اور ان کے خاوند اگر پھر موافقت چاہیں ۔ تو اس (مدت) میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لے لینے کے زیادہ حقدار ہیں ۔ اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے ۔ جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے ۔ اللہ غالب (اور) صاحب حکمت ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں خاوند کو اشد ضرورت کے پیش نظر اپنی بیوی کو طلاق دینے کی اجازت ہے ۔ اگر چہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام حلال کاموں میں اللہ کے ہاں طلاق زیادہ مبغوض کام ہے ۔ اس سے دونوں خاندانوں میں اختلاف کی نہ ختم ہونے والی کیفیت ظہور پذیر ہوتی ہے ۔ جس کے تلخ نتائج دونوں خاندانوں کو برداشت کرنے پڑتے ہیں ۔ مطلقہ عورت جس کے ساتھ خاوند نے مجامعت کی ہے ۔ اور اسے حیض آ رہا ہے ۔ تو اس کی عدت تین حیض ہے ۔ عدت گزارنے کے بعد اسے جدید نکاح کی اجازت ہے ۔ موقف یہ ہے ۔ کہ لونڈی کی عدت آزاد کے برابر تین حیض ہے ۔ آیت مذکورہ کی عمومیت کا یہی تقاضا ہے ۔ مقصود یہ ہے کہ بیوی خواہ آزاد ہو یا لونڈی طلاق کو حیض کی حالت میں دینا جائز نہیں ۔ طلاق طہر کے آغاز میں دی جائے جیسا کہ فطلقو هن لعد تهن میں ظاہر ہے ۔ کہ عدت تین حیض ہے ۔ ظاہر ہے ۔ کہ قرء سے مقصود حیض ہے طہر نہیں ہے ۔ اس لئے کہ طلاق کا حیض کی حالت میں دینا غیر شرعی ہے ۔ قروء میں تین حیض مراد لینا درست ہے ۔

ایک حدیث میں آپ نے مستحاضہ عورت کو حکم دیا ثم امسکی عن الصلٰوۃ ایام اقرائک "کہ تجھے حیض کے ایام میں نماز ادا نہیں کرنا ہو گی" ۔ ولا یحل لهن ان یکتمن ما خلق اللّٰه : ۔ طلاق نافذ ہونے کے بعد مطلقہ عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ غلط بیانی سے کنارہ کش رہے ۔ اگر وہ حالت حمل میں ہے ۔ تو اس کی عدت وضع حمل ہے ۔ اور اگر حاملہ نہیں بلکہ اس کو حیض آ رہا ہے ۔ تو اس کی عدت تین حیض ہے ۔ عدت میں خاوند کو رجوع کرنے کا اختیار ہے ۔ عورت انکار نہیں کر سکتی ۔ جب کہ رجوع سے مقصود اصلاح ہو ۔ خیال رہے دور جاہلیت میں خاوند جب چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دیتا ۔ اور جب چاہتا رجوع کرلیتا خواہ سو بار طلاق دے چکا ہوتا ۔ تب بھی رجوع کر سکتا تھا ۔ معاشرہ اسلامی میں اس کو عورت پر ظلم قرار دیتے ہوئے طلاق کا ایک معیار قائم کر دیا گیا ہے ۔ اور عدت کے اندر رجوع کا اختیار ہے ۔ لیکن عدت گزرنے کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۵)

خیال رہے خاوند کے لئے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں ایک طلاق دینے کی اجازت بامر مجبوری ہے جبکہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے کی اجازت نہیں ہے ۔ لیکن اگر کوئی شخص اس ناجائز کام کا ارتکاب کرتا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی روشنی میں تین طلاق ایک طلاق شمار ہو گی ۔ ابن عباس کے شاگرد ابو الصہباء نے اپنے استاذ ابن عباس کی خدمت میں یہ بات کہی ۔ آپ کو علم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت نیز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے دو سال کے عرصہ میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک سمجھی جاتی تھی ۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کے لئے شریعت میں آسانی تھی کہ وہ حلم و حوصلہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک مجلس میں تین طلاق کے مرتکب نہ ہوتے ۔ حلم سے کام لیتے تو کیا لوگوں کو سزا دیتے ہوئے ان کی تین طلاق کو تین شمار نہ کر لیا جائے ۔چنانچہ ابن عباس نے لوگوں کو سزا دیتے ہوئے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین قرار دیا ہے ۔ جب کہ اصولی طور پر عہد رسالت عہد خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی کے پہلے دو سال کے عرصہ میں تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی ۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۰۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے دلائل اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا بدعت ہے ۔ اور انہیں تین شمار کرنا شرعاً" درست نہیں خیال رہے ۔ اشد ضرورت کے پیش نظر اگر خاوند بیوی کا آپس میں نباہ ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں جب بیوی ماہواری سے پاک ہو جائے ۔ تو اس کے ساتھ زوجیت کے تعلقات قائم نہ کئے جائیں ۔ اور حیض کے دنوں کے علاوہ پاکیزگی کے دنوں میں اس کو ایک طلاق دی جائے ۔ عدت میں رجوع ہو سکتا ہے ۔ اور عدت ختم ہونے کے بعد عورت جہاں چاہے نکاح کرے ۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف :۔ بیویوں کے خاوندوں پر حقوق ہیں جیسا کہ خاوندوں کے بیویوں کے ذمہ حقوق ہیں ۔ انہیں ادا کرنا چاہیے ۔ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا۔ لوگو ! عورتوں کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ کا ڈر ملحوظ خاطر رکھو ۔ تم انہیں بطور امانت کے اپنے ہاں لائے ہو۔ اور تمہارے لئے ان کی شرمگاہیں ایجاب و قبول یعنی عہد و پیمان کی بناء پر حلال ہیں ۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو ہرگز بیٹھنے کی اجازت نہ دیں ۔ جن کو تم بنظر کراہت دیکھتے ہو ۔ لیکن اگر وہ اس کی مرتکب پائی جائیں تو تم انہیں مار پیٹ کی سزا دے سکتے ہو ۔ لیکن ان کی ہڈیاں نہ ٹوٹنے پائیں ۔ اور ان کی خوارک اور لباس کا انتظام بہتر انداز میں کرنا چاہیے ۔ نیز ایک صحابی نے رسول اکرم ﷺ سے استفسار کیا۔ اے اللہ کے پیغمبر! ہماری بیویوں کے حقوق ہم پر کیا ہیں ؟ آپ نے فرمایا جب تم خود کچھ کھاؤاور کوئی مشروب نوش کرو ۔ تو انہیں بھی اس میں برابر شریک کرو۔ اور جب تم اپنے لئے نئے لباس کا انتظام کرو تو ان کے لئے بھی جدید لباس کا اہتمام کرو ۔ ہاں اپنی بیوی کے چہرے کو مار پیٹ سے دور رکھو۔ اور قبیح الفاظ میں انہیں ڈانٹ پلانے سے خود کو بچاؤ ۔ اگر کسی غلطی کے ارتکاب کے باعث انہیں سرزنش کرنا مقصود ہو ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۶)

البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے ۔ خاوند کی عظمت کا تذکرہ ایک دوسرے مقام میں وارد ہے ۔ الرجال قوامون علی النساء " مرد عورتوں کو تحفظ عطا کرتے ہیں " ۔ اور ان کے حقوق کی ادائیگی کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں ۔ جب کہ عورت عالم طفولیت میں والدین کے سہارے زندگی بسر کرتی ہے ۔نکاح کے بعد اس کی تمام تر ذمہ داریوں سے خاوند عہدہ برآ ہوتے ہیں ۔ خاوند کے سہارے سے محرومی کے بعد بیٹے برادران اس کی ضرورتوں کو اپنی ضروت سمجھتے ہیں ۔ بہر حال ہر دور میں انہیں کسی نہ کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے ۔

چنانچہ ایک حدیث میں ایک خاتون کے یہ الفاظ وارد ہیں نحن کل علی آبائنا ولز واجنا و ابنائنا " ہم پہلے ماں باپ اس کے بعد خاوند اس کے بعد اپنے بیٹوں پر بوجھ رہتی ہیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

طلاق (صرف) دو بار ہے (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر (عورتوں کو) یا تو بہ طریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا ہے ۔ یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔ اور یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو ۔ اس میں سے کچھ واپس لے لو ۔ ہاں اگر زن و شوہر کو خوف ہو کہ وہ (اللہ کی حدود کو قائم نہیں کر سکیں گے ۔ تو اگر عورت (خاوند کے ہاتھ سے) رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں ان سے باہر نہ نکلنا اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کرتے ہیں وہ گناہ گار ہوں گے۔

ذکر کردہ آیات میں بتایا گیا ہے ۔ کہ طلاق رجعی دو طلاق ہیں ۔ دراصل آغاز اسلام میں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا۔ تو اس کے بعد اس سے اس کو رجوع کا اختیار رہتا خواہ سو بار طلاق کیوں نہ دے دیتا۔ تو اس حکم کو ختم کرتے ہوئے واضح کیا۔ کہ صرف دوبار طلاق دینا رجعی ہے ۔ یعنی عدت میں رجوع کا اختیار ہے ۔ اس لئے کہ عام کھلی چھٹی دینا کہ جب خاوند چاہے طلاق دے اور پھر جب چاہے رجوع کرے ۔ اس میں دونوں کو تکلیف کا شائبہ تھا۔ اور دو طلاق میں رجوع کے اختیار کو ثابت کیا ہے ۔ اگر دوسری طلاق کے بعد کوئی شخص رجوع نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا تو اس کی وضاحت اور تصریح باحسان میں موجود ہے کہ وہ تیسری طلاق نافذ کرے ۔ اور تیسری طلاق کے بعد رجوع کے اختیار کو ختم کر دیا ہے ۔ چنانچہ امام ابو داؤد اپنی مشہور کتاب سنن ابی داؤد میں اس عنوان کے ساتھ باب کا انعقاد فرماتے ہیں ۔(باب نسخ المراجعة بعد طلقات الثلٰث) "کہ مختلف تین اوقات میں تیسری طلاق کے بعد رجوع کرنا منسوخ ہے " ۔ اس باب کے ضمن میں ابن عباس سے مروی ایک اثر ہے ۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص جب اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو اسے اس کے ساتھ رجوع کرنے کا حق حاصل رہتا ہے ۔ اگرچہ اس نے تین طلاق دے دی ہیں ۔ لیکن اس آیت نے تیسری طلاق کے بعد رجوع کے اختیار کو ختم کر دیا ہے ۔ اور فرمایا ! الطلاق مرتان یعنی دو طلاق رجعی ہیں جب تیسری طلاق ہو جائے تو پھر رجوع ختم ہو جاتا ہے ۔

تیسری طلاق او تسریح باحسان کے جملہ سے مترشح ہو رہی ہے ۔ طلاق دینے کی صورت میں خاوند مطلقہ عورت سے حق مہر واپس لینے کے لئے اس پر کچھ دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ بلکہ اسے نہیں لینا چاہیے ۔ ہاں اگر عورت بضد ہو کہ میں اس خاوند کی زوجیت میں نہیں رہنا چاہتی مجھے یہ بات پسند نہیں ہے تو پھر اس کے مطالبہ پر خاوند کے لئے ضروری ہے ۔ کہ وہ اسے طلاق دے اور بیوی حق مہر کے مال کو خاوند کی جانب بھجوائے گی ۔جیسا کہ حدیث سنن کی کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ بلکہ بخاری شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے کہ جمیلہ بنت سھل نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ میں اور ثابت بن قیس دونوں زوجیت کی حالت میں نہیں رہ سکتے ۔ مجھے اس کے اخلاق اور اس کے تدین پر کچھ اعتراض نہیں ۔ البتہ میں اسلام میں کفر کی کیفیت کو پسند نہیں کرتی ہوں ۔ ایک یہ کہ وہ بدصورت ہے ۔ ثانیاً" وہ پست قد ہے ۔ نیز وہ سیاہ فام بھی ہے ۔ آپ نے اس سے استفسار کیا۔ آپ اس کو اس کا عطا کردہ حق مہر باغیچہ واپس کر سکو گی ۔ اس نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ مزید کچھ اور مال بھی دے سکتی ہوں ۔ آپ نے دونوں کے درمیان بیوی کے مطالبہ پر تفریق فرما دی ۔ اس کا نام حدیث کی اصطلاح میں خلع ہے ۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے اپنے جسم سے خاوند کے لباس کو اتار دیا ہے ۔ اس لئے کہ عورت خاوند کا لباس ہوتی ہے ۔ اور خاوند عورت کے لئے لباس ہے ۔ ارشاد ربانی ہے

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن :۔ تمھاری بیویاں تمھارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو لیکن جب ان میں نباہ نہ ہو سکے تو اس لباس کو اتارنا ہی ضروری ہے تاکہ اسلامی معاشرہ ہر قسم کے اختلاف ' تضاد ' عداوت وغیرہ سے محفوظ رہے ۔ (ابن کثیر)

تلک حدود اللّٰہ :۔ یعنی جن احکام کو اللہ پاک نے شریعت قرار دیا ہے ۔ حدود الٰھیہ ہیں تمھارے لئے درست نہیں کہ تم ان سے اعراض کرو ۔ صحیح حدیث میں وارد ہے بلا شبہ اللہ پاک نے کچھ حدود کا تعین فرمایا ہے ۔ تم نے ان سے تجاوز نہیں کرنا ہو گا۔ اور کچھ فرائض ہیں ان کو چھوڑنا نہیں ہے اور کچھ کاموں کو حرام قرار دیا ہے ان کا ارتکاب نہیں کرنا ہو گا جب کہ کچھ احکام سے خاموشی اختیار کی ہے۔ یہ اللہ پاک کی تم پر نوازش ہے ۔ ان کے بارے میں بحث نہیں کرنا ہے ۔ معلوم ہوا بیک زبان تین طلاق دینا حرام ہے سنت ایک طلاق دینا ہے ۔ نسائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریف میں ہے ۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی لمحہ میں تین طلاق دیں ۔ آپ سخت ناراضگی کے عالم میں کھڑے ہوئے تم اللہ کی کتاب کو کھیل سمجھ رہے ہو ۔ جب کہ میں تم میں موجود ہوں ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۱۵)

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۲۳۰﴾

پھر اگر شوہر (دو طلاقوں کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دیدے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اس (پہلے شوہر) پر حلال نہ ہوگی ۔ ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دیدے ۔ اور عورت اور پہلا خاوند پھر ایک دوسرے کی طرف رجوع کرلیں ۔ تو ان پر کچھ گناہ نہیں ۔ بشرطیکہ دونوں یقین کرلیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے ۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں ۔ ان کو وہ ان لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے ۔ جو دانش رکھتے ہیں۔

جو شخص اپنی بیوی کو مختلف اوقات میں تین طلاق دے چکا ہے ۔ اب اس کے بعد وہ شخص اس کے ساتھ دوبارہ رشتہ زوجیت قائم کرنا چاہتا ہے ۔ تو اس کے ساتھ اس کا نکاح صحیح نہیں ۔ جب تک کہ وہ عورت پہلے کسی دوسرے مرد سے صحیح نکاح نہ کرے ۔ بعد ازاں کسی عارضہ کے سبب اس کا خاوند اس کو طلاق دیتا ہے ۔ تو عدت کے بعد پہلے خاوند سے اس کا نکاح تب صحیح ہے ۔ جب کہ دوسرے خاوند کا نکاح اس سے صحیح ہوا ہے ۔ اور پھر مجامعت کا عمل بھی ہوا ہے ۔ بعد ازاں اس کے طلاق دینے کے بعد عدت ختم ہونے کے بعد اگر فریقین دوبارہ رشتہ نکاح میں منسلک ہونا پسند کریں ۔ تو ان کے لئے اجازت ہے ۔ کہ وہ دوبارہ رشتہ زوجیت میں منسلک ہو جائیں ۔
لیکن بشرط تحلیل نکاح مؤقت کرنا باعث لعنت ہے ۔

صحیح حدیث میں ہے ۔ لعن اللہ المحلل والمحلل لہ " حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا دونوں ملعون ہیں "۔ صحیح بخاری میں مروی حدیث سے مسئلہ ثابت ہو رہا ہے ۔ کہ تین طلاق کے بعد جس مرد سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح ہوا ہو۔ اس میں مجامعت کی قوت ہو۔ اگر مجامعت کی قوت نہیں اگرچہ وہ آدمی اس عورت کو طلاق دے بھی دیتا ہے۔ اس کی عدت گزر بھی جاتی ہے۔ تب بھی وہ عورت پہلے خاوند کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔

عائشہؓ فرماتی ہیں ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا۔ لیکن وہ شخص حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ تھا۔ چنانچہ وہ اس سے صحبت نہ کر سکا۔ اور اس نے کچھ عرصہ بعد اسے طلاق دے دی۔ وہ عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے شوہر نے مجھے طلاق دی۔ میں نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا۔ لیکن وہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ تھا۔ وہ ایک مرتبہ سے زیادہ مجھ سے خلوت نہ کر سکا۔ اور اس میں بھی وہ صحبت نہ کر سکا۔ تو کیا میں اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم اپنے پہلے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک دوسرا شخص تمہارا مزا نہ چکھ لے۔ اور تم اس کا مزا نہ چکھ لو۔ یعنی جب تک صحبت نہ کرے۔ ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کا ذکر تو اس چادر کے پھندنے جیسا ہے۔ یعنی جماع کے قابل نہیں۔ (بخاری ج اول ص ۶۰۵)

خیال رہے پہلے خاوند کے لئے عورت حلال نہیں ہو سکتی۔ جب اس نے دوسرے شوہر سے بلا شرط ہمیشہ زندگی گزارنے کے لئے نکاح کیا۔ اور اس میں مجامعت کی قوت بھی ہو اور بالفعل مجامعت بھی ہوئی ہو۔ اب اگر ان دونوں میں اختلاف رونما ہو جائے۔ اور خاوند اس عورت کو طلاق دیتا ہے۔ تو عدت گزارنے کے بعد یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہے۔ کہ وہ اس سے نکاح کر لے لیکن صرف اس شرط کے ساتھ اس عورت کا نکاح دوسرے شوہر سے کرنا۔ کہ جیسے ہی دوسرا شوہر عاریۃ اس نے اپنے لئے سانڈ کا انتخاب کیا ہے۔ وہ اس کے ساتھ لذت اندوزی کے بعد اس کو طلاق دے۔ یہ صورت باعث لعنت ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

لعن اللہ المحلل والمحلل لہ (ترمذی ج ۱ ص ۲۴۴)

"حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے دونوں ملعون ہیں"۔ خیال رہے پہلے شوہر سے نکاح تب صحیح ہے جب دوسرا شوہر اپنی بیوی کو اتفاقاً" طلاق دے۔ نیز دوسرے شوہر نے اس سے صحبت کی ہو۔ اور پھر طلاق دی ہو۔ لیکن دوسرے شوہر نے اس سے اسلئے نکاح نہ کیا ہو کہ نکاح کے بعد طلاق دے کر وہ اس عورت کو پہلے شوہر کے لئے حلال کر دے گا۔ نیز اس عورت اور پہلے شوہر کو یقین ہو کہ اب وہ اللہ کے احکام کی مخالفت نہیں کریں گے۔ اس کے بعد فرمایا۔ تلک حدود اللہ یبینھا لقوم یعلمون یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جن کو وہ علم و دانش والوں کے لئے بیان کر رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِكُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع

اور جب تم عورتوں کو (دو دفعہ) طلاق دے چکو۔ اور ان کی عدت پوری ہو جائے۔ تو انہیں یا تو حسن سلوک سے نکاح میں رہنے دو۔ یا بطریق شائستہ رخصت دو اور اس نیت سے ان کو نکاح میں نہ رہنے دینا چاہیے۔ کہ انہیں تکلیف دو اور ان پر زیادتی کرو۔ اور جو ایسا کرے گا۔ وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اور اللہ کے احکام کو ہنسی اور کھیل نہ بناؤ۔ اور اللہ نے تم کو جو نعمتیں بخشی ہیں۔ اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں۔ جن سے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے۔ ان کو یاد کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جان رکھو کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

اجلهن: مطلقہ کی عدت کے ایام جب اختتام کے قریب ہوں۔

سرحوهن: ۔ مطلقہ کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دینا۔ یعنی عدت میں اس سے رجوع نہ کرنا۔ یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے اور مطلقہ اپنے خاوند سے بالکل الگ ہو جائے۔

ضرارا :۔ عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرنا۔

اصلاح مقصود نہیں اس کو تکلیف میں مبتلا کرنا مقصود ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لتعتدوا :۔ احسان کے دائرہ سے نکل کر بیوی کو تکلیف میں مبتلا کرنا۔

هزواً :۔ اللہ پاک کے حکام کے ساتھ مزاح کرنا۔ احکام الٰھیہ نے جن باتوں کو لازم قرار دیا ہے ۔ ان کو لازم قرار نہ دینا ۔

نعمة اللّٰه سے اسلام مقصود ہے ۔ الحکمة :۔ سنت نبویہ مراد ہے۔ یعظکم بہ اللہ پاک نے جن حرام حلال احکام کو نازل فرمایا ہے ان سے فوائد حاصل کرنا اور احکام الٰھیہ کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ پاک کا شکریہ ادا کیا جائے۔

کلام کا سیاق وسباق بتا رہا ہے ۔ کہ مسئلہ طلاق اور رجوع کے احکام بیان ہو رہے ہیں ۔ چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دے رہا ہے ۔ کہ جب ان میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو مخاطب کر کے طلاق دے اس کے بعد اس کی عدت جب ختم ہونے کے قریب ہو تو وہ اس سے رجوع کرے ۔ اور اسے معروف طریقہ کے ساتھ اپنی زوجیت میں رکھے خیال رہے معروف طریقہ سے مقصود یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کاانداز اختیار کرے ۔ یا اسے اس کے حال پر رہنے دے ۔ یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے ۔ اور اسے صحیح معروف انداز کے ساتھ رخصت کرے ۔ یعنی اس کے تمام حقوق پورے کرے ۔ اور اس کا تذکرہ اچھے انداز کے ساتھ کرے ۔اور اسے رخصت دے کہ وہ جہاں چاہے چلی جائے ۔ لیکن خاوند کے لئے یہ بات ناجائز ہے کہ بیوی کو تکلیف دینے کے ارادہ سے اسے دوبارہ اپنی زوجیت میں لے آئے ۔ نہ تو وہ اس کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اور نہ اس کی رخصتی کرتا ہے ۔کہ وہ جہاں چاہے چلی جائے ۔ اس لئے ارشاد باری ہے

ولا تمسکو ھن ضرارا لتعتدوا علیھن یعنی انہیں تکلیف میں مبتلا رکھنے کے ارادہ سے اپنے پاس نہ روکے ۔ یہاں تک کہ ستم رسیدہ عورت مجبور ہو جائے کہ وہ خلع پر طلاق کا مطالبہ کرے ۔ مجبوری کے عالم میں خود کو اس کی زوجیت سے نجات دلانے کے لئے بطور فدیہ کے مال ادا کرے۔

چنانچہ اللہ پاک نے خبردار کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اس تکلیف میں ڈالتے ہوئے اس کے ساتھ رجوع کرتا ہے ۔ تو اس نے خود کو عذاب اخروی میں ڈال دیا ہے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو سختی کے ساتھ منع کیا ہے ۔ کہ وہ احکام شرعیہ میں کھیل کود کا مظاہرہ کرنے سے دور رہیں ۔ جب کہ اس نے احکام شرعیہ کا خیال نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک فرما رہے تھے ۔ خبردار تم نے اللہ کے احکام کے ساتھ مزاح نہیں کرنا ہے ۔ بلکہ تمہیں اللہ کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہنا چاہیے ۔ جب کہ اللہ پاک نے ان پر دین اسلام کو رحمت ' عدالت اور احسان کا دین بنا کر عطا کیا ہے ۔ اس لئے کہ وہ اللہ پاک کے انعامات کا شکریہ ادا کریں ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ احکام الٰھیہ کو تسلیم کریں ۔ اس کے مطابق اپنی عملی زندگی کو اپنائیں ۔ اور منہیات سے خود کو دور کریں ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت کے ساتھ ساتھ انہیں قرآن پاک جیسی عظیم نعمت اور سنت نبویہ عطا کر کے احسان کیا ہے ۔ اللہ پاک ان کے ذریعہ انہیں نصیحت فرما رہا ہے ۔ کہ وہ ان کاموں کو بجا لائیں ۔ جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ان کی سعادت پوشیدہ ہے ۔ اور ان کاموں سے انہیں روکا ہے ۔ جن میں ان کی بدنصیبی اور ان کے لئے نقصان ہے ۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ مِنكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٢﴾

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو ۔ اور ان کی عدت پوری ہو جائے ۔ تو ان کو دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکو ۔ اس (حکم) سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے ۔ یہ تمہارے لئے نہایت خوب اور پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۔

اللہ تعالیٰ عورتوں کے معاملات کے بارے میں ان کے اولیاء کو منع کر رہے ہیں ۔کہ وہ اس عورت کو جس کو ایک طلاق یا دو طلاق مل چکی ہیں ۔ اور عدت گزار چکی ہے ۔ کہ اگر وہ اپنے پہلے خاوند کی جانب دوبارہ لوٹنا چاہیں ۔ کہ وہ ان کے پروگرام میں رکاوٹ نہ بنیں ۔ جب کہ ان کا پہلا شوہر بھی ان کے دوبارہ نکاح کرنے پر رضامند ہے ۔ اور وہ دونوں معروف طریقہ کے ساتھ خاوند بیوی کی حیثیت سے رہنے کو پسند کرتے ہیں ۔ دراصل اس آیت کے حکم کا نازل ہونا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کی رضامندی کے مطابق اتری ۔ اس نے چاہا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کی زوجیت میں دوبارہ داخل ہونا پسند کرتی ہے ۔ جس نے اس کو طلاق دی اور وہ اس سے الگ ہو گئی تھی ۔ اور عدت گزار چکی تھی ۔ جب کہ اس کے بھائی معقل نے اسے دوبارہ پہلے خاوند کے عقد میں جانے سے روکا تھا ۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۸۱ ۔ ۱۸۲)

ذالکم یوعظ بہ :۔ مطلقہ عورتوں کو عدت کے ختم ہونے کے بعد جب کہ ایک طلاق یا دو طلاق وقوع پذیر ہوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ۔ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے سے روکنے سے ان کے اولیاء کو منع کر دیا ہے ۔ جب کہ وہ اللہ او
آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ماموارت اور منہیات کو تسلیم
کرتے ہیں ۔ آخر میں انہیں خبردار کیا ہے ۔ کہ اس قسم کی مطلقہ عورت کو پہلے خاوند کی جانب جانے سے نہ
روکنا ان کے لئے وقتی طور پر اور مستقبل میں بھی بہتر ہے ۔ اس سے ان کے دلوں سے کدورت کا فقدان ہو
گا۔ اور معاشرہ کو امن و سکون میسر آئے گا۔ آخری جملہ میں فرمایا کہ اللہ پاک جس نے یہ حکم نافذ کیا ہے ۔ و
معاملات کے نتائج سے با خبر ہے ۔ جب کہ انہیں نتائج کے بارے میں کچھ علم نہیں ۔ پس شریعت کی راہ نمائی میں
چلنا چاہیے ۔ اور اللہ پاک کے ارشادات کی روشنی میں زندگی بسر کرنے میں سکون و اطمینان ملتا ہے۔
(فلا تعضلو ھن) میں اشارہ ملتا ہے ۔ کہ مطلقہ عورت جب نکاح ثانی کرنے کا پروگرام بنائے ۔ تو اس میں
اولیاء کے وجود کو ثابت رکھا گیا ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں ۔ یہ (حکم اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے ۔ اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہو گا۔ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی ۔ (تو یاد رکھو کہ) نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے ۔ اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور اسی طرح (نان نفقہ) بچے کے وارث کے ذمے ہے ۔ اور اگر دونوں (یعنی ماں باپ) آپس کی رضامندی اور صلاح سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں ۔ تو ان پر کچھ گناہ نہیں ۔ اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ۔ بشرطیکہ تم دودھ پلوانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والیوں کو دستور کے مطابق ان کا حق جو تم نے دینا کیا تھا دے دو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جان رکھو جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

اس آیت کی مناسبت سابقہ آیت سے واضح ہے۔ قبل ازیں نکاح طلاق ' عدت ' رجوع وغیرہ کے مسائل ذکر کئے گئے تھے۔ اب نکاح کے نتیجہ میں جو چیز ظہور پذیر ہوتی ہے۔ وہ اولاد ہے۔ اور اولاد کا اولین مسئلہ ان کی رضاعت کا ہے۔ پھر دودھ پلانے کی مدت کتنی ہو۔ اس کے ساتھ دیگر اخراجات اور لباس وغیرہ کے اخراجات ہیں۔ ظاہر ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ اور دودھ پلانے کی ذمہ داری والد پر عائد ہوتی ہے۔ والدہ پر نہیں ہے۔ پس والد کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی ایسی دایہ کا انتظام کرے جو نومولود کو دودھ پلائے۔ جیسا کہ دور جاہلیت میں جب رسول اکرم ﷺ کتم عدم سے وجود میں آتے ہیں۔ تو آپ کی والدہ آمنہ آپ کو دودھ نہیں پلاتی ہیں۔ بلکہ بنو سعد قبیلہ کی عورت حلیمہ نامی آپ کے دودھ پلانے کی ذمہ داری کو اجرت پر قبول کرتی ہے۔ آپ کا بچپن جنگل میں گزرتا ہے۔(نظم الدرر ج ۳ ص ۳۱۹)

مسئلہ رضاعت کا تعلق طلاق کے احکام کے ساتھ واضح ہے۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے۔ کہ عورت حاملہ ہوتی ہے۔ تو اس کا خاوند اس کو طلاق دے دیتا ہے۔ تو ان کا حکم اور مطلق رضاعت کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ والدہ جو مطلقہ ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ بچے کو مکمل دو سال دودھ پلائے۔ جبکہ والدہ اور بچے کے والد دونوں اس پروگرام پر متفق ہو جائیں کہ بچے کی مطلقہ والدہ ہی بچے کو دودھ پلائے۔ اور والد کی موجودگی میں دودھ پلانے کے اخراجات اس کے ذمہ ہوں گے۔ یعنی بچے کی والدہ کی خوراک لباس دیگر ادویات مشروبات وغیرہ کی ذمہ داری اچھے انداز کے ساتھ والد پر ہی ہو گی لیکن والد کی مالی حیثیت کے مطابق اس کے ذمہ اخراجات ہوں گے ظاہر ہے کہ شریعت کسی شخص کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتی ہے۔

اس کے بعد خبردار کیا ہے کہ بچے کی والدہ کو بچے کی وجہ سے ایذاء پہنچانے سے گریز کیا جائے۔ یعنی اس کی گود سے بچے کو الگ کر کے کسی دوسری دایہ کا انتظام کیا جائے۔ یا اگر وہ خوشی سے دودھ پلانے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتی ہے۔تو اسے ہرگز مجبور نہ کیا جائے۔ یا دودھ پلانے کی اجرت سے اسے محروم کر دیا جائے۔ بالکل اسی طرح بچے کے والد کو بھی بچے کے سبب تکلیف میں مبتلا کرنے سے احتراز کیا جائے۔ مثلاً" اسے مجبور کیا جائے کہ تم نے بچے کے دودھ پلانے کے سلسلہ میں اس کی والدہ مطلقہ ہی کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہے۔ یا اس سے اخراجات انصاف کے مطابق وصول نہ کئے جائیں۔ بلکہ اس پر اتنا بوجھ ڈالا جائے جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے۔ خیال رہے وارث سے مراد وہ بچہ ہے جو دودھ پی رہا ہے۔ اگر اس کی مالی حیثیت بہتر ہے تو اس کے مال سے رضاعت وغیرہ کے اخراجات وصول کئے جائیں لیکن اگر اس میں استطاعت نہیں تو بچے کے عصبہ رشتہ داروں پر اخراجات کی ذمہ داری عائد ہو گی۔ لیکن اگر بچے کے پاس مال نہیں ہے اور اس کے عصبہ رشتہ دار بھی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ۔ تو پھر والدہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا اجرت بچے کو دودھ پلائے اس لئے کہ اس صورت میں والدہ ہی زیادہ اقرب ہے ۔

بعد ازاں رضاعت کے مسئلہ میں دو رخصتوں کا ذکر ہے ۔ پہلی رخصت یہ ہے کہ اگر ماں باپ دونوں دو سال کی مدت گزرنے سے پہلے دودھ بند کرانا چاہیں تو باہم مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کر سکتے ہیں ۔ لیکن بچے کے مصالح کا خیال رکھنا ضروری ہے ۔

فان ارادا فصالاً عن تراض منهما و تشاور فلاجناح عليهما : ۔ اگر بچے کا والد بچے کے دودھ پلانے کے لئے اس کی والدہ کے علاوہ کسی دوسری عورت کا انتظام کرتا ہے تو اس کو ایسا کرنے کی اجازت ہے ۔جب کہ بچے کی حقیقی والدہ بھی بخوشی اس فیصلہ کو قبول کرے ۔

ارشاد ربانی ہے

وان اردتم ان تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم :۔ لیکن اس شرط پر کہ دودھ پلانے کی اجرت مناسب ہو ۔ آخر میں اللہ پاک نے دودھ پلانے والی دایہ اور بچے کے والد کو ان تمام معاملات میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے ۔ کہ جن حدود کو متعین کیا ہے ان کا خیال رکھا جائے ۔ بلکہ متنبہ کیا ہے ؟ کہ اللہ پاک ان کے اعمال سے با خبر ہے ۔ لہٰذا احکام الٰھیہ کی مخالفت سے اجتناب کیا جائے اور منہیات کے ارتکاب سے باز رہا جائے ۔ اللہ پاک ہے اور عظمتوں کا مالک ہے ۔ (ایسرا التفاسیر ج ۱ ص ۱۸۳ ۔ ۱۸۴)

معلوم ہوا جب دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے تو رضاعت کا اعتبار دو سال کے عرصہ تک محدود ہے ۔ اس کے بعد کسی بچے کی رضاعت ثابت نہیں ہو سکتی ۔ چنانچہ اکثر ائمہ کا بھی یہی مسلک ہے ۔ پس اگر کسی بچے کی عمر دو سال سے زیادہ ہے اور وہ کسی عورت کا دودھ پی لیتا ہے تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی ۔ ترمذی شریف میں ام سلمہؓ سے روایت مروی ہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رضاعت تب ثابت ہو گی ۔ جب رضاعت سے بچے کی انتڑیاں پھول جائیں اور دودھ پلانا دو سال کے عرصہ میں ہو۔ اس کے بعد دودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی ۔ نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے ۔ دودھ کی مدت کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہو سکتی اور بلوغت کے بعد بچے کو یتیم نہیں کہا جا سکتا ۔ رضاعت کے مسائل وامهاتكم اللاتی ارضعنكم کے ضمن میں ذکر ہوں گے ۔ انشاء اللہ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں ۔ اور جب (یہ) عدت پوری کر چکیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (یعنی نکاح) کرلیں ۔ تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

اللہ پاک ان عورتوں کو آگاہ فرما رہے ہیں ۔ جن کے خاوند فوت ہو گئے ہیں ۔ کہ وہ چار ماہ اور دس رات عدت میں رہیں خیال رہے یہ حکم تمام عورتوں کے لئے ہے ۔ خواہ نکاح کے بعد ان کے خاوندوں نے ان کے ساتھ مجامعت کی ہے یا نہیں ۔ صحیح حدیث میں وارد ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا گیا ۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ اس نے اس کے ساتھ مجامعت نہ کی ۔ جب کہ اس کا حق مہر بھی نہیں باندھا گیا۔ اس مسئلہ کے بارے میں استفسار کے لئے متعدد بار اس کے ہاں حاضر ہوئے ۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا ایک روز انہوں نے کہا مجھے اس مسئلہ میں اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تو معلوم نہیں ۔ بس میں اپنے خیال سے فتویٰ دیتا ہوں ۔ اگر درست ہوا تو اللہ کی جانب سے ہو گا اور اگر دوست نہ ہوا تو میری اور شیطان کی جانب سے ہو گا جبکہ اللہ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں ۔ فتویٰ یہ ہے کہ اس عورت کو دیگر اس کے قبیلہ کی عورتوں کے حق مہر کے برابر حق مہر دیا جائے ۔اس میں کمی بیشی نہ کی جائے ۔ اسے عدت گزارنی ہو گی ۔ اور اس کو خاوند کے مال سے ورثہ بھی ملے گا۔ یہ جواب سن کر مجلس میں معقل بن یسار اشجعی موجود تھے ۔ وہ کھڑے ہوئے انہوں نے بتایامیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے بروع بنت واشق نامی عورت کے بارے میں اسی طرح کا فیصلہ صادر فرمایا

اپنے فتویٰ کے مواقف اللہ کے پیغمبر کے فتویٰ کو سن کر عبداللہ بن مسعود بہت زیادہ خوش ہوئے ۔ ہاں اگر جس عورت کا خاوند فوت ہوا وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے ۔ قرآن پاک میں ہے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (اَلطَّلَاق ۴) "اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل یعنی بچہ جننے تک ہے" جب کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ دونوں عدتوں میں سے وہ عدت گزارے گی جس میں عدت کے دن زیادہ ہوں گے۔ یعنی اگر چار ماہ دس دن زیادہ ہیں تو وہ عدت گزارے گی۔ اور اگر وضع حمل کی عدت کے دن زیادہ ہیں تو وہ عدت گزارے گی۔ خیال رہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ تو نہایت عمدہ ہے۔ اگر اس کے خلاف صحیح حدیث کتب حدیث میں وارد نہ ہوئی ہوتی جبکہ سُبَیعَہ اَسلَمِیَّہ نامی عورت حاملہ تھی۔ جب اس کا خاوند فوت ہوا اس کی وفات کے سات روز بعد اس کی بیوی کا حمل وضع ہوا۔ اس پر اس کی عدت ختم ہو گئی۔ چنانچہ وہ نفاس کے خون سے فارغ ہونے کے بعد خود کو منگنی کا پیغام بھیجنے والوں کے لئے سنوارتی ہے۔ خوبصورت لباس زیب تن کرتی ہیں۔ تو اَبُو السَّنَابِل بِن بَعکَک نامی انسان منگنی کا پیغام لے کر جانے والوں میں اس کے ہاں جا کر کہتے ہیں۔ آپ نے تو خوبصورت لباس زیب تن کر رکھا ہے۔ شائد آپ نکاح کا ارادہ رکھتی ہیں۔ تجھے چار ماہ دس دن عدت گزارنی ہو گی۔ سُبَیعَہ اَسلَمِیَّہ بیان کرتی ہیں جب اس نے مجھے روکا تو میں نے نہایت باپردہ لباس زیب تن کیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے فرمایا تیری عدت ختم ہو چکی ہے۔ تجھے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ ابن عبدالبر وضاحت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس نے اپنے فتویٰ سے رجوع کیا اور اس حدیث کے مطابق فتویٰ دینا شروع کیا۔ البتہ لونڈی کی عدت آزاد کی عدت سے نصف ہے۔ یعنی دو ماہ پانچ دن ہے۔ اس لئے کہ جب آزاد عورت کی بنسبت لونڈی کی حد نصف ہے تو اس لحاظ سے اس کی عدت بھی نصف ہونی چاہیے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا اس کی عدت کے برابر اس نے سوگ منانا ہے۔ بخاری، مسلم میں ہے ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے لئے جائز نہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ اپنے خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ منائے۔

بخاری، مسلم میں ہے۔ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں۔ کہ ایک عورت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ بے شک میری بیٹی کا خاوند فوت ہو چکا ہے۔ جب کہ اس کی آنکھیں درد والی ہیں۔ کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا سکتے ہیں؟ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ ہر دفعہ آپ نفی میں جواب دے رہے تھے۔ دوبار یا تین بار ایسے ہی ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا اب تو عدت چار ماہ دس دن ہے جب کہ دور جاہلیت میں تم سال بھر عدت میں رہا کرتی تھیں۔ زینب بنت ام سلمہ بیان کرتی ہیں۔ جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو وہ نہایت تنگ و تاریک کمرے میں چلی جاتی۔ اور بد ترین لباس زیب تن کرتی اور خوشبو وغیرہ سے کنارہ کش رہتی۔ یہاں تک کہ ایک سال اسی کیفیت میں گزار دیتی تھی۔ اس کے بعد وہ اپنے تنگ و تاریک کمرہ سے باہر نمودار ہوتی اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس اونٹ کا گوبر لایا جاتا۔ اس کو اپنے سر کے اوپر سے گھما کر دور پھینک دیتی تھی ۔ اس کے بعد ایک چھوٹا سا جانور یا پرندہ اس کے پاس لایا جاتا۔ تو وہ اس کو اپنے جسم کے ساتھ رگڑتی تھی ۔ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا کہ جس زندہ چیز کو اپنے بدن پر رگڑتی کہ وہ زندہ رہتا ہو ۔ بلکہ اکثر و بیشتر وہ مرجاتا۔ (مسلم) اس حدیث کے پیش نظر کثرت کے ساتھ علماء اس بات کی طرف گئے ہیں۔ کہ یہ آیت اس آیت کو منسوخ قرار دے رہی ہے اور وہ یہ ہے ۔ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُم وَ يَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ (البقرہ ۲۴۰) " اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورت کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے ۔ اور گھر سے نہ نکالی جائیں " ۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٣٥﴾ ع

اگر تم کنایہ کی باتوں میں عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجو یا (نکاح کی خواہش کو) اپنے دلوں میں مخفی رکھو۔ تو تم پر کچھ گناہ نہیں اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان سے (نکاح کا) ذکر کرو گے ۔مگر (ایام عدت میں) اس کے سوا کہ دستور کے مطابق کوئی بات کہدو پوشیدہ طور پر ان سے قول و اقرار کرنا اور جب تک عدت پوری نہ ہولے نکاح کا پختہ ارادہ کرنا اور جان رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے ۔ تو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور حلم والا ہے ۔

جب شادی شدہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے ۔ عدت کے دوران کنایتہ" منگنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا پیغام پہنچا سکتے ہو ۔ مثلاً" یہ جملہ کہ میں نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ مجھے فلاں فلاں اوصاف والی عورت بھلی معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن کہنے کا انداز ناراض کرنے والا نہ ہو ۔ بلکہ باعث کشش ہو تا کہ عورت اس قسم کے جملے سن کر مشتعل نہ ہو جائے ۔ یا یہ جملے کہے مجھے نکاح کی ضرورت ہے ۔ لیکن عدت میں منگنی نہ ہونے پائے ۔ اسی طرح وہ مطلقہ عورت جس کو بائنہ طلاق دی جا چکی ہے ۔ اس کو بھی دوران عدت بطور کنایہ کے اشارات دیئے جا سکتے ہیں ۔ جیسا کہ فاطمہ بنت قیس کو جب اس کے خاوند ابو عمرو بن حفص نے آخری تیسری طلاق بھجوائی تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ عبداللہ بن ام مکتوم کے گھر میں عدت کے ایام بسر کرے ۔ اور جب تیری عدت ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا عدت کے ختم ہونے پر اسامہ بن زید آپ کے غلام نے اس کی جانب منگنی کا پیغام بھجوایا۔ تو اس کے ساتھ اس کا نکاح کرا دیا۔ البتہ تعریض و کنایات کی حدود کو پھلانگ کر یہ جملہ کہنا درست نہیں کہ میں تیرا عاشق ہوں ۔ یا تو مجھ سے عہد و پیمان کر کہ تو میرے غیر سے نکاح نہیں کرے گی ۔

وَلٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا" :۔ سے مقصود یہ بھی ہے کہ عدت میں پوشیدہ طور پر اس سے نکاح نہ کرے اور عدت کے اختتام پر اس کا اظہار کیا جائے ۔ البتہ معروف کلمہ کہنے کی اجازت ہے کہ نکاح کے مسئلہ میں مجھ سے سبقت نہ لے جانا یعنی مجھے اطلاع دیئے بغیر نکاح نہ کرنا۔

وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ :۔ یعنی عدت کے ختم ہونے پر نکاح کا عقد کرنا چاہیے ۔ تمام علماء کا اجماع ہے ۔ کہ عدت کے دوران نکاح صحیح نہیں ۔ عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے ۔ جس عورت نے عدت میں نکاح کیا اگر اس کے خاوند نے نکاح کے بعد اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم نہیں کئے تو ان کے درمیان جدائی کرا دی جائے ۔ بعد ازاں پہلے خاوند کی عدت کو مکمل کرے ۔ پھر دوسرے خاوند کی عدت پوری کرے پھر اس کے ساتھ اس کو ہر گز نکاح کی اجازت نہیں ہے ۔ اس فتویٰ کی بنیاد اس پر ہے جیسا کہ قاتل شخص وراثت سے محروم رہتا ہے ۔ اسی طرح یہ شخص جس جلد بازی کے ساتھ حلال چیز کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے تو اس کی جلد بازی کے پیش نظر اسے سزا دی جائے گی ۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے ساتھ نکاح کرنے سے محروم رہے گا ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۳۰)

مطلقہ اور وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے ان کی عدت میں تفاوت ہے ۔ جب کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے ۔ اور مطلقہ کی عدت تین حیض ہے ۔ اس تفاوت کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وفات کی صورت میں عورت کی عدت زیادہ لمبی ہے ۔ اس میں ورثاء کا خاص خیال رکھا گیا ہے ۔ کہ اس کا رحم خالی ہے ۔ ظاہر ہے جب مادہ منویہ عورت کے رحم میں داخل ہوتا ہے تو وہ چالیس دن تک تو نطفہ کی حالت میں رہتا ہے ۔ پھر چالیس دن میں منجمد خون بن جاتاہے ۔ پھر چالیس دن میں گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے ۔ چوتھے ماہ میں اس میں روح ڈالی جاتی ہے ۔ اس پر دس روز کا اضافہ کیا۔ اس عرصہ میں بچے کی حرکت کا علم ہوتا ہے ۔ جب اس میں روح کا اِلقاء کیا جاتا ہے ۔ اس لئے مدت چار ماہ دس دن ہے ۔ لیکن اگر چار ماہ کے عرصہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمل کا ظہور ہو جائے تو معلوم ہو گا کہ اب اس کی عدت وضع حمل ہے ۔ لہٰذا تین ماہ کی بجائے عدت چار ماہ دس دن مقرر کی گئی ہے ۔ (نظم الدرر ج ۳ ص ۲۲۵)

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ
تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ
وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾
وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ
لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَا
الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَ
لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾

اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے یا ان کا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہاں ان کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو ۔ (یعنی) مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق نیک لوگوں پر ' یہ ایک طرح کا حق ہے اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو ۔ تو آدھا مہر دینا ہو گا ۔ ہاں اگر عورتیں مہر بخش دیں یا مرد جن کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے (اپنا حق) چھوڑ دیں (اور پورا مہر دے دیں تو ان کو اختیار ہے) ۔ اور اگر تم مرد لوگ ہی اپنا حق چھوڑ دو تو یہ پرہیز گاری کی بات ہے اور آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم میں چند آیات کا سیاق و سباق خاوند بیوی کی معاشرت کے بارے میں راہ نمائی کر رہا ہے ۔ اور ان کے مسائل کو منقح کیا جا رہا ہے ۔ اب اس آیت میں ایمانداروں کو خبردار کر رہے ہیں ۔ کہ ان پر کچھ گناہ نہیں ہے ۔ اگر وہ اپنی بیویوں کے ساتھ ہم بستر ہونے سے پہلے کسی وجہ سے طلاق دینا چاہتے ہیں ۔ جب کہ ان کا حق مہر بھی متعین نہیں ۔ ان دونوں حالتوں میں وہ اپنی بیویوں کو کچھ فائدہ پہنچائیں ۔ تا کہ مطلقہ کے دل کو تسکین حاصل ہو۔ فائدہ خاوند کی مالی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے ۔ کہ وہ اس کے ساتھ ان ایام کے عوض جو بیوی نے خاوند کے ساتھ ہنی مون کی صورت میں منانے تھے ۔ تو اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ شکستہ دل بیویوں کے ساتھ انصاف کا تقاضا یہ ہے ۔ کہ انہیں سکون قلب عطا کیا جائے ۔ جب ہم دور جاہلیت کی تاریخ پر نگاہ رکھتے ہیں ۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے ۔ کہ عورت کو تو معاشرہ میں ایک کھلونا کی حیثیت حاصل تھی ۔ اور نکاح طلاق وغیرہ کے مسائل میں ان پر مظالم ڈھائے جاتے تھے ۔ اللہ پاک نے ان کا خاتمہ فرمایا اور عورت کو خوش گوار زندگی عطا کی ۔ سورۃ احزاب میں بھی اس کا ذکر ہے

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا" جَمِيلًا" (الاحزاب ۴۹)

" مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے ان کو ہاتھ لگانے (یعنی ان کے پاس جانے) سے پہلے طلاق دے دو ۔ تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ۔ ان کو کچھ فائدہ (یعنی خرچ) دے کر اچھی طرح سے رخصت کر دو " ۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ : ۔ اللہ پاک خبردے رہے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کو مجامعت کرنے سے پہلے طلاق دیتا ہے ۔ جب کہ نکاح کے وقت اس کا مہر مقرر کیا گیا تھا۔ جتنا کچھ بھی تھا کم تھا۔ یا زیادہ تھا تو طلاق دینے والے خاوند کے لئے ضروری ہے کہ وہ متعین مہر سے آدھا مہر عورت کو لازما" بھجوائے ۔ البتہ اگر اس کی بیوی حق مہر کو اپنی عزت کے تحفظ کے لئے نہیں لینا چاہتی تو جیسے اس کا خیال ہے ۔ یا طلاق دینے والا شخص حق مہر سے کچھ بھی مال اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا۔ تو اس کو اجازت ہے ۔ کہ وہ اپنی عظمت کے پیش نظر حق مہر کا تمام مال اس کی خدمت میں بھجوائے ۔ اس حکم کے اثبات کے بعد اللہ تعالیٰ نے خاوند بیوی دونوں کو متوجہ کیا ہے ۔ کہ وہ باہم دگر خوش اسلوبی کا مظاہر کریں ۔ ان میں سے جو بھی اپنے کسی حق کو معاف کرے گا وہ تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہو گا۔ ارشاد باری ہے ۔ وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى اور یہ کہ تم معاف کر دو یہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے ۔ اور انہیں جزع فزع سے روکا ہے ۔ اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ آپس میں اخوت و مودت کے سلسلہ کو قائم رکھیں ۔ اور معاشرہ میں جو برتری کسی کو حاصل ہے اس کو ملحوظ خاطر رکھا جائے ۔ اور معاشرہ کو بگاڑ سے تحفظ عطا کرنے کی کوشش کی جائے ۔ اپنے سے کمتر کو ذلیل نہ سمجھا جائے ۔ جہاں تک ممکن ہو کبر و نخوت سے پرہیز کیا جائے ۔ اور اگر کسی مسلمان بھائی سے غلطی ہو جائے ۔ تو اسے معاف کیا جائے ۔ اور کسی مسلمان کو غربت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب حقیر نہ سمجھا جائے ۔ خشیت الٰہی کا داعیہ ہمیشہ موجزن رہے ۔ مفلس نادار کو دیکھ کر دل پر رقت طاری ہو۔ ابو ھارون بیان کرتے ہیں ۔ کہ میں نے عون بن عبداللہ کو دیکھا۔ وہ قرظی نامی انسان کی مجلس میں تھے ۔ کہ عون جب ہمیں کچھ نصیحت فرماتے تو ان کی داڑھی خشیت الٰہی سے روتے روتے بھیگ جاتی ۔ مجھے ان کی مجلس میں شریک ہو کر سکون ملتا تھا۔ اغنیاء کی مجلس میں شریک ہونے سے افسوس ہوتا اور فقراء کی مجلس میں بیٹھ کر سکون حاصل ہوتا ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۴۳)

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

(مسلمانو!) سب نمازیں خصوصاً" بیچ کی نماز (یعنی نماز عصر) پورے التزام کی ساتھ ادا کرتے رہو ۔ اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو ۔ اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار (جس حال میں ہو نماز پڑھ لو) ۔ جب امن (اطمینان) ہو جائے تو جس طرح سے اللہ نے تم کو سکھایا ہے ۔ جو تم پہلے نہیں جانتے تھے اللہ کو یاد کرو۔

تمدن و معاشرت کے آداب کا ذکر ہو رہا تھا۔ جب انسان اس مخمصہ میں مبتلا ہوتا ہے ۔ تو بیوی بچوں کے مسائل میں اس قدر الجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے تو انسان کا جھکاؤ اس مسئلہ کی جانب اس قدر زیادہ ہو جاتا ہے ۔ کہ وہ نماز عبادات سے غافل ہو جاتا ہے ۔ تو اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ تمدنی رکاوٹوں کا ہرگز یہ نتیجہ نہ ہو۔ کہ تم نماز جیسے اہم فریضہ سے غفلت اور سستی کا برتاؤ کرنے لگو۔ تو اللہ پاک نے فرمایا کہ تمہیں ہمیشہ نمازوں کی ادائیگی کا مکمل خیال رکھنا چاہیے ۔ باب مفاعلہ سے امر کا صیغہ اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے ۔ کہ تم نے نمازوں کو اوقات مقررہ پر ہمیشہ ادا کرنا ہو گا ۔ بلکہ اس عمل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی سعی کرنا ہو گی ۔ نمازوں کی باجماعت ادائیگی میں سستی سے خود کو بچانا ہو گا۔ بلکہ اگر اس حکمت کا اظہار کیا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ تمہارے خاندانی معاشرتی اور تمدنی اختلافات کا واحد حل نمازوں کو ان کے اوقات کے مطابق اسی کیفیت کے ساتھ ادا کرنا ہے ۔ جس کیفیت کے ساتھ نبی ﷺ نماز ادا فرماتے رہے ہیں ۔ اچھی طرح سمجھ لیں نمازوں کی ادائیگی میں باقاعدگی رزق میں برکت کا باعث ہے ۔ اور دشمنوں کے خلاف مہلک ہتھیار ہے اور شیطان مردود کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دینے کا واحد حل ہے ۔ اور ظاہری جسم کی پاکیزگی اگر وضو اور غسل سے ہے ۔ تو دل کی پاکیزگی نمازوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادائیگی میں ہے ۔ اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ نمازوں کی ادائیگی کے اوقات میں نمازوں کو ادا نہ کرنا اور دنیوی امور میں الجھے رہنا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے ۔ اور اطمینان قلب کی دولت کے چھن جانے کا خدشہ ہی نہیں ۔ بلکہ یقین ہے ۔ لیکن تمام نمازوں میں سے وسطیٰ نماز کی محافظت یعنی مداومت کا حکم بالخصوص دیا ہے ۔ اس لئے کہ کاروباری لوگ اس وقت اپنے کاروبار میں زیادہ ہی مصروف ہوتے ہیں ۔ اور شیطان انہیں دنیوی معاملات میں الجھائے رکھتا ہے ۔کہ عصر کی نماز فوت ہو جاتی ہے یا مکروہ وقت میں جلدی منافق کی نماز کی مثل ادا ہوتی ہے ۔ مختصر یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ تعلقات اور ان کے مسائل تمہیں نمازوں کی بر وقت صحیح ادائیگی سے نہ روکیں ۔ بلکہ اگر دشمن کے ساتھ جنگ کا خطرہ ہے تب بھی تم نے نمازوں کی ادائیگی میں سستی اور کاہلی کو روا نہیں رکھنا ہو گا۔ اور حالت خوف اور جنگ میں تمہیں سواری پر نمازیں ادا کرنی پڑیں تو ضرور ادا کریں ۔ لیکن تغافل اور سستی نہ کریں ۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۳۲۹)

وسطیٰ نماز سے مقصود عصر کی نماز ہے ۔ حافظ ابن کثیر نے اسی قول کو ترجیح دیتے ہوئے واضح کیا ہے ۔ کہ جنگ خندق میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کفر کے لشکر نے ہمیں وسطیٰ نماز یعنی عصر کی نماز سے مشغول رکھا ۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے ۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوئی گویا کہ اس کا اہل و عیال اور مال برباد ہو گیا۔ جب کہ مصحف حفصہ ؓ میں الصلوۃ الوسطیٰ کے بعد صلوٰۃ العصر کے الفاظ موجود ہیں۔

وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ :۔ شروع اسلام میں نماز میں کلام کرنے کی اجازت تھی ۔لیکن اس کے نزول کے بعد کلام کرنے سے روک دیا گیا ۔ چنانچہ جب عبداللہ بن مسعود نے رسول اکرم ﷺ کو السلام علیکم کے کلمات فرمائے تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اور نماز سے فراغت کے بعد فرمایا ۔ نماز میں مشغولیت ہوتی ہے ۔ اور نماز میں خاموشی اختیار کی جائے ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۳۸ ۔ ۴۴۰)

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً أَوْ رُكْبَاناً :۔ جب خوف زیادہ ہو اس وقت بھی نماز کو ادا کیا جائے جیسے بھی ممکن ہو پیادہ چلتے ہوئے۔ یا سواریوں پر سواری کی حالت میں جیسے بھی ممکن ہو نماز ادا کریں ۔ اگر دشمن زور آور ہے تو ایک رکعت بھی نماز ادا کرنا درست ہے ۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے ۔ حضر نماز چار رکعت سفر میں دو رکعت اور میدان جنگ میں ایک رکعت جیسے ممکن ہو۔ امام بخاری نے ذیل کے الفاظ کے ساتھ باب کا انعقاد کیا ہے ۔ باب الصَّلٰوۃ عِندَ مُنَا هَضَةِ الحُصُون " قلعوں پر حملہ کے وقت نماز کی کیفیت کا بیان " لیکن اگر نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو تو نماز کو موخر کیا جا سکتا ہے اشارہ کے ساتھ نماز ادا کرنا ہو گی ۔ اگر اشارہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر تاخیر کر کے نماز ادا کرنا ہو گی ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ۔ تستر قلعہ کی جنگ میں بھی موجود تھا۔ صبح صادق کے روشن ہونے کے وقت گھمسان کی جنگ تھی ۔ ہم فجر کی نماز وقت پر ادا نہ کر سکے ۔ جب سورج اونچا ہو گیا تو پھر ہم نے فجر کی نماز ادا کی ۔ اور بحمد اللہ قلعہ بھی فتح ہو گیا ۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مجھے فجر کی وہ نماز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو میں نے سورج کے طلوع سے کافی بعد ادا کی وہ مجھے دنیا و ما فیھا سے زیادہ محبوب ہے ۔ (بخاری شریف ابن کثیرج ۱ ص ۴۴۲)

اسی طرح جنگ خندق میں آپ ﷺ سے عصر کی نماز فوت ہو گئی تھی ۔ سورج غروب ہونے کے بعد نماز ادا کی گئی ۔

فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَمَا هَدٰاكُمۡ :۔ یعنی امن کی حالت میں اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح حکم دیا گیا ہے ۔ وقت پر رکوع ' سجود کے ساتھ ادا کرو۔

وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزۡوَاجِهِمۡ مَّتَاعًا اِلَى الۡحَـوۡلِ غَيۡرَ اِخۡرَاجٍ‌ ۚ فَاِنۡ خَرَجۡنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِىۡ مَا فَعَلۡنَ فِىۡٓ اَنۡفُسِهِنَّ مِنۡ مَّعۡرُوۡفٍ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلۡمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ ۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ‌ؕ حَقًّا عَلَى الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۴۲﴾

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں ۔ وہ اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں ۔ کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے ۔ اور گھر سے نہ نکالی جائیں ۔ ہاں اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (یعنی نکاح) کر لیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں ۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے ۔ اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق نان و نفقہ دینا چاہیے ۔ پرہیز گاروں پر (یہ بھی) حق ہے ۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

یہ آیت منسوخ ہے ۔ اس کی ناسخ آیت وہ ہے جس میں چار ماہ دس دن کی عدت کا ذکر ہے ۔ وہ پہلے گزر چکی ہے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جو کاتب وحی ہیں ۔ ان سے استفسار کیا گیا۔ کہ جب اس آیت کا حکم دوسری آیت کے ساتھ منسوخ ہو گیا ہے ۔ جس میں چار ماہ دس دن کی عدت کا ذکر ہے ۔ تو آپ اس منسوخ آیت کو مصحف میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں برقرار رکھتے ہیں ۔ انہوں نے جواب دیا۔ یہ معاملہ عقل اود رائے کے تابع نہیں بلکہ یہ تو توقیفی مسئلہ ہے مصحف میں جو آیت درج ہے اگرچہ وہ منسوخ ہے ۔ لیکن اس کو مصحف سے نکالنا اور اس کو درج نہ کرنا درست نہیں ۔ یہ معاملہ عقل اور رائے کے مطابق نہیں تو قیفی ہے ۔ اب اس کے خاوند کی وفات کے بعد وہ ایک سال تک نفقہ اور رہائش کی حقدار ہے ۔ جب کہ دوسری آیت جو اس کی ناسخ ہے ۔ اس نے چار ماہ دس دن اس کی عدت مقرر کی ہے ۔ اب وہ اتنا عرصہ تو رہائش رکھے گی ۔ اور اس کے اخراجات بھی اس کو ملیں گے ۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کو وراثت کے مال سے چوتھائی اگر اولاد نہیں اور آٹھواں حصہ ملے گا ۔ اگر اولاد ہے لیکن اگر عورت حاملہ ہے ۔ تو اس کی عدت وضع حمل ہو گی ۔ البتہ حکم یہ ہے کہ اسے گھر سے نہ نکالا جائے لیکن اگر وہ خود خاوند کے مکان سے نکلنا چاہے ۔ تو اس کو اجازت ہے ۔ جہاں چاہے عدت مکمل کرے ۔ عدت ختم ہونے کے بعد خواہ وہ چار ماہ دس روز ہے ۔ یا وضع حمل ہے ۔ عورت اس گھر سے اپنی رہائش دوسری جگہ پر رکھ سکتی ہے ۔ اسے روکا نہیں جا سکتا ۔ چنانچہ فریعہ بنت مالک بن سنان جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہے ۔ اس نے بتایا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی ۔ وہ آپ سے تقاضا کر رہی تھی ۔ کہ وہ بنو خدرہ قبیلہ میں رہائش اختیار کرے ۔ اس لئے کہ اس کا خاوند اپنے غلاموں کی تلاش میں باہر نکلا جو بھاگ گئے تھے ۔ آخر کار اس نے ان کو قدوم مقام کے پاس پا لیا ۔ انہوں نے اپنے آقا کو قتل کر دیا فریعہ بیان کرتی ہیں ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا میں اپنے قبیلہ بنو خدرہ میں چلی جاؤں اور وہاں رہائش اختیار کر سکتی ہوں ۔ اس لئے کہ میرے خاوند نے کوئی رہائشی مکان نہیں چھوڑا اور اخراجات بھی نہیں ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت نہیں دی چنانچہ اس نے عدت کے ایام وہیں بسر کئے ۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے مجھ سے اس واقعہ کے بارے میں استفسار کیا تو میں نے انہیں تمام واقعہ کہہ سنایا ۔ چنانچہ وہ اپنے دور خلافت میں اس کے مطابق فتویٰ صادر فرماتے رہے ۔ (ابو داؤد ترمذی حدیث حسن ہے ۔ ابن کثیر ج ۱ ص ۴۴۵)

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ : ۔ جب آیت نمبر ۲۳۶ نازل ہوئی ۔ تو ایک صحابی نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ اگر میں پسند جانوں گا تو متعہ دوں گا۔ اور اگر پسند نہیں ہو گا ۔ تو نہیں دوں گا ۔ اس پر اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ کہ آپ کو متعہ دینا ہو گا ۔ یہ پرہیز گاروں پر لازم ہے ۔ بلکہ اس آیت سے بعض علماء استدلال کرتے ہیں ۔ کہ ہر طلاق دینے والے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ حق مہر کے علاوہ متعہ بھی ادا کرے ۔

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۔ : ۔ یعنی کسی چیز کے حلال حرام نیز فرائض ' حدود میں جن باتوں کا حکم دیا ہے ۔ اور جن کاموں سے روکا ہے ۔ ان کو بیان کیا ہے ۔ وضاحت کے ساتھ اس کی تفسیر کی ہے ۔ اس کے اجمال کو ختم کیا۔ کہ ضرورت کے وقت جواب میسر آ سکے ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۴۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا قف ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جو (شمار میں) ہزاروں ہی تھے ۔ اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے ۔ تو اللہ نے ان کو حکم دیا کہ مر جاؤ ۔ پھر ان کو زندہ بھی کر دیا ۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ لوگوں پر مہربانی رکھتا ہے ۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ۔

اس آیت سے پہلے طلاق کے مسائل ذکر ہوئے ۔ اب اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو موت کے خوف سے گھر بار چھوڑ گئے ۔ لیکن موت نے انہیں پھر بھی آ لیا تو طلاق اور موت میں بظاہر کچھ تناسب نظر نہیں آتا ۔ لیکن البحر المحیط میں علامہ ابو حیان اندلسی بیان کر رہے ہیں ۔ کہ کسی عورت کا مطلقہ ہو جانا بالکل اسی طرح ہے کہ اس لڑکی کے بہن بھائی دیگر عزیز طلاق کے صدمہ کو موت کے برابر قرار دیتے ہیں ۔ اور دو خاندانوں میں جنگ و جدال کا بازار گرم ہو جاتا ہے ۔ اور لڑکی مطلقہ اگر چہ بظاہر زندہ ہوتی ہے ۔ جب کہ وہ شدت غم سے موت سے ہم آغوش ہوتی ہے ۔ اور اس کے ورثا بھی شدید غم و غصہ کی زندگی گزارتے ہیں ۔ جب کہ وہ ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں ۔ (نظم الدرر ج ۳ ص ۲۴۷)

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں ۔ کیا آپ کو ان لوگوں کے واقعہ کا علم نہیں ہے ؟ جو موت سے خوف زدہ ہو کر اپنے گھروں سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں ۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے ۔ بنی اسرائیل کے ایک شہر میں آباد تھے وہ اس شہر سے اس لئے بھاگے کہ اس شہر میں طاعون کی وبا پھیل گئی ۔ وہ خوف زدہ ہو گئے ۔ کہ طاعون تو متعدی بیماری ہے ۔ اور لمحہ بھر میں اس بیماری کے سبب ہزاروں لوگ موت کے آغوش میں چلے جاتے ہیں ۔ لیکن ان کو وہاں بھی موت نے نہ چھوڑا ۔ وہ موت سے ہم کنار ہوئے ۔ اس دور میں بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر حزقیل نامی نے ان کے لئے دعا کی ۔ تو اللہ پاک نے انہیں زندہ فرمایا ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موت سے راہ فرار اختیار کرنے سے ان کو موت سے تحفظ عطا کیا گیا ہے ۔ ہرگز نہیں مشیت الٰھیہ سے کسی کو بھی مفر نہیں اس بنیاد پر آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ جو شخص میدان جہاد سے موت کے خوف سے راہ فرار اختیار کرتا ہے کیا وہ موت سے محفوظ رہ سکتا ہے ؟ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی موت کا فیصلہ فرما دیا ہے ۔ جواب بالکل واضح ہے اس کو کوئی طاقت موت سے تحفظ عطا نہیں کر سکتی ۔ اللہ پاک جو اس کائنات کے خالق اور مالک ہیں ۔ ان کی قوت سے بڑھ کر کس میں قوت ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ تو پھر میدان جہاد سے اس لئے راہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرار اختیار کرنا کہ موت سے بچاؤ ہو جائے گا ہرگز نہیں ۔ اور اس کے بعد ان لوگوں کو زندگی عطا کرنا اللہ پاک کا ان پر عظیم احسان ہے ۔جب کہ اکثر لوگ اس قماش کے ہوتے ہیں ۔ کہ وہ اللہ کے احسانات پر اللہ کا شکر بجا نہیں لاتے ہیں ۔ اس واقعہ کا تقاضا یہ ہے کہ اے لوگو جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہو ۔ تم موت سے ہرگز خوفزدہ نہ ہو ۔ بلکہ جہاد میں نہ صرف مال کی قربانی پیش کرو ۔ بلکہ خود بھی میدان جہاد میں پہنچ کر جان کی قربانی پیش کرو۔ اور یقین کرو کہ اللہ پاک تمہاری باتوں کو سن رہا ہے اور تمہارے ارادوں سے واقف ہے پس اللہ پاک کا خوف اور ڈر ہر وقت اپنے دل میں رکھو ۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٤﴾ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤٥﴾

اور مسلمانو! اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان رکھو کہ اللہ (سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے

کوئی ہے کہ اللہ کو قرض حسنہ دے ۔کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ دے گا ۔ اور اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے ۔ اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ۔

قتال فی سبیل اللہ عظیم قربانی ہے ۔ ہر انسان کو اپنی جان سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے ۔ اس لئے جانی قربانی کا پہلے ذکر کیا ہے ۔ دوسرے مقام میں وارد ہے ۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۔ (التوبہ ۱۱۱)

"اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں ۔اور (اس کی) عوض میں ان کے لئے بہشت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ تو مارتے بھی ہیں اور مر بھی جاتے ہیں۔ تو تورات انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے۔ جس کا پورا کرنا اسے بھی ضروری ہے۔ اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے۔ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے۔ اس سے خوش رہو اور یہ بڑی کامیابی ہے"۔

خیال رہے اس سے پہلی آیت میں جانی قربانی کا ذکر ہے۔ وہ مقدم ہے اور مالی قربانی کا درجہ اس کے بعد ہے۔ جب کہ اس آیت میں اللہ پاک عجیب انداز کے ساتھ اپنے بندوں کو اس جانب متوجہ فرما رہے ہیں۔ کہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے گا؟ ذرا غور کریں اللہ پاک کا قرض حسنہ طلب کرنا کس قدر پرکشش ہے۔ کہ جب انسان اللہ پاک کے اسی حکم پر غور کرتا ہے۔ تو خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ کہ کوئی معمولی ذات نہیں۔ جو مجھ سے قرض کا مطالبہ کر رہی ہے۔ بلکہ اللہ پاک ہیں۔ جو ارض و سما بلکہ ہر چیز کے خالق اور مالک ہیں۔ پھر قرض کی واپسی کا تذکرہ بلکہ وعدہ ہے۔ کہ اس کو کئی گنا شکل میں واپس لوٹایا جائے گا۔ یعنی ایک درہم کے عوض میں سات صد دراہم عطا ہوں گے۔ پس ایمانداروں کو ترغیب کے انداز میں مخاطب کیا ہے۔ کہ اے ایمان والو تم اعلاء کلمہ اللہ کے لئے اپنا مال بھی خرچ کرو جہاں تم اپنی جانیں قربان کر رہے ہو۔ مال خرچ کرتے وقت یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم مفلس نادار ہو جاؤ گے۔ اس اعتقاد کو پختہ کرو کہ مال کو روک لینا اور فراوانی سے دینا اللہ پاک کے قبضہ میں ہے۔ جب وہ مالی ضرورت کے مطابق نہیں دیتا ہے۔ تو اس کی آزمائش ہے اور جب فراوانی سے عطا کرتا ہے تو پھر امتحان ہوتا ہے۔ کہ تم اس مال کو بند رکھتے ہو یا اللہ کی راہ میں لٹا رہے ہو۔ لیکن یقین رکھو تمہاری زندگی کا ہر لمحہ اور اس میں تمہارا کردار مکمل طور پر پہلے تمہاری تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔ اس میں ہرگز تبدیلی ممکن نہیں۔ تقدیر کے خلاف ایک ذرہ برابر بھی تبدیلی ممکن نہیں۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۹۲)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَاءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِا

www.KitaboSunnat.com

لِلظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ
مَلِكًا ۭ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ
وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۭ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ
بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾

بھلا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا۔ جس نے موسیٰ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیں ۔ کہا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے ۔ پیغمبر نے کہا کہ اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے ۔ تو عجب نہیں کہ لڑنے سے پہلو تھی کرو وہ کہنے لگے کہ ہم راہ اللہ میں کیوں نہ لڑیں گے ۔ جب کہ ہم وطن سے خارج اور بال بچوں سے جدا کر دئے گئے ۔ لیکن جب ان کو جہاد کا حکم دیا گیا تو چند اشخاص کے سوا سب پھر گئے ۔ اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے ۔ اور پیغمبر نے ان سے (یہ بھی) کہا کہ اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے ۔ وہ بولے کہ اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیونکر ہو سکتا ہے ۔ بادشاہی کے مستحق تو ہم ہیں اور اس کے پاس تو بہت سی دولت بھی نہیں ۔ پیغمبر نے کہا کہ اللہ ہی نے اس کو تم پر (فضیلت دی ہے اور بادشاہی کے لیے) منتخب فرمایا ہے ۔ اس نے اسے علم بھی بہت سا بخشا ہے اور تن و توش بھی (بڑا عطا کیا ہے) اور اللہ (کو اختیار ہے) جسے چاہے بادشاہی بخشے ۔ وہ بڑا کشائش والا اور دانا ہے ۔

اَلْمَلَاءُ :۔ اسم جمع ہے معاشرہ میں اونچے کردار کے مالک لوگوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ جن کے اختیارات وسیع ہوتے ہیں ارباب حل و عقد پر ان کا اطلاق ہوتا ہے ۔ عربی زبان میں (ملاء) کا معنی یہ ہے کہ جب لوگ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثرات کی جانب نظر اٹھاتے ہیں ۔ تو ان کی آنکھیں انہیں دیکھ کر سیراب ہو جاتی ہیں ۔ اور ان کے دل و دماغ پر ان کی ہیبت اور جلال کا سکہ بیٹھ جاتا ہے ۔ خوف کی وجہ سے ان کی جانب نظریں نہیں اٹھتیں

کلمہ عسیٰ) کا مفہوم اللہ اور توقع ہے ۔ لیکن جب اللہ پاک کے کلام میں استعمال ہونا ہے تو یقین کا معنی دیتا ہے ۔

کتب کا معنی تحریر کیا گیا ہے ۔ جب کہ آیت مبارکہ میں اس کا معنی فرض اور وجوب کا ہے ظاہر ہے کہ زبان سے کچھ کہنا تحریر کے برابر تو نہیں ہوتا ۔

ملک وہ حکمران بادشاہ جو جنگ اور صلح میں عوام الناس کے معاملات کو سمجھانے کے فرائض سرانجام دیتا ہے ۔

سَعَةً فِی الحجم :۔ قد کا لمبا ہونا مراد ہے ۔ اس کے ساتھ جسم کا سڈول ہونا بھی ضروری ہے ۔ لیکن موٹاپا نہ ہو ۔

علامہ بقاعیؒ اس آیت کی مناسبت اور ربط کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔ مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اشتیاق رکھتے تھے کہ انہیں کفار کے مقابلہ میں لڑائی کرنے کی اجازت دی جائے ۔ تاکہ وہ نہ صرف یہ کہ انہیں گمراہی سے باز کریں ۔ بلکہ انہیں جن تکالیف سے دو چار کر رہے ہیں اور ضعیف مسلمانوں پر ظلم و ستم کر رہے ہیں ۔ ان سے ان کو تحفظ حاصل ہو سکے ۔ ان کے اس خیال پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بنی اسرائیل کے دور کا ایک واقعہ ذکر فرما رہے ہیں ۔ کہ انہوں نے بھی لڑائی کی اجازت طلب کی تھی ۔ لیکن وہ میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہ سکے ۔ پس خطرہ ہے کہیں تمہارا حال بھی ان جیسانہ ہو جائے اور اس جانب اشارہ ہے کہ بعض اوقات دل میں ایسے وساوس نمودار ہوتے ہیں ۔ جن کے حقائق کو سمجھنا اور ان کی تہہ تک پہنچنا صرف صاحب بصیرت انسانوں کا کام ہوتا ہے ۔ (نظم الدرر ج ۳ ص ۲۴۶)

موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل نے اس پیغمبر سے مطالبہ کیا کہ ہم پر ایک بادشاہ مقرر کریں جس کی کمان میں ہم اللہ کے راستہ میں جہاد کریں ۔ جب وہ میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں آئے تو ان میں اکثریت کا یہ حال تھا کہ وہ شکست سے دو چار ہو کر محاذ جنگ سے چلے گئے ۔ انہیں دشمن کے ساتھ جنگ کرنے اور اس کے ساتھ مقابلہ میں اترنے کے لئے مجبور نہیں کرنا چاہیے تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شکست سے دو چار ہو کر محاذ جنگ کو خالی چھوڑ گئے ۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ۔ تم دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کی آرزو نہ کرو ۔ تمہیں چاہیے کہ تم اللہ کی ذات سے عافیت اور بچاؤ کا سوال کرو ۔ البتہ جب دشمن کے ساتھ تمہاری ملاقات ہو جائے تو پھر صبر کا مظاہرہ کرنا ہوگا ۔ اور اس یقین کے ساتھ میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنا ہوگا کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ کے لوگوں کو لڑائی کے آغاز سے دور رہنا چاہیے ۔ البتہ جب لڑائی شروع ہو جائے تو پھر مدافعت کے لئے میدان جنگ میں رہنا ضروری ہے ۔ بھاگنا ہرگز جائز نہیں ۔ ارشاد ربانی ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (الحج ۳۹)

" جن مسلمانوں سے خواہ مخواہ لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ لڑیں) جب کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (ان کی مدد کرے گا وہ) یقیناً" ان کی مدد پر قادر ہے "

ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیں

وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَ ثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا ۔ وَالْمُشْرِكُونَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ۔ إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

" اللہ کی قسم ! اگر اللہ پاک کا وجود نہ ہوتا تو ہم ہرگز ہدایت یافتہ نہ ہوتے بلکہ ہم نہ صدقہ خیرات کرتے اور نہ نمازیں ادا کرتے ۔ اے اللہ ہم پر سکینت کو نازل فرما اور جب ہماری ملاقات دشمن سے ہو تو ہمارے قدموں کو لغزش سے بچانا ثابت قدم رکھنا ۔ مشرکین نے ہم پر ظلم کیا ہے جب وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کر دیتے ہیں " ۔

مشرکین نے ہمارے خلاف بغاوت کا انداز اختیار کیا ہے ۔ جب کہ ہمارا معمول یہ ہے کہ جب وہ لڑائی کا ارادہ کرتے ہیں ہم انکار کر دیتے ہیں۔ پس مومن شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ جنگ و جدال کا آغاز نہ کرے ۔ اگر وہ آغاز کرے گا تو وہ اسی طرح ناکام ہو گا ۔ جس طرح بنی اسرائیل ناکام ہوئے جن کا واقعہ بیان ہو رہا ہے ۔ البتہ قلیل تعداد افراد ثابت قدم رہے اس واقعہ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو ان کے بعد آنے والے ہیں ۔ (نظم الدرر ج ۳ ص ۲۴۶)

اس میں ہرگز شک و شبہ کا کچھ شائبہ نہیں ہے کہ ایمانداروں پر جہاد فرض ہے ۔ غزوہ بدر سے مسلمانوں اور کفار کے درمیان لڑائی کا آغاز ہو چکا ہے ۔ جب کہ جہاد کے لئے جہاں عالی قوت کی ضرورت ہے ۔ وہاں افراد کی ضرورت اس سے بھی زیادہ ہے ۔ جو بہادر اور اللہ کے راہ میں اپنی جان کی قربانی دینے کے لئے ہمہ وقت آمادہ ہوں ۔ ان میں بہادری اور جرات کالا زوال داعیہ ہو اور وہ ایک آواز پر گھروں سے باہر نکل کر کمانڈر انچیف کی سرکردگی میں محاذ جنگ پر پہنچ جائیں ۔ شجاعت ' جرات اور بہادری کے کارناموں سے اسلامی لشکر کے افراد میدان جہاد میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے ہیں چنانچہ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کی جماعت عرب ' عجم سب کے مقابلہ میں خود کو ہمہ وقت تیار رکھتے تھے تاکہ مدینۃ الرسول جو اسلامی حکومت کا دارالخلافہ ہے ۔ اس کو تحفظ حاصل رہے اور دشمن اس کی جانب غلط نظر کے ساتھ بھی دیکھ نہ سکے ڈر جائے ۔ کہ وہ اس پر حملہ کر دے ۔ اس سے پہلے اللہ پاک نے ان لوگوں کا واقعہ ذکر کیا جو موت کے ڈر سے اپنا گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ لیکن وہ موت سے بچ نہ سکے اور گھروں سے نکل کر راہ فرار اختیار کرنے پر وہ موت کے آہنی پنجوں سے رستگاری حاصل نہ کر سکے ۔ بعد ازاں اللہ پاک نے ان کو عبرت و موعظمت کے لئے زندہ کیا اور انہیں باور کرایا کہ موت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھاگ جانا موت سے تحفظ عطا نہیں کر سکتا غور کریں ۔ تمہیں فوت کر لیا۔ اس کے بعد تمہیں زندہ بھی کر لیا ہے۔
معلوم ہوا موت سے بھاگنا موت سے بچا نہیں سکتا ۔ البتہ مصائب پر صبر کرنا اور استقامت اختیار کرنا نصرت الٰھیہ کو دعوت دیتا ہے ۔ بعد ازاں اللہ پاک نے ان مناظر کو دل و دماغ میں متمکن کرتے ہوئے ایمانداروں کو حکم دیا ہے کہ تم نے موت سے ہرگز خوفزدہ نہیں ہونا ہے ۔ تم نے اللہ کی راہ میں کفار کے ساتھ میدان جنگ میں جہاد کرنا ہے ۔
ارشاد باری ہے ۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ " تم نے اللہ کے راہ میں اللہ کے دشمنوں سے لڑنا ہے " ۔ اور جب لڑائی میں مال خرچ کرنا بھی ضروری ہوتا ہے ۔ تو انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ کے راہ میں قرض دیں مال خرچ کریں تو بخوشی خرچ کریں۔
أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ :۔ کیا آپ کے علم میں یہ بات نہیں آئی ہم آپ کو بنی اسرائیل کے اشراف لوگوں کے بارے میں بتانا چاہتے ہیں ۔ جو موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد آئے انہوں نے اس پیغمبر سے مطالبہ کیا۔ جو ان کی جانب مبعوث ہوئے ۔ آپ ہم پر ایک بادشاہ کا تعین فرمائیں جس کی راہ نمائی میں ہم اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا چاہتے ہیں ۔ کہ ہم اپنے ملک سے اپنے دشمنوں کو بھگا دیں ۔ اور اپنی حکومت وہاں قائم کریں اور شریعت ربانی کے مطابق فیصلے کریں ۔ لیکن اللہ کا پیغمبر ان کی روحانی بدنی ' مالی کمزوری کو محسوس کر کے خوفزدہ ہو گئے ۔ کہ یہ لوگ اپنے مطالبہ میں صحیح نہیں ہیں ۔ تو پیغمبر علیہ السلام نے ان سے استفسار کیا بھلا یہ ممکن ہے کہ اگر تمہیں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا تو تم جہاد نہیں کرو گے ۔ جب کہ تمہارے لئے جہاد کا سپہ سالار بھی مقرر کر دیا جائے گا ۔ اس سوال پر ان کی حمیت جوش میں آئی انہوں نے برملا کہا ہمیں کیا ہے ۔ کہ ہم اللہ کے راہ میں مقابلہ نہ کریں ۔ جب کہ ہمیں ہمارے گھروں اور ہماری اولاد سے نکالا گیا ہے ۔ سبب یہ ہے کہ ہمارا دشمن جابا‌ل اور اس کی فوج نے بنو اسرائیل کے فسق کے بعد فلسطینیوں سے جنگ کی ان کی عورتوں سے زنا کیا اور کتاب پر عمل کو ختم کر دیا ۔ انبیاء علیھم السلام کی ہدایت سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جابر دشمن کو مسلط کیا ۔ اس نے ان کا شیرازہ بکھیر دیا ۔ تو وہ پناہ گزین بننے پر مجبور ہو گئے ۔ جیسا کہ آج فلسطینیوں کا حال ہے ذرہ بھر ان سے کم نہیں ہیں ۔ اور اللہ کے پیغمبر شمویل نے صرف یہ کہا کہ جو جماعتیں معنوی طور پر موت کی حالت میں تھیں ان سے ایک شخص طالوت نامی کو مقرر کیا۔ وہ ان کے لشکر کا قائد تھا ۔ جب وہ محاذ جنگ کے قریب پہنچے انہوں نے بزدلی دکھائی اور لڑائی سے پہلے ہی فوج کا اکثر حصہ شکست سے دو چار ہوا اور ان کا پیغمبر جو فراست کے لحاظ سے سچائی کی باتیں کرتے تھے ۔ جب انہوں نے ان سے کہا تم قریب ہو کہ جب تم پر جہاد کرنا فرض ہو گیا۔ تو تم جہاد نہیں کرو گے ۔ پہلی آیت کا مفہوم پیش کیا گیا ہے ۔ جب کہ دوسری آیت میں بنی اسرائیل کے سرداروں نے طالوت کو بادشاہت عطا کرنے پر اعتراض کیا عذر یہ پیش کیا کہ وہ فقیر بے نوا انسان ہے مزید وہ اونچے خاندان سے بھی نہیں ہے ۔ جب کہ اس منصب پر ان سے زیادہ وہ استحقاق رکھتے ہیں ۔ لیکن اللہ کے پیغمبر نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی اس باطل بات کی تردید کی اولاً" اللہ پاک نے اس کا انتخاب فرمایا ہے ۔ اور اس انتخاب کے سبب اس کو ان پر فضیلت عطا کی ہے ۔ مزید علم اور جسمانی قوت کے لحاظ سے بھی اس کو فضیلت حاصل ہے ۔ نیز وہ جہاد کی قیادت کی صلاحیت بھی رکھتا ہے ۔ اور وہ ہوش و حواس اور عقل و فکر کے لحاظ سے بھی اونچے مقام پر فائز ہے ۔ تاہم انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہم طالوت کی سیادت تسلیم نہیں کریں گے ۔ جب کہ بنی اسرائیل کے معمول کے مطابق کوئی ایسا امتیاز انہیں عطا کیا جائے جس سے معلوم ہو کہ واقعتاً" اللہ نے اس کو قیادت کے منصب سے نوازا ہے ۔ وضاحت کی روشنی میں اگلی آیت کا مطالعہ کریں۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۴۸﴾

اور پیغمبر نے ان سے کہا کہ ان کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تسلی (بخشنے والی چیز) ہو گی ۔ اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی ۔ جو موسیٰ اور ہارون چھوڑ گئے تھے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔

الفاظ کے معانی :۔ پیغمبر :۔ سے مقصود شمویل نامی پیغمبر ہے ۔ آیة ملکه :۔ اس بات کی علامت کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تم پر بادشاہ مقرر کیا ہے ۔ التابوت لکڑی کا صندوق جس میں آل موسیٰ اور آل ہارون کی باقی ماندہ اشیاء تھیں سَکِینَۃ دل کا سکون اور روح کا آرام ۔ بقیہ اشیاء کا اکثر و بیشتر حصہ ضائع ہو گیا۔ جو باقی رہا وہ ٹوٹی پھوٹی تختیاں تھیں ، جن میں تورات نازل ہوئی تھی ، نیز عصائے موسوی اور بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کے باقی ماندہ آثار ۔ تَحۡمِلُہُ الۡمَلَآئِکَۃ) فرشتوں نے عمالقہ قوم کی سرزمین سے تابوت کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے خیموں میں ان کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ الۡاٰیَۃُ لَکُمۡ وہ تابوت واپس آگیا۔ جس کو دشمن نے تم سے بزور چھین لیا تھا ۔ اس کا واپس آنا قوی دلیل تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر طالوت کی بادشاہت کو پسند فرمایا۔

کلمات کی وضاحت کی روشنی میں آیت مذکورہ کا مفہوم واضح ہو گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شمویل پیغمبر نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں خبردار کیا کہ طالوت کو من جانب اللہ بادشاہت کے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ان کے پاس لکڑی کا وہ صندوق واپس آ جائے گا جو ان سے چھینا گیا تھا۔ دراصل صندوق کا آنا ان کی اجتماعیت اور اتفاق کی علامت ہے۔ اور ان کی معنوی قوت کے تفوق کی واضح علامت ہے جب کہ صندوق میں آل موسیٰ اور آل ہارون کے ترکہ کے کچھ آثار موجود ہیں۔ جیسے شکستہ ریختہ تورات کی تختیاں ' موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ' جوتا ہارون علیہ السلام کی پگڑی اور (من) ترنجین کا کچھ باقی ماندہ جو تیہ جنگل میں ان پر نازل ہوتا رہا۔ چنانچہ صندوق کی حیثیت ایک جھنڈے کی ہو گئی۔ جس کو لہراتے ہوئے وہ میدان جنگ میں مقابلہ کرتے رہے۔ تو جب وہ لڑائی کے لئے نکلے تو صندوق کو انہوں نے اپنے ساتھ اٹھا لیا۔ اسی کیفیت میں وہ میدان جنگ میں پہنچے اور جب تک صندوق پر ان کا قبضہ رہا وہ دشمن کے ساتھ بر سرپیکار رہے۔ دشمن ان پر غلبہ حاصل نہ کر سکا۔ صندوق کی رفاقت کے سبب وہ لڑائی میں تیزی دکھاتے رہے۔ صندوق کا ان کے پاس آنا اس بات کی واضح علامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ اور واقعتاً" صندوق ان کے ساتھ تھا۔ جس کے سبب ان کے دلوں کو سکون حاصل تھا۔ اور ان کے مزاج میں اطمینان تھا۔ چنانچہ وہ دشمن کے ساتھ بر سرپیکار رہے۔ اور توفیق الٰہی کے باعث انہیں غلبہ حاصل ہوا فرشتے صندوق کو اٹھا کر لائیں گے۔ اس کے بارے میں حقیقت یہ ہے کہ عمالقہ قوم جن کے قبضہ میں صندوق تھا۔ انہوں نے صندوق کو منحوس قرار دیا جب کہ وہ اس کے سبب بواسیر کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اور زمین کی پیداوار میں انہیں نقصان پہنچا انہوں نے غور و فکر کیا کہ کیوں نہ اس صندوق کو جو باعث نحوست ہے اسے بنی اسرائیل کی جانب بھجوا دیا جائے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ انہوں نے صندوق کو ایک بیل گاڑی میں رکھا جس کو دو بیل یا دو گھوڑے کھینچ رہے تھے اور اسے بنی اسرائیل کی آبادی کی جانب چلا دیا۔ چنانچہ گاڑی رواں دواں رہی بالاخر فرشتوں نے اس کو بنی اسرائیل کی آبادی کی جانب دھکیل دیا۔ تو صندوق وہاں پہنچ گیا۔ دراصل صندوق کا بنی اسرائیل میں آنا طالوت کی بادشاہت اور اس کی قیادت کا نشان تھا۔ اگلی آیت میں طالوت کی بادشاہت اور اس کی قیادت میں طالوت کا محاذ جنگ کی جانب روانہ ہونے کا ذکر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (اسیر التفاسیر ج ۱ ص ۱۹۶)

ذہن نشین فرمائیں کہ سکینہ کی تفسیر کتب تفاسیر میں اکثر و بیشتر یہودیوں کی وساطت سے پہنچی ہے۔ جس کو نقل کر دیا گیا۔ پھر اس میں متناقض آرا ہیں۔ دراصل یہودیوں نے مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کرتے ہوئے اور انہیں تشکیک میں مبتلا کرتے ہوئے بتایا ہے کہ سکینت سے مقصود حیوان ہے۔ کبھی جمادات کے قبیل سے قرار دیا کبھی اس کو بلی حیوان کہا ان تفاسیر سے قرآن پاک کا تحفظ ضروری ہے پس حقیقت یہ ہے کہ لفظ سکینت کی تفسیر رسول اکرم ﷺ سے صراحتاً" منقول نہیں ہے۔ البتہ ایک صحابی سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس پر بادل سایہ افگن ہوا۔ بادل اس کے نزدیک ہوا اس سے گھوڑا کودنے لگا۔ علی الصباح صحابی رسول رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے تمام واقعہ بیان کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے فرمایا یہ سکینت تھی ۔ قرآن پاک کی تلاوت کے سبب نازل ہوئی ۔ گویا کہ بادل کی شکل میں جو چیز دکھائی دی اس کے آنے کا سبب قاری کی قرات تھی ۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾

غرض جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا تو اس نے (ان سے) کہا کہ اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے ۔ جو شخص اس میں سے پانی پی لے گا ۔ (اس کی نسبت تصور کیا جائے گا کہ) وہ میرا نہیں اور جو نہ پیئے گا وہ (سمجھا جائے گا کہ) میرا ہے ۔ ہاں اگر کوئی ہاتھ سے چلو بھر پانی لے لے (تو خیر جب وہ لوگ نہر پر پہنچے) تو چند شخصوں کے سوا سب نے پانی پی لیا ۔ پھر جب طالوت اور مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے نہر کے پار ہو گئے ۔ تو کہنے لگے کہ آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ۔ جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ ان کو اللہ کے روبرو حاضر ہونا ہے وہ کہنے لگے کہ بسااوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے ۔ اور اللہ استقلال رکھنے والوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ہے ۔

کلمات کی وضاحت : ۔ فَصَلَ طَالُوتُ : ۔ طالوت اپنے علاقہ سے دشمن کی جانب جانے کے لئے نکلا ۔ بِالْجُنُودِ : ۔ لشکر ۔ اس کی گنتی ستر ہزار نوجوان تھی ۔ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ : ۔ اللہ پاک ایک نہر جاری کے سبب تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے ۔ آج کے دور میں شائد وہ ہزار دن کے نام سے متعارف ہے ۔

وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ : ۔ جس نے اس نہر سے پانی نہ پیا۔ غُرْفَةً : ۔ ف پر زبر ہے تو مفہوم ایک بار کا ہے اور اگر (ف) پر پیش ہے تو مقصود ایک چلو پانی ہے ۔

الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ : ۔ مقصود وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہر سے پانی نہ پیا۔ البتہ جس نے پانی پیا وہ کافر اور مشرک ہے ۔

إِنَّهُم مُّلَاقُوا اللَّهِ ۔ : ۔ کہ وہ قیامت کے دن اللہ پاک سے ملاقات کریں گے ۔ یعنی ان کا قیامت کے دن پر ایمان ہے ۔

كَم مِّن فِئَةٍ : ۔ لفظ (کم) کثرت میں اور قلت دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے ۔ مراد جماعت ہے کہ وہ ایک دوسرے کی جانب آنا جانا رکھتے ہیں ۔

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ : ۔ اللہ پاک صبر کرنے والوں کو راہ راست پر ثابت رکھتا ہے ' ان کی اعانت کرتا ہے ۔

جب طالوت اسلامی لشکر کو لے کر نکلا تو ان پر واضح کیا کہ اللہ ان کو آزمائش سے دو چار کرنے والا ہے ۔ جب وہ اپنے دشمن کی جانب ان کے ساتھ لڑائی کے لئے نکلیں گے ان کی آزمائش گاہ ایک نہر ہے ۔ جب وہ وہاں سفر کر کے پہنچیں گے تو وہ شدید گرمی اور پیاس کی شدت کا احساس کریں گے لیکن انہیں اس سے پانی پینے کی اجازت نہیں ہے ۔ البتہ صرف ایک چلو پی سکتے ہیں ۔ جس شخص نے ہمارے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے پانی نہ پیا وہ تو ایماندار ہے ۔ اور جس شخص نے ہمارے حکم کی نافرمانی کی اور اس قدر پانی پی لیا جس کی اسے اجازت نہ تھی وہ کافر ہے ۔ چنانچہ وہ نہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے چارپایوں کی طرح پانی میں منہ ڈال کر پینا شروع کر دیا ۔ صرف چند افراد نے اللہ کے پیغمبر کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے صرف ایک چلو پانی پیا ۔ جبکہ طالوت بادشاہ نے مسلسل سفر جاری رکھا۔ طالوت اپنے رفقاء کی معیت میں نہر عبور کر گئے ۔ جب وہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچے ان کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی ۔ کفار اور منافق قسم کے لوگ پکار اٹھے ' ہم آج جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے ہیں ۔ انہوں نے اپنی شکست کا اعتراف کیا اور راہ فرار اختیار کرتے ہوئے وطن واپس چلے گئے۔ جبکہ مخلص قسم کے ایمانداروں نے جن کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا ہے ان لوگوں نے اعلان کیا (جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حشر کے دن ان کی اللہ سے ضرور ملاقات ہو گی ۔) اکثر و بیشتر بار ایسا ہوا ہے کہ قلیل تعداد والی جماعت کثیر تعداد والی جماعت پر غالب آ جاتی ہے اور اللہ کی معیت ان لوگوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہے ۔ جو صبر کرنے والے ہیں ۔ خیال رہے کہ اس آیت میں طالوت بادشاہ کا دشمن کی جانب روانہ ہونے کا ذکر تھا۔ جب کہ آگے ذکر ہونے والی دو آیات میں دونوں جماعتوں کے درمیان معرکہ آرائی کا تذکرہ ہے اور ایمان والوں ، راہ راستی پر چلنے والوں کو نصرت الٰہیہ نے غلبہ عطا کیا اور وہ کامیابی سے ہم کنار ہوئے ۔

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٥٠﴾ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢٥١﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٥٢﴾

اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ میں آئے تو (اللہ سے) دعا کی کہ اے پروردگار ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور لشکر کفار پر فتح یاب کر۔ تو طالوت کی فوج نے اللہ کے حکم سے ان کو ہزیمت دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اللہ نے اس کو بادشاہی اور دانائی بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا اور اللہ لوگوں کو ایک دوسرے (پر چڑھائی اور حملہ کرنے) سے ہٹاتا نہ رہتا تو ملک فنا ہو جاتا لیکن اللہ اہل عالم پر بڑا مہربان ہے ۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں ۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم بلا شبہ پیغمبروں میں سے ہو ۔

کلمات کی وضاحت : ۔ بَرَزُوا لِجَالُوتَ : ۔ طالوت اور اس کی فوج جالوت کے مقابلہ میں نکلے جو عمالقہ فوج کا لیڈر تھا۔ أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا : ۔ ہمارے دلوں کو صبر سے پر کر دے کہ کسی قسم کے خوف اور گبھراہٹ کا کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائبہ باقی نہ رہے۔ وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا :۔ میدان جہاد میں ہمارے قدم جمے رہیں۔ ہم ہر گز شکست سے دوچار نہ ہوں۔ ہمارے دلوں کو مضبوط کر اور ہمارے عزائم کو پختگی عطا فرما۔

داؤد :۔ اللہ کے پیغمبر گزرے ہیں جب کہ اس وقت پیغمبر نہ تھے جب طالوت کے لشکر میں شریک تھے۔ و آتَاہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ وَالْحِکْمَۃَ :۔ سموئیل نیز طالوت کی وفات کے بعد انہیں نبوت کے منصب پر سرفراز فرمایا گیا۔ وَعَلَّمَہ مِمَّا یَشَاءُ :۔ اللہ پاک نے داؤد علیہ السلام کو لوہے کی زرہ بنانے کے فن سے نوازا۔ نیز وہ پرندوں کی زبان سے آشنا تھے۔ اسی طرح ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام بھی پرندوں کی زبان سمجھتے تھے۔

لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ زمین میں فساد اس وقت رونما ہوتا ہے جب کہ مشرک لوگ موحدین پر غالب آ جائیں اور کفار کا ایمانداروں پر غلبہ ہو جائے۔

جب ایمان والوں اور کفار کے لشکر میدان جنگ میں اترے تو جالوت نے اپنے مخالف کیمپ کے بہادروں کو للکارا کہ کون میدان میں نکلتا ہے۔ تو طالوت کے لشکر سے داؤد علیہ السلام اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں اترے۔ تو داؤد علیہ السلام نے جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد دونوں لشکروں کے افراد آپس میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ اس مقابلہ میں اللہ پاک نے طالوت کے لشکر کو فتح و نصرت سے نوازا۔ جبکہ اس کے لشکر کی تعداد تین صد چودہ مجاہد تھے۔ اس سے زائد نہ تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کی لڑائی میں شریک افراد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہاری تعداد اصحاب طالوت کے برابر ہے۔ (صحیح ابن ماجہ ج۲ ص ۱۳۴) یعنی ان کی تعداد بھی تین صد چودہ افراد تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے کفر کے لشکر کو باوجود ان کے کثیر ہونے کے شکست دی اور حق و صداقت پر رواں دواں رہنے والوں کو فتح و نصرت سے نوازا حالانکہ ان کی تعداد کم تھی۔ وہاں داؤد علیہ السلام کا ستارہ روشن ہوا جب انہوں نے لشکر کے لیڈر جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد اللہ پاک نے داؤد علیہ السلام پر احسان فرمایا اور انہیں نبوت اور بادشاہت سے نوازا۔ جب کہ سموئیل پیغمبر اور طالوت اسلامی لشکر کا لیڈر کمانڈر فوت ہو گئے تھے اور اس عبرت ناک اور پند و موعظت سے بھرپور واقعہ کو اس ارشاد پر ختم کیا کہ اگر اللہ پاک بعض لوگوں کو بعض کے ساتھ مغلوب نہ کرتا تو کفر کا لشکر غالب آ جاتا اور زمین پر شرک، ظلم اور نافرمانیوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا۔ لیکن اللہ پاک کا وصف حکیم بھی ہے وہ اپنی حکمت کے ساتھ کسی کو مسلط کرتا اور کسی کو ختم کرتا ہے۔ بس حقیقت یہ ہے کہ اللہ جہان والوں پر مہربان ہے۔

تِلْکَ آیَاتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ :۔ جب ذکر کردہ آیات اعجاز کے نہایت بلند مقام پر سمجھی جاتی تھیں۔ جن پر غور و فکر کے بعد صاحب بصیرت اور فصاحت و بلاغت کے پیکر انسان بھی حیرت و استعجاب میں ڈوب جاتے ہیں۔ اس لئے کہ عقل انسانی کی رسائی وہاں تک ممکن ہی نہیں۔ اسی لئے اللہ پاک فرماتے ہیں یہ آیات الٰھیہ جو یکے بعد دیگرے ذکر ہو رہی ہیں ان کی صداقت اور سچائی اظہر من الشمس ہے اور جو ادیب اور دانشور خود کو فصاحت و بلاغت کی آخر منزل پر سمجھتے ہیں اور اپنی مدح و توصیف منواتے وقت جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چہرے کا شائل متکبرانہ ہو جاتا ہے وہ ان آیات کی سماعت کے بعد خود کو عاجز درماندہ اور سرافگندہ کئے ہوئے ہیں ۔ وہ خاموش ہو چکے ہیں ۔ حیرت و استعجاب کے سبب ان کی زبان پر تالے لگے ہوئے ہیں ۔ ان کے دل گواہی دے رہے ہیں کہ آپ یقیناً" اللہ کے پیغمبروں میں سے ہیں ۔ جب آپ سابقہ امتوں کے احوال و کوائف کے واقعات سے نقاب کشائی فرما رہے ہیں جن کا انہیں علم ہے اور آپ کی کیفیت یہ ہے کہ آپؐ تو امی انسان ہیں ۔ چالیس سال تک آپ کی زبان اطہر سے اس قسم کی آیات اور واقعات نہیں سنے گئے ہیں ۔ آپ کے پیغمبر ہونے میں ان کو بھی ہرگز شک و شبہ نہیں ہے ۔ ارشاد ربانی ہے ۔

يَعرِفُونَهٗ كَمَا يَعرِفُونَ اَبنَاءَهُم ۔ (الانعام ۲۰)

" وہ آپ کی صداقت کے بالکل اسی طرح معترف تھے جیسا کہ انہیں اپنے بیٹوں کے بارے میں شک و شبہ نہیں "۔

اہم نوٹ :۔ صندوق میں چونکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ترکہ کی متبرک اشیاء موجود تھیں ۔ ان کی برکت کے سبب طالوت کو کامیابی حاصل ہوئی ۔معلوم ہوا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ترکہ میں جو چیزیں باقی رہتی ہیں ان سے تبرک حاصل کرنا درست ہے ۔ جیسا کہ مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۷ پر اس عنوان کے تحت رسول اکرم ﷺ کے پسینہ کی خوشبو اور اس سے برکت کے حصول کا ذکر ہے ۔ اس باب کے ضمن میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی ﷺ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے ۔ آپ کے بستر پر استراحت فرماتے جب کہ ام سلیم گھر میں نہیں ہوتی تھی ۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ ایک روز تشریف لائے تو آپ ﷺ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بستر پر لیٹ گئے ۔ اس کے بعد وہ بھی گھر میں پہنچ گئیں ۔ اسے بتایا گیا کہ نبی ﷺ آپ کے گھر میں آپ کے بستر پر محو خواب ہیں ۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں جب کہ آپ ﷺ پسینہ سے شرابور تھے ۔ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک چمڑے کے ایک ٹکڑے پر گر رہا تھا ۔ تو اس نے اپنا خاص پرس کھول کر پسینہ مبارک کو اس سے سمیٹ کر ایک شیشی میں محفوظ کر لیا ۔ اس پر نبی ﷺ کو کچھ گھبراہٹ محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا ' آپ کس کام میں مشغول ہیں ؟ انہوں نے عرض کیا ' اے اللہ کے رسول (ﷺ) ہم اپنے بچوں کے لئے آپ ﷺ کے پسینے سے برکت حاصل کرتے ہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ' تیرا یہ کام بالکل درست ہے ۔ اس مضمون کی متعدد روایات مختلف واقعات میں صحیح سند کے ساتھ کتب احادیث میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لباس ' آپ کے فضلات آپ کا بقیہ کھانا اور پانی وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا ۔ بلکہ جہاں مشکیزہ پر آپ کے ہونٹ مبارک پانی پیتے وقت لگے تھے تو مشکیزہ کے اتنے حصہ کو حصول برکت کے لئے انہوں نے رکھا ۔ لیکن کسی صحابی ' تابعی ' امام عالم دین کے بچے ہوئے پانی یا لباس یا دیگر اشیاء سے تبرک حاصل کرنا ثابت نہیں ہے تاکہ کہیں شرک وغیرہ کی صورتیں نہ پیدا ہو جائیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مسئلہ پر بحث کے لئے دیکھیں التَّبَرُّکُ المشروع والتَّبَرُّکُ المَمنُوع تالیف ڈاکٹر علی بن نفیع علیانی ترجمہ پروفیسر ابو عمار عمر فاروق سعیدی

وَ آخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلمین

اللہ کے فضل سے تفسیر کی جلد اول اختتام پذیر ہو گئی۔

شکر و امتنان

اللہ پاک معبود حقیقی وحدہ لا شریک کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ جیسے گناہ گار کو ایسے عظیم الشان کام کی جانب قدم زن ہونے کی توفیق عطا کی اگر مشیت ایزدی شامل حال نہ ہوتی تو ہرگز ایسے جلیل القدر محنت شاقہ والے کام سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تھا مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَ مَالَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ

نیز اہل علم اساتذہ کرام ' تلامذہ احباب اور ان تمام معاونین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس علمی اور مبارک کام میں دامے درمے ' سخنے تعاون کیا بالخصوص مولانا عبدالوہاب پشاوری ' برخوردار عبدالحفیظ مدنی ' عبدالقہار افغانی کا مشکور ہوں جنہوں نے عملاً" اپنا قیمتی وقت اس کام پر صرف کیا بالخصوص مولانا محمد اسحاق حافظ عبدالحنان استاذ جامعہ سلفیہ اور دیگر اہل علم جن سے بعض پیچیدہ مسائل میں راہ صواب کی جانب راہنمائی حاصل ہوئی مَن لَم یَشکُرِ النَّاسَ لَم یَشکُرِ اللّٰہَ۔ العبد الراجی رحمۃ ربہ محمد صادق خلیل خادم الکتاب والسنۃ رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاذ العلماء شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ)

کے رواں دواں اور شگفتہ قلم سے مزین عربی کتب کے اردو تراجم

٭ نماز نبویؐ (اردو ترجمہ: صفة صلاة النبیؐ)	تالیف علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
٭ حج نبوی (اردو ترجمہ: حجة النبیؐ)	تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
٭ قبروں پر مسجدیں اور اسلام (اردو ترجمہ: تحذیر الساجد عن اتخاذ القبور المساجد)	تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
٭ احادیث ضعیفہ کا مجموعہ	تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
٭ نماز تراویح (اردو ترجمہ: صلاة التراویح)	تالیف علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
٭ افکار صوفیاء (اردو ترجمہ: الفکر الصوفی)	تالیف: الشیخ عبد الرحمان عبد الخالق
٭ امام احمد بن حنبل کا دور ابتلاء	تالیف: ڈاکٹر محمد نغش مصری
٭ روضہ اقدس کی زیارت	تالیف: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
٭ اسلامی عقائد	تالیف: علامہ ابی العز الحنفی
٭ مشکوٰۃ المصابیح (پانچ مجلدات)	ترجمہ و تحقیق: مولانا محمد صادق خلیل
٭ اذکار مسنونہ	تالیف: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ
٭ ریاض الصالحین نووی (دو جلد)	
٭ عقیدہ اہل سنت والجماعت (اردو ترجمہ: شرح العقیدة الواسطیة)	تالیف: الامام ابن تیمیہ وشرح: محمد خلیل ھراس
٭ محمد بن عبد الوہاب	تالیف: احمد بن عبد الغفور عطار

۵۹۲ ...۹۹
www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ